ترجمان السنة
عربی اردو
4
دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق اہم تشریحات
اور قدیم و جدید مباحث کے ہمراہ مستند کتابوں سے
احادیثِ نبویہ کا جامع انتخاب
http://islamicbookslibrary.wordpress.com/
تالیف
زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہٗ
استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند و رفیق ندوۃ المصنفین دہلی
۱۹۰ انار کلی لاہور
ادارہ اسلامیات
۲۴۳۹۹۱، ـــــ ۳۲۴۴۱۲، ـــــ ۳۵۳۲۵۵،
فیکس: ۳۲۴۷۸۵، ـ ۰۴۲ ـ ۰۹۲

ترجمان السنّہ

عربی - اردو

جلد چہارم

دورِ حاضر کی ضرورتوں کے مطابق جدید عنوانات اور قدیم مباحث کے ہمراہ
احادیثِ طیّبہ کا جامع و مستند عظیم الشّان مجموعہ

تالیف
زبدۃ المحدثین حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرّہٗ
اُستاذ الحدیث دار العلوم دیوبند و رفیق ندوۃ المصنّفین دہلی

ادارۂ اسلامیات
پبلشرز، بک سیلرز، ایکسپورٹرز

★ ــــ دینانا تھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون ۷۲۳۲۲۱۲، ۷۲۳۲۳۲۱، فیکس ۹۲-۴۲-۷۲۳۲۷۸۵

★ ــــ ۱۹۰، انار کلی، لاہور، پاکستان
فون ــــ ۷۲۳۳۹۹۱ - ۷۲۵۲۲۵۵

★ ــــ موہن روڈ
چوک اردو بازار، کراچی فون ۷۷۲۲۴۰۱

فہرست مضامین ترجمان السنہ جلد چہارم

فہرست مضامین ترجمان السنہ چہارم ختم

وہ معجزات جو "ترجمان السنۃ" کی جلدوں میں پہلے گذر چکے ہیں

نمبر شمار	معجزات	اسماء کتب	ترجمان السنۃ
۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یقین کی کیفیت کا آن واحد میں بدل جانا۔	بخاری شریف	۳۴۹ / ۱۲۰
۲	حضرت علیؓ و عباسؓ کے مقصد کی ان کی آمد سے پہلے اطلاع دے دینا	ترمذی شریف	۳۵۴ ص / ۱
۳	آپ کی برکت سے بارش	بخاری شریف	۳۴۶ ص / ۱
۴	آپ کی مسجد شریف کا مساجد انبیاء علیہم السلام میں آخری مسجد ہونا	مسلم شریف	۳۸۸ ص / ۱
۵	بے سروسامانی کے باوجود ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آپ کا رعب پڑنا۔	بخاری شریف و مسلم شریف	۵۳۶ ص / ۱
۶	گوہ جانور کا آپ کی نبوت کی شہادت دینا	خصائص الکبریٰ	۳۹۵ ص / ۱
۷	زید بن خارجہ کی بعد وفات آپ کی نبوت کی شہادت دینا۔	"	۳۹۹ ص / ۱
۸	حضرت علیؓ کا شفایاب ہونا۔	کنز العمال	۴۰۰ ص / ۱
۹	حضرت عمرؓ کے حق میں محدثیت کی بشارت دینا۔	متفق علیہ	۴۰۵ ص / ۱
۱۰	تیس مدعیان نبوت کی پیشگوئی فرمانا۔	مسلم شریف	۴۱۵ ص / ۱
۱۱	مسیلمہ، عنسی اور مختار کی پیش گوئی فرمانا	فتح الباری	۴۱۶ ص / ۱
۱۲	آپ کا پشت کی جانب سے دیکھنا	بخاری شریف	۴۳۳ ص / ۱
۱۳	ایک بار صحابہؓ کے ہر قسم کے سوال کا جواب دینے کا اعلان فرمانا اور قیامت تک کے مستقبل کے واقعات کی خبر دینا۔	"	۴۴۰ ص / ۱
	جلد (۲)		
۱۴	بقرہ کا عبرت آموز کلام کرنا۔	متفق علیہ	۳۴ ص / ۲
۱۵	ایک سفر میں کھانے کی برکت	مسلم شریف	۳۵ ص / ۲
۱۶	دستِ مبارک کی ایک ضرب سے عالمِ آخرت کا سامنے آجانا	"	۳۶ ص / ۲
۱۷	غزوۂ تبوک میں بے اندازہ برکت	مستدرک وغیرہ	۳۹ ص / ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"ترجمان السنۃ" کی تیسری جلد اب سے گیارہ، بارہ سال قبل معاونین کی خدمت میں پیش کی گئی تھی، شکر ہے طویل وقفے اور شدید انتظار کے بعد چوتھی جلد بھی آگئی۔

اس کا افسوس قدرتی طور پر ہونا ہی چاہئے کہ حضرت مؤلف مرحوم اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہیں واقعہ یہ ہے کہ مرحوم نے تیسری جلد کا بھی بڑا حصہ علالت اور ضعف و نقاہت ہی کی حالت میں مکمل کیا تھا اور چوتھی جلد کی تالیف و ترتیب کے وقت تو ان میں کچھ باقی ہی نہیں رہا تھا، صرف روحانی طاقت تھی جس کے سہارے بڑے بڑے کام کرتے رہے

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ۱۹۶۵ء میں "رابطۂ عالم اسلامی مکۂ معظمہ کے اجتماع کی برکت سے ۱۹ سال کی جدائی کے بعد مرحوم کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا، دیکھا تو ہڈیوں کے ایک مضمحل ڈھانچے اور پرنور و پُر رونق چہرے کی تازگی کے علاوہ ان میں کچھ نہیں تھا چند قدموں کے فاصلے سے مجھ پر نظر پڑی تو آنکھیں بھر آئیں اور لپٹے لپٹے ایسے جذب و شوق سے معانقہ فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا میرا جسم نور سے بھر گیا ہے اور رگوں میں محبت و خلوص کی بجلی دوڑ گئی ہے۔

مولانا کو مجھ سے دو علاقے تھے، ایک تو بیالیس برس کی رفاقتِ دیرینہ اور تعلقِ مودت، دوسرے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے رشتۂ بیعت وارادت، اس رشتے کی لطافتوں، نزاکتوں اور پاسداریوں کو روحانی حلقے کے اصحابِ ذوق ہی پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔

تعلقات کی اس دوگونہ نوعیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوستی و دمسازی کی بے تکلفی کے ساتھ مرحوم میرا غیر معمولی احترام کرتے تھے جس کی وجہ سے کبھی کبھی شرمندگی بھی ہوتی تھی۔

رفیقِ سفر محترم نورالدین احمد صاحب بیرسٹر کو واپسی کی زیادہ عجلت تھی اور مجھے ان سے علیحدہ ہونا گوارا نہیں تھا، اس لئے مدینہ منورہ کی مدتِ قیام نہایت مختصر ہوگئی تھی پھر بھی میری یہ کوشش رہی کہ حرمِ نبوی کی حاضری کے اوقات کو چھوڑ کر، مولانا کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزرے، اُدھر مولانا کی بھی یہ کیفیت تھی کہ انتظار ہی فرماتے رہتے تھے، مکمل معذوری کے باوجود دعوت بھی اپنی پر تکلف اور پُر خلوص کی کہ ہمارے

بیرسٹر صاحب اب تک اس کو یاد کرتے ہیں، دعوت کے علاوہ بہت سے تحفے بھی مرحمت فرمائے، مرحوم کے ایک ایک انداز سے یہ بات پوری طرح محسوس ہورہی تھی کہ اس ملاقات کو آخری ملاقات خیال کر رہے ہیں۔

مدینہ شریف ہی کے قیام کے دنوں میں ایک روز مخلص حاجی، حافظ فریدالدین احمد صاحب نے کہا کہ حضرت مولانا نے "ترجمان السنۃ جلد چہارم" کا مسودہ کافی دن ہوئے مجھے اشاعت کے لئے دے دیا تھا اور کتاب جلد طبع ہونے والی ہے، توقع کے خلاف یہ اطلاع پاکر ناگواری بھی ہوئی اور روحانی اذیت بھی، دم بخود سوچتا رہ گیا "ندوۃ المصنفین" کی اتنی اہم اور مشہور کتاب کا مسودہ مولانا نے کس بنیاد پر ان کو دیا اور ایسا کیوں ہوا۔

مولانا کی علالت کی نوعیت ایسی تھی کہ اس مرحلے پر اس مسئلے میں ان سے بات کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا، اضمحلال ہر لمحہ بڑھ رہا تھا اور علائق دنیوی سے کامِلاً بے تعلق ہوکر عالم بالا سے رشتہ جوڑ چکے تھے، چنانچہ شدید خلش کے باوجود مولانا سے اس حادثے کا ذکر نہیں کیا۔

حافظ فریدالدین احمد صاحب اس گفتگو میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ کتابت کے جزبے آپ کے پاس بھیجدیے جائیں گے، یہ وعدہ یا تو ان کو یاد نہیں رہا، یا عملی دشواری کی وجہ سے اس کا ایفا نہ کرسکے۔

بہر حال ۱۹۶۷ء کے کسی حصے میں ہمارے پاس کراچی سے کسی تاجر کتب کے ذریعہ طبع شدہ کتاب کا نسخہ پہنچا جس کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ کتاب کا معیارِ کتابت وطباعت "ندوۃ المصنفین" کے روایتی معیار کے مطابق نہیں ہے، اِدھر وقت کی کمی اور مزید تاخیر کے اندیشے سے اس کا بھی موقعہ نہیں تھا کہ اطمینان سے از سرِنو کتابت کرائی جاسکتی، بنابریں یہی فیصلہ کیا گیا کہ عمدہ اور محتاط ٹچنگ کے بعد اسی کتابت سے نگیٹو تیار کرائے جائیں، آخر میں ضروری حدیثوں کا اضافہ کردیا جائے۔ اور پچھلی جلدوں کی جن حدیثوں کا اس جلد میں صرف حوالہ ہے ان کو بھی مع ترجمے کے اس میں درج کردیا جائے، اس تصرف سے اصل کتاب کی ضخامت میں کم وبیش ایک سو صفحوں کا اضافہ ہوگیا ہے۔

اس مرحلے پر ایک اور بات بھی لائقِ ذکر ہے جیسے ہی یہ جلد شائع ہوئی عام روایات کے مطابق اس پر تبصرے کئے گئے، کثرت سے موافقانہ اور کچھ مخالفانہ، جن حضرات نے مخالفانہ اظہار رائے کیا ان میں قابلِ ذکر طبقہ ان لوگوں کا ہے جو معجزات کے باب میں پہلے ہی سے ایک طے شدہ نکھری ہوئی رائے رکھتے ہیں اس لئے قدرتی طور پر ان کے لئے معجزات نبوی سے متعلق بہت سی احادیث پر جرح ضروری ہوگئی اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ علالت کے تسلسل اور ضعف ونقاہت کے امتداد نے مؤلف مرحوم کو مسودے پر نظرِ ثانی کرنے کے لائق نہیں چھوڑا تھا، بہت سے مباحث جن کا وہ اضافہ کرنا چاہتے تھے، نہیں کرسکے کتنے ہی مباحث تشنہ رہ گئے، نہیں کہا جاسکتا کہ نظرِ ثانی کے بعد ان بحثوں کا دروبست کیا ہوتا، "پیشِ لفظ" میں مرحوم نے ان تمام باتوں کا کھلے دل سے

اعتراف بھی کیا ہے، اس کے باوجود خیال یہ تھا کہ اس طرح کے تبصروں اور مضامین کو سامنے رکھ کر "دیباچہ" میں ان پر ایک سرسری نظر ڈال دی جائے، مگر وقت کی تنگی اور غیر معمولی حالات کی وجہ سے یہ کام نہ ہوسکا، توقع ہے کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تلافی ہوسکے گی۔ انشاءاللہ۔

آخر میں یہ ظاہر کردینا بھی مناسب ہے کہ غیر متوقع موانع پیش نہ آئے تو خدا نے چاہا باقی جلدوں کے لئے قارئین کو اتنے طویل انتظار کی زحمت نہیں ہوگی اور اس اہم تر اور مقدس تر خدمت کی تکمیل ادارے کے دوسرے رفیقوں سے کرائی جائے گی، اگرچہ مولانا مرحوم کی یاد کتاب کی تکمیل کے ہر مرحلے پر تازہ رہے گی اور سچ تو یہ ہے ان کی یاد تو یوں بھی کچھ کم تازہ نہیں ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

۷؍ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ ہجری

مطابق ۷؍ فروری ۱۹۶۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ حال

قطبِ عالم حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں لکھنا انھیں زیب دیتا ہے جو مولانا کے مرتبہ سے روشناس ہوں۔ یہ ہیچمداں تصوف کی حقیقت سے ناواقف، ولایت کی ماہیت سے ناآشنا، آدابِ مریدین کی معلومات سے کورا، نکات و معارفِ مشائخ سے آگاہ نہیں لیکن قلب کا داعیہ مجبور کرتا ہے کہ کچھ گذارش کروں لہٰذا یہ چند سطور حاضر ہیں۔

مثل مشہور ہے کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" مولانا کی ذات گرامی سے اور ان کی صفات عالیہ سے علمی حلقہ اچھی طرح واقف ہے کہ وہ اس دور میں کس پایہ کے عالم اور شیخ رہے ہیں بیسویں صدی کا زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ انگریزوں کی غلامی کا پورا اثر ہمارے معاشرے پر محیط ہو گیا تھا جس میں معصیت اور بددینی کی گھنگھور گھٹائیں امنڈ امنڈ کر پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لگائے ہوئے باغ کو ویران کر رہی تھیں۔ جسے دیکھو انگریزی تعلیم اور انگریزی معاشرت کا دلدادہ، سیدھے سادھے مسلمان تو درکنار اچھے خاصے دیندار طلقے بھی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانا ہی راہ نجات سمجھتے تھے اِلّا ماشا اللہ! اس زمانے میں ایک سعید روح کا اپنے آپ انگریزی تعلیم سے بقدرِ ضرورت استفادہ کے بعد دینی تعلیم میں منہمک ہو جانا یقینا اس بات کا شاہد ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اس بندے سے کوئی مخصوص کام لینا چاہتا ہے۔

چنانچہ مولانا قدس سرہٗ کی مختصر سوانح حیات سے جس کو صاحبزادہ حاجی حافظ مولوی آفتاب احمد صاحب نے رقم فرمایا ہے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مولانا قدس سرہ نے صحت، علالت، سازگار اور ناسازگار تمام حالات میں کس کس طرح دین کی خدمت کی ہے۔ محض قال نہ کسی کو متاثر کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے، زندگی ہمیشہ زندگی سے بنتی ہے، چراغ سے چراغ چلتا ہے زبانی پھونک سے تو چراغ گل ہوتا ہے۔ حالت یہ پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ اسلام کے قائل بھی ہیں وہ اس طرح کہ اسلام کو صرف نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کی من موجی تشریح کر کے بیٹھ جاتے ہیں، ظاہری اور باطنی حالات کی درستگی سے بمشکل علاقہ رکھتے ہیں نشست و برخاست معاشرت کے دوسرے مسائل مثلاً کھانا، پینا، تجارت، ملازمت، صلہ رحمی، اصلاح نفس، معاملات کی صفائی تقسیم، اخلاق کی تفہیم، الوہیت و

رسالت کی تعلیم غرضیکہ دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح خدمت جب ہی ممکن ہے کہ انسان جو کچھ کہے اسے عملاً کر کے دکھائے، بدقسمتی سے عوام تو عوام علما بھی الاماشاء اللہ تہذیبِ نفس کے اس راز کو نہیں برتتے۔ اس تاریک زمانے میں پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشگوئی کے مطابق علمائے امت میں ایک ایسے عالم باعمل کی ضرورت تھی جو من کل الوجوہ قابلِ اعتماد، مصلح اور سنتِ نبویہ کے زیور سے آراستہ، اتباعِ شریعت کاملہ میں مخلوق کے لئے نمونہ اور رحمت ہے اور طریقت کی دشوار گذار گھاٹیوں کا راہبر۔

مولانا قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات انہی خوبیوں کی حامل تھی، حرص و ہوس، غیظ و غضب، حسد و بغض، بخل و حب مال، رعونت، تکبر و نخوت، خود پسندی، درشتی و سختی پاس بھی نہ گذرتی تھی، عبادات کے علاوہ عادات اور امورِ مباح مثلاً حرکات و سکنات تک میں سنت مصطفویہ کے اتباع کی فکر رہتی تھی، صبر و شکر، اخلاص و صدق، توکل و محبتِ الٰہی اور رضا بر قضا پر اس درجہ عامل تھے کہ شاید و باید صوری وجاہت، معنوی ہیبت، کریمانہ اخلاق، حکیمانہ اشفاق، مادرانہ ترحم، پدرانہ شفقت، لطافتِ طبع، نظافت و طہارتِ نفس، حسبی شرافت، نسبی نجابت، خاشع و خاضع، مہمان نواز، متواضع غرضکہ تمام اوصاف میں یکتائے روزگار تھے۔

بیسویں صدی کا یہ دُرِ شہوار بدایوں میں پیدا ہوا اور اپنی نورانیت سے دیوبند، ڈابھیل، بھاولنگر، ٹنڈوالہ یار اور کراچی کو منور کرتا ہوا مرکز ثقل یعنی جد امجد کے سایۂ عاطفت میں پناہ گزین ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری خوش قسمتی ہے کہ حضرت قدس سرہ نے اس کتاب کو چھاپنے اور اس کی اشاعت کے لئے میری درخواست قبول فرما کر مجھے ہی اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور کتابت کے مصارف کا بیشتر حصہ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہی نے پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ والد صاحب مرحوم جناب خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب اور میرے بڑے بھائی مرحوم صاحبزادہ حاجی حافظ جمیل الدین صاحب کی قائم کی ہوئی حاجی وجیہ الدین چیریٹیبل ایسوسی ایشن کی وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں کوئی دشواری بھی پیشِ نظر نہیں ہے۔ میں ایسے حضرات کو بھی اس کتاب نایاب کی اشاعت کی اجازت دے رہا ہوں جن کا مقصد اشاعتِ دین ہو اور صرف جلبِ منفعت نہ ہو، بشرطیکہ کتاب من و عن چھاپی جائے اور کوئی حصہ اس کا حذف نہ کیا جائے بشمول عرض حال۔

اللہ تعالیٰ اس پاک ذات کے طفیل ہم سیاہ کاروں کی مغفرت فرمائے اور صاحبزادہ مولوی حاجی حافظ سید آفتاب احمد صاحب کو حقیقی معنوں میں مولانا قدس سرہٗ کا جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ادنیٰ خادم آستانہ فریدالدین احمد الوجیہ

"الوجیہ"
جے۔ ایم 1/۱۰۰۔ کراچی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ کی

ہلکی سی ایک جھلک

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وامام المتقین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۵

ترجمان السنۃ کی جلدِ چہارم زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کے سامنے اُس وقت آرہی ہے جبکہ اس کے مؤلف حضرت العلامہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس جلد میں انھوں نے معجزات پر ایسی محققانہ و عالمانہ سیر حاصل بحث فرمائی ہے جس کو پڑھ کر ایک صاحبِ فہم انسان سمجھ لے گا کہ معجزہ کی حقیقت کیا ہے، اور جب اس کا غور سے مطالعہ کریگا تو انشاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک وشبہات اس طرح صاف ہو جائیں گے جیسے آئینہ ہوتا ہے، اسی لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو اس جلد کے طبع ہونے کا بے چینی سے انتظار لگا ہوا تھا، اور بہت مسرور تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت اہم کام لے لیا ان کی مسرت کا اندازہ انھیں کے ان اشعار سے فرمالیں ؎

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو	اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کو
کرلیں اگر قبول تو کیسا شرف ملے	پشتوں کو اس حقیر کی اور اس غلام کو
ہو جائے یہ نصیب تو رہ جائے یادگار	بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو

اور جس طرح بسترِ علالت پر یہ کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، ورنہ اس قدر اہم موضوع جس میں اتنے دقیق و عمیق مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہو ایسی حالت میں املا کرانا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس سعی کو قبول فرمائے، اور اس کا بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے آمین یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات کے متعلق کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے، ان کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو ایسا زریں اور عجائبات پر مشتمل ہے کہ اگر ہر گوشے پر تفصیل سے کلام کیا جائے تو ایک ایک کتاب بن جائے۔ لیکن اس جگہ نہ اس کا محل ہے۔ نہ گنجائش ہے اس لئے نہایت مختصر و مجمل طریقہ سے کچھ حالات سپردِ قلم کر رہا ہوں۔

زندگی کے ابتدائی حالات حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت کاتب ازل نے شہر بدایوں کے حصہ میں لکھی تھی، اس لئے اس مجسم سعادت وعلم کا سرچشمہ ۱۳۱۶ھ (مطابق ۱۸۹۸ء) میں وہیں ظہور پذیر ہوا۔

میرے دادا صاحب مرحوم پولیس آفیسر تھے وہ اس وقت بدایوں میں تعینات تھے اس جگہ چند سطور ان کی حیاتِ طیبہ کے متعلق لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ دادا صاحب بہت ہی بااخلاق، صادق القول والوعد تھے، ان کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ سولہ سال کی عمر سے سفر و حضر میں کبھی تہجد ناغہ نہیں ہوا چشتیہ سلسلہ میں داخل تھے، آخر عمر میں ذکر اللہ اسّی اسّی ہزار مرتبہ یومیہ کیا کرتے تھے، تلاوت کلام و دیگر وظائف کے علاوہ سات حج کئے تھے، بعد میں حضرت مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کرلی تھی۔ حضرت والد صاحبؒ سے فرمایا کرتے تھے، کہ ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو اس ملازمت کے لحاظ سے محیر العقل معلوم ہوتا ہے اور وفات کے وقت والد صاحبؒ سے فرمایا کہ "ہم نے تم لوگوں کے لئے روپیہ نہیں چھوڑا لیکن تمہارے جسم میں حرام کا ایک پیسہ نہیں لگایا ہے۔" تمام عمر کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا۔ اسی سے ان کی دیانت و امانت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں جگہ دے۔ آمین۔

کرامت بروقت ولادت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سعادت و قبولیت کے آثار ولادت سے قبل ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے تھے۔ ولادت کے وقت لیڈی ڈاکٹر انگریز موجود تھی لیکن ولادت میں تاخیر ہو رہی تھی، اس نے بہت سعی کی لیکن ناکام رہی۔ آخر کار اس نے کہا کہ اب تو آپریشن کرنا ہوگا جس میں بچہ کا مر جانا ممکن ہے۔ آخر کار دادا صاحب مرحوم کو اجازت دینی پڑی اور اس نے آپریشن کی تیاری شروع کردی۔ صرف اتنے وقفہ کے لئے ایک مسلمان سعید دائی آبیٹھی۔ بس کیا تھا فوراً ولادت ہوگئی گویا اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا کہ انگریز کے ہاتھ میں ایسا جسم مبارک جو اتنی صفات کا مالک ہونے والا تھا دے دیا جائے، چنانچہ ان کا ایک مسلمان عورت کے ذریعہ اس دنیا میں آنا مقدر ہوا۔

سلسلۂ تعلیم حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی بہت نفیس اور نازک مزاج تھے حسب دستور پہلے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی، پھر انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل ہوئے، تقریباً میٹرک تک پڑھا تھا کہ تقدیر نے رخ بدلا اور اللہ تعالیٰ نے دنیوی تعلیم سے نکال کر اپنے اور اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو دین اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی دین کی اشاعت کے لئے اس پاک روح کو منتخب فرمایا چنانچہ اتفاقی طور پر یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت والد صاحب جمعہ کی نماز کے لئے الٰہ آباد کی ایک مسجد میں تشریف لے گئے، وہاں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

کا دخل تھا۔ اس کو سن کر ایک گیارہ سالہ بچہ نے توفیق ایزدی سے فیصلہ کر لیا کہ انگریزی تعلیم کو ترک کر دیا جائے۔

علم دین کی طرف رجحان گھر واپس ہو کر دادا صاحب مرحوم کی خدمت میں عرض کی کہ میں اب دینی تعلیم حاصل کروں گا دادا صاحب کو یہ خیال ہوا کہ یہ وہی بچوں کی طرح کی بدشوقی ہے، چنانچہ انھوں نے کافی سختی اور تادیب سے کام لیا پھر صبح کو دریافت فرمایا اب تمہاری کیا رائے ہے۔ جواب یہی تھا کہ "جی عربی پڑھونگا" وہ ارادہ کیسے تبدیل ہو سکتا تھا جو پختہ عزم کی شکل میں چٹان کی طرح تھا، تمام سختیوں کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوا، یہ حالت دیکھ کر دادا صاحب سمجھ گئے کہ یہ تو واقعی کچھ راز الٰہی ہے چنانچہ انھوں نے فوراً محدث عصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم المدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا جس میں پورا واقعہ من وعن تحریر فرمایا۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپ اس سعادت عظیم کے حصول میں کیوں حائل ہوتے ہیں آپ کو تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور خوشی و مسرت کے ساتھ اس کی اجازت دینی چاہئے، چنانچہ یہ پیکر سعادت و علم گیارہ سال کی عمر میں اپنے شفیق والدین سے جدا ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور پہنچ گیا اور حضرت مولانا سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیر تربیت و شفقت انہی کی مسجد کے حجرے میں قیام پذیر ہوئے اور تعلیم کی تکمیل فرمائی جس میں آٹھ سال صرف ہوئے اور انیس سال کی عمر میں اردو، فارسی، عربی تعلیم حاصل کر کے اسی مدرسہ میں مدرس بھی ہو گئے، دو سال درس دینے کے بعد قسمت وہاں سے کھینچ کر دارالعلوم دیوبند بحر العلوم رئیس المحدثین حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں لا ڈالا، وہاں ان کے نور نظر بنے رہے۔

درس و تدریس دارالعلوم جیسے علمی مرکز میں مدرسی کے عہدے پر فائز کئے گئے وہاں سے حضرت شاہ صاحبؒ کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈھابیل جانا ہوا، جس کی ابتدا انہی متبرک ہاتھوں سے ہوئی تھی اور آج تک اس جامعہ سے سینکڑوں علما بن کر نکل چکے ہیں اور یہ سلسلہ الحمدللہ ابھی تک جاری ہے۔ حضرت والد صاحبؒ نے چار مرتبہ صحیح بخاری سبقاً سبقاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے طالب علموں کی صف میں بیٹھ کر پڑھی ہے

احترام استاد حالانکہ اس وقت خود دورے کے مدرس تھے۔ لیکن کمال ادب دیکھئے کہ باوجود حضرت شاہ صاحبؒ کے اصرار کے اس طرف نہیں بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی کبھی اس جگہ بیٹھ کر درس نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اس جگہ سے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے اور عجیب اتفاق تھا کہ دونوں کا قیام بھی اس طرح رہا کہ دونوں کے کمرے ساتھ ساتھ تھے حتیٰ کہ درمیان میں دروازہ بھی تھا لیکن کمال ادب ملاحظہ ہو کہ چار سال کی طویل مدت میں ایک مرتبہ بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہنسی تک کی آواز نہیں سنی اور اپنے اس محبوب اور فاضل تلمیذ کو ایسی سند اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر عنایت

فرمائی جو فل اسکیپ سائز کے ایک صفحہ پر ہے جو کچھ اس میں تحریر فرمایا ہے وہ ایک محدث کے لئے بجا طور پر قابل فخر ہے میرے علم میں ایسی سند حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی تلمیذ کو عنایت نہیں فرمائی۔

تصنیف و تالیف اسی دوران میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن ہمام کی کتاب "زاد الفقیر" پر حاشیہ تحریر فرمایا جس کا نام "مستزاد الحقیر" ہے آپ اس نام کی خوبی سے ہی اس حاشیہ کی نفاست کا اندازہ فرمالیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد فیض الباری کی تالیف کے لیے قدرت نے والد صاحبؒ کا انتخاب فرمایا اور یہ خدمت انہیں کے سپرد کی گئی چنانچہ والد صاحبؒ نے اپنے ضعیف کاندھوں پر اس اہم کام کو اٹھایا اور جس طرح اس کو انجام دیا وہ علمی طبقے کے سامنے ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دقیق ترین مضامین اور علمی تقاریر کو اس سلاست اور جامعیت کے ساتھ پیش کیا کہ اب ایک مطالعہ کرنے والا غور کرتا ہے کہ وہ دقیق اور مشکل مضامین کونسے تھے اس دو ہزار صفحات کی کتاب کو ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بعد صرف دو سال میں مرتب فرمایا۔ درس کے ساتھ ایسی حالت میں جبکہ ایک شدید مرض میں مبتلا تھے یعنی دق کے انجکشن لگ رہے تھے اور رات کو کھانسی اس قدر اٹھتی تھی کہ نصف نصف شب بیٹھ کر گذرتی تھی، اس حالت میں چودہ گھنٹے یومیہ کام کرتے تھے، اس محنت شاقہ کے بعد علم کا یہ سمندر کوزہ میں بند کیا جو انمول موتیوں سے بھرا ہوا ہے اور اب اس میں سے ہر صاحب ذوق اپنے اپنے ذوق کے موافق موتی چن چن کر فائدہ اٹھا چکا ہے اور اٹھا رہا ہے۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں سترہ سال حدیث کا درس دیا پھر وہاں سے تشریف لے آئے اور مشیت ایزدی کے تحت، اور وہ اس لئے کہ ایک دوسرے مقام پر علم کا دریا بہانا منظور تھا چنانچہ حضرت اقدس بھاولنگر تشریف لے گئے یہاں ایک مدرسہ تھا جو صرف دو کمروں اور درختوں سے عبارت تھا۔ گویا اس علمی درسگاہ کی تاسیس بھی آپ ہی کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی اور اب وہاں ایک بڑا شاندار مدرسہ ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس طرح بھاولنگر کے شہر کو علم کی دولت سے نوازا، اور یہ سب کچھ صرف ایک سال کے قیام کا نتیجہ تھا

ترجمان السنہ کی تالیف بھاولنگر سے دہلی تشریف لائے اور ندوۃ المصنفین جس کو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم رفقاء مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے قائم فرمایا تھا اسی کی ایک کرسی بن گئے اور "ترجمان السنہ" کی تالیف کا کام شروع کر دیا۔

یہ کتاب اس قدر نفائس و عجائبات سے معمور ہے کہ کیا تحریر کیا جائے، اس کے عنوانات ہی دیکھ کر انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے یہ کام صرف اللہ تعالٰی ہی کی مدد سے ہو سکتا ہے ورنہ یہ کام انسان کا نہیں، اس کام کے لئے کس قدر فہم و ذکاوت اور کیسا حافظہ اور کتنا احادیث پر عبور درکار ہے اس کا اندازہ صرف عالم مشتغل ہی لگا سکتا ہے۔ عنوان ہی لگانا مشکل کام ہے اور پھر اس کے لئے حدیث تلاش کر کے نکالنا یہ کتنا مشکل ہے۔

پاکستان میں تشریف آوری کتاب کی پہلی جلد تو قیام دہلی ہی کے زمانے میں مکمل ہوگئی لیکن جب دوسری جلد کا وقت آیا تو ملک تقسیم ہوگیا، اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے آئے اب یہاں نہ لائبریری تھی نہ علمی مجالس کا کوئی ذریعہ لیکن حضرت والد صاحبؒ نے محنت شاقہ برداشت فرماکر اس اہم علمی کام کو جاری رکھا۔

پاکستان میں دینی مدرسہ کا اجرا یہ سلسلہ جاری تھا کہ قدرت کو ایک اور اہم دینی کام کی سپردگی منظور ہوئی اور وہ یہ کہ پاکستان جیسی بڑی حکومت میں کوئی بڑی دینی علمی درسگاہ نہیں تھی۔ ایسی درسگاہ کا قیام کس قدر ضروری تھا اس کا احساس ان کو بہت تھا۔ چنانچہ دیگر رفقا کی معاونت سے یہ درسگاہ قائم ہوئی جو اب جامعہ اسلامیہ کہلاتا ہے، تقدیر نے اس علمی مرکز کے لئے "ٹنڈوالہ یار" کی سرزمین کو پسند فرمایا جس کی تمام تر ابتدائی ذمہ داریاں حضرت والد صاحب پر ہی تھیں، مثلاً چیدہ چیدہ علمار کا جمع کرنا، قواعد کی تدوین، تمام نظم ونسق چلانا یہ سب کچھ انھیں کے سپرد تھا اور انھوں نے یہ سب کچھ جس حسن وخوبی سے انجام دیا اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے۔ الحمد للہ یہ دینی مرکز دینی خدمت بہت اچھی طرح انجام دے رہا ہے۔

مدینہ منورہ کو ہجرت پھر قدرت نے اپنے اس محبوب بندہ کو اس سرزمین سے نکال کر اس سرزمین مقدسہ پر پہنچادیا جس کو اپنے محبوب ترین رسول اعظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پسند فرمایا تھا، یہاں کس طرح تشریف لائے اور کیسے کیسے عجائبات اور واقعات یہاں کے قیام میں پیش آئے، ان کو لکھنے کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے اس لئے ان کو ترک کرنا ہی مناسب ہے۔ غرض یہاں بھی ترجمان السنۃ کی تالیف کا سلسلہ جاری رہا اور ہر طرح کی صعوبتوں کے باوجود صبر وہمت سے یہ خدمت کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۳ء میں حج سے واپس تشریف لارہے تھے کہ کار کو حادثہ پیش آیا جس میں ان کی شہادت کی انگلی شہید ہوگئی، سر میں بھی زخم آئے اور دائیں ہاتھ میں بہت چوٹ آئی، بدن سے خون بہت زیادہ نکل گیا۔ تقریباً چھ گھنٹے جنگل ہی میں پڑے رہے، پھر خدائی امداد آئی اور چند عرب پہنچے انھوں نے کار کے ڈرائیور سے کہا کہ واپس جدہ لے جاؤ۔ کار کا چورا ہوچکا تھا لیکن انجن بالکل ٹھیک تھا اتفاقاً ہم لوگ جدہ میں موجود تھے۔ فوراً لبنانی ہسپتال میں داخل کیا گیا وہاں بہت عمدہ ڈاکٹر تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے علاج کامیاب رہا اور افاقہ ہوا ہی تھا کہ مدینہ منورہ کی واپسی کا ارادہ فرمالیا چونکہ حضرت والد صاحبؒ کو زخموں کی تکلیف سے کہیں زیادہ اذیت مدینہ منورہ سے جدائی کی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ ان کی جان ہے بس دسویں

ہی دن واپس تشریف لے آئے یہاں بھی علاج جاری رہا۔

کرامت حسی و معنوی | لیکن تالیف کی طرف توجہ ان معذوریوں کے باوجود بھی رہی اور الحمدللہ تیسری جلد شائع ہوگئی "ترجمان السنہ" کے مطالعہ کرنے والے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس علمی اشتغال کے ساتھ ساتھ تقریباً آٹھ گھنٹے یومیہ حرم شریف میں رہتے تھے اور وہ بھی اس ادب و احترام کے ساتھ جو اس مقام بلند کے مناسب تھا یعنی حرم شریف میں نہ نشست بدلتے تھے نہ گفتگو فرماتے تھے نیچی نظر کئے ہوئے چلتے تھے اور اپنی پوری توجہ حق تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مرکوز رکھتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے تھے کہ مخلوق خدا کو کس طرح فائدہ پہنچایا جائے چنانچہ اسی فکر میں مسائل حج کے متعلق ایک نہایت مختصر و جامع رسالہ جس کا نام "خلاصہ زبدۃ المناسک" ہے مرتب فرمایا، جو بہت عام فہم ہے اور تمام ضروری مسائل اس میں موجود ہیں یہی طبع شدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس وقت اس کا انگریزی اور گجراتی ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے اور انگریزی کے تو تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ "الحزب الاعظم" کا ترجمہ اسقدر عمدہ فرمایا ہے کہ پڑھنے والے کے قلب میں غیر معمولی اثر کرتا ہے، یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک رسالہ جو دراصل ایک حصہ ترجمان السنہ ہی کا ہے۔ اس کو علیحدہ اس نام سے رسالہ کی صورت میں بھی شائع کرایا ہے، اس میں نزول مسیحؑ کی بحث ایسے جدید انداز میں کی گئی ہے کہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو بلا مبالغہ آجتک ایسا رسالہ طبع نہیں ہوا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے اسی سلسلہ کا ایک رسالہ قیام ڈابھیل کے زمانے میں تالیف فرمایا تھا اس کا نام "آوازِ حق" ہے۔ یہ بھی طبع ہو چکا ہے یہ رسالہ کتنے عجائبات پر مشتمل ہے کیا لکھا جائے۔ ناظرین خود مطالعہ فرما کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حادثہ کے بعد سے ضعف بہت ہو گیا تھا جس قدر خون نکل گیا تھا اس کی تلافی نہ ہو سکی، اور اب چار سال سے تو بالکل بستر علالت پر تھے، نماز تک لیٹ کر اشارہ سے ادا فرماتے تھے، کھانا بالکل نام کو تھا یعنی روٹی بھی، مصالحہ پھل وغیرہ سب بند تھے۔ انجکشن اور طاقت کی ادویہ اور غذا میں اُبلی ہوئی اشیاء استعمال ہوتی تھیں۔ اتنی شدید علالت میں بھی چوبیس گھنٹے ان کو اسی کا خیال لگا رہتا تھا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس صورت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے چنانچہ اسی حالت میں "جواہر الحکم" املا کرانا شروع فرمادی جس کے مضامین بہت اہم اور بہت سہل انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا حصہ خاص طور پر موجودہ دور کی مشکلات کا حل ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ سب

کچھ حدیث ہی سے اخذ کیا گیا ہے یعنی عنوان قائم کیا گیا اور حدیث نکالی گئی کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ آخری رسول ہیں اس لئے وہ تو قیامت تک کی ضروریات اور مشکلات اور ان سے بچنے کی سب صورتیں بیان فرما گئے ہیں۔ یہ صرف ہماری کوتاہ عقلی اور کم فہمی ہے کہ ہم نہ ان کو سمجھتے ہیں نہ اس کی جستجو میں سرگرداں ہیں۔ جن حضرات نے اس کا مطالعہ کیا ہے وہ حیران ہیں کہ یہ کام اس وقت بھی ایک کھلی کرامت کی حیثیت رکھتا ہے۔ الحمد للہ اس کا ترجمہ گجراتی میں شائع ہو چکا ہے اور اس وقت فرانسیسی میں ہو رہا ہے۔

پھر جب طبیعت بہت زیادہ علیل ہو گئی تو خیال ہوا کہ سب احباب کو ایک خط لکھوا دیں تاکہ بار بار جواب دینا نہ پڑے اور سب مخلصین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ایسی نصائح اس میں تحریر فرما دیں جو ان کی دنیا و آخرت کی بہتری کا باعث ہوں چنانچہ اس ارادہ سے قلم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس نے تو نصیحت نامہ کی صورت اختیار کر لی، الحمد للہ وہ بھی فوراً طبع ہو گیا اور اس کا ترجمہ انگریزی، گجراتی زبانوں میں ہو گیا اور شائع بھی ہو گیا۔

پھر کچھ ایام ایسی محویت کے گزرے کہ ہر وقت اشعار فرمایا کرتے تھے جو عجیب و غریب نصائح پر مشتمل ہوتے تھے اور ایک نعت بھی تحریر فرمائی جو خلاصۂ علمی ہے، یہ سب علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں شانِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، قسمت کا ستارہ، فریاد مظہر، عزیزوں کے نام دردمندانہ مکتوب، اس مکتوب کا ترجمہ انگریزی میں بھی شائع ہو چکا ہے، یہ سب کچھ عجیب و غریب نصائح پر مشتمل ہے جس کو پڑھ کر ناظرین حیران ہوتے ہیں کہ اس قدر دقیق اور مشکل مضامین کس سہل انداز میں مختصر طریقے سے بیان فرمائے ہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب ہی فنون سے دلچسپی لی تھی مثلاً فقہ، تفسیر، ادب، منطق، فلسفہ اور علم حدیث میں تو ماشاء اللہ کمال حاصل تھا۔

سلسلۂ بیعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم تصوف میں بھی کامل و اکمل تھے، اس کے حصول کی ابتدا قدوۃ السالکین حضرت مولانا مفتی اعظم شاہ عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب کے کمالات کا اگر ذکر چھیڑا گیا تو مضمون بہت طویل ہو جائیگا ان کے نام نامی سے ہر شخص واقف ہے اور ان کے کمالات و صفات سے دنیا آشنا ہے۔ الحمد للہ جب حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر شروع فرمایا تو شروع ہی سے حالات بہت بلند تھے، رکوع و سجود کی تسبیحات کا فیضان علیحدہ علیحدہ محسوس فرماتے تھے اس کی صحت کی تصدیق حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی۔ اس میدان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی پوری طرح طے نہیں فرمایا تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

پھر انہی کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا قاری محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر تجدید بیعت فرمائی، انھوں نے نہایت شفقت سے اس طرح تربیت فرمائی کہ اولاد سے بھی زیادہ خیال رکھا۔ آپ ان کی محبت و شفقت کا اندازہ اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجہ کا اندازہ بھی اُن کے اس فرمان مبارک سے لگالیں فرمایا کہ "اگر خدائے تعالیٰ قیامت کے دن مجھ سے دریافت کریگا کہ کیا لائے ہو تو میں مولانا محمد بدر عالم سلمہٗ کو پیش کردوں گا"۔

مسند رشد و ہدایت پر فائز ہونا

اسی پر بس نہیں بلکہ خلافت خاصہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت قاری صاحبؒ کس درجہ کے بزرگ تھے اس کا تحریر میں لانا دشوار ہے وہ ایسے باکمال اور صاحب تصرف تھے کہ میری نظر سے آج تک ایسا بزرگ نہیں گذرا، ان کا ہر عمل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سنت کے کانٹے میں تُلا ہوا ہے، اُن کی مجلس میں بیکار باتوں کی تو گنجائش ہی نہ تھی، ایسے با اخلاق اور مجسم محبت و مروت تھے کہ انسان ایک مرتبہ ملاقات کرکے فریفتہ ہوجاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو درجاتِ عالیہ مرحمت فرمائے

کیا کیا لکھوں صفات کہ ہر شان ہی نئی

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض کا زمانہ جس قدر طویل ہوا اتنا ہی ضعف و نقاہت بھی بڑھتی گئی۔ اتنے طویل مریض کا مزاج کیسا ہوجاتا ہے یہ تو آپ کو معلوم ہے لیکن یہاں تو بات ہی کچھ اور تھی۔ ایسے خوش اخلاق تھے کہ تحریر کرنا مشکل ہے اور اللہ و رسول کی محبت و معرفت کا ایسا جام پئے ہوئے تھے کہ نہ پوچھئے، چہرہ مبارک ایسا منور و بشاش تھا کہ دیکھنے والا یہ اندازہ ہی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ شخص مریض ہے۔ ایسے نفیس مزاج مجسم محبت اور ایسے قدردان کہ ہماری والدہ مرحومہ مغفورہ کے وصال کے بعد شادی ہی نہیں کی۔ جن کے وصال کو پچیس سال گذر چکے تھے ان میں کیا صفات ہوں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی برگزیدہ ہستی کے لئے رفیقۂ حیات تجویز فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس مرحمت فرمائے۔ جب ہماری والدہ مرحومہ کا وصال ہوا تھا تو ہم سے فرمایا تھا کہ میں تمہاری والدہ اور والد دونوں کا کام کروں گا انشاء اللہ اس کو کس طرح پورا فرمایا اس کا بیان کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایسے درجات بلند فرمائے جو ہمارے خیال و فہم سے بھی بالاتر ہوں۔

آخری عمر کے معمولات

آخر میں قرآن کریم کا ترجمہ سماعت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ خیال تھا کہ تفسیر کا مطالعہ کروں لیکن اندازہ ہوا کہ انسان تفسیر میں لگ جاتا ہے اور تفسیر اللہ تعالیٰ اور بندہ کے بیچ میں حائل بن جاتی ہے، اس لئے اب صرف ترجمہ پر کفایت کرتا ہوں، ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ

کا تھا جس کو سماعت فرماتے تھے۔ حجاج کرام کی جب آمد ہوتی تھی تو عصر کے بعد درس کی صورت ہوگئی تھی۔ سینکڑوں حجاج کرام مستفیض ہوتے تھے، غرض یہ کہ لیٹے لیٹے بھی مخلوقِ خدا کی فیض رسانی کی فکر فرماتے رہے، علاج مسلسل تھا ڈاکٹر صاحبان اتنی محنت سے منع کرتے تھے لیکن فرمایا اگر اس طرح جان بھی نکل جائے تو کیا غم بس۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

وفات سے چند ہفتے قبل عالم آخرت نظر آنا شروع ہوگیا تھا فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھ کو نظر آتا ہے اگر تم کو بتلادوں تو برداشت نہیں کرسکتے، اسی طرح ایسی خوشبو محسوس فرماتے تھے جو کہ یہاں کے عطروں میں نہیں، فرماتے دیکھو کتنی نفیس خوشبو آرہی ہے ہم عطر لاتے کہ دیکھئے ایسی فرمایا نہیں ہم کو کیا خبر تھی کہ یہ وہ مہک ہے جو بساطینِ جنت سے آرہی ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کونسا مکان ہے، یہ کوئی دوسری بہت عمدہ کوٹھی ہے وصال سے ایک ہفتہ قبل میری چھوٹی ہمشیرہ کو کراچی سے بلوالیا تھا اس طرح انھوں نے اپنے تینوں جگر کے ٹکڑوں کو جمع فرمالیا تھا کہ ان کو غم کی تکلیف دور رہ کر نہ ہو، ان کی محبت کا کیا بیان کروں۔

وصالِ مبارک بالآخر ۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۶۵ء شب جمعہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے برضا و تسلیم جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور لقاء اللہ کو اختیار فرمالیا۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے بعد چہرۂ مبارک اس قدر منور اور مسکراتا ہوا تھا کہ نقشہ کھینچنا دشوار ہے اور جسم مبارک سے ایسی خوشبو آرہی تھی کہ اس کو کسی خوشبو کے ساتھ تشبیہ دینا ناممکن ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد نمازِ جنازہ حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ادا ہوئی۔ جنازہ کے ساتھ اس قدر ہجوم تھا کہ بیان سے باہر ہے اور اب جنت البقیع میں امہات المؤمنین کے عین قدموں میں ان کی آخری آرامگاہ ہے جس کی انکو بہت تمنا تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ حقیر قبر کے اندر تک ساتھ رہا، ان کی اس تمنا کا اندازہ انہی کے ان اشعار سے کرلیں ؎

ہاں جنت البقیع میں میری بھی ہو جگہ	اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عزیز کے تھی	ہوجائے گر نصیب غلامِ غلام کو

اس طرح یہ بدرِ کامل جو اپنی شعاعوں سے دنیا کو منور کررہا تھا، عالم دنیا میں غروب ہوگیا اور عالم آخرت میں طلوع ہوا اور وہ منبعِ علم و فیض و برکات جس سے مخلوقِ خدا فیض یاب ہورہی تھی ظاہری طور سے بند ہوگیا اور ہم اس عالم میں اس کے دیدار سے محروم ہوگئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن - فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَان

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

آخر میں اُن حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنے ذمہ فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے ان کتب کی اشاعت میں بڑے شوق و ذوق سے کام لیا ہے۔ یعنی جواہر الحکم، نزولِ عیسیٰ انگریزی، الحزب الاعظم کا ترجمہ، نصیحت نامہ، خلاصہ زبدۃ المناسک، اشعار وغیرہ ان سب کو جناب خان بہادر حاجی محمد جمیل الدین صاحب نے بڑی ہمت اور پورے جذبۂ خلوص وللّٰہیت سے شائع کرایا۔ ماشاء اللہ اس کا صلہ ان کو دنیا میں بھی مل گیا اور وہ یہ کہ آج اس سرزمین مقدسہ یعنی مدینہ منورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ اب ان کے خلف الصدق حاجی حافظ فریدالدین احمد صاحب اسی جذبہ و شوق سے اس کام میں مصروف ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین و دنیا میں بہترین اجر مرحمت فرمائے۔ آمین۔ ان کو بھی دنیا میں ایک صلہ یہ ملا کہ وہ حضرت اقدس والد صاحبؒ کی وفات سے قبل مدینہ منورہ حاضر ہوگئے اور وفات کے وقت یہاں موجود تھے۔ یہ اتنی بڑی سعادت ہے جس کا حاصل کرنا اپنے قبضہ میں نہ تھا۔

یہ ایک قطعۂ تاریخ وفات حسرت آیات بھی لکھتا ہوں جس کو ہمارے محترم جناب ناصر علی وجدی صاحب نے کہا ہے بہت مخلص و محبت کے انسان ہیں۔

باغِ جہاں سے سوئے خلدِ بریں گئے وہ - خلقِ خدا کے حق میں تھے رحمتِ خداجو

تاریخِ رحلت ان کی پوچھے جو کوئی تم سے - وجدی تم ارتحالِ قدسی صفات کہہ دو

۱۳۸۵ھ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

آفتاب احمد

ابن حضرت العلامہ السید محمد بدر عالم مہاجر مدنی قدس سرہٗ

نزیل مدینہ منورہ

۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ۔ یوم الاثنین۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۵ء

پیش لفظ

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ علی النبی الامی الذی لا نبی بعدہٗ

امّا بعد ۔ اس خدائے وحدہٗ لا شریک لہٗ کا کس زبان سے شکر ادا کروں جس نے ایک بے بضاعت اور معذور در معذور کے قلم سے "ترجمان السنہ" کی تیسری جلد بھی پوری کرا دی اور الحمد للہ کہ وہ طبع ہو کر مدتیں گذریں کہ مسلمانوں کے سامنے آ چکی۔ کیا کہئے کہ قلم کے اس درماندہ مسافر نے ابھی کچھ دم نہ لیا تھا کہ بے سوچے سمجھے چوتھی جلد کی تالیف میں اپنا قدم ڈال دیا، ابھی وہ چند قدم ہی چلنے پایا تھا کہ ایسے عوارض میں گھر گیا کہ "نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" کا مضمون اس کے سامنے آگیا، آخر تھک کر اس کو راستہ پر ہی بیٹھ جانا پڑا۔ اب ادھر شدتِ علالت ایک قدم اٹھانے سے مانع تھی اور اُدھر حرص و شوق کا یہ عالم تھا کہ اس کٹھن منزل کو بن پڑے تو چشم زدن میں طے کر ڈالا جائے اسی فکر میں بسترِ علالت پر کروٹیں بدلتا رہا اور آئندہ چلنے کی مختلف راہیں سوچتا رہا تو خیال میں یہ آیا کہ گذشتہ جلد میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ان کی شخصیات کے تعارف کے لئے پیش کیا گیا تھا تاکہ مادی عقول کچھ نہ کچھ یہ اندازہ لگا سکیں کہ ایک طرف اگر وہ اپنی بشریت میں کامل ہوتے ہیں تو دوسری طرف عام بشری خصائل سے کتنے ممتاز اور بلند بھی ہوتے ہیں۔

اس کی مزید تشریح کے پیش نظر اب چوتھی جلد کے لئے جو مضمون ذہن میں آیا وہ معجزات ہی کا مضمون تھا، کیونکہ ہمیشہ جو تعارف انبیاء علیہم السلام کو عوام الناس سے ہوتا رہا ہے وہ عام نظروں میں اسی راہ سے حاصل ہوتا رہا ہے اس کو کیا کیجئے کہ عہد قدیم میں جہل و عناد ان سے فائدہ اٹھانے میں ایک سدِ سکندری بنے رہے اور آج اس مادی دور میں مادی لہریں ان کی حقیقت سمجھنے میں حائل ہیں۔ تعجب ہے کہ بعض

وہ اہلِ علم بھی جو اس مسئلہ کو قریب الی الفہم بنانے کے لئے باہر نکلے تھے وہ چلتے چلتے خود کہیں سے کہیں جانکلے ہیں، بلکہ خود بھی وہ منکرینِ معجزات کی صف میں آکر کھڑے ہوئے ہیں، جن کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے یہ نکل جاتا ہے کہ ؎

مسیحا آپ ہی بیمار ہے

ہمیں تعجب ہے کہ جو معجزات سب سے زیادہ بعید از عقل معلوم ہوتے ہیں ان کو تو خود قرآن کریم نے اپنے بیانِ معجز نظام میں سمیٹ لیا ہے اور جو ان سے کچھ کمتر ہیں وہ "صحیحین" کے مختلف ابواب میں منتشر طور پر مدون ہو چکے ہیں۔ اب رہے وہ جو مادی عقول کے سامنے بھی چنداں مستبعد نہیں وہی ہیں، جو متوسط درجہ کی حدیثوں میں مذکور ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ ان کے گلے پر بے رحمی کے ساتھ تاویلات کی چھری پھیرنے سے کیا فائدہ؟ لیکن جب ایک انسان قرآن کریم کی صریح آیات اور صحیح سے صحیح حدیثوں کی تاویلاتِ بعیدہ کرنے سے بھی نہ ہچکچائے وہ ان حدیثوں پر کب رحم کھانے والا تھا۔ ہم نے تو اس باب کو جب کبھی اپنی صحت کے زمانے میں اٹھا کر دیکھا تو قدرتِ مطلقہ کے ان ظاہر و باہر نشانات کے سامنے بے اختیار سرنگوں ہو جانا پڑا اور کیوں نہ ہوتا، جب عقول اس سبق کو سمجھ لیں جو سب سے زیادہ مشکل ہے، یعنی اعتقادِ الوہیت اور نبوت تو اس کے بعد پھر معجزات کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

ہم گذشتہ جلد میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ جس نے معجزات کے تسلیم کرنے میں کوئی پس وپیش کیا ہے اس کو خدائے تعالےٰ کی قدرت ہی میں شاید تردد ہے۔ اسی کا شکوہ حسبِ تقریر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ۔ میں فرمایا گیا ہے جس کی مفصل تقریر تیسری جلد میں گذر چکی ہے۔

اب ہمارے سامنے ایک فریق تو یہ ہے اور دوسرا وہ جس نے چُن چُن کر صرف انہی معجزات سے اپنی محفلوں کو گرم بنا رکھا ہے، جو یا تو موضوع ہیں یا خود محدثینِ معروفین کے نزدیک خود ناقابلِ التفات ہیں۔ اب ان متضاد خیالات کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے قلم اٹھانا کتنا مشکل ہے، لیکن ترجمان السنہ کا مقصد شروع ہی سے نہ کسی کی بے وجہ دلداری ہے، نہ بے جا دل آزاری۔ اس کا مقصد وحید مسلمانوں کے برباد شدہ عقائد کی پورے انصاف و اعتدال کے ساتھ اصلاح کرنی ہے اور بس۔ اس لئے اس جلد میں بھی اسی مقصد کو سامنے رکھ کر قلم اٹھایا گیا ہے، اس سے قطع نظر کہ کوئی اس کے بیان سے اتفاق کرے گا یا اختلاف، مدح کرے گا یا قدح۔ ؏

ما نمی خواہیم ننگ و نام را!

اس لئے اس جلد میں معجزات کی صحیح صحیح حقیقت بلا رو رعایت صاف صاف بیان کردی گئی ہے اور اس کی تفہیم میں ذرہ برابر بھی کسی ادنیٰ سی لچک کو برداشت نہیں کیا گیا، کیونکہ صرف منکرین کی خاطر صحیح بات کو قلم دبا دبا کر لکھنا نہ تو معجزات کی حقیقت ہی کو پورا پورا واضح کرتا ہے اور نہ منکرین ہی کے لئے کسی تسلی و تشفی کا باعث ہو سکتا ہے اسلام کسی کی ادنیٰ سی رعایت کرنے کا نام مداہنت رکھتا ہے، چنانچہ صاف الفاظ میں فرماتا ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ہ کسی شخص یا طائفہ کا نام لے کر نہیں فرمایا گیا۔

"ترجمان السنہ" کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرما سکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم رد و قدح کرنے سے ہمیشہ کتنا بچ بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس جلد میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے وہاں بادلِ ناخواستہ کچھ اشارات کردیئے گئے ہیں جس کے لئے ہم اس مذاق کے قارئین کرام کے سامنے یہ شعر پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف　　　آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ "ترجمان السنہ" کا قدم جتنا آگے بڑھتا گیا، اس کی جولانگاہی کا میدان اتنا ہی اور زیادہ تنگ ہوتا چلا گیا۔ اب یہ جلد جو اہم تر مباحث پر مشتمل ہے وہ پانچ سال کے بعد ان حالات میں آپ کے سامنے آرہی ہے، جب کہ مؤلف تین سال سے خود صاحب فراش ہے صرف گذشتہ غیر مرتب مسودہ ہی کو پیش کر کے اپنے سر سے ایک بڑی ذمہ داری کا بار کسی قدر ہلکا کردینا چاہتا ہے اور اس امید پر پیش کرتا ہے ؎

وذلك فى ذات الله وان يشاء　　　يبارك على اوصال شلو ممزع

ہم نے سب سے اول یہاں ان معجزات ہی کو ذکر کیا ہے جن کو معجزات کی تاویل کرنے والوں نے جھوٹ، افترا، اور خرافات کے علاوہ اور نہ معلوم کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے، بلکہ انکے مصنفین پر بھی جو تیسری صدی سے لیکر چھٹی صدی تک سب کے درمیان مسلّم شخصیات بارزہ رہی ہیں، خوب ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت کو تو ان الفاظ کے نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ انہی سے ہم نے سب کچھ سیکھا، پھر ان پر بے وجہ آوازے کسنا ہمارے نزدیک ایک جرم عظیم ہے آپ کو ان مؤلفین کی اسانید پر اُن کے احکام کو دیکھ کر یہ اختیار ہے کہ ان احادیث کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں لیکن یہ خود ہی انصاف فرمالیں کیا اس درجہ کی حدیثوں پر جھوٹ اور افترا کا حکم لگایا جاسکتا ہے، میرا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب

کیا جائے۔ لیکن اب یہ ذخیرہ یوں ہی لکھا ہوا جوں کا توں آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، جن میں استیفا کا ارادہ تو کیا ہوتا ترتیب بھی قائم نہ رکھی جا سکی۔ صرف مشتے نمونہ از خروارے! جو معجزات زیرِ قلم آ چکے تھے وہی پیش کر دیئے گئے اور جو بطور یادداشت کتب اور صفحات میں مقید تھے، ان کو بصورت تفصیل پیش نہیں کیا جا سکا۔ یہاں ہم نے ان معجزات کی ایک فہرست بھی پیش کر دی ہے، جو گذشتہ جلدوں میں ضمنی طور پر آ چکے ہیں۔ حالانکہ گذشتہ جلدوں کے موضوع کا معجزات سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر اس کو کیا کیجئے کہ معجزات حدیثوں میں اس طرح جا بجا مذکور ہیں کہ اُن سے حدیثوں کا خالی کرنا ناممکن ہے، پھر اسی پر دوسری کتب کو قیاس کر لیں کہ ان کے بھی متفرق ابواب میں معجزات کے دریا کس طرح بہ رہے ہونگے، جو متفرق دوسرے ابواب میں بکھرے ہونے کی وجہ سے نظروں میں نہ آسکے ایک صحیح بخاری ہی میں از اول تا آخر بڑے سے بڑے معجزات ذکر میں آ گئے ہیں۔ اگرچہ امام موصوف نے علاماتِ نبوت کا باب اس میں بہت مختصر پیمانے پر لکھا ہے۔ یہ اختلافِ زماں اور موضوع کا باعث ہے۔ معجزات کی قلت اس کا سبب نہیں۔ صحابہ و تابعین کی نظریں اٹھیں تو سب سے پہلے احکام کے موضوع کی طرف اٹھیں۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے ان کے لئے کوئی اور معجزہ ایسا نہ تھا جس کا ان کی نظروں میں اتنا اہتمام ہوتا، کیونکہ وہ بڑے سے بڑے معجزات کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے تھا۔ دیگر معجزات ان کے لئے روزمرہ کی بات تھی۔ افسوس ہے کہ احادیثِ معجزات پر جس طرز پر نوٹوں کے لکھنے کی تمنا تھی وہ بھی دل کی دل ہی میں رہ گئی، لیکن یہ کرشمۂ قدرت ہے کہ اس نے حسب دستور اہم مقالات کا حصہ صحت کے زمانے پہلے ہی لکھوا دیا تھا، جن کے بعد اب حدیثوں پر تفصیلی نوٹوں کی ضرورت ہی کم باقی رہتی ہے۔ اہلِ فہم و بصیرت کے لئے ان ہی کی روشنی میں معجزات کو پڑھ لینا انشاء اللہ تعالےٰ کافی ہوگا۔ یہ موضوع اگرچہ ہمیشہ سے اہلِ علم کے زیرِ قلم آتا رہا ہے، لیکن ان ژولیدہ خیالات کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود ہی فرمالیں گے کہ کیا اس میں جدید اضافات اور معلوماتِ مہمہ ہیں یا صرف ان ہی فرسودہ خیالات کو دہرایا گیا ہے۔ اس مقالہ میں ضمنی مختصر عنوانات کے علاوہ خاص خاص ضرورتوں کے پیشِ نظر کچھ خاص عنوانات بھی آپ کی نظر سے گذریں گے، جو انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لئے موجبِ بصیرت ثابت ہوں گے۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ وقت کے اس مسئلہ پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے کہ مآثرِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت سلف کی نظروں میں کیا رہی ہے جس کا تذکرہ پانچویں جلد میں مفصل انشاء اللہ آئیگا۔ کیونکہ یہاں عام مسلمان افراط و تفریط میں بٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد کچھ کراماتِ صحابہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کو لوگوں نے صرف صوفیاء کے ساتھ خاص سمجھ لیا ہے اس کے بعد امام مہدی علیہ السلام اور

دجال کے متعلق وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں، جو صحیح بخاری و مسلم جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور بہت سے مسلمانوں کے کان تک اُن سے ناآشنا ہیں۔

امتنان و تشکر

سب سے پہلے مجھے مولانا مکرم جناب سراج الحق صاحب الہ آبادی کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے جنہوں نے اپنے حج کے قیمتی ایام کسی سابق تعارف کے بغیر ان بکھرے ہوئے اوراق کی ترتیب دہی کے لئے وقف فرمائے اور بڑی سخاوت کے ساتھ ان اہم کاغذات کو مرتب فرما کر ایک جگہ کر دیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے احادیث کا ترجمہ بھی فرمایا۔ اُس کے بعد عزیزم حافظ انصار فرید صاحب سلمہ نے اپنی نوعمری کے باوجود کتاب کا سو صفحات کا فل اسکیپ سائز پر حک و فک سے لبریز مقدمہ بڑی دلچسپی کے ساتھ مجھ کو سنایا، اس کے بقیہ حصص کے سنانے میں جو احادیثِ نبویہ پر مشتمل تھے عزیز القدر حافظ مولوی آفتاب احمد سلمہٗ نے حصہ لیا۔ پھر عزیزم حافظ اسمٰعیل بلبلیہ سلمہ نے میری ہدایات کے موافق کتبِ احادیث اور "اقتضاء الصراط المستقیم" کی مختلف عبارات لکھیں، اس لئے یہ منتشر اوراق میری موجودہ حالت میں مختلف اشخاص کی مدد سے جمع ہو گئے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرًا۔

اتفاق یہ کہ اس اہم جلد کا مقدمہ اپنی پنج سالہ علالت سے قبل ہی بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی کے بعد ضبط تحریر میں لا چکا تھا، اگرچہ علمی ہوس کبھی بھرا نہیں کرتی، تاہم جس حالت میں یہ مقدمہ سو صفحات کے اندر موجود ہے، اسی کو کتاب کی جان سمجھنی چاہئے، اس کے بعد تشریحی نوٹوں کی کوئی حاجت نہیں رہتی، پھر بھی کہیں کہیں ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں اور ان میں ضروری مسائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے گئے ہیں، جو امید ہے کہ اہلِ فہم و بصیرت کے لئے بہت کافی ہوں گے۔

ضروری گذارش

یہ گذارش کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی مشہور کتاب "الجواب الصحیح" سے ماخوذ ہے۔ آج سے دس سال قبل میں نے یہ کتاب ایک عالم سے مستعار لی تھی، پھر ضروری نشانات کر کے اس میں سے بہت سے معجزات اور ضروری عبارات کی نقول بعض علماء کی معرفت کرالی تھیں۔ اس کے بعد کتاب صاحبِ کتاب کو واپس کر دی تھی، اس لئے اس وقت ان ضروری عبارات کی نقول اور احادیث کے مقابلہ کرنے سے معذوری رہی۔ ہو سکتا ہے کہ ان احادیث میں بعض مقامات پر کوئی لفظی تغیر

ہوگیا ہو، اس لئے قارئین کرام سے ان اسقام کی معذرت کردینی ضروری ہے۔ یہ جلد جس درجہ اہم ہے، اسی قدر میری انتہائی معذوری اور ضعف کی حالت میں آپ کے سامنے آرہی ہے، اس لئے ہر ہر قدم پر آپ کو مؤلف کی معذوری اپنے سامنے رکھنی چاہیئے۔ حالات کچھ ایسے ہیں کہ اب اس میں زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں ہے اس لئے بعد انتظار بسیار یہ مسودہ کسی ترمیم و اصلاح کے بغیر بلا کسی نقش و نگار کے یوں ہی اپنی بگڑی ہوئی صورت لے کر آپ کے سامنے حاضر ہو رہا ہے۔

محمد بدر عالم عفی اللہ عنہ

نزیل المدینۃ المنورہ

انتساب

شیخ الاسلام حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ
قدس سِرہٗ کی عشقِ نبویؐ اور خدمتِ حدیث میں
ڈوبی ہوئی رُوح کے نام جن کے فیضِ صحبت سے
رفقائے ندوۃ المصنفین اِس خدمتِ گرامی
کے لائق ہوئے

ندوۃ المصنفین دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الآیات البینات اعنی بہا المعجزات وخوارق العادات وھی باب جدید لمعرفۃ رب العالمین یفتح علی ایدی الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوات والتسلیم

(معجزات رب العالمین کی معرفت کا ایک جدید دروازہ ہیں جس کو صرف انبیاء علیہم السلام تشریف لاکر کھولتے ہیں)

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام اِس عالم میں تشریف لاکر عالمِ انسانی کو ایک ایسے غیر محسوس عالم سے خبردار کرتے ہیں جو عام نظروں میں صرف غیر محسوس ہی نہیں ہوتا کچھ غیر معقول بھی ہوتا ہے۔ وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس عالم کے ماوراء ایک دوسرا عالم بھی ہے جو اس سے کہیں زیادہ وسیع کہیں زیادہ پائیدار اور پُراز عجائبات ہے اور یہ تمام عالم ایک ایسی ہستی کی مخلوق ہیں جو ان سب سے ماوراء ہے جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ کا وجود وعدم ہے۔ اس عجیب دعویٰ کے ساتھ وہ دوسرا عجیب دعویٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ اس وراء الوراء ہستی کی جانب سے وہ اُس کے پیغمبر ہیں اور اب دارین کی فلاح وصلاح صرف ان ہی کی اتباع میں منحصر ہے۔

چونکہ انسان ہمیشہ سے صرف اپنے مشاہدات وتجربات پر یقین کرنے کا عادی رہا ہے اور محض عقلی طور پر کسی بات کا وہ اگر یقین کرتا بھی ہے تو اسی کا جو اس کے مشاہدات کا ثمرہ ہوتی ہے، اس لئے رسولوں کے ان غائبات پر جزم ویقین حاصل کرنے کے لئے وہ کسی نہ کسی سائنٹیفک طریقہ کا متلاشی رہتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہاں کوئی ایسا طریقہ موجود نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوتِ انبیاءؑ کی فوری تصدیق کرنے میں کچھ معذوری سی محسوس کرتا ہے اس لئے یہ ضروری ہوا کہ انبیاء علیہم السلام تشریف لاکر دنیا کے سامنے ایک "جدید طریقۂ استدلال" کا آغاز کریں جو "عالم غائبات" پر ایمان لانے کے لئے انسانی فطرت کو بہت آسانی کے ساتھ مطمئن کرسکے اور وہ یہی کہ ان کی فطرت کے مطابق ایسے دلائل پیش کردیں جن کا تعلق "مشاہدات" ہی سے ہو، ان ہی کا نام "معجزات وخوارق عادات" ہے۔ جب ایک

سلیم الفطرت انسان اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیتا ہے کہ اشیاء میں خواص و تاثیر کا جو اصول اس نے اپنے ذہن سے تراش رکھا تھا وہ خود باطل تھا تو اب اس میں ایک ایسی بالاتر طاقت کے تسلیم کرنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے جو خود مادہ کا خالق ہو اور اس کے تمام خواص کا بھی خالق ہو، اور چونکہ ایک مشاہدہ دوسرے مشاہدہ کی تکذیب کر سکتا ہے اس لئے اس کو یہ یقین کر لینا آسان ہو جاتا ہے کہ جس طرح مادہ کے یہ خواص مادہ میں کسی کی قدرت کی جانب سے پوشیدہ رکھے گئے تھے اسی طرح اسی کی قدرت سے سلب بھی ہو سکتے ہیں اور اس طرح رفتہ رفتہ اس میں تمام "غائبات" پر یقین لانے کا رجحان پیدا ہونے لگتا ہے اور کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ اس کے دماغ میں ان سے کوئی انحراف باقی نہیں رہتا۔

پھر جب وہ یہ دیکھ لیتا ہے کہ اُن عجائبات کا رشتہ ان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مربوط ہے تو اب اس کے لئے ان کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کرنے اور غیب کے صحیح ترجمان ہونے میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی اگر معجزات و خوارقِ عادات بھی عالمِ اسباب ہی کے محکوم ٹھہریں تو پھر جس طرح تمام عالم ان ہی کے ارد گرد حرکت کر رہا ہے یہ بھی اسی جنس کی ایک نوع ہوں گے جن کا راز اگر آج نہیں تو کل فاش ہو کر رہے گا جنھوں نے خوارقِ عادات کو نوامیس طبیعیہ ہی کے تحت لانے کی کوشش کی ہے، انھوں نے اس طرف نظر نہیں کی کہ اس صورت میں پھر معجزات و خوارق کو آیات و دلائلِ نبوت ٹھہرانے کا مطلب کیا رہے گا۔ اگر قادرِ مطلق کی قدرت کا متلاشی اُس کی قدرت علی الاطلاق کے مظاہر کا مشاہدہ کرنا چاہے تو آخر وہ کہاں جا کر کرے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں "احیاء و اماتت" کے معجزات کا جا بجا تذکرہ فرمایا ہے تاکہ ان واقعات کی تصدیق کرنے والا دیگر خوارقِ عادات کی بھی تصدیق کر سکے جنھوں نے ان حقائق کی قرآن کریم میں بھی تاویل کر ڈالی ہے انھوں نے قدرت علی الاطلاق کے ان مظاہر کے مٹانے کی کوشش کی ہے۔

معجزات و خوارق کا صحیح عنوان آیات و براہینِ نبوت ہے

حافظ ابنِ تیمیہؒ نے اپنی متعدد تصانیف میں بہت اصرار کے ساتھ اس پر زور دیا ہے کہ معجزات و خوارق کا صحیح عنوان "آیات و براہین" ہیں اور یہی عنوان قرآن کریم اور سلف نے اختیار فرمایا ہے اور معجزہ کی صحیح حقیقت سمجھنے کے لئے یہی تعبیر بہت آسان بھی ہے۔ لفظ آیت کا ترجمہ "علامت اور نشانی" ہے تو اب یہ ایک بالکل سیدھی سی بات ہے کہ جس طرح ہر شے کی شناخت کے لئے کچھ مخصوص علامات ہوتی ہیں جس سے وہ شے بہت جلد اور آسانی کے ساتھ پہچان لی جاتی ہے، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی کچھ ایسی "علامات و نشانیاں" ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر بآسانی ان کی نبوت و رسالت کا یقین حاصل ہو سکتا ہے پس ان ہی کا نام "آیاتِ نبوت" ہے اور چونکہ یہ علامات اُن کے فرستادۂ الٰہی ہونے کا بیّن ثبوت ہوتی ہیں اس لئے قرآن کریم نے ان کا نام "برہان" بھی رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا کے دو معجزے عطا فرما کر ارشاد ہوتا ہے: فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ. لیکن یہ ظاہر ہے کہ علامت اور جس چیز کی وہ علامت مقرر ہو، اس کے درمیان کوئی خصوصیت ہونی چاہیے تاکہ اس علامت کو دیکھ کر فوراً اس دوسری چیز کا یقین حاصل ہو سکے، منطق کی اصطلاح میں ایسی علامت کا نام "خاصہ" ہے۔ مثلاً ہم افق کی سفیدی کو دیکھتے ہیں تو فوراً طلوع نہار کا یقین حاصل کر لیتے ہیں، اسی طرح افق پر تاریکی نمودار ہوتی ہے تو اس کو دیکھتے ہی ہم کو شب کی آمد کا یقین ہو جاتا ہے، پس جس طرح ان محسوسات اور ان کی علامات کے درمیان ایک ایسا محکم "ربط" موجود ہے کہ ایک کے وجود سے دوسرے پر استدلال کرنا معقول سمجھا جاتا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ نبوت و رسالت" اور ان کی "علامات و آیات" کے درمیان بھی کوئی ایسا خاص "ربط" موجود ہو جس کو دیکھ کر ایک مادہ پرست کے لئے بھی نبوت و رسالت کی معرفت کا دروازہ کھل جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی و رسول کی خود ہستی اگرچہ محسوس اور مشہود ہوتی ہے لیکن اس کی "نبوت" و رسالت یہ محسوسات اور مشاہدات میں داخل نہیں۔ یہ ایک "غیبی حقیقت" ہے اس لئے جو چیز اس کی علامت اور نشانی کی حیثیت سے مقرر کی جائے اس کو بھی "عالم غیب" سے کوئی صاف علاقہ ہونا چاہیے خود مادہ اور مادہ کے خواص میں یہ صفت موجود نہیں۔ وہ سب ایک عادی نظام کے تحت ہوتے ہیں اس لئے ان کو دیکھ کر نبوت کے اقرار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا قدرت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ ایسے خارقِ عادات افعال بھی ظاہر فرماتی ہے جن کو فطرت انسانی "نوامیس طبیعیہ" سے خارج دیکھ کر ایک دم چونک پڑتی ہے اور ان کے اسباب و علل کی جستجو میں پڑ جاتی ہے اور جب ان کو "اسباب عادیہ" سے خارج دیکھتی ہے تو اس میں کسی "غیبی طاقت" کے اقرار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے علم کلام کی اصطلاح میں ایسے ہی افعال کا نام "معجزات" ہے اگر یہ بھی ظاہری علل و اسباب کے مطابق ہوں تو وہ پیغمبر اور خدا کے باہمی ربط و علاقہ کی دلیل کیوں کر بن سکتے ہیں، کفار اُن کو دیکھ کر آج نہیں تو کل یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو فلاں سبب سے تھے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ جتنے معجزات ان سے ظاہر ہوتے ہیں یہ سب ان کی قدرت سے نہیں بلکہ "خدا کی قدرت" سے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ان کا عنوان "علاماتِ نبوت" رکھا ہے اور جن مولفین نے اس موضوع پر مستقل تصانیف فرمائی ہیں انھوں نے اپنی مولفات کا نام "دلائلِ نبوت" رکھا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ "معجزہ" کے عنوان سے یہاں بہت سی الجھنیں پیدا ہو گئی ہیں جو سیکڑوں صفحات لکھنے کے بعد بھی سلجھ نہیں سکیں ہم یہاں ان سب مباحث کا نقل کرنا موجب طوالت سمجھتے ہیں، بالخصوص جبکہ بڑی بڑی بحثوں کے بعد بھی اربابِ قلم کا قلم کسی ایک رائے پر جم نہیں سکا۔ کوئی کہتا ہے ——

"معجزہ" اگرچہ ان ہی اسباب و علل کی ایک کڑی ہوتی ہے، مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ان اسباب کا علم ہم کو اس وقت بھی حاصل ہو۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ زمانے میں اس کے اسباب ہم کو معلوم ہوجائیں۔" اور کسی کا خیال ہے کہ "وہ اس سلسلۂ اسباب ہی سے باہر ہوتا ہے" پھران بیانات کے ضمن میں جو جو مقدمات استعمال کئے گئے ہیں ان سب کی انتہا بھی صرف تجربیات اور ظنیات پر ہے، بلکہ کسی کسی نے تو یہاں تک بھی لکھ ڈالا ہے کہ "معجزات کا وجود خارج میں تسلیم کرنا ہی کیا ضرور ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صرف مخاطبین کے ذہنوں میں اس کی ایک صورت قائم ہوجاتی ہو اور دیکھنے والا اس کو یہ سمجھتا ہو کہ یہ اس کا خارجی وجود ہے۔" ہمارے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سب کارخانہ "وجود خارجی" کے ساتھ قائم ہے، پھر ان کی دعوت کے مخاطبین بھی سب خارج میں موجود ہوتے ہیں اور ذہنی و خارجی وجود میں بدیہی فرق بھی سمجھتے ہیں پھر ان کی شریعت کا تعلق بھی تمامتر خارجی وجود سے ہوتا ہے، اس لئے ہم ان مباحث کو دعوتِ انبیاء علیہم السلام ہی کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس منطق پر اپنا وقت صرف کرنا اضاعتِ وقت تصور کرتے ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ پھر معجزہ کی حقیقت سمجھنے کا راستہ کیا ہے؟ تو ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ معجزہ کی حقیقت کا پورے طور پر حل کردینا نبوت کی حقیقت کی طرح مشکل ہی ہے بلکہ معجزات کے صحیح تفہیم "نبوت" کے اقرار کے بغیر ممکن ہی نہیں جس طرح کہ نبوت کی صحیح تفہیم "الوہیت" کے اقرار کے بغیر ممکن نہیں۔ ہاں جو شخص پہلے خدائی تسلیم کرلے پھر اس کے لئے نبوت کا اقرار کچھ مشکل نہیں رہتا اور اسی طرح جو نبوت کا اقرار کرلے اس کے لئے معجزہ کی تصدیق کچھ مشکل نہیں رہتی۔ ہمارے نزدیک معجزہ کی حقیقت سمجھنے کے لئے سب سے صحیح راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حدیثی اور قرآنی "معجزات" پر بحث و مناظرہ کئے بغیر اور ان کی "تاویلات" کے درپے ہوئے بغیر بار بار نظر ڈالی جائے تو کچھ عرصہ کے بعد معجزہ کی اجمالی حقیقت خود بخود ذہن میں منتقش ہوجائے گی گو اس کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو یا نہ ہو، بس اس سے زیادہ معرفت کی تمنا کرنا "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مصداق ہے۔ یہی راستہ ہم نے نبوت کے باب میں اختیار کیا تھا اور وہاں بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ نبوت اور نبی کی معرفت کا آسان راستہ انبیاء علیہم السلام کی تاریخ کا بار بار مطالعہ کرنا ہے۔ اس لئے یہاں ایک "دہریہ" کو جو نہ الوہیت کا قائل ہو نہ نبوت کا، براہِ راست معجزہ کی تفہیم ناممکن ہے، جیسی کہ اقلیدس کے "کسی شکل" کی تفہیم، اس کے "مقدمات اور موقوف علیہ اشکال" کے بغیر ناممکن ہے۔ جن فضلاء نے اس ذیل میں اوراق تصنیف سیاہ کئے ہیں ان کا قلم چلتے چلتے ایسے جنگل میں پہنچکر متحیر ہوگیا ہے جہاں صحیح راستہ خود ان کے سامنے بھی گم ہوگیا ہے، اب اگر اس کا نام "جہل" اور "اعتراف عجز" ہے تو اس صحیح حقیقت کے اعتراف کرلینے میں ہم کو کوئی تأمل نہیں ہے۔

آیاتِ الوہیت | آیئے ایک چھوٹا سا قدم ہم آگے بڑھائیں اور شرعی روشنی میں "آیتِ نبوت" کا مفہوم کچھ سمجھنے کی

کوشش کریں، اس کے لئے ایک مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے ہم "آیاتِ اُلوہیت" کا مطالعہ کریں پھر معجزات یعنی آیاتِ نبوت کو آیاتِ الوہیت کے پہلو بہ پہلو رکھ کر سمجھ لیں۔ قرآن کریم نے "آیاتِ الوہیت" کو اتنی شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے کہ ان پر تفصیلی نظر کرنی ایک طویل اور مستقل موضوع پر نظر کرنی ہے لیکن جہاں تک اجمال سے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو خود اس کی "خالقیت" سے متعلق ہیں یا اُن "تصرفات" سے متعلق ہیں جو اس کی مخلوقات میں مقدورِ بشری سے خارج نظر آتے ہیں۔ مثلاً زمین کو نسلِ انسانی کے لئے قابلِ استقرار ورہائش بنا دینا اور اس غرض کے لئے اس کے اطراف وجوانب میں مناسب طور پر پہاڑوں کا نصب کر دینا، حیاتِ حیوانی کی بقا کے لئے اس میں پانی کے چشمے بہا دینا اور ایک ہی زمین میں اس کی مختلف غذاؤں کا سامان ودیعت فرما دینا آسمان کو کسی ستون کے بغیر ایک مضبوط اور مزین چھت بنا دینا، آفتاب وماہتاب کا انسانی معیشت کے مطابق ایک نظام مقرر پر طلوع ہونا اور غروب ہو جانا، انسانی کاشت کے لئے پانی کے معلق بادلوں کو مسخر کر دینا وغیرہ وغیرہ یہ سب افعال وہ ہیں جو انسانی قدرت سے خارج ہیں، جب انسان اپنی علمی وسعت کے باوجود اس عظیم الشان اور غیر متبدل نظام کو دیکھتا اور کچھ سمجھ لیتا ہے پھر اس کی ذرہ برابر تبدیلی پر اپنے اندر کوئی قدرت نہیں دیکھتا تو بے اختیار ہو کر کسی بالاتر ہستی کے تسلیم کر لینے پر مجبور ہو جاتا ہے اسی لئے ان کا نام "آیاتِ الوہیت" رکھا گیا ہے یعنی یہ افعال ایک "مافوق ہستی" کے وجود کے لئے شاہد صدق ہیں۔

مذکورہ بالا یہ تمام آیات اگرچہ "مقدورِ بشری" سے خارج ہیں مگر انسان ان کو خارق عادت نہیں سمجھتا اگرچہ یہ صرف ایک "مغالطہ" ہے کیونکہ بلحاظِ حقیقت ہمارے اس "نظامِ عادی" اور خارق عادت میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے بس جو نظام ابتداء عالم سے محض قدرت کی فیاضی سے ہمارے مشاہدہ میں چلا آتا ہے ہم اس کو "نظامِ عادت" سے تعبیر کرنے لگتے ہیں اور اسی کا نام نوامیس طبعیہ رکھ دیتے ہیں۔ اگر ابتداء سے عالم کی عادت اس کے برخلاف ہوتی تو اسی کو ہم "نظامِ عادی" کہنے لگتے۔ مثلاً اب جو نظامِ "ولادت" انسان کی دو صنفوں کے اتصال سے قائم ہے ہم اسی کو "طبعی نظام" سمجھتے ہیں لیکن اگر ابتداء ہی سے انسانی پیدائش صرف ایک ہی صنف سے ہوا کرتی تو یقیناً ہم اسی کا نام "نظامِ عادی" رکھتے، آخر بہت سے حشرات الارض اب بھی ایسے موجود ہیں جو اتصالِ جنسی کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں اور دنیا اسی کو ان کا عادی نظام سمجھتی ہے پس "عادی" اور "غیر عادی" کا فرق خالق کی نظر میں کچھ نہیں صرف ہمارے تجربے اور مشاہدہ کا فرق ہے تاہم قدرت ہمارے تجربات اور مشاہدات کے برخلاف بھی انبیا علیہم السلام کے ہاتھوں پر ہمیشہ ایسے افعال ظاہر فرماتی رہی ہے جن کو ہم بھی خارق عادت سمجھتے ہیں اگرچہ جب مجموعۂ عالم میں کچھ "شخصیات بارزہ" کے ذریعہ سے ہمیشہ ایسے افعال کا نمودار ہوتے رہنا عالم کی "عادت" میں داخل ہے تو پھر مجموعۂ عالم کے لحاظ سے ان کو بھی خارق عادت

خرقِ عادت کا مفہوم

کہنا محل تامل ہونا چاہئے۔ اب اگر ان کو "خارقِ عادت" کہا جا سکتا ہے تو صرف اس معنی سے کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں بلکہ خاص خاص زمانے اور خاص خاص افراد کے دور کی "عادت" ہیں لہٰذا اب ایک بحث یہ بھی ضروری ہے کہ خارق عادت کا مفہوم ہے کیا؟ دیکھئے یہ کسوف و خسوف عالم کی روزمرہ کی عادت تو نہیں تاہم ان کو بھی ہم عالم کی "عادت" میں شمار کر لیتے ہیں اور خارق عادت نہیں کہتے اسی طرح ہمارے اصطلاحی خوارق کا ظہور بھی جب عالم کے مجموعی تاریخ میں مختلف زمانوں میں ثابت ہے تو ان کا نام بھی "خارقِ عادت" کیوں رکھا جائے یہاں کسوف و خسوف کے اسباب معلوم ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے خوارق کے اسباب معلوم ہونے سے اُن کے خوارق عادات ہونے میں کیا فرق پڑتا ہے۔ بالفرض اگر ہم کو کسوف و خسوف کے اسباب معلوم بھی ہوں تو کیا ان کے تغیر و تبدیل پر کسی کو کسی نوع کی ادنیٰ سی قدرت بھی حاصل ہے؟ پھر جن اسباب کے علم کا ہم کو گھمنڈ ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح وہ "نظام آج" حرکتِ ارضی کی بناء پر درست ثابت ہوتا ہے اسی طرح ہیئتِ بطلیموسی کی بناء پر بھی صحیح اترتا ہے۔ مشاہدہ کا دعویٰ دونوں ہی نے کیا ہے، ہمیں اس وقت ان دونوں فریق کے "نظریات" سے کوئی بحث کرنی نہیں ہے۔ ان میں جو بھی صواب پر ہو کہنا صرف یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ "متضاد اسباب" کے ساتھ ان کے مسببات کا نظام درست رہتا ہے تو اب اس لحاظ سے خرقِ عادت کا لفظ اور بھی مبہم بن جاتا ہے۔ اب اگر خرقِ عادت کا کوئی مفہوم ہو سکتا ہے تو یہی کہ وہ عالم کی روزمرہ کی عادت نہیں ہے۔ اس لحاظ سے کسوف و خسوف بھی خوارق میں داخل ہوں گے اور اسی لحاظ سے حدیث میں ان کو بھی "آیاتِ الوہیت" میں شمار کرایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وفات پر جب کسوفِ شمس ہوا تو آپ نے منبر پر تشریف لا کر ایک بلیغ خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ "ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ الخ یعنی یہ آفتاب اور ماہتاب کسی کی موت پر ماتم کرنے کے لئے گہن نہیں لگتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کی ایک کھلی ہوئی علامت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو بڑے بڑے کُرات جو کبھی کسی کے حکم کے تحت نظر نہیں آئے تھے وہ بھی کسی قادر مطلق ہستی کے محکوم ہیں وہ جب ارادہ فرمائے تو ان کے اس نظام کو توڑ ڈالے۔

نظامِ فطرت اور نظامِ قدرت

سلسلۂ اسباب و علل جتنا بھی ہے وہ سب عالم کے لئے ہے خالق عالم کے لئے نہیں کیونکہ خود عالم بھی اور اس کے اسباب و علل بھی سب کے سب اس کی مخلوق ہیں ہم نے جب دنیا میں قدم رکھ کر اپنے ماحول میں ایک مقرر نظام دیکھا اور اپنے حق میں اس کو غیر متبدل پایا تو بس اٹھا کر اسی کا نام "نظامِ فطرت" رکھ ڈالا اور طرہ یہ کہ خالق کے حق میں بھی اس کو غیر متبدل قرار دے ڈالا۔ یہاں ایک حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے اور وہ یہ کہ دینِ اسلام میں نظامِ فطرت، نظامِ قدرت سے بالاتر نظام نہیں ہے

بلکہ خود قدرت ہی نے "نظامِ فطرت" بنایا ہے یعنی اشیاء کی فطرت میں جو نظام بھی ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے یہ سب نظام، نظامِ قدرت کے ماتحت ہے۔ اسی لئے "فطرت" ہمہ وقت "قدرت" کی محتاج ہے، عالم میں اشیاء جس طرح خود مخلوق ہیں، اسی طرح ان کی فطرت بھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے آگ اگر جلاتی ہے تو بیشک یہ اس کی فطرت ہے مگر اس میں جلانے کی فطرت پیدا کس نے کی؟ اس کے خالق نے۔ یہ آگ کی فطرۃ کا کوئی طبعی اقتضاء نہ تھا اس لئے جب یہ ہے تو اگر وہ چاہے تو اپنے خلیل کی خاطر اس خاصیت کو بدل بھی سکتا ہے دیکھئے آگ ہمیشہ جلانے کا کام کرتی تھی، مگر جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ نہ صرف یہ کہ سرد پڑ گئی بلکہ ان کے حق میں سلامتی کی ایک محل سرا بن گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں ایک لاٹھی لئے کھڑے ہیں اور اس کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کے لئے سہارا اور بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے کا ایک معمولی سا آلہ ہے یہاں ان کو کسی خاص جنگل کی لکڑی کے متعلق حکم نہیں ہوا کہ اس میں پھر سو طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے بلکہ اسی معمولی سی لکڑی کے متعلق ارشاد ہوا اس کو زمین پر ڈال دو پھر دیکھو کہ اس کا پیدا کرنے والا کس طرح اس کی فطرت بدل کر اس کو حیوانِ مہیب بنا سکتا ہے۔ اسی طرح پانی کی فطرت سیلان ہے مگر اس کی یہ فطرت پانی کی طرح خود اس کی مخلوق ہے اس لئے اگر وہ چاہے تو اپنے کلیم کے لئے اس کو انجماد سے تبدیل کر سکتا ہے چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو وہ پھٹ کر پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کی طرح الگ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ قرآن کریم نے بھی فطرت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور حدیث میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر انسان کی فطرت اسلام پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی صلاحیتوں پر پیدا کیا گیا ہے کہ اگر خارجی اثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہ کرے۔ اسی طرح آگ کی فطرت جلانا ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کو اسی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ اگر مشیتِ الٰہی اس کے خلاف نہ ہو تو جب کوئی چیز اس میں ڈالی جائے تو وہ اس کو جلا دے۔

قائلینِ مادہ کے نزدیک اشیاء اور ان کی فطرت میں لزومِ عقلی ہے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ آفتاب طلوع کرے اور دھوپ نہ نکلے اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے موجود ہو اور اس کی فطرت اس سے متخلف ہو جائے ان کے نزدیک فطرت، اور اس کی تاثیرات یہ سب اضطراری ہیں، بلکہ کہیں غیر شعوری بھی اسی لئے تو امیس طبیعۃ اور قائلینِ فطرت کے نزدیک نظامِ عالم کے لئے کسی خارجی فاعل بالارادہ کی ضرورت ہی نہیں ہے بس نظامِ عالم کے لئے خود اس کی فطرت ہی کافی ہے۔ اس کے بعد جب اسلامی دور آیا تو اس کے صحیح معنی سمجھے بغیر یہ لفظ مسلمانوں میں بھی مستعمل ہو گیا اور رشدہ شدہ غیر شعوری طور پر دوسرا مقدمہ یعنی نظامِ فطرت کا کافی ہونا بھی ان کے ذہن نشین ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ جب

کہیں فطرت کے ساتھ قدرت کا ذکر آتا تو اس کو فطرت کے مرادف سمجھا جانے لگا حالانکہ دینِ اسلام میں "نظام فطرت" مخلوق ہے اور نظامِ قدرت کے تحت چلتا ہے۔ جب اسلامی عقائد اور اسلامی لٹریچر سے اور بیگانگی پیدا ہوئی تو کفر و اسلام میں جوڑ لگانے والوں نے یہ بہانہ تراش لیا کہ نظامِ فطرت اگرچہ نظامِ قدرت کے تحت سہی مگر خود قدرت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اس نظام کو بدلے گی نہیں حالانکہ اس پر بھی غور کر لینا ضروری تھا کہ اس مسلک کی شاخیں اور کہاں کہاں تک پھیلتی ہیں کیا صرف اتنا کہنے سے آئندہ بھی وہ قائلینِ فطرت کا ساتھ دیں گے کیا وہ اس عالمی نظام کو "کسی فاعل بالارادہ" سے مستغنی تسلیم کر لیں گے کیا "خواص اشیاء" کو مادہ کا اقتضاء طبعی کہدیں گے؟ اگر نہیں تو پھر پیچھے لوٹ کر اصل سوال کا جواب سوچئے کیا ہونا چاہیے، کیا یہ کہ خواصِ اشیاء ان کی طبیعت کا تقاضا ہیں یا یہ کہ خالق کی حکمت کا تقاضہ ہیں اور اس کی مخلوق ہیں۔

حافظ ابنِ تیمیہؒ نے فرقِ ضالہ کی ایک خصوصیت ہی یہ لکھی ہے کہ وہ عجائباتِ قدرت کو خالق کا تصرف نہیں سمجھتے بلکہ ان کو "قویٰ نفسانیہ" اور "اسباب طبیعیہ" میں منحصر سمجھتے ہیں، اس کے برخلاف جماعت حق ہے۔ وہ ان اسباب کا انکار بھی نہیں کرتی لیکن اسی کے ساتھ وہ ایک ایسی بالاتر ہستی کا اقرار بھی کرتی ہے، جو ہر ضابطہ و قاعدہ سے باہر ہے خود مادہ اور اس کے خواص سب اس کی قدرت کے ماتحت ہیں۔ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کی صداقت و اکرام کے لئے اپنی عام عادات کا خلاف بھی کرتی رہی ہے اور اپنے مومن بندوں کی خاطر ایسے ایسے افعال بھی ظاہر فرماتی رہی ہے جو ان کی قوتِ نفس اور جسم و روح کے تصرفات سب سے بالاتر ہوتے ہیں (اقتضاء الصراط المستقیم ص۳۶۲)

نظامِ فطرت کی تبدیلی ممکن ہے اور نظامِ قدرت کی تبدیلی محال ہے

قرآنِ کریم نے جہاں کہیں "فطرت" کی تبدیلی کا انکار کیا ہے اس میں اس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی تبدیلی پر قادر نہیں جس طرح عالم کی خالقیت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں اسی طرح فطرتِ عالم کی پیدائش میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں، یہ ایک جگہ بھی نہیں فرمایا کہ وہ خود بھی اس کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ بیشک اس نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ سنۃ اللہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا اور نہ خود وہ اس کو بدلتا ہے! اس میں بھی الجھنا بالکل بے وجہ ہے۔ قرآن کریم نے جا بجا قوموں کی اطاعت اور ان کی نافرمانیوں کے عواقب بیان فرمائے ہیں اور اس کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ ہماری اس سنت کی تبدیلی نہیں ہوتی اس کا مطلب صاف یہ ہے کہ مطیعین اور عاصیین کے ساتھ ہی ہمارا ہمیشہ سے دستور رہا ہے اور نہ وہ بدلا جا سکتا ہے اور نہ پلٹا جا سکتا ہے اس کی تبدیلی یہ ہے کہ جو عاصیین اور مستحق عذاب ہوں ان پر انعام کیا جائے اور جو مطیعین ہوں ان پر انعام کی بجائے عذاب نازل کیا جائے اور اس کی تحویل پلٹنا یہ ہے کہ مکذبین سے اس کا رخ پھیر کر غیر مکذبین کی طرف کر دیا جائے لہذا عذاب آ کر رہے گا اور

ضرور ان ہی پر آکر رہے گا جو اس کے مستحق ہیں پھر استعمال کرنیوالوں نے "سنت اللہ" اور "فطرت اللہ" دونوں کو
ہم معنی سمجھ کر دوسری غلطی یہ کی کہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرنا شروع کر دیا اور جو حکم درحقیقت "نظام
قدرت" کا تھا وہ "سنت اللہ" کا سمجھ لیا۔ دین اسلام یہ کہتا ہے کہ "جو فاعل بالارادہ چاہے اس کی تبدیلی محال ہے" اور
ہم کہنے یہ لگے کہ "جو نظام فطرت ہو اس کی تبدیلی محال ہے حتیٰ کہ خود خالق کے لئے بھی" والعیاذ باللہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام بھی فطرت اور سنت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک یہ سب
قدرت مطلقہ کے افعال اور تصرفات ہیں آخر ان کے عقائد کا ایک اہم رکن "قیامت" ہے جو اس تمام سلسلہ اسباب
علل کے بکھر جانے ہی کا دوسرا نام ہے۔ ان کے نزدیک مادہ اور اس کے مقتضیات میں لزوم عقلی کہاں ہو سکتا ہے، یہ
دونوں قدرت کی مخلوق ہیں اور اسی کے محکوم ہیں۔

آیاتِ الوہیت کی دوسری قسم جو ہماری نظروں میں بھی خارقِ عادت ہیں

خلاقِ عالم نے عالم کے گوشہ گوشہ میں اپنی آیاتِ الوہیت خالقیت پھیلائیں تو اس لئے
تھیں کہ انسان اُن میں تدبر و تفکر کے راستے سے بہت جلد اس کو پہچان لیتا
مگر ان سب میں سے گزر کر یہ کوتاہ عقل ایسی کیچڑ میں جا پڑا جہاں جواہرات کے
بجائے صرف سنگریزے اس کے ہاتھوں میں آئے۔ اس نے اس پراز حکمت نظام کو دیکھا اور اس سب کو
اٹھا کر ایک بے شعور مادہ کے حوالہ کر دیا اور یہ سمجھ لیا کہ اس کارخانہ کا یہ سب اندرونی نظام خود اسی کی
گردش سے گھوم رہا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت کا تقاضا ہوا کہ اسی عالم میں وہ اپنی الوہیت
کی کچھ ایسی نشانیاں بھی دکھلاتا رہے، جو خارقِ عادت ہوں تاکہ ان کو دیکھ کر اسباب کا سارا بھرم کھل جائے
اور اس کو یہ معلوم ہو سکے کہ مسببات کی دنیا اسباب کے ساتھ صرف ایک ظاہری اور کمزور رشتہ رکھتی ہے
ان کا قائم رکھنے والا در اصل کوئی اور ہی ہے۔ اس نے بنی آدم کو دو صنفوں کے اتصال سے پیدا فرمایا اور اس کو
اس کی نسل کی سنتِ مستمرہ قرار دیا، پھر اس کو توڑ کر بھی دکھلا دیا، اور اس کی آنکھوں کے سامنے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کو صرف ایک صنف سے اتصال جنسی کے بغیر پیدا فرما کر بھی دکھلا دیا۔ اب اس کی دو انواع جو باقی
رہ گئی تھیں ان کے متعلق یہ اطلاع دیدی کہ ہم پہلے ایسا بھی کر چکے ہیں۔ تخلیق کی ان چاروں قسموں میں سے
یہ بات اس کی مرضی پر رہی کہ کس نوع کو وہ عالمِ انسانی کا دستور العمل بنائے اور کس کو اس کی خلقت سے پہلے
پہلے ظاہر فرمائے۔ اور کس کو عام عادت خرق کر کے اس کی آنکھوں کے سامنے بھی دکھلا دے۔ ایک ناقص العقل
انسان بھی اتنا تو سمجھ سکتا ہے کہ انسان جب عدم محض سے وجود میں آیا تھا تو جو دو قسمیں اس کے وجود میں آنے
سے پہلے ظاہر فرمائیں ہیں اُس وقت کے مناسب تھیں کیونکہ اس کے سوا اور چارہ کار ہی کیا تھا کہ سب سے پہلے
اس کو بلا واسطہ یا صرف ایک صنف سے پیدا کیا جاتا۔ پھر جو نوع کہ عالمِ انسانی کے مناسب تھی وہ ہی نوع تھی

جو آج اس کی "عادت" ہے اب خرقِ عادت کے لئے صرف ایک ہی قسم باقی تھی اس کو بھی پورا فرما کر دکھلا دیا گیا۔ مگر افسوس کہ مکذبین نے اس کو بھی تسلیم کرنے میں شبہ کیا فویل للذین کفروا من الخ۔ اب آپ کو اختیار ہے اس کو جس عنوان سے چاہیں تعبیر کریں مگر قادرِ مطلق کے لئے "نہ وہ پیدائش کچھ مشکل تھی نہ یہ کچھ مشکل ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام خود بوڑھے اور بی بی بانجھ جب ان کو ایک مبارک نونہال کی بشارت ملی تو ششدر ہو کر رہ گئے اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کو جب انتہائی پاکبازی اور ناکتخدائی کے عالم میں ایک مبارک فرزند کی بشارت پہنچی تو وہ بھی حیرت زدہ ہو کر رہ گئیں لیکن ان دونوں کو جو جواب ملا وہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہ تھا بلکہ صرف ایک ہی کلمہ تھا جو ان دونوں کے فطری تعجب کو ختم کرنے کے لئے کافی ہو گیا اور وہ یہ تھا "هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ" "ہمارے لئے یہ بھی بہت آسان ہے" یہ سچ ہے کہ صرف ایک صنف سے ولادت عالم انسانی کی عام عادت نہیں ہے لیکن قدرت مطلقہ نے کبھی کبھی کسی ادنی سے عجز کے بغیر اپنی عام عادت کو بھی خرق کر کے دکھلا دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جس طرح اُس پر قادر تھا اس پر بھی قادر ہے اُس کے نزدیک یہ دونوں باتیں آسان ہیں۔

حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور نمرود کا ایک مکالمہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو فہمائش کرتے ہوئے سب سے پہلے تو اپنے رب کی "علامت" میں یہی موت حیات کا عادی نظام رکھا لیکن اپنی غباوت سے جب وہ اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکا تو پھر اُس کے نظام کے خرق کا مطالبہ کیا اور وہ یہ کہ اچھا تو پھر تو اس کے قائم کردہ نظام شمسی کو خرق ہے یا خرق کر کے دکھلا یعنی مشرق کے بجائے مغرب سے آفتاب نکال دے۔ اس پر وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ خرقِ نظام اور نظام اگرچہ یہ دونوں "علاماتِ الوہیت" میں سے ہیں مگر خرقِ نظام اور زیادہ بدیہی علامت ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ اشراطِ ساعت یعنی قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے ایک بار مغرب سے طلوع کر آئے گا غالباً اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عالم کی عمر میں ایک بار یہ مشاہدہ بھی ہونا چاہئے کہ نمرود جس بات پر لاجواب ہو کر رہ گیا تھا ربِّ ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُس پر بھی قادر ہے۔ پس جب خوارق کا وجود ہمارے مشاہدہ میں کسی انکار کے باوجود "آیاتِ الوہیت" میں ثابت ہے اور ان میں ایسی علامت تو ایک بھی نہیں ہے جو بشری قدرت کے تحت ہو تو اب آیاتِ نبوت کا مفہوم سمجھنا بھی آسان ہے۔ ان کو خوارق عادات سے نکالنے کی سعی کرنی بالکل ایک عبث اور خلاف واقع سعی ہے۔

آیاتِ نبوت آیاتِ نبوت کیا ہیں؟ یعنی قدرت کی وہ نشانیاں جن کو وہ انبیاء علیہم السلام کی

تصدیق کے لئے خرقِ عادت کے طور پر ظاہر فرماتی ہے۔ اب اگر آپ ان کے تمام معجزات کو قدرت کے ان افعال کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھیں جو انبیاء علیہم السلام کے واسطہ کے بغیر عالم میں موجود ہیں تو دونوں آپ کو ایک ہی جنس کے نظر آئیں گے۔ نہ وہ مقدورِ بشری ہیں نہ یہ مقدورِ بشری ہوتے ہیں۔ اسی طرح جیسے وہ خارقِ عادت ہیں یہ بھی خارقِ عادت ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ جب وہ افعال کسی رسول کے واسطہ کے بغیر ظاہر ہوتے ہیں تو قدرتِ مطلقہ کے شاہدِ صدق اور "آیاتِ الوہیت" کہلاتے ہیں اور جب رسول کے واسطہ ظاہر ہوتے ہیں تو ان کیلئے شاہدِ صدق اور "آیاتِ نبوت" کہلاتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ "معجزات" پر بحثیں کرنے والے اگر اس طرف بھی نظر کر لیتے کہ معجزات رسول کی طاقت سے نہیں خدائے تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتے ہیں تو "آیاتِ نبوت" کو "نوامیسِ طبیعۃ" کے بجائے "نوامیسِ الٰہیۃ" پر قیاس کر کے دیکھتے اور یہ تمام بحثیں جو ایک محکوم مادہ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں خود بخود ساقط ہو کر رہ جاتیں اسی لئے امام رازی نے لکھا ہے کہ جس طرح رسولوں کی بعثت خدا تعالیٰ کی صفت "ملوکیت" کا تقاضہ ہے اسی طرح رسولوں کے معجزات یہ اس کی صفت "قدرت" کا تقاضہ ہیں جو شخص رسولوں کے معجزات کا قائل نہیں وہ درحقیقت حق تعالیٰ کی صفتِ قدرت کا بھی قائل نہیں ہے۔

مؤلف تفسیر المنار ایک بلند پایہ روشن خیال محقق ہونے کے باوجود معجزات کی حقیقت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور اور تحقیقی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ بات ثابت کر دے کہ نوامیسِ طبیعیہ خود اس کے محکوم ہیں وہ ان کا محکوم نہیں جس طرح وہ چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے۔" (ص ۳۱۵/ ج ۱)

امورِ عادیہ کے درمیان عقلی طور پر کوئی لزوم نہیں اس لئے خرقِ عادت کو محال سمجھنا صحیح نہیں۔

امام شاطبی رح فرماتے ہیں کہ

"انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری سے قبل انسان اپنے ماحول میں چونکہ ہمیشہ اسباب و مسببات کا ایک مسلسل نظام مشاہدہ کرتا چلا آتا ہے اور کسی خارجی قدرت کے تحت اس کے محکوم ہونے کا اس کو تصور بھی نہیں ہوتا اس لئے وہ ان کے درمیان عقلی لزوم سمجھنے لگتا ہے اور اسی لئے وہ خرقِ عادت کو محال کہدیتا ہے۔ اگر کہیں انبیاء علیہم السلام تشریف نہ لاتے تو شاید اس کا علم یہیں تک محدود ہو کر رہ جاتا لیکن جب انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر کچھ خوارقِ عادات بھی ظاہر فرماتے ہیں تو اب اسباب کا راز فاش ہو جاتا ہے اور ایک جدید علم بڑی آسانی کے ساتھ یہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ان امورِ عادیہ کے درمیان لزومِ عقلی کچھ بھی نہ تھا بلکہ یہ صرف صانعِ حقیقی کی خالقیت کا ایک کرشمہ تھا جب اسباب میں تاثیر اسی نے پیدا فرمائی تھی تو یقیناً وہ اس کے سلب کرنے پر بھی قادر ہے۔ بھلا یہ کون ثابت کر سکتا ہے کہ آتش کا جلانا ایک دائمی

تجربہ کے سوا کسی عقلی دلیل کا تقاضہ ہے۔ لہٰذا جب اسباب اور عادیہ کے درمیان یہ ارتباط کسی عقلی دلیل کا تقاضہ نہ ہوا تو اب خرقِ عادت کو محال سمجھنا بھی غلط ٹھہرا۔" (دیکھو الاعتصام ج۲ وکتاب الفصل لابن حزم)۔

اگر آپ یہ سمجھ گئے ہیں تو اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات پر نظر ڈالئے وہ معاندین کی نظروں میں خواہ کتنے ہی خلافِ عقل اور محال ہوں لیکن قدرت مطلقہ کے قائلین کے نزدیک سب معقول ہی معقول ہیں۔ ان کے کانوں میں ہر ہر معجزہ سے جو صدا آئے گی وہ صرف ایک ہی صدا آئیگی هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (ہمارے لئے یہ بھی بہت آسان بات ہے۔)

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا حال دیکھئے تو وہ بھی حیرت انگیز ہے قدرت نے یہاں ظہور اعجاز کے لئے کسی خاص بَن کی لکڑی اُن سے طلب نہیں کی جس میں منحرف طبائع کسی مستور مادی خاصیت کا احتمال نکال کھڑا کرتیں بلکہ جو عصا وہ اس وقت اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے تھے اسی کے زمین پر ڈالنے کا حکم دیا۔ عصا کا ڈالنا تھا کہ جو ابھی ابھی ان کی بکریوں کے ہانکنے اور پتے جھاڑنے کی لاٹھی تھی اور ان کے چلنے کا سہارا تھی وہ ایک خوفناک اژدھا بن گئی جس قدرت کے لئے اس لکڑی کی پیدائش میں کوئی دشواری نہ تھی اس کے سامنے اس کے اژدھا بنا دینے میں بھی کوئی دشواری نہ ہوئی پھر جب اس اژدھے کو ہاتھ میں اٹھانے کا حکم ہوا تو گو فطری ضعف کی بناء پر یہ مرحلہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے بہت خطرناک تھا مگر قدرت کے سامنے جس طرح لاٹھی کا اژدہا بنا دینا آسان تھا، اسی طرح اژدہے کا پھر لاٹھی بنا دینا آسان رہا۔ عام طور پر اس کو صرف ایک ہی معجزہ سمجھا جاتا ہے مگر یہ بھی ان دو معجزوں پر مشتمل تھا جس میں سے ہر ایک سے یہی آواز آتی تھی هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ۔ کون ہے جو خالق کے ان خارق عادات افعال کو مادی قوانین کے شکنجے میں کسنے کی کوشش کرسکے؟ دیکھئے پانی کی اصل خاصیت سیلان ہے اور آگ کی خاصیت جلانا مگر خدا تعالیٰ کے دو مقدس رسولوں کے لئے دونوں جگہ ان کی مادی خاصیتیں بدل دی گئیں یا نہیں؟ تعجب ہے کہ یہاں ہماری نظریں تقاضائے فطرت کی طرف تو جاتی ہیں، تقاضائے قدرت کی طرف کیوں نہیں جاتیں؟

قرآن کریم کی نظر میں معجزہ کی حقیقت

نصوصِ قرآنیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتا، اس کا ظہور بھی خدا تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہوتا ہے رسولوں کے ارادہ سے نہیں ہوتا رسولوں میں "معجزہ نمائی" کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزہ میں ان کی قدرت یا نفسی تاثیر کا بھی کوئی دخل

نہیں ہوتا تھا یجابی اور سلبی" دونوں نسبتیں قرآن کریم میں جا بجا موجود ہیں۔

معجزہ رسالت و نبوت کی طرح موہوب الٰہی ہوتا ہے رسولوں کے کسب سے نہیں ہوتا

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن کریم جب معجزات کا تذکرہ کرتا ہے تو ہمیشہ اسی تنبیہ کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ رسالت کی طرح رسولوں کو اپنی طرف سے دے کر بھیجے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگذشت سے بہت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے جب ان کو نبوت عطا ہوئی تو اس کے ساتھ ساتھ رب العالمین کی طرف سے ان کو خاص طور پر دو معجزے بھی مرحمت ہوئے اور ارشاد ہوا فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ۔

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب رسولوں کو اپنی جانب سے رسول بنا کر بھیجتا ہے تو ضرور ان کو کچھ اشیاء ایسی عطا ہونی چاہئیں جن کو وہ اس عظیم الشان دعوے کے لئے بطور دلیل و حجت پیش کر سکیں اس لئے جب ان کو قوموں کی دعوت کے لئے بھیجا گیا تو ہمیشہ "برہان و حجت" دیکر بھیجا گیا ہے۔

اب آیاتِ ذیل پر غور فرمائیے۔

۱ - وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ (بنی اسرائیل)	اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لئے موقوف کیں کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا۔
۲ - وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔ (،،)	اور ہم جو نشانیاں بھیجتے ہیں تو ڈرانے کو۔
۳ - قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً (الانعام)	کہہ کہ اللہ کو اس بات پر قدرت ہے کہ نشانی اتارے۔
۴ - وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ (الانعام)	اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں کوئی نشانی نہیں آتی مگر اس سے تغافل کرتے ہیں۔
۵ - اِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (آل عمران)	بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں۔
۶ - فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ۔ (الزخرف)	پھر جب وہ (موسیٰ) ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا تو لگے ان پر ہنسنے۔

اسی طرح جب کبھی کفار نے معجزات کی فرمائش کی ہے تو اسی نکتہ کو سمجھ کر کی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح پہلے رسولوں کو ان کے رب کی طرف سے ان کی نبوت کی کچھ نشانیاں اور معجزات ملتے رہے ہیں آپ بھی اپنے رب کی طرف سے ہم کو کچھ نشانیاں دکھلائیں۔

۱ - لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (العنکبوت)	کیوں نہ اس پر اس کے رب سے نشانیاں اتریں۔
۲ - لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (یونس)	کیوں نہ اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اتری۔

۳ - لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (طٰہٰ) یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے۔

۴ - لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (الرعد) کیوں اس پر اس کے رب سے ایک نشانی اُتری۔

ان سب آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نزدیک بھی معجزات رسولوں کا اپنا فعل نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو خود اپنی جانب سے دیکر بھیجتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب کسی کسب کے بغیر "رسالت" وہی عطا کرتا ہے تو اس کے لئے براہین و حجج بھی اسی کو عطا کرنے چاہئیں جیساکہ ایک موقعہ پر جب جنگ کا میدان لشکرِ اسلام پر بہت تنگ ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھاکر دشمنوں کے لشکر کی طرف پھینکدی قدرتِ خدا کا کرشمہ کہ ان میں کوئی فرد بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں وہ جا نہ پڑی ہو آخر کار دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اور میدان چھوڑکر ان کو بھاگ جانا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ خاک کی مٹھی پھینکی تو آپ نے ہی تھی مگر اس کا یہ اعجازی کرشمہ آپ کی قدرت سے نہ تھا اس لئے ارشاد ہوا:-

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ اور خاک کی مٹھی جس وقت کہ پھینکی تھی تو نے نہیں پھینکی تھی لیکن اللہ نے اس کو پھینکا۔

گذشتہ آیات میں ایجابی نسبتوں کے ساتھ جب اس "سلبی" نسبت کو ملا لیجئے تو یہ حقیقت اور زیادہ عیاں ہوجاتی ہے کہ معجزات خود رسولوں کا فعل نہیں ہوتے۔

اسی طرح جب کبھی رسولوں سے معجزہ کی فرمائش کی گئی ہے تو ان کو ہمیشہ یہی ایک جواب تعلیم کیا گیا ہے:-

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (الانعام، العنکبوت) تو کہدے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ کا ظہور ارادہ الٰہی پر موقوف ہے رسولوں کے ارادہ پر معجزہ ظاہر نہیں ہوتا۔

رسولوں میں معجزہ نمائی کی کوئی قدرت نہیں ہوتی اور نہ ان میں ان کی نفسی تاثیر کا کوئی دخل ہوتا ہے۔	کفار نے حسب عادت جب آپؐ سے خاص خاص معجزات دکھانے کی فرمائش کی تو اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

اسی طرح جب آپ کے قلب میں یہ جذبہ زیادہ اُبھرا کہ اگر ان کی حسب فرمائش معجزات دکھلادیئے جائیں تو شاید یہ نافہم اسلام قبول کرلیں تو تلطف آمیز لہجہ میں آپ کو یہ تنبیہ کی گئی۔

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (انعام) تو اگر تجھ سے ہوسکے کہ کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈھ نکالے پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے۔

آیاتِ بالا سے معلوم ہوا کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص معجزات کی فرمائش کی گئی ہے تو آپ نے ہمیشہ یہی ایک جواب دیا ہے کہ "معجزات کا دکھانا میرے قبضۂ قدرت میں نہیں" بلکہ جب کبھی رسولوں سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا ہے تو اس وقت بھی وہ یہی اعلان کرتے رہے ہیں کہ یہ معجزہ ہماری طاقت سے نہیں صرف حکمِ الٰہی سے صادر ہوا ہے۔ اگر معجزات آپ کے قبضہ میں ہوا کرتے تو اُحد کے میدان میں شکست کیوں ہوتی بلکہ جنگ کی ضرورت ہی کیا رہتی اور دشمنوں پر ایک مٹھی خاک پھینک کر ہمیشہ فتح نصیب ہو جایا کرتی مگر یہ کیسے ہو سکتا تھا جبکہ معجزہ آپ کی قدرت واختیار ہی کی چیز نہ تھی۔ اسی نکتہ کو سمجھ کر ہرقل نے جب ابو سفیان سے یہ سُن لیا کہ آپ کو شکست بھی ہوتی ہے تو آپ کی رسالت کے دلائل میں اس کو بھی شمار کر لیا تھا۔ اسی طرح جب کبھی کفار کے اسلام قبول کرنے کا جذبہ آپ کے قلب میں زیادہ موجزن ہوا تو آپ کو یہی ارشاد ہوا کہ تم اپنی پوری جدوجہد صرف کر کے دیکھ لو پھر ہو سکے تو کوئی معجزہ لا کر ان کو دکھلا دو" اس سے ثابت ہوا کہ معجزات میں رسولوں کے نفسی توجہ کا ادنیٰ سا دخل بھی نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات ان کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ قدرت ابھی ابھی ان کے ہاتھوں سے کیا معجزہ دکھانے والی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا اپنا عصا ڈال دو، انھوں نے عصا ڈال دیا، اچانک وہ ایک خوفناک اژدہا بن گیا، موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، ارشاد ہوا موسیٰ! ڈرو مت اور اپنا عصا پھر ہاتھ میں اٹھا لو۔ اب سوچئے کہ یہاں ان کی توجہ یا تاثیرِ نفسی کا کیا دخل ہو سکتا تھا وہ توجہ کرتا تو کجا خود ہی اس سے خوفزدہ نظر آ رہے ہیں اسی لئے ان کی تسلی کے لئے یہ ارشاد ہوا:۔

سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ — ہم اس کو پھر اس کی پہلی فطرت پر لوٹا دیں گے۔

ہمارے لئے نہ وہ کچھ مشکل تھا نہ یہ کچھ مشکل ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ایک طرف فرعونی لشکر اور دوسری طرف خوفناک سمندر کی دو موتوں کے درمیان گھر گئے تو موسیٰ علیہ السلام کو یقین تو رکھتے ہیں کہ ضرور ان کو نجات ملے گی مگر ان کو کچھ خبر نہیں ہے کہ تقدیر اس کی صورت کیا پیدا کرے گی کہ اچانک ان پر وحی آتی ہے۔

فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۔ (الشعراء)

ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو لاٹھی کا مارنا تھا کہ وہ پھٹ کر الگ الگ پہاڑ کے بڑے بڑے ڈھکڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔

ظہور معجزہ کی یہ شکل یقیناً اس سے بڑھ کر تھی کہ سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے اس پر بالا بالا عبور کر جاتے لیکن چونکہ یہاں نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرا اعجاز

غرق فرعون بھی دکھانا منظور تھا اس لئے یونہی مناسب تھا کہ پہلے ایک کشادہ اور خشک راستہ بنادیا جائے تاکہ فرعون اور اس کے ساتھی بھی بے کھٹکے اس میں قدم ڈال سکیں اگر سمندر اپنی اصلی حالت پر رہتا تو موسیٰ علیہ السلام کے عبور کرجانے کے بعد شاید فرعونیوں کو اس کے عبور کرنے کی ہمت نہ ہوتی اس لئے یہ معجزہ ایک ہی معجزہ (یعنی نجات موسیٰ علیہ السلام کا) بن کر رہ جاتا اور اب نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کا دوسرا معجزہ بھی بن گیا۔ اب آپ یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ قرآن کریم نے نجات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق فرعون کو علیحدہ کیوں ذکر فرمایا ہے۔ نیز جس طرح عصائے موسیٰ علیہ السلام دو معجزوں پر مشتمل تھا یعنی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور پھر اژدہے کا لاٹھی بن جانا اسی طرح یہ ایک معجزہ بھی دو معجزوں پر مشتمل ہوگیا یعنی ایک بار سیال پانی کا منجمد چیز کی طرح پھٹ کر الگ الگ کھڑا ہوجانا پھر اسی منجمد چیز کا صفت انجماد سے سیلان کی صفت اختیار کرلینا ہم کو یہ امید نہیں کہ یہاں کوئی بے عقل اس عظیم واقعہ کو برف کی چٹان پر قیاس کریگا اس لئے اس کی تردید میں وقت صرف کرنا عبث سمجھا۔

یہاں ایک صورت یہ بھی ممکن تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دریا پر پہنچنے اور ان کے عصا مارنے سے قبل ہی سمندر میں یہ شاہراہ کھولدی جاتی مگر کسی معاند کو اس میں یہ شبہ رہ سکتا تھا کہ یہ کوئی حسن اتفاق ہوگا اس لئے ہوا یوں کہ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنا عصا مارا، عصا مارنا تھا کہ فوراً سمندر دو ٹکڑے ہوکر الگ الگ ہوگیا۔ اعجاز کی اس واضح سے واضح صورت میں بھی تاویل کئے بغیر منحرف طبائع باز نہ آئیں اور اس خرق عادت کو بھی آخر انھوں نے دریا کے عام مدوجزر کے ماتحت گھسیٹ دیا۔ غرض اس صورت اعجاز کو جس پہلو سے دیکھئے اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس معجزہ میں موسیٰ علیہ السلام کا ذرہ برابر بھی دخل تھا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آگ میں ڈالے گئے تو رضا و تسلیم کے علاوہ ان سے بھی کوئی اور عمل ثابت نہیں ہوتا، اس کے بعد نار کا گلزار بن جانا بنص قرآن اس حکم ربانی کے ذریعے سے ہوا جو براہ راست خالق نار سے نار کو پہنچا تھا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ (الانبیاء) ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک کر جا اور آرام ابراہیم پر۔

اس باب کو اور کہاں تک طول دیجئے۔ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہیں وہ ایک سے ایک بڑھ کر اس کی دلیل ہیں کہ معجزات میں خود رسولوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا حتیٰ کہ آخر میں جب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت آئی تو آپ کا سب سے درخشاں معجزہ قرآن کریم تھا یہاں اسی حقیقت کے اظہار کے لئے قدرت نے یہ اہتمام فرمایا کہ خود آپ کو اُمّی بنایا اور جس ملک میں پیدا فرمایا اس کو بھی اُمّی کا لقب دیا، پھر اس اعجاز کی علت بھی یہ تھی کہ اس کا مثل لانے سے جس طرح ساری دنیا عاجز تھی آپ خود بھی اسی طرح اس سے عاجز تھے اور یہی اس کے کلام الٰہی ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی گفتگو کا وہ تمام ذخیرہ جو آپ نے دین اسلام کی تشریح میں اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا ہے آج بھی محفوظ ہے لیکن جب اس کو نظم قرآن کے سامنے رکھا جاتا ہے تو یہ وہم بھی نہیں گزرتا کہ یہ دونوں ایک ہی متکلم کے کلام ہو سکتے ہیں۔ صاف واضح ہوتا ہے کہ ان کے متکلم بالکل الگ الگ ہیں۔ تعجب ہے کہ لغت ایک، کلمات ایک، نوع ترکیبی ایک، لیکن جب ان کو دو جگہ بالمقابل بشکل کلام دیکھا جاتا ہے تو دونوں میں نسبت تباین کی نظر آنے لگتی ہے۔ اگر قرآن پاک میں ذرا سا بھی آپ کا کوئی دخل ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جس کلام کو آپ نے خدا تعالیٰ کا کلام کہہ کر تلاوت فرمایا تھا وہ آپ کے عمر بھر کے کلام سے کہیں ذرا بھی ملتا جلتا نظر نہ آتا۔ (الجواب الصحیح ص ۴۵) اب ایک ایک آیت محدثوں کے دفتروں سے ملا ملا کر دیکھ لیجئے کیا مجال کہ کوئی آیتِ قرآنی ذرہ برابر بھی کسی حدیث سے ملتی جلتی نظر آسکے اس لئے یہ سمجھنا کس قدر غلط ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں ان کے کسی عمل کا دخل ہو سکتا ہے۔

معجزہ کبھی اضافی نہیں ہو سکتا

مذکورہ بالا بیان سے یہ ثابت ہو چکا کہ معجزہ خدائی فعل ہوتا ہے اس میں رسول کی قدرت، اس کے اختیار، اس کے ارادہ اور اس کی توجہ و تاثیر نفسی کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو پھر یہ فیصلہ بدیہی ہے کہ معجزہ کبھی اضافی بھی نہیں ہو سکتا یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کل تک کسی نبی کا معجزہ ہو وہ مادی ترقیات کے بعد معجزہ باقی نہ رہے مثلاً دوسرے ملک کی آواز سن لینا اگر کل معجزہ تھا تو وہ "لاسلکی" کی ایجاد کے بعد بھی معجزہ رہے گا، کیونکہ معجزہ کی حقیقت میں اس کا "بلا واسطہ اسباب ظاہری" ہونا رکن لازم ہے۔ لہٰذا اگر آج بھی آلات کے بغیر کوئی شخص دوسرے ملک کی آواز سن لیتا ہے تو بیشک وہ آج بھی معجزہ کہلائے گا اور اگر بالفرض کل جو آواز سنی گئی تھی وہ اسی لاسلکی کے اصول پر تھی خواہ اس وقت لوگوں کو اس کا علم تھا یا نہ تھا تو جس طرح وہ آج اس ایجاد کے بعد معجزہ نہیں، کل بھی اس کو معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کے جتنے معجزات ہوئے ہیں آپ سب پر نظر ڈال جائیے نبی کے فعل اور اس کے معجزہ کے درمیان آپ کو کوئی علاقہ تاثیر نظر نہیں آئے گا اور اسی حیثیت سے ہمیشہ اس کو معجزہ سمجھا بھی گیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیے کہ انگلی کے ایک اشارہ اور چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے میں کیا علاقہ تاثیر ہے؟ یا مثلاً لاٹھی کے ڈالنے اور اس کے اژدھا بن جانے میں کیا نسبت ظاہر ہے؟ اسی طرح آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے ابل پڑنے میں کس علاقۂ تاثیر کا دخل کہا جا سکتا ہے؟ ہذا یہ افعال جب بھی اسباب کی دنیا سے بالاتر ظاہر ہوں تو ہمیشہ ان کو معجزہ ہی سمجھا جائے گا اور اسی حقیقت کو بتلانے کے لئے علماء کلام نے معجزہ کو "خارق عادت" سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ اس نظام ہی کے خلاف ہوتا ہے اس لئے زمانے کے کسی انکشاف سے ان کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ یہ کہنا صرف معجزہ کی حقیقت سے لاعلمی کا ثمرہ ہے کہ

"زمانہ کی ترقیات کے ساتھ چونکہ ہر معجزہ کی مادی توجیہ نکل آنے کا امکان موجود ہے لہذا معجزہ اضافی ہو سکتا ہے۔" اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انکشافات جدیدہ معجزات کے اعجاز پر کچھ اثر انداز ہو سکتے ہیں تو کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں کہ جو شے کل تک کسی رسول کے رسالت کی دلیل تھی وہ زمانے کی ترقیات کے بعد اس کی دلیل باقی نہ رہے اور اس طرح معجزات کی توجیہات کے ظہور کے ساتھ ساتھ تمام رسولوں کی رسالت بھی مشتبہ ہوتی چلی جائے۔ والعیاذ باللہ۔

پھر اس کی بھی کیا ضمانت ہے کہ جن اسباب و علل کے تحت کسی معجزہ کی آج توجیہ کی گئی ہے آیندہ چل کر ان کی وہی تاثیر مسلم رہے گی پس اگر بالفرض آج کسی اصول کے ماتحت کسی معجزہ کی توجیہ کر بھی دی جائے تو یہ اطمینان کیسے دلایا جا سکتا ہے کہ اس کے خلاف دوسرے جدید انکشاف کے بعد بھی وہ توجیہ قائم رہ سکے گی، اس کے علاوہ اگر چند معجزات میں یہ طفل تسلیاں کسی حد تک کارآمد ہو بھی جائیں تو اکثر معجزات میں توجیہات کی بیتر کی بھی تمام ہو جاتی ہے۔ اب یہاں اس کا انتظار کرنا کہ شاید زمانے کی ترقیات آئندہ چل کر ان کی بھی کوئی نہ کوئی توجیہ منصۂ شہود پر لے آئیں گی ٹھیک ایسا ہی انتظار ہے جیسا کہ منکرین الوہیت کو آیاتِ ربوبیت کے متعلق لگ رہا ہے۔ شمس و قمر کا یہ مقررہ نظام، ہواؤں کی یہ الٹ پلٹ، سمندروں کے طوفان، زمین کے زلزلے اور آسمان کے بادلوں پر بھی قابو پا لینا ان کے نزدیک مستقبل قریب یا بعید میں متوقع ہے۔ ان کے نزدیک اس عام تسخیر کو "آیات الوہیت" میں سمجھ لینا بھی صرف اشیاء کے خواص و تاثیر سے بے علمی کا ثمرہ ہے۔ آیاتِ نبوت اور آیاتِ الوہیت کی ان توجیہات کے نکالنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس سے پہلے قیامت کا انتظار کریں فَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۔

اب آپ یہاں ان چند کلمات کو سامنے رکھئے جو ہمارے دور میں منکرینِ معجزات کے لئے لکھے گئے ہیں مثلاً ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

"کہ معجزہ صرف اسی حد تک معجزہ ہوتا ہے جب تک کہ اس کے نفسی یا مادی قوانین و علل کا انکشاف نہیں ہوتا۔ لاسلکی کے انکشاف سے پہلے اگر کوئی شخص ہندوستان میں بیٹھ کر امریکہ کا کوئی واقعہ معلوم کر لیتا تو یہ کسی معجزہ سے کم نہ ہوتا لیکن اب معمولی بات ہے۔"

اس کے جواب میں یہ لکھنا کہ

"بے شبہ اس معنے کر کے معجزہ یقیناً اضافی شے ہے اور ہمیشہ رہے گا کوئی معجزہ ایسا نہیں پیش کیا جا سکتا جو اس احتمال اضافیہ سے خالی ہو کیونکہ انسان کا علم ہی تمام تر اضافی ہے اگر اس کا علم قطعی اور مختتم طور پر تمام قوانینِ فطرت کا احاطہ کر سکتا تو البتہ کسی حد تک معجزہ کی نسبت یہ مطالبہ بجا ہو سکتا تھا کسا بدالاباد

تک کسی قانون فطرت سے اس کی توجیہ نہ ہونی چاہئے لیکن جب ہمارا علم ہی اضافی ہے تو کوئی معجزہ احتمال اضافیہ سے کیسے خالی ہو سکتا ہے ...... لہذا جو شئے آج معجزہ ہے بالفرض کل وہ طبعی واقعہ ثابت ہو جائے تو بھی اس سے آج اس کے معجزہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اور معجزہ کی غرض وغایت کو پورا کرنے کے لئے اسی قدر کافی ہے"

عبارت مذکورہ میں ایک طرف "قطعی اور محتم" کی قید لگانا اور دوسری طرف اس کے بعد بھی "کسی حد تک" کا لفظ لکھنا اور آخر میں کسی معجزہ کے طبعی واقعہ ثابت ہو جانے کے بعد بھی اس کے معجزہ باقی رہنے کو تسلیم کر لینا یہ سب ایسے امور ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزات کی طرف سے ان جوابدہی کرنے والوں کے خود اپنے ذہن میں ہی معجزہ کی حقیقت منقح نہیں ہے۔

یا مثلاً ان لوگوں کے جواب میں جو معجزہ اور نظر بندی اور سحر میں کچھ فرق نہیں کرتے یہ کہنا کہ:-

"معجزہ بجائے خود نبوت کی کوئی منطقی دلیل نہیں ہے بلکہ جس شخص میں ظاہری و باطنی کمالات یعنی اصلی خصائص نبوت واوصاف حمیدہ عام انسانوں کے مقابلے میں فوق العادت حد تک مجتمع ہوتے ہیں اس کے حق میں معجزہ محض ایک طرح کی مزید تائید کا کام دے سکتا ہے"

اس عبارت میں بھی عجیب طریقے پر اپنے عجز وضعف کا اظہار ہے کیونکہ یہاں معجزہ کو صرف ایک طفل تسلی کے درجہ میں تسلیم کر لیا گیا ہے حالانکہ شریعت میں اس کا نام دلائل نبوت رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں معجزات دکھانے کی ایک حکمت یہ بھی بیان کی ہے کہ اس سے خصوم کی حجت ختم ہو جاتی ہے۔ اب غور فرمایئے کہ قرآن کی نظر میں جس امر کو "قاطع حجت" سمجھا جائے اس کو دلائل کی فہرست سے خارج کر کے صرف ایک تائید کا مقام دیدینا کتنی نادانی ہے۔ درحقیقت یہ معجزہ کی قاہرانہ حقیقت تک نارسائی کا نتیجہ ہے پھر فرض کر لو کہ ان کچھ جوابات سے کسی سادہ لوح منکر کی تسلی ہو بھی جائے مگر کیا اس سے معجزہ کی وہ حقیقت بھی ثابت ہو سکے گی جو شریعت کی نظر میں اس کی صحیح حیثیت ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر ایک دہریہ کو معجزہ کی حقیقت اور اس کا امکان سمجھانے کی اور صورت کیا ہے؟ تو ہمارے نزدیک نبوت اور الوہیت کے اثبات کے بغیر اس موضوع پر اس سے گفتگو کرنا عبث ہے اور اگر یونہی کرنا ہے تو اس کا مختصر راستہ یہ ہے کہ پہلے خود اسی سے معجزات کے محال ہونے کا ثبوت طلب کیا جائے آخر خرق عادت عقلاً محال ہے کیوں؟ اور اگر یہ محال نہیں تو ممکن کا وقوع فرض کرنے سے کوئی محال کیسے لازم آسکتا ہے۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں معجزہ کے لئے حسب ذیل پانچ شرائط لکھی ہیں جن سے اسکی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے۔

الشرط الاول ان تكون مما لا يقدر عليه الا الله سبحانه.

معجزہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اُس جنس کا ہونا چاہیے، جس پر سوائے اللہ کے کسی کو قدرت نہ ہو۔

والثانی هو ان تخرق العادة فمن قال ایتی مجئ اللیل بعد النهار وان كان لا يقدر عليها الا الله تعالى لكنها ليست خارقة.

دوم یہ کہ وہ خارق عادت ہو لہذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ رات کے بعد دن آئیگا تو یہ معجزہ نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قدرت نہیں ہے، لیکن یہ خارق عادت بات نہیں ہے۔

والثالث ان يستشهد بها مدعی الرسالة على الله عز وجل فيقول ایتی ان يقلب الله سبحانه هذا الماء زيتا او يحرك الارض عند قولى لها تزلزلى.

سوم یہ کہ مدعی رسالت اس کے ساتھ یہ دعوی بھی کرتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے کہنے پر یہ معجزہ دکھلادے گا مثلاً وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کے لئے اس پانی کو تیل بنادے گا یا جب وہ زمین کو یہ حکم دے گا کہ وہ حرکت میں آجائے تو فوراً ہلنے لگے گی۔

الرابع هو ان تقع على دعوى التحدى بها المستشهد بكونها معجزة له فلو نطقت الدابة انه كذب و ليس بنبى.

چہارم یہ کہ وہ معجزہ مدعی رسالت کے دعوی کا مؤید بھی ہو تاکہ وہ اس کو اپنی نبوت کی دلیل بنا سکے پس اگر کوئی جانور اس کے حکم سے بولنے لگے مگر یہ بولے کہ یہ شخص جھوٹا ہے نبی نہیں ہے، تو اگرچہ جانور کا بولنا خارق عادت ہو گا مگر اس کے دعوی کے برخلاف ہے۔

الخامس ان لا یأتی احد بمثل ما اتی به المتحدی على وجه المعارضة ......

پنجم یہ کہ مقابلہ میں کوئی شخص اس کی مثل نہ لاسکے اگر کوئی شخص اس کے مقابلہ میں اس جیسا عمل دکھلاوے تو پھر بھی اس کو معجزہ نہیں کہہ سکتے......

والدجال يدعى الربوبية وبينهما من الفرقان ما بين العميان والبصراء.

دجال اگرچہ ان شروط خمسہ کے مطابق عجائبات دکھلائیگا مگر وہ خدائی کا دعوی کریگا اور ظاہر ہے کہ ان دونوں دعووں میں بینا اور نابینا کا سا فرق ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ہزار خوارق دکھا کر بھی کوئی شخص خدا نہیں بن سکتا اس لئے یہ خوارق عقلاً اس کے دعوی کے مؤید نہیں ہو سکتے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی نبی خوارق دکھلائے تو نبی چونکہ انسان ہی ہوتا ہے اس لئے قدرت کسی کاذب کے ہاتھ پر کبھی ایسے امور ظاہر نہیں کرتی ورنہ اس سے ایک باطل در باطل کی تائید ہوگی اور معجزہ صرف حق کی تائید کے لئے ہوتا ہے۔

امام قرطبیؒ اور قدماء محققین کی ان نقول کی روشنی میں جو اس مضمون میں جا بجا پیش کی گئی ہیں معجزہ کی اسلامی حقیقت بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے اس کے ساتھ میری تمنا یہ تھی کہ اگر اس کے متعلق متاخرین علماء کی رائے بھی معلوم ہو جاتی تو جدید و قدیم علماء کے اتفاق آراء سے یہ مسئلہ ہمارے لئے اور زیادہ قابل اطمینان ہو جاتا۔ خوش قسمتی سے ہماری نظر سے اس سلسلہ میں حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک تحریر گزری جس میں نہایت اختصار کے ساتھ وہ سب کچھ موجود ہے جو ان قدماء محققین کے کلمات میں مذکور ہو چکا ہے اور جو کچھ ہم نے ان کی مراد سمجھ کر اپنی جانب سے ان کی توضیح کی ہے وہ بھی تقریباً اسی طرح حضرتؒ کی عبارت میں موجود ہے۔ الحمدللہ کہ اب احقر کو یہ اطمینان ہے کہ جو کچھ میں نے سلف کی مراد سمجھی ہے وہ ان شاء اللہ صحیح ہے

حضرت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کے نزدیک معجزہ کی حقیقت

"معجزہ صرف یہ ہے کہ اس کے صدور میں اسباب طبیعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا نہ جلیہ کو نہ خفیہ کو نہ صاحب معجزہ کی کسی قوت کو نہ خارجی قوت کو۔ وہ براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلا توسط اسباب عادیہ کے واقع ہوتا ہے جیسا صادر اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا ہے (یعنی فلاسفہ کے نزدیک) پھر قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سبب طبعی نہیں بتلا سکتا کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کر سکتا ہے۔ ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانۂ خاص میں صاحب معجزہ کی تائید ہو جاتی تو دوسرے زمانے میں اس کے سبب خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہو جاتی تو کسی نبی کی نبوت بہ یقین مؤید نہیں ہو سکتا۔ وھذا الکما تری۔ یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سبب خفی بتلا کر باقاعدہ شبہ نہیں کیا نہ اس کی مثل کو ظاہر کر کے مقاومت کر سکے بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فتاتیھم بآیة اور استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائب طبیعیہ میں کوئی فرق واقعی نہیں رہتا۔ . . . اور انضمام اخلاق و کمالات کے ساتھ جو اس کو دلیل کہا گیا ہے تو ان اخلاق کی مخصوصہ نوعیت کو پہچاننے میں جتنی غلطی ہو سکتی ہے وہ معجزات کے متعلق غلطی ہونے سے کہیں زیادہ ہے (بوادر النوادر ص ۲۸۲)۔"

حضرت قدس سرہٗ نے ان مختصر کلمات میں وہ سب کچھ فرما دیا ہے جو اس سے قبل اوراق میں لکھا جا چکا ہے، بلکہ اس کی تقریر و توضیح میں کچھ اضافہ بھی فرما دیا ہے۔ جملہ ۲ سے یہ صاف واضح ہے کہ معجزہ کبھی اضافی نہیں ہو سکتا اور انسان کے علم کے اضافی ہونے کے باوجود یہ حقیقت پھر اپنی جگہ ثابت رہتی ہے کہ قیامت

تک کوئی شخص اس کا سبب طبعی نہیں بتلا سکتا۔ چھٹے جملے میں اس کی پوری وضاحت کردی گئی ہے کہ کسی نبی کے اخلاق وکمالات میں اگرچہ اعجاز کی کتنی ہی روح موجود ہو لیکن ان کا یہ اعجاز نظری ہوتا ہے، لہذا ان کو معجزہ بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ حسّی معجزات کا سمعی اور اخلاق وکمالات کا حقیقی معجزہ نام رکھنا ان کی صحیح تعبیر نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ غلطی میں ڈالنے والی ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہٗ العزیز کی کتاب حجۃ الاسلام کے چند ضروری اقتباسات

حضرت مولانا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مدار نبوت تین باتوں پر ہے اول یہ کہ محبت اور اخلاص خداوندی اس قدر ہو کہ ارادۂ معصیت کی گنجائش ہی نہ ہو۔ لہذا لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوں اور مرتبۂ تقرب سے برطرف بھی نہ کئے جائیں۔ دوسرے یہ کہ اخلاق حمیدہ و پسندیدہ ہوں اور اخلاق کا اچھا یا برا ہونا اس پر منحصر ہے کہ خدا تعالیٰ کے اخلاق کے موافق یا مخالف ہو۔ جو خدا تعالیٰ کے خُلق کے موافق ہوگا وہ اچھا سمجھا جائیگا جو مخالف ہوگا وہ برا سمجھا جائیگا۔ تیسری بات عقل وفہم ہے۔

معجزہ ثمرہ نبوت ہے مدار نبوت — الغرض اصل نبوت تو ان دو باتوں کو مقتضی ہے کہ فہم سلیم اور اخلاقِ حمیدہ اس قدر ہوں، رہے معجزات تو وہ نبوت کے بعد عطا فرمائے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ جس نے اظہارِ معجزات کے امتحان میں نمبر اول پایا اس کو نبوت عطا کی ورنہ ناکام رہا۔

معجزات علمیہ وعملیہ — معجزات عملی اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص دعویٰ نبوت کرکے ایسا کام کر دکھائے کہ اور سب اس کام کے کرنے سے عاجز آجائیں۔ اس صورت میں معجزات علمی اس کا نام ہوگا کہ کوئی شخص دعویٰ نبوت کرکے ایسے علوم ظاہر کرے کہ دوسرے افراد اس کے مقابلہ میں عاجز آجائیں۔ (از ص۲۹ تا ص۳۱ مختصراً)

معجزات حدیثیہ کا ثبوت تورات وانجیل سے کم نہیں — احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں تو تورات وانجیل کے مساوی ہیں کہ مضامین دونوں کے الہامی ہیں اور یہود ونصاریٰ اس بات کے قائل ہیں کہ الفاظ تورات وانجیل کے بھی الہامی نہیں مگر باوجود اس تساوی کے یہ فرق ہے کہ اہلِ اسلام کے پاس حدیث کی سندیں من اولہٖ الیٰ آخرہٖ موجود ہیں اور تورات وانجیل کی سند کا آج تک پتہ نہیں تو پھر جب حضرات نصاریٰ سے مقابلہ ہو تو ان حدیثوں کے پیش کر دینے میں بھی حرج نہیں جن کی ہمارے پاس کوئی سند نہ ہو۔ یہ کیا انصاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات تو ان روایات کے بھروسہ پر تسلیم کر لئے جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باوجودیکہ ان کی سندیں متصل ہوں تسلیم نہ کئے جائیں۔ پھر تماشہ یہ کہ یہ بے معنی حجتیں نکالی جائیں۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ معجزے قرآن میں مذکور نہیں، عجب

اندھیر ہے کہ تاریخوں کی باتیں تو جن کے مصنف اکثر سنی سنائی لکھتے ہیں اور راویوں کی کچھ تحقیق نہیں کرتے حضرات نصاریٰ کے دل میں نقش کالحجر ہو جائیں اور نہ مانیں تو احادیث محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانیں۔

علاوہ بریں اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی معجزہ قرآن میں مذکور نہیں تو یہ "دروغ گویم برروئے تو" کا مصداق ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ سارے معجزات قرآن میں موجود نہیں تو ہماری یہ گذارش ہے کہ ایمان کے لئے ایک بھی کافی ہے۔ علاوہ ازیں مدار قبول صحت سند پر ہے نہ خدا کے نام لگ جانے پر، اور جب یہ ہے تو احادیث نبویہ واجب التسلیم ہوں گی اور سنئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں معجزات دکھلانے سے انکار ہے۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ ایسا ہی انکار ہے جیسے انجیل میں معجزات دکھلانے سے انکار موجود ہے۔ (از مرزا ثناء مختصراً)

معجزہ کی اقسام

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور تاریخ البدایہ والنہایہ میں معجزہ کی دو قسمیں تحریر فرمائی ہیں حسّی اور معنوی۔

معنوی معجزات معنوی معجزہ سے مراد مدعی نبوت کے وہ نمایاں اوصاف وملکات ہوتے ہیں جو قدرت کسی کسب کے بغیر شروع سے اس میں ودیعت فرماتی ہے مثلاً اس کی صداقت وامانت، اس کے معالی اخلاق، اس کی علو ہمتی اور اس کی تعلیم وتزکیہ وغیرہ۔ بے شبہ یہ سب امور ایسے ہیں جو خالق فطرت اور ایک مدعی نبوت کے درمیان رابطہ کے ثبوت کے لئے کافی ہیں لیکن ادھر بڑی مشکل یہ ہوتی ہے کہ جس دور میں انبیا علیہم السلام تشریف لاتے ہیں اس میں طغیان وفساد اور ضد وعناد کی باد صرصر اتنی تیز وتند ہو جاتی ہے کہ عام عقول یکسر غور وفکر سے عاری ہو کر رہ جاتی ہیں، باطل عقائد دماغوں میں اس طرح پیوست اور راسخ ہو جاتے ہیں کہ ان صفات وملکات پر غور کرنا تو کجا اپنے عقائد کے خلاف ذرا سی آواز سننا بھی کسی کو گوارا نہیں ہوتا۔ ان حالات میں خود نبی اور اس کی تعلیمات وتزکیہ ہی چیزیں سب سے پہلے مورد نزاع بن جاتی ہیں اب ایسے بدمذاقوں کے سامنے بھلا ان امور کو بطور معجزہ وبرہان کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں انسانی دماغ کے انحطاط وارتقاء کے لحاظ سے ان سب امور کا کوئی خاص معیار مقرر کرنا بھی مشکل ہے اعمال واخلاق کا اگرچہ ایک حصہ ایسا ہے جس میں کبھی کسی کو اختلاف نہیں رہا تو اس کا ایک حصہ وہ بھی ہے جس میں زمانہ، انسانی طبائع اور بلاد کے اختلاف سے بڑا اختلاف رہا ہے۔ مثلاً عریانی بنی اسرائیل میں یہ کوئی عیب ہی نہ تھی اور عہد جاہلیت میں بھی اس کو ادنیٰ سی بداخلاقی بھی تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ موجودہ دور میں آج تو بہت سے ایسے افراد ہیں جو عریانی کو ایک فیشن سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ عہد جاہلیت میں جن امور کو شجاعت کا جوہر اور شرف کا معیار سمجھا جاتا تھا یہ وہی امور تھے جن کو

اسلام نے بدترین جرائم اور بداخلاقی قرار دیا ہے۔ رہا تعلیم کا مسئلہ تو آج بھی اس میں جتنے مختلف نظریات موجود ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اب رہی انبیاء علیہم السلام کی نصرت و تائید تو یہ بھی گو ان کی حقانیت کا واضح ثبوت ہو، مگر اس کو بھی فیصلہ کن معیار ٹھہرانا مشکل ہے کیونکہ نصرت کے ساتھ ہزیمت کے واقعات بھی ان کی زندگیوں میں ملتے ہیں بلکہ کوئی کوئی نبی ایسا بھی گزرا ہے جس کے متبعین صرف معدودے چند افراد ہی ہوئے ہیں۔ ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کر لی جائے تو اخلاق کا معاملہ قدرت کی ایک ایسی عام بخشش ہے جس میں بہت سے کفار بھی شریک رہے ہیں۔ ان کا کوئی ایسا معیار مقرر کرنا جس سے انبیاء علیہم السلام کی فوقیت اس قسم کے انسانوں پر اعجازی رنگ میں ثابت کی جا سکے، الفاظ کی حدود میں سمانا مشکل ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک سطحی علم کا شخص کہیں تاریخ میں اس قسم کے افراد کا تذکرہ دیکھ لیتا ہے تو وہ بے جھجک ان کے متعلق نبوت کا حسنِ ظن کرنے لگتا ہے حالانکہ ان چند اوصاف کے علاوہ اس کے پاس ان کے ایمان کے لئے بھی کوئی شہادت نہیں ہوتی بلکہ اس کے خلاف ان کے کفر کا ثبوت ملتا ہے لیکن اس پر بھی اُس کا قلم چاہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اُن کے اس پہلو کو دبا دیا جائے۔ پھر یہ امر بھی قابل فراموشی نہیں ہے کہ ملکاتِ حسنہ اور اخلاقِ طیبہ کا اعجاز صرف مشاہدہ کرنے والوں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ جو لوگ غائب ہوں ان کے حق میں ان اخلاقی صفات کی صرف حکایت کرنی تشفی بخش نہیں ہوتی۔ اس کا سبب بھی یہی ہے کہ ان صفات کی اعجازی صورت کا تصور عام اذہان میں آنا مشکل ہوتا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے جب حضرت ابوذرؓ کے قاصد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آکر اُن سے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص دیکھا جو بلند اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور ایک ایسا کلام سناتا ہے جو شعر معلوم نہیں ہوتا تو صرف اتنی بات سے ابوذرؓ کی تشنگی بجھ نہ سکی لیکن جب انھوں نے خود حاضر ہو کر آپ کے روئے انور کا مشاہدہ کر لیا تو اب ان کے سامنے ایک ایسا ظاہر و باہر معجزہ تھا جس کے بعد وہ کسی اور معجزہ کے محتاج نہ تھے۔ رُخِ انور پر نظر پڑی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

غالباً ان ہی اسباب و علل کی بنا پر جب انبیاء علیہم السلام سے معجزات طلب کئے گئے تو انھوں نے گو اپنی زندگیوں پر غور و فکر کی دعوت دی مگر اپنی صفات کو اپنا معجزہ بنا کر پیش نہیں فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نبوت خود ایک عقلی شے ہے آنکھوں سے نظر آنے والی چیز نہیں اب اگر اس کا ثبوت یعنی معجزات بھی صرف علمی اور عقلی رہ جائیں تو بتلایئے کہ معجزات سے نبی کی معرفت میں سہولت کے بجائے کتنی الجھن اور بڑھ جائے اس لئے انھوں نے اپنی قوموں کے سامنے ہمیشہ ایسے ہی معجزات پیش کئے ہیں جو بدیہی اور فیصلہ کن ہوں اور یہ وہی اشیاء ہو سکتی ہیں جو قابل بحث ہی نہ ہوں اور وہ صرف حس و مشاہدہ کی اشیاء ہیں جو کسی غور و فکر کی محتاج نہیں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کی صفات اور اس کے اخلاق و ملکات میں اعجاز کی روح نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ منکرین اور خصوم کے سامنے ان کو بطور اعجاز پیش کرنا فیصلہ کن نہیں ہو سکتا۔

حسی معجزات حسی معجزات وہ کہلاتے ہیں جو قدرت الہیہ کے قاہرانہ افعال و عجائبات رسولوں کے ہاتھوں پر ان کے دعوی نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں۔ ان کو حسی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کا ادراک کرنا کسی بڑی عقل و فہم کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ادنیٰ سا حس و شعور بھی اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ معنوی معجزات بھی نبی کی صداقت کا بڑا ثبوت ہوتے ہیں مگر اُن میں پھر غور و فکر کرنے کا محل باقی رہتا ہے اس کے برخلاف حسی معجزات ہیں، جب وہ اسباب ظاہری کا پردہ چاک کر کے سامنے آتے ہیں تو اب غور و فکر کا میدان تنگ ہونے لگتا ہے اور جتنا یہ میدان تنگ ہونے لگتا ہے اتنا ہی ایمان نہ لانے والوں کے لئے عذر و مہلت کا میدان تنگ ہوتا چلا جاتا ہے اور اب ایمان نہ لانا قابل معافی نہیں رہتا بلکہ یہ قلوب پر مہر ہونے کی ایک علامت ہوتی ہے کیونکہ ان کا دیکھ لینا گویا قدرت علی الاطلاق کا مشاہدہ کر لینا ہے۔ اگر کہیں رسولوں کے "توسط" کا ذرا سا حجاب درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو شاید موت کے وقت ایمان لانے کی طرح اُن معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان لانا قابل قبول نہ ہوتا اور خاص معجزات کی فرمائش کر کے پھر ایمان نہ لانا تو گویا عذاب الٰہی کو آخری دعوت دیدینا ہے اس لئے معجزات کی یہ نوع روحِ اعجاز میں معنوی معجزات سے کسی طرح کم نہیں، بلکہ معجزات اگر پیغمبر و قت کے فرستادۂ الٰہی ہونے کی دلیل ہیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے لئے "محسوسات" "معقولات" سے زیادہ کھلی ہوئی دلیل ہیں اس لئے معجزات حسی ہوں یا معنوی یہ دونوں قسمیں نبی کی صداقت کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر دلائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے وجود کی تصدیق کے لئے عالم میں حسی اور معنوی دونوں ہی قسم کے دلائل پیدا فرمائے ہیں (سَنُرِيهِمْ اٰيَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ) اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل و معجزات ظاہر فرمائے ہیں اور جس طرح خالق کی تصدیق کیلئے حسی آیات معنوی آیات سے کچھ کم نہیں اسی طرح یہاں بھی حسی معجزات کا پلہ معنوی معجزات سے ہلکا نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فہم و عقل کے لحاظ سے، چونکہ انسانوں کے طبقات مختلف ہیں پھر کفر و شرک کے اثرات سے جوہرِ عقل کا ادراک اور ناقص ہو جاتا ہے اور اس کا تمام ادراک اپنے محسوسات و مشاہدات ہی میں منحصر ہو کر رہ جاتا ہے اور "مجردات" کے فہم کی قابلیت بہت ناقص اور ضعیف پڑ جاتی ہے اس لئے حکمتِ الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ وہ اپنی ربوبیت کی معرفت کی طرح اپنے رسولوں کی معرفت کے لئے بھی دونوں قسموں کے دلائل ظاہر فرمائے تاکہ اس وقت کے ہر طبقہ کے لئے سامانِ ہدایت میں سہولت پیدا ہو جائے

اور ایک جاہل کے لئے بھی ان کی معرفت میں کسی قسم کی دشواری باقی نہ رہے۔ اگر ایک طرف ذی فہم طبقہ ان کی صفات و اخلاق پر نظر کرکے ان کی نبوت کا یقین لا سکے تو دوسری طرف ایک کم فہم شخص کے لئے بھی ایمان و یقین کا سامان موجود ہو۔

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد　　　برنگ اصحاب صورت را بو ارباب معنی را

لہٰذا یہاں "حسی معجزات" کو ہلکا کرتے کرتے شمار ہی نہ کرنا یہ "باب معجزات" میں ایک اصولی بلکہ خطرناک غلطی ہے۔

کتب کلام میں معجزہ اور نبوت کا ربط

یہاں حدیث و قرآن کے بیانات سے صرفِ نظر کرکے علم کلام کے معتقدین نے صرف اپنے مقصد کی تائید اور معجزات کی تاویل کے لئے یہ ایک اور منطق چلائی ہے کہ علماء کلام کے نزدیک معجزات لوازم نبوت ہی میں سے نہیں اگر کوئی نبی ایک معجزہ بھی نہ دکھلاتا تو بھی اس پر ایمان لانا واجب ہوتا اور اس "علمی طریقہ" سے معجزات کے باب کو دھکا لگانے کی ایک اور سعی ناکام کی ہے۔ شاید ان کلمات کے لکھنے کے وقت اُن کو اس بات سے ذہول ہو گیا ہوگا کہ ان علماء کے نزدیک حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی کوئی ضروری امر نہیں ہے کیونکہ منعم حقیقی کی معرفت عقلاً واجب ہے لہٰذا اگر ایک بھی نبی کی بعثت نہ ہوتی جب بھی حق تعالیٰ کا وجود تسلیم کرنا واجب ہوتا۔ اب فرمائیے کہ علماء کلام کے ان عقلی گنتوں کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا اس کی ضرورت میں کیا کوئی ادنیٰ سا تردد بھی کرنے کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا جس طرح منعمِ حقیقی نے اپنی معرفت کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر انبیاء علیہم السلام اور دیگر ڈرانے والوں کو بھیجا اور اتنی وسعت کے ساتھ بھیجا کہ ایک جگہ یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ　اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

اب اگر اسی ذات وحدہ لاشریک لہ نے اپنی رافت و رحمت سے اپنے انبیاء و رسل کے لئے کسی لزوم عقلی کے بغیر معجزات بھی دکھلائے تو پھر یہاں لزوم عقلی کا ایک اور شاخسانہ نکال کھڑا کرنے سے سوائے ان نعمات الٰہیہ کی ناقدری کرنے کے اور کیا فائدہ ہے۔

چاہئے تو یہ تھا کہ حمد و ثنا کی زبان بے ساختہ کھل جاتی اور شکر کے دونوں ہاتھ بے اختیار اُٹھ جاتے انصاف کیجئے کہ جس قادر علی الاطلاق ذات نے حیلہ جو انسان کے لئے اس عذر کا موقع نہیں چھوڑا کہ وہ یہ کہہ سکے کہ مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ۔ (ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا) وہ ان کو یہ موقع کب دے سکتی تھی جنھوں نے معجزات پر معجزات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد بھی یہی رٹ لگائے رکھی: لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ (کیوں نہ دیا گیا اس کو مثل اس کے جو موسیٰ کو دیا گیا) اور کبھی یہ کہا: لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ (یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے) ایسے ہٹ دھرموں کے لئے بھلا آپ کے علم کلام کی "لزوم عقلی"

باہم لزوم کی بحثیں کیا تشفی بخش ہوسکتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء کلام کے یہ سب مباحث اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف عقلی بحثیں تھیں، خارجی دنیا سے ان مباحث کا کوئی علاقہ نہیں، اسی لئے ان عقلی موشگافیوں کے باوجود اس کو کیا کیجئے کہ نبوت کی تاریخ سے ان میں ایسا لزوم ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی کی زندگی ان معجزات سے خالی نہیں ملتی، بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو نبی جتنا اولوالعزم ہوا ہے اس کے معجزات بھی اتنے ہی عظیم الشان ہوئے ہیں اور اسی تاریخ کی بنا پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے بھی معجزات طلب کئے گئے

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ	اس کو چاہئے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے، جیسے
الْأَوَّلُونَ ۔ (الانبیاء)	پہلے پیغمبر نشانیاں (معجزات) لیکر آئے تھے۔

اسی کے ساتھ صحیح بخاری میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ان الفاظ میں موجود ہے:۔

ما من نبی من الانبیاء الا اعطی	کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو کچھ نہ کچھ معجزات
من الآیات الخ	نہ دیئے گئے ہوں۔

پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ "حسی معجزات اور نبوۃ کے درمیان کوئی ربط ہی نہیں ہے"۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حسی معجزات خود انبیاء علیہم السلام کی صفات نہیں ہوتیں وہ قدرتِ قاہرہ کے افعال ہوتے ہیں جو رسولوں کے واسطہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا ظہور بھی خود رسولوں کی قدرت واختیار سے نہیں ہوتا اور وہ قوموں کے لئے اسوۂ حسنہ بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے اور رسولوں کے ساتھ ہمیشہ قائم نہیں رہتے، اس کے برخلاف معنوی معجزات ہیں وہ خود رسولوں کی صفات ہوتے ہیں اور ہمیشہ ان کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور مخلوق کیلئے بہترین نمونہ بھی ہوتے ہیں امتوں کو ان کی اتباع کی دعوت بھی دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کلام نے حسی معجزات کو مقاصدِ نبوت میں شمار نہیں کیا اور ان معجزات میں اور نبوت میں تلازم نہیں لکھا مگر اسی کے ساتھ

علمِ کلام کی اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات ہیں

ساتھ دوسری طرف اس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ ان کی اصطلاح میں معجزات صرف "حسی معجزات" ہی کا نام ہے۔ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ معنوی معجزات اور نبوت میں بھی کوئی تلازم نہیں ہے۔ کیا ہر نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اعلیٰ اخلاق وملکات اور عمدہ تعلیم وتزکیہ کا مالک ہو، صدق وامانت کا مرقع ہو، اور رحمت ورافت کا مجسمہ ہو؟ اگر اس میں یہ صفات نہیں تو یقیناً وہ نبی بھی نہیں پس اگر اصطلاح میں حقیقی معجزات صرف معنوی معجزات ٹھہریں اور حسی معجزات صرف سطحی اور ظاہری معجزات ہوں تو پھر یہ دوسرا مسئلہ بالکل غلط ہوکر رہ جائے گا کہ نبوت اور معجزہ میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب نااہل قومیں اپنے رسولوں کی صفات دیکھکر متاثر نہیں ہوتیں تو پھر شانِ مہر کی بجائے شانِ قہر کا ظہور ہوتا ہے تاکہ اگر وہ ایک صحیح راستہ سے فائدہ نہ اٹھاسکیں تو اب ڈر کر ہی ایمان قبول کرلیں

اس لئے اس جلد میں معجزات کی صحیح صحیح حقیقت بلا رو رعایت صاف صاف بیان کردی گئی ہے اور اس کی تفہیم میں ذرہ برابر بھی کسی ادنیٰ سی لچک کو برداشت نہیں کیا گیا۔ کیونکہ صرف منکرین کی خاطر صحیح بات کو قلم دبا دبا کر لکھنا نہ تو معجزات کی حقیقت ہی کو پورا پورا واضح کرتا ہے اور نہ منکرین ہی کے لئے کسی تسلی و تشفی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اسلام کسی کی ادنیٰ سی رعایت کرنے کا نام مداہنت رکھتا ہے، چنانچہ صاف الفاظ میں فرماتا ہے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ہ کسی شخص یا طائفہ کا نام لے کر نہیں فرمایا گیا۔

"ترجمان السنہ" کے دیکھنے والے یہ اندازہ خود فرما سکتے ہیں کہ اس کے مؤلف کا قلم رد و قدح کرنے سے ہمیشہ کتنا بچ کر چلتا رہا ہے اور یہی وطیرہ اس جلد میں بھی قائم رکھنے کی سعی کی گئی ہے مگر جہاں صاف گوئی نے مجبور کیا ہے وہاں بادلِ ناخواستہ کچھ اشارات کر دیئے گئے ہیں جس کے لئے ہم اس مذاق کے قارئین کرام کے سامنے یہ شعر پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

سچ تو یہ ہے کہ "ترجمان السنہ" کا قدم جتنا آگے بڑھتا گیا، اس کی جولانگاہ کا میدان اتنا ہی اور زیادہ تنگ ہوتا چلا گیا۔ اب یہ جلد جو اہم تر مباحث پر مشتمل ہے وہ پانچ سال کے بعد ان حالات میں آپ کے سامنے آرہی ہے، جب کہ مؤلف تین سال سے خود صاحب فراش ہے صرف گذشتہ غیر مرتب مسودہ ہی کو پیش کر کے اپنے سر سے ایک بڑی ذمہ داری کا بار کسی قدر ہلکا کر دینا چاہتا ہے اور اس امید پر پیش کرتا ہے ؎

وذلك في ذات الله وان يشاء يبارك على اوصال شلو ممزع

ہم نے سب سے اول یہاں ان معجزات ہی کو ذکر کیا ہے جن کو معجزات کی تاویل کرنے والوں نے جھوٹ، افترا، اور خرافات کے علاوہ اور نہ معلوم کن کن الفاظ سے یاد کیا ہے، بلکہ انکے مصنفین پر بھی جو تیسری صدی سے لیکر چھٹی صدی تک سب کے درمیان مسلّم شخصیات بارزہ رہی ہیں، خوب ہاتھ صاف کیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت کو تو ان الفاظ کے نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی۔ انہی سے ہم نے سب کچھ سیکھا، پھر ان پر بے وجہ آوازے کسنا ہمارے نزدیک ایک جرم عظیم ہے آپ کو ان مؤلفین کی اسانید پر اُن کے احکام کو دیکھ کر یہ اختیار ہے کہ ان احادیث کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں لیکن یہ خود ہی انصاف فرمالیں کیا اس درجہ کی حدیثوں پر جھوٹ اور افترا کا حکم لگایا جا سکتا ہے، میرا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور پیشگوئیوں کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب

اسی طرح ان معجزات کی تاریخ نے بھی انسانوں کے قلوب پر شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے کچھ نہ کچھ اثرات چھوڑ دیئے تھے پھر ان "فرمائشی معجزات" کے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لانے والوں کا جو حشر ہوا وہ قرآن کریم میں جا بجا مذکور ہے اس لئے منصفانہ نظر میں اب حسّی معجزات پر زور دینے کی کوئی ضرورت ہی باقی نہ رہی تھی لہذا آخر میں عالم کی ہدایت کا جو دستور العمل تھا خود وہی ایک مجسم اور دائمی بلکہ حسّی اور علمی معجزہ بنا کر عالم انسانی کے سامنے بھیج دیا گیا یعنی قرآن کریم۔ اور جب کبھی کسی نے حسّی معجزہ کی فرمائش کی تو ان کو گذشتہ تاریخ کی طرف متوجہ کر کے یہ تنبیہ کر دی گئی کہ جب واضح سے واضح معجزات پر بھی قوموں نے فائدہ نہیں اٹھایا تو اب پھر اس مطالبہ سے کیا فائدہ۔ پس، قرآن کریم کا حسّی معجزات کے مطالبہ سے منع کرنا ہرگز اس لئے نہیں کہ اس کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ دنیا کے خاتمہ پر اگر مخلوق اب بھی اسی بحث میں الجھی رہی اور فرصتِ عمل کو ضائع کر بیٹھی تو پھر یہ ان کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا، کیونکہ اگر آج تک عاقبت نا اندیش انسان اس فرصت کو ضائع کرتا رہا تو بعد میں پھر ایک بار ان کو فرصتِ عمل مل گئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ اب نہ کوئی رسول تھا نہ کوئی شریعت اور اب یہ ان کے لئے آخری فرصت تھی اس لئے ان کے بارے میں رحمتِ الٰہی کا تقاضہ یہی تھا کہ انسانی دماغ کو ان فضول مطالبات سے ہٹا کر اصل مقصود کی طرف متوجہ کر دیا جائے۔ اپنے اسی مقصد کی وضاحت خود قرآن کریم نے ان الفاظ میں کر دی ہے :-

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ ‏ اور ہم کو نشانیاں (معجزات) کے بھیجنے سے صرف یہ
اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ امر مانع رہا ہے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلا دیا۔

ان تمام آیات کی روح تھی تو درحقیقت عالم انسانی کی سراسر ہمدردی و فلاح۔ اُس کو فنا کر کے ان سب کا رُخ بالکل دوسری طرف پلٹ دیا گیا ہے اور پھر اس کو اس طرح پھیلایا گیا ہے کہ عوام تو درکنار ایک مرتبہ تو سطحی علم والے شخص کو بھی یہ وہم ہونے لگتا ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں بھی ان حسّی معجزات کی کوئی وقعت نہ ہوگی (والعیاذ باللہ) حالانکہ ان کی روح میں یہ عظیم الشان موعظت ہے کہ معجزات منکرین کے لئے ہوتے ہیں پھر منکرین کی درشت طبائع ان سے مستفید بھی نہیں ہوتیں لہذا یہ کتنا نامناسب ہے کہ اس کے نتائج و عواقب دیکھ لینے کے بعد بھی آج پھر اپنے آپ کو منکرین نا عاقبت اندیشوں ہی کی صف میں کھڑا کر لیا جائے اور وہی مطالبات جاری رکھے جائیں جو ہمیشہ پورے کئے جاتے رہے ہیں اور ان کے عواقب بھی ہمیشہ سامنے آتے رہے ہیں۔ اب اتنی کھلی ہوئی حقیقت کے بعد بھی معجزات طلبی کی ممانعت سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ یہ حسّی معجزات کی بے وقعتی پر مبنی تھا کہاں تک صحیح ہے۔ اسی طرح قیصر و ابو سفیانؓ

دجال کے متعلق وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں، جو صحیح بخاری و مسلم جیسی معتبر کتابوں میں موجود ہیں اور بہت سے مسلمانوں کے کان تک اُن سے ناآشنا ہیں۔

امتنان وتشکر

سب سے پہلے مجھے مولانا مکرم جناب سراج الحق صاحب الہ آبادی کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے جنہوں نے اپنے حج کے قیمتی ایام کسی سابق تعارف کے بغیر ان بکھرے ہوئے اوراق کی ترتیب دہی کے لئے وقف فرمائے اور بڑی سخاوت کے ساتھ ان اہم کاغذات کو مرتب فرما کر ایک جگہ کر دیا اور کہیں کہیں اپنے قلم سے احادیث کا ترجمہ بھی فرمایا۔ اُس کے بعد عزیزم حافظ انصار فرید صاحب سلمہ نے اپنی نوعمری کے باوجود کتاب کا سو صفحات کا فل اسکیپ سائز پر حک و فک سے لبریز مقدمہ بڑی دلچسپی کے ساتھ مجھ کو سنایا، اس کے بقیہ حصص کے سنانے میں جو احادیث نبویہ پر مشتمل تھے عزیز القدر حافظ مولوی آفتاب احمد سلمہ نے حصہ لیا۔ پھر عزیزم حافظ اسمٰعیل بلبلیہ سلمہ نے میری ہدایات کے مُوافق کتب احادیث اور "اقتضاء الصراط المستقیم" کی مختلف عبارات لکھیں، اس لئے یہ منتشر اوراق میری موجودہ حالت میں مختلف اشخاص کی مدد سے جمع ہو گئے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرًا۔

اتفاق یہ کہ اس اہم جلد کا مقدمہ اپنی پنج سالہ علالت سے قبل ہی بڑی عرق ریزی و دماغ سوزی کے بعد ضبط تحریر میں لا چکا تھا، اگرچہ علمی ہوس کبھی بھرا نہیں کرتی، تاہم جس حالت میں یہ مقدمہ سو صفحات کے اندر موجود ہے، اسی کو کتاب کی جان سمجھنی چاہئے، اس کے بعد تشریحی نوٹوں کی کوئی حاجت نہیں رہتی، پھر بھی کہیں کہیں ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں اور ان میں ضروری مسائل کی طرف اشارات بھی کر دیئے گئے ہیں، جو امید ہے کہ اہلِ فہم وبصیرت کے لئے بہت کافی ہوں گے۔

ضروری گذارش

یہ گذارش کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کا اکثر حصہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی مشہور کتاب "الجواب الصحیح" سے ماخوذ ہے۔ آج سے دس سال قبل میں نے یہ کتاب ایک عالم سے مستعار لی تھی، پھر ضروری نشانات کر کے اس میں سے بہت سے معجزات اور ضروری عبارات کی نقول بعض علماء کی معرفت کرائی تھیں۔ اس کے بعد کتاب صاحب کتاب کو واپس کر دی تھی، اس لئے اس وقت ان ضروری عبارات کی نقول اور احادیث کے مقابلہ کرنے سے معذوری رہی۔ ہو سکتا ہے کہ ان احادیث میں بعض مقامات پر کوئی لفظی تغیر

بہرحال اہلِ کتاب کے سامنے اہم سوال یہی تھا۔ وہ آنے والے پیغمبر کو ان صفات پر جانچیں جو جو ان کی کتابوں میں اس کی صفات بیان ہوئی ہیں ان کے سامنے حسّی معجزات کے اعجاز و عدم اعجاز کا کوئی سوال نہ تھا، ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ یہود و نصاریٰ ہی تو تھے جنھوں نے اپنے اپنے رسولوں سے وہ وہ احمقانہ معجزات طلب کیے ہیں جن کو کسی رسول کی صداقت سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔ اب آپ ایک بار اُن کی تاریخ قرآن کریم میں اٹھا کر پڑھ لیجیے، اس سب کا اعادہ موجب طوالت ہوگا اس لئے ہم یہاں اس کو نقل نہیں کرتے۔ اس کے بعد جب آپ کا دور آیا تو کیا انھوں ہی نے آپ سے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا؟

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ (النساء) — اہل کتاب تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو اُن پر لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لاوے۔

کیا ان کا یہ سوال کرنا اسی معجزہ طلبی کی عادت پر مبنی تھا۔ ان کے خیال کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ ان کو آسمان سے تورات عنایت ہوئی تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ جیسا پہلے نبیوں نے معجزات دکھائے ایسے ہی معجزات آپ بھی دکھائیں:

فَلْيَأْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ — اس کو چاہئے کہ ہم کو کوئی ایسا معجزہ دکھائے جیسے پہلے رسولوں نے دکھائے

اس لئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ایسی قوم کے نزدیک حسّی معجزات کی کوئی حیثیت نہ تھی؟

خلاصہ یہ ہے کہ حسّی معجزات عوام اور خواص سب کی اصطلاح میں حقیقی معجزات ہوئے ہیں وہ کسی کے نزدیک بھی صرف سطحی اور ظاہری نہیں ہوئے خود قرآن کریم نے ان کا نام "آیات" ہی رکھا ہے یعنی معجزات و خوارق" اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں ان حسّی معجزات ہی کا ذکر فرمایا ہے محدثین نے بھی ان ہی کو ہمیشہ اعتنا کے ساتھ جمع فرمایا ہے اور کتب دلائل کا بیشتر حصہ ان ہی کے لئے وقف ہوا ہے۔ اہلِ کتاب اور منکرین کی طرف سے بھی ان ہی کا مطالبہ ہوتا رہا ہے اور اس بنیاد پر ہوتا رہا ہے کہ یہی وہ نوع تھی جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں میں ثابت ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں شق القمر، اسطوانہ حنانہ، انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے ابلنا، کھانوں میں برکت، پانی میں برکت وغیرہ وغیرہ جو تواتر سے ثابت شدہ واقعات ہیں یہ سب آپ کے حسّی ہی معجزات تھے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ حسّی معجزات صرف سطحی اور ظاہری ہوتے ہیں اور قرآن پاک کی نظر میں ان کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں اور وہ آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر موجود نہ تھے؟

ان کے علاوہ آپ کی ولادت سے قبل یا ولادت کے وقت جن عجائبات کا ظہور ہوا تھا وہ سب حسی ہی واقعات تھے۔ اسنادی لحاظ سے جس درجہ کی اسناد تاریخی واقعات کے لئے ہو سکتی ہے اس سے زیادہ مضبوط اسانید باعتراف محدثین ان کے لئے بھی موجود ہیں پھر محض ایک غلط بنیاد پر ان کو قبول نہ کرنا بلکہ ان کو "موضوع" قرار دے ڈالنا اور ان کے راویوں کے سر "وضع" کی تہمت لگا دینا یہ اسلامی تاریخ پر کتنا بدنما داغ ہے۔ ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کی اسناد اعلیٰ درجہ کی نہیں ہیں مگر یہ لکھ ڈالنا تو اسلامی تاریخ کے متعلق ایک بڑی جسارت ہے کہ

"مثلاً آپ کے زمانہ میں بت پرستی کا استیصال ہو گیا، کسریٰ و قیصر کی سلطنتیں فنا ہو گئیں، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ ہو گیا، شام کا ملک فتح ہوا۔ ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنایا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے، قیصر و کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتش کدۂ فارس بجھ کے رہ گیا، نہر ساوہ خشک ہو گئی، ایک نور چمکا جس سے شام کے محل نظر آنے لگے۔"

اب سوچئے کہ صرف زورِ قلم میں آکر محض اپنی بے تکی قیاس آرائی پر یہ لکھ دینا کہ واقعات تو یہ تھے، مگر راویوں نے ان کو خود معجزہ بنا لیا ہے، کیا یہ شرعاً و اخلاقاً درست ہے؟ یہاں راویوں پر صرف ایک وضع ہی کی تہمت نہیں بلکہ ان کے سر اس حماقت کا الزام بھی ہے کہ جو واقعات آپ کے عہد نبوت کے بعد کے تھے انھوں نے ان کو آپ کے زمانۂ ولادت کا بنا ڈالا۔

اگر آپ ذرا غور کریں گے تو یہ تمام نتائج اسی کے ہیں کہ حسی معجزات چونکہ مادی دنیا کو ایک بڑا زبردست چیلنج ہوتے ہیں اس لئے کمزور طبائع ہمیشہ ان کے مقابلے سے عاجز آکر چاروں طرف کوئی نہ کوئی سہارا تکا کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی قدیم رسم کا خاتمہ کر دینا یا اپنی سیاست سے کسی سلطنت کا فنا کر دینا یا علم و عدالت صداقت و امانت اور عفت و دیانت اس نوع اعجاز کا تسلیم کرنا مادی عقول کے لئے بھی کچھ مشکل نہیں مگر یہاں دوسری مشکل یہ ہے کہ ان کے نزدیک یہ اعجاز دکھانا گو مشکل نہ ہو مگر ان کی بنا پر نبوت کا تسلیم کرنا یہ سب سے بڑی مشکل ہے۔ اس کے برخلاف حسی معجزات ہیں جیسے چاند کا شق ہو جانا یا لکڑی کا چیخ پڑنا وغیرہ یہ ایسے معجزات ہیں جن کو عقول سافلہ محالات میں سمجھتی ہیں، تعجب اور صد تعجب ہے کہ اگر دنیا میں یہی واقعات کسی اتفاقیہ صورت میں پیش آجاتے ہیں تو کسی کے نزدیک بھی قابل انکار نہیں ہوتے، بلکہ ان کی تحقیقات کے لئے فوراً ایک کمیٹی بیٹھ جاتی ہے لیکن جہاں ان حوادث کا رشتہ ذرا بھی مذہب سے وابستہ ہوتا نظر آتا ہے بس فوراً وہ لغویات کی فہرست میں شمار ہو کر تحقیق سے پہلے قابلِ انکار سمجھ لئے جاتے ہیں لہٰذا معنوی معجزات پر زور دینے والے صرف حسی معجزات کی حقیقت ناشناسی کے جرم کے ہی مرتکب نہیں

بلکہ غیر شعوری طور پر انکار یا تاویل معجزات کی دلدل میں پھنس گئے ہیں اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم نے بہت سے معجزات کی حیثیت نظروں سے گرا کر ایک طرف تو مادی عقول کو اسلام کے قریب کر دیا ہے اور دوسری طرف علمی و اخلاقی معجزات کا پایہ نظروں میں بلند کر دیا ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ.

ایک اور اہم غلطی کا ازالہ معجزات کی تقسیم و تحلیل میں

جس طرح کہ معجزات کے حقیقی اور اضافی ہونے کی تقسیم غلط ہے یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ جو کل تک معجزہ تھا وہ علوم جدیدہ اور اکتشافات جدیدہ کے بعد معجزہ باقی نہ رہے اسی طرح معجزہ کی یہ تحلیل بھی غلط ہے کہ "معجزہ کا خارقِ عادت ہونا"

(۱) "کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ نفس واقعہ تو خلافِ عادت نہیں ہوتا مگر اس کا وقتِ خاص پر رونما ہونا خارقِ عادت ہوتا ہے، مثلاً طوفان آنا، آندھی آنا، زلزلہ آنا، کفار کا باوجود کثرتِ تعداد کے بے یار و مددگار اہلِ حق سے خوف کھا جانا وغیرہ تمام تائیداتِ الٰہیہ اسی قسم میں داخل ہیں"۔

(۲) "کبھی اس واقعہ کے ظہور کا وقت بھی خارقِ عادت نہیں ہوتا مگر اس کا طریقِ ظہور خلافِ عادت ہوتا ہے، مثلاً انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے پانی برسنا، بیمار کا اچھا ہو جانا، آفتوں کا ٹل جانا، کہ نہ تو پانی کا برسنا، یا بیمار کا اچھا ہونا، یا کسی آتی ہوئی آفت کا ٹل جانا خلافِ عادت ہے اور نہ اس کے ظہور کا کوئی خاص وقت ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن اسباب و علل سے یہ معجزات ظاہر ہوئے وہ خارقِ عادت ہیں استجابتِ دعا کی قسم اسی میں داخل ہے"۔

(۳) "کبھی نہ تو واقعہ خارقِ عادت ہوتا ہے اور نہ اس کا طریقِ ظہور خارقِ عادت ہوتا ہے بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارقِ عادت ہوتا ہے مثلاً انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں"۔

"اس تقسیم کی تفصیل یہ ہے کہ معجزہ کا سبب اور علت براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہے کبھی یہ مشیت اور ارادہ عاداتِ جاریہ اور ظاہری علل و اسباب کے پردہ میں ظاہر ہوتا ہے مثلاً قوم نوح (علیہ السلام) کے لئے طوفان آنا، قوم ہود کے لئے کوہِ آتش فشاں کا پھٹنا، یا زلزلہ آنا، حضرت ایوبؑ کا چشمہ کے پانی سے صحیح و تندرست ہو جانا، قوم صالحؑ کے لئے آندھی آنا، مکہ میں قحطِ عظیم کا رونما ہونا، غزوۂ خندق میں آندھی چلنا، یہ تمام نشانیاں ظاہری اسباب اور عاداتِ جاریہ کے خلاف نہیں لیکن ان اسباب کے ظہور کا سبب جس میں حق کی فتح اور باطل کی شکست ہو محض بخت و اتفاق نہیں بلکہ ارادہ و مشیتِ الٰہی نے خاص ان موقعوں کے لئے بطور نشان کے ان کو

پیدا کیا اور کبھی یہ مشیتِ الٰہی عادتِ جاریہ اور اسباب ظاہری کا نقاب اوڑھ کر نہیں بلکہ بے پردہ نشان بن کر سامنے آتی ہے مثلاً عصا کا سانپ بن جانا، انگلیوں سے چشمہ کا جاری ہونا، مردہ کا جی اٹھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، پتھر سے چشمہ کا اُبلنا، درختوں کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا، بے جان چیزوں میں آواز پیدا ہونا کہ ان چیزوں کی تشریح موجودہ علم اسباب و علل کی بنا پر نہیں کی جاسکتی اور نہ ان کو عاداتِ جاریہ کے مطابق کہا جاسکتا ہے"

معجزہ کی مذکورہ بالا تحلیل پر نظر کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معجزہ کی تینوں قسموں میں سے کوئی ایک قسم بھی خارق عادت نہیں ہوتی بلکہ کبھی اس کے ظہور کا وقت بھی خارقِ عادت نہیں ہوتا اور کبھی نہ نفسِ واقعہ خارق عادت ہوتا ہے نہ اس کے ظہور کا وقت اور نہ اس کے ظہور کا طریقہ خارق عادت ہوتا ہے بلکہ صرف اس کا قبل از وقت علم یہ خارقِ عادت ہوتا ہے اس بنا پر معجزات کی ان سب اقسام کا تجزیہ اور تحلیل کر کے یہ ثابت کرنا کہ یہاں نفس معجزات میں کوئی امر خارق عادت نہیں ہوتا معجزات کی روح فنا کر دیتا ہے، پھر جس پہلو میں خرق عادت تسلیم کیا گیا ہے وہ اس طرح مادی پہلو ہی نہیں ایک علمی سا پہلو ہے۔ مثلاً وقت یا طریق ظہور، یا اس کا قبل از وقت علم ہونا ان میں بحث و نظر کو بہت گنجائش مل سکتی ہے۔ کیا اس تجزیہ و تحلیل کا حاصل قدرت کے بدیہی نشانات کو بھی نظری بنا دینا نہیں؟

پھر جب اس تقسیم کی تفصیل پر نظر کی جاتی ہے تو انسانی عقل اور متحیر ہو کر رہ جاتی ہے۔ کس بیباکی کے ساتھ اس میں نوح علیہ السلام کے طوفان کو عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل کر لیا گیا ہے، وہ طوفان جس کی ابتدا ایک تنور سے شروع ہوئی یعنی صرف آسمان ہی سے بارش نہیں ہوئی بلکہ زمین سے بھی پانی اُبل پڑا، وہ طوفان جس میں جمہور کا قول یہ ہے کہ وہ عالم انسانی کی تمام آبادی کو محیط تھا وہ طوفان جو کفار کے اس طرح تعاقب میں تھا کہ اگر کوئی کافر پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھا تو اس نے وہاں بھی اس کو جا پکڑا وہ طوفان جس سے پناہ کی صورت رحمت کے سوا نبی وقت کے سامنے بھی کوئی نہ تھی، لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ اور وہ طوفان جس نے اس وقت تک دم نہ لیا جب تک کہ ایک ایک کافر کو ختم نہ کر لیا اور جب تک کہ اس کو خالق زمین و آسمان کا خطاب ان الفاظ میں براہ راست نہیں پہنچ گیا يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وغیرہ وغیرہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اس طوفان کو دنیا کی عادتِ جاریہ میں دھر گھسیٹا جائے، یا مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے بارش کا آنا کتنا تعجب ہے کہ واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا صحابی تو اس معجزانہ بارش پر ششدر رہے وہ قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ مدتوں سے آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا کہیں نظر نہ آتا تھا بس ادھر آپ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھے اور ادھر ایک چھوٹی سی بدلی پہاڑ کے

پیچھے سے اٹھی وہ تمام آسمان پر پھیلی اور ابھی آپ کے دعا کے ہاتھ نیچے نہ ہونے پائے تھے کہ ریش مبارک سے بارش کا پانی ٹپکنا شروع ہوگیا۔ یہ موسلا دھار بارش اگلے ہفتہ تک مسلسل رہی یہاں تک کہ قحط کا شاکی اب بارش کا شاکی بن گیا وہی ہاتھ پھر اٹھے اور وہی بادل جو حیرت میں ڈال دینے والی صورت سے امڈ رہے تھے اسی حیرتناک صورت سے پھٹنے شروع ہوگئے۔ راوی پھر قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ بس جس طرف انگشت مبارک کا اشارہ ہوتا تھا فوراً اسی سمت سے بادل پھٹ پھٹ کر مدینہ کے چاروں طرف کا رُخ کرتے جاتے تھے حتی کہ آپ کی دعا کے مطابق

اللھم حوالینا ولا علینا خدایا اب بارش ہمارے ارد گرد رہے اور ہم پر نہ ہو۔

بارش نے درمیان سے ہٹ کر مدینہ کا حلقہ باندھ لیا۔ راوی کا پھر حیرت سے بیان ہے کہ اب مدینہ کا نقشہ ایک تاج کی طرح تھا کہ درمیان سے مدینہ خالی تھا اور چاروں طرف بادل کھڑے تھے۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ ہمت کریں تو اس کے متعلق بھی یہ کہہ ڈالیں کہ نہ یہ بارش خارقِ عادت تھی نہ وقت خاص پر اس کا ہونا یہ خلافِ عادت تھا بلکہ جن اسباب و علل سے یہ بارش ہوئی بس وہ خارقِ عادت تھے۔

مذکورہ بالا تقسیم میں بیمار کا اچھا ہونا بھی اسی دوسری قسم میں شمار کیا گیا ہے، اب اس باب کے دو ایک معجزات بھی ملاحظہ فرمائیے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ فتح خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اس وقت ان کی آنکھوں میں سخت آشوب تھا، آپؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈال دیا بس ان کو ایسا معلوم ہوا کہ آنکھوں میں کبھی آشوب تھا ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عتیکؓ جو ابو رافع یہودی کے قتل کے لئے گئے تھے واپسی پر زینے سے گر پڑے اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا اور فوراً یہ معلوم ہونے لگا کہ کبھی ان کے چوٹ لگی ہی نہ تھی۔ اسی طرح سلمہ بن الاکوعؓ کے تلوار کا زخم لگا آپؐ نے اس پر دم کیا اور وہ بھی فوراً صحتیاب ہو گئے۔ ایک مرتبہ عثمان بن حنیفؓ نابینا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی کے لئے عرض کی آپؐ نے ان کو دعا تعلیم فرمائی، وہ کہتے ہیں کہ اسی مجلس میں بینائی پیدا ہوگئی۔ کیا ان سب قسم کے معجزات کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ فی نفسہ یہ واقعات خارقِ عادت نہ تھے اور ان واقعات کے ظہور کا وقت بھی خارقِ عادت نہ تھا صرف اس کا سبب خارقِ عادت تھا؟

معلوم نہیں جو لوگ معجزات کے قائل ہیں ان کو معجزات میں اتنی تحلیل اور اتنی کتر بیونت کی ہمت اور اہمیت کیوں ہے؟ یہی حال اُن زلازل اور آندھیوں کا ہے جو منکر اقوام کی ہلاکت کے لئے نمودار ہوئیں یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ پہلے ان کے متعلق صرف قرآنی پوری تفصیلات ہی کو سامنے رکھئے

جو ان واقعات کی اس نے ذکر کی ہیں پھر جو اسلوب بیان ان کے متعلق اختیار کیا ہے وہ بھی پیش نظر رکھے تو آپ کو بداہتاً واضح ہو جائے گا کہ یہ طوفان روزمرہ کے ہوائی جھکڑ نہ تھے بلکہ کرۂ ہوائی کا کوئی خاص تمرد تھا، یہ زلزلے زمین میں معمول کے مطابق کسی بخار کی لہر کا اثر نہ تھے بلکہ خدائی طاقت کا ایک انتقامی جھٹکا تھے اس کے علاوہ یہاں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جو واقعات عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل ہوں ان کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ کسی رسول کی تکذیب کا نتیجہ تھے کیا منکرین پر کچھ حجت ہو سکتا ہے؟ چہ جائے کہ ان کو معجزہ قرار دیا جائے۔ یہاں صرف اسباب و علل کی بحث اٹھانی یہ پھر ایک عقلی بحث ہے جس میں مخالف کے لئے بڑی گنجائش نکل سکتی ہے۔ اگر صورتِ واقعہ اور وقت کی بحث ختم کر دی جائے تو کیا ایک معاند کے لئے یہ تشفی بخش ہو سکتا ہے کہ اس بارش کے برسنے میں یا اس بیمار کی شفایابی میں صرف میری دعا کا دخل ہے[1]

اس سے بڑھ کر یہ کہ تمام تائیداتِ الٰہیہ کے متعلق بھی یہ لکھ ڈالا کہ ان سب صورتوں میں نفسِ واقعہ یعنی نفس ان فتوحات میں کوئی اعجاز کی صورت نہ تھی اور ان میں بھی منطقی تحلیل شروع کر دینی درحقیقت ان تمام آیاتِ ربانیہ کی روح فنا کر ڈالنی ہے "غزوۂ بدر" کے متعلق جو آیات ہیں آپ ذرا آنکھ کھول کر ان پر نظر ڈالئے مگر خالی الذہن ہو کر "فتح حنین" کی آیات پڑھئے مگر منصفانہ نظر سے۔ کیا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور دماغ میں آسکتا ہے کہ یہ فتوحات کچھ خارقِ عادت نہ تھیں صرف ایک بخت و اتفاق تھا؟ اور بس اسی اتفاق کا نام یہاں خرقِ عادت رکھدیا گیا تھا پھر ہمارے تعجب کی حد نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کی حالت میں بہادر کفار کا مرعوب ہونا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ صرف یہ کہ اسکو اپنے معجزات میں شمار فرمائیں بلکہ اس کو اپنی خصوصیات میں شمار کریں اور لکھنے والے اس کو بھی دنیا کے معمولی واقعات کی صف میں دھر گھسیٹیں۔ نامنصف قلموں نے تو صرف ایک آپ ہی کے ساتھ قدرت کی تائید کو عالم کے عام واقعات میں داخل نہیں کیا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک عظیم الشان تائید کو بھی یعنی غرق فرعون کو بھی عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل کرنے کی سعی کی ہے اور اس کو بھی سمندر میں جوار بھاٹے کی ایک عام شکل کہہ کر ٹالدیا ہے۔

اب رہیں انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں تو اس میں بھی قطع و برید کے لئے مقراض لگا دینا بہت زیادہ تعجب خیز ہے، جبکہ خود اس کا عنوان ہی پیشگوئی ہے۔ یعنی دنیا کے معمول کے مطابق

---

[1] ہمارا آج بھی بارہا کا تجربہ ہے کہ جب کسی مولوی ملا کی دعا سے کوئی بیمار اچھا ہو جاتا ہے تو بعض مرتبہ وہ لوگ جو دعاؤں پر زیادہ اعتقاد نہیں رکھتے اس شفا کو طبیب ڈاکٹر کی ہوشیاری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور دعا کی طرف ان کا خیال بھی منتقل نہیں ہوتا لیکن اگر دعا کے ساتھ فوراً شفا ہو جائے یعنی یہاں وقت کا لحاظ بھی رکھا جائے تو اب اس کے معجزہ یا کرامت ہونے میں کسی منکر کو بھی شکل سے ہمت کرنی پڑے گی۔ پس اس قسم کے معجزات میں خاص وقت کا لحاظ نہ کرنا یہ بھی بڑی فروگذاشت ہے۔

جو واقعات پیش آمدہ یا پیش آمدنی ہیں نہ صرف قبل از وقت بلکہ کسی کی تعلیم و علم کے بغیر اُن کی اطلاع دیدینا۔ ظاہر ہے کہ اگر نبی وقت ان کی اطلاع نہ دیتا تو جو واقعات ان میں سے گزر چکے تھے وہ تو گزر ہی چکے تھے اور جو آنے والے ہیں وہ پیش آکر ہی رہتے۔ ان دونوں قسموں میں خود نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا اسی لئے کسی نبی نے خود ان واقعات ہی کو اپنا معجزہ قرار نہیں دیا ہے۔ پہلی دونوں قسموں کی نوعیت اس سے بالکل مختلف ہے وہاں خود ان واقعات ہی کو معجزہ قرار دیا ہے اور ان میں بظاہر نبی کے تصرف کا دخل بھی ہوا ہے مثلاً اگر نوح علیہ السلام منکرین کے حق میں عام ہلاکت کی بددعا نہ فرماتے، اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام خاص خاص عذابوں کا وعدہ نہ فرماتے تو نہ وہ طوفان آتا، نہ وہ زلزلے اور آندھیاں آتیں، یہاں ان تمام تائیداتِ الٰہیہ کی بھی تحلیل کر ڈالنی درحقیقت اُن کی اصل روح فنا کردینی ہے۔ اگر اس تقسیم کے بجائے معجزات کی تقسیم یوں کی جاتی کہ بعض معجزات "علمی" ہوتے ہیں اور بعض "عملی" تو بہت صحیح اور مناسب ہوتا یعنی بعض معجزات وہ ہوتے ہیں جن میں نبی کے تصرف کا کچھ دخل نظر آتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن میں نبی کے تصرف کا کوئی دخل نہیں ہوتا وہ صرف علمی معجزات ہیں جیسے نبی کی پیشگوئیاں وغیرہ۔ لیکن مذکورہ بالا تقسیم کی بنا پر تو اکثر معجزات میں اعجاز کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی اور جب وہاں ارادۂ الٰہیہ کا ظہور صرف عادتِ جاریہ کے ماتحت قرار دیا جائے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان معجزات کے "معجزات" ہونے کا ثبوت ہی کیا رہتا ہے؟ کسی واقعہ کے متعلق یہ اقرار کرلینے کے بعد کہ نفس واقعہ میں تو کوئی امر خارقِ عادت نہ تھا صرف وقت خاص پر اس کا ظہور یا صرف اس کا طریقِ ظہور خارقِ عادت تھا اُس کے معجزہ ہونے میں کتنا تردد کا باعث بن سکتا ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ تمام "تائیداتِ الٰہیہ"، "اخبارِ غیب"، اور "استجابتِ دعا" کی انواع جن میں ہزاروں معجزات داخل ہیں، ایسی سطح پر کھینچ لائے جائیں جن میں عقولِ مادیہ کے لئے کوئی تعجب کی جگہ باقی نہ رہے، مگر جبکہ ان کی تحلیل منطقی کرنے کے بعد خرقِ عادت کا شاخسانہ کسی نہ کسی مرتبہ میں پھر بھی لگا ہی رہے تو ایک فہیم انسان کے لئے اس تقسیم کا فائدہ تطویلِ مسافت کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

آئیے اب اُن معجزات پر نظر کریں جن کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ ان میں مشیتِ الٰہیہ عالم کی عادتِ جاریہ کے خلاف پسِ پردہ نہیں بے پردہ ہوکر سامنے آگئی ہے۔ اس کی مثالوں میں سے پتھر سے پانی کا نکلنا، بے جان چیزوں میں آواز پیدا ہونا شمار کیا گیا ہے۔

ہم کو معلوم نہیں کہ اس سے مراد کیا ہے کیونکہ پتھروں سے پانی نکلنا بھی عالم کی عادتِ جاریہ میں داخل ہے خود قرآن کریم میں ہے، وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ

الْمَآءُ - وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ -

غیر ذی روح میں آواز کا پیدا ہوجانا تو آج کل ٹیلیفون، تار، گراموفون اور ریڈیو وغیرہ میں عام بات ہے اگرچہ وہ کسی ذریعہ سے ہو، اور سامری کے گوسالہ میں آواز کا پیدا ہونا اور اس کی علت اور سبب خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اسی طرح "شق القمر" کی توجیہ "تاویل معجزات" کے عنوان کے تحت ان ہی اوراق میں آپ کے سامنے آنے والی ہے۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی معجزات کا ظہور ہوا ہے تو ہمیشہ ہیئتِ مجموعی کسی بھی تحلیل کے بغیر ان کو معجزہ تسلیم کیا گیا ہے اور کبھی ان کی تحلیل کی طرف کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ خدا نکردہ اگر اسی قسم کا تجزیہ اور تحلیل آیاتِ قرآنیہ میں بھی شروع کردی جائے تو نوبت الحاد تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اگر یہ تمام تفصیلات اور تقسیم کسی منکرِ معجزات کے قلم سے ہوتیں تو ہم کو نہ کچھ تعجب ہوتا نہ تاسف، افسوس تو یہ ہے کہ یہ ایسے قلم سے نکلی ہیں جو منکرین کے مقابلے کے لئے میدان میں نکلا ہے: يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ -

یہاں ایک اور مغالطہ کا رفع کردینا بھی ضروری ہے جو نہ صرف عوام کو بلکہ بعض خواص کو بھی پیش آسکتا ہے۔ ایک انسان جب صفحاتِ تاریخ میں خطرناک زلزلے اور ہیبتناک آندھیوں کا تذکرہ پڑھتا ہے اور کسی نبی کی تکذیب سے ان کا تعلق نہیں دیکھتا اور آج بھی جب تباہ کن طوفانوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ ان اشیاء کو عالم کی "عادتِ جاریہ" سمجھنے پر مجبور ہوجاتا ہے اور ان کے متعلق کسی نبی کی تکذیب کا نتیجہ کہنے میں تامل کرنے لگتا ہے ادہر جب ایک مذہبی دماغ ان ہی واقعات کو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی فہرست میں درج پاتا ہے تو وہ اس پر مجبور ہوجاتا ہے کہ ان کے معجزہ بنانے کی کوئی ایسی معقول توجیہ پیدا کرے جو ایک آزاد دماغ کے لئے بھی قابل تسلیم ہوسکے۔

ہمارے نزدیک یہ فکر معجزہ کی صحیح حقیقت تک نارسائی پر مبنی ہے سب سے پہلے تو ہمیں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان واقعات کو نبی کے معجزات سے الگ شمار کرنا ہی درست نہیں بلکہ یہ حوادث بھی نبی کی پیشگوئیوں میں داخل ہیں۔ حدیثوں میں آخر زمانے میں "زلازل" اور "حوادث" کی کثرت بصراحت موجود ہے اور اس کے اسباب تک بھی مذکور ہیں پھر ان کو بھی کیوں نہ معجزات کی فہرست میں شمار کیا جائے لیکن اگر اس سے بھی تشفی نہ ہو تو پھر یہ سمجھئے کہ معجزہ کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت۔ معجزہ کی صورت وہ ہوسکتی ہے جو عالم کے اور واقعات کی صورت ہوتی ہے لیکن اس کی حقیقت ہر جگہ اور ہمیشہ ان سے مختلف ہوتی ہے اور کبھی ان سے متحد نہیں ہوسکتی۔ اس صوری اشتراک کی وجہ سے ہمیشہ مغالطہ پیدا ہوجاتا ہے اور جب تک حقیقت کے انکشاف کا وقت نہیں آتا یہ مغالطہ باقی ہی چلا جاتا ہے۔ مثلاً عصائے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھئے جس کو عالم کی عادتِ جاریہ کے خلاف شمار کیا گیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام

اس کو ظاہر فرمایا تو ساحرین فرعون نے اس کو یہی سمجھا کہ وہ بھی ان ہی کے سحر کی ایک نوع ہے حتیٰ کہ اس کے مقابلہ کے لئے ایک دن بھی مقرر کر لیا اور اپنی رسّیاں لے کر آ دھمکے اور ایسا تماشا دکھلایا کہ ایک مرتبہ کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی فرعونیوں کی غلط فہمی کا خطرہ پیدا ہونے لگا لیکن جونہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا اور دونوں حقیقتیں بالمقابل ہوئیں تو یہ بات صاف ہو گئی کہ معجزہ کی حقیقت کچھ اور تھی اور ساحرین کے تماشہ کی کچھ اور یہی وجہ تھی کہ فرعونیوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے وہی تھے جو سب سے پہلے مقابلے کے لئے نکلے تھے انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ معجزہ حقیقت میں ان کے تماشے سے بالکل علیحدہ حقیقت رکھتا ہے، پس صورت تو دونوں کی سانپ ہی کی تھی مگر حقیقت میں دونوں کے درمیان وہی فرق تھا جو سونے اور ملمع میں ہوتا ہے۔ اسی طرح بارش، زلزلے اور آندھیاں اور استجابتِ دعاء کو سمجھ لیجئے ان سب مقامات پر معجزہ اور حوادث جاریہ میں گو صوری اشتراک نظر آتا ہے مگر ان کی حقیقتوں میں کوئی مناسبت نہیں ہوتی، یہی وجہ تھی کہ جب کبھی گھٹا آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل وحرکت میں پریشانی کے اثرات نمایاں ہونے لگتے تھے یہاں تک کہ بارش ہو کر برس نہ لیتی تھی آپ فرماتے تھے عائشہؓ! مجھ کو خوف ہوتا ہے کہیں یہ وہ بادل نہ ہوں جو وافدِ عاد[۱] لے کر اپنی قوم کے پاس گیا تھا اور جب بارش ہونے لگتی تو آپ مطمئن ہو جاتے اور یہ بات صاف ہو جاتی کہ یہ وہ خاص بادل تھے یا عالم کی عادتِ جاریہ والے بادل

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے پانی اُبلا صحابہؓ نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے اس کو محفوظ کرنا شروع کر دیا مگر حضرت ابنِ مسعودؓ کا بیان یہ ہے کہ میں تو کوشش کر کر کے جتنا مجھ سے ہو سکا اس کو اپنے پیٹ میں ڈالتا رہا کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ عام پانی سے الگ کوئی برکت والا پانی ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ وہ اس اعجازی پانی کو عام پانی سے ممتاز سمجھ رہے تھے۔ اسی حقیقت کو ادراک نہ کرنے کی وجہ سے بہت سے علماء کو معجزات اور کرامات میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ آخر انہوں نے لکھا ہے کہ ولی کی کرامات جس نبی کی اتباع سے حاصل ہوتی ہیں وہ اس نبی کا معجزہ ہوتی ہیں یہ بھی درست ہے لیکن حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ نبی کا ایک معجزہ کسی ولی کی مدت العمر کی کرامات کے مقابلے میں زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ولی کی کرامت گو نبی کا معجزہ ہی مگر حقیقت اس کرامت کی پھر اُس کے برابر نہیں ہوتی جو نبی سے بلاواسطہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس فرق کو ایسا ہی سمجھئے

---

[۱] یہ شخص عاد کی قوم نے بارش کی دعا کے لئے روانہ کیا تھا۔ مکہ مکرمہ قدیم سے استجابتِ دعا کی جگہ مشہور تھی، مختصر یہ کہ اس کی دعا پر دو بادل اٹھے اس نے ایک سیاہ بادل کو یہ سمجھ کر پسند کیا کہ اس میں زیادہ پانی ہوگا جب وہ اس کو ساتھ لیکر اپنی قوم کے پاس آیا تو اس میں سے عذاب کی بارش برسی اور سب قوم ہلاک ہو گئی۔

جیسا وحی اور الہام۔ الہام اگرچہ نبی کے اتباع ہی کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن پھر وحی کہاں الہام کہاں۔ وحی کی شوکت اور قطعیت کے مقابلے میں الہام میں نہ وہ شوکت ہوتی ہے نہ قطعیت نہ وزن نہ اتنی صفائی۔ یہی وجہ ہے کہ وحی حجت ہے اور الہام حجت نہیں۔ اگر اس تحقیق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو بہت سے اشکالات رفع ہو سکتے ہیں۔ اور اگر یہ حقیقت سمجھنی بھی آپ کو مشکل ہو تو ایک سیدھی سی بات یہ ہے کہ معجزہ اور آیات میں اصطلاحاً کچھ فرق ہے۔ آیت کا ترجمہ نشانی ہے پہلے گزر چکا ہے کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے سب معجزات کا نام آیات رکھنا ہی پسند فرمایا ہے اس لحاظ سے اس قسم کے زلازل اور آندھیاں وغیرہ تاریخی جتنے واقعات بھی ہیں وہ بہت آسانی کے ساتھ آیت (نشانی) کی فہرست میں آجاتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جب یہی واقعات انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر ظاہر ہوں تو وہ آیات اللہ یعنی خدا تعالیٰ کے وجود کی نشانی اور آیت کہلاتے ہیں اور جب انبیاء علیہم السلام کے واسطہ سے ظاہر ہوں تو وہ ان کی تصدیق کے لئے نشانی اور آیتِ نبوت کہلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی ان غیر معمولی حوادث کا نام دنیا میں خدائی عذاب کہا جاتا ہے۔ اور اس قسم کے واقعات کو قرآن کریم میں جا بجا قدرت کی آیات کے ذیل میں شمار کرایا گیا ہے۔

معجزہ و سحر

قدرت نے اس عالم کو روزِ اول سے خیر و شر کا مجموعہ بنا کر پیدا فرمایا ہے ایک طرف اپنے مقرب فرشتے پیدا کئے تو اس کے بالمقابل شیاطین کا ناپاک گروہ بنایا اسی طرح ایک طرف انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت مبعوث فرمائی تو اس کے بالمقابل دجالوں کا ناپاک گروہ بھی ظاہر فرمایا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ نبوت کے مقابلے میں کوئی دوسری شے پیدا نہ فرمائی جاتی؟ اور وہ کہانت و سحر تھی۔ خیر و شر کی ان مرکزی طاقتوں میں بھلا کیا مناسبت تھی مگر اس دارالالتباس میں آکر ان میں پھر اتنا التباس رہا کہ ایک ملعون جماعت نے مسیحِ ہدایت کو دجال قرار دے ڈالا اور دجال کو مسیحِ ہدایت ٹھہرانے کا فیصلہ کر لیا۔

ترجمان السنہ کی جلد سوم میں آپ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ معجزہ و سحر میں کوئی التباس ہی نہیں ہے۔ یہ دونوں چیزیں اپنی ماہیت، اپنے فاعل اور اپنی غایت ہر لحاظ سے ممتاز ہیں۔ معجزہ کا ظہور تضرع و ابتہال اور کلماتِ طیبہ وغیرہ سے ہوتا ہے اور سحر کا کلماتِ شرکیہ، نفسی توجہ اور ارواحِ خبیثہ کی استعانت سے۔ صاحبِ معجزہ قدسی صفات ہوتا ہے اور ساحر خبیث النفس۔ معجزہ کی غایت و غرض معرفتِ ربوبیت اور نجاتِ آخرت ہے اور سحر کا مقصد متاعِ دنیا۔ صاحبِ معجزہ کا انجام نجاح و فلاح ہے اور ساحرین کا خیبت و خسران۔

ـــ استسقاء کی دنیا ۱۲

آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں مقابل حقیقتیں کتنی علیحدہ علیحدہ ممتاز ہیں لیکن اس دنیا کے نہاد میں چونکہ التباس رکھا ہوا تھا اس لئے پھر ان میں اتنا التباس باقی رہ گیا کہ تصنیف کا قلم جتنی جتنی اس کی وضاحت کرتا رہا یہ مشکل نافہموں کے لئے اتنی ہی اور الجھتی چلی گئی مگر یہ کشمکش جتنی بھی رہی صرف ذہنی اور کاغذی حد تک ہی رہی اور جب کبھی نبی و دجال اور معجزہ و سحر مقابل آگئے تو یہ دونوں حقیقتیں نور و ظلمت کی طرح ہر خواندہ و ناخواندہ کے لئے ایسی ممتاز ہو گئیں کہ کسی کو ان کے درمیان کوئی اشتباہ باقی نہ رہا اس لئے اگر آپ کے ذہن میں معجزہ و سحر کے درمیان کچھ التباس باقی ہے تو اس کو ان کی حقیقتوں کا اشتباہ نہ سمجھئے بلکہ اس عالم کی فطرت کا نتیجہ سمجھئے تمیز اور امتیاز کامل کا مقام آخرت ہے جہاں خیر و شر کے درمیان پورا پورا امتیاز بدیہی ہو کر سامنے آجائے گا اگر یہ قطعی فیصلہ کلیۃً آج یہیں ہو جائے تو عالم غیب و شہادت کا فرق ختم ہو جائے ثواب و عذاب کا سارا فلسفہ غیب کے ذرا سے پردہ ہی میں تو مستور ہے اس کے باوجود اگر آپ اس کو الفاظ کے حدود میں سمجھنا چاہتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ

(۱) معجزہ قدرت کا فعل اور ایک آیت ربانیہ ہوتا ہے اور سحر ساحر کا اپنا بنایا ہوا کھیل۔

(۲) معجزہ نبی کے اپنے ارادے کے تابع نہیں ہوتا کہ جب وہ چاہے دکھا سکے اور سحر ساحر کے اپنے ارادہ کے تابع ہوتا ہے اور وہ جب چاہے اس کو دکھا سکتا ہے۔ اسی لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساحر قرار دیا گیا تو جس طرح ہر بشری صنعت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے ان کے مقابلے کرنے کے لئے بھی ساحرین کو دعوت دی گئی مگر جب ساحرین نے آکر یہ دیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ قدرت بشری سے خارج ہے اور ایک "آیت ربوبیت" ہے تو وہ فوراً رب موسیٰ و ہارونؑ پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہو گئے۔ پھر اس فیصلہ کے لئے کوئی مدت خرچ نہیں ہوئی بلکہ جونہی معجزہ و سحر مقابل ہوئے بس فوراً اسی وقت دونوں حقیقتیں نور و ظلمت کی طرح ممتاز ہو گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات پر ایک اجمالی نظر

جس سے معجزہ اور سحر وغیرہ کے درمیان امتیاز کرنے میں مدد ملتی ہے

(۱) کسی واقعہ سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی معجزہ کے اظہار سے آپ کا مقصد کبھی اپنی اظہار برتری تھا اور نہ کبھی نام و نمود کے لئے اس کا تذکرہ کرنا آپ سے ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اگر آپ کی پیشگوئی کے مؤید کوئی واقعہ اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو گیا ہے تو آپ نے ضرور اس کو اپنی نبوت کی صداقت کے اظہار کے لئے بنگاہ استحسان دیکھا ہے۔

(۲) یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپؐ نے اپنے معجزات کے لئے ہمیشہ کسی بڑے مجمع کی تلاش کی تھی بلکہ حسب مشیتِ ایزدی کبھی جماعتوں میں اور کبھی بہت ہی محدود افراد میں اور کبھی ایک ہی شخص کے سامنے معجزہ کا ظہور ہوا ہے۔ ایک بار قضائے حاجت کے وقت آپؐ کے حکم سے دو درختوں کا بغرضِ ستر اپنی جگہ سے ہٹ کر آجانا اور آپؐ کی فراغت کے بعد پھر ان کا اپنی اپنی جگہ واپس ہوجانا صرف اس صحابی کا بیان ہے جو اُس وقت آپؐ کے ساتھ حاضر تھا۔

(۳) آپؐ کے بعض معجزات اس قسم کے بھی ہیں جن میں نباتات وجمادات وحیوانات نے ازخود آپؐ کے احترام یا حفاظت میں آپؐ کے لئے یا آپؐ کے کسی صحابیؓ کے لئے حصہ لیا ہے اور ظاہری طور پر وہاں آپؐ کا کوئی عمل نہ تھا مثلاً مکڑی کا غارِ ثور پر جالا تننا، یا شہد کی مکھیوں کا عامرؓ یا عاصم رضؓ کے جسم کی حفاظت کرنا۔

(۴) آپؐ کے بعض معجزات آپؐ کی ذات کے برکات سے متعلق ہیں جیسا کہ لعاب دہن سے حضرت علیؓ کی آنکھوں کا آشوب دور ہوجانا سلمہ بن الاکوعؓ کی ٹانگ کا درست ہوجانا وغیرہ مگر جب جنگِ احد میں آپؐ خود زخمی ہوئے تو ایسے نازک وقت میں بھی پھر اس اعجاز کا ظہور نہ ہوا۔

۵) کھانے پینے میں برکت اور انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے ابلنے کی برکات خاص آپؐ کے گھر کی بجائے اکثر سفروں میں یا دوسروں کے گھروں میں ظاہر ہوئی ہیں اور زیادہ تر اس کا فائدہ دوسروں ہی نے اٹھایا ہے۔

(۶) آپؐ کے بعض معجزات کے آثار آپؐ کی وفات کے بعد تک بھی باقی رہے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کا ظہور ہی آپؐ کی وفات کے بعد ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی کھجوروں میں برکت پہلی قسم کی اور اخبارِ غیبؓ کا ایک بڑا حصہ دوسری قسم کی مثال ہے۔ سحر میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں وہ ساحر کے وجود کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے۔

(۷) آپؐ کے معجزات کا جو حصہ اخبارِ غیبؓ سے متعلق ہے اس میں اس عالم کے حوادث کے علاوہ آشراط ساعت، مبدأ ومعاد اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اہم حالات زندگی بھی شامل ہیں جن میں قیاس و تخمین کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ اور نہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ان کے متعلق لب کشائی کرسکتا ہے۔

(۸) آپؐ کے معجزات میں ایک بڑا حصہ آپؐ کی استجابت دعاؓ سے متعلق ہے۔

(۹) آپؐ کے معجزات کا ایک بڑا حصہ ایسا ہے جو کسی شدید ضرورت میں ظاہر ہوا تھا مگر اس سے بڑھ کر

ضرورتوں میں آپؐ نے صحابہؓ کو صرف صبر و سکون کی تلقین فرمائی اور آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔

(۱۰) قرآن کریم کے علاوہ کسی اور معجزہ کے متعلق یہ یاد نہیں آتا کہ آپ نے کبھی کافروں کو اس کے مقابلے کی دعوت دی ہو۔

(۱۱) آپؐ کے معجزات میں کھانے پینے کی اشیاء میں برکت ہمیشہ اس وقت ظاہر ہوئی ہے جب کہ آپؐ نے پہلے تھوڑا سا پانی یا کھانا وغیرہ منگالیا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ یونہی محض عدم سے کھانا یا پانی موجود ہوگیا ہو اور کھانے کے ڈھیر لگ گئے ہوں یا پانی کے چشمے پھوٹ پڑے ہوں جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

وکذلك الجن کثیرا یأتون الناس بما یأخذونه من اموال الناس من طعام وشراب ونفقة ماء وغیر ذلك وھو من جنس ما یسرقه الانسی ویأتی به الی الانسی لکن الجن تأتی بالطعام و الشراب فی مکان العدم ولھذا لم یکن مثل ھذا آیة النبی وانما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع یدہ فی الماء فینبع الماء من بین اصابعه وھذا لایقدر علیه لا انس ولا جن وکذلك الطعام القلیل یصیر کثیرا وھذا لایقدر علیه لا الانس ولا الجن ولم یأت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قط بطعام من الغیب ولا شراب انما کان ھذا قد یحصل لبعض اصحابه کما أتی خبیب بن عدی وھو اسیر بمکة بقطف من عنب، ھذا الجنس لیس من خصائص الانبیاء ومریم علیھا السلام لم تکن نبیة وکانت تؤتی بطعام (کتاب النبوات ص۱۱)

اور اسی طرح جن بھی بسا اوقات لوگوں کے پاس ایسی کھانے پینے اور خرچ کرنے وغیرہ کی چیزیں لاتے ہیں جو وہ لوگوں کے اموال میں سے لیتے ہیں اور یہ اسی قسم کی چیزیں ہوتی ہیں جو ایک انسان چرا کر دوسرے انسان کے پاس لاتا ہے لیکن جن یہ کھانے پینے کی چیزیں اس جگہ لاتے ہیں جہاں وہ نہیں ہوتیں۔ اسی لئے اس قسم کے تصرفات نبی کے تصرفات کبھی نہیں ہوئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کی صورت تو یہ ہوا کرتی تھی کہ آپؐ (کسی برتن وغیرہ کے) پانی کے اندر دست مبارک رکھ دیتے تھے اور پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے (چشمے کی طرح) پھوٹ نکلتا تھا۔ یہ وہ معجزہ جس پر نہ کوئی انسان قدرت رکھتا ہے نہ جن۔ اسی طرح تھوڑا سا کھانا آپؐ کے ہاتھ لگانے کی بہت سا ہو جاتا تھا اس پر بھی نہ کوئی انسان قادر ہے نہ جن۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بطور معجزہ) غیب سے کوئی کھانے پینے کی چیز کبھی نہیں لائے۔ ہاں آپؐ کے بعض صحابہؓ سے کبھی کبھی اس قسم کے واقعات ظہور میں آئے ہیں جیسا کہ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ کفار کی قید میں تھے انگوروں کے خوشے مہیا کر دیئے گئے۔ اس قسم کے امور حضرات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے نہیں ہیں۔

(۱) حضرت مریم علیہا السلام نبی نہ تھیں مگر ان کے پاس کھانے کی چیزیں (اور بے فصل میوے) پہنچا دیئے جاتے تھے۔

غرض سحر اور عملِ تنویم وغیرہ سب کسبی فنون ہیں ہر کسی کو کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں اور دیگر ملکات کی طرح ہر وقت وہ انسان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ ان میں آخرت کی فلاح کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور اسی لئے خدا تعالیٰ کی مخلوق کی نظروں میں ساحر یا عمل تنویم کرنے والوں کا کوئی احترام نہیں ہوتا۔ سحر اور عمل تنویم کی تفصیلات معجزات کی مذکورہ بالا تفصیلات سے بالکل جدا ہیں۔

(۱۲) سحر کا بیشتر تعلق دنیوی معاملات یا دنیوی تصرفات و اخبار سے ہوتا ہے، مبدأ و معاد سے اس کا تعلق بالکل نہیں ہوتا، اس کے برخلاف نبوت ہے کہ اس کا تمام تر تعلق مبدأ و معاد سے ہوتا ہے اُس کی دعوت الوہیت و وحدانیت کی اور اسی طرح صفاتِ الوہیت کی تفصیلات کے بیان کرنے سے ہوتا ہے، سحر کا ان اہم امور سے کوئی ادنیٰ رستہ بھی نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح قرآن کریم میں مذکور کیوں نہیں؟

ہمارے نزدیک یہ سوال ہی ساقط ہے سب سے پہلے تو اس لئے کہ اگر سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے تمام معجزات کیوں مذکور نہیں تو یہ سوال ہی لغو ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ کوئی معجزہ بھی مذکور نہیں تو یہ غلط ہے، جبکہ حسی اور معنوی ہر قسم کے معجزات اس میں موجود ہیں، کیا شق القمر، معراج جسمانی اور عظیم الشان پیشگوئیاں وغیرہ وغیرہ اس میں مذکور نہیں، لیکن چونکہ اس مہمل سوال پر بھی علماء کا قلم اُٹھ چکا ہے۔ بنا بریں چند سطریں ہم بھی یہاں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:۔

(۱) ہمارے نزدیک انبیاء سابقین کے معجزات کا اہتمام قرآن کریم میں اگر کیا گیا ہے تو اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ سب عملی تھے ان کا ثبوت مستقبل زمانوں میں اس کے سوا اور کیا تھا کہ خود وحی سماوی ان کی تصدیق کر دیتی ورنہ وہ معجزات اپنے اپنے زمانوں میں ظاہر ہو کر خود بھی معدوم ہو چکے تھے اور گذشتہ امتوں کے ہاتھ میں ان کے ثبوت کے مستند ذرائع بھی سب معدوم ہو چکے تھے۔ اس لئے اب یہی ایک صورت باقی تھی کہ قرآن کریم ان پر مہر تصدیق ثبت کرتا۔ اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات کو تو خود دنیا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی تھی اور مستقبل میں اس کے لئے انبیائے سابقین کے معجزات کی تصدیق آپ کے ان معجزات کی تصدیق کے لئے بھی کافی تھی، کیونکہ دونوں ایک ہی جنس کے تھے۔ جب قرآن کریم نے ایک بار ان کی تصدیق فرما دی تو اب اس کی اہمیت کیا رہی کہ ان ہی انواع کے معجزات کا تذکرہ بار بار پھر کیا جاتا۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ خیال ہی درست نہیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تذکرہ ان کے اصل مقصود ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے بلکہ اصل مقصد انبیاء سابقین کا تذکرہ کرنا تھا اور جب ان کی نبوتوں کا ذکر کیا گیا تو اب ان کے دلائلِ نبوت کا ذکر کرنا بھی خود بخود لازم ہو گیا اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تھی اُس کی تصدیق کے لئے ایک طرف قرآن کریم درخشاں ثبوت موجود تھا اور آپ کے دوسرے معجزات کے لئے تواتر اور احادیث معتبرہ گواہی دے رہی تھیں اس لئے آپ کی نبوت حال و مستقبل میں یکساں ثابت تھی آپ کے دوسرے معجزات کے ذکر کرنے کی احتیاج ہی کیا رہی تھی

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جن معجزات کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے وہ ان کے خاص خاص معجزات ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ قرآن کریم ہے اس لئے جب ان کے عام معجزات قرآن کریم میں مذکور نہیں تو پھر آپ کے عام معجزات مذکور کیوں ہوں؟

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل یعنی سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم تھا تو شاید اب حکمت الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ دوسرے معجزات اسی نمبر پر نہ آئیں خواہ اپنی اپنی جگہ وہ کتنے ہی عظیم الشان تھے مگر ظاہر ہے کہ وہ پھر "افعالِ الٰہیہ" تھے اور یہ کلام الٰہی تھا ہے اور جو نسبت کلام کو متکلم کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ افعال کو نہیں ہوتی اسی لئے پہلی امتوں کو خدا تعالیٰ کی ذات کا جو تعارف کرایا گیا تھا وہ اس کے خاص خاص افعال سے کرایا گیا اور جب ان میں کچھ استعداد پیدا ہو گئی تو آخر میں "تعارف ایزدی" کے لئے خود "کلام ایزدی" نازل ہو گیا جس سے بڑھ کر اس عالم میں رب العالمین کے تعارف کی کوئی اور صورت ممکن نہیں اس کے بعد اگر کوئی نمبر ہے تو وہ مشاہدہ کا ہے جو اس عالم میں ایک مقدس اور برگزیدہ ترین ہستی کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوا اور وہ برگزیدہ ہستی وہی تھی جس پر یہ کلام نازل ہوا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ لہٰذا یہی ایک معجزہ ہر معجزہ سے مستغنی کرنے والا تھا۔

(۵) انبیاء سابقین کی نبوت دائمی نہ تھی اور مستقبل زمانوں کے ساتھ ان کا تعلق بجز ان پر ایمان لانے کے اور کچھ باقی نہ رہا تھا اس لئے ان کو وہی معجزات عطا ہوئے جو اپنے زمانوں میں ایمان لانے کے لئے کافی تھے، پھر ان کی نبوتوں کا دور ختم ہو جانے اور ان کے ان معجزات کے معدوم ہو جانے کے بعد یہ مناسب تھا کہ کم از کم ان کا تذکرہ بیان میں آتا رہتا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دائمی تھی اس لئے آپ کا سب سے بڑا معجزہ بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جو دائمی ہو اور خود بے شمار معجزات پر[1] مشتمل ہو دوسرے معجزات جو آپ سے سرزد ہوئے وہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کی حد تک محدود رہے ان میں سے کچھ تو منکرین کی

---

[1] حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ تنہا قرآن کریم دس ہزار معجزات پر مشتمل ہے (دیکھو الجواب الصحیح)۔

فرمائش پر ظاہر ہوئے جیسا شق القمر اور بہت سے کسی شدید ضرورت میں ظہور پذیر ہوئے وہ کتنے ہی عظیم الشان تھے مگر پھر آپ کی نبوت کے ثبوت کا اصل مدار نہ تھے یہ شان تھی تو ایک قرآن کریم کی تھی اب اگر ان سب حسی معجزات کو نظم قرآنی میں لے لیا جاتا تو مستقبل میں خود ان کا موجود باقی نہ رہنے کی وجہ سے پھر ان میں عقلی بحثیں شروع ہو جاتیں اور بد نصیبوں کے لئے ان کے ایمان لانے میں نہ معلوم کتنی بیشمار کاوٹوں کا باعث بن جاتیں اس لئے رحمتِ الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ ایک بار اُن کا مشاہدہ کرا کے حدیثوں تک ان کو محدود رکھا جائے اور ان سب کو قرآن کی قطعیت کے رتبہ میں نہ پہنچایا جائے جہاں پہنچکر چون وچرا کا میدان ختم ہو جاتا ہے اس کے باوجود آپ دیکھتے ہیں کہ ان حدیثی معجزات میں کافر نہیں خود مسلمان آجتک کتنا الجھ رہے ہیں اگر یہ سب معجزات قرآن کریم میں مذکور ہو جاتے تو بولئے آج ان متشککین مسلمانوں کا حشر کیا ہوتا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم وہ آفتاب آمد دلیل آفتاب بن کر خود صفحۂ عالم پر جگمگا رہا ہے جس کو دیکھ کر کفار بھی حیرت زدہ خاموش ہیں اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اگر یہ فرسودہ کہانیاں ہیں تو جاؤ تم سب مل کر اس کا مثل، اس کی ایک سورۃ کا مثل، بلکہ ایک آیت ہی کا مثل لے آؤ۔ تاریخ سے پوچھ دیکھو دوسرے قسم کے معجزات میں شبہات نکالنے والے یہاں پہنچکر کیسے مبہوت لولا جواب کھڑے ہیں۔ اس معجزہ کے بعد اور کسی معجزہ کے ذکر کی حاجت ہی باقی نہ رہی۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۝

(۶) چھٹی وجہ جو سب سے بڑی بات ہے وہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی درالاصل دنیا میں یہ روح پھونک دینا چاہتا ہے کہ اب عجائب پرستی کا شوق ختم ہو جانا چاہیئے دنیا کی آنکھوں کے سامنے قدرت کے عجیب سے عجیب کرشمے آچکے اب ان کے بجائے خدا پرستی کا شوق پیدا ہونا چاہیئے کہ ان عجائبات کے ظہور کا اصل منشا یہی خدا پرستی کا شوق تھا جب اصل مقصد منظر عام پر آچکا ہے تو اب اسباب و ذرائع کی طرف نظریں کیوں تک رہی ہیں۔ اگر آپ کی نبوت کے اثبات میں بھی آپ کے تمام معجزات کا ایک ایک کر کے تذکرہ کر دیا جاتا تو بقول "دیوانہ را ہوئے بس است" پھر دنیا اپنے اسی قدیم نعق میں جا پھنستی اس لئے جب اس قسم کے عجائبات کا تذکرہ آیا تو قصۂ ماضی بن کر آیا اب خدائے تعالیٰ کی تازہ وحی آنکھوں کے سامنے ہے جس کی ایک ایک آیت سے اعجوبہ پرستی کے بجائے خدا پرستی کا نشہ پیدا ہو جاتا ہے، فَسُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ۔

(۷) آخر میں ساتویں یہ وجہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ جتنے عملی معجزات ہیں ان میں اور سحر میں ہر پہلو سے امتیاز ہونے کے باوجود پھر ذرا سا التباس بھی موجود رہتا ہے حتیٰ کہ آج تک کتب کلام وغیرہ میں ان کے درمیان کوئی ایسا واضح فرق مذکور نہیں ہے جس کے بعد مادی طبائع کے لئے بھی کوئی تشنگی

باقی نہ رہے، لیکن قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس میں اور سحر میں کسی قسم کا کوئی التباس ہی نہیں ہے نہ سلیم طبائع کے لئے نہ مادی طبائع کے لئے، یہی وجہ ہے کہ اس معجزہ پر کسی کی زبان نہیں کھل سکی کہ "یہ بھی ایک سحر اور جادو ہے" اس کے علاوہ جو اعتراضات اس پر کئے گئے اس کی جوابدہی کا تکفل خود قرآن کریم نے کر لیا ہے اور اس کے دندان شکن جوابات خود دیدیئے ہیں حتی کہ بقول "دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید" یہ بھی کہدیا ہے کہ اگر "یہ قدیم افسانوں کا مجموعہ" ہے تو جاؤ تم بھی ایسے ہی من گھڑت افسانے "بنا کر اس کے مقابلے پر لے آؤ. ان حالات میں اگر دوسری نوع کے عملی معجزات کی قرآن کریم استیعاب کی نیت کر لیتا تو یقیناً ان میں پھر بحث کھڑی ہو جاتی، آخر ضدی مزاجوں نے شق القمر کو بھی سحر کہہ ہی دیا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ

اس لئے مناسب یہ تھا کہ جو معجزہ خود ہزاروں معجزات اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے اس کو اپنی نوع میں یکتا ہی رہنے دیا جائے اور اس میں دوسری قسم کے معجزات کا بار بار ذکر کر کے آپ کی نبوت میں کسی کے لئے لب کشائی کا موقع ہی باقی نہ رہنے دیا جائے۔ رہ گئے آپ کے دوسرے عملی معجزات تو ان کی طرف سے صرف اس مدافعت کو کافی سمجھا جائے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے جواب دہی میں ایک سے زیادہ بار کر دی گئی ہے۔ ان کے علاوہ، اس مہمل سوال کے جو عیسائیوں کی طرف سے بے وجہ دہرایا جاتا رہا ہے، اور جوابات بھی ہو سکتے ہیں مگر ہم نے یہاں فرصت وقت کے لحاظ سے ان ہی چند جوابات پر کفایت کرنا مناسب سمجھا ہے۔

ہمارے نزدیک آپ کے دوسرے معجزات کی قرآن کریم میں مذکور نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ حسّی تھے اور حسّی معجزات کی قرآن کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں اور نہ یہ ہے کہ احادیث کے مستند ذخیروں میں ان کی موجودگی کافی سمجھ لیا گیا ہے اور عدم اہتمام کی وجہ سے ان کو اس قابل ہی نہیں سمجھا گیا کہ قرآن کریم میں ان کو جگہ دیجاتی، (والعیاذ باللہ) اور نہ یہ وجہ بھی نہیں کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پاس صرف وہی گنے چنے معجزات تھے اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اتنے "متنوع" تھے کہ ان کے تذکرہ کے وقت ایک ہی معجزہ کو بار بار دہرانے کی حاجت نہ تھی اور نہ یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ذات محمدی کی طرف منسوب ہو کر نہیں بلکہ قدرت الہیہ کی طرف منسوب ہو کر بیان ہوئے ہیں اس لئے عام لوگوں کا خیال ان کو دلائل محمدی سمجھنے کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

یہ سب وجوہات معجزہ کی حقیقت تک نارسائی اور ان کی تاریخ سے ناآشنائی کے ثمرات ہیں۔

ہم یہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ حسّی معجزات کی قرآن کی نظر میں بڑی اہمیت ہے، بلکہ معجزات کے ذیل میں جب کہیں تذکرہ آتا ہے تو ان ہی کا آتا ہے لہذا پہلی اور دوسری وجہ جو اسی پر مبنی ہے وہ دونوں صحیح نہیں اور یہ

فقرہ تو کسی طرح نوکِ قلم پر آنے کے قابل نہیں ہے کہ آپ کے دوسرے درخشاں معجزات صفحاتِ قرآنی پر آنے کے قابل ہی نہیں تھے" (والعیاذ باللہ) آخر یہ معجزات کیا قدرتِ مطلقہ ہی کے مظاہر نہ تھے؟ تیسری وجہ اس لئے صحیح نہیں کہ وہ اس پر مبنی ہے کہ انبیائے سابقین کے پاس گویا اتنے ہی گنے چنے معجزات تھے حالانکہ قرآن کریم میں ان کے جن معجزات کا ذکر کیا گیا ہے یہ معجزات صرف وہی ہیں جو ہر نبی کو خاص خاص عطا ہوئے ہیں اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی معجزہ کسی نبی سے ظاہر ہی نہیں ہوا، اسی لئے جب آپ آیاتِ قرآنیہ پر نظر فرمائیں گے تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ ان میں جو معجزات ایک نبی کے ذکر کئے گئے ہیں وہ دوسرے کسی نبی کے ذکر نہیں کئے گئے یہ اس کا ثبوت ہے کہ یہاں ان کے خاص خاص معجزات ہی کا ذکر کرنا مقصود ہے یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب اپنے خاص معجزہ کا تذکرہ فرمایا ہے تو صرف ایک قرآن پاک کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایات میں صاف موجود ہے۔ کیا اس کا مطلب بھی یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کے پاس بھی صرف ایک ہی معجزہ یعنی قرآن کریم ہے۔ پس جس طرح صحیح بخاری کی حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ کا خاص معجزہ قرآن کریم ہے، اسی طرح انبیائے سابقین کے معجزات کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔ ترجمان السنہ جلد ثالث میں حافظ ابن تیمیہؒ کی شہادت سے یہ گزر چکا ہے کہ احیاء موتیٰ کا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ثابت ہے حالانکہ قرآن کریم میں ان کے معجزات میں اس کا کہیں ذکر نہیں پھر جب حسب بیان حافظ ابن تیمیہؒ احیاء موتیٰ اولیاء کرام سے بھی کرامت کے طور پر ثابت ہو تو اس اُولوالعزم نبی کے متعلق شک و شبہ کرنے کی کس کو گنجائش ہو سکتی ہے۔ اگر تھوڑا سا اس پر غور کر لیا جائے کہ ان خاص خاص معجزات کی عطا کچھ صرف بخت و اتفاق کا نتیجہ نہ تھی بلکہ انبیاء علیہم السلام کے الگ الگ ماحول اور جداجدا فطری مناسبات کا ثمرہ تھی تو پھر ان کے ان معجزات کے خاص طور پر ذکر کرنے کی ایک لطیف وجہ اور بھی نکل آتی ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ایک طرف ان کی تُرشت مزاج قوم اور دوسری طرف ان کی شانِ جلالی کے کتنے مناسب تھے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات، ان کے عہد کے طبی ارتقاء اور ان کی شانِ روحانیت سے کس قدر ملتے جلتے تھے۔ اس تناسب سے یہ معجزات ان کو عطا ہوئے تھے اور اسی تناسب سے وہ قرآن کریم میں مذکور بھی ہوئے ہیں۔ اگر یہ بات اور پیش نظر رکھیں کہ جب انبیاء علیہم السلام کی کتب وصحف کے صرف خلاصوں ہی پر اکتفا کیا گیا حالانکہ یہی ان کے سب سے عظیم کمالات تھے تو اب ان کے عام معجزات کے احاطہ و استیعاب کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا صرف ان کے چند گنے چنے معجزات کا تذکرہ دیکھ کر یہ سمجھ لینا کہ ان کے علاوہ ان کے پاس کچھ اور معجزات نہ تھے تاریخ انبیاء علیہم السلام سے بڑی غفلت ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کثرت میں سب سے بڑھ کر تھے

مگر یہ لکھنا صحیح نہیں کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں کثرت ہی نہ تھی اس لئے اُن کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دوہرایا گیا ہے۔ یہ فقرہ بھی حقیقت سے کتنا بعید ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ایک ہی معجزہ کو بار بار دوہرایا گیا ہے حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات خود قرآن کریم نے شمار کرکے نو معجزات بتلائے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بھی متعدد انواع شمار کرائی گئی ہیں اگر ان انواع کے الگ الگ وقائع اور افراد شمار کئے جائیں تو خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ان کی تعداد کیا ہوگی ان کثیر التعداد معجزات کو صرف ایک سوال کے جواب سیدھا کرنے میں حذف کرکے اس طرح ادا کر جانا گویا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے پاس کچھ معجزات ہی نہ تھے کتنی بڑی خطرناک غلطی ہے، یہی غلطی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں تقلیل ثابت کرنے کی ایک بنیاد بن گئی ہے۔

چوتھی وجہ سب سے زیادہ عجیب ہے کسی نبی کے معجزہ کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف ہونی یہی تو اعجاز کی اصل روح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سب معجزات میں "باذن اللہ" کی قید لگی ہوئی ہے اور یہی قید ان کے معجزات ہونے کا سب سے واضح ثبوت ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر یہ کھلے ہوئے قدرت مطلقہ کے افعال (جن سے قوت بشری عاجز ہو) عوام کی نظروں میں بھی دلائل نبوت نہ ہوں تو پھر یہ دلائل ہیں کس کیلئے؟ اہل علم و فہم تو پہلے ہی ان کے متلاشی نہیں ہوتے ان کی نظریں سب سے اول اخلاق و تعلیم پر جاتی ہیں اب اگر یہ عوام کی نظروں میں بھی دلائل باقی نہ رہیں تو پھر ان کا فائدہ کس طبقہ کے لئے ہوگا؟ اس کے علاوہ یہ بھی تو سوچئے کہ اگر ان کی نظروں میں یہ افعال معجزہ نہ تھے تو پھر وہ ان ہی معجزات کی انبیاء علیہم السلام سے فرمائشیں کیوں کیا کرتے تھے۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ آپ کے معجزات کی نسبت آپ کی ذات ستودہ صفات سے کچھ نہ تھی۔ حضرت مولانا نانوتویؒ "حجۃ الاسلام" میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر آپ کے معجزات کی برتری ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ میں پتھر میں سے پانی نکلنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جسم مبارک موسوی کا یہ کمال تھا اور آپؐ کی انگشتانِ مبارک سے پانی نکلنے میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ دست مبارک محمدی منبع فیوض الٰہیہ ہے۔۔۔۔۔ علیٰ ہذا القیاس کنوئیں میں آپ کے لعاب دہن ڈالنے سے پانی کا زیادہ ہو جانا آپ کے کمالِ جسمی پر دلالت کرتا ہے اور فقط یونہی روٹیوں کا زیادہ ہو جانا۔۔۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمالِ جسمی پر دلالت نہیں کرتا۔۔۔۔۔ ہاں یہ مسلّم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے سے ان امور کا ظہور میں آنا ان کے تقرب پر دلالت کرتا ہے اور اسی وجہ سے ان کا معجزہ سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگانے سے ٹوٹی ہوئی ٹانگ

اور بگڑی ہوئی آنکھ کا اچھا ہو جانا بیماریوں کے یونہی اچھے ہو جانے سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ وہاں تو اس سے زیادہ کیا ہے کہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہتے ہی بیماروں کو اچھا کر دیا۔ کچھ برکت جسمانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں پائی جاتی اور یہاں دونوں موجود ہیں۔" (حجۃ الاسلام ص۳۲۳ مختصراً)

ان عبارات سے ظاہر ہے کہ ذات نبی کی طرف معجزات کی نسبت بھی جتنی آپ کے معجزات میں نمایاں تھی اتنی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں نمایاں نہ تھی اب ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کون سے عوام تھے جو یہ نسبت دیکھ کر ان کو دلائل محمدی شمار کرنے کی طرف مائل نہ ہوتے تھے شاید عوام کے پردہ میں کہیں یہ کچھ خواص ہی نہ ہوں۔

ظہورِ قدسی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملوک و راہبین میں غائبانہ تعارف

ندانم آں گل رعنا چہ رنگ و بو دارد — کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

آپ کی بعثت سے قبل کتب سابقہ میں آپ کا تعارف اتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکا تھا کہ وہ شاہانِ تخت نشین ہوں یا راہبین گوشہ نشین آپ کی تشریف آوری کے بعد کسی کے لئے بھی آپ کے انکار کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی۔ اہل کتاب اس کو چھپانے کی ہزار کوششیں کرتے مگر چھپا نہ سکتے تھے اسی بنا پر قرآن کریم نے جا بجا ان کو قائل کیا ہے اور اس تعارف کے کتمان و تحریف کا مجرم بھی قرار دیا ہے۔ علماء نے اس موضوع پر بھی مستقل تصانیف فرمائی ہیں اور کتب شروح و تفاسیر میں جہاں جہاں اس پر ضمنی بحث آگئی ہے اس کا تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حافظ ابن تیمیہؒ اور ان کے لائق تلمیذ کا بھی اس میں بڑا حصہ ہے حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سو مقامات سے بھی زیادہ بشارات موجود ہیں جن کا تھوڑا سا تفصیلی تذکرہ انھوں نے اپنی کتاب الجواب الصحیح میں بھی کیا ہے لیکن جن لوگوں کو کتب سابقہ کا مطالعہ حاصل نہ ہو وہ حافظ موصوف کی بات کو کب باور کر سکتے ہیں وہ تو اس کو مبالغہ "یا خوش عقیدگی" کہہ کر ٹال دیں گے ہم یہاں صرف صحیح بخاری کی چند حدیثیں اور قرآن کریم کی چند آیات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جن سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ کتب سابقہ نے آپ کے تعارف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا حتی کہ جب آپ دنیا میں تشریف لائے تو اس طرح تشریف لائے جیسا کہ پہلے سے ایک بڑی متعارف شخصیت تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کے اور جبرئیلؑ کے نزول کے حالات سن کر فوراً آپ کی رسالت کی شہادت دی اور کہا کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی لے کر نازل ہوا تھا اس کے بعد آپ کی حیاتِ طیبہ کے ایک جزئی واقعہ یعنی ہجرت کا بھی اس طرح ذکر کیا گویا آپ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کے سامنے ہے اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا "اے کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا تو آپ کی جو خدمت مجھ سے بن پڑتی میں بھی اس کو سو جان سے ادا کرتا

"وطن تدرۃ محبوب ہوتا ہے آپ سے یہ سن کر رہا نہ گیا اور آپ نے بڑے تاثر کے انداز میں اُن سے پوچھا "اومخرجی ھم" کیا میری قوم مجھ کو وطن سے بے وطن کرے گی"۔ اب اندازہ فرمائیے کہ نبوت اور نزول ملکی کا معاملہ کوئی معمولی بات نہ تھی جس کا فیصلہ صرف ایک مختصری سرگذشت پر فوراً کر دیا جاتا مگر یہاں یہ زبردست نصرانی عالم یہ فیصلہ اس طرح فوراً کر گزرتا ہے گویا اس کے نزدیک وہ ایک طے شدہ بات تھی اور اس ضمن میں آپ کی زندگی کے ایک ایسے جزئی واقعہ کا بھی ذکر کر جاتا ہے جو آپ کی فتح و نصرت کا ایک نیا باب تھا۔

اسی طرح ہرقل و ابوسفیان کی گفت و شنید بھی صحیح بخاری میں موجود ہے اس کے حرف حرف سے آپ کو یہ یقین ہوتا چلا جائیگا کہ ہرقل کے علم میں ضرور آپ کی بعثت کا وقت آچکا تھا اور بڑے اضطراب کے ساتھ وہ آپ کی آمد کا منتظر تھا اسی لئے یہاں وہ آپ کا "نامۂ مبارک" کھولتا بھی نہیں اور چند تحقیقی سوالات شروع کر دیتا ہے اور کسی بحث و تمحیص کے بغیر وہ بھی اسی فیصلہ پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے وہی رسول ہیں جن کی آمد کا اس کو انتظار لگ رہا تھا۔ سوال و جواب کے بعد آخر میں وہ یہ تصریح بھی کر دیتا ہے کہ کتب سابقہ سے مجھ کو آپ کی بعثت کا پورا یقین پہلے سے حاصل تھا"۔ اس کے آخری فقروں سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قلب آپ کی بزرگی اور عظمت شان سے کس درجہ معمور تھا وہ کہتا ہے "اگر ہو سکتا تو میں ضرور آپ کی خدمت میں پہنچتا اور آپ کے مبارک قدم اپنے ہاتھوں سے دھوتا"۔

یہ واقعہ بھی صحیح بخاری میں ابن ناطور کی زبانی منقول ہے کہ شاہ ہرقل علم نجوم کا بھی ماہر تھا ایک دن ایسا ہوا کہ وہ بہت سراسیمہ حال اٹھا اور دریافت کرنے پر بڑی پریشانی کے ساتھ اس نے یہ کہا کہ "جو قوم ختنہ کرتی ہے ان کا بادشاہ ظاہر ہو گیا"۔ ابھی یہ گفت و شنید چل ہی رہی تھی کہ ادھر سے شاہِ غسان کا قاصد بھی آپہنچا اور اس نے خبر دی کہ "عرب میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے"۔ اسی درمیان میں ہرقل نے ایک دوست کو اس کے متعلق لکھا جو رومیہ میں اسی کی ٹکر کا عالم تھا اس نے بھی شاہ روم کی رائے سے موافقت کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علم نجوم رکھنے والے آپ کی بعثت کے اثرات ستاروں میں بھی مشاہدہ کر رہے تھے یہ بحث یہاں نہیں ہے کہ شرعی طور پر علم نجوم کی حیثیت کیا ہے مقصد یہ ہے کہ ملوک و راہب ہوں یا کاہن و نجومی وہ آپ کی بعثت سے قبل صرف آپ کی معرفت ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی کے جزئی جزئی واقعات کی معرفت حتیٰ کہ آپ کا "وقت بعثت" اور "دار الہجرت" تک معرفت بھی کتنی رکھتے تھے کیا یہ معرفت صرف "اجمالی" اور استعارہ و کنایات والی پیشگوئیوں سے حاصل ہو سکتی تھی؟

سلمان فارسیؓ کی سرگذشت کا اجمالی تذکرہ بھی صحیح بخاری میں موجود ہے جس کی تفصیل ترجمان السنہ جلد سوم میں آپ کے ملاحظہ سے گزر چکی ہے وہ کس طرح احبار و رہبان کی مسلسل ہدایات کے تحت مدینہ طیبہ

پہنچے اور کس طرح مدینہ طیبہ کو دیکھ کر پہلی نظر میں پہچان گئے کہ یہ مقام وہی ہے جو آپ کا دار الہجرت ہے۔ شاہِ تبع کا سیکڑوں سال قبل مدینہ طیبہ سے گزرنا اور آپ کی یہاں تشریف آوری کی بشارت دینا سیرت کے مسلم حقائق میں سے ہے۔ بغرض آپ کی بعثت کے اثرات سے خدا تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہ تھی جو متاثر نہ ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کے آسمانوں میں آپ کا ذکرِ خیر رہتا تھا تو اس کی زمین پر بھی آپ کی آمد کی بشارتوں کا غلغلہ مچا ہوا تھا۔ آسمانوں پر شیاطین کی بندش سے "جنات اور کاہنوں" میں الگ ایک ہل چل پڑی ہوئی تھی۔ اس کا ثبوت بھی قرآن اور صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ متفرق طور پر شیاطین کی سراسیمگی اور ان کی گفتگو کا تذکرہ حدیثوں میں مروی ہے۔ اور درحقیقت ایک ایسے اولوالعزم رسول کے لئے جس کے بعد پھر کوئی اور رسول نہ ہو ایسے ہی تعارف کی ضرورت بھی تھی۔ اب ان صحیح حدیثوں کے ساتھ قرآنِ کریم کی آیاتِ قطعیہ بھی ملاحظہ فرمائیے اور ان کی روشنی میں یہ فیصلہ فرمائیے کہ کتبِ سابقہ میں آپ کا تعارف کیا صرف استعارات و کنایات اور اجمالی پیشگوئیوں کی صورت میں ہوگا؟

قرآنِ کریم کہتا ہے کہ آپؐ کی ذات اور آپ کی خاص خاص صفات کا تذکرہ تورات و انجیل میں موجود تھا اور اتنی وضاحت کے ساتھ موجود تھا کہ آپؐ کے سوا ان کا مصداق کوئی اور ہو نہیں سکتا تھا اور یہ تذکرہ بھی اشارۃً نہیں بلکہ صاف صاف لکھا ہوا موجود تھا جس کے لئے کسی بڑی فہم و دانائی کی ضرورت بھی نہیں بلکہ صرف آنکھوں سے ان کا دیکھ لینا ہی کافی ہے اور یہ تمام نوشتے ابھی تک ان کے پاس موجود بھی ہیں۔ ارشاد ہے:۔

(۱) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ (الاعراف)	جو ہمارے اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جن کی بشارت وہ اپنے پاس تورات انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں وہ رسول ان کو اچھے کام کرنے کو کہتے ہیں اور برے کام سے ان کو منع کرتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کیلئے حلال اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں اور سخت احکام کے بوجھ جو ان کے سروں پر لدے ہوئے تھے اور پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے ان سب کو ان پر سے دور کرتے ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی مشہور تصنیف میں اسی آیت کے تحت نقل کرتے ہیں کہ بعض بادشاہوں کے پاس آپ کی تصاویر تک موجود تھیں اور اس روایت کو قابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں جیسا کہ تفصیلی معجزات کے بیان

ہیں آپ کے ملاحظہ سے گزرے گا۔

(۲) وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ۔ (البقرۃ)
اور پہلے تو وہ کافروں کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح وکامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے لیکن جب ان کے پاس وہ ذات آگئی جسے دیکھ کر پہچان گئے تو وہ لوگ ان کا انکار کر بیٹھے۔

(۳) اَلَّذِينَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَاءَهُمْ۔ (الانعام)
جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح ہمارے ان پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں۔

دنیا میں باپ اور بیٹے کی معرفت سے زیادہ کوئی اور رابطۂ معرفت نہیں ہوتا پھر جبکہ قرآن کریم نے اس آخری رابطۂ معرفت کو استعمال کیا ہو تو اس کو استعارہ اور مجاز کیسے کہا جا سکتا ہے۔

(۴) وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف)
اور میں ایک پیغمبر کی خوشخبری دے رہا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا اسم مبارک "احمد" ہوگا۔

آیت سورۃ الصف سے معلوم ہوا کہ آپ کی بشارت آپ کی خاص خاص صفات کے علاوہ آپ کے نام کے ساتھ بھی دیدی گئی تھی اور اسی تنبیہ کے لئے یہاں "اسمہ" کے لفظ کا اضافہ فرمایا گیا ہے۔

تنبیہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آپؐ کے اسم مبارک کی تصریح کے ساتھ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بتلائی گئی ہے لہذا ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی بعثت کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہو تاکہ "بعدیت" کا لفظ صادق آجائے یہی وجہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کی بشارت کے ساتھ یہ بھی تنبیہ کی گئی تھی کہ اس رسول کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور رسول نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحیح حدیث میں بھی انا اولی الناس بعیسی ابن مریم لیس بینی وبینہ نبی کا لفظ آیا ہے اس نکتہ کو اہمیت سے سمجھ لیجئے اس طرف کم اذہان ایسے ہیں جو متوجہ ہوئے ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیے ترجمان السنہ ج ۳ ص ۱۴۳ حدیث ۹۷۱)۔ اس میں مغیرہ بن شعبہؓ ایک بڑے پادری کے بیان میں آپ کے اسم مبارک احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی صفات اور آپ کی امت کی صفات خاصہ کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے ہیں "ان کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔" اس پادری کے بیان کی تصدیق آج آپ کے سامنے اس نص قرآنی میں موجود ہے۔ اس کے بعد آپ کو حدیث صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کی "انا اولی الناس بعیسی بن مریم لیس بینی وبینہ نبی" اہمیت محسوس ہوگئی ہوگی جس میں آپؐ نے بھی یہی تنبیہ فرمائی ہے کہ میرے اور عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ ہمیشہ اس نفی کی اہمیت دل میں کھٹکتی ہی رہی کیونکہ دو رسولوں کے درمیان کسی نبی کے

ہونے نہ ہونے کی بحث چنداں قابلِ اہتمام معلوم نہ ہوتی تھی مگر جب آیتِ بالا پر نظر گئی تو اب یہ واضح ہو گیا کہ جو رسول بشارتِ عیسوی کا مصداق ہو اس کے لئے یہ اعلان کرنا کتنا ضروری تھا یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشارت میں "میرے بعد" کا لفظ فرمایا تھا تو آپ کا یہ اعلان کرنا بھی بہت ضروری تھا کہ "ان کے بعد میں آنے والا رسول میں ہی ہوں"۔ وللہ الحمد۔ پھر جب مغیرۃ ابن شعبہ کی حدیثوں میں پادریوں کے بیان میں بھی اس کا تذکرہ دیکھا تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی اب جس رسول کے متعلق اتنی اتنی سی بات مذکور ہو اس کے دوسرے حالات کے تذکرہ کو آپ خود ہی قیاس فرمالیں کہ کیا وہ "استعارات اور مجازات" کے رنگ میں ہی ہوگا۔ فیا للعجب و لضیعۃ الادب۔

خلاصہ یہ کہ آیاتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات و انجیل میں آپ کی ذات آپ کا نام مبارک اور آپ کے خاص خاص صفات کا نقشہ اتنا مکمل کھینچ دیا گیا تھا کہ اہل کتاب اگر آپ کی صورت دیکھنا چاہیں تو ان کے آئینہ میں صاف صاف دیکھ سکتے تھے۔ اتنی صاف کہ آپ کی معرفت کو اگر بیٹوں کی معرفت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔ شاید قرآنی لفظ "یجدونہ مکتوبا" میں بھی اس طرف کچھ اشارہ نکلتا ہو اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیرؒ نے نصرانی بادشاہوں کے پاس آپ کی تصویر موجود ہونے کی روایت اسی آیت کی تفسیر میں نقل فرمائی ہے اور اس پر معتبر ہونے کا حکم بھی نقل کیا ہے۔ تفاسیر میں منقول ہے کہ "جب کسی نصرانی سے مسلمان ہونے کے بعد یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تم کو فی الواقع اولاد کی سی ہی معرفت حاصل تھی تو انھوں نے جواب دیا بلکہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر کیونکہ اپنی اولاد کا یقین تو ہم کو صرف ایک عورت یعنی اس کی والدہ کے بیان پر ہوتا ہے جس کی دیانت اور صداقت میں شبہ کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تو ہم کو ان "صحفِ سماویہ" کے ذریعہ سے حاصل تھی جس میں شک و تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آپ کے اسی سابق تعارف کی بنا پر کتبِ سیر و تاریخ سے اہل کتاب کا آپ کا منتظر رہنا بلکہ معین وقت پر تلاش کے لئے نکل کھڑا ہونا بھی ثابت ہے اور آپ کے اسی تعارف کی وجہ سے ظہورِ قدسی سے قبل اہل کتاب میں بڑی گرما گرمی سے آپ کا چرچا تھا بلکہ ایک دوسرے سے مقابلے کے وقت آپ کے ساتھ مل کر دوسروں کو جنگ کی دھمکیاں دینا بھی ثابت ہے۔ اگر یہ تعارف غیر معمولی اور اتنا عام نہ تھا تو تمام مدینہ ہمہ وقت آپ کے ظہور کے انتظار میں آسمان کی طرف نظریں لگائے کیوں بیٹھا تھا؟

ہم یہاں صحیحین کی ان احادیث اور ان آیاتِ قرآنیہ کا پورا استیعاب کرنا باعث تطویل سمجھتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے سامنے آپ کے تعارف کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا گیا تھا بلکہ ان ہی چند احادیث اور آیات کی روشنی میں یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ ان حالات میں کیا یہ لکھنا ممکن ہے کہ کتبِ سابقہ میں آپ کا

تعارف صرف مجمل اور استعارات وکنایات کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے؟ پھر یہاں یہ لکھ ڈالنا کتنا تعجب انگیز اور بعید از حقیقت ہے کہ

"اس واقعہ کو دروغ گو راویوں نے یہاں تک وسعت دی کہ یہودیوں کو دن، تاریخ، سال، وقت اور مقام سب کچھ معلوم تھا چنانچہ ولادت نبوی سے قبل علماء یہود ان سب کا پتہ بتایا کرتے تھے اور عیسائی راہبوں کو تو ایک ایک خط وخال معلوم تھا بلکہ پرانے گھرانوں اور دیروں اور کنیسوں میں ایسی مخفی کتابیں موجود تھیں جن میں آپ کا تمام حلیہ لکھا تھا اور اگلے لوگ ان کو بہت چھپا چھپا کر رکھا کرتے تھے بلکہ بعض دیروں میں تو آپ کی تصویر تک موجود تھی۔ تورات وانجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض پیشگوئیاں حقیقت میں موجود تھیں اور وہ آج بھی ہیں لیکن وہ استعارات وکنایات اور مجمل عبارتوں میں ہیں ان کو ضعیف اور موضوع روایتوں میں صاف صاف آپ کے نام ومقام کی تخصیص وتعین کے ساتھ پھیلایا گیا ہے۔"

وہ روایات جن سے آپ کی تصاویر کا ملوک ورہبین کے پاس ہونا ثابت ہوتا ہے آئندہ آپ کے سامنے آنیوالی ہیں اور محدثین نے جو حکم ان پر لگایا ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گزرنے والا ہے اس کے بعد یہ فیصلہ آپ خود فرما سکتے ہیں کہ ان روایات کو کیا صرف دروغ گو راویوں کی وسعت کا نتیجہ کہدینا آسان ہے؟

شاید یہاں آپ کے ظہور سے قبل آپ کی تصاویر میں یہ شبہ کھٹکے کہ جب ابھی تک آپ عالم وجود میں تشریف فرما ہی نہ ہوئے تھے تو پھر یہ آپ کی تصاویر کیسی؟ پھر یہ کہنا تو اور زیادہ مشکل ہوگا کہ یہ تصاویر ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کے پاس تھیں گویا ایک طرح سے وہ بھی آسمانی تحائف میں داخل تھیں آل موسیٰ کے تحائف تو تابوت سکینہ میں محفوظ رہ سکتے ہوں جس کو خدائی فرشتے لئے پھرتے ہوں

وبقية مما ترك آل موسىٰ

پھر کیا تعجب تھا اگر یہ تصاویر بھی پہلے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں سماوی طور سے موجود ہوں لیکن جب فن تصویر کشی کا کمال یہ ہو کہ کسی شخص کا حلیہ غائبانہ کھینچ دیا جائے بلکہ تخیل کو مصوّر کرنا تو آج بھی موجود ہے تو پھر ہمارے انکار کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی اگر اسانید کے ساتھ ان تصاویر کا ثبوت ملتا ہے تو کم از کم تاریخی درجہ میں اس کو تسلیم کر لینے میں کوئی کلام نہ ہونا چاہئے۔

تواترِ معجزات

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ خیال محض غلط ہے کہ حدیثوں میں جتنے معجزات مذکور ہیں وہ سب کے سب ظنی ہی ہیں بلکہ بہت سے معجزات ایسے بھی ہیں جو تواتر سے ثابت ہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ بعض معجزات کا

تواتر تو عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے اور بعض کا تواتر صرف خاص افراد ہی کو معلوم ہے مثلاً آپ کے انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا، یا تھوڑا سا کھانا بڑی بڑی جماعتوں کے لئے کافی ہو جانا یا ایک کھجور کے درخت کا جس کو حنانہ کہتے ہیں آپ کے فراق میں گریہ وزاری کرنا اس قسم کے معجزات اعلیٰ درجہ کے تواتر سے ثابت ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معجزات بڑے بڑے مجمعوں کے سامنے ظاہر ہوئے جن کی تعداد حسب الاتفاق اتنی عظیم الشان تھی کہ یہ تعداد دوسرے متواتر امور کے لئے جمع نہیں ہو سکی یا مثلاً حدیبیہ کے کنویں کا پانی جب خشک ہو گیا اور ایک قطرہ بھی اس میں باقی نہ رہا تو صحابہؓ کے صورت حال عرض کرنے پر آپ نے اپنے وضو کا پانی کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد فوراً پانی میں وہ کثرت نمایاں ہوئی کہ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اس سے بخوبی سیراب ہو گیا۔ اسی طرح کا واقعہ غزوہ ذات الرقاع، غزوہ تبوک، اور خیبر سے واپسی میں بھی پیش آیا ہے جن میں لشکر کی تعداد ہزاروں تک تھی ان مواقع پر چونکہ صحابہ کی بڑی تعداد ایک ہی جگہ جمع تھی اس لئے بیک وقت اس کے مشاہدہ کرنے والے اور نقل کرنے والے اس کثرت کے ساتھ موجود تھے کہ دوسرے متواترات کے لئے نہیں ہو سکے۔ اس قسم کے تواتر کو تواتر عام کہتے ہیں۔

تواتر کی دوسری قسم۔ تواتر خاص ہے۔ اس کا علم ہر شخص کے لئے ضروری نہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کا وجود، جو جماعت ان کی قائل ہی نہیں ہے اس کو ان کے اسمائے مبارکہ کی بھی کوئی اطلاع نہیں ہے جیسا کہ بہت سی مسلمانوں کو جو تاریخی معلومات نہیں رکھتے وہ اپنے بہت سے خلفاء اور ملوک کے ناموں سے بھی آشنا نہیں اور نہ ان کو ان مشہور معرکوں کی خبر ہے جو خود مسلمانوں میں گزر چکے ہیں مثلاً جنگ یرموک، واقعہ حرہ، فتنہ ابن المہلبؒ فتنہ ابن الاشعث وغیرہ حالانکہ اصحابِ تاریخ کی نظروں میں یہ سب واقعات تواتر سے ثابت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ بعض خبریں جو غیر اصحاب فن کے نزدیک خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں وہ خود اصحاب فن کے نزدیک متواتر ہوتی ہیں۔ مذہبی دنیا کے لحاظ سے اگر دیکھئے تو بہت سے علماء کو ان واقعات کی کوئی خبر تک نہیں جو اہلِ کتاب کے نزدیک تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں۔ اسی طرح اہل فن کو لے لیجئے تو اس فن کے کارنامے اس فن والوں کے نزدیک آپ کو تواتر سے ثابت ملیں گے حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان بھی ان سے آشنا نہ ہوں گے۔ دیکھئے اطباء میں جالینوس، بقراط، محمد بن زکریا وغیرہ، فن ہیئت میں بطلیموس، ثابت بن قرہ اور ابوالحسین صوفی اہلِ نحو میں سیبویہ، اخفش، مبرد، زجاج، فراء و کسائی، اہلِ تجوید میں ابو عمرو، ابن کثیر، حمزہ، کسائی، ابن عامر یعقوب، اسحاق، خلف بن ہشام اور ابو جعفر اور اسی طرح جملہ فنون میں جو جو اس کے ماہرین گزرے ہیں ان کے جو جو کارنامے خود ان فن والوں کے نزدیک ثابت ہیں، دوسرے اصحاب فن بسا اوقات ان کو مبالغہ آمیز داستانیں تصور کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث ان واقعات کا خفا اور عدم ثبوت نہیں

بلکہ اپنی اپنی توجہ اور التفات کا فرق ہے جس کی توجہ ان خبروں کی طرف ہو گئی اس کو ان کے تواتر کا علم ہو گیا اور جس نے اس طرف توجہ نہ کی وہ اپنی اُسی لاعلمی کے عالم میں پڑا رہا اور اگر زیادہ جسارت پر اُترا تو ان کا مضحکہ بھی اُڑانے لگا۔

اس موقعہ پر یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ بعض باتیں عوام کی محض خوش عقیدگی کی بنا پر بھی مشہور ہو جاتی ہیں مگر خود ان کے مشاہدہ کرنے والوں میں ان کی کوئی شہرت ثابت نہیں ہوتی تو اس قسم کی شہرت اور تواتر ہرگز قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص جبکہ اس کے برعکس تواتر ثابت ہو مثلاً کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کے علاوہ کوئی اور حج بھی کیا تھا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ کے مشاہدہ کرنے والوں میں ایک شخص بھی اس کا راوی نہیں ملتا۔ دوم جو اس فن کے ماہرین ہیں ان کے نزدیک اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس ثبوت ملتا ہے۔ اس قسم کی جتنی خبریں ہیں وہ جاہلوں کے نزدیک اگرچہ کتنی بھی مشہور ہوں مگر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

تواتر کی تیسری قسم تواتر معنوی ہے یعنی اگر واقعات پر علیحدہ علیحدہ نظر کی جائے تو ان کو تواتر کا رتبہ حاصل نہ ہو لیکن کسی ایک مشترک بات پر یہ سب واقعات متفق ہوں جیسا خالد بن ولیدؓ اور عنترہ کی شجاعت کی داستانیں یا حاتم و معن بن زائدہ کی سخاوت کی حکایات یا امرء القیس، نابغہ اور غالب و ذوق و داغ کے اشعار یا عمر فاروقؓ اور نوشیرواں کا عدل و انصاف۔ ان سب کے واقعات اگرچہ علیحدہ علیحدہ تواتر سے ثابت نہ ہوں مگر ان کے مجموعہ پر نظر کرنے سے ان کی اپنی اپنی صفات میں باکمال ہونا اس درجہ متواتر ہے کہ آج عوام میں بھی یہ شخصیتیں ان صفات میں ضرب المثل ہیں اگر آپ یہاں اسنادی تواتر کا مطالبہ کریں تو اس کا ثبوت مشکل ہے۔

تواتر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ کوئی واقعہ کسی بڑے مجمع کے سامنے پیش آئے پھر وہ اس کو دوسروں کے سامنے بیان کرے اور اسی طرح ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے بیان کرتا چلا آئے جس میں کسی سازشی روایت کا احتمال بھی پیدا نہ ہو سکے اور کسی سے اس کا انکار بھی منقول نہ ہو تو اس کو بھی "متواتر" کہا جائے گا اور یہ بھی اس کی صحت و صداقت کا بدیہی ثبوت ہوگا اس تواتر کا نام "استفاضہ" ہے۔ قرآن کریم اور شریعت مطہرہ کا ایک بڑا حصہ بطریق استفاضہ بھی ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک اور اس کے بعد عہدِ صحابہ میں قرآن کریم اور شریعت کا بہت بڑا حصہ پڑھنے پڑھانے والوں کے اور عمل کرنے والوں کے سامنے آتا رہا اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ کی "روایات" اور "عمل" کو کسی انکار کے بغیر تسلیم کرتا رہا پس یہ صورت بھی یقین کرنے کے لئے کافی ہے یہاں بھی اگر آپ اس حصہ کی روایت کیلئے علیحدہ علیحدہ شہادت طلب کریں تو اگرچہ وہ متواتر نہ ہو گی لیکن طبقہ بہ طبقہ روایت کے لحاظ سے متواتر کہلائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفس معجزات کا ثبوت تو اس درجہ [illegible] ہے کہ اس میں مسلمان و کافر کی

بھی کوئی تفریق نہیں ہے۔ آپؐ کے عہدِ مبارک میں کافروں کی ایک اچھی مردم شماری ایسی ملتی ہے جو صرف آپ کے معجزات ہی کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئی، اگرچہ فہیم اور سمجھدار طبقہ آپ کی اخلاقی زندگی اور تعلیمات سے متاثر ہوا جیسا کہ بادشاہوں اور عمائد کفار کی تاریخ سے ثابت ہے لیکن جن طبیعتوں میں اس باریک بینی کی استعداد نہ تھی وہ پہلے صرف ان خوارق ہی سے متاثر ہوئیں اور اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوئیں تو کم از کم ان کی قائل ضرور ہو گئیں، آج بھی جو مخالفینِ اسلام منصف ہیں اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ آپؐ کے خوارق کے قائل نظر آتے ہیں اگرچہ ان معجزات کے اِس وقت سامنے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے قاصر ہوں اور ان کو اپنے دائرہ فہم میں لانے کی سعی کر رہے ہوں۔

اب رہ گئے آپ کے خاص خاص معجزات تو ان میں بھی ایک بڑا حصہ وہ ہے جو تواتر کے ان چاروں طریقوں[1] ثابت ہے اور ان میں سے ایسا معجزہ تو بہت ہی کم ہے جس کو شہرت کا کوئی نہ کوئی درجہ حاصل نہ ہو۔

اس کے بالمقابل جب آپ دوسری قوموں کے نقل کردہ عجائبات بلکہ اہلِ کتاب کے اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے موازنہ فرمائیں گے تو بشرطِ انصاف آپ کو یہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہر اعتبار سے اور ہر میزان میں ان سب سے زیادہ درخشاں اور وقیع ہیں۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا کے ملوک وسلاطین کے واقعات کا یقین جن جن طریقوں سے حاصل ہوتا ہے آپ کے معجزات کا ثبوت ان سب سے زیادہ محکم اور واضح طریقوں سے موجود ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان پر غور وخوض کی نظر ہی نہ ڈالی جائے۔ (دیکھو الجواب الصحیح از ص ۲۲۳ تا ص ۲۲۹ ج ۱)

تعدادِ معجزات

ہر کس نہ شناسندۂ راز است وگرنہ　　　اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

حق یہ ہے کہ چشمِ بینا کے لئے تو پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات از سرتاپا "آیتِ نبوت" اور معجزہ ہی معجزہ تھی، لیکن اس کو کیا کیجئے کہ عوام کی نظریں آپؐ کی زندگی کے صرف چند غیر معمولی واقعات ہی کا نام "معجزہ" رکھنا چاہتی ہیں بے شبہ آپ کے علمی کمالات واخلاق اور آپ کے دیگر معجزانہ خصائل وشمائل کے مقابلے میں دوسرے قسم کے معجزات وہ نسبت بھی نہیں رکھتے جو ایک قطرہ دریا کے سامنے رکھتا ہے، مگر جب اس قطرہ کو علیحدہ اٹھا کر دیکھا جاتا ہے تو وہ بھی ایک بحرِ بیکراں نظر آتا ہے۔ سچ کہا ہے حافظ ابن تیمیہؒ نے[1] کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عالم میں اپنی

---

[1] فان تعداد دلائل النبوۃ مالا یمکن لبشر الاحاطۃ بہ اذکان الایمان واجبا علی کل احد فبیّن اللہ لکل قوم لکل شخص من الآیات والبراهین مالا یبین لقوم آخرین کما ان دلائل الربوبیۃ وآیاتہا اعظم واکثر من کل دلیل الخ (الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۳۸)

ربوبیت کی معرفت کے لئے فرش سے لیکر عرش تک آیات ونشانیاں پھیلائی ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کے لئے بھی آیاتِ نبوت عالم کے گوشہ گوشہ میں بکھیر دی ہیں جن کو اگر کوئی شمار کرنا چاہے تو شمار نہیں کر سکتا۔" (دیکھو الجواب الصحیح صفحہ ۲۴۸ جزء ۴)

بیشک جس عہد میمون کے عام برکات یہ ہوں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ بیان ہو کہ ہم کھانا کھاتے تھے اور اپنے کانوں سے اُس کی تسبیح سنا کرتے تھے اُس زمانے کے معجزات اور آیات کا بھلا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال ٹھیک ایسی سمجھئے جیسی سمندر کی متلاطم موجوں کی کہ ان کا اندازہ وہ شخص نہیں لگا سکتا جو خود اُن موجوں میں پڑا ہو۔ ہاں ان کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو ساحل پر کھڑے ہو کر دور سے ان کا تماشہ دیکھے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا وہ جس عہد مبارک میں تھے اس میں آیات ومعجزات کا بحرِ زخار موجیں مار رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک جو ان تمام معجزات وبرکات کا سرچشمہ تھی وہ خود ہمہ وقت ان کے مشاہدہ میں جلوہ گر تھی۔ ان حالات میں ان کی توجہ کسی دوسری طرف کیسے منعطف ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ معجزات کا بہت بڑا حصہ وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات، عبادات اور اشراطِ ساعت وغیرہ کے ابواب میں ضمنی طور پر ذکر میں آجاتا ہے اس کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ وہ بھی ہے جو کسی معمولی واقعہ کے ضمن میں اتفاقی طور پر کسی کی زبان پر آگیا ہے جیسا دو صحابیوں کا آپ کی مبارک محفل سے ایک تاریک شب میں نکلنا اور راستہ میں ان کے عصا کا روشن ہو کر اُن کے لئے مشعلِ راہ بن جانا۔ یہ اور تسبیح طعام جیسے واقعات صحیح بخاری میں موجود ہیں پھر تسبیح طعام کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ کا بیان صرف ایک لفظ کا نہیں ہے بلکہ اس انداز میں ہے گویا اس وقت یہ ایک عام بات تھی۔ اس کے باوجود ان واقعات کا اور اس قسم کے دوسرے واقعات کا کوئی چرچا صحابہ کے درمیان عام طور پر آپ کو نہیں ملے گا اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے ثبوت اور معجزہ ہونے میں کوئی ضعف تھا بلکہ اصل بات یہی تھی کہ اس وقت اُن کی تمامتر توجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آپ کے لائے ہوئے دین کے جمع کرنے کی طرف رہا کرتی تھی اس لئے اُن کی حیات میں معجزات کا موضوع ایک مستقل موضوع بنتا تو کیسے بنتا۔ یوں بھی دنیا کا طریقہ ہے کہ دنیا کی کسی عظیم شخصیت کے فضائل وکمالات کا باب ہمیشہ اس کی وفات کے بعد ہی مرتب ہوا کرتا ہے پھر یہاں ایک بڑا حصہ تو وہ ہے جو جرح وتعدیل کی زد میں آکر ساقط ہو چکا ہے اور بقیہ ایک حصہ وہ بھی ہو گا جو ہم تک پہنچ ہی نہیں سکا اُس کا اندازہ ہی کیا لگایا جا سکتا ہے۔ ان حالات میں جو معجزات قید روایت میں آچکے ہیں ان کو ایک بحرِ بیکراں کے چند قطرات ہی سمجھنا چاہئے۔

اب رہ گئیں وہ آیات وبراہین جو قید وضبط میں حد ثبوت کو پہنچ چکی ہیں تو ان کی تعداد حافظ ابن حجرؒ

۱؎ وذکر النووی فی شرح مسلم ان معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم تزید علی الف ومأتین وقال البیہقی فی المدخل بلغت الف ام قال الزاھدی من الحنفیۃ ظھر علی یدہ الف معجزۃ وقیل ثلاثۃ الاف قداعتنی بجمعھا جماعۃ من الائمۃ کابی نعیم والبیہقی۔

نے ایک ہزار سے تین ہزار تک لکھی ہے (فتح الباری ص ج ۳) یہ تعداد کچھ اتنی بڑی تو نہ تھی کہ اس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم القدر رسول کی طرف "مبالغہ آمیز" سمجھی جاتی۔ اگر ایک ہزار کا عدد آپ کے عہد نبوت ہی پر پھیلایا جائے تو ہفتہ میں صرف ایک معجزہ اور اگر پوری عمر پر پھیلایا جائے تو ایک ماہ میں تقریباً ایک معجزہ کا اوسط آتا ہے اور اگر اس میں آپ کی ولادت سے قبل کے عجائبات بھی شامل کر لئے جائیں تو یہ اوسط بھی مشکل سے آئیگا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ذوق نہ رکھنے والے اصحاب پر یہ عدد بھی گراں ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کے معجزات میں صرف آپ کے "اخلاق وشمائل" ہی کا ایک باب نظر آئے اور دوسرے عجائبات جو ہر نبی کی زندگی میں ثابت ہوتے ہیں وہ یہاں سے قلم زد کر دیئے جائیں ورنہ کم از کم ان کو پھیکا ضرور کر دیا جائے۔ اِنّا لِلّٰہ۔

درحقیقت "اصحابِ دلائل" نے آپ کے معجزات کی یہ تعداد صرف تکثیر معجزات کے شوق میں جمع نہیں کی بلکہ اس لئے جمع کی ہے کہ وہ حقیقتاً اتنی ہی بہت بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو انھوں نے یہاں برعکس "تقلیل" کی سعی کی ہے اگر وہ صرف عام شہرت پر اکتفا کر لیتے اور "اسانید" کی قید و بند اٹھا دیتے تو یہ باب آپ کو اس سے کئی حصے زیادہ پھیلا ہوا نظر آتا مگر افسوس ہے کہ آج مذکورہ بالا عدد بھی ہماری نظروں میں کھٹکتا ہے اور "خرقِ عادت" کا ہوّا سر پر اس طرح سوار ہے کہ مستند سے مستند معجزات میں بھی ہمارا قلم "کثرتِ روایت" کی متعرض لگئے بغیر نہیں رُکتا۔ ممکن ہے کہ کسی کے دماغ پر یہاں وزن اس کا بھی ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا عدد قرآن پاک میں صرف "نو ہی" بتایا گیا ہے اس لئے ہمارے علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا جو عدد لکھا ہے وہ صرف آپ کی "خوش عقیدگی" ہو گی، حالانکہ سرے سے ان کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ مذکورہ بالا عدد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے "مجموعہ معجزات" کا عدد ہے، بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ عدد صرف ان خاص معجزات کا ہے جو خاص طور پر ان کو عطا ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ جو دیگر معجزات ان سے ظاہر ہوئے ہیں ان تمام کا عدد نہیں ہے اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معجزہ جو خاص طور پر آپ کو مرحمت ہوا وہ صرف ایک قرآن پاک ہے اور اسی لئے صحیح بخاری کی حدیث میں آپ نے اسی ایک معجزہ کو ذکر فرمایا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے عدد سے گھبرانے سے قبل اگر یہاں محدثین کی "اصطلاح" کا تھوڑا سا لحاظ کر لیا جائے تو شاید اس گھبراہٹ میں کچھ تخفیف ہو سکتی ہے۔ اصل اصطلاح کے لحاظ سے معجزہ صرف ان خارق عادت امور کا نام ہے جو کسی نبی و رسول کے ہاتھ پر اس کے دعوئے نبوت کی تصدیق کے لئے ظاہر ہوں جو خوارق اس کے دعوئے نبوت سے قبل ظاہر ہوں اصل اصطلاح میں وہ معجزہ نہیں "ارہاص" کہلاتے ہیں یہاں اس کے بعد پھر آپ کے دیگر عام فضائل و کمالات پر بھی معجزہ کا اطلاق کر دیا گیا ہے اور ان "علمی توسعات" کی بنا پر معجزات کا باب اور زیادہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ تمام توسعات کتب دلائل کے ادنیٰ ملاحظہ سے واضح

ہو سکتے ہیں، بلکہ اس کے بعد بہت سے وہ اعتراضات جو صرف اس نکتہ کے فروگذاشت کرنے سے پیدا ہو گئے ہیں دفع ہو جاتے ہیں۔ مثلاً آپ کے فضائل کے بہت سے وہ واقعات جو معجزہ کے صرف اپنے دماغی معیار پر نہ اترنے کی پیدا ہو گئے ہیں اور اس لئے ان کو دنیوی معمولی واقعات کی فہرست میں داخل کر دیا گیا ہے وہ سب دفع ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہاں جو مذکورہ بالا توسع حافظ ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے اگر اس کا بھی لحاظ کر لیا جائے تو پھر معجزات کا نقشہ کچھ اور ہی بدل جاتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ تکثیر معجزات کے شوق میں صرف متساہل مزاج محدثین مبتلا نہیں ہیں بلکہ "متشدد" سے متشدد مزاج بھی اس میں گرفتار ہیں۔ حافظ موصوف لکھتے ہیں:۔

آیات النبوۃ وبراھینھا تکون فی حیاۃ الرسول وقبل مولدہ وبعد مماتہ لا تختص بحیاتہ فضلاً عن ان تختص بحال دعوٰی نبوتہ او حال التحدی کما ظنہ بعض اھل الکلام۔ (الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۴۹)	آیاتِ نبوت کا ظہور صرف رسول کی زندگی کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے چہ جائے کہ اس کے دعوئے نبوت کے ساتھ خاص ہو یا تحدّی اور مقابلے کے ساتھ خاص ہو جیسا کہ بعض علمائے کلام کا گمان ہے بلکہ آیات نبوت اس کی زندگی بلکہ اس کی ولادت سے قبل اور وفات کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں۔

دوسری جگہ اور وسعت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ومحمد صلے اللہ علیہ وسلم جعلت لہ الآیات البینات قبل مبعثہ وحین مبعثہ وفی حیاتہ وبعد موتہ الی یوم القیامۃ۔	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخشاں علامات صداقت آپؐ کی بعثت سے قبل اور بعثت کے دوران میں اور آپؐ کی تمام زندگی بلکہ وفات کے بعد قیامت تک جاری ہیں۔

(الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۶۴)

اب اندازہ فرمائیے کہ اگر آیاتِ نبوت میں آپ کے وہ معجزات بھی شمار کرنے جائیں جو تا قیامت ہر زمانے میں ظاہر ہوتے رہیں گے تو پھر آپ کے معجزات کا عدد کیا ہو گا۔ عجیب بات ہے کہ یہاں شقِ صدر کو معجزات کی فہرست میں شمار کرنے سے کسی کا قلم بھی نہیں رکا۔ حالانکہ یہ واقعہ ایک بار آپ کے دورِ طفولیت میں بھی پیش آیا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ ولادت کو سب ہی نے معجزانہ ولادت میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ بھی ولادت سے قبل کا واقعہ ہے۔ پھر اگر یہ کوئی معجزہ ہے تو حق جل شانہ کی قدرت کا معجز نما نمونہ ہے۔ یہاں ضرورت کیا تھی کہ اس کی تاویلات پر خامہ فرسائی کی جاتی؟ جس خدا نے کسی تاویل کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کو دونوں صنفوں کے بغیر صرف حرفِ "کُن" سے پیدا فرما دیا تھا اسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک صنف سے پیدا فرما دیا۔ اس کے باوجود اس کو ان عام معجزات کی فہرست میں شمار کرنا جو انبیاء علیہم السلام سے بظاہر خود صادر ہوئے ہیں۔ کیا یہ اسی توسع پر مبنی نہیں جو حافظ موصوف نے سطورِ بالا میں تحریر فرمایا ہے؟ اسی طرح آپ کی مختون پیدائش کا

شمار بھی ایک نادر خصوصیت کے ذیل میں آگیا ہے بشرطیکہ یہ ثابت کردیا جائے کہ آپؐ سے قبل بھی ایسی ولادتیں ہوتی رہی ہیں، رہی آپ کے بعد مختون ولادت تو بعد کے دور میں اس کا ثبوت ملتا ہے مگر آج بھی ایسے مولود کا لقب عام وخاص عرف میں "رسولیہ ولادت" مشہور ہے۔ اس ولادت کو آپؐ کے اسم مبارک پر قیاس کرنے کی گنجائش ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ آپ سے قبل عرب میں محمدؐ نام کسی نے نہیں رکھا تھا پھر جب آپؐ کے ظہور کا زمانہ قریب آتا گیا تو چند لوگوں نے اس تمنا میں کہ اس نام کا مبارک اور اولوالعزم مولود ہمارے گھر میں پیدا ہو، اپنے بچوں کا یہ نام رکھنا شروع کردیا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق دنیا میں سب سے پہلا نام ہونے کی شہادت تو خود قرآن پاک نے دی ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا۔

اس قسم کے معجزات میں قلم کی شدت دکھانے سے کسی خاص حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا اور اگر اس کو عشق نبوت کا اثر ہی کہا جائے تو اسلامی نقطۂ نظر سے اس کو عیب بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر جابر بن سمرۃؓ صحابی نے (عشق نبوی میں مغلوب کر) حسب روایت ترمذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہویں رات کے چاند سے زیادہ حسین کہدیا تو کسی نے ان کی تکذیب نہیں کی بلکہ لاکھوں نہیں بیشمار قلوب کو ان پر "غبطہ" ہے کہ کاش عشق نبویؐ کی اس تڑپ کا کوئی ذرہ ان کو بھی نصیب ہو جاتا۔ عالم میں محبت اور حقیقت کے بازار گو الگ الگ ہیں، مگر کوئی میدان ایسا بھی ہے جہاں یہ دونوں دریا ایک جگہ جا کر مل جاتے ہیں، یہاں پہنچ کر ہی حقیقت کا کچھ سراغ لگتا ہے اور جو اس حقیقت کا پیاسا ہو اس کو محبت کی موجوں میں کھیلنا ہی پڑتا ہے ومن لم یذق لم یدر۔

ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت اس کے درپے ہوئی ہے کہ جتنے آپؐ کے معجزات قرآن کریم سے مستفاد ہوسکتے ہیں تلاش کرکے اُن کا صحیح عدد لکھے تو انھوں نے ان کی تعداد دس ہزار سے متجاوز بیان کی ہے جیسا کہ اپنے محل میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

فلان الایات المستفادة بالقرآن قد تجرد لها	وہ نشانیاں اور معجزات جو قرآن کریم سے مستفاد
طوائف من المسلمین ذکروا من انواعها	ہوسکتے ہیں، مسلمانوں کی ایک جماعت نے
وصفاتها ما هو مبسوط فی غیر هذا الموضع	ان کو علیحدہ کیا ہے اور ان کی اقسام وصفات کا
حتی بینوا ان ما فی القرآن من الایات	ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان معجزات کی تعداد دس ہزار
یزید علی عشرة آلاف من الایات (الجواب الصحیح ۴/۱۵۷)	سے اوپر پہنچتی ہے، جن کی تفصیل اپنے محل میں بیان کی گئی ہے۔

یہ بیان ایسے متشدد مزاج حافظ حدیثؒ کا ہے جس پر غلط جذبۂ محبت کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا اور وہ ہے بھی ایسی کتاب میں جو مولود خوانوں کی صرف گرمیٔ محفل کے لئے نہیں لکھی گئی بلکہ نصاریٰ کی تردید کے لئے تالیف کی گئی

تھی، اب اگر ان جیسے حضرات بھی کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں تو ہم کو بھی اسی کا شکار سمجھ لینا چاہیے
بقول امام شافعیؒ ؎

ان کان رفضا حب آل محمد — فلیشھد الثقلان انی رافض

تنبیہ: یہاں یہ تنبیہ کر دینی بھی ضروری ہے کہ معجزات کی تعداد و شمار پر حیرت کرنے والوں نے ایک طرف تو معجزات کا مفہوم ہی اپنے ذہنوں میں بہت محدود قرار دے لیا ہے دوسری طرف اکثر "اخبار غیب" کو اس فہرست سے عمداً یا سہواً خارج سمجھ لیا ہے مثلاً

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ "غیوب" میں تاریخ کے معمولی یا غیر معمولی واقعات کے سوا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے جس کو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا جیسے پیدائش عالم کے حالات حضرت آدم علیہ السلام اور سجود ملائکہ کا واقعہ، ابلیس کی عداوت اور شجرۂ ممنوعہ کے کھانے کیلئے وسوسہ اندازی اور اس میں کامیابی حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر نازل ہونا۔ نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو دعوت دینا اور ان کی بددعا سے خارق عادت پانی کے طوفان سے ان کی قوم کا تباہ ہو جانا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش نمرود کا واقعہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا مفصل تذکرہ پھر فرشتوں کا مہمانوں کی صورت میں ان کے پاس آنا اور حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی ان کو بشارت دینا پھر فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کے پاس جانا اور ان کی قوم کا ہلاک ہونا حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا واقعہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور مصر میں ان کی اسارت اس کے بعد حکومت کی مفصل سرگذشت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے ساتھ معرکہ آرائیاں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی مناجات اور سرگوشیاں اور ان کے معجزات عصا، ید بیضا، مینڈک، جوں، خون کا عذاب، دریائے نیل کا دو ٹکڑے ہو جانا فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا صحیح و سالم پار لگ جانا، بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ فگن رہنا اور ان کے لئے من و سلویٰ کا نازل ہونا، ان کے پانی کے انتظام کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک پتھر پر اپنا عصا مارنا اور اس سے بارہ چشموں کا پھوٹ نکلنا، بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کرنا اور ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے بعض کا بعض کو قتل کرنا، ایک قاتل کی سراغ رسانی کے لئے گائے کے ذبح کا حکم ملنا اور اس کے گوشت کا میت کی لاش کے ساتھ لگا دینا اور قاتل کا سراغ لگ جانا، ایک بڑی جماعت کا موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل پڑنا اور سب پر موت واقع ہو جانا اور پھر ان کا جی اٹھنا، ایک شخص پر سو سال تک موت کا طاری رہنا پھر اس کا زندہ ہونا، حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تذکرہ اور اس کے سوا بنی اسرائیل کے دوسرے واقعات و حالات کا مفصل تذکرہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزات اور اپنی قوم کے لئے ان کا دعا کرنا، ان کا بجسدہ العنصری زندہ آسمانوں پر اٹھایا جانا اور آخر زمانہ میں

نازل ہونا اور ان کی حیاتِ طیبہ کے دوسرے مفصل حالات، اس کے علاوہ اصحاب کہف، ذوالقرنین، اور دوسرے صالحین اور نیک لوگوں کے تذکرے وغیرہ وغیرہ پھر ان سب کا ایسے ماحول میں بیان کرنا جہاں ان واقعات کا عالم کوئی نہ تھا، خود اُمّی تھے اور ساری قوم بھی اُمّی تھی مزید براں یہ کہ سب جانی دشمن اس لئے اگر خفیہ طور پر ان معلومات کو حاصل فرماتے تو اس کا کوئی امکان نہ تھا کہ یہ راز مخفی رہ سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے متعدد سورتوں میں اسی معقول بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ سورۂ یوسف کے آخر میں اشارہ ہے:۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ

یہ بعض غیب کی خبریں ہیں، جو ہم آپ کو بھیجتے ہیں اور آپ ان کے پاس اسوقت موجود نہ تھے جبکہ انھوں نے اپنا ارادہ پختہ کیا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

سورۂ ہود میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کو پوری تفصیلات بیان فرما کر ارشاد ہوا:۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

یہ قصہ من جملہ اخبارِ غیب کے ہے، جس کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم، سو صبر کیجئے، یقیناً نیک انجام متقیوں ہی کیلئے ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی سرگذشت کا ذکر فرما کر ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔

یہ قصے منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں جن کی وحی ہم آپ کے پاس بھیجتے ہیں اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اسوقت موجود تھے، جبکہ وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون مریم کی کفالت کرے، اور آپ نہ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت سے سرفرازی کا واقعہ ذکر فرما کر ارشاد ہوا۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

اور آپ غربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو حکم دیا اور آپ دیکھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آیاتِ بالا کے نزول کے بعد تاریخ سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ آیاتِ بالا کے سننے کے بعد کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ہم ان واقعات کو آپ سے پہلے جانتے چلے آئے ہیں" یا فلاں شخص نے آپ کو ان کی تعلیم دی ہے" ظاہر ہے کہ اس قسم کے خفیہ راز مدت دراز تک پوشیدہ نہیں رہا کرتے اور بالفرض اگر وہ عام لوگوں پر پوشیدہ رہیں بھی تو آپ کے خاص اصحاب سے تو اس راز کا پوشیدہ رہنا ناممکن تھا لیکن یہاں تو جتنا جو زیادہ خاص تھا وہ آپ کی تصدیق میں اتنا ہی زیادہ پیش پیش تھا۔ بھلا یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اگر العیاذ باللہ وہ آپ کو کاذب جانتے تو وہ آپ کی خاطر اپنا دین ترک کر دیتے، اہل وطن اور قوم کے طعنے سہتے اور اپنی ساری عیش و عشرت کو خاک میں ملا کر آپ م کے

نذکاروں میں داخل ہوجاتے۔ بیشک کسی کسی نے آپ پر دوسروں سے تعلیم حاصل کرنے کی تہمت لگائی ہے مگر اس کی حیثیت صرف ایسی ہی ہے جیسا کہ آپ پر مجنون و ساحر کے افترا کی۔ قرآن کریم نے ان سب کی مفصل تردید کردی ہے۔

(۲) وہ معجزات جو اشراط ساعت کی خبروں کے متعلق ہیں۔ ان میں علی الخصوص امام مہدی کے ظہور، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال اکبر کے مفصل حالات ان میں سے ہر ایک واقعہ بیسیوں پیشگوئیوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے امام مہدی کی حدیثوں کے علاوہ اکثر صحیحین میں موجود ہیں اور امام مہدی کی حدیثیں بھی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔

(۳) وہ پیشگوئیاں جو عالم غائبات سے متعلق ہیں مثلاً جنت، دوزخ، حشر و نشر اور حساب و کتاب وغیرہ۔ اسی طرح وہ تمام غائبات جو عالم برزخ سے متعلق ہیں وہ سب غیوب ہیں جن کی آپ نے اطلاع دی ہے اور کم از کم ایک مسلمان کے لئے تو واجب التسلیم ہیں اور پہلے دو نمبر تو ایسے ہیں جو ساری دنیا کے لئے بھی معجزہ ہیں اہل کتاب نے اکثر بھی کچھ سوالات ایسے کئے ہیں جن کا تعلق قصص ماضیہ سے اور بعض کا حشر و نشر کی کیفیات سے تھا اور ان کا جواب سن کر وہ لاجواب ہو گئے ہیں اور بعض اسلام بھی قبول کر چکے ہیں۔

(۴) معراج کا ایک واقعہ ہی خود بہت سے معجزات پر مشتمل ہے جیسا کہ اصحاب سیر پر مخفی نہیں ہے لیکن اس کو بھی بشکل ایک معجزہ تسلیم کیا گیا ہے کاش کہ اس کی تفصیلات کو پھیلایا جاتا اور بتایا جاتا کہ ایک معجزہ ہی کتنے کتنے عظیم معجزات پر مشتمل تھا۔ یہ تو وہ معجزات ہیں جن میں سے اکثر کو اصولاً نظرانداز کر دیا گیا ہے حالانکہ ان میں سے نمبر اول کے معجزات تو تمام قرآن کریم کے بیان کردہ ہیں۔ عام محدثین نے ان ابواب کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوانات بھی قائم کر دیئے ہیں پھر جب خاص خاص موضوعات پر تصانیف کا دور آیا تو بہت سے محدثین نے معجزات کا باب اپنے اپنے مذاق کے مطابق مستقل طور پر بھی قائم کیا ہے کتب ستہ کا اہم موضوع چونکہ ابواب احکام تھے اس لئے ان میں اس موضوع کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا گیا یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے شخص نے "علامات نبوت" کا باب رکھا ہے مگر اس میں صرف چند معجزات ہی کے ذکر کرنے پر کفایت کرلی ہے حالانکہ ان ہی کی کتاب میں بیسیوں معجزات اور موجود ہیں جو دوسرے ابواب کے ضمن میں پھیلے پڑے ہیں۔ لہٰذا کتب ستہ میں بہت سے صحیح معجزات کا تذکرہ نہ دیکھ کر یہ سمجھ بیٹھنا کہ وہ ان کے نزدیک ثابت شدہ نہیں ہیں بڑی غلط فہمی ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے جزئی معجزات اور بھی ہیں جن کی طرف نظریں نہیں گئیں یا ان کو مصلحتاً نظرانداز کر دیا ہے ہم نے ان سب کو نمونۃً معجزات میں ذکر کیا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک یہ سب خارق عادت اور معجزات کی تعریف میں داخل ہیں۔ اب سوچئے کہ اگر اس سارے ذخیرہ کو بھی آپ کے اخبار غیب کے معجزات میں شمار کر لیا جائے تو پھر معجزات کی تعداد میں کتنا عظیم الشان اضافہ اور ہو جائے گا۔ ہم ہرگز اس کے مدعی نہیں ہیں کہ آپ کے معجزات کی فہرست خواہ مخواہ بڑھا دیں صرف شکوہ ان کا ہے جنہوں نے آپ کے معجزات کے استقصاء کا دعویٰ کر کے پھر چند اوراق میں ان کو محصور کرنے کی خواہ مخواہ سعی کی ہے۔

تقلیلِ معجزات کے دواعی دساعی

اس میں شبہ نہیں کہ موضوع روایات ملاملا کر آپؐ کے معجزات کی کثرت کا دعویٰ کرنا کوئی مستحسن عمل نہیں، بلکہ "مستند معجزات کو "مشتبہ بنا دینے کے مرادف ہے لیکن مستند معجزات کو گرا گرا کر تقلیل معجزات کی سعی کرنی بھی کوئی معقول عمل نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی صحیح معجزات کو مشتبہ بنانے کا ایک نیا طریقہ ہے۔ یہاں پوری علمی جرأت کے ساتھ پوری "امتیازانہ" غیرت بھی درکار ہے۔ یہ کتنا مکروہ عمل ہے کہ تقلیل معجزات کی بنیاد زیادہ گہری قائم کرنے کے لئے سب سے پہلے اس کی حقیقت کو کھوکھلا کر دیا جائے حتیٰ کہ معجزہ کا اضافی ہونا تسلیم کرکے یہ لکھ دیا جائے کہ "علمی ترقی کے بعد کسی زمانے میں چل کر مادی قواعد کے تحت ہر معجزہ کی توجیہ کرنی بھی ممکن ہے" پھر کسی معجزہ کی مجموعی صورت کی تحلیل کر کرکے یہ کوشش کی جائے کہ قدرت کے ان قاہرانہ نشانات میں کوئی ایک بھی ایسا نہ بچ سکے جو دنیا کے روزمرہ کے حوادث کی صف میں شامل نہ کیا جاسکے، یا کم از کم ان کی قریبی صف میں جگہ نہ پاسکے اور اس طرح قدرت کے ان بلاواسطہ قاہرانہ مظاہر کو بھی زبردستی مادی قوانین کے تحت داخل کر دیا جائے اور معجزات کی عمیق حقیقت صرف نام کا ایک ڈھونگ بن کر رہ جائے اس کے بعد معجزات کی معنوی قسم پر اتنا زور صرف کر دیا جائے کہ حسی معجزات کا نام صرف ظاہری اور سطحی رکھ کر خواص کی نظروں میں بھی ان کو گرا دیا جائے، بلکہ یہاں تک بھی لکھ مارا جائے کہ "قرآنی نظر میں ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے"۔ پھر ان ناقص بحثوں کو اس انداز میں پھیلایا جائے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جو حصہ کہ "حسی معجزات" کا ہے اگرچہ وہ مستند ہو مگر اس کی وقعت نظروں سے خود بخود گر جائے۔ اس کے بعد ان کا کچھ حصہ تو اسنادی بحثوں کے پیٹ میں لے لیا جائے اور جو حصہ بچا کھچا رہ جائے اس کو بڑی آسانی سے من مانی تاویلات کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ اس کو اور باضابطہ شکل دینے کے لئے طرح طرح کی صورتیں اختیار کی جائیں مثلاً،

(۱) معجزات کی صحت کے لئے وہ معیار مقرر کرنا جو صحیحین کی حدیثوں کا ہے اور جو اس معیار پر ثابت نہ ہوں ان میں سے اکثر پر جمہور محدثین کے خلاف غیر معتبر ہونے کا حکم لگا دینا۔

(۲) علمائے رجال میں سے صرف ان کی رائے کو ترجیح دینا جنھوں نے اس کے راوی پر جرح کی ہے اور دوسروں کی رائے کو بالکل نظرانداز کر دینا۔

(۳) معجزات کی روایات میں صرف اسی ایک پہلو کو نمایاں کرنا جس میں اعجاز کی کوئی بات نظر نہ آئے اور اس کے دوسرے پہلو کو جس میں کھلا ہوا اعجاز موجود ہو اس کی طرف اشارہ تک نہ کرنا۔

(۴) ایک ہی نوع کا معجزہ اگر متعدد روایات میں مذکور ہو تو کسی دلیل کے بغیر ان سب کو ایک ہی واقعہ قرار دینا

حالانکہ جب ایک نوع کے متعدد افراد بھی مسلمہ طور پر ثابت ہیں تو کسی دلیل کے بغیر دوسرے مقامات میں جزم کے ساتھ یہ حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ معجزہ آپ سے متعدد بار ظہور پذیر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک اس کا ثبوت نہیں ملتا حافظ ابن حجرؒ جیسے شخص ایک ہی نوع کے چند معجزات پر یہ حکم نہیں لگاتے کہ یہ سب واقعات درحقیقت ایک ہی واقعہ ہیں لیکن جو لوگ تقلیل معجزات کے درپے ہیں وہ اس حافظ الدنیا کے متعلق بھی اپنی رائے یہ ظاہر کرتے ہیں :-

"چار موقعوں کو (یعنی شق صدر کے) حافظ ابن حجرؒ نے جو ہر اختلاف روایت کو ایک نیا واقعہ تسلیم کر کے مختلف روایتوں میں توفیق و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تسلیم کیا ہے لیکن یہ بات ہر شخص کو کھٹک سکتی ہے کہ سینہ مبارک کا آلودگیوں سے پاک وصاف ہو کر منور ہو جانا ایک ہی دفعہ میں ہو سکتا ہے پھر دوبارہ پاکی وطہارت کا محتاج نہیں ہو سکتا۔"

لیکن اگر شق صدر روایات سے متعدد بار ثابت ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک یہ صرف عقلی بات اسی وقت دل میں کھٹک سکتی ہے جبکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کے عام "قانونِ تدریج" سے قطع نظر کر لی جائے یوں کھٹکنے والوں کے دلوں میں تو یہ بات اس سے پہلے کھٹکے گی کہ جب یہ ممکن تھا کہ آلودگی کا یہ حصہ جو شق صدر کے بعد آپ کے صدر مبارک سے علیحدہ کیا گیا اگر وہ شروع سے پیدا ہی نہ کیا جاتا تو پھر اس شق صدر کی ایک بار بھی ضرورت کیا تھی۔

غالباً کچھ اسی ذوقِ یکتائی کی بنا پر یہاں شق صدر کو بھی صرف ایک ہی بار تسلیم کیا گیا ہے حالانکہ دوسرا واقعہ آپ کی طفولیت کا صحیح مسلم سے ثابت ہے مگر جب کسی بات کا انکار کرنا ہی ٹھہر گیا ہو تو پھر اس کے لئے راستہ نکال لینا بھی کیا مشکل ہے۔ حیرت ہے کہ یہاں شق صدر کے اس واقعہ کا بھی انکار کر دیا گیا ہے جس کو جمہور محدثین نے صحیح مسلم وغیرہ کی بنیاد پر تسلیم کر لیا ہے اور جس میں بعض محدثین سے کچھ تردد منقول ہے اسی کو ترجیح دینے کی سعی کی گئی ہے پس اگر معراج کے واقعہ کو ان بعض محدثین کے تردد کی وجہ سے مشکوک سمجھ لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت کا واقعہ بھی جو صحیح مسلم سے ثابت ہے آپ کی تحقیقات کی بنا پر مشکوک سمجھ لیا جائے تو پھر شق صدر کا ایک واقعہ بھی باقی نہیں رہتا۔ جو بلا تردد متفقہ طور پر قابل تسلیم ہو سکے اور اس طرح آپ کا یہ ظاہر و باہر معجزہ ہی معدوم کر دیا جائے۔

یہاں کچھ اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ مزید براں شق صدر کو صرف ایک روحانی واقعہ بنانے کی بھی سعی کی گئی ہے اسی لئے اس کا عنوان "شق صدر" کی بجائے "شرح صدر" بدل دیا گیا ہے جس کا دوسرے لفظوں میں نام "علم لدنی" رکھ دیا گیا ہے پھر اس علم لدنی کو سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک انعام بتلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ممتاز صفت سے انکار کی یہ آخری سعی بھی ختم کر دی گئی ہے۔ اس کا نام "شقِ صدر" کی تحقیق نہیں بلکہ ایک

ثابت شدہ حدیثی اور تاریخی واقعہ کی تحریف ہے۔ جیسا کہ تاویلات معجزات کی بحث میں اسکی تفصیل ابھی آپ کے ملاحظہ سے گزرنے والی ہے۔

(۵) بعض معجزات کی چھانٹ چھانٹ کرکے وہی روایات نقل کرنا جو اس باب میں سب سے زیادہ "اسنادی" لحاظ سے ساقط ہوں اور جن کو محدثین نے معتبر قرار دیا ہے اُن کی طرف اشارہ تک نہ کرنا اور اس طرح گویا واقعہ کی اصلیت ہی کا انکار ذہن نشین کرانا۔

(۶) بعض محدثین نے کسی مضمون کو موضوع کہدیا ہے ایسے مقام پر صرف "وضع" کا حکم نقل کر دینا اور جن محدثین نے تلاش کرکے اس کو دوسری قابل اعتماد سند سے ثابت کیا ہے اس کا "اخفا" کرنا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "فضلات" پر امام بیہقی نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے حالانکہ دارقطنی کے "افراد" میں اس کی ایک قابل اعتبار اسناد بھی موجود تھی۔

(۷) فضائل و معجزات کے باب میں جمہور محدثین کے خلاف اعتبار کا وہی معیار مقرر کرنا جو عقائد و احکام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ اچھی طرح واضح رہنا چاہئے کہ اگر بالفرض کچھ "تسامح" کرکے آپ کے معجزات میں تکثیر کی سعی کرنی محدثین کا کوئی جرم ہے تو پھر بھی یہ جرم اتنا خطرناک جرم نہیں ہے جتنا کہ دلائلِ نبوت پر تنقید کی مقراض لگا کر اس میں تقلیل کی سعی کرنا خطرناک ہے۔ یہاں صرف ایک ہی جانب کو یہ سمجھ لینا کہ ہم نے کوئی احتیاط کا قدم اٹھایا ہے یکطرفہ نظر ہے حیرت ہے کہ "ابوطالب کی جاں نثاری کا دم بھرنے والے" دلائلِ نبوت کے باب میں اسقدر سرد کیوں نظر آتے ہیں۔

تنبیہ: دنیا اور تاریخِ دنیا کا یہ ایک بدیہی طریقہ ہے کہ جب وہ کسی غائب شخصیت کے جاہ و حشم کا سکہ قلوب پر جمانا چاہتی ہے تو وہ اس کے کارناموں اور صفاتِ جمیلہ ہی کا ذکر کرکے جماتی ہے۔ اب اگر دیگر ادیانِ سماویہ کے متبعین کے سامنے "نبی اُمّی" کا کوئی معظم اور موثر نقشہ لایا جا سکتا ہے تو وہ آپ کے یہی معجزات ہیں لہذا بہاں ثابت شدہ معجزات کے حذف و تقلیل و تاویل کا نتیجہ یہ نکلنا ممکن ہے کہ دیگر مذاہب کے متبعین کے سامنے آپ کی غیر معمولی شخصیت کہیں معمولی نظر نہ آنے لگے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت خود آپ بنفسِ نفیس دنیا کے سامنے تشریف فرما نہیں ہیں۔ اب ایک طرف ہمارے سامنے یہود موجود ہیں اور دوسری طرف نصاریٰ جن کو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خاتم الانبیاء ہونے کا گمان ہے اور جن کے معجزات کلام اللہ میں بصراحت موجود ہیں۔ اب اگر اس رسول امی کے معجزات کو بے وجہ زیادہ پھیکا کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا جو انجام بد نکل سکتا ہے اس کی طرف بھی ہماری نظریں کچھ نہ کچھ رہنی چاہئیں۔

تاویلِ معجزات

چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ایسے باب میں اگر جس کا عنوان ہی معجزات ہو ان عجائبات کی کوئی تاویل بھی نہ کی جاتی جو کسی رسول کی سیرت میں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ جب اس قسم کے بلند روحانی انسانوں میں اس قسم کے عجائبات کا ہونا مسلمات میں سے ہو تو اب اگر کہیں ان کا ادنیٰ سا ثبوت بھی ملتا ہے تو وہ کافی ہونا چاہئے۔ اس کو سخت سے سخت شوشہ لگانا اور اس کو جھوٹ وافترا قرار دینے پر اُتر آنا نہ علم کی بات ہے نہ عقل کی پھر اگر ان کی تاویل کرنی ناگزیر ہی ہے تو کم ازکم وہ ایسی تو ہونی چاہئے کہ سو فیصدی نہ سہی پچاس فیصدی تو ان الفاظ کا مصداق باقی رہ جائے۔ ان کی ایسی تاویلات کر ڈالنا جس کے بعد ان الفاظ کا کوئی مصداق ہی باقی نہ رہے اس کا نام "تاویل نہیں" انکار بھی نہیں بلکہ "تحریف" ہے۔ مثلاً جن روایات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کچھ عجائبات کا ثبوت ملتا ہے جیسے حضرت آمنہ کا دیکھنا کہ اُن سے ایک نور جدا ہوا یا مثلاً اس شب میں کسریٰ کے محل کے کنگروں کا گر جانا یا آتشکدۂ فارس کا گل ہو جانا اس کے متعلق یہ تاویل کہ

"اگلے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس واقعہ کو شاعرانہ انداز میں اس طرح ادا کیا کہ آمنہ کا کاشانہ نور سے معمور ہو گیا بعد کے واعظوں اور میلاد خوانوں نے اس شاعرانہ انداز بیان کو واقعہ سمجھ لیا اور روایت تیار ہو گئی۔"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں یا بعد کو جو اہم واقعات ہونے والے تھے، مثلاً بت پرستی کا استیصال، قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا فنا ہو جانا، ایران کی آتش پرستی کا خاتمہ۔ ان واقعات کو معجزہ اس طرح بنا لیا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو کعبہ کے تمام بت سرنگوں ہو گئے، قیصر و کسریٰ کے کنگرے ہل گئے، آتشکدۂ فارس بجھ کے رہ گیا وغیرہ۔"

اب اس سے اندازہ فرمائیے کہ آپ کی ولادت کے کچھ عجائبات تو صرف شاعرانہ انداز کی نذر ہو گئے اور کچھ وہ تھے جو مستقبل میں ہونے والے تھے تو فرمائیے کہ جن عجائبات کا ہر ممتاز شخصیت کی ولادت پر ثابت ہونا مسلمات میں سے رہا ہے، اس سرتاج عالم کی ولادت میں ان میں سے کونسا واقعہ تھا جو رونما ہوا؟ کیا بالفاظ دیگر اس کا حاصل صاف انکار کرنا ہی نہیں؟ یہاں طفل تسلی کے لئے یہ کہہ دینا کہ وہ واقعات یہاں بھی ضرور ظہور پذیر ہوئے ہوں گے مگر ان کا ثبوت ہمارے پاس کچھ نہیں، یہ کتنا مضحکہ خیز ہے۔ مخالفین کے نزدیک اس کی حیثیت صرف ایک خوش عقیدگی کے سوا اور کیا ہے اور جب وہ میلاد خوانوں کی من گھڑت ہی ٹھہری تو پھر مسلمانوں کے لئے بھی ان میں جاذبیت کیا ہے۔

یہ کتنا ظلم ہے کہ اس قسم کی خلاف واقع باتوں سے اس عالم کے سردار کی ولادت کو ان تمام عجائبات سے خالی کرکے دکھایا جائے جو روحانی راہنما تو درکنار معمولی افراد کی ولادتوں پر مسلم طور پر ثابت ہوتے ہیں۔ پھر کیا کسی میں یہ ہمت ہے کہ وہ کسی کی سیرت میں ان عجائبات کا ثبوت اس سے زیادہ مستحکم طور پر پیش کر سکے جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے لئے موجود ہیں۔

یا مثلاً "شق صدر یوں" تو وہ متعدد مرتبہ ثابت ہے لیکن دو مرتبہ صحیحین میں بھی مذکور ہے اور جمہور محدثین کا یہی مختار ہے اس کے متعلق یہ تحریر کرنا:۔

"بعض محدثین اس کو ایک ہی واقعہ سمجھتے ہیں یعنی وہ صغر سنی میں جب آپ حلیمہؓ کے ہاں پرورش پا رہے تھے اور معراج کے موقع پر شق صدر کے واقعہ کو راویوں کا سہو جانتے ہیں۔"

پھر آپؐ کے دورِ طفولیت کی روایت کو اس کے صحیح مسلم میں موجود ہونے کے باوجود خود اپنی رائے سے مجروح قرار دے ڈالنا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے شق صدر کے دو واقعات کو جو صحیحین سے ثابت ہیں پہلے تو ایک واقعہ قرار دیا جائے اور وہ بھی اس طرح سے کہ معراج کے واقعہ کو تو بعض محدثین کے اختلاف سے کمزور بنا دیا جائے اور دورِ طفولیت کے واقعہ کو خود مجروح کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ یہاں جو ایک واقعہ بچ رہے وہ بھی زیر بحث آجانے کی وجہ سے مشکوک بن جائے اس کے بعد یہ لکھا جائے کہ:۔

"ہمارے نزدیک یہ صحیح اصطلاح شرح صدر ہے جس کے معنی سینہ کھول دینے کے ہیں اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت کا واضح کر دینا ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہے۔۔۔۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۔۔۔۔۔۔ انبیاء علیہم السلام جو کچھ جانتے ہیں اور جو کچھ سمجھتے ہیں اس کا ماخذ تعلیم الٰہی، القائے ربانی اور فہم ملکوتی ہوتا ہے اسی کا نام علم لدنی ہے۔ جس کا ثبوت سب انبیاء علیہم السلام میں ملتا ہے۔ چونکہ معراج ہجرت کا اعلان اور اسلام کے مستقبل کا عنوان تھا جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کی طاقت عطا کی جانے والی تھی اس لئے شرح صدر کے عطیہ کے لئے یہی مناسب موقعہ تھا۔"

اس مضمون کو اتنے پیچ دار طریقے پر پھیلایا گیا ہے کہ جس سے صحیح مفہوم اخذ ہونا ہی مشکل ہو جاتا ہے مگر اس تمام طول کہانی کا جو لبِ لباب آخر میں ذہن میں قائم ہو کر رہ جاتا ہے وہ یہی ہے جو ان سطور میں آپ کے سامنے موجود ہے۔

اب غور فرمایئے کہ اس تاویل کے سیدھا کرنے کے لئے پہلے کس طرح متعدد واقعات کو صرف ایک واقعہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی۔ پھر اس کو روحانی معاملہ ذہن نشین کرنے کے لئے یہ طرح ڈالی گئی ہے۔

"صحیح مسلم کی اس روایت میں ایسے معنوی وجوہ بھی ہیں جن کی تائید کسی دوسرے ذریعہ سے نہیں ہوتی مثلاً یہ کہ

شق صدر کی یہ کیفیت کسی عمر میں بھی ہو مگر بہرحال اس کا تعلق روحانی عالم سے تھا.......
بایں ہمہ اس روایت میں حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ کے سینہ پر زخم کے ٹانکے کے نشان مجھ کو نظر آتے
تھے... علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وشمائل کا ایک ایک حرف جسم اطہر کے
ایک ایک خط وخال کی کیفیت صحابہؓ نے بیان کی ہے مگر کسی نے سینۂ مبارک کے ان نمایاں ٹانکوں کا
نام تک نہیں لیا ایسی حالت میں واقعہ کی یہ صورت کیوں کر تسلیم ہو سکتی ہے۔"

صحیح مسلم کی اس روایت سے ایک طرف تو آپؐ کے دورِ طفولیت میں بھی شق صدر کا ثبوت ملتا ہے دوسری طرف اس واقعہ کا جسمانی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے لیکن چونکہ مقصد اس کا انکار کرنا ہے اس لئے پہلے تو کسی دلیل کے بغیر یہ تسلیم کر لیا گیا کہ اس واقعہ کا تعلق روحانی عالم سے تھا مگر یہاں ایک تو شق صدر کا لفظ ہی اس کے خلاف نظر آتا تھا دوسرے حضرت انسؓ کا اپنا عینی مشاہدہ اس کی تردید کے لئے کافی تھا اس لئے حضرت انسؓ کے اس عینی مشاہدہ کو تو اس طرح رد کر دیا گیا کہ اس واقعہ کو اور صحابہ نقل نہیں کرتے" حالانکہ جسم کا جو حصہ اکثر اوقات ملبوس رہتا ہے اور عام مجمع میں اس کے کھولنے کی نوبت شاذ ونادر ہی آتی ہے اس کا مشاہدہ کرنے والا حضرت انسؓ جیسا طویل الصحبت کوئی بے تکلف خادم ہی ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اس وقت اس کے ہمہ وقت مشاہدہ میں آنے کی وجہ سے اگر اس کے بیان کا عام اہتمام نہ ہوا تو کیا اس شخص کے عینی مشاہدہ کا انکار کر دینا معقول ہوگا جو دس سال کی خدمت میں اپنا بار ہا کا مشاہدہ بیان کرتا ہے بالخصوص جبکہ اس کا یہ مشاہدہ صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اس کا حاصل بھی وہی "معتزلہ کی تائید" نکلتی ہے کہ کسی حدیث کی صحت کے لئے اس کا متعدد طریقوں سے مروی ہونا بھی لازم ہے پھر اس بنا پر آپ کی جو جو صفات صرف ایک صحابی سے ثابت ہیں ان سب ہی کا انکار کرنا لازم ہوگا۔ اس مقام پر یہ غور کرنا ضروری ہے کہ اگر یہاں حضرت انسؓ کے ساعد کوئی شہادت نہیں ہے تو کیا ان کے اس صریح اور واضح بیان کے مخالف کوئی شہادت اس کی تردید یا تشکیک پر موجود ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو فرمایئے کہ یہاں ایک عینی مشاہدہ کی تکذیب کی ہمت پھر کیسے کی جائے۔

اب رہا شق صدر کا لفظ تو اس کے روحانی معاملہ بنانے کے لئے یہ بنیاد قائم کی گئی "ہمارے نزدیک صحیح اصطلاح شرح صدر ہے" حالانکہ صحیح حدیثوں میں شق کا لفظ ہی موجود ہے اور پھر شرح صدر کا لفظ بہت آسانی کے ساتھ علم لدنی پر حمل کر کے اس کا نکتہ بھی تراش لیا گیا گویا آپ کے دورِ طفولیت میں شق صدر تو صحت ہی کو نہ پہنچا اور جو شب معراج میں پیش آیا وہ ایک روحانی انعام ٹھہرا۔ اب انصاف فرمایئے کہ اگر ساری شریعت پر غور کرنے کا ڈھنگ یہی پڑ جائے تو دین کی صورت کیا سے کیا بن جائے گی؟ پھر اس تاویل میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کو زبردستی اپنا شریک ٹھہرا لینا اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے جیسا کہ یہ لکھنا کہ

"علمائے ظاہر بیں اس واقعہ کے ظاہر الفاظ کے جو عام اور سیدھے سادے معنی سمجھتے ہیں کہ واقعی سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور قلب اقدس کو اسی آب زمزم سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا اس کو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے لیکن صوفیائے حقیقت بیں اور عرفائے رمز شناس ان الفاظ کے کچھ اور ہی معنی سمجھتے ہیں اور ان تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم برزخ کے حقائق ہیں جہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالت خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:۔

اما شق الصدر وملوہ ایمانا فحقیقتہ غلبۃ	لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کا ایمان سے بھرنا اس کی
انوار الملکیۃ وانطفاء لھیب الطبیعۃ	حقیقت انوار ملکیہ کا روح پر غالب ہو جانا اور طبیعت
وخضوعھا لما یفیض علیھا من	(بشری) کے شعلہ کا بجھ جانا اور عالم بالا سے جو فیضان
حظیرۃ القدس۔ (ج۲ ص۲۰۵)	ہوتا ہے اس کے قبول کیلئے طبیعت کا آمادہ ہو جانا ہے۔

ان کے نزدیک معراج بھی اسی عالم کی چیز تھی اس لئے شق صدر بھی اسی دنیا کا واقعہ ہوگا۔"

لیکن اس کو کیا کیجئے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اسی حجۃ اللہ کے معجزات کے باب میں آپ کے صدر مبارک میں ٹانکوں کے نشانات کا نظر آنا خود ہی بتصریح بیان کرتے ہیں۔ پھر اسی کتاب میں ان کے نزدیک معراج اور معراج کے تمام واقعات کا آپ کے جسم پر پیش آنا صاف صاف الفاظ میں موجود ہے:۔

واسری بہ الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرۃ	آپ کو معراج میں مسجد اقصیٰ لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ
المنتہیٰ والی ماشاء اللہ وکل ذلک بجسدہ	اور اس کے بعد جہاں تک خدا نے چاہا اور یہ تمام سیر آپ کے
صلی اللہ علیہ وسلم فی الیقظۃ ولکن ذلک	جسم مبارک کے لئے تھی اور بیداری کی حالت میں تھی لیکن
فی موطن ھو برزخ بین المثال والشہادۃ	اس مقام میں جو عالم مثال اور عالم ظاہر کے بیچ میں ہے
جامع لاحکامھما فظھر علی الجسد احکام	اس لئے جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح پر
الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیہ	معاملات روحانی جسم کی صورت میں نمایاں ہوئے اور
اجسادا ولذلک بان لکل واقعۃ من	اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر
تلک الوقائع تعبیر۔	ظاہر ہوئی۔

عجیب بات ہے کہ تاویل کرنے والے حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ عبارت خود معراج کے باب میں لکھتے ہیں تو وہاں اس کو اس طرح نقل کرتے ہیں گویا وہ خود اس کے قائل نہیں ہیں۔

"ہم نے ارباب حال اور محدثین کے یہ انکشافات وحقائق اور جسم و روح کے یہ گوناگوں احوال و مناظر خود ان ہی کی زبانوں سے بتائے اور دکھائے ہیں ورنہ ہم خود اس باب میں سلفِ صالح کا عقیدہ رکھتے ہیں۔"

لیکن جب وہی شقِ صدر کے باب میں تفصیلی بحث کرنے پر آتے ہیں تو بقول خود حضرت شاہ ولی اللہ کے ہمخیال بن علماء محدثین کی نظروں کو سطحی قرار دیتے ہیں جیسا کہ پہلی عبارت سے ظاہر ہے۔

ہم یہاں سب سے پہلے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کا خیال بھی ٹھیک وہی ہے جو سلف صالحین کا خیال ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بلند پایہ محدث ہو کر حدیثی باب میں وہ سلف سے علیحدہ ہو سکتے جب وہ تصریح فرماتے ہیں کہ یہ سب واقعات آپ کے جسم اقدس پر گذرے ہیں تو اب صرف چند اصطلاحات کی بنا پر ان کو سلف سے علیحدہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔ عالم مثال کے باب میں شاہ صاحب یہ تصریح بھی فرماتے ہیں کہ

"جو شخص اس قسم کی باتوں کے متعلق یہ خیال رکھے کہ یہ سب باتیں صرف بطور تمثیل کے بیان کی گئی ہیں جن سے مقصود کچھ اور ہے اور وہ صرف اسی احتمال پر بس کرے، میں اس کو اہل حق میں شمار نہیں کرتا۔"

ان تصریحات کے بعد یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور سلف صالح میں سرِمو بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ صوفیائے کرام اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بہت سے ظاہری واقعات کی بھی ایسی طرح تعبیریں ہوتی ہیں جیسا کہ عام لوگوں کے نزدیک عالم خواب کے مرئیات کی اس حقیقت کو انھوں نے بہت جگہ استعمال کیا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کنوئیں کی مینڈھ پر اپنی ٹانگیں لٹکائے ہوئے بیٹھے تھے صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد عمر فاروقؓ آئے آپ نے دونوں کو اپنے برابر بٹھا لیا اس کے بعد عثمان غنیؓ آئے تو ادھر جگہ نہ تھی وہ سامنے آکر دوسری طرف بیٹھ گئے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بالکل بیداری کا اور ایک جسمانی واقعہ تھا جس کی تفصیلات روایات میں موجود ہیں لیکن حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بیٹھنے کی اس اتفاقی صورت کے لئے بھی عالم تقدیر میں ایک تعبیر تھی اور وہ ان اصحاب کے آئندہ قبور کی صورت تھی یعنی شیخین کی قبروں کا موجودہ نشست کی طرح آئندہ آپ کے ساتھ ہونا اور حضرت عثمان غنیؓ کی قبر کا ان تینوں صاحبوں سے علیحدہ ہونا چنانچہ آئندہ اسی طرح اس کی تعبیر ظاہر ہوئی۔

اسی بنا پر معراج اور شق صدر کی بیداری کے واقعات ہونے کے باوجود پھر انھوں نے ان کی خاص خاص تعبیرات بھی بیان فرمائی ہیں۔ ان واقعات کو خارج میں اور جسمانی طور پر تسلیم کر لینے کے بعد صرف ان کی تعبیرات ذکر کرنے یا اس کا نام عالم برزخ رکھنے سے ان کو سلف کے مخالف سمجھنا ان کے طریق سے ناواقفی ہے۔ اگر یہاں ہم حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کلام کی مفصل تشریح کریں تو بے وجہ طول ہوگا کیونکہ جب ان معجزات کو ان ہی تفصیلات کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ میں درج فرمایا تو اب تمام بحثیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔

اچھا اگر آپ شاہ ولی اللہ کے ساتھ اس واقعہ کے عالم برزخ اور عالم مثال میں کہنے سے ان کو اپنا شریک حال بنانا چاہتے ہیں تو کیا یہ بھی دکھلا سکتے ہیں کہ انھوں نے "شق صدر" کی حقیقت صرف "شرح صدر" اور "علم لدنی" بنا کر رکھدی تھی؟ لہٰذا ان کا حوالہ دینے سے آپ کو کیا فائدہ! بہت سے بہت اگر کوئی احتمال پیدا ہو سکتا ہے تو وہ یہی کہ وہ بقول آپ کے "علما ظاہر بین" کے خلاف اس کو جسمانی واقعہ قرار دے کر اس کی کوئی تعبیر بھی سمجھتے ہیں۔ یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ وہ نانکوں کے چشم دید نشانات کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہیں اور شق صدر کی آپ کی ذاتی خصوصیت کو ایک عام علم لدنی کا واقعہ سمجھتے ہیں جس میں حضرت خضر علیہ السلام بھی پہلے شریک ہیں جیسا کہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا سے ظاہر ہے، حالانکہ ان کی تو نبوت میں بھی بہت اختلاف ہے۔

اب آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم شق صدر کی پوری سرگذشت نقل کر کے آپ کے سامنے رکھدیں تاکہ پہلے آپ مفصل واقعہ اور صورت حالات کا اندازہ کرلیں اور اس کے بعد اس واقعہ کا صرف علم لدنی ہونے کی تشریح کے متعلق خود فیصلہ کرلیں۔

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ جبرئیل وھو یلعب مع الغلمان فاخذہ فصرعہ فشق عن قلبہ فاستخرج منہ علقۃ فقال ھذا حظ الشیطان منک ثم غسلہ فی طست من ذھب بماء زمزم ثم لأمہ واعادہ فی مکانہ وجاء الغلمان یسعون الی امہ یعنی ظئرہ فقالوا ان محمدا قد قتل فاستقبلوہ وھو منتقع اللون قال انسؓ فکنت اری اثر المخیط فی صدرہ۔ (رواہ مسلم)۔	انسؓ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ بچوں کے ساتھ کھیل تماشا دیکھنے میں مشغول تھے انھوں نے آپ کو چت لٹا دیا اور قلب مبارک چیر کر اس میں سے خون بستہ کا ایک ٹکڑا نکال دیا اور کہا کہ آپ میں یہ تھا شیطان کا حصہ جس کو میں نے نکال کر پھینکدیا ہے پھر آپ کے قلب مبارک کو زمزم کے پانی سے ایک سونے کے طشت میں دھو کر دھویا پھر اس کو سی دیا اور اپنی جگہ رکھدیا۔ بچے آپ کی دودھ پلائی کے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور اطلاع دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو قتل کر دیئے گئے۔ لوگ آپ کو دیکھنے کیلئے نکلے تو آپ کا رنگ فق پڑا تھا۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس سلائی کا نشان آپ کے سینہ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔

اس حدیث میں چند امور بتفصیل مذکور ہیں۔ (۱) اس واقعہ میں ایک فرشتہ کی آمد۔ (۲) اس کا آکر آپ کو چت لٹا دینا (۳) پھر آپ کے قلب مبارک کو چاک کر کے اس میں سے تھوڑے سے جمے ہوئے خون کا ٹکڑا نکال پھینکنا۔ (۴) اور یہ کہ کر پھینکنا کہ یہی وہ حصہ ہے جس کی وجہ سے شیطانی تاثیر ہوتی ہے (۵) پھر اس قلب کو سونے کے ایک طشت میں آب زمزم سے دھونا (۶) پھر چاک شدہ حصہ جسم کو سینا اور جوڑ دینا اور قلب مبارک کا اپنی جگہ رکھ دینا۔

(۷) اس پر جو بچے یہاں موجود تھے ان کا بھاگتے ہوئے آپ کی دایہ کے پاس آنا اور یہ بیان دینا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو قتل کر ڈالے گئے۔ (۸) اس پر لوگوں کا یہ ماجرا سن کر لپکنا۔ (۹) محلِ وقوع پر آپ کو سہما ہوا پانا اتنا کہ آپ کا رنگ مبارک اس وقت بھی فق پڑا ہوا تھا۔ (۱۰) حضرت انسؓ کا ان ٹانکوں کے نشانات کا خود اپنا مشاہدہ بیان کرنا۔

یہ تو وہ سرگذشت ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے اب آپ کو ان تفصیلات کو شرح صدر یا علم لدنی کہنے کی ہمت ہو تو کہدیں مگر یہاں لفظ لفظ اس صورتِ واقعہ کے خلاف ہی نظر آتا ہے۔

یہاں عالمِ مثال اور برزخ کی وہ تحقیقات جو صوفیا نے اپنے فن میں کی ہیں وہ انھیں کی شان اور موضوعِ فن کے مناسب ہیں ہم اپنے قارئین کرام کو ان معموں میں ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ ان کے سمجھنے کے لئے علم حقائق کی سیر ضروری ہے جب بات بالکل واضح ہے اور خود آپ کی لسانِ نبوت سے معرضِ بیان میں آچکی ہے تو کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ان کو اصطلاحات کی پیچیدگیوں میں ڈال کر بدیہی کو نظری بنا دیا جائے۔

یہاں یہ غور کرنا بھی ضروری ہے کہ علم لدنی تو سب انبیاء علیہم السلام کو ملتا ہے اگر یہ وہی ہو تو کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی سیرت میں ان تمام تفصیلات کا بھی ثبوت ملتا ہے! پھر اس شق صدر کو شرح صدر اور شرح صدر کو علم لدنی، پھر عالم مثال اور برزخ کہہ کر اس کو چیستاں بنانے سے کیا حاصل ہے؟ چلئے اگر آپ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بیان سے متفق ہیں تو اس واقعہ کو جسمانی اور عالمِ مثال ہی میں انھیں تفصیلات کے ساتھ تسلیم کر لیجئے، ورنہ اولیاء اللہ کی آڑ میں شکار کھیلنے سے کیا فائدہ۔

اس حدیث پر جو ضروری کلام ہے وہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد میں زیر عنوان "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت دورِ طفولیت میں" دیکھ لیا جائے۔

تاویل کرنے والوں نے یہاں صرف انھیں قیاس آرائیوں پر بس نہیں کی بلکہ انھوں نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر فنِ حدیث کے لحاظ سے بھی اس مستحکم قلعہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ اس واقعہ کا راوی حماد بن سلمہ ہے جس پر آخری عمر میں سوءِ حفظ طاری ہو گیا تھا اور کسی نقل کے بغیر محض اپنے ظن و تخمین سے صحیح مسلم کی اس روایت کو اسی زمانے کی روایت قرار دے ڈالا ہے۔

یہ واضح رہنا چاہئے کہ امام مسلم تو امام مسلم ہیں عام محدثین کو بھی اس قسم کے راویوں کی روایات کے متعلق یہ تمیز حاصل ہوتی ہے کہ وہ روایات جو سوءِ حفظ سے پہلے کی ہیں وہ کونسی ہیں اور جو بعد کی ہیں وہ کونسی ہیں، اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ ان کو یہ علم شیوخ و تلامذہ پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے کہ کس راوی نے کس شیخ سے کس زمانے میں تلمذ حاصل کیا ہے اگر وہ راوی ایسا ہو جس نے سوءِ حفظ طاری ہونے سے قبل روایات اخذ کی ہیں تو روایات بے تامل حجت اور معتبر سمجھی جاتی ہیں اور اگر اس کو ایسے زمانے میں تلمذ حاصل ہوا ہے جبکہ اس پر

سوءِ حفظ طاری ہو چکا تھا تو پھر اس کی یہ روایات زیر نقد و تبصرہ آجاتی ہیں اس لئے محدثین کے نزدیک اس قسم کے شیوخ و تلامذہ کی روایات کے اخذ و ترک میں کوئی دشواری نہیں رہتی۔ امام مسلم خود اس درجہ کے امام ہیں کہ کسی روایت کا اپنی صحیح میں درج کر لینا ہی اس کے لئے کافی ضمانت ہوتی ہے کہ وہ یقیناً سوءِ حفظ کے زمانے سے پہلے کی روایت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اگر کوئی روایت مسلم یا بخاری میں نہ ہو مگر ایسی اسانید اور ایسے رجال سے مروی ہو جوان میں موجود نظر آئیں تو ان پر بھی محدثین "رجالہ رجال الصحیحین" یا "احدہما" کہہ کر صحت کا حکم لگا دیتے ہیں الّا یہ کہ اس جگہ کوئی خصوصی علت نکل آئے۔ ان دقائق کو وہ شخص کیسے ادراک کر سکتا ہے جو مؤرخین کی صف میں سے نکل کر محدثین کی جماعت میں گھسنے کی کوشش کرتا ہو، اور "بغوار لکل فن رجال" اس کو یہ علم کیا حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی شیخ کو سوءِ حفظ کس زمانے میں اور کیوں طاری ہوا تھا اور یہ تمیز کیسے حاصل ہو سکتی ہے کہ اس نے کس شیخ سے کس کس زمانے میں روایات اخذ کی ہیں اس لئے اس بیچارہ کو صرف اپنے ظن و تخمین سے حکم لگا دینے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

ہم یہاں صرف اس پر کفایت نہیں کرتے کہ یہ روایت چونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کر دی ہے اس لئے یقیناً وہ حماد بن سلمہ کے سوءِ حفظ کے زمانے سے پہلے کی ہے بلکہ خصوصی طور پر اہل فن کی شہادت بھی پیش کر دینا چاہتے ہیں کہ یہاں ان کا شیخ ثابت ہے اور جو روایات حماد بن سلمہ کی ثابت سے روایت کردہ ہیں وہ سب معتبر شمار ہوتی ہیں یعنی ان کے "سوءِ حفظ" کے زمانے سے قبل کی روایات ہیں۔ ابن مدینی جو اس فن کے چوٹی کے علماء میں شمار ہیں لکھتے ہیں کہ ثابت کے تلامذہ میں سے حماد بن سلمہ سے بڑھ کر معتبر اور قابل اعتماد کسی کی روایات نہیں ہیں اور جن ائمہ نے حماد بن سلمہ کی روایات کو مطلقاً نہیں لیا یہ محض ان کا تشدد اور ناانصافی ہے اور آگے چل کر لکھا ہے۔

قال البیہقی ہو احد ائمۃ المسلمین الا انہ لما کبر ساء حفظہ فلذا ترکہ البخاری واما مسلم فاجتہد واخرج من حدیثہ عن ثابت ما سمع منہ قبل تغیرہ وما سوی حدیثہ عن ثابت لا یبلغ اثنی عشر حدیثا اخرجہا فی الشواہد. قال احمد بن حنبل اثبتہم فی ثابت حماد بن سلمۃ۔ قال ابن المدینی: من تکلم فی حماد بن سلمۃ فاتہموہ فی الدین .... قال ابن المدینی واثبت اصحاب

امام بیہقی کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا اس لئے امام بخاری نے تو ان کو بالکل ترک کر دیا لیکن امام مسلم نے کوشش کرکے ان کی وہ احادیث اپنی صحیح میں سے نکال لیں جو انھوں نے ثابت سے اپنے سوءِ حفظ کے زمانے سے قبل روایت کی تھیں اور اس کے سوا جو حدیثیں انھوں نے ثابت سے روایت کی ہیں جن کی تعداد بارہ حدیثوں تک بھی نہیں پہنچتی وہ صرف شواہد میں روایت کی ہیں (اصول میں نہیں)۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ ثابت کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد شخص حماد بن سلمہ ہے۔ ابن مدینی

ثابت حماد بن سلمة ثم سلیمان	کہتے ہیں جو شخص بھی حماد بن سلمہ میں کلام کرے اس کو دین میں قابلِ
ثم حماد بن زید وھی صحاح	تہمت سمجھو . . . . . اس کے بعد فرماتے ہیں کیا صحابِ ثابت
انتھی مختصراً۔	میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار حماد بن سلمہ ہیں پھر سلیمان پھر
	حماد بن زید اور یہ سب روایات صحیح ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ثابت کے شاگردوں میں حماد بن سلمہ سے بڑھ کر قابلِ اعتماد اور کوئی شخص نہیں لہذا یہاں ان کی روایت پر یہ حکم لگا دینا کہ وہ سوءِ حفظ کے زمانے کی ہے یہ اہلِ فن کی تصریح کے خلاف ہے۔ اب رہا امام بخاریؒ کا ان کو علی الاطلاق ترک کر دینا تو یہ محض ان کی "شانِ احتیاط" اور "شرائط کے تشدد" کی بات ہے۔ اسی لئے صحت میں مسلم کو صحیح بخاری کے ہم پلہ قرار نہیں دیا جاتا باوجودیکہ صحیح مسلم کو صحیح کہنے سے ایک متنفس نے بھی اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا، لہذا اگر امام بخاریؒ کسی کتاب میں کوئی خاص شرائط مقرر کرلیں تو اس سے یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ اب جو راوی ان کی کتاب میں نہیں آیا اس میں کسی قسم کا سقم ہے ورنہ تو پھر صحیح مسلم کی ایک حماد بن سلمہ کی روایات نہیں بلکہ وہ تمام روایات جو علی شرط البخاری نہیں ہیں چھوڑ دینی پڑیں گی

یا مثلاً شق القمر کے متعلق یہ توجیہ۔

• لیکن اصل یہ ہے کہ عمل تنویم کے تجربات میں تھوڑی سی بھی سی وسعت اور پیدا کی جائے تو شق قمر وغیرہ تقریباً ہر قسم کے خوارق کی توجیہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس عمل کا دارومدار تمامتر عامل کی قوت اثر آفرینی اور معمول کی تاثیر پذیری پر ہے۔

یا اس کی دوسری یہ توجیہ:۔

• اسی طرح اضافہ کی بجائے حذف کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ چاند کے مختلف اجزا جس کیمیاوی جذب و اتصال کی قوت سے آپس میں پیوستہ ہیں اس میں صرف اس حصہ قوت کو جو چاند کے نصفین میں وجہ اتصال ہے تھوڑی دیر کے لئے خدا حذف یا سلب کرلے جس سے شق قمر کا معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے؟

یا اس کی تیسری اور آخری یہ توجیہ۔

• ہم ان تمام پرپیچ راستوں سے گزر کر صرف ایک سیدھی سی بات کہہ دینا چاہتے ہیں۔ شق القمر اہلِ مکہ کی طلب پر ایک آیتِ الٰہی تھی یعنی ان منکروں کو ان کی خواہش کے مطابق نبوت کی ایک نشانی دکھائی گئی تھی۔ احادیث میں یہ ہے کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا خواہ دراصل چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں ایسا تصرف کر دیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا۔ جو خدا انسان کی آنکھوں میں خلافِ عادت تصرف پیدا کر سکتا ہے وہ خود چاند میں بھی خلافِ عادت تصرف کر سکتا ہے۔ پھر چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی اہلِ مکہ کے لئے ظاہر کی تھی اور ان ہی کے لئے یہ آیتِ نبوت تھی اس لئے تمام دنیا میں اس کے ظہور اور

روایت کی حاجت نہ تھی؟

اب آپ ان ہرسہ تاویلات پر بار بار نظر ڈالئے یہاں سب سے پہلے جو بات آپ کے ذہن میں آئے گی وہ یہی آئے گی کہ جو فضلا اس معجزہ کو مادی طریق پر حل کرنا چاہتے ہیں خود ان ہی کے ذہنوں میں اس کا کوئی صحیح حل موجود نہیں۔ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۔ وہ صرف اٹکل کے تیر چلا رہے ہیں۔ زیادہ غور سے دیکھا جائے تو یہ سب تاویلات باہم متناقض بھی ہیں۔ پہلی توجیہ تو معجزہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کی بجائے اس میں اور تاریکی پیدا کرنے والی ہے، کیونکہ عمل تنویم سحر کی طرح معجزہ کی مقابل چیز کا نام ہے۔ معجزہ میں صاحب معجزہ کی قوت اثر آفرینی کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا۔

دوسرے جواب کا حاصل پھر بھی رہا کہ شق القمر قدرت خداوندی سے ظاہر ہوا اب یہاں جذب، اتصال اور کیمیا کے اصطلاحی الفاظ استعمال کرنے سے اس خرق عادت کا کوئی حل نہیں ہوتا۔ یہ سوال اپنی جگہ پھر قائم رہتا ہے کہ انگلی کے ایک اشارہ سے اس قوت انفصال کا سلب ہو جانا کیا عادۃً ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ خرق عادت ہی تو ہوا۔ اس جواب سے مسافت طویل ہو جانے کے سوا اور نتیجہ کیا نکلا۔

تیسری تاویل سب سے زیادہ پرپیچ ہے اس کو یہاں سب سے زیادہ "حمد و شکر" کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک وہی سب سے زیادہ قابل "استعاذہ" ہے یعنی اہل مکہ کی آنکھوں میں کسی ایسے تصرف کا احتمال جس کی وجہ سے صرف ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آنے لگا خواہ واقعہ میں اس کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں ہمارے نزدیک اس کی صحیح تعبیر "نظر بندی" ہے کیا نظر بندی آنکھوں میں تصرف ہی کا نام نہیں ہے کیا انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں اس قسم کی نظر بندی کا احتمال جائز تصور کیا جا سکتا ہے۔ اگر یہاں بھی یہ تصور جائز سمجھا جائے تو دین کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ رسولوں کے متعلق یہ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگوں کے سامنے کوئی عمل کر کے دکھائیں اور خارج میں اس کا کوئی وجود بھی نہ ہو۔ وہ حقیقت کے صحیح ترجمان ہوتے ہیں اس لئے ان کا کوئی قول و فعل حقیقت سے سرمو متجاوز نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ وہ امور جو قدرت ان کی صداقت کے لئے نشانی اور دلیل قرار دے۔ اس مقدس گروہ کو احتمالات کی بجائے واقعات کی دنیا میں دیکھنا چاہئے، آپ نے شب معراج میں جو کچھ دیکھا وہ بجا دیکھا، حالانکہ "سیر معراج" عالم غیب کا مشاہدہ کرانے کے لئے تھی اس کے باوجود جنھوں نے یہاں انکار کی راہ اختیار کی ان کی تحمیق قرآن کریم نے اپنے ان الفاظ میں کی ہے:-

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ تم کیا اس سے جھگڑتے ہو، اس پر جو اس نے دیکھا۔

پس جس طرح رسول کے دیکھنے میں یہ احتمال پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو اس نے دیکھا وہ حقیقت کے خلاف دیکھا تھا اسی طرح اس کے معجزات میں بھی یہ شبہ نکالا نہیں جا سکتا کہ جو اس نے دکھایا وہ حقیقت کے خلاف دکھلایا تھا

معجزہ حق و باطل کی تمیز کے لئے ہوتا ہے نہ کہ "تلبیس" کے لئے اب اس تاویل کو ایک طرف رکھئے اور دوسری طرف قرآنی لفظ سامنے رکھئے "اِنْشَقَّ الْقَمَرُ" قرآن کریم کے اس لفظ سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ خود چاند ہی کے اندر ہوا اور حقیقتاً ہوا۔ لغت عرب میں خود چاند کے پھٹنے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور صریح لفظ کوئی اور نہیں ہے یہاں اس کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ چاند میں تصرف کے سوا اس واقعہ میں دیکھنے والوں کی نظروں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا پھر چونکہ یہ تصرف خارق عادت تصرف تھا اس لئے آپ نے بغرض تاکید فرمایا "اشھدوا اشھدوا" (گواہ رہو گواہ رہو) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں اہل مکہ کی آنکھوں میں بھی کوئی تصرف ہو گیا تھا تو چاند کی طرف اشارہ کر کے کیا آپؐ کا اہل مکہ کو گواہ بنانا درست ہوگا؟

پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں اہل مکہ نے جس معجزہ کے دیکھنے کی فرمائش کی تھی کیا وہ ایسا معجزہ تھا، جس کا تعلق خود ان کی آنکھوں سے ہو یا وہ کوئی واقعی معجزہ چاہتے تھے؟ روایات میں موجود ہے کہ اس معجزہ کی صحت کے لئے انہوں نے باہر والوں کی شہادت کو ایک معیار مقرر کر لیا تھا کیونکہ آنکھوں کا تصرف اگر ہوگا تو وہ صرف حاضرین پر ہو سکتا ہے غائبین پر نہیں ہو سکتا اس لئے اگر باہر سے آنے والے قافلے بھی "شق القمر" کی شہادت دیں تو اس معجزہ کے صحیح ہونے پر یقین کر لینے کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی صورت کو معجزہ سمجھتے تھے جس میں ان کی آنکھوں کے تصرف کا کوئی احتمال پیدا نہ ہو سکے۔ نیز معجزہ اگر طلب کیا تھا تو منکرین قریش نے طلب کیا تھا اگر یہاں کوئی تصرف ہوتا تو ان کی آنکھوں میں ہوتا جو منکرین تھے مخلصین صحابہ نہ اس کے طالب تھے نہ ان کی آنکھوں میں یہ تصرف مناسب تھا حالانکہ یہاں حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے چند ہمراہی بھی اس کے مشاہدہ کرنے والوں میں شریک ثابت ہوتے ہیں۔ حیرت ہے کہ صورتِ واقعہ کے نقل کرنے والے نے اس واقعہ کے حقیقی واقعہ ہونے کے لئے جتنے واضح سے واضح الفاظ استعمال کئے تاویل کرنے والوں نے اتنے ہی بعید سے بعید احتمالات اس میں نکال کھڑے کئے۔ راوی کہتا ہے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا صاف ہوا کہ اس کا ایک ٹکڑا پہاڑی کے اس طرف اور دوسرا دوسری طرف نظر آنے لگا آپؐ نے حاضرین کو اس پر گواہ بھی بنایا اس کے بعد بھی کیا یہ کہنا معقول ہو سکتا ہے کہ یہاں جو تصرف ہوا وہ صرف اہل مکہ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور اسی لئے اس کا شاہد صرف ان ہی تک محدود رہا بلکہ ان ہی کی ذات تک محدود رہنا چاہئے تھا۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس کے بعد ہمیشہ اس معجزہ کا ذکر ہوتا رہا مگر مدۃ العمر یہ عقدہ کھل ہی نہ سکا کہ اس شب میں صرف آنکھوں کی الٹ پھیر ہو گئی تھی اور کچھ نہ تھا۔ اگر اس معجزہ کی حقیقت یہی ہے تو پھر اس کا نام "شق القمر" کے بجائے "اعمار البصر" مناسب تھا کما قال تعالیٰ فی سورۃ محمد، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔ (ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا، پھر ان کو

یہاں اس معجزہ کو کفار کی آنکھوں میں تصرف قرار دیکر یہ لکھ ڈالنا کہ "جو خدا انسان کی آنکھوں میں خلافِ عادت تصرف الخ" کا اضافہ دیکھ کر یہ بالکل ایک آنکھ مچولی کھیلنا معلوم ہوتا ہے۔ کیا مصنف مؤدل اب پھر لوٹ کر اس کو آنکھوں کے تصرف کے بجائے پھر اس کو چاند ہی کا پھٹنا تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھول بھلیاں کی طرح عجیب عبارت ہے جس کا کوئی مطلب اخذ کرنا ہی ممکن نہیں جیساکہ بھول بھلیاں میں داخل ہوکر پھر نکلنا کارے وارد ہے۔ اور اگر بالفرض یہ باطل احتمالات تسلیم بھی کرلئے جائیں تو اب سوال یہ رہتا ہے کہ کیا یہی احتمال دوسرے معجزات میں بھی جاری ہوگا مثلاً یہ کہ "اسطوانہ حنانہ" میں کیا قدرت نے فی نفسہ گریہ وزاری کی صفت پیدا فرمادی تھی؟ یا مثلاً آپؐ کے انگشتانِ مبارک سے کیا فی الواقع پانی کے چشمے اُبلے تھے یا مثلاً حیوانات ونباتات میں کیا حقیقتاً آپ کی تسخیر کا اثر ظاہر ہوا تھا یا مثلاً کھانے اور پینے کی اشیاء میں کیا درحقیقت کوئی برکت پیدا ہوگئی تھی یا ان سب معجزات میں بھی حاضرین کے صرف کانوں اور آنکھوں میں ایسا تصرف کردیا گیا تھا کہ "اسطوانہ" سے گریہ وزاری کی آواز آنے لگی، آپؐ کے انگشتانِ مبارک سے پانی امنڈتا ہوا نظر آنے لگا اور حیوانات ونباتات آپ کے مسخر محسوس ہونے لگے اور کھانے پینے کی چیزوں میں بڑی برکت نظر آنے لگی؟ اگر ان سب معجزات میں جواب صرف ایک ہے اور ایک ہی ہونا چاہئے کہ یہاں نہ کسی کے کانوں میں کوئی تصرف کیا گیا تھا نہ آنکھوں میں اور نہ عمل تنویم کا یہاں کوئی دخل تھا بلکہ جو کچھ سامعہ نے سُنا اور جو کچھ باصرہ نے دیکھا وہ ٹھیک حقیقت ہی حقیقت تھا تو پھر شق القمر کے متعلق بھی جواب صرف یہی ہوگا کہ یہاں چاند حقیقتاً ہی دو ٹکڑے ہوگیا تھا۔ یہاں ضروری تاریخی شہادت موجود ہونے کے باوجود اس سے بچنے کے لئے اس درخشاں معجزہ کو اتنا مکدر کردینا تھوڑے سے فائدہ کے احتمال کے بجائے خود اپنا کتنا بڑا نقصان گوارا کرلینا ہے۔

یہ تو چند تاویلات وہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی اور درخشاں معجزات میں پیدا کی گئی ہیں۔ اب چند وہ تاویلات بھی ملاحظہ فرمایئے جو انبیاء سابقین کے بعض معجزات میں کی گئی ہیں۔

مثلاً عصائے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ تاویل:-

> جس وقت عمل تنویم کے نفسی قوانین فطرت کا انکشاف نہیں ہوا تھا عصائے موسیٰ کا اژدھا بن جانا معجزہ تھا لیکن آج اس نفسی قانون کے جاننے والوں کے لئے کرسی کا شیر بن جانا فطری واقعہ ہے لہٰذا عصائے موسیٰ کے اژدھا نظر آنے کی بھی اس سے توجیہ کی جاسکتی ہے؟

یہ تاویل اول تو معجزہ کے اضافی ہونے کے مفروضہ پر موقوف ہے یعنی معجزہ صرف کسی محدود زمانے تک ہی معجزہ رہتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ معجزہ رہے۔ دوم اس کو عمل تنویم پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں معجزہ کی حقیقت کے بالکل خلاف ہیں۔ جو معجزہ ہے وہ ہمیشہ معجزہ ہی رہے گا اور عمل تنویم کا تو معجزات سے دور کا بھی کوئی

تعلق نہیں۔ سحر عمل تنویم سے کہیں قوی چیز ہے فرق یہ ہے کہ عمل تنویم میں نفسی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے اور سحر میں اکثر ارواحِ خبیثہ کے ساتھ استعانت بھی ہوتی ہے معجزہ ان دونوں سے بالاتر حقیقت ہے ان امور کو معجزات کی حقیقت سمجھنا یا ان کی تفہیم کے لئے استعمال کرنا ایک خطرناک غلطی ہے علمی غلطی بھی ہے اور مذہبی غلطی بھی ہے۔ معجزہ کی تفہیم میں ان امور سے مدد لینے کی بجائے اُن کی نفی کرنی لازم ہے۔ سحر و معجزہ جس طرح دو متضاد حقیقتیں ہیں ٹھیک اسی طرح معجزہ اور عمل تنویم بھی دو متضاد حقیقتیں ہیں پھر ارباب نظر کے لئے عمل تنویم کے متعلق "کرسی کے شیر بن جانے" اور معجزہ موسوی کے متعلق "عصا کے اژدھا نظر آنے" کا لفظ بھی بہت زیادہ قابل غور ہے۔

یا مثلاً حضرت یوشع علیہ السلام کے حق میں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لئے آفتاب کے غروب ہونے میں تاخیر ہو جانے کی یہ تاویل :-

"ایک مدعی نبوت یہ اعجاز دکھا سکتا ہے کہ ایک ہفتہ تک آفتاب غروب نہ ہو لیکن اس کا قطعی یقین کیسے دلایا جا سکتا ہے کہ آگے چل کر علم ہیئت کے اکتشافات سے اس اعجاز کی توجیہ نہ ہو سکے گی۔"

یہ تاویل بھی معجزہ کے اضافی ہونے کے مفروضے پر مبنی ہے پھر صرف اس "برات عاشقاں بر شاخ آہو" سے اس معجزہ کا کیا حل نکلتا ہے۔ اس "امید" کا نام اگر علمی وسعت رکھا جائے تو کمیونسٹوں کو یہی امید آیات الوہیت کے متعلق بھی قائم ہے وہ بھی شب و روز اسی جد و جہد میں مصروف ہیں کہ قدرت کی جتنی آیات اور نشانیاں ہیں ان کے اسباب معلوم کر کے سب کو اپنی خدمت کے تحت لے آئیں۔ عالم تکوین میں قدرت کی یہ ایک بہت بڑی آزمائش ہے کہ وہ اول ہی قدم پر انسان کو ناکام نہیں کرتی اور بہت دور تک اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے۔ اس درمیان میں عاجز انسان کو بڑی بڑی غلط فہمیاں لگ جاتی ہیں آخر ایک حد پر پہنچ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے پاس سرمایۂ عجز کے سوا کچھ نہ تھا اور زمام قدرت صرف ایک "وحدہ لاشریک لہ" کے ہاتھ میں تھی۔ قرآن کریم میں قدرت کے یہ فیصلے اقوام دنیا کی تاریخ میں جا بجا ذکور ہیں۔

یا مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق یہ توجیہ :

"عام قانونِ فطرت یہ ہے کہ انسان کا بچہ بلا اتصالِ جنسی نہیں پیدا ہوتا لیکن اس اتصالِ جنسی سے جو مادہ تولید رحم مادر میں داخل ہوتا ہے اس کو اگر خدا تعالیٰ رحم کے اندر ہی پیدا کر دے جس طرح کہ اور بہت سی رطوبات جسم میں پیدا ہوتی رہتی ہیں تو بلا اتصال جنسی بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور مداخلت خداوندی کی یہ صورت فطرت میں ایک نئے عارضی اضافہ کی وساطت پر مبنی ہو گی ممکن ہے کہ "ولادت مسیح" میں خدا نے اپنی مداخلت کی اسی صورت سے کام لیا ہو۔"

مذکورہ بالا صورت میں بھی جب آخر کار خداوندی مداخلت کا سہارا لینا ہی پڑا تو پھر قانونِ فطرت میں کس نئے اضافہ کے

تسلیم کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر شروع سے ہی اس میں مداخلت خداوندی تسلیم کر لی جائے تو بے وجہ ایک واسطہ اور بڑھانے کی ضرورت؟ پھر قانونِ فطرت میں اس اضافہ کو عارضی کہہ کر یہ سمجھ لینا کہ ہم نے حضرت مسیح کی ولادت کے عام قانون سے استثناء کا حل نکال لیا ہے صرف ایک خوش فہمی ہے کیونکہ یہ سوال پھر اپنی جگہ اسی طرح موجود رہتا ہے کہ یہ اضافہ بھی خارقِ عادت ہوگا. لہٰذا اگر کسی خارق عادت کا صرف عارضی ہونا یہاں اس کیلئے وجہ جواز بن سکتا ہے تو پھر تمام معجزات میں بھی خاص خاص اضافات کو عارضی کہہ دینا کافی ہونا چاہئے اس کے علاوہ تاویل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ ولادتِ مسیح بھی اُسی قانون کے تحت قرار دی جائے جو عام انسانوں کیلئے مقرر ہے یعنی مادہ تولید سے بچہ کا بننا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ مادہ تولید کے داخل ہونے کا جو عام طریقہ ہے ولادتِ مسیح میں وہ نہ ہوگا تو آج بھی دنیا میں مادہ تولید دوسرے طریقوں سے رحم مادر میں داخل کرکے بچہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسی کہ مشین کی حرارت سے مرغی کے انڈوں کے بچوں کی پیدائش کی. لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ" ولادتِ مسیح" عام انسانوں کی طرح مادۂ تولید سے نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کی طرح صرف "حرف کن" سے وجود میں آئی ہے، إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

مذکورہ بالا آیت میں ولادتِ مسیح میں جو صورت پیش آئی اس کا حل مع ایک نظیر کے حوالہ کے مذکور ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جو کسی واسطہ کے بغیر صرف "حرف کن" سے بھی تخلیق پر قادر ہے اس کے لئے یہ تولید اور عام طریقہ سے تولید دونوں برابر ہیں آخر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش دونوں صنفوں کے مادوں سے بالاتر تھی تو جس قانونِ فطرت کے تحت اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے اسکی ایک صنفی تخلیق کو بھی اسی قانونِ فطرت سے کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے۔

تعجب ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کی تفصیلات جب خود قرآن کریم میں موجود تھیں تو پھر یہاں امکانات اور تخمینے لگانے کی جرأت کیسے کی گئی یعنی حضرت مریم کے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشری متشکل ہو کر آنا اور اپنی آمد کی غرض و غایت بتانا حضرت مریم کا اس پر اظہار تعجب کرنا اور فرشتہ کا جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ سب کرشمے آسان ہیں" آخر فرشتے کا ان کے گریبان میں پھونک مارنا اور ان کا حاملہ ہو جانا یہ سب قرآنی بیان ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ ولادتِ مسیح کو قانون فطرت میں ایک عارضی اضافہ سے حل کیجئے یا براہِ راست قدرت کے حوالہ کر کے حل کر لیجئے۔ لیکن یہاں ہمارے دوست کے اعتبار کے لئے نفخۂ جبرئیلی سے ولادت ایک اور نئی مشکل کا باعث ہو جائے گی اور معلوم نہیں کہ اس کا حل وہ کیا تلاش کریں مگر کیا صرف "والد کے بغیر ولادت" ایک ناتمام ٹکڑے کے حل کرنے سے اس مفصل اعجازی ولادت کا کوئی حل نکلتا ہے؟

یہ جملہ معجزات تقریباً وہ تھے جو قرآن کریم اور صحیحین میں موجود ہیں جن میں کلام کرنے کی کوئی گنجایش ہی نہ تھی لیکن معجزاتِ حسیہ جن کی نظروں میں صرف سطحی اور ظاہری معجزات ہوں ان کے لئے ان کی تاویل کر دینی بھی کیا مشکل تھی۔ ان تاویلات کے بعد ان عظیم الشان معجزات کی جتنی حیثیت باقی رہ جاتی ہے وہ بھی ظاہر ہے یعنی یہ کہ شق القمر اور عصاء موسیٰ علیہ السلام تو صرف دیکھنے والوں کی نظروں میں ایک تصرف تھا، شق صدر ایک علم لدنی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بھی اسی عام مادہ سے تھی مگر وہ مادہ رحم مادر میں دیگر رطوبات کی طرح خود بخود پیدا ہو گیا تھا۔ اب یہ غور کر لینا چاہئے کہ اگر ان چند تاویلات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا ان سے معجزات کے باب کا کوئی اصل حل نکلتا ہے؟ یا ان تاویلات کی "ریاضت" کا اثر صرف انکار معجزات ہی نکلتا ہے بلکہ جملہ "بالا تر از عقول" حقائق کی من مانی تاویلات کرنے کا بھی دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ جو اہل علم ان حقائق کو مادی عقول سے بالاتر سمجھتے ہیں ان کی بے علمی نظروں میں سما جائے اور جب انسان بڑے بڑے محدثین کی طرف سے اس مرظنی کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنے علم پر نازاں ہو کر دین کو جس سانچے میں چاہے ڈھالنے پر دلیر بن جاتا ہے۔

یہاں اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ ان معجزات کی مراد ین سلف صالحین اور اہل سنت والجماعۃ نے آجتک کیا ہی سمجھی تھیں۔ ہمارے دین کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ صرف لغت کے سہارے نہیں چلا بلکہ تعامل کے سہارے نقل ہوا ہے۔ ہم کو صحابہ کرام سے جو ان معجزات کے مشاہدہ کرنے والے تھے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے ایک بالادست قدرت کے سوا ان کو کچھ اور سمجھا تھا حدیثوں میں موجود ہے کہ جب کبھی کھانے میں برکت کے متعلق ان سے سوال ہوا کہ یہ کہاں سے ہوتی تھی، تو انھوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر صرف اتنا کہدیا "من ھھنا" یعنی آسمان کی طرف سے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک مذاق تو وہ تھا اور ایک یہ ہے ؏

وللناس فیما یعشقون مذاھب

تاویل معجزات کے اسباب

انسانی دماغ کے فیصلوں پر اس کی "مسموعات" "مبصرات" اور اس کی معلومات سے بڑھ کر ہمیشہ اس کے ماحول کا اثر پڑا کرتا ہے جس ماحول میں وہ زمانہ طفولیت سے پرورش پاتا چلا آتا ہے وہ غیر شعوری طور پر اس سے اتنا متاثر ہو جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس کیلئے اپنی مبصرات و مسموعات کی تاویل کرنی کوئی مشکل نہیں رہتی مگر انبیاء علیہم السلام ہی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنی حیات کے دور اول سے لے کر آخر تک کبھی ذرہ برابر اس سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ قدرت کی عطا کردہ فطری طاقت سے اس ماحول ہی کو بدل دیتے ہیں اس "انقلابی صفت" میں ان نفوسِ قدسیہ کو دنیا کی دوسری "انقلابی شخصیتوں" کے مقابلہ میں کیا اور کتنا امتیاز حاصل ہوتا ہے؟ اس وقت اس کی تفصیل

کی گنجائش نہیں ہے۔ اکبرالہ بادی کہتا ہے ؎

"مردِ فقہ" ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں   فخر کیا ہے جو بدلتا ہے زمانہ نے تمہیں

اصل یہ ہے کہ دنیا کے تمام عجائبات اور واقعات کا یقین بھی صرف دو صورتوں سے حاصل ہوتا ہے یا خود ان کے مشاہدہ سے یا کثرت کے ساتھ ان کے تذکرہ سے۔ دیکھئے روسی اور "امریکی سیاروں" کو دیکھتے دیکھتے اب ہمارے ذہن اُن سے اتنے مانوس ہو چکے ہیں کہ اب جتنی عجیب سے عجیب باتیں ان کے متعلق کہی جائیں ان میں ذرا کسی کو تردد نہیں ہوتا۔ ہمارے دور میں ایک طرف تو "مسیحی" اعتراضات کی بھرمار، دوسری طرف "مادی ترقیات" کا غلغلہ اتنا بلند ہو چکا ہے کہ اب "عالم غیب" کے عجائبات کی آوازیں مذہبی گھرانوں میں بھی بہت "دھیمی" سنائی دیتی ہیں اور بڑی آفت یہ کہ گھروں میں، عام محفلوں میں اور خاص مواعظ کی مجلسوں میں بھی ان امور کا چرچا تقریباً نابود ہو گیا ہے اور اس سے بڑھ کر مصیبت یہ کہ حدیث و قرآن کا مطالعہ سلف کے عقائد کی روشنی میں باقی نہیں رہا نتیجہ یہ ہے کہ جن دماغوں پر پہلے سے عالم غیب کے نقوش پختہ نہیں تھے وہ جب اس ماحول میں آنکھ کھولتے ہیں تو ان کی طبیعتیں خواہ مخواہ ان بلند حقائق کی تاویل کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور وہ ان تاویلات کو ایک "جدید انکشاف" و "ریسرچ" تصور کر لیتے ہیں۔ کہنے والا بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو لوگ جدید معلومات نہیں رکھتے اور جدید ضروریات سے ناآشنا ہیں وہ بھی اپنی محدود معلومات کی غلط فہمی میں معجزات کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور اپنے ان ہی دقیانوسی خیالات پر ان کو ڈھالتے چلے جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان دونوں کے درمیان فیصلہ کا صحیح راستہ یہ ہے کہ ایک بار آپ بالکل خالی الذہن ہو کر انبیائے سابقین کے معجزات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں سرسری طور پر پڑھ جائیے اس کے بعد پھر صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات مذکور ہیں ان کا بار بار مطالعہ فرمالیجئے اور ان سب کو بیک وقت سامنے رکھ کر خود یہ فیصلہ کر لیجئے کہ "عجائبات خارق عادت" تھے یا "فطری قوانین" کے تحت تھے اور جنہوں نے یہاں ان کے حل کرنے کی سعی کی ہے کیا ان کو کامیابی حاصل ہوئی مثلاً حضرت یوشع علیہ السلام کے عہد میں "آفتاب کا تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جانا" کیا اس کے متعلق صرف یہ لکھ دینا کہ "آگے چل کر علم ہیئت کے انکشافات سے شاید اس اعجاز کی توجیہ بھی ہو جائے" اس معجزہ کا کوئی تشفی بخش حل ہے یا اس سے پہلے عنوان کے تحت معجزات کی جو تاویلات ذکر کی گئی ہیں ان سے صرف چند احتمالات کے سوا تحقیق کی کوئی روشنی ملتی ہے ظاہر ہے کہ صرف احتمالات سے معجزات پر قلب میں یقین کی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ معجزہ کی حقیقت کے برعکس یقین پیدا ہوتا ہے یہ علمی بدنصیبی ہی کہ انسان صرف احتمالات سے اپنی سابقہ قوت یقین بھی کھو بیٹھتا ہے اور اس سے بڑھ کر بدنصیبی یہ کہ اس کے خلاف پر یقین کرنے لگتا ہے حالانکہ محض امکانات اور احتمالات یقین کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے کیا مفید

ہو سکتے ہیں۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔

واضح رہے کہ یہاں ہمارا خطاب ان مومنین کے ساتھ ہے جو اپنی مذہبی ناواقفی کی وجہ سے شک و تردد کا شکار بن چکے ہیں۔ ان مادہ پرستوں سے نہیں جو نہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں نہ رسولوں پر۔

معجزات پر تصنیفات اور ان کی محدثانہ حیثیت

معجزات پر تصنیفات کی حیثیت اور ان کے مصنفین کے اسماء گرامی

اس موضوع کا اکابر محدثین نے ہمیشہ سے اہتمام فرمایا ہے اور اس پر مستقل مستقل تصانیف بھی فرمائی ہیں جیسا کہ حافظ ابوبکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ امام ابو اسحاق حربی متوفی ۲۵۵ھ شیخ ابوبکر عبداللہ بن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ حافظ ابو جعفر فریابی متوفی ۳۰۱ھ حافظ ابو زرعہ رازی متوفی ۲۶۴ھ حافظ ابو القاسم طبرانی متوفی ۳۶۰ھ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ حافظ عبداللہ المقدسی ۶۴۳ھ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ وغیرہم۔ ان سب حفاظ نے اپنی اپنی تصانیف میں آپ کے معجزات و فضائل کا اسنادوں کے ساتھ ذکر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ان میں سے بیہقی، ابن جوزی اور ابو عبداللہ مقدسی نے تو صحیحین و غیر صحیحین کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کا اہتمام بھی فرمایا ہے لیکن ابو زرعہ جو مسلم کے شیخ ہیں، ابو الشیخ اور ابو نعیم وغیرہ نے یہ اہتمام نہیں کیا صرف حدیثوں کے طرق ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور کہیں کہیں ان پر کچھ محدثانہ کلام بھی کر دیا ہے۔ ان میں سے اکثروں کے مؤلفات کا نام "دلائل النبوۃ" رکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور ائمہ حدیث نے بھی اس موضوع پر تصانیف فرمائی ہیں اور آخر میں ان سب کا خلاصہ، علامہ سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے "خصائص الکبریٰ" میں جمع کر دیا ہے۔ بعض محدثین نے یہاں ایک اور مختصر اسلوب اختیار کیا ہے یعنی اسانید حذف کر کے صرف روایات کے ماٰخذ ذکر کرنے پر کفایت کی ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے (متوفی ۵۴۴ھ) "شفا" میں۔ بعض علما نے اسانید اور ماٰخذ دونوں حذف کر دیئے ہیں اور صرف شہرت پر اکتفا کر کے آپ کے معجزات ذکر کر دیئے ہیں۔ جیسے قاضی عبدالجبار متوفی ۴۱۵ھ قاضی ماوردی متوفی ۴۵۰ھ جاحظ متوفی ۲۵۶ھ ابو الفتح سلیم بن ایوب رازی متوفی ۴۴۷ھ (دیکھو الجواب الصحیح ص ۲۳۲ جلد چہارم)۔

معجزات و فضائل میں صرف مصطلح صحیح صحیح حدیثوں پر اقتصار کرنا جمہور کا طریقہ نہیں رہا

مذکورہ بالا محدثین میں تیسری صدی سے لیکر چھٹی اور ساتویں صدی تک کے مشاہیر محدثین شامل ہیں۔ ان محدثین کی شخصیت اور اپنی اپنی تصانیف میں ان کے اس اہتمام سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ارباب علم کی نظروں میں اس "باب" کی اہمیت ہمیشہ کتنی تھی۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اس باب میں صرف صحیحین کے ذکر کردہ

معجزات پر اقتصار کرنا، یہ اکابر محدثین کا طریقہ نہیں ہوا۔ اس کی وجہ اسانید سے ان کی ناواقفی نہیں، بلکہ موضوع فن کا اختلاف تھا جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آئے گی۔

ان تصنیفات کی حیثیت سمجھنے کے لئے چند امور کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ جب ان تصانیف سے محدثین کا مقصد آپ کے دلائل نبوت جمع کرنا تھا تو یہ کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس اہم باب کی بنیاد وہ دیدہ و دانستہ صرف موضوعات اور جعلی دفتروں پر قائم کرتے لہذا اگر انھوں نے ضعیف حدیثیں جمع کی ہیں تو یقیناً ان کے نزدیک ان کی کوئی اصلیت ضرور ہوئی ہے۔ اس بات کو زیادہ وضاحت سے سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ فن حدیث کی تصانیف میں محدثین کے اسالیب مختلف رہے ہیں۔ ان سب کے اصطلاحی نام، اصول حدیث میں بتفصیل مذکور ہیں۔ مثلاً تصنیف کی ایک قسم وہ ہے جس میں صرف مصطلحہ صحیح صحیح حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ اس قسم کی تصنیف کا نام "الصحیح" ہے۔

الصحیح کے علاوہ حدیث کی جملہ مصنفات میں ضعیف اور حسن حدیثیں بھی روایت کرنا جائز سمجھا گیا ہے

مثلاً صحیح ابن عوانہ۔ صحیح ابن حبان۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن السکن وغیرہ۔ پھر صحت میں بھی ہر ایک کا مختلف معیار رہا ہے۔ ہر مصنف کی تالیف پر "الصحیح" کا اطلاق اسی کے معیار کے لحاظ سے ہوتا ہے ان میں بخاری و مسلم کو سب پر فوقیت حاصل ہے حتی کہ اگر بخاری کے معیار سے بقیہ محدثین کی "الصحیح" پر نظر ڈالی جائے تو وہ "الصحیح" کی تعریف سے خارج ہو جائیں گی بلکہ بخاری کے معیار سے مسلم کی بعض صحیح حدیثوں کو بھی "الصحیح" کی تعریف سے خارج کرنا پڑے گا۔

اس کے علاوہ مسانید و معاجم و سنن کے عنوانات سے تصانیف ہوئی ہیں مگر ایک "الصحیح" کے علاوہ جتنی قسمیں بھی تصنیف ہوتی رہیں ان سب میں صحیح کے ساتھ حسن اور ضعیف کا ذخیرہ بھی شامل ہوتا رہا ہے۔ امت نے کسی وقت بھی یہ ہمت نہیں کی کہ ترمذی، ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہ کو اس لئے ساقط الاعتبار قرار دیدیا جائے کہ ان میں "ضعیف" حدیثیں بھی موجود ہیں۔ حالانکہ ان کتب کا اہم موضوع، احکام کا حصہ تھا۔ اس لئے اگر اصحاب دلائل نے بھی اپنی تصنیفات میں ضعیف حدیثیں ذکر کی ہیں تو ان پر زیادہ برہم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے بالخصوص جبکہ انھوں نے ہر روایت کی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ اسی لئے جب شدت پسند محدثین نے ان پر اعتراض کیا تو علامہ ذہبی نے ان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر ان کی کوئی کوتاہی ہو سکتی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہ انھوں نے ان روایات پر جو موضوع تھیں تنبیہ کیوں نہیں کی اور سکوت کیوں کیا؟

مگر اس تنقید کا حق بھی ان ہی کو پہنچتا ہے جو علم و تقویٰ میں ایک دوسرے کی نظیر تھے ہم جیسے بے علموں کو یہ سمجھنا کافی ہے کہ "علم" کے عروج کے دور میں اگر مستقبل میں "جہل" کے عواقب کسی کے پیش نظر نہ رہیں تو کیا یہ قابل اعتراض ہو سکتا ہے، بڑی بڑی معتبر تصنیفات میں اور بڑے بڑے اماموں کے کلام میں چند جملے ایسے بھی مل جاتے ہیں!

جن کو آئندہ چل کر گمراہوں نے اپنی گمراہی کی بنیاد بنا لیا مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اُس وقت ان اکابر کو اس انجام کا وسوسہ بھی گزرا ہوگا۔ یہاں پہنچکر یہی کہنا پڑتا ہے: يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ ایک صحیح بات کسی کے حق میں ضلالت اور کسی کے حق میں باعثِ ہدایت بن جاتی ہے۔

اس کے علاوہ جب ہم اس پر نظر ڈالتے ہیں کہ ان اکابر نے کتب دلائل میں آپ کی سیرت کے اس حصہ کے جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا جو احکام و عقائد سے نہیں بلکہ آپ کے "فضائل" سے متعلق ہے تو پھر ان میں ضعیف حدیثوں کا تذکرہ جمہور محدثین کے نزدیک قابلِ اعتراض نہیں رہتا۔

سیرت کے تین حصے۔ اور ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کے معیارِ صحت کا تفاوت

اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں، ولادت سے قبل، ولادت کے بعد اور نبوت سے قبل، تیسرا نبوت و بعثت۔ ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت اور اس سے قبل کے حالات یا تو آپ کے گھر والے یا خاندان کے دوسرے افراد یا کسی راہب یا کسی ہاتف جن یا کسی کاہن یا منجم کے ذریعے سے منقول ہوئے ہیں اور یہی ہو بھی سکتا تھا یا عام شہرت پر اس کی بنیاد ہوئی ہے اور یہ تمام طریقے دنیا میں سیرت کی نقل و ترتیب کے لئے کافی سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں شہادت و روایت کی دیگر شرائط تو درکنار سب سے پہلی شرط "اسلام" ہی مفقود ہے یہاں کیلئے کون شخص ہے جو روایت کے اسلامی دور کی شرائط کو لازم بلکہ معقول سمجھے۔ اس کے بعد پھر جب اسلامی دور آیا تو آپ کی ہر صفت موصوف شخصیت "آفتاب آمد دلیل آفتاب" بن کر سب کے سامنے موجود تھی۔ ہر شخص اپنے اپنے معیار پر اس کو پرکھ رہا تھا اور بڑی آسانی کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچ رہا تھا۔ کس کو ضرورت تھی کہ وہ روزمرہ کے چشم دید واقعات کو نقد و تبصرہ کی میزان میں تولنے بیٹھتا۔ ان حالات میں یہ کون قیاس کر سکتا ہے کہ سیرت کے اس حصہ کے متعلق بھی جو آپ کی نبوت بلکہ ولادت سے بھی

آپ کی بعثت سے قبل کے حالات کیلئے سند کا مطالبہ کرنا صرف محدثین کا امتیاز ہے

پہلا ہے کوئی اسناد ہاتھ لگ سکتی ہے۔ اس لئے بہت ممکن تھا کہ دنیا کے دیگر مشاہیر بزرگوں کی طرح اس کو بھی صرف "عام شہرت" کی بنا پر مدوّن کر دیا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو جس طرح دنیا کی ان شخصیتوں کے حالات جن پر دنیا کی تاریخ کا مدار ہے آج تک معتبر سمجھے جا رہے ہیں آپ کے حالات بھی معتبر سمجھے جاتے مگر ہمارے محدثین کی سخت گیری نے آپ کی سیرت کے معاملے میں یہاں بھی سند کا مطالبہ سامنے رکھ لیا اور اپنے زمانے سے لیکر آخر تک جن جن افراد سے وہ واقعات منقول ہوئے تھے ان کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے لا کر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اب آپ کو اختیار ہے کہ ان کے اس تشدد پر آپ محدثین کے ذمہ الزامات لگائیں یا ان کی داد دیں!

آپ کی سیرت کا تیسرا حصہ وہ ہے جو بعثت کے بعد سے متعلق ہے اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک حصہ "عقائد و اعمال" کا ہے اور دوسرا آپ کی "عام زندگی" کا پھر آپ کی عملی زندگی میں بھی ہم کو دو قسمیں نظر آتی

ہیں ایک آپ کی "خصوصیات" جیسے صوم وصال وغیرہ اور دوسری اتفاقیہ عادات۔ اسی بنا پر فقہ میں بھی سنن ھدی اور سنن زوائد کے دو عنوان الگ الگ قائم کر دیئے گئے ہیں۔ سنن ھدی سے مراد آپ کی وہ شریعت ہے جس کی اتباع کی آپ کی امت بھی مامور ہے اور جو آپ کی اتفاقی عادات تھیں وہ سنن زوائد میں داخل ہیں۔ آپ کی امت ان کی اتباع کی مکلف نہیں۔ الگ بات ہے کہ صحابہ میں ایک جماعت ایسی بھی نظر آتی ہے جنھوں نے اپنے جذبات اور شغفِ اتباع میں آپ کی "اتفاقیات" میں بھی اتباع کی ہے۔ پھر آپ کی شریعت کے اس حصہ پر جب نظر کی جاتی ہے جو سنن ھدی کہلاتا ہے تو اس کے بھی دو پہلو نظر آتے ہیں ایک وہ جو امت سے متعلق ہے مثلاً کسی چیز کا حلال، حرام، واجب اور مستحب ہونا۔ دوسرا وہ جو بندوں کے اعمال کے ثواب وعقاب سے متعلق ہے مثلاً کسی عبادت کا ثواب یا کسی گناہ کے عذاب کی مقدار یا جنت و دوزخ کے راحت و آلام کا تذکرہ۔ اگرچہ دین مجموعی لحاظ سے ان دونوں اجزاء کو شامل ہے لیکن جہاں تک اعمالِ امت کا تعلق ہے وہ صرف پہلی قسم ہے دین کا یہ حصہ جو عمل یا عقیدہ سے متعلق ہے اس میں بال برابر فرق آنے سے "دین" اور "تحریفِ دین" یعنی سنت اور بدعت کا فرق پڑ جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بالفرض کسی عبادت کے ثواب یا کسی گناہ کے عذاب میں کچھ نشیب و فراز کر گزرتا ہے تو اگرچہ بلاشبہ وہ ایک بڑی غلطی کا مرتکب ہے لیکن اس سے دین کے عملی حصہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے بدعواقب کی ذمہ داری تنہا اسی کی ذات تک محدود رہتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد جب آپ سلف کے حالات پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ان تمام اقسام اور ان میں فروق کی رعایت کرتے تھے جہاں ان کے سامنے کسی عقیدہ کی بحث آ گئی بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہاں ان کو لفظی ترمیم کرنی بھی برداشت نہ تھی اور جب کوئی عمل کا باب آیا بس وہیں کب، کیسا اور کتنا کی بحث شروع ہوگئی۔ "رفع یدین" "آمین" کے مسائل ہمارے آجکل کے تعلیمی دماغوں کے لئے تو ایک معمولی مسائل ہیں مگر جب آپ صحابہ اور محدثین کے حالات پر نظر ڈالیں گے تو ان کے نزدیک یہ معرکۃ الآرا مسائل میں داخل نظر آئیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان کی وجہ سے اُن میں نزاعات نہ تھے، جنگ و جدل نہ ہوتا تھا اور صرف ان فروعی اختلافات کی بنا پر کوئی فرقہ بندی نہ کی جاتی تھی ان کا یہ اہتمام جو کچھ بھی تھا وہ صرف ایک سنت کی تلاش اور دین کی زیادہ سے زیادہ اتباع کے لئے تھا۔ حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی وہ احکام وعقائد کی حدیث روایت کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ گلے کی رگیں پھول جاتیں، آواز کانپنے لگتی اور اسی پر بس نہیں بلکہ روایت حدیث کے بعد احتیاط کے جتنے کلمات وہ استعمال کر سکتے تھے کر لیتے مثلاً "او کما قال" "نحوہ" "مثلہ" سلام کا ایک معمولی سا مسئلہ جب حضرت عمرؓ کے سامنے آپ کی طرف نسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا تو فوراً انھوں نے تہدید آمیز لہجہ میں اس پر شہادت پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا حتیٰ کہ اسی قسم کے واقعات سے محدثین کے ہاں یہ بحث

پیدا ہو گئی کہ خبرِ واحد سلف میں حجت سمجھی جاتی تھی یا نہیں۔ اس کے برخلاف آپ کی زندگی کے عام واقعات تھے وہ ان پر اسی طرح یقین کر لیتے تھے جس طرح ہمیشہ سے انسان پر دنیا یقین کرتی چلی آئی ہے اور اسی طرح ان کی روایت کرنے میں بھی عرف و عادت کے مطابق آزاد نظر آتے تھے۔ صحابہ کے اس طرزِ عمل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کے ان مختلف حصوں کی روایت کرنے میں ان کے نزدیک بھی سختی و نرمی کا فرق ملحوظ رہتا تھا۔ یہ بات الگ ہے کہ جب آپ کی سیرت کا پہلا حصہ بھی اسناد کے بغیر قابلِ قبول نہ سمجھا گیا ہو تو نبوت کے بعد کا حصہ کب قابلِ قبول ہو سکتا تھا۔ ان ہی فروق کو جو درحقیقت سلفِ صالحین کے اپنے صحیح تاثرات تھے محدثین نے اصطلاحی الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک گو مجموعی دین سند کے ساتھ ہی منقول ہوا ہے مگر جس طرح اس مجموعہ کے اجزاء میں مراتب کا تفاوت تھا اسی طرح اس کی نقل میں بھی مراتب تفاوت کا لحاظ رہا ہے اور یہ صرف محدثین کا تساہل نہیں بلکہ ان کی مراتب شناسی کا نتیجہ تھا اور بالکل معقول تھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ہر جگہ شدت اختیار کرنے سے سیرت اور فضائلِ اعمال کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اور ہر جگہ تساہل کرنے سے احکام و عقائد کا بنیادی حصہ بھی مشتبہ ہو جائے گا اس لئے سیرت کے اس حصہ پر بھی وہی نقد و تبصرہ شروع کر دینا جو احکام و عقائد کی حدیثوں پر محدثین کا معمول رہا ہے، ان کے طریق سے بالکل ناواقفی ہی ہے۔

محدث صابونی معجزہ کی ایک روایت پر جرح کر کے لکھتے ہیں:۔

احکام و عقائد اور معجزات و فضائل کی حدیثوں کی روایت کے متعلق محدثین کی تصریحات	"ھو فی المعجزات حسن" (زرقانی ج۱ ص۳۰) یعنی معجزات میں وہ روایت اچھی ہے۔ حافظ ابن کثیر اسی سلسلہ کی ایک روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

وھذا اسیاق حسن علیہ البھاء والنور وسیماء الصدق وان کان فی رجالہ من ھو متکلم فیہ (البدایۃ والنہایۃ ص۳۱)

اس واقعہ کی اسناد میں اگرچہ ایسے راوی ہیں جن میں کلام کیا گیا ہے بایں ہمہ یہاں ایسے قرائن موجود ہیں جن کی وجہ سے اس روایت پر صدق و صفا کا نور چمک رہا ہے۔

حافظ زرقانی شرح مواہب میں اصول کے طور پر لکھتے ہیں:۔

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد (زرقانی ص۱۰)

یہ اس لئے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد و احکام کے علاوہ دوسری روایتوں میں وہ نرمی برتتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ[1] کی محدثانہ طبیعت سے کون واقف نہیں مگر وہ بہت تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں:۔

ولا یجوز ان یعتمد فی الشریعۃ علی

احکام و عقائد کے متعلق ان ضعیف حدیثوں پر

---

[1] ہم کہتے ہیں کہ یہ حافظ ابن تیمیہؒ کا اپنا زورِ قلم ہے ورنہ ہم شیخ ابن ہمام سے نقل کر چکے ہیں کہ ضعیف حدیث سے استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔ گویا ثبوتِ حکم اپنی دلیل کی قوت و ضعف کے مناسب ہوتا ہے۔ ترجمان السنہ کی گذشتہ جلد میں یہ بحث مع حوالہ کے پیش کی جا چکی ہے۔

الاحادیث الضعیفة التی لیست صحیحة ولا حسنة، لکن احمد بن حنبلؒ وغیرہ من العلماء جوزوا ان یروی فی فضائل الاعمال مالم یعلم انہ ثابت اذا لم یعلم انہ کذب۔ وذالک ان العمل اذا علم انہ مشروع بدلیل شرعی۔ وروی فی فضلہ حدیث لا یعلم انہ کذب جاز ان یکون الثواب حقا ولم یقل احد من الائمۃ انہ یجوز ان یجعل الشیئ واجبا او مستحبا بحدیث ضعیف۔ ومن قال ھذا فقد خالف الاجماع۔ (التوسل والوسیلۃ ص۸۴)

اعتماد کرنا جو صحیح بھی نہ ہوں اور حسن بھی نہ ہوں جائز نہیں ہے۔ لیکن امام احمد وغیرہ علما فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال میں ایسی حدیثیں روایت کی جا سکتی ہیں جن کے متعلق ثبوت کا یقین نہ ہو بشرطیکہ یہ یقین حاصل ہو کہ وہ جھوٹی نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب کسی عمل کا مشروع ہونا کسی شرعی دلیل سے پہلے ثابت ہو چکا ہو تو اس کے بعد اگر کسی ایسی حدیث میں جس کا جھوٹا ہونا معلوم نہ ہو اس کے متعلق کوئی فضیلت مذکور ہو تو اس ثواب کے صحیح ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے لیکن کسی ضعیف حدیث سے کسی عمل کا واجب یا مستحب قرار دینا کسی امام کے نزدیک بھی جائز نہیں اور جس نے یہ کہا اس نے اجماع کے خلاف کیا۔

والحدیث اذا لم یعلم انہ کذب فروایتہ فی الفضائل امرٌ قریب اما اذا علم انہ کذب فلا یجوز روایتہ الا مع بیان حالہ (اقتضاء الصراط المستقیم ص۳۰)

حدیث کے متعلق جب یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو فضائل میں اس کی روایت کرنا قرین قیاس ہے لیکن جب یہ معلوم ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو پھر اس کی روایت صرف اس شرط سے جائز ہے کہ اس کے ساتھ اس کا حال بھی بیان کر دیا جائے۔

ملا علی قاریؒ اپنی کتاب "الموضوعات" میں لکھتے ہیں:-

قال السیوطیؒ اطبق علماء الحدیث علی انہ لا یحل روایۃ الموضوع فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان وضعہ بخلاف الضعیف فانہ یجوز روایتہ فی غیر الاحکام والعقائد۔ قال وممن جزم بذلک النووی وابن جماعۃ والطیبی والبلقینی والعراقی۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ علماء حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ موضوع روایت خواہ وہ کسی باب کی بھی ہو، بیان کرنا جائز نہیں۔ بجز اس صورت کے کہ اس کا موضوع ہونا بھی ساتھ ساتھ بیان کر دیا جائے بخلاف ضعیف حدیث کے کہ احکام و عقائد کے علاوہ دوسرے ابواب میں اس کا روایت کرنا جائز ہے۔ امام نووی، ابن جماعۃ، طیبی، بلقینی اور عراقی کا مختار بھی یہی ہے۔

حافظ ابن الصلاح اپنی مشہور تصنیف مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل	اہلِ حدیث اور دوسرے اصحاب کے نزدیک بھی اسانید میں نرمی
فی الاسانید وروایتہ ما سوی الموضوع	برتنی جائز ہے بلکہ موضوع حدیثوں کے علاوہ ہر قسم کی روایت کرنا
من انواع الاحادیث الضعیفۃ من	درست ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شریعت کے احکام اور اللہ تعالیٰ
غیر اھتمام ببیان ضعفھا فیما سوی	کی صفات کے علاوہ ان ضعیف حدیثوں کے ضعف پر
صفات اللہ واحکام الشریعۃ من	تنبیہ کرنا بھی لازم نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مواعظ اور فضائل
الحلال والحرام وغیرھما کالمواعظ و	اعمال اور ترغیب ترہیب کی حدیثیں ہیں جن کا احکام سے
القصص وفضائل الاعمال وسائر	تعلق نہ ہو ضعیف حدیثیں روایت کرنی یہ سب
فنون الترغیب والترھیب وسائر مالا	درست ہیں۔
تعلق لہ بالاحکام والعقائد الخ (مقدمہ نووی)	(مقدمہ ابن الصلاح)

ان کبار علماء کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ عام سیرت تو درکنار اعمال کے متعلق فضائل کی حدیثوں میں بھی ضعیف حدیثیں روایت کی جا سکتی ہیں اور یہ کہ حدیث "من کذب علی الخ" کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں یہ لکھ ڈالنا کہ "معجزات ہوں یا فضائل ضروری ہے کہ آپ کی طرف جس چیز کی بھی نسبت کی جائے وہ شک و شبہ سے پاک ہو" یہ بالکل خلافِ تحقیق ہے۔ پھر اس کی نسبت امام نووی، ابن جماعہ، عراقی اور بلقینی وغیرہ محدثین کی جانب کرنی یہ ایک علمی سہو ہے اور خلافِ واقع ہے۔ فضائل تو درکنار، حلال و حرام کی تمام حدیثوں کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کی جانب ان کی نسبت ہر جگہ شک و شبہ سے پاک ہے۔ یہ صرف معتزلہ کی ایک "خوش کن تعبیر ہے" اور بس۔ علماءِ شرع کے نزدیک یقین کے ساتھ ظن بھی حجت ہے۔ تفصیل ہمارے مضمون "حجیتِ حدیث" میں دیکھی جائے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کتبِ دلائل[1] میں اگر ضعیف حدیثیں آگئی ہیں تو یہ اس لئے نہیں کہ یہ ان کے مصنفین کا علمی قصور یا تساہل ہے بلکہ اس لئے کہ ان کا موضوعِ تصنیف ہی وسیع ہے اگر یہاں امام بخاریؒ بھی آجائیں تو ان کا مشرب بھی آپ کو اتنا ہی وسیع نظر آئے گا۔ اسی طرح اگر یہی اصحابِ دلائل احکام و عقائد کے باب میں چلے جائیں تو وہاں آپ کو وہ بھی شدت پسند نظر آئیں گے۔ آخر "الصحیح" کو چھوڑ کر "ادب المفرد" اور تاریخ صغیر و کبیر اور جزء رفع الیدین وغیرہ امام بخاریؒ ہی کی تصانیف تو ہیں پھر ان کے تشدد کا معیار یہاں وہ کیوں نہیں رہا؟ کیا یہاں ان پر تساہل کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث موضوع اور اس کی روایت کرنا

یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ جس حدیث کو اصطلاح میں موضوع کہا جاتا ہے محدثین نے کسی تنبیہ کے بغیر اس کی روایت کرنے کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے اس میں کسی حصہ کی کوئی تفریق نہیں ہے اور کیسے تفریق کی جا سکتی تھی جبکہ کذب فی الشریعت میں تو ایک بھی ایک بدترین جرم سمجھا گیا ہے۔

[1] یعنی دلائل نبوت: مراد معجزات ۱۲ مصحح

اور جب اس جرم کا ارتکاب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہو تو اس کی قباحت اور شناعت کا خود اندازہ کر لیجئے اسی کا نام عرف محدثین میں "موضوع" ہے اور اس کے وضع پر تنبیہ کئے بغیر اس کی روایت کرنا بھی بڑی فروگذاشت ہے اِس میں احکام و عقائد ہوں یا اعمال و فضائل کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تو درکنار دنیا کے کسی عام سے عام شخص کے متعلق بھی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا شرعاً حرام ہے اور در حقیقت من کذب علیّ متعمداً کا مصداق یہی تعمد کی صورت ہے، یعنی جان بوجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کسی جھوٹ کی نسبت کی جائے خواہ وہ آپ کے کسی بھی شعبۂ زندگی کے متعلق ہو۔ ضعیف حدیثوں کو بھی اسی لپیٹ میں لے لینا جن کا ایک لیک راوی بیان کر دیا جائے یہ بالکل خلاف تحقیق اور مذہب جمہور کے مخالف ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ امام احمد کی مسند میں حدیثوں کے روایت کرنے کے معیار کو اپنے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:۔

وکان احمد علی ماتدل علیہ طریقتہ فی المسند اذا رأی ان الحدیث موضوع او قریب من الموضوع لم یحدث بہ ولذلک ضرب علی احادیث رجال فلم یحدث بھا فی المسند (اقتضاء الصراط المستقیم)	امام احمد کا جو طریقۂ روایت ان کی مسند میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کو موضوع یا موضوع سے قریب پاتے ہیں پھر اس کی روایت نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بہت سے راویوں کی حدیثیں قلمزد کر دیں اور انھیں مسند میں ذکر نہیں کیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسند میں جو حدیثیں امام احمد نے قلمزد کی ہیں وہ صرف وہی ہیں جو موضوع یا اس کے قریب تھیں۔ عام ضعیف حدیثیں اپنی مسند سے خارج نہیں کیں۔ پھر ہر ضعیف حدیث کی روایت کو حرام قرار دیدینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیا مصنفین "دلائل" کے ساتھ امام احمدؒ کو بھی اسی فہرست میں داخل کرنے کی جرأت کی جا سکتی ہے؟

محدثین کی اصطلاح میں ضعیف حدیث کی تعریف

محدثین کے نزدیک ہر حدیث جس میں صحیح و حسن کے شرائط میں سے ایک شرط بھی نہ ہو تو وہ "ضعیف" کہلاتی ہے مگر اس پر موضوع کا اطلاق اس وقت تک ہرگز نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس میں راوی کا کذب ثابت نہ ہو جائے۔ لہٰذا یہاں زور قلم میں آکر ہر ضعیف حدیث پر "موضوع" کا اطلاق کر دینا محدثین کی اصطلاح سے لاعلمی ہے اور ہر ضعیف حدیث کی روایت کو لغو، جھوٹ اور جعلی دفتر کہہ کر حرام قرار دے دینا بھی فن کے معمولی قواعد سے انتہائی ناواقفی ہے۔

حدیث ضعیف کی دو قسمیں مقبول اور مردود

محدثین نے ضعیف حدیث کی بھی دو قسمیں کی ہیں اور اس کے حالات بھی مختلف لکھے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث کے ساتھ کچھ قرائن اور شواہد ایسے جمع ہو جاتے ہیں جو اہلِ فن کے نزدیک اس کو قابلِ اعتبار بنا دیتے ہیں اور کبھی ایسے قرائن جمع نہیں ہوتے پہلی صورت میں وہ ضعیف ہونے کے باوجود "حدیثِ مقبول" کی قسم میں داخل ہو جاتی ہے اور وہ بھی قابلِ عمل سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ[1] میت کو دفن کے بعد تلقین کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:۔

وروی فی تلقین المیت بعد الدفن حدیث فیہ نظر لکن عمل بہ رجال من اھل الشام الاولین مع روایتھم لہ فلذالک استحبہ اکثر اصحابنا وغیرھم (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۲۶)

یعنی اگرچہ اس باب میں جو حدیث ہے اس میں کلام کیا گیا ہے مگر چونکہ شام کے اہلِ علم اس کی روایت کے ساتھ اس پر عمل بھی کرتے تھے اس لئے اکثر حنبلی علما نے اس کو مستحب سمجھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فضائل تو درکنار بعض مرتبہ ضعیف حدیث احکام و مسائل کے باب میں بھی قابلِ عمل سمجھی جاتی ہے بشرطیکہ وہاں قرائن ایسے موجود ہوں اور جہاں یہ قرائن جمع نہیں ہوتے اس کو اصطلاح میں "مردود" کہتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ اس پر لغو، جھوٹ جیسے قبیح الفاظ کا اطلاق کرنا درست ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ جب تک اس کا حال واضح نہ ہو جائے اس پر عمل نہ کیا جائے (دیکھو شرح نخبۃ الفکر وغیرہ)۔

صحیح و ضعیف کے معنی میں محدثین کی اصطلاح اور اردو کے استعمال میں فرق کرنا لازم ہے

یہاں صحیح و ضعیف کے اطلاق کرنے یا انکار کرنے میں اردو کے استعمال کا فرق ملحوظ رکھنا بھی بہت اہم ہے۔ اردو کے استعمال میں ہر اس بات کو جو اہلِ فہم و عقل کے نزدیک قابلِ اعتبار ہو کسی اعتراض کے بغیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے خواہ محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی ہلکے سے ہلکے معیار پر بھی اس کو صحیح نہ کہا جا سکے اس کے مقابلے میں صحیح نہ ہونے کا مطلب اردو میں یہ ہوتا ہے کہ وہ بات ناقابلِ اعتبار ہے لیکن محدثین کی اصطلاح میں صحت کے لئے خاص خاص شرائط ہیں اور پھر اس کے اندر بھی مختلف مراتب ہیں اس کے بعد پھر حسن کا درجہ ہے اور اس کے بھی بیشمار مدارج ہیں اس کے بعد پھر ضعیف کا درجہ ہے اور اس میں بھی مراتب کا یہی حال ہے جن میں سے ضعیف حدیث کبھی کبھی مقبول بھی شمار ہو جاتی ہے اس لحاظ سے محدثین کی اصطلاح کے مطابق کسی حدیث پر یہ حکم دیکھ کر کہ وہ صحیح نہیں ہے اس کا مردود ہونا سمجھ لینا بالکل غلط ہوگا اس کے برخلاف اردو کے محاورہ میں اس کے صحیح نہ ہونے کا یہی مطلب سمجھا جائیگا کہ وہ ناقابلِ اعتبار اور مردود ہے بلکہ اگر کسی کے سامنے یہ کہا جائے

[1] حافظ ابن تیمیہ کے اس اقرار سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ضعیف حدیث سے بھی استحباب ثابت ہو سکتا ہے جو بلا شبہ حکم شرعی ہے اس کو موصوف نے ابھی گذشتہ صفحات میں خلاف اجماع فرمایا ہے، ہم یہ حاشیہ میں تنبیہ کر چکے ہیں کہ شیخ ابن ہمام نے بھی استحباب کو تسلیم کیا ہے۔

کہ امام بخاری و مسلم نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے تو ایک اُردو خواں اس مغالطہ میں بھی بجا طور پر پھنس سکتا ہے کہ جب یہ بات ان جیسے اکابر محدثین کے نزدیک صحیح نہیں تو وہ یقیناً بالکل جھوٹ، لغو اور افترا ہوگی حالانکہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ اس کی صحت کا انکار جتنے بڑے محدث سے منقول ہوگا اسی قدر اس سے ہلکے معیار والے محدث کے نزدیک اس بات کی صحت کا احتمال باقی رہے گا اس لئے معجزات کی حدیثوں پر جہاں محدثین کی جانب سے "لا یصح" کا حکم منقول ہے اس کا اردو ترجمہ کرنے میں بڑی احتیاط لازم ہے ورنہ محدثین کی اصطلاحات سے ناواقف لوگوں کو ہمیشہ یہاں یہ مغالطہ رہ سکتا ہے کہ یہ روایات سب بے سروپا اور لغو ہیں، بلکہ اسی مغالطہ میں بعض تعلیم یافتہ بھی مبتلا ہو سکتے ہیں اور ان کو بھی اس نکتہ سے غفلت رہ سکتی ہے کہ محدث کے کسی حدیث کی صحت سے انکار کا مطلب وہ نہیں ہے جو اردو میں اس سے انکار کا مطلب سمجھا جاتا ہے۔

ضعیف یا موضوع ہونے سے حدیث کا مطلقاً موضوع یا ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا

ان علمی مباحث اور فنی اصطلاحات کو ایک اردو تصنیف میں اور کہاں تک طول دیا جائے۔ اصولِ حدیث میں اس کی بھی تصریح ہے کہ کسی حدیث پر کسی محدث کے ضعف کا حکم لگا دینے سے اس حدیث کا مطلقاً ضعیف ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات یہ حکم صرف اُس اسناد کے لحاظ سے ہوتا ہے جو اس وقت اُس محدث کے سامنے ہوتی ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی حدیث کو ایک اسناد کے لحاظ سے "ضعیف" کہدیا جائے اور دوسری اسناد کے لحاظ سے وہ "قوی" ہو یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے بعض حدیثوں پر ضعف کا حکم لگایا ہے حالانکہ خارج میں وہ صحیح اسناد سے ثابت ہیں۔ یہاں ایک ناواقف شخص تو حیرت میں پڑ جاتا ہے مگر اہلِ فن سمجھ لیتا ہے کہ امام موصوف کا یہ حکم صرف اِس خاص اسناد پر ہے۔

(رنکتہ ۱۱) اور یہی وجہ ہے کہ بعض حدیثوں پر بڑے بڑے محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے لیکن جن حفاظ کو اس کی اچھی سند مل گئی ہے انھوں نے اس حکم کو تسلیم نہیں کیا بلکہ صرف اسی سند تک محدود سمجھا جو اس وقت موضوع کہنے والوں کے سامنے تھی اِس کے شواہد اسی کتاب میں آئندہ آپکے ملاحظہ سے گزریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں "لا یصح" اور "لا یثبت" کے درمیان بڑا فرق ہے اور اس سے بھی حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا

مولانا عبدالحی صاحبؒ اپنے رسالہ "الرفع والتکمیل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ

بسا اوقات محدثین کسی حدیث کے متعلق "لا یصح" اور "لا یثبت" کا لفظ فرما دیتے ہیں۔ ناواقف اس سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے۔ یہ خیال ان کی اصطلاح سے جہالت اور ان کی تصریحات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ حافظ نورالدینؒ فرماتے ہیں کہ

امام احمدؒ نے اس حدیث کے متعلق جو عاشورا کے دن اپنے عیال پر وسعت کرنے کے متعلق وارد ہوئی ہے "لا یصح" کا لفظ فرمایا ہے مگر ان کے اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باطل ہو کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

ایک حدیث کو صحت کے رتبہ کی نہ ہو مگر قابل استدلال ہوتی ہے کیونکہ صحیح اور ضعیف کے درمیان ایک درجہ "حسن" کا بھی ہے۔

اسی طرح حافظ زرکشی نکت ابن صلاح میں فرماتے ہیں کہ

ہمارے "لا یصح" اور "موضوع" کہنے میں بہت بڑا فرق ہے، کیونکہ "موضوع" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں راوی کا جھوٹ اور وضع ثابت ہو گیا اور "لا یصح" کے لفظ میں صرف اپنے علم میں صحت کی نفی کا حکم ہے، یعنی فلاں حدیث ہمارے علم میں ثابت نہیں ہوئی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کا نہ ہونا یہ ہمارے علم میں ثابت ہے۔ یہی بات ان تمام حدیثوں کے متعلق کہی جا سکتی ہے جن کے بارے میں ابن جوزی نے "لا یصح" کا حکم لگا دیا ہے۔

اسی طرح حافظ قسطلانی نے شب نصف شعبان کی حدیث کے متعلق حافظ ابن رجب سے یہ نقل کیا ہے کہ

ابن حبان اس کو صحیح کہتے تھے۔

حافظ زرقانی کہتے ہیں کہ

ابن حبان کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن دحیہ کا اس شب کی فضیلت کے متعلق مطلقاً یہ حکم لگا دینا کہ "لم یصح فیھا شئی" یعنی اس کے متعلق کوئی حدیث بھی صحت کو نہیں پہنچی، درست نہیں ہے۔ ہاں ابن دحیہ کا یہ حکم اس وقت قابل تسلیم ہو سکتا ہے جبکہ "لم یصح" میں صحت سے مراد "صحت اصطلاحی" کی نفی لی جائے۔ کیونکہ بلاشبہ معاذ کی جو حدیث اس شب کی فضیلت میں روایت ہوئی ہے وہ صحت کے درجہ کو نہیں پہنچی لیکن وہ "حسن" ضرور ہے۔ (دیکھو ترجمان السنہ مقدمہ ص۳۶)

حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ

محدثین جب کسی حدیث کے متعلق یہ حکم لگاتے ہیں کہ "وہ ضعیف ہے" تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس پر صدق کا حکم لگایا نہیں جا سکتا۔ اس کی مراد یہ ہرگز نہیں ہوتی کہ صرف اتنی بات سے اس کے راوی پر کذب کا حکم لگا دیا جائے یا جو مضمون اس نے نقل کیا ہے، اس کی نفی کر دی جائے۔ اگرچہ اس کی نفی کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل بھی نہ ہو۔ لہٰذا اس قسم کے مقامات پر ہم سکوت کریں گے، نہ اس کے ثبوت کا حکم لگائیں گے اور نہ نفی کا۔ اس قاعدہ کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، کیونکہ بہت سے لوگ کسی بات کی دلیل نفی کرنے میں لا دلیل بات پر ثبوت کا حکم لگانے میں کوئی فرق ہی نہیں کرتے اور ہر ایسی بات کی نفی کر ڈالتے ہیں جس کا ثبوت ان کے علم میں نہیں ہوتا۔ "ولا تقف ما لیس لک بہ علم" کے خلاف کرتے ہیں۔ (دیکھو ترجمان السنہ ص۳۰)

اگر مذکورۂ بالا امور کو پیش نظر رکھا جاتا تو کتب دلائل کی حدیثوں کے متعلق لغو، جھوٹ کے الفاظ جس کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں یقیناً وہ اس سے کئی درجہ گھٹ جاتے اور اگر اس کی رعایت بھی کر لی جاتی کہ بعض مرتبہ وضع و ضعف کا حکم پوری روایت پر نہیں ہوتا بلکہ صرف کسی زیادتی کے اعتبار سے ہوتا ہے

جو بعض راویوں نے بڑھادی ہے تو ضعیف حدیثوں کی تعداد اور بھی کم ہوجائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو دین تیرہ سو سال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ لیکر منتقل ہورہا ہے اس کے متعلق ہرجگہ اعلیٰ معیار کی شرط صرف وہ شخص لگا سکتا ہے جو نہ تو دین کی تفصیلات پر نظر رکھتا ہے نہ اس کی تبلیغ کی ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ وہ صرف لفظی دنیا میں بسر کرتا ہے وہ صرف مذبذبین کے قلوب کو ان خوش کن تعبیرات سے مسحور تو کرسکتا ہے، لیکن عملی دنیا میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا بلکہ چلنا چاہتا بھی نہیں۔ اسی لئے محدثین نے مختلف مراتب اور مختلف شرائط کی تصانیف فرمائی ہیں ان میں صحیح سے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کی بھی ہیں اور متوسط معیار کی بھی ہیں اور وہ بھی ہیں جن میں ضعیف حدیثیں شامل ہیں اگرچہ ان کی ضعیف حدیثیں بھی مورخین دنیا کی صحیح سے صحیح خبروں سے بھی کہیں زیادہ قابل اعتبار ہیں۔ بلکہ موضوعات پر بھی مبسوط اور مستقل تصانیف فرمائی ہیں جن میں ان احادیث کے متعلق اپنی اپنی آراء کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور ان احادیث کے موضوع ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی کلام کیا ہے (تنبیہ) حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ ہمارا کسی حدیث پر موضوع کا حکم لگانا بھی قطعی نہیں ہوتا بلکہ صرف اپنے علم پر مبنی ہوتا ہے اور اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ مراجعت کی جائے۔ اس کے بعد آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ فنِ حدیث بازیچۂ اطفال نہیں۔ لہٰذا یہاں احتیاط میں ضعیف حدیثوں کو مطلقاً لغو اور جھوٹ کا دفتر قرار دیدینا صرف نظر کا قصور ہے۔ جس طرح صحت کا حکم لگانا، علم و تقویٰ کا محتاج ہے اسی طرح کذب اور باطل کا حکم لگانا بھی علم و تقویٰ کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ کے سامنے جب کوئی ضعیف حدیث آتی اور اس کے معارض کوئی دوسری حدیث نہ ہوتی تو اگرچہ وہ ان کا مختار نہ ہوتی مگر کم ازکم ایک مرتبہ وہ اس پر بھی عمل کرلیتے۔ مبادا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو اور ہمارے قصورِ علم کی وجہ سے صحیح طریقہ پر ہم کو نہ پہنچا ہو۔

امام احمد اور دیگر ائمہ کی نظروں میں حدیث ضعیف کی اہمیت کی وجہ

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ غلط فہمی دور ہوجانی چاہئے کہ حدیث ضعیف کی ائمہ و محدثین کے نزدیک اہمیت کیوں ہے؟ وہ خوب جانتے ہیں کہ ضعیف ہونے کا حکم جس معیار پر لگا دیا جاتا ہے اس سے کسی خبر کا نفس الامر میں باطل اور بے اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ثبوت کبھی دنیا کی معتبر خبروں سے زیادہ مضبوط طریق پر موجود ہوتا ہے۔ مگر چونکہ محدثین کے اس سخت معیار پر وہ نہیں اترتا جو انھوں نے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے لئے مقرر کیا ہے، اس لئے وہ اس معیار کے مطابق اس کو اصطلاحاً صحیح نہیں کہہ سکتے اور بعض مرتبہ اس کے ضعیف ہونے کے اقرار کے ساتھ ساتھ وہ یہ تصریح بھی کرجاتے ہیں کہ اس کو ضابطہ میں گو صحیح نہ کہا جاسکے مگر دوسرے قرائن کے لحاظ سے وہ قابل تسلیم ہے۔ اس لئے ضعیف حدیثوں کی وجہ سے کتب دلائل کی حیثیت آجکل کے مولود شریف کی موضوع کتابوں کے برابر سمجھ لینا اصطلاحات سے ناواقفیت کے سوا ان کی علمی ناقدری بھی ہے اور اُس قیمتی

ذخیرہ کا تلف کر دینا ہے جو ہمارے دین سے متعلق ہو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ حکم شرعی اپنی جگہ ثابت شدہ ہو اور جو ضعف ہم کو اس میں نظر آرہا ہے وہ ہماری روایت اور درایت کے مطابق ہو۔

کتب دلائل کو مروجہ میلاد شریف کے دور کی تالیفات سمجھنا ایک علمی اور تاریخی فروگذاشت ہے

جہاں تک ہم کو معلوم ہے مولود شریف کی مجالس کے سب سے پہلے باضابطہ سجانے والے ملک مظفر ابو سعید ہیں جن کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی ہے (دیکھو شرح المواہب ج ۱ ص ۱۳۹)۔ اس لحاظ سے ان مجالس کا رواج بظاہر چھٹی صدی کے آخر سے شروع ہوا ہوگا۔ اس کے بعد پھر اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے ضابطہ کے موافق شدہ شدہ ان کا عام رواج پڑ گیا ہوگا۔ چونکہ کتب دلائل کی اکثر تالیفات تیسری صدی کے آخر یا چوتھی صدی کی ابتدا میں ہوئی ہیں اس لئے ان کا زمانہ بظاہر مولود شریف کے رواج عام سے پہلے پہلے کا زمانہ ہے لہذا ان ائمہ حدیث کے متعلق حسب ذیل کلمات لکھ دینا ان کے حق میں ناحق کی بدگمانی تو ہے ہی ایک تاریخی فروگذاشت بھی ہے۔

(کتب دلائل) "یہی کتابیں ہیں جنھوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار لگا دیا ہے اور اُن ہی سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا سرمایہ مہیا کیا گیا ہے"۔

- ان روایتوں کی تدوین میں ضروری احتیاطیں مدنظر نہیں رکھیں یا یوں کہو کہ عشق نبوی نے فضائل و مناقب کی کثرت کے شوق میں ہر قسم کی روایتوں کے قبول کرنے پر ان کو آمادہ کر دیا"۔
- ان روایتوں کا بڑا حصہ انھیں کتابوں کے ذریعہ سے پھیلا ہے جو ان مجالس کی غرض سے وقتاً فوقتاً لکھی گئیں۔
- بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل میں اور سیوطی نے خصائص میں علانیہ دوسرے انبیاء کے معجزات کے مقابل میں انھیں کے مثل آپ کے معجزات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالے .... ظاہر ہے کہ اس مماثلت اور مقابلے کے لئے تمام تر صحیح روایتیں دستیاب نہیں ہو سکتیں اس لئے لوگوں نے انھیں ضعیف اور موضوع روایتوں کے دامن میں پناہ لی کہیں شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی اور نکتہ آفرینی سے کام لیا"۔
- یہ ایک معمولی واقعہ ہے مگر کتب دلائل کے مصنفین نے اس کو بھی معجزہ قرار دیدیا ہے"۔
- معجزات کی تعداد بڑھانے کے شوق میں کتب دلائل کے مصنفین نے یہ بھی کیا ہے کہ ایک ہی واقعہ کی روایت ...... میں ذرا سا بھی اختلاف نظر آیا تو اس کو چند واقعات قرار دیدیا ہے"۔

یا مثلاً حافظ ابن عساکرؒ جیسے شخص کو ضعیف روایتوں کا سرپرست یا مثلاً حافظ ابن حجرؒ جس کو محدثین نے "حافظ الدنیا" کا لقب دیا ہے ان کے متعلق یہ لکھنا:۔

"ابن حجرؒ جیسے کمزور روایتوں کا سہارا اور پشت پناہ"۔

روایات پر تنقید علیحدہ چیز ہے اور محدثین کبار کی شانوں میں یہ آزادانہ کلمات بالکل دوسری بات ہے۔ اس کا نتیجہ محدثین سے بداعتقادی کے سوا اور کیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مستدرک حاکم کا صحیح مقام محدثین کی نظروں میں

بعض شدت پسند محدثین کی مستدرک پر سخت نکتہ چینی کی وجہ سے یہ غلط خیال پھیل گیا ہے کہ عام محدثین کے ہاں بھی مستدرک کا گویا کوئی وزن ہی نہیں حتی کہ کسی روایت کا مستدرک میں ہونا بس یہی اس کے ضعف کا سب سے بڑا ثبوت ہے حالانکہ یہاں حاکم کا علمی پایہ اور مستدرک کی تعریف کا لحاظ رکھنا بھی لازم تھا۔ اتنے بڑے شخص کی اتنی بڑی ضخیم تصنیف کو صرف ضعیف اور موضوعات کا ذخیرہ سمجھ لینا یہ بڑی حقیقت ناشناسی ہے۔ حافظ ذہبیؒ، جنھوں نے خود تلخیص المستدرک کے عنوان کی ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے، اس غلط فہمی کو دور فرمادیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:-

ففیہ جملۃ وافرۃ علی شرطہما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدہما ولعل مجموع ذالک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع ماصح سندہ وفیہ بعض الشئ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر واھیات لاتصح وفی بعض ذالک الموضوعات (توجیہ النظر ص۳۱ وتدریب الراوی ص۱۶)	مستدرک حاکم میں ایک بڑا حصہ وہ ہے جو "صحیحین کی شرط پر ہے اور ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو ان دونوں میں صرف ایک کی شرط پر ہے ان دونوں کے مجموعہ کی مقدار تقریباً نصف کتاب کے ہوگی اس کے علاوہ چوتھائی کتاب دوسری "صحیح حدیثوں" پر مشتمل ہے جن میں کچھ کلام کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ اب رہی بقیہ چوتھائی تو بیشک ان میں منکر اور واہیات حدیثیں ہیں جو صحیح نہیں اور ان ہی میں کچھ موضوعات بھی شامل ہیں۔
وقد ذکر السیوطی فی التدریب ان الذہبی جمع جزأ فیہ الاحادیث التی فیہ وھی موضوعۃ فذکر نحو مائۃ حدیث (")	امام سیوطیؒ نے ان کی تعداد تدریب میں کل سو حدیث لکھی ہے

اور اُن سے قبل حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے الفاظ میں اس کا ازالہ فرمادیا ہے:-

وکذلک احادیث کثیرۃ فی مستدرکہ یصححھا وھی عند اھل العلم بالحدیث موضوعۃ۔ وھھنا مایکون موقوفا یرفعہ۔ ولھذا کان اھل العلم بالحدیث لایعتمدون علی مجرد تصحیح الحاکم وان کان غالب مایصححہ فھو صحیح لکن ھو فی	اور اسی طرح حاکم بھی ہیں جو اپنی مستدرک میں بہت سی حدیثوں کو صحیح لکھ جاتے ہیں اور محدثین کے نزدیک وہ موضوع ہوتی ہیں اور بعض ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو حاکم نے مرفوع بنادیا ہے اور درحقیقت نہیں وہ موقوف یہی وجہ ہے کہ محدثین صرف حاکم کی تصحیح پر حدیث کا فیصلہ نہیں کرتے اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ جس حدیث کو حاکم صحیح کہتے ہیں

الصحیحین بمنزلۃ الثقۃ الذی یکثر غلطہ وان کان الصواب اغلب علیہ الخ — وہ صحیح ہوتی ہے لیکن ان کی مثال اس ثقہ شخص جیسی ہے جو بہت غلطی کھاتا ہو اگرچہ عام طور پر اس کا حکم صحیح ہو۔ (التوسل والوسیلہ ص۸۱-۸۰)

ان دو حافظوں کے بیان سے یہ بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ مستدرک کی صحت اگرچہ بخاری و مسلم کی طرح علی الاطلاق مسلم نہ ہو لیکن اتنی بے بنیاد بھی نہیں جتنا کہ عام لوگوں میں اس کی شہرت اڑ گئی ہے بلکہ حاکم کی تصحیح اکثر مقامات پر صحیح اور معتبر ہے اور جہاں صحیح نہیں ہے ان میں بھی سب حدیثیں موضوع نہیں ہیں، بلکہ بعض جگہ حاکم نے صرف یہ تساہل کیا ہے کہ موقوف حدیث کو مرفوع کر دیا ہے اور بیشک بعض حدیثیں موضوع بھی ہیں مگر ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ ہمارے نزدیک اصل بات یہ ہے کہ اگر حاکم اپنی تالیف کے متعلق "استدراک علی الصحیحین" کا دعویٰ نہ کرتے تو اعتراضات کی جو بوچھار ان پر اب ہوئی ہے یہ شاید نہ ہوتی۔ اب ایک طرف تو ان کا دعویٰ استدراک علی الصحیحین کا ہے جن کی صحت ضرب المثل ہو چکی ہے۔ دوسری طرف تمام حدیثوں میں وہ معیار قائم نہیں رہا اس لئے فطرۃً ان کی تصحیح پر نظریں سخت ہو گئی ہیں۔ ورنہ اگر حاکم مستدرک کا نام صرف "الصحیح" رکھتے اور ان حدیثوں کے صحیحین کے معیار پر ہونے کا دعویٰ نہ کرتے تو جس شدت سے ان پر اب تنقید کی گئی ہے یہ نہ کی جاتی۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ ذہبی تعقبات میں کہیں تو صرف یہ لکھ دیتے ہیں کہ لیس علی شرطہما یعنی یہ حدیث صحیحین کی شرط پر نہیں ہے۔ اور کہیں لیس علی شرط مسلم یا علی شرط الصحیح کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ہر جگہ حدیث پر فی نفسہٖ حکم لگانا نہیں بلکہ یہ تنبیہ کرنی بھی ہوتی ہے کہ فلاں حدیث بخاری یا مسلم کی شرط پر یا دونوں کی شرطوں پر نہیں ہے۔ اس لئے اس کو مستدرک میں درج کرنا صحیح نہیں لہٰذا ان کے معارضہ سے ہرگز یہ اخذ کر لینا کہ وہ اس حدیث کے خلاف ہیں بہت سطحی نظری ہے لہٰذا جو معجزات مستدرک میں مذکور ہیں ان کے متعلق شروع سے ہی بدگمانی کر لینی کہ وہ ضرور ضعیف ہوں گے اور تلاش کر کر کے ان میں اسباب ضعف نکالنا یہ صرف مزاجی خشکی کا نتیجہ ہے۔ یہاں اگر ایک طرف حاکم کے متعلق تصحیح احادیث میں تساہل کی شہرت ہے تو دوسری طرف شدت پسندی میں ابن جوزی کی شہرت بھی اس سے کم نہیں ہے حتیٰ کہ بعض بخاری کی حدیثوں پر بھی انہوں نے "وضع" کا حکم لگا دیا ہے اس لئے یہاں بھی محدثین کو ان حدیثوں کو علیحدہ ذکر کرنا پڑا ہے، جو درحقیقت صرف ابن جوزیؒ کے مزاجی تشدد کی بنا پر موضوعات کی فہرست میں درج کر دی گئی ہیں۔ پھر اسی پر بس نہ کرنا بلکہ یہاں وضاعین و کذابین کی اس تمام تاریخ کو بھی لکھ ڈالنا جس سے ان مقدس محدثین کے دامن کے بھی ملوث ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے کتنی بڑی کوتاہی ہے اور تصنیفی لحاظ سے بھی بے محل بحث ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ کتب دلائل میں ضعیف حدیثیں نہیں آئیں اور

ـ ضعیف حدیثوں کی علی الاطلاق تائید کرنا چاہتا ہوں؛ بلکہ میرا مقصد صرف یہ تنبیہ کرنا ہے کہ علمی لحاظ سے کتب دلائل کا صحیح مقام پہچاننے اور اس کے ادا کرنے میں جو طرز نگارش اختیار کیا جائے وہ ایسا نہ ہونا چاہئے جو خلاف واقع بھی ہو اور خطرناک بھی ہو۔

کسی غیر ثابت شدہ واقعہ کی یقینی طور پر تصدیق نہ کرنے کے اقتدار میں اور جزم کے ساتھ اس کا انکار کر دینے کے دلائل جمع کرنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ اگر عشق نبوی سے کوئی بدذوق شخص یہاں معجزات کے لئے بھی احکام وعقائد کی حدیثوں کی طرح صحت کے شرائط لگانا چاہتا ہے تو لگائے مگر جمہور کے خلاف یہاں انکار معجزات کو ایک "فن" بنا ڈالنا اور اس کے ابواب وفصول کو اس طرح مدون اور مبرہن کرتے چلے جانا کہ نہ صرف ان معجزات سے بلکہ تمام کتب دلائل سے اور نہ صرف کتب دلائل سے بلکہ ان کے مسلم مؤلفین سے بھی بداعتقادی پیدا ہو جائے، یہ بہت مہلک غلطی ہے۔ یہاں ایک سیدھی اور سچی سی بات بھی لکھی جا سکتی تھی کہ مولود خوانوں اور عام واعظوں نے صرف عوام کی دلچسپی کی خاطر کتب دلائل میں سے چھانٹ چھانٹ کر صرف وہی روایات پھیلانی شروع کر دیں جو ان میں سب سے زیادہ ضعیف اور ان محدثین کے نزدیک بھی غیر معتبر تھیں بس اتنی بات سے ایک صحیح حقیقت بھی ادا ہو جاتی اور کتب دلائل اور ان کے مصنفین سے کوئی بدظنی بھی پیدا نہ ہوتی۔ اس کے برعکس ضعیف اور موضوع روایتوں کے ساتھ معجزات کی معتمد روایات کو لپیٹ لینا بلکہ ان کے مصنفین پر بھی سخت سے سخت نکتہ چینی کرنا بلکہ اگر کوئی محدث ان پر نکتہ چینی کی جوابدہی کرتا نظر آئے تو اس کو بھی قبول نہ کرنا اور یہ لکھ دینا کہ:۔

• لیکن ثقات محدثین کی بارگاہ میں یہ کوئی معمولی گناہ نہیں ان کی خاموشی (یعنی حدیثوں کے متعلق صحت ضعف کا حکم بیان نہ کرنا) خدا انہیں معاف کرے آج ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی گمراہی کی بنیاد بن گئی ہے۔

بہت لہ دست مواخذہ ہے بلکہ ہم جیسے علم وفہم رکھنے والوں کیلئے چھوٹا منہ بڑی بات ہے "ان لحوم العلماء مسمومة"

یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ معجزات میں سے جو سب سے زیادہ بعید از عقل معجزات نظر آتے ہیں وہ قرآنی معجزات ہیں۔ اس کے بعد وہ ہیں جو صحیحین میں مذکور ہیں اور اس کے بعد ان معجزات کا نمبر ہے جو اور کتب میں مذکور ہیں۔ اس لئے کتب دلائل پر بے وجہ ہاتھ صاف کرنے کا کوئی خاص نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ اگر قرآنی اور صحیحین کے وہ بالاتر از عقل معجزات قابل تسلیم ہوں تو پھر "این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر" سمجھ لیجئے۔ مگر افسوس لو بصد افسوس یہ کہنا پڑتا ہے کہ جن اصحاب کو علم نبوت سے مناسبت نہیں تھی انہوں نے قرآنی معجزات کو بھی نہیں بخشا اور ان کو بھی ایسا بنا ڈالا ہے کہ اگر کوئی پیاسا کلام اللہ میں اس کے متکلم کی صفات کا جلوہ دیکھنا چاہے تو وہ اس میں بھی نہ دیکھ سکے۔ یہ داستان بہت دردناک ہے اور تفصیل چاہتی ہے اس لئے اس داستان غم کا لپیٹ دینا ہی بہتر ہے۔ واللہ المستعان۔

اب آیئے آخر میں ہم آپ کے سامنے کتب دلائل کے متعلق بعض ان علماء کی رائے بھی نقل کرتے ہیں جو نقد و تبصرہ میں ضرب المثل ہیں۔ حافظ ذہبیؒ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ کے متعلق فرماتے ہیں:-

(۱) علیك به فانه كله هدی و نور۔ دیکھو اس کتاب سے ذرا غفلت نہ کرنا کیونکہ وہ از اول تا آخر ہدایت ہی ہدایت اور نور ہی نور ہے۔

(شرح المواہب ج ۱ ص ۶۲)

(۲) حافظ سبکیؒ اس کے متعلق قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ بے نظیر کتاب ہے۔

(۳) حافظ ابن تیمیہؒ جو اپنی ناقدانہ نظر میں مشہور ہیں کتب دلائل کے متعلق فرماتے ہیں:-

وهذه الكتب فيها من الاحاديث المتضمنة لآيات نبوته وبراهين رسالته اضعاف اضعاف الاحاديث المأثورة فيما هو متواتر عند مثل حجة الوداع وعمرة الحديبية الخ	یہ وہ کتابیں ہیں جن میں معجزات اور آپ کی نبوت کی صداقت کی وہ حدیثیں بھی اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اگر ان کو متواتر کہدو تو بھی بیجا نہیں، مثلاً حجۃ الوداع اور عمرہ حدیبیہ کی حدیثیں۔

(الجواب الصحیح ج ۴ ص ۲۴۳)

حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کتب کی روایات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے "تواتر" کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ان کا یہ بیان بھی اس تصنیف میں ہے جو انھوں نے ایک بڑے پادری کی تردید میں لکھی ہے اور ان تمام معجزات کا ذکر کیا ہے جن کو ہمارے دور کے ناقدین مجروح کر کے چلدیئے ہیں کیونکہ حافظ موصوف پوری بصیرت کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ دوسرے مذاہب عجائبات کا جو انبار اپنے پیشواؤں کی طرف منسوب کرتے اور ان پر یقین رکھتے ہیں وہ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے مقابلہ میں ثبوت کا کوئی پایہ نہیں رکھتے اور نہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ان کے برابر ثابت ہو سکتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہؒ جنھوں نے کتب محدثین کے طبقات لکھے ہیں انھوں نے بھی کتب دلائل کے ذکر کردہ معجزات کو اعتبار کے ساتھ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں درج فرمایا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اسی قسم کی ایک روایت لکھ کر فرماتے ہیں:-

"اس واقعہ کی اسناد میں اگرچہ ایسے راوی موجود ہیں جن میں کلام کیا گیا ہے بایں ہمہ یہاں ایسے قرائن بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے اس پر صدق و صفا کا نور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ (البدایہ ج ۲ ص ۳۱۹)

اس بیان سے حافظ موصوف کے علم اور ان کی دیانت کے ساتھ ان کی فہم و فراست اور محدثانہ تجربے کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بخاری شریف کی شروح میں اس وقت جو سب سے عمدہ شرح سمجھی گئی ہیں وہ دنیا کے دو بڑے حافظوں کی ہیں یعنی حافظ بدرالدین عینیؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ رہی شرح حافظ قسطلانی تو وہ ان دونوں شرحوں پر مبنی ہے۔ جو شخص ان شروح کا مطالعہ کرے گا وہ یہ دیکھے گا کہ ان حفاظ نے کیسے کیسے آڑے موقعوں پر اور کتنی کثرت کے ساتھ کتب دلائل کی روایات سے مدد لی ہے۔ کسی روایت سے راوی کا نام، کسی سے مقام کا نام اور کسی سے بعض ضروری تفصیلات علم میں آجاتی ہیں ان کے علاوہ "متابعات" اور "شواہد" کا بڑا ذخیرہ ان ہی کتب سے فراہم ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کتب کے مصنفین کے لئے ہمارے دل سے تو بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ ہمارے نزدیک اگر عشق نبویؐ میں ڈوب کر رطب و یابس (بقول ناقدین) کا انبار لگانے والے یہ محدثین وہی ہیں جنھوں نے طبقاتِ حدیث مقرر فرمائے ہیں اور فن جرح و تعدیل کی بنیاد ڈالی ہے تو پھر انصاف کی نظروں میں ان کا لگایا ہوا یہ انبار ضرور قابل صد تحسین و شکریہ ہونا چاہئے۔

حافظ ابن حجرؒ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں:-

> کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث ظاہری حالت کے لحاظ سے سقیم ہوتی ہے، مگر ایک محدث اپنے طویل تجربہ اور حدیثی ذوق کے لحاظ سے اس کو درست سمجھتا ہے اگرچہ اس کے پاس اس کے لئے کوئی واضح دلیل بھی نہیں ہوتی۔ اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ایک صراف کی کہ وہ ایک زنگ آلود اور بظاہر کھوٹے روپیہ کو چٹکی لگا کر پہچان لیتا ہے کہ اگرچہ اس کی آواز خراب ہے، مگر اس کی چاندی کھری ہے!

اس کا حاصل تمام قواعد کو بیکار اور معطل ٹھہرا دینا نہیں ہے، بلکہ یہ ہے کہ جنھوں نے اپنے تجربے کی بنا پر قواعد مرتب کئے ہیں اگر وہی اپنے تجربے کی بنا پر اپنے ذوق سے کسی ضعیف حدیث کو قابل اعتماد سمجھتے ہیں تو ان کے مقررہ قواعد کی طرح ان کا یہ حکم بھی قابل تسلیم ہونا چاہئے۔ اصل یہ ہے کہ منتشر جزئیات اور ذوقی امور ضبط و قید میں کبھی نہیں آسکتے۔ اس لئے ایک طرف قواعد کی حکومت اپنی جگہ چلتی رہتی ہے اور دوسری طرف وجدان و ذوق کا حکم بھی اپنی جگہ نافذ رہا کرتا ہے۔ بدذوق بے علم دونوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور صاحبِ ذوق عالم دونوں سے برابر کا فائدہ اٹھاتا رہتا ہے اسی طرح بعض مرتبہ ایک حدیث کی اسناد بالکل کھری نظر آتی ہے لیکن اس میں کوئی ایسا خفیہ "روگ" ہوتا ہے جو علم و ضوابط کے تحت نہیں آتا اس کو بھی محدثین ہی پہچانتے ہیں اور اس کی بنا پر اس اچھی خاصی حدیث کو "معلول" قرار دیدیتے ہیں حتیٰ کہ محدثین نے اس کو بھی فن کا ایک اہم جزو قرار دیا ہے اور مختلف محدثین نے "کتاب العلل" کے نام سے مختلف تصانیف فرمائی ہیں اس لئے میرا عقیدہ تو ان محدثین کے متعلق طویل تجربہ کے بعد اب وہی ہے جو کسی شاعر کا اپنے رندوں کے متعلق ہے ؎

رند جو ظرف اٹھا لیں وہی ساغر بن جائے   جس جگہ بیٹھ کے پی لیں وہی میخانہ بنے   (اصغر گونڈوی)

جس شخص کے قلب میں ان محدثین کے لئے شکر گزاری کے ہزاروں جذبات موجزن ہوں اس کے قلم میں ان پر نکتہ چینی کے لئے بھلا روشنائی کہاں؟ یغفر اللہ لھم ورفع درجاتھم فی اعلی العلیین مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

معجزات اور صاحب معجزات کے دور کا ذوق

یہاں ایک کھلی ہوئی بات پر تنبیہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو بدیہی ہونے کے باوجود پھر نظری بن گئی ہے یعنی یہ کہ صحابیت کا دور بعثت کے بعد سے ہی شروع ہوتا ہے اس لئے آپ کی سوانح حیات کے قبل از بعثت واقعات کا علم اور ان کے بلا واسطہ روایت کرنے والے صحابہ کب مل سکتے ہیں پھر جب اس دور کی بنیاد پڑی تو مکی زندگی جس صورت سے گذری وہ سب کے علم میں ہے اس کے بعد جب ہجرت کا دور آیا تو لیل و نہار غزوات اور سرایا کا تانتا لگا رہا۔ بھلا ان حالات میں معجزات کا غلغلہ بلند کرنے کی فرصت کس کو تھی۔ ہاں ان ہی غزوات و سرایا کے تذکرہ میں جہاں جب کوئی محیر العقول واقعہ نظر آ گیا تو وہ اسی سلسلۂ بیان میں آ گیا ہے پھر اس قسم کے واقعات جب شب و روز ان کی آنکھوں کے سامنے رہا کرتے تھے تو صاحب معجزات کی عظمت سے قلوب اتنے معمور ہوئے رہتے تھے کہ ان واقعات کا دیکھنا ان کے لئے ایک عادت بن گئی تھی۔ آج بھی اگر کوئی صاحب کرامات ہوا ہی تو اس کی حیات میں ان کا ڈھول کبھی نہیں پیٹا گیا ہاں اگر ان کا ذکر کبھی آیا بھی تو صاحب کرامات کے کمالات کے ذکر میں ضمنی طور پر آ گیا ہے۔ حدیثوں میں ایسا واقعہ خال خال ہی نظر پڑتا ہے کہ صحابہ کرام مستقل ان تذکروں کے لئے کبھی بیٹھے ہوں وہ یا شغل جہاد میں منہمک نظر آتے اگر پھر ان کو فرصت ملتی تو حدیثوں کے تکرار اور علمی شغل یا عبادات میں مصروف رہا کرتے اور سب سے زیادہ اس شوق میں لگے رہتے کہ بیت نبوت سے کب آفتاب نبوت طلوع ہو اور کب وہ اس کی زیارت سے مشرف ہوں، آپ کی ذرا سی غیبت ان کے لئے ایک مصیبت کا پہاڑ تھی ؎

نشست آں دلبر جانی بجانم ہمچو جان در تن   اگر یکدم جدا افتاد جان از تن بروں آید

فراق یار اگر اندک است اندک نیست   درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

یہاں معجزات دیکھنے کی نہ کسی کو ضرورت تھی نہ فرصت۔ کفار اس کی رٹ لگایا کرتے اگر ان کی خاطر کوئی معجزہ ظاہر ہو جاتا تو اس کو صحابہؓ کی مشتاق آنکھیں بھی دیکھ لیتیں یا کبھی کسی موقعہ پر کسی وقتی ضرورت سے یہ صورت پیدا ہو جاتی تو آپ کے رخ انور کے شیدائی معجزہ سے پہلے بھاگ کر خود صاحب معجزہ کے

اردگرد اسی کے دیدار کی خاطر جمع ہو جاتے۔ جب کسی کے کمال کا علم یقین پہلے سے حاصل ہو چکا ہو تو اب اس کے ظہورِ کمال پر حیرت کیا؟

ایک مرتبہ "شق القمر" جیسا عظیم الشان معجزہ کفار قریش کی فرمائش پر منیٰ میں ظاہر ہوا لیکن وہاں تو ایسی جماعت بھی کھڑی ہوئی تھی جو اس کمال کو اس باکمال کا صرف ایک ذرا سا پرتو سمجھتی تھی ان کو اس پر تحیر کیا ہوتا ہاں اس عظیم الشان واقعہ کے دیکھنے والے حسب الاتفاق چونکہ چند جاں نثار بھی موجود تھے اس لئے انھوں نے اپنی نظروں میں سب سے محبوب ہستی کے ذکر میں اس ایک واقعہ کا بھی ذکر کر دیا لیکن اس کے بعد جگہ جگہ نہ اس کا تذکرہ کرتے پھرنا ثابت ہوتا ہے نہ اس کو کوئی غیر معمولی واقعہ بنا کر اس کے لئے محفلیں قائم کرنا نظر آتا ہے ورنہ تو اس کے راوی آپ کو سیکڑوں صحابہ ملتے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب کسی کی نظروں میں کسی کی نفسِ شخصیت ہی سمائی ہو اس کو دوسری طرف نظر اٹھانے کی فرصت کہاں؟

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ دو صحابی آپ کی مجلس سے اٹھے اور واپسی کے وقت شبِ تاریک میں ایک کی لاٹھی مشعل کی طرح خود بخود روشن ہو گئی پھر جب دونوں کے گھروں کا راستہ جدا جدا پھٹنے لگا تو ہر ایک کی لاٹھی الگ الگ روشن ہو گئی لیکن اس عجیب و غریب واقعہ کو نہ خود انھوں نے نہ دوسروں نے کسی رنگ آمیزی سے بیان کیا اور نہ کسی نے اس کو زیادہ تعجب سے سنا بس ایک بات تھی جو آئی گئی ہو گئی۔

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں جو روزمرہ پیش آتے اور گزر جاتے اس لئے ان غیر معمولی سے غیر معمولی واقعات کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مدون کر ڈالنا اس وقت کا ذوق ہی نہ تھا اور نہ صاحب نبوت جیسے آفتاب کی درخشانی کے زمانے میں یہ ذوق ہونا ممکن تھا جہاں جمع قرآن ہی کی طرف وہ توجہ نہ ہوئی جو عہد صدیقی پھر عہد فاروقی اور آخر میں عہد عثمانی میں نظر آئی بھلا وہاں دوسرے روزمرہ کے عجائبات کے بیان کا ذوق کب ہو سکتا تھا تعجب ہے کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شق صدر کے واقعہ پر جو آپ کی عہد طفولیت کا تھا یہ حیرت قابل حیرت ہے کہ "اس کو بیان کرنے والے اور صحابہؓ کیوں نہیں"۔ بات تو دیکھنے اور سمجھنے کی یہ تھی کہ جس خادم نے اس کو بیان کیا ہے وہ بھی صرف ضمنی طور پر اور اس واقعہ کی صحت اور مزید تشریح کے لئے بیان کیا ہے۔ حدیثوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پھر وہ جگہ جگہ اس کو دوہراتے رہے ہوں یا اس کو آپ کے دیگر کمالات کے سامنے کوئی غیر معمولی کمال تصور کرتے ہوں۔ آفتاب درخشاں خود کامل ہوتا ہے اس لئے اس کی ایک عام ضوافشانی کے کمال پر کسی کا ذہن ہی نہیں جاتا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین صحابہ کرامؓ کی نظروں کے سامنے سب سے بڑا کمال آپ ہی کا وجود مجمع کمالات تھا وہ ہر محفل میں ان ہی کا دم بھرتے اور ان ہی کے علوم و معارف کا چرچا کیا کرتے اس ضمن میں اگر

کہیں کسی معجزہ کا ذکر آجاتا تو اس کو بھی اپنے محبوب کی یادگار سمجھ کر ذکر میں لے آتے اس لئے سیکڑوں معجزات وہ ہیں
جو دوسرے ابواب میں ضمنی طور سے نظر پڑ جاتے ہیں لیکن جب آپ کا یہ مبارک دور ختم ہو گیا اور اب وہ ماہ کامل
ہی نظروں سے غائب ہو گیا تو اب عشق و محبت سے معمور سینوں میں اس کے کمالات کی تلاش پیدا ہوئی۔ اس
تلاش میں جو چیز سب سے پہلے ان کے سامنے آئی وہ آپ کے علوم و معارف تھے جب وہ ایک ایک کرکے جمع
کرنے والوں نے جمع کر ڈالے تو اب جو بعد میں آتا وہ اس راہ میں کسی نہ کسی خدمت کا ارادہ کرتا حتی کہ یہ ذوق دلوں
میں پیدا ہوا کہ دین کا ہر گوشہ تو پہلی اور دوسری صدی ہی میں مدون ہو چکا ، اب ہم کوئی نئی خدمت اپنے سر
لے کر انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہو جائیں تو پھر ہر ہر باب کی احادیث علیحدہ علیحدہ مدون ہوئیں اور آپ کو
معلوم ہے کہ کتب حدیث میں ان سب تصانیف کے علیحدہ علیحدہ نام بھی موجود ہیں یعنی جوامع ، سنن ،
مستدرکات ، مفردات ، مسلسلات ، غیلانیات حتی کہ موضوعات وغیرہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اسی
ذوق کے مطابق اصحاب دلائل نے ایک نئی لائن اختیار کی اور معجزات و فضائل میں اسانید اور کتب کے
حوالجات کے ساتھ تصانیف کر ڈالیں تو اب آپ اس کی تلاش نہ لگائیں کہ فلاں فلاں معجزہ کا راوی
چونکہ ایک ہی صحابی ہے اس لئے یہ اس کے ضعف کی دلیل ہے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر عدم ثبوت اور
اور ثبوت عدم میں خدارا کچھ تو رحم کھا کر فرق کریں۔ اور اپنے علم کے بجائے ان محدثین پر اعتماد کریں جن کے
واسطہ سے دین ہم کو پہنچا ہے۔ ہم کو تعجب ہے کہ مسلم جو حافظ و محدث ہونے کے ساتھ امامت کے رتبہ سے
فائز ہو چکے ان کی رائے کے مقابل ہم اس شخص کی رائے پر کیا غور کریں جو صدیوں بعد کی پیدائش ہے اور
اصطلاحی لحاظ سے ایک لمحہ کے لئے بھی محدث کی فہرست میں بھی شمار نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ حافظ و امام پھر
امام بھی وہ جو امام مسلم کے بالمقابل آسکتا ہو، اگر یہ کورانہ تقلید ہے تو بیشک ہم اس کے قائل ہیں اور بحمد اللہ
ساری عمر اسی دشت کی سیاحی کر لینے کے بعد قائل ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی جامعیت

اور

اس میں حسن بصریؒ اور امام شافعیؒ کا ذوقِ موازنہ

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم تھا اور جب وہ صحف سماویہ کا
جامع تھا تو پھر یہ بالکل قرین قیاس تھا کہ آپؐ کے معجزات میں بھی وہی شان جامعیت نظر آتی یعنی

جس قسم کے معجزات دیگر انبیاء علیہم السلام سے ظہور پذیر ہوئے ان کی مثالیں کم وبیش آپ کے معجزات میں بھی نمایاں ہوتی ہیں۔ اسی حقیقت ثابتہ کے پیش نظر بڑے بڑے محدثین نے جیسے امام بیہقی اور ابو نعیم اپنی مولفات میں آپؐ کے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے مابین کہیں کہیں یہ موازنہ مستند روایات سے ذکر کیا ہے اور آخر میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس میں کچھ زیادہ شرح وبسط سے حصہ لیا ہے۔ یہاں معجزات کے خلاف ایک محاذ قائم کرنے والوں نے ان محدثین کے متعلق یہ بھی لکھ ڈالا ہے کہ "اس خوش عقیدگی کی بناء پر جب ان کو روایات کا مستند ذخیرہ ہاتھ نہ آسکا تو پھر انھوں نے اس موازنہ کے اثبات کے لئے موضوعات اور غیر مستند روایات جمع کر ڈالی ہیں۔" اگرچہ بڑے بڑے محدثین اور حفاظ کے متعلق یہ لکھ دینا بہت بڑی جرأت تھی مگر جب مادی عقول سے ہموار کرنے کی خاطر معجزات کے انکار یا تاویل میں اسلام کی تائید نظر آئی تو پھر یہ اتنی بڑی جرأت کرنی بہت آسان ہوگئی۔ اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس حسن عقیدت کے شکار صرف حفاظ اور محدثین ہی نہیں بلکہ حسن بصریؒ اور امام شافعیؒ جیسے بھی ہیں کیا ان پر بھی آپ یہی حرف گیری فرمائیں گے؟ حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:-

قال الحافظ البیہقی بسندہ الی الشافعی ما اعطی اللہ نبیا ما اعطی محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقلت لہ اعطی عیسی احیاء الموتی فقال اعطی محمدا صلے اللہ علیہ وسلم الجذع الذی کان یخطب الی جنبہ حتی ھیئ المنبر فحن الجذع حتی سمع صوتہ فھذا اکثر من ذلک۔	بیہقی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جو معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے گئے وہ کسی نبی کو عطا نہیں کئے گئے۔ اس پر راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا عیسی علیہ السلام تو مردوں کو زندہ کردیتے تھے۔ اس پر امام شافعیؒ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مقابلہ میں یہ معجزہ عطا ہوا کہ منبر بننے سے پہلے جس ستون سے لگ کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ نے اس کے بجائے منبر پر خطبہ دینا شروع کیا تو وہ ستون نالہ وفغاں کرنے لگا یہاں اس کے رونے کی آواز صحابہ نے بھی سنی اور یہ مردہ زندہ کرنے سے بڑھ کر تھا (کیونکہ حیات جسم انسانی کی صفت ہوسکتی ہے مگر اس شعور کی جبلت جمادات کی صفت نہیں)
(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۳۲)	
وھذا الاسناد صحیح الی الشافعی رحمہ اللہ وھو مما کنت اسمع شیخنا الحافظ ابا الحجاج المزی رحمہ اللہ	البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۷۶ میں اتنا اضافہ اور ہے کہ امام شافعیؒ تک یہ اسناد صحیح ہے اور میں اپنے استاد حافظ ابوالحجاج المزیؒ کو امام شافعیؒ سے یہ ذکر کرتے ہوئے سنتا تھا کہ معجزہ

يذكره عن الشافعي رحمه الله اكرم مثوله وانما قال فهذا اكبر من ذلك لان الجذع ليس محلاً للحياة ومع هذا حصل له شعور ووجد لما تحول عنه الى المنبر فلن وحن حنين العشار حتى نزل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحتضنه وسكنه حتى سكن۔ قال الحسن بصري: فهذا الجذع حن اليه فانهم احق ان يحنوا اليه واما عود الحياة الى جسد كانت فيه باذن الله فعظيم وهذا اعجب واعظم من ايجاد حياة وشعور في محل ليس مالوفا لذلك لم تكن فيه قبل بالكلية فسبحان الله رب العٰلمين۔

اس معجزہ سے بڑا ہے کیونکہ کھجور کا تنا حیات کا محل ہی نہیں اور با ایں ہمہ اس کو اتنا شعور حاصل ہوگیا کہ جب آپؐ اس کے بجائے خطبہ دینے کے لیے منبر پر تشریف لائے تو اس نے اس طرح آواز نکالی جیسی دس مہینے کی اونٹنی جس کے دن پورے ہوگئے ہوں کراہنے کی آواز نکالتی ہو۔ یہانتک کہ اس کی وجہ سے آپؐ منبر سے اترے اور اس کو گلے لگائے رکھا اور تسکین دی یہانتک کہ وہ خاموش ہوگیا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کھجور کا تنا حضورؐ کے فراق میں چیخا تو وہ اس کے زیادہ حقدار تھے کہ اس کی نقلیں آتارتے۔ اب رہا کسی ایسے جسم میں اللہ کے حکم سے حیات کا لوٹ آنا جس میں پہلے سے حیات موجود تھی تو یہ بھی ایک بڑی بات تھی لیکن جس میں کہ حیات و شعور پہلے کبھی پیدا نہ ہوئی ہو اس میں شعور و حیات کا پیدا ہو جانا یہ یقیناً اس سے زیادہ عجیب اور بڑی بات ہے۔ فسبحان اللہ رب العٰلمین۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۷۶)

حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے معجزات کی برتری دیکھ کر جب دشمنانِ اسلام اور بالخصوص عیسائی نہ رو سکے اور انہوں نے ان میں طرح طرح کی نکتہ چینیاں شروع کیں اور یہ چاہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو آپؐ کے درخشاں معجزات کا پلہ عیسوی اور موسوی معجزات سے گھٹا ہوا رہے تو اب علماء ربانیین کے لیے ساکت رہنا ممکن نہ ہوا۔ اور آپؐ کے معجزات کی نقاب اٹھا کر ان کو یہ دکھا دینا پڑا کہ تم ہو کس فکر میں، آپؐ کے معجزات کا پلہ تو سب کے معجزات سے زیادہ بھاری ہے اس کے بعد ہمارے دور کے مصنفین اور علماء میں جس نے بھی ردِ نصاری میں حصہ لیا اس نے بھی اُن کے اس نامنصفانہ طریق کے مقابلے میں موازنہ کر کے آپؐ کے معجزات کی جامعیت ثابت کی چنانچہ اپنے عصر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے بھی عیسائیوں کے مقابلے میں اس موضوع کو اپنی تصانیف میں اتنا مدلل اور مبرہن فرمایا کہ عیسائیوں کی زبانوں سے بھی صل علیٰ محمدؐ نکل گیا۔ اس تمام کھلی ہوئی تاریخ سے صرفِ نظر کر کے یہ سمجھ لینا کہ "یہ صرف مولود خوانوں کا ہی جذبہ تھا" بہت بڑا ظلم ہے۔ ہماری مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہے کہ آپ کی برتری اور فضیلت کے اس نہج کے بانی صرف کبارِ علماء و محدثین ہی نہیں

بلکہ خود حسن بصریؒ اور شافعیؒ جیسے امام بھی ہیں اب اگر وہ بھی کسی مبالغہ آمیزی میں مبتلا تھے تو ہم بھی کسی طرح اس سے الگ رہنا نہیں چاہتے۔ بقول امام شافعیؒ

ان کان رفضا حب اٰل محمدؐ   فلیشھد الثقلان انی رافض

اس موازنہ کے حل کرنے کے لئے اپنے سامنے آپ وہ کلمات رکھئے جو عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی اُلوہیت کے اثبات میں لکھ مارے ہیں۔ یقیناً اگر عیسائیوں کا یہ افترا، اور مبالغہ آمیزی نہ ہوتی تو علماء کرام کے قلم سے وہ کلمات بھی نہ نکلتے جو بجا طور پر حق ہی حق تھے اور معجزات کے باب میں جو موازنہ کیا گیا ہے وہ تو ایک مومن کے لئے اقتضا ایمانی بھی ہونا چاہیے۔

اب ذیل میں ہم ایک بڑے حافظ حدیث کا قصیدہ بھی نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ شاعری کے میدان میں آکر بھی اس بات میں مبالغہ کرنے سے انھوں نے کتنا گریز کیا ہے۔

قال الشیخ جمال الدین ابوزکریا الماھر الحافظ للاحادیث المتوفی سنہ ۶۵۶ھ

آپؐ کی مدح میں حافظ شیخ جمال الدین ابوزکریا رحمہ اللہ المتوفی ۶۵۶ھ کا ایک قصیدہ۔

۱ محمدؐ المبعوث للناس رحمۃ   یشید ما اوھی الضلال ویصلح

محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں جو تمام لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور جن بنیادوں کو گمراہوں نے کھوکھلا کر ڈالا تھا آپؐ نے ان کو پھر از سر نو مضبوط کر دیا اور ان کی اصلاح فرمادی۔

۲ لئن سبحت صم الجبال مجیبۃ   لداؤد اولان الحدید المصفح

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کی تسبیح کے جواب میں بلند پہاڑوں نے تسبیح پڑھی تھی یا ان کیلئے لوہے کی تختیاں نرم ہوگئی تھیں۔

۳ فان الصخور الصم لانت بکفہ   وان الحصا فی کفہ لیسبح

تو آپؐ کے لئے بھی سخت سے سخت پتھر نرم ہوگئے ہیں اور کنکریوں نے آپؐ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی ہے۔

۴ وان کان موسی انبع الماء من العصا   فمن کفہ قد اصبح الماء یطفح

اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پتھر پر مار کر چشمہ بہا دیا تھا تو آپؐ کی انگشتان مبارک سے بھی پانی پھوٹ کر ابل پڑا ہے۔

۵ وان کانت الریح الرخاء مطیعۃ   سلیمان لاتألو تروح وتسرح

اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی جو صبح و شام آپ کی خدمت کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرتی تھی۔

۶ فان الصبا کانت لنصر نبینا   برعب علی شھر بہ الخصم یکلح

تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح کے لئے باد صبا تھی اور دشمن ایک ماہ کی مسافت پر آپؐ سے خوف زدہ ہوکر دانت نکالنے لگتا تھا۔

۷ وان اوتی الملک العظیم وسخرت لہ الجن تشفی مارضیہ وتلدح

اور ان کو بہت بڑی بھاری سلطنت مرحمت ہوئی تھی اور جن اس طرح مسخر کر دیئے گئے تھے کہ جو چاہیں آپ ان سے خدمت لیتے تھے

۸ فان مفاتیح الکنوز باسرھا اتتہ فردّ الزاھد المترجح

تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی تھیں مگر آپ نے ان سب سے منہ موڑ کر کسی کو قبول نہیں فرمایا

۹ وان کان ابراھیم اعطی خلۃ وموسی بتکلیم علی الطور یمنح

اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام خلت سے سرفراز ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر کلام باری سے نوازے گئے۔

۱۰ فھذا حبیب بل خلیل مکلم وخصص بالرؤیا وبالحق اشرح

تو یہ وہ ہیں جن کا لقب حبیب اللہ ہے بلکہ خلیل بھی اور خلیل بھی وہ جن سے باری تعالیٰ نے خود کلام کیا ہے اور دیدار الٰہی تو خاص آپ کے ہی حصہ میں آیا ہے اور جو سچی بات ہے وہ میں کھول کر کہہ رہا ہوں۔

۱۱ وخصص بالحوض العظیم وباللواء ویشفع للعاصین والنار تلفح

اسی طرح حوض کوثر اور تمام اہل محشر کی سرداری کا جھنڈا بھی آپ ہی کے لئے مخصوص ہوا۔ اسی بنا پر جب آتش جہنم بھڑکے گی تو گنہگاروں کی سفارش صرف آپ ہی فرمائیں گے۔

۱۲ وبالمقعد الاعلی المقرب عندہ عطاء ببشراہ اقر وافرح

اور سب سے بلند اور مقرب مقامات کی بشارت سے بھی آپ ہی مشرف ہوئے جس کا میں بھی اقرار کرتا ہوں اور خوشیاں منا رہا ہوں

۱۳ وبالرتبۃ العلیا الاسیلۃ دونھا مراتب ارباب المواھب تلمح

اور وہ رتبہ بلند اور مقام وسیلہ بھی آپ ہی کو مرحمت ہوا کہ بڑے بڑے انعامات والوں کے مقامات بھی اس سے نیچے ہی نیچے جھکتے ہیں۔

۱۴ وفی جنۃ الفردوس اول داخل لہ سائر الابواب بالخیر تفتح

اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جو سب سے پہلے جنت الفردوس میں داخل ہونے والے ہیں لہٰذا اس کے سب دروازے آپ کیلئے کھولدیئے جائیں گے

(البدایہ والنہایہ ص ۔۔۔)

اس تمام قصیدہ کا ایک ایک شعر قرآن پاک اور صحیح حدیثوں کا ترجمہ ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ ایک حافظ حدیث کے قلم سے نکلا ہوا قصیدہ ہے۔ چونکہ مشتغلین بالحدیث ان احادیث کا اچھی طرح علم رکھتے ہیں اس لئے ان کا مع حوالجات نقل کرنا ہم کو صرف ایک طوالت معلوم ہوئی ان میں سے بعض احادیث اس جلد میں بھی آپ کی نظر سے گذریں گی۔

معجزات اور آیاتِ بینات کے فرق پر نظر ثانی

احادیث متنازعہ فیہا کے شروع کرنے سے پہلے ایک مرتبہ آپ پھر اپنے ذہن میں ان دونوں لفظوں کا

فرق مستحضر کرلیں۔ معجزہ کے معنی میں عام طور پر تحدی کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اور پھر معارض و معاند کا اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہنا یہ بھی اس کے مفہوم کا ایک جزو ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی سیرت کے بہت سے اجزاء کے معجزہ نہ ہونے میں بعض اہلِ نظر کو بھی مغالطہ لگ گیا ہے۔ اس کی وجہ سب سے پہلے تو معجزہ کی حقیقت سے عدم معرفت ہی، پھر انھوں نے آیت کا لفظ استعمال تو کیا ہے مگر اس میں اور معجزہ کے لفظ میں جو فرق تھا وہ غیر شعوری طور پر ذہن میں ملحوظ نہیں رہا صرف یہ دیکھ کر کہ ایک بڑے شخص نے معجزہ کی اصطلاح چھوڑ کر اس کا نام آیت اختیار کیا ہے اس لفظ کا استعمال شروع کر دیا ہے اور چونکہ علم کلام اور درسی کتب کی مزاولت کرتے کرتے مفہوم ذہن میں اسی معجزہ کا رہا ہے اس لئے جو شبہات معجزہ کے لفظ پر رہ سکتے تھے وہ جوں کے توں باقی رہ گئے۔ اگر ادھر بھی خیال چلا جاتا کہ آیت کے معنی صرف نشانی کے ہیں اور اس لئے آیاتِ نبوت کا لفظ بہت وسعت رکھتا ہے تو پھر اس میں آپ کی ولادت سے قبل اور بعد کے حالات اور آپ کے بہت سے فضائل کو آیاتِ نبوت شمار کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی تامل نہ ہوتا۔ اس فرق کے عدم استحضار کی وجہ سے یہاں بہت سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ مثلاً آپ کی ولادت یا آپ کے فضائل اور اسی قسم کی دوسری خصوصیات میں معجزہ کا کوئی مفہوم اپنے صحیح معنی میں ان کو نظر نہیں آیا اس لئے یہاں بنیادی طور پر جو کتب دلائل میں مسلم طور پر معجزات شمار کر لئے گئے ہیں ان کو معجزات کی فہرست سے خارج کر ڈالنا پڑا۔ پھر اس پر تقلیل معجزات کی طرف ذہن کا منتقل ہونا ایک لازمی سا امر تھا اس کے بعد تاویل معجزات کی طرف انتقال ذہن صرف ایک علمی تقاضہ تھا۔ اور اس طریق پر ایک فاسد بنیاد پر اور دوسری فاسد بنیاد قائم ہوتی چلی گئی آخر یہ ساری تعمیر جتنی بلند ہوتی رہی اتنی ہی کج ہوتی چلی گئی

خشت اول تو نہد معمار کج | تا ثریا می رود دیوار کج

اب اگر آیت کا صحیح مفہوم ذہن میں ہوتا اور معجزہ کے مشہور اور عام لفظ کو چھوڑ کر آیت کے لفظ کو اختیار کرنے کی وجہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی تو پھر یہ بات کہ جو عجائبات آپ کی ولادت اور اس سے قبل و بعد عالم میں رونما ہوئے ان سب کو آپ کے معجزات میں داخل کرنے میں کوئی الجھن نہ رہتی اسی طرح آپ کے ممتاز جسمانی فضائل اور دیگر فضائل کے باب کو بھی معجزات کے اندر شمار کرنے میں کوئی خلجان نہ رہتا۔

اس بنا پر آپ کی مختون و مسرور پیدائش آپ کے دست مبارک کی خنکی و نرمی و خوشبو اور آپ کیلئے حیوانات کی تعظیم اور دیگر فضائل کے ابواب کا آپ کی آیاتِ نبوت میں شمار کرنا آپ کا ایک قلبی جذبہ ہوتا اور پھر آپ کو اسی کے ساتھ تقلیل معجزات کی بجائے تکثیر معجزات کی دھن لگ جاتی۔ اس کے بعد آپ دیگر انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر نظر کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات بنص قرآن عطا ہوئے۔ لیکن کیا ایک عصاء کے سوا کسی اور معجزہ کی تحدی کرنے کا قرآن سے ثبوت ملتا ہے۔ پھر خود ہی

سوچ لیجئے کہ الدم والقمل والضفادع والجراد وغیرہ کا ان کے معجزات میں شمار کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ وہ ان کے لئے آیاتِ نبوت تھیں۔ اس کے بعد اب آئندہ احادیث کو پڑھئے تو بآسانی آپ کو ان میں مدِ نشاں معجزات نظر آئیں گے اور ان کے آیاتِ نبوت شمار ہونے میں ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی شبہ نہیں رہے گا۔

بعض وہ معجزات جن کی عام اسانید گو ضعیف ہیں لیکن

حافظ وائمہ کے نزدیک وہ دوسری قابلِ اعتبار اسانید سے ثابت ہیں

حافظ ابن حجرؒ نے باب علامات النبوۃ کے شروع میں آپ کی ولادت کے وقت خانۂ آمنہ کا منور ہو جانا اور قصورِ شام کا روشن ہونا، آسمان سے ستاروں کا جھکتا ہوا معلوم ہونا، شب ولادت میں ایوانِ کسریٰ کے بعض کنگروں کا گر جانا، آتش کدۂ فارس کا بجھ جانا اور آپ کی دودھ پلانے والی عورت کے دودھ میں بڑی برکت ہونی اور اس کے علاوہ ان کے گھر میں قسم قسم کی دوسری برکات کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری)۔

حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ پھر ان کی انواع واقسام کا اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے جیسے قرآن مجید، چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا، اہلِ کتاب کی شہادت، کاہن، غیبی آوازیں اور انبیاء علیہم السلام کی آپ کے متعلق بشارتیں، قصہ اصحابِ فیل اور اس کے علاوہ آپ کے سِنِ ولادت میں دیگر عجائبات کا ظہور، اور آسمان پر غیر معروف طریقے پر بکثرت ستاروں کا ٹوٹنا، گذشتہ اور مستقبل کی ایسی خبروں کا بیان کرنا جن کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی کو نہیں ہو سکتا جیسے آدم علیہ السلام اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے واقعات بالخصوص جبکہ مکہ مکرمہ میں علماء اہل کتاب کا وجود بھی نہ ہو۔ ادھر آپ عربی کے سوا کوئی اور زبان جانتے نہ ہوں بلکہ خود امّی بھی ہوں اور عربی کی نوشت وخواند سے بھی ناواقف ہوں اور نبوت سے قبل کہیں باہر تشریف بھی نہ لے گئے ہوں۔ تاریخ سے آپ کے کل دو سفر معلوم ہوئے ہیں، ایک میں آپ کے چچا آپ کے ساتھ تھے اور کسی ایک مقام پر بھی ان کا آپ سے علیحدہ ہونا ثابت نہیں لہٰذا نہ کسی اہلِ کتاب یا غیر اہلِ کتاب عالم کے ساتھ علیحدہ ملاقات کرنا ثابت ہے۔ ان کے علاوہ بحیرا راہب کا آپ کی نبوت کی شہادت دینا، بارہا آپ کی انگشتانِ مبارک سے پانی کا جاری ہونا اور بارہا تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت ہو جانا کہ بڑی سے بڑی جماعتیں اس سے شکم سیر ہو جائیں۔ اسی طرح پانی میں وہ برکت نمایاں ہونی کہ لشکر کا لشکر اس سے سیراب ہو جائے۔ دشمن کے مقابلے میں حالات کی ناساعدت کے باوجود اپنی فتح ونصرت کا علی اعلان کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

(الجواب الصحیح از ۱۴۰/۱۲ تا ۱۵۵)

وکان یحصل لہ فی مدۃ نشأتہ من الأیات والدلائل رموز کثیرۃ ..... مثل الایات التی حصلت لمرضعتہ (البدایہ ج ۲ ص ۲۷۵)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ طفولیت میں بہت سے علامات و دلائل کے ضمن میں اس قسم کے اشارات ظہور میں آتے رہے ہیں، مثلاً وہ واقعات جو آپؐ کی دایہ کے ساتھ پیش آئے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی حجۃ اللہ کے کل تین اوراق میں حیرت انگیز اختصار کے ساتھ آپؐ کے معجزات کا ذکر فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے ؛ ۔

ذکرہ ابراھیم علیہ السلام فی دعائہ	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپؐ کی آمد کیلئے دعائیں مانگیں
وبشر بھا فخامتامرۃ و بشر بہ موسی	اور آپ کی جلالتِ شان کی بشارت سنائی۔ اسی طرح
وعیسی علیہما السلام وسائر	حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام اور بقیہ انبیا علیہم السلام
الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم	نے بھی آپ کی بشارت دی آپ کی والدہ ماجدہ نے نظارہ
ورأت امہ کان نوراخرج منہا	دیکھا کہ ایک نور ان سے جدا ہوا جس سے ساری زمین جگمگا اٹھی
فاضاء الارض فعبرت بوجود ولد	اس کی انھوں نے یہ تعبیر دی کہ ان کے ایک ایسا مبارک فرزند
مبارک یظھر دینہ شرقا و غربا و	ہوگا جس کا دین مشرق و مغرب میں پھیلے گا آپ کے وجود کی
ھتفت الجن واخبرت الکھان و	جنات نے بھی غیبی اطلاع دی کاہن اور نجومیوں نے تمہاری
المنجمون بوجودہ وعلو امرہ ودلت	زندگی بیان کی اس دوسرے انقلابی حالات بھی آپ کے ظہور
الواقعات الجویۃ کانکسار شرفات	کی شہادت تھی جیسے کسریٰ کے محل کے کنگروں کا ٹوٹ کر
کسری علی شرفۃ احاطت بہ لاقل	گرجانا ان کے علاوہ دوسرے طریق پر بھی آپ کی نبوت کے
النبوۃ کما اخبر ھرقل قیصر الروم و	دلائل جمع نظر آتے جیسا ہرقل روم نے آپ کی اطلاع دی
رأوا اثار البرکۃ عند مولدہ وارضاعہ	اور آپ کی ولادت اور رضاعت میں آثار برکت کا مشاہدہ
وظھرت الملائکۃ فشقت عن قلبہ ..	ہوا اور زمانہ طفولیت میں ملائکہ نے آپ کے سینہ مبارک
.. وقد بقی منہا اثر المخیط۔	کو چاک کرکے اس کو نور سے بھر دیا اور اس کے ٹانکوں کا اثر
ولما خرج بہ ابو طالب الی الشام فرأہ	صدر مبارک میں نمایاں رہا اور جب آپ ایک سفر میں ابو طالب
الراھب شھد بنبوتہ لایات رآھا	کے ساتھ روانہ ہوئے تو ایک خوار سیدہ نصرانی عالم نے
فیہ الخ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۰۵)	آپ میں نبوت کی علامات دیکھ کر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔

محدثین و اکابر کی ان تصریحات کے بعد جن میں مراتب حدیث کے عارف بھی ہیں اور خوش نگار اہل سیرت بھی اب یہ شبہ کس کو رہ سکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کا وہ حصہ نہیں ہیں جن کو

یہ محض جھوٹ اور محض بے سر و پا واقعات کی فہرست میں درج کیا جاسکے جن کی تفصیلات ہم صفحاتِ گذشتہ میں بیان کرچکے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جن واقعات کے لئے درایت اور اسانید موجود ہوں خواہ وہ ضعیف سہی، کیا ان کو صرف اپنی ایک رائے کی بنا پر آپ کی سیرت سے خارج کر دیا جائے حالانکہ اس کے خلاف نہ کوئی ضعیف سے ضعیف سند ہو اور نہ درایت اس کی موید ہو۔ بیشک اگر کسی ضعیف سے ضعیف روایت میں یہ مل جاتا کہ اصل واقعہ کی صورت یہ تھی تو پھر اب دونوں روایتوں میں موازنہ کرنے کے لئے اس قیاس آرائی کی کوئی گنجائش نکل آتی لیکن یہاں جو روایت ہے وہ واقعہ کی ایک ہی صورت بیان کرتی ہے اور اس کے خلاف دوسری کوئی روایت موجود نہیں ہے اس لئے یہ کہنا تو درست ہو سکتا ہے کہ چونکہ اس کا روایتی پہلو ضعیف ہے اس لئے ہم کو مسلم نہیں لیکن اپنی جانب سے یہاں ایک مستقل افسانہ بنا کر اس کو اصل روایت کی جگہ دے ڈالنا شاید یہ بھی بے اصل ہے۔ یہاں یہ مغالطہ نہ لگے کہ جو تاویلات ان روایات کی کی گئی ہیں خود واقعات ان کے مصدق ہیں لہٰذا ان کو صحیح کہنا پڑے گا کیونکہ کسی واقعہ کے صحیح ہونے اور اوپر سے اس کے مروی ہونے میں بڑا فرق ہے۔ بہت سی صحیح باتیں ہیں جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں لیکن ان کے لئے کوئی روایت تیار کر کے کھڑی کر دینا یہ صحیح نہیں یہی تو "وضع" کرنا کہلاتا ہے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معجزات کے بیان کرنے سے قبل ہم ان معجزات پر سند کے لحاظ سے قدرے روشنی ڈال دیں جن پر جھوٹ، افتراء اور مزخرفات کا حکم لگا دیا گیا ہے۔ آپ ان کی ان اسانید پر محدثین و حفاظ نے جو حکم لگائے ان کو ملاحظہ فرما لیجئے پھر آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ان کو مستند و معتبر قرار دیں یا نہ دیں۔ آپ کے فضائل تک میں ان کو شمار کریں یا نہ کریں، مگر خدا را یہ تو انصاف کریں کہ کیا ان حدیثوں کو من کذب علی متعمدا کے مصداق میں داخل کر ڈالنا صحیح ہوگا۔ میں تو اگر تساہل کرنے کے لئے مسلم ابواب میں تشدد کا پہلو اختیار کروں تو ڈرتا ہوں کہ میرے ان معجزات کے انکار کی بنیاد کہیں میری بدعقیدگی نہ ٹھہرے اس سے زیادہ کہ محدثین کی اتباع میں ان کے تسلیم کرنے کی حقیقت صرف میری خوش عقیدگی اور عشق نبوی کو قرار دے ڈالا جائے۔ اب آپ بسم اللہ کہہ کر ان فضائل و معجزات کی حیثیت ملاحظہ فرمائیں پھر یہ غور کریں کہ یہ کتنے بیمار عقل کہ نہ صرف ان کی دھجیاں اڑانا قابل فخر ریسرچ سمجھی جائے بلکہ ان کتب اور مسلم محدثین کو کھلم کھلا مجرمین کی صف میں شمار کر ڈالا جائے۔ ہمارے دل اور آنکھوں میں تو بجز ان کے احترام و توقیر کے اور کوئی مقام نہیں۔ فاکرم اللہ مثواھم فی الفردوس الاعلی۔ آمین۔

الاحاديث التي قد تصدى الى تأويلها او انكارها بعض من لجنوح الى الاعتزال وغلبت على عقولهم التحقيقات الحديثة من غير نظر الى اسانيدها وما قال فيها الائمة والمحدثون

الرسول الاعظم ورؤيا امه حين وضعته صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۰۹) عَنِ العِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِاَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ وَكَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ

ان احادیث کا بیان جن کے انکار اور تاویل کے بعض وہ لوگ درپے ہوئے ہیں جن کا طبعی میلان معتزلہ کی جانب ہے یا ان کے دماغوں پر "جدید تحقیقات" کی وحشت طاری ہو چکی ہے۔ اس کے بغیر کہ ان کی اسانید کی طرف اور علماء و محدثین نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس پر بھی نظر ڈالی گئی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے متعلق آپ کی والدہ ماجدہ کا ایک نور مشاہدہ کرنا

(۱۳۰۹) عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام ابھی آب و گل ہی کی حالت میں تھے یعنی ان کا پتلہ بھی تیار نہ ہوا تھا اور لو میں تم کو اس کی ابتداء بتاتا ہوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں اور اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا چنانچہ جب آپ پیدا

(۱۳۰۹) یہاں آپ کی دایہ حضرت سعدیہؓ نے چند اُن غیر معمولی برکات کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ان کے گھر کے اندر مشاہدہ میں آئی ہیں یعنی ان کے مال و متاع میں برکت اور آپ کے اٹھان میں وہ زیادتی جو بالعموم دوسرے بچوں کو ایک ماہ میں میسر آتی وہ آپ کو ایک دن ہی میں حاصل ہو جاتی۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا آپ کے متعلق یہ بیان اس بیان سے بہت ہی ملتا جلتا ہے جو قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق ذکر کیا ہے ، وانبتها نباتا حسنا۔

يَرَيْنَ وفي رواية وَاِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْهُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ رواه احمد باسانيد والبزار والطبراني بنحوه وفي رواية في تفسير الرؤيا رؤيا امي التي رأت في منامها انها وضعت نورا اضاءت منه قصور الشام. قال الهيثمي واحد اسانيد احمد رجال الصحيح غير سعيد بن سويد وقد وثقه ابن حبان مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۸۔ وقد اخرج الحاكم في المستدرك نحوه (وهو على شرط الصحيح) ص۶۰۰ ج۲ وجعلها الحافظ ابن حجر شاهدا لاحاديث ترويت في هذا المعنى. واخرج الهيثمي في مجمع الزوائد عن حليمة بنت الحارث السعدية التي ارضعته صلى الله عليه وسلم فذكر قصة كثرة لبنها والبركة في الغنم وحال النوق وشق الصدر وانه كان يشب في اليوم شباب الصبي في شهر وان امه صلى الله عليه وسلم رأت النور وقت الوضع واضاءة اعناق الابل ببصرى ووضع اليد بالارض رافعا رأسه الى السماء الدالة على خلاف سائر الولدان رواه ابو يعلى والطبراني ورجالهما ثقات (مجمع الزوائد ص۲۲۱ ج۸) واخرج اضاءة قصور الشام من مسند احمد باسانيد مختلفة عند احمد والبزار والطبراني قال الهيثمي واحد اسناد احمد رجاله رجال الصحيح غير سعيد بن سويد وقد وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ص۲۲۳ ج۸) والمقصود ان تلك الواقعات التي ذكرت في كتب الدلائل والسير ليست باطلة باسرها كما زعم بل معتبرة عند اهل الحديث۔

ہوئے تو آپ کی والدہ نے ایک نور دیکھا کہ جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدہ بھی دیکھا کرتی تھیں۔ (مسند احمد۔ طبرانی۔ مستدرک)۔

یہاں محدثین نے اس نور کے ساتھ جو آپ کی بوقت ولادت نمودار ہوا اور بھی بعض خصوصیات کا ذکر کیا ہے مثلاً آپ کا عام بچوں کے برخلاف اپنی انگشت مبارک اٹھائے دست مبارک زمین پر رکھنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان واقعات کا بیان کرنے والا آپ کی والدہ ماجدہ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔ اور چالیس سال کی عمر تک اس کے ناقل پورے ضبط و اتقان کے ساتھ کہاں مل سکتے ہیں۔ مگر اس پر تعجب ہی تعجب ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو بھی محدثین نے ایسی اسانید کے ساتھ پیش کیا ہے جو ان کے نزدیک معتبر تھیں جن کی تفصیلات ہم عربی میں نقل کر چکے ہیں۔ اردو خواں اصحاب کے سامنے ان کا پیش کرنا عام طور پر غیر مفید معلوم ہوا۔ حدیث مذکور سے ایک جدید بات یہ بھی معلوم ہوتی کہ یہ نظارہ نہ صرف آپ کی والدہ کو نظر آیا بلکہ اس میں دیگر انبیاء علیہم السلام کی والدات کو بھی شرکت نصیب تھی اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ ہر نبی کی شخصیت کوئی معمولی نہیں ہوتی لہذا ان کی ولادت پر ان کی والدات اگر کچھ عجائبات کا نظارہ کرلیں تو وہ کوئی عجیب بات نہیں بلکہ ان کا نظارہ نہ کرنا عجیب ہے۔ آج بھی ہم غیر معمولی نیک بخت بچوں کی ولادت پر اس قسم کے واقعات سنتے اور ان کا یقین کر لیتے ہیں حالانکہ ان کا مشاہدہ کرنے والا ان کی والدہ یا چند عورتوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا اور اس موقعہ پر سند کا مطالبہ اور وہ بھی بخاری کی شرط کا مطالبہ کرنا غیر معقول تصور کیا جاتا ہے۔

الرسول الاعظم وهواتف الجن واخبار اليهود بمبعثه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ لِشَيْءٍ قَطُّ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَأَظُنُّهُ كَذَا إِلَّا كَانَ كَذَا كَمَا يَظُنُّ بَيْنَمَا عُمَرُ جَالِسٌ إِذْ مَرَّ بِهِ رَجُلٌ جَمِيْلٌ فَقَالَ لَقَدْ أَخْطَأَ ظَنِّيْ أَوْ إِنَّ هٰذَا عَلٰى دِيْنِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ لَقَدْ كَانَ كَاهِنَهُمْ عَلَيَّ الرَّجُلَ فَدُعِيَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ اُسْتُقْبِلَ بِهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَإِنِّيْ أَعْزِمُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا أَخْبَرْتَنِيْ قَالَ كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَمَا أَعْجَبُ مَا جَاءَتْكَ بِهِ جِنِّيَّتُكَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا فِي السُّوْقِ إِذْ جَاءَتْنِيْ أَعْرِفُ فِيْهَا الْفَزَعَ فَقَالَ أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا وَلُحُوْقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا قَالَ عُمَرُ صَدَقَ بَيْنَمَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جنات کی غیبی آوازیں اور یہود کا آپ کی بعثت کے متعلق خبر دینا

(۱۳۱۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے سنا ہو کہ میرا گمان ہے کہ یہ واقعہ اس طرح ہوگا پھر وہ ٹھیک اسی طرح نہ نکلا ہو. ایک دن کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف فرما تھے سامنے سے ایک حسین شخص گذرا آپ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا: یا تو میرا خیال غلط ہے ورنہ یہ شخص یا تو اپنی اسی کفر کی حالت پر قائم ہے یا وہ پہلے کاہن ہوگا اچھا اس کو میرے پاس لاؤ. چنانچہ وہ سامنے حاضر کر دیا گیا. حضرت عمرؓ نے اس سے بھی وہی بات فرمائی. اس نے کہا آج سے پہلے میں نے اس سے زیادہ تعجب کی بات اور کوئی نہیں دیکھی تھی کہ ایک مسلمان آدمی سے ایسی بات کہی جائے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ تو مجھ کو بات کی اصلیت ضرور بتا. اس نے کہا اچھا تو پھر بات یہ ہے کہ میں جاہلیت کے زمانے میں کاہن تھا اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا جو جن تمہارے پاس خبریں لایا کرتا تھا ان میں سب سے زیادہ تعجب خیز خبر کونسی تھی اس نے کہا ایک دن میں بازار میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے پاس آیا اور کچھ گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا اس نے کہا کیا تم نے جنات اور ان کی ناامیدی کا حال نہیں دیکھا وہ اوندھے منہ ذلیل ہو کر کس طرح مایوس پڑے ہیں اور اپنی اونٹنیوں اور کجاووں میں جا گھسے ہیں (یعنی اب بستیوں میں آمد و رفت نہ ہوگی جنگل میں رہا کریں گے) یہ سن کر حضرت عمرؓ

(۱۳۱۰) حافظ ابن کثیرؒ نے اس حسین آدمی کا نام سواد بن قارب ازدی لکھا ہے اور اسی طرح بعض لفظوں میں کچھ کچھ فرق بھی نقل کیا ہے ویأسہا من بعد انکاسہا کے بجائے ویأسہا من دینہا ہے اور جلیح کے بجائے ذریح کا لفظ ہے. اور ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ کلمات شعر نہیں سجع ہیں. (دیکھو البدایہ ص ۳۳۳ ج ۲) صحیح بخاری کی اس روایت سے جنات میں کھلبلی کا پڑ جانا اور بتوں سے آواز آنے کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ظہور کی برکات میں

اَنَا نَائِمٌ عِنْدَ اٰلِهَتِهِمْ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ بِعِجْلٍ فَذَبَحَهٗ فَصَرَخَ بِهٖ صَارِخٌ لَمْ اَسْمَعْ صَارِخًا قَطُّ اَشَدَّ صَوْتًا مِنْهُ يَقُوْلُ يَا جَلِيْحُ۔ اَمْرٌ نَجِيْحٌ۔ رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَوَثَبَ الْقَوْمُ قُلْتُ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى اَعْلَمَ مَا وَرَاءَ هٰذَا ثُمَّ نَادٰى يَا جَلِيْحُ۔ اَمْرٌ نَجِيْحٌ۔ رَجُلٌ فَصِيْحٌ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقُمْتُ فَمَا نَشِبْنَا اَنْ قِيْلَ هٰذَا نَبِيٌّ (رواہ البخاری)

(۱۳۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ

نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں ان کے بتوں کے پاس سو رہا تھا ایک شخص ایک بچھڑا لیکر آیا اور اس نے اس کو بھینٹ چڑھایا میں نے ایک غیبی چیخ مارنے والے کی آواز سنی کہ ایسی شدید آواز اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ کوئی کہتا ہے "او جلیح (نام ہے) ایک کامیاب بات ظاہر ہوئی ایک شخص کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں"۔ یہ سن کر اور لوگ تو کود کود کر بھاگ گئے مگر میں نے کہا کہ میں تو یہاں سے اس وقت تک نہ ٹلوں گا جب تک کہ اس کی صحیح صحیح حقیقت معلوم نہ کرلوں۔ پھر وہی آواز آئی۔ اے جلیح ایک کامیاب بات ظاہر ہوئی۔ ایک فصیح شخص کہتا ہے: ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں"۔ اس کے بعد میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی کچھ دن ہی نہ گذرے ہوں گے کہ یہ شہرت اڑ گئی کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ (بخاری شریف)۔

(۱۳۱۱) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کو لے کر عکاظ کے بازار کی طرف چلے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آسمانوں کی خبریں سننے کے لئے شیاطین کے اوپر جانے کی

بتوں کا اوندھے منہ جا پڑنا بھی شامل ہے مگر آتش کدۂ فارس کی تاویل کرنے والے یہاں بھی کب رک سکتے ہیں۔

بتوں کی یہ آواز درحقیقت جنات ہی کی آواز تھی جن کا ان مجسموں کے ساتھ تعلق تھا معلوم رہے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام سے قبل کا ہے اس لئے ان کا بت خانہ میں ہونا کچھ جائے تعجب نہیں۔

(تنبیہ ۱۲) ہواتف، جن اور کاہنوں کی اخبار کا یہ واقعہ صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ اس سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ آپ کی بعثت کی شہرت ان کے درمیان کتنی ہوگی۔ پھر وہ بھی مجاز اور استعارہ کے رنگ میں یا حقیقت کے رنگ میں؟

(۱۳۱۱) صحیح بخاری کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ظہور اور بعثت کا حال بہت کچھ جنات کو بھی معلوم ہو چکا تھا اور ان کے لئے پریشانی کا موجب بھی بنا ہوا تھا لہذا اگر جنات کے متعلق اسی قسم کی دوسری حدیثیں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ متوسط اسانید سے مروی ہوں تو ان کو بے اصل سمجھنا یہ ایک ناانصافی ہے اور ان کے متعلق باطل اور خرافات کے الفاظ استعمال کرنا تو ظلم صریح ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو احادیث متوسط یا ضعیف اسانید کے ساتھ کتب دلائل میں روایت کی گئی ہیں ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی حدیث مجمل یا مفصل، کتب صحیحہ میں بھی موجود نظر آتی ہے۔ اس لئے ہزار آپ انکار یا تاویل کی راہ اختیار کریں لیکن اس نوعیت کے معجزہ کا ثبوت ماننا ہی پڑتا ہے۔

أُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَ اُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ مَا حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ إِلَّا
مَا حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ حَدَثَ
فَانْطَلَقُوْا فَضَرَبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا يَنْظُرُوْنَ مَا هٰذَا الْاَمْرُ الَّذِيْ
حَالَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ قَالَ فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَخْلَةَ وَ هُوَ عَامِدٌ إِلَى سُوْقِ عُكَاظٍ وَ هُوَ يُصَلِّيْ
بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ تَسَمَّعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ
حَالَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ فَهُنَالِكَ رَجَعُوْا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا
إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا
وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِيَ إِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ
نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ وَ إِنَّمَا اُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ۔ (رواہ البخاری)

(۱۳۱۲) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَيْخٌ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَ نَحْنُ فِيْ غَزْوَةِ رُوْدُسَ

بندش ہو چکی تھی اور ان پر آتش باری ہونے لگی تھی۔ اس پر شیاطین واپس آکر باہم یہ گفتگو کرنے لگے۔ آخر یہ بات کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں پر خبریں سننے کے لئے جا ہی نہیں سکتے اور ہمارے اوپر شہب کی بھرمار کی جاتی ہے ہو نہ ہو ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے لہٰذا مشرق و مغرب کو چھان کر اس کی تحقیق کرو کہ بات کیا پیش آئی ہے چنانچہ جنات اس واقعہ کی تحقیق کے لئے مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ اتفاق سے جو جماعت تہامہ کی طرف چلی تھی وہ مقام نخلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپہنچی اس وقت آپ بازار عکاظ کو جاتے ہوئے اپنے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب انھوں نے قرآن پاک سنا تو اور غور کے ساتھ کان لگا کر اس کو سننے لگے تو بے ساختہ بول اٹھے کہ وہ بات ضرور یہی ہے جس کی وجہ سے ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان بندش ہو گئی ہے۔ بس اسی وقت اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور اپنی قوم سے کہا ہم نے ایک عجیب و غریب قرآن سنا ہے جو لوگوں کو بھلائی کی راہ دکھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور اب ہم اپنے پروردگار کا کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرا سکتے۔ اس واقعہ کی تصدیق کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی: قل اوحی الیّ الخ

(۱۳۱۲) مجاہد کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شیخ نے بیان کیا جس کو ابن عیسیٰ کہا جاتا تھا اس وقت ہم

يُقَالُ لَهُ ابْنُ عِيسَى قَالَ كُنْتُ أَسُوقُ لِآلٍ لَنَا بَقَرَةً فَسَمِعْتُ مِنْ جَوْفِهَا يَا آلَ ذَرِيحٍ۔ قَوْلٌ فَصِيحٌ۔ رَجُلٌ نَصِيحٌ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ رواہ احمد ورجالہ ثقات (مجمع الزوائد ص۲۴۳)۔

(۱۳۱۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ خَبَرٍ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ لَهَا تَابِعٌ قَالَ فَأَتَاهَا فِي صُورَةِ طَيْرٍ فَوَقَعَ عَلَى جِذْعٍ لَهُمْ قَالَ فَقَالَتْ أَلَا تَنْزِلُ فَتُخْبِرَنَا وَنُخْبِرَكَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ خَرَجَ بِمَكَّةَ

غزوہ رودس میں مشغول تھے اس نے کہا کہ میں اپنے خاندان کی گائے چرا رہا تھا میں نے اس کے اندر سے ایک آواز سنی، اے ذریح کے خاندان والو! ایک فصیح بات ایک خیر خواہ شخص کہتا ہے کہ خدا کے سوا اور خدا کوئی نہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا ہم مکہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوئے نبوت کا اعلان کر چکے ہیں (مسند احمد)۔

(۱۳۱۳) جابرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو سب سے پہلی خبر ہم کو ملی وہ اس صورت سے ملی کہ ایک عورت کے ایک جن تابع تھا ایک دن وہ ایک پرندہ کی شکل میں اس کے گھر کے ایک کھجور کے ٹھڈ پر آکر بیٹھا وہ کہتی ہے میں نے کہا آ ہمارا مہمان ہو جا اور تو ہم کو خبریں سنا اور ہم تجھ کو سنائیں اس نے کہا ایک نبی مکہ میں ظاہر ہوئے ہیں جنھوں نے ہم پر زنا حرام کر دیا ہے اور کہیں جاکر رہنے سے

(۱۳۱۳) ان احادیث سے اہل کتاب اور جنات کے درمیان آپ کی بعثت کا مشہور ہونا اسنادِ حسن اور ایسے رجال کی روایت سے ثابت ہے جن کی توثیق کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر اس قسم کی شہرتیں کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ کتب دلائل میں ملتی ہیں تو وہ نہ قابل انکار ہو سکتی ہیں نہ قابل تاویل۔ ان کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ ہاں جزم کے ساتھ ان کو اصطلاحی صحیح کا درجہ دے دینا یہ بھی بے محل ہوگا لیکن ان کی تکذیب کرنا اور ان کے بے اصل بنانے کی سعی کر کے دماغوں کو یہ باور کرانا کہ گویا کہ یہ روایت ان محدثین کی صرف ایک من گھڑت باتیں تھیں یہ بھی قرین انصاف نہیں ہے بلکہ خلاف واقع اور اپنے منصب سے اونچی بات ہے۔ یہاں ہم نے اس قسم کی احادیث کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا بلکہ صرف مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ بتانا چاہا ہے کہ اگر کسی متشدد قلم کو کچھ لکھنا ہی ہو اور ان معجزات کا انکار کرنا ہی ہو تو وہ ذرا سنبھل کر لکھے اور یہ نہ سمجھے کہ مانی الدار دیارٌ ع

اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہیں

(تنبیہ) مجاہدؒ کی یہ روایت اس روایت سے بہت ہی ملتی جلتی ہے جو صحیح بخاری کی آپ کے ملاحظہ سے ابھی گذری اور اسی بات پر ہم نے تنبیہ کی تھی کہ کسی متوسط روایت پر بے بنیاد ہونے کا حکم لگانے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا ضروری ہے کہ کیا اس کی پشت پناہ دوسری صحیح سے صحیح روایت موجود تو نہیں۔

رَجُلٌ حَرَّمَ عَلَيْنَا الزِّنَاءَ وَمَنَعَ مِنَّا الْقَرَارَ رواه احمد والطبرانی فی الاوسط و رجاله وثقوا (مجمع الزوائد ص ۲۴۳/۸)

(۴ ا ۱۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَهُودِيٌّ قَدْ سَكَنَ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَلْ وُلِدَ فِيكُمُ اللَّيْلَةَ مَوْلُودٌ قَالُوا لَا نَعْلَمُ قَالَ انْظُرُوا فَإِنَّهُ وُلِدَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ نَبِيُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عَلَامَةٌ لَا يَرْضَعُ لَيْلَتَيْنِ لِأَنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَمِهِ فَانْصَرَفُوا فَسَأَلُوا فَقِيلَ لَهُمْ قَدْ وُلِدَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ غُلَامٌ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ مَعَهُمْ إِلَى أُمِّهِ فَأَخْرَجَتْهُ لَهُمْ فَلَمَّا رَأَى الْيَهُودِيُّ الْعَلَامَةَ خَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ وَقَالَ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَمَا وَاللهِ لَيَسْطُوَنَّ بِكُمْ سَطْوَةً يَخْرُجُ خَبَرُهَا مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - قال الحافظ رواه یعقوب بن سفیان باسناد حسن (فتح الباری ص ۳۴۷/۶)۔

ہم کو روک دیا ہے۔ (احمد۔ طبرانی)

(۴ ا ۱۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی تھا جو مکہ مکرمہ میں رہا کرتا تھا جس شب میں آپؐ کی ولادت ہوئی تھی اس نے لوگوں سے تحقیق کی کہ آج کی شب میں کیا تمہارے گھروں میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے لوگوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ اس نے کہا اچھا جاؤ تحقیق کرو کیونکہ اس شب میں ضرور اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے اس کے دو شانوں کے درمیان ایک علامت ہے اور دو راتوں سے اس نے منہ میں دودھ بھی نہیں لیا ہے کیونکہ ایک سرکش جن نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ چھوڑا ہے (یہ جھوٹ کہا) لوگ واپس ہوئے اور تحقیق شروع کی تو ان سے کہا گیا کہ ہاں عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے وہ یہودی ان کو ساتھ لیکر ان کی والدہ کے پاس گیا انھوں نے آپ کو دکھلایا۔ یہودی کا اس علامت کو دیکھنا تھا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا اور بولا افسوس، بنی اسرائیل میں سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اے قریش یاد رکھو کہ یہ تم پر ایسا زبردست حملہ کریں گے جس کی خبر مشرق سے مغرب تک اڑ جائے گی۔ (فتح الباری)

(۴ ا ۱۳) یہ ایک یہودی کی شہادت ہے جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ ان کی کتب میں صرف آپؐ کی صفات ہی کا ذکر نہ تھا بلکہ آپؐ کے وقت ولادت تک کا ذکر موجود تھا اور اسی بنا پر وہ آپ کی ولادت کی تحقیق کے لئے نکلا تھا۔ یہ روایت اگرچہ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے مگر حافظ ابن حجرؒ جو اس کے بڑے شارحین میں سے ہیں اپنی مشہور کتاب فتح الباری میں اس کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں جس کو ادنیٰ درجہ صحیح کہنا درست ہے۔ گو اصطلاحی طور سے اس میں فرق ہو۔ ہم ان دونوں میں فرق بھی اپنے مقالہ میں پوری تنبیہ و تفصیل کر چکے ہیں وہاں دیکھ لی جائے۔

(۱۳۱۵) عَنْ كَعْبٍ يَحْكِي عَنِ التَّوْرٰةِ قَالَ نَجِدُ مَكْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) عَبْدِيَ الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِيْظٌ وَّلَا سَخَّابٌ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِيْ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَيَغْفِرُ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَاُمَّتُهُ الْحَمَّادُوْنَ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ يَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ فِيْ كُلِّ مَنْزِلَةٍ وَيُكَبِّرُوْنَهٗ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ رُعَاةٌ لِلشَّمْسِ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ اِذَا جَاءَ وَقْتُهَا يَتَأَزَّرُوْنَ عَلٰى اَنْصَافِهِمْ وَيَتَوَضَّؤُوْنَ عَلٰى اَطْرَافِهِمْ مُنَادِيْهِمْ يُنَادِيْ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ صَفُّهُمْ فِي الْقِتَالِ وَصَفُّهُمْ فِي الصَّلٰوةِ سَوَاءٌ لَهُمْ بِاللَّيْلِ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ۔ هذا لفظ المصابیح ورویٰ الدارمی مع تغییر یسیر (مشکوٰۃ ص۵۱۳) وروی البخاری بعضہ عن عطاء بن یسار۔

(۱۳۱۵) کعبؓ تورات سے ناقل ہیں کہ ہم آپ کی صفات تورات میں یہ لکھی ہوئی پاتے ہیں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور میرے پسندیدہ بندے ہیں نہ درشت زبان و طبیعت' نہ بازاروں میں شور کرنے والے' نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے' بلکہ بہت معاف کرنیوالے اور آپؐ کی پیدائش کی جگہ مکہ مکرمہ اور آپ کی ہجرت کا مقام مدینہ طیبہؐ اور آپ کی نبوت اور آپ کا دین ملک شام تک (جو انبیاء علیہ السلام کا مرکز ہے) اور آپؐ کی امت خدا تعالیٰ کی اتنی تعریف کرنے والی ہے کہ اس کا لقب حمّادون ہے یعنی راحت و تکلیف میں خدا کی تعریف کرے گی ہر مقام پر خدا کی حمد کرنے والی اور ہر اونچے مقام پر خدا کی تکبیر پڑھنے والی آفتاب کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے والی نماز کو اپنے وقتوں پر ادا کرنے والی نصف پنڈلیوں تک اپنی لنگی باندھنے والی اور اپنے ہاتھ اور پیر یعنی جسم کے اطراف کا وضو کرنے والی' ان کا موذن بلند مقام پر کھڑے ہو کر اذان کہنے والا' ان کی صف نمازوں میں ایسی سیدھی جیسی جہاد میں شب کی تاریکی میں پست آواز سے اس طرح تلاوتِ قرآن کرنے والی جیسے شہد کی مکھیوں کی بھِن بھِن۔

(۱۳۱۵) حدیث مذکور ترجمان السنہ میں پہلے گذر چکی ہے مگر یہاں اس کے نقل سے مقصد یہ ہے کہ کتب سابقہ میں آپ کا تعارف مجاز و استعارہ کے رنگ میں نہ تھا بلکہ آپ کا نام آپ کی صفات آپ کی جائے پیدائش آپ کا مقام ہجرت حتیٰ کہ آپ کی امت کی وہ صفات جو سب میں زیادہ ممتاز ہیں یعنی ان کی نماز کا آفتاب کے طلوع و غروب اور اس کے زوال اور اس کے انتقالات سے متعلق ہونا وغیرہ وغیرہ بھی مذکور تھیں اور جب بحث کتب سابقہ کی تھی تو اس میں کعب احبار کا پایہ سب سے بلند ہے کیونکہ حضرت کعبؓ کا شمار علماء تورات میں چوٹی کے علماء میں تھا پھر اس روایت کے متفرق اجزاء صحیح بخاری اور دیگر کتب میں بھی ملتے ہیں اگر ان سب کو جمع کر لیا جائے تو گویا آپ کا اور آپ کی امت کا بھی پورا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ باب یہاں یہ کہدینا کہ آپ کا تعارف احبار و یہود میں صرف مجاز و استعارہ کے رنگ میں تھا آفتاب پر خاک ڈالنے کے مرادف ہے۔ یہاں ترجمان السنہ جلد ثالث کی ذکر کردہ روایات پر نظر ڈالنی از بس ضروری ہے کیونکہ ہم نے اس جلد میں ایک مستقل باب اسی کیلئے قائم کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت اپنے کتنے بڑے تعارف کے ساتھ دنیا میں آتی ہے پھر ان میں سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کس درجہ کا موجود تھا یہاں ان روایات کا نقل کرنا محض تطویل اور بے فائدہ تکرار

الرسول الاعظم وصورته المبارکة عند الملوک والاحبار صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۱۶) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ الْمُطْعِمِ قَالَ کُنْتُ اَکْرَہُ اَذٰی قُرَیْشٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا ظَنَنْتُ اَنَّھُمْ سَیَقْتُلُوْہُ خَرَجْتُ حَتّٰی لَحِقْتُ بِدَیْرٍ مِّنَ الدِّیَارَاتِ فَذَھَبَ اَھْلُ الدَّیْرِ اِلٰی رَاْسِھِمْ فَاَخْبَرُوْہُ فَقَالَ اَقِیْمُوْا لَہٗ حَقَّہُ الَّذِیْ یَنْبَغِیْ لَہٗ ثَلَاثًا اِلٰی اَنْ قَالَ اِنَّ لَہٗ لَشَاْنًا فَاسْئَلُوْہُ مَاشَاْنُہٗ قَالَ فَاَتَوْہُ فَسَاَلُوْہُ فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ اِلَّا اَنَّ فِیْ قَرْیَۃِ اِبْرَاھِیْمَ ابْنَ عَمِّیْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ فَاٰذَاہُ قَوْمُہٗ فَخَرَجْتُ لِئَلَّا اَشْھَدَ ذٰلِکَ فَذَھَبُوْا اِلٰی صَاحِبِھِمْ فَاَخْبَرُوْہُ قَوْلِیْ قَالَ ھَلُمُّوْا فَاَتَیْتُہٗ فَقَصَصْتُ عَلَیْہِ قِصَّتِیْ قَالَ تَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْہُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَتَعْرِفُ شِبْھَہٗ لَوْ تَرَاہُ مُصَوَّرًا قُلْتُ عَھْدِیْ بِہٖ مُنْذُ قَرِیْبٍ فَاَرَاہُ صُوَرًا مُغَطَّاۃً فَقُلْتُ مَارَاَیْتُ شَیْئًا اَشْبَہَ شَیْءٍ مِّنْ ھٰذِہِ الصُّوْرَۃِ بِہٖ کَاَنَّہٗ طُوْلُہٗ وَجِسْمُہٗ وَبُعْدُ

سلاطین اور اہلِ کتاب کے علماء کبار کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ موجود ہونے کا ثبوت

(۱۳۱۶) جبیر بن مُطعِمؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ایذاء رسانی مجھ کو سخت ناپسند تھی جب مجھ کو یہ خطرہ گذرنے لگا کہ اب یہ آپ کو قتل کرنے والے ہیں تو میں (مکّہ سے) باہر نکل گیا یہانتک کہ ایک گرجے میں جا پہنچا۔ گرجے کے لوگ اس کے سردار کے پاس گئے اور اس کو میری اطلاع دی۔ اس نے کہا تین دن تک اس کی مناسب مہمانی کرو۔ . . . . اس کے بعد کہا ضرور اس کو کوئی خاص بات پیش آئی ہے، جاؤ اس سے جاکر پوچھو کیا واقعہ پیش آیا ہے (راوی کہتا ہے) وہ آئے اور اس سے آکر پوچھا اس نے کہا خدا کی قسم اور تو کوئی بات نہیں صرف اتنی بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے وطن یعنی شہر مکّہ میں میرے چچازاد بھائی کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے اس پر ان کی قوم نے ان کو ایذا دینی شروع کی، یہ دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا ہوں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو نہ دیکھوں۔ انھوں نے میری اس ساری داستان کی اطلاع اپنے رئیس کو جاکر دی۔ اس نے کہا اس کو یہاں بلالاؤ۔ میں اس کے پاس گیا اور اپنا سارا ماجرا اس کو کہہ سنایا۔ اس نے کہا کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو قتل کرڈالیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا اگر تم دیکھو گے تو کیا ان کی صورت پہچان لوگے۔ میں نے کہا میں ابھی ابھی تو ان کے پاس سے آرہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے

مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ قَالَ فَتَخَافُ أَنْ يَقْتُلُوْهُ قُلْتُ أَظُنُّهُمْ قَدْ فَرَغُوْا مِنْهُ قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَقْتُلُوْهُ وَلَيَقْتُلُنَّ مَنْ يُرِيْدُ قَتْلَهُ وَإِنَّهُ لَنَبِيٌّ وَلَيُظْهِرَنَّهُ اللّٰهُ۔ الحديث رواه الطبرانی عن شیخہ مقدام بن داؤد ضعفہ النسائی وقال ابن دقیق العید فی الامام انہ وثق وھو حدیث حسن (مجمع الزوائد صہ ۲۳۴) وقدمر فی ترجمان السنہ منہ ۲ من تاریخ البخاری ومغازی موسی بن عقبۃ نحوہ قال الحافظ وھی اصح ما صنف فی ذلک عند الجماعۃ (فتح الباری ۲)

(۱۳۱۷) إِنَّ هِشَامَ بْنَ الْعَاصِ وَنُعَيْمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَجُلًا آخَرَ قَدْ سَمَّاهُ بُعِثُوْا إِلَى مَلِكِ الرُّوْمِ زَمَنَ أَبِيْ بَكْرٍ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَى جَبَلَةَ الْأَيْهَمِ وَهُوَ بِالْغُوْطَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَأَنَّهُ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى الْمَلِكِ وَأَنَّهُمْ وَجَدُوْا عِنْدَهُ شِبْهَ الرَّبْعَةِ

چند تصویریں دکھائیں جو غلاف ڈھانکی ہوئی تھیں۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تصویر ان سب تصویروں میں ان کے بہت مشابہ معلوم ہوتی ہے بس وہی آپ کا قدو قامت، وہی آپ کی جسامت اور وہی آپ کے شانوں کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ اس نے کہا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ ان کو قتل کردیں گے۔ میں نے کہا میرا تو یہ یقین ہے کہ وہ ان کو قتل کر کے فارغ بھی ہوچکے ہونگے۔ اس نے کہا بخدا وہ اس کو قتل نہیں کرسکتے بلکہ جو ان کے قتل کا ارادہ کریگا وہی اس کو قتل کریں گے یقیناً وہ نبی ہیں اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر کے رہے گا۔ (طبرانی)

(۱۳۱۷) ہشام بن العاص اور نعیم بن عبداللہ اور ایک شخص اور تھے جن کا نام انھوں نے بیان کیا تھا۔ صدیق اکبرؓ کے زمانے میں شاہ روم کے پاس روانہ کئے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جبلۃ بن الایہم کے پاس گئے۔ اس وقت وہ مقام غوطہ میں تھا اور پورا قصہ ذکر کیا اور یہ بھی ذکر کیا کہ بادشاہ کے پاس ان تینوں کو لے گئے

(۱۳۱۷) ان معتبر اور مستند طریقوں سے کم از کم اتنا تو ثبوت ملتا ہے کہ احبار و ملوک کے پاس آپ کی تصویر بھی موجود تھی اور قیاس نہیں کہتا کہ ان بادشاہوں اور مذہبی پیشواؤں کے پاس یہ تصاویر محض بے اصل موجود ہونگی ہوسکتا ہے کہ فن تصویر کشی کا کمال ہو یعنی جیسا کہ تفاسیر اور محدثین کی کتب میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ان کا منتقل ہوتے چلا آنا منقول ہو بیان کی بنیاد ہو۔ ہمارا مقصد صرف مستند طریقوں سے یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ تصاویر ملوک و احبار وہبان کے پاس پہلے سے موجود ہیں ان تصاویر کا محقق اور مستند ثابت ہونے کا دعوی نہیں ہیں وہ جیسی بھی ہوں مگر ان سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف آپ کے ظہور سے قبل عالم کو کتنا حاصل ہوچکا تھا۔ سطور بالا میں جبلہ الایہم کا واقعہ عہد صدیقی کا ہے اور کہیں اس کی مخالفت کا ایک حرف بھی نظر سے نہیں گذرا بلکہ ہمیشہ اس کو نظر اعتبار سے دیکھا گیا ہے۔ ابو السعود جو ۸۹۶ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور اپنے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ رفیع پر فائز تھے اپنی مشہور تفسیر میں تابوت سکینہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وقال ارباب الاخبار ان اللہ تعالیٰ انزل علی آدم تابوتا فیہ تماثیل الانبیاء	مورخین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت اتارا تھا جس میں سب انبیاء علیہم السلام

العظيمة مذهبة ولذا فيها ابواب صغار ففتح منها بابا فاستخرج منه خرقة حرير سوداء فيها صورة بيضاء وذكر صفة آدم ثم فتح بابا آخر فاستخرج منه حريرة وفيها صورة نوح ثم ابراهيم ثم اراهم حريرة فيها صورة محمد صلى الله عليه وسلم فقال هذا آخر الابواب لكني عجلته لانظر ما عندكم ثم فتح ابوابا اخر واراهم صورة بقية الانبياء موسى وهارون وداود وعيسى بن مريم عليهم السلام وصفة لوط وصفة اسحاق وذكر ان هذا عندهم قديما من عهد آدم وان دانيال صورها باعيانها۔ رواه موسى بن عقبة (الجواب الصحيح ص ۲۴۲ ج ۳)

وقال في الجواب الصحيح ص ۲۰۵ من المجلد الثاني ان جماعة من الصحابة لما دخلوا على المقوقس ملك النصارى بمصر واستخبرهم عن دينهم فاخبروه بذلك فاذا عنده شبه الربعة العظيمة فذكر قصة التصاوير و في الدلائل للبيهقي عن شيخنا الحاكم عبد الله المشهور بسند لا بأس به عن ابي امامة الباهلي عن هشام بن العاص الاموي قال بعثت انا ورجل آخر من قريش اي في زمن الصديق فذكر قصة دخوله على جبلة الايهم الملك كذا في شرح المواهب ص ۲۴۳ واخرجه ابن كثير في تفسير سورة الاعراف وقال اسناده لا بأس به۔

تو اس کے پاس ایک سنہرا معطر صندوقچہ دیکھا اس میں چھوٹے چھوٹے سے خانے بنے ہوئے تھے اس میں ایک خانہ کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں ایک سفید رنگ کی تصویر تھی اس کے بعد آدم علیہ السلام کی صورت کا ذکر کیا پھر دوسرا خانہ کھولا اور اس میں سے بھی ایک ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں نوح علیہ السلام کی تصویر تھی اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صورت نکالی اس کے بعد ان کو آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھائی اور کہا کہ یہ سب سے آخری خانہ کی ہے لیکن میں نے اس کو نکالنے میں اس لئے جلدی کی ہے تاکہ میں تم سے ان کے متعلق پوچھوں۔ اس کے بعد اور خانے کھولے اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی تصاویر دکھلائیں۔ موسیٰ ہارون، داؤد اور عیسیٰ علیہ السلام اور لوط علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کی صورتیں بھی دکھائیں اور کہا یہ ہمارے ہاں آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آ رہی ہیں اور ان کو دانیال علیہ السلام نے بنایا ہے۔ (موسیٰ بن عقبہ) الجواب الصحیح ص ۲۴۲ ج ۳

علیہم السلام من اولادہ وکان من عود شمشاد نحوا من ثلاثۃ اذرع فی ذراعین فکان عند آدم علیہ السلام الی ان توفی فتوارث اولادہ واحدا بعد واحد الی ان وصل الی یعقوب علیہ السلام۔۔۔۔ الی ان وصل الی موسی علیہ السلام الخ ص ۱۸۳

کی تصاویر موجود تھیں یہ شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا تین گز لمبا اور دو گز چوڑا تھا وہ صندوق ان کی زندگی تک ان کے پاس رہا پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتے ہوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا یہاں تک کہ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا

اس کے بعد مفسر موصوف نے اس پر دو قدح کا ایک حرف بھی نہیں لکھا اور نہ اس کی ضرورت تھی اور نہ ہم یہاں خود ان تصاویر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ جس طریقہ پر بھی یہ تصویریں اجبار نہ ملوک کے ہاتھ لگی ہوں مگر آپ کے ۱۴

۱۴ تعارف کی شہرت کا ایک یقینی ثبوت ضرور ہیں۔

(۱۳۱۸) عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهُ لَمَّا دَخَلَ عَلَى الْمُقَوْقِسِ مَلِكِ مِصْرَ وَالْاِسْكَنْدَرِيَّةِ مَلِكِ النَّصَارٰى اَخْرَجَ لَهُ صُوَرَ الْاَنْبِيَاءِ وَاَخْرَجَ لَهُ صُوْرَةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَهَا۔ كذا فى الجواب الصحيح ص۲۷۵ ج۲۔ وفى ابتداء فتوح الشام ما يدل على ان الاحبار كان عندهم شيئا من تصاويره صلى الله عليه وسلم۔

(۱۳۱۹) عَنْ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ لَمَّا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ (صلى الله عليه وسلم) وَظَهَرَ اَمْرُهُ بِمَكَّةَ خَرَجْتُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا كُنْتُ بِبُصْرٰى اَتَتْنِيْ جَمَاعَةٌ مِنَ النَّصَارٰى فَقَالُوْا لِيْ اَمِنَ الْحَرَمِ اَنْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالُوْا فَتَعْرِفُ هٰذَا الَّذِيْ تَنَبَّاَ فِيْكُمْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاَخَذُوْا بِيَدِيْ فَاَدْخَلُوْنِيْ دَيْرًا لَهُمْ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَصُوَرٌ فَقَالُوْا لِيْ اُنْظُرْ هَلْ تَرٰى صُوْرَةَ هٰذَا النَّبِيِّ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَرَ صُوْرَتَهُ قُلْتُ لَا اَرٰى صُوْرَتَهُ فَاَدْخَلُوْنِيْ

(۱۳۱۸) مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ جب وہ مقوقس شاہ مصر اور اسکندریہ شاہ نصاریٰ کے پاس گئے تو اس نے ان کو انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بھی دکھائی جس کو دیکھ کر فوراً انھوں نے پہچان لیا۔ (الجواب الصحیح ص۲۷۵ ج۲)

(۱۳۱۹) جبیرؓ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آپؐ کی شہرت اڑگئی تو اتفاق سے میں شام کے لئے نکلا جب بصریٰ پہنچا تو میرے پاس نصرانیوں کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں انھوں نے پوچھا .... کیا تم اس شخص کو بھی پہچانتے ہو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ یہ کہتے ہیں اس کے بعد انھوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ایک گرجا میں لے گئے جس میں کچھ تصویریں وغیرہ تھیں اور مجھ سے کہا ذرا غور کرکے دیکھنا کہ ان میں کوئی شکل وصورت اس نبی کی سی ہے جو تم میں بھیجے گئے ہیں۔ میں نے دیکھا تو ان میں

(۱۳۱۸) فتوح شام کے ابتدا میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کے بڑے بڑے علماء کے پاس بھی آپؐ کی تصویر مبارک موجود تھی۔ حافظ ابن تیمیہؒ کی شہادت ہی کافی تھی کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے نہیں جو موضوعات اور افسانہ نقول کو اپنی کتاب میں درج کر لیتے اور پھر ان کو مخالفین نصاریٰ کے سامنے رکھ دیتے لیکن ان روایات کو انھوں نے مستند جان کر ہی پیش کیا ہے۔

(۱۳۱۹) ان جملہ روایات سے جن میں ملوک ورا سافقہ بھی ہیں آپ کی تصاویر کا موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور ان سب کے بیانات میں اتنا اشتراک ہے کہ قیاس نہیں کہتا کہ مختلف ادوار کی یہ صرف من گھڑت کہانیاں ہوں بالخصوص جبکہ ثقات محدثین بھی ان کو اپنی کتاب میں نقل کرکے اپنے دشمنوں کے سامنے بطریق حجت پیش کرتے ہوئے نظر آرہے ہوں۔

دیرًا اکبر من ذلک الدیر فیہ صور اکثر مما فی ذلک الدیر فقالوا لی انظر
ھل تری صورتہ فنظرت فاذا انا بصفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصورتہ
واذا انا بصفۃ ابی بکر وصورتہ وھو اٰخذ بعقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا
لی انظر ھل تری صفتہ قلت نعم قالوا ھو ھذا واشاروا الی صفۃ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قلت اللھم نعم اشھد انہ ھو قالوا اتعرف ھذا الذی اخذ
بعقبہ قلت نعم قالوا نشھد ان ھذا صاحبکم وان ھذا الخلیفۃ من بعدہ۔ رواہ
البخاری فی تاریخہ وقال فیہ قال الذی اراہ الصور لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھذا
النبی ورواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ۔ کذا فی الجواب الصحیح ص ۲۷۳

الرسول الاعظم وتسبیح الحصیات فی یدہ الشریف صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۲۰) عن سوید بن زید قال رأیت ابا ذر جالسا وحدہ فاغتنمت ذلک

آپ کی سی کوئی صورت نظر پڑی، میں نے کہا ان کی صورت تو ان میں کوئی نہیں پھر وہ اس سے ایک بڑے گرجے
میں مجھ کو لے گئے جس میں پہلے سے زیادہ تصویریں تھیں اور مجھ سے کہا اچھا ان میں سے کسی کی صورت ان سے ملتی جلتی
نظر آتی ہے میں نے غور کیا تو ایک تصویر بالکل آپ کی سی تھی بلکہ ایک تصویر بالکل صدیق اکبرؓ جیسی بھی تھی اُس
تصویر میں صدیق اکبرؓ آپؐ کے پیر پکڑے ہوئے تھے انھوں نے کہا خوب غور سے دیکھنا یہ تصویر تم کو بالکل آپؐ کی
تصویر معلوم ہوتی ہے یا نہیں میں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ کی تصویر کی طرف اشارہ کرکے انھوں نے کہا یہ تصویر، یہ
میں نے کہا جی ہاں یہی۔ میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ آپ کی ہی تصویر ہے، پھر انھوں نے کہا یہ شخص جو ان کے پیروں کو
پکڑے ہوئے ہیں اُن کو بھی پہچانتے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ اس کے بعد انھوں نے کہا ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ تمہارے
نبی یہی ہیں اور جو شخص ان کے پیروں کے پاس ہیں یہ ان کے بعد ان کے خلیفہ ہیں۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اس پر
اتنا اور نقل کیا ہے کہ جو شخص اُن کو صورتیں دکھا رہا تھا اس نے کہا کہ جو نبی گذرا ہے اس کے بعد دوسرا نبی ضرور پیدا ہوا ہے
مگر یہ نبی ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا۔ (الجواب الصحیح ص ۲۷۳)

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیحات پڑھنا

(۱۳۲۰) سوید بن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابو ذرؓ کو تنہا دیکھا تو فرصت کو غنیمت سمجھ کر

(۱۳۲۰) اصل واقعہ تو کتب مشہورہ میں صحیح احادیث سے ثابت ہے جو قابل انکار نہیں ہو سکتا لیکن کنکریوں کا
تسبیح کرنا بھی معتبر طرق سے ائمہ حدیث نے ثابت کیا ہے جس کے حوالجات ہم عربی عبارت میں اوپر نقل کر چکے ہیں
ان سے غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد کنکریوں کی تسبیح پڑھنے کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ فماذا
بعد الحق الا الضلال۔

فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ فَذَكَرْتُ لَهُ عُثْمَانَ فَقَالَ لَا اَقُوْلُ لِعُثْمَانَ اَبَدًا اِلَّا خَيْرًا لِشَيْءٍ
رَاَيْتُهُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَتَّبِعُ خَلَوَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاَتَعَلَّمُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ يَوْمًا فَاِذَا هُوَ قَدْ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهُ فَجَلَسَ فِيْ مَوْضِعٍ فَجَلَسْتُ
عِنْدَهُ فَقَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَجَاءَ اَبُوْ بَكْرٍ
فَسَلَّمَ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا جَاءَ بِكَ
يَا اَبَا بَكْرٍ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ يَا عُمَرُ
مَا جَاءَ بِكَ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَتَنَاوَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ
حَصَيَاتٍ اَوْ تِسْعَ حَصَيَاتٍ فَسَبَّحْنَ فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِيْنًا كَحَنِيْنِ النَّحْلِ
ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فَخَرَسْنَ ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فِيْ يَدِ اَبِيْ بَكْرٍ فَسَبَّحْنَ فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى سَمِعْتُ
لَهُنَّ حَنِيْنًا كَحَنِيْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَهُنَّ فَخَرَسْنَ ثُمَّ تَنَاوَلَهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ فِيْ
يَدِ عُثْمَانَ فَسَبَّحْنَ فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى سَمِعْتُ لَهُنَّ حَنِيْنًا كَحَنِيْنِ النَّحْلِ ثُمَّ وَضَعَهُنَّ

ان کے پاس جا بیٹھا اور ان کے سامنے حضرت عثمانؓ کا تذکرہ آگیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ان کی شان میں بھلائی کے سوا میں ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتا کیونکہ ان کی ایک خاص بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دیکھ چکا ہوں۔ بات یہ تھی کہ میں اکثر ایسے موقعوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا کہ کہیں آپ کو تنہا پا جاؤں تو کچھ باتیں آپ سے حاصل کروں۔ ایک دن اسی تلاش میں گیا تو آپ باہر جا چکے تھے میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپ ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے میں بھی آپ کے پاس جا بیٹھا آپ نے پوچھا ابوذرؓ کہو کیسے آئے۔ میں نے عرض کی صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ یہ کہتے ہیں کہ اتنے میں ابوبکرؓ آنکلے اور سلام کرکے آپ کے دائیں جانب آبیٹھے آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے۔ پھر اس کے بعد عمرؓ آگئے وہ آکر ابوبکرؓ کے دائیں بیٹھ گئے آپ نے ان سے بھی وہی پوچھا کہو کیوں آئے انھوں نے بھی وہی جواب دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک میں سات یا نو کنکریاں لیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح میں نے بھی صاف صاف سن لی۔ پھر آپؐ نے ان کو زمین پر رکھدیا تو وہ خاموش ہوگئیں اس کے بعد ان کو ابوبکرؓ کو دیا یہاں تک کہ وہاں کے ہاتھ میں پھر اسی طرح تسبیح پڑھنے لگیں اور ان کی شہد کی مکھیوں کی طرح بھن بھن کی آواز میں نے بھی صاف صاف سن لی پھر ان کو زمین پر رکھدیا

فخرست۔ رواه البزار باسنادین ورجال احدهما ثقات وفی بعضهم ضعف۔ قلت وقد تقدم فی الخلافۃ لطریق عن ابی ذر ایضا وقال الزهری فیها یعنی الخلافۃ رواه الطبرانی فی الاوسط وزاد فی حدیث طریقہ یسمع تسبیحهن من فی الحلقۃ فی کل واحد وقال ثم دفعهن الینا فلم یسبحن مع احد منا (مجمع الزوائد ص۲۹۹ ج۵) وراجع البدایۃ والنهایۃ ص۱۳۲ و ج۲۴۶

الرسول الاعظم وماروی فی فضلات صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۲۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ اَرَاكَ تَدْخُلُ الْخَلَاءَ ثُمَّ يَأْتِي الَّذِيْ بَعْدَكَ فَلَا يَرٰي لِمَا يَخْرُجُ مِنْكَ اَثَرًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ اللهَ اَمَرَ

وہ پھر خاموش ہوگئیں پھر ان کو لیکر آپ نے عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں یہانتک کہ میں نے بھی سنی وہ اس طرح کی آواز تھی جیسی شہد کی مکھیوں کی ہوتی ہے اس کے بعد ان کو زمین پر رکھدیا تو وہ پھر خاموش ہوگئیں۔

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فُضلات کے متعلق حدیث کا فیصلہ

(۱۳۲۱) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ میں یہ دیکھتی ہوں کہ آپ جائے ضرورت میں تشریف لیجاتے ہیں پھر جو شخص آپؐ کے بعد وہاں جاتا ہے وہ آپؐ کے فضلہ کا کوئی نشان تک نہیں دیکھتا آپؐ نے فرمایا عائشہؓ! کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ

(۱۳۲۱) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ وہ پوری سند بھی نقل کردی جائے جس کو دار قطنی نے افراد میں ذکر کیا ہے، حدثنا موسی بن سلیمان انبانا محمد بن حسان الاموی انبانا عبدۃ بن سلیمان عن هشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃؓ الحدیث۔

موسٰی بن سلیمان جو اس سند کے راوی ہیں یہ دارقطنی کے شیخ تھے۔ ان کے متعلق دار قطنی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ شخص تھے اس کے دوسرے راوی محمد بن حسان ہیں۔ اس کے متعلق شارح مواہب لکھتے ہیں "ثقۃ" یعنی یہ بھی ثقہ ہیں اور عبدۃ تو رجال صحیحین میں سے ہیں۔ اس کے بعد سند سب معروف ہے۔ اس کے علاوہ حافظ زرقانی نے اس کے دوسرے شاہدات بھی ذکر فرمائے ہیں جو ہم نے متن کتاب میں نقل کردیئے ہیں۔ اس کے بعد حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ ان اسانید کو پیش نظر حدیث مذکور پر موضوع کا حکم لگانا بہت مشکل ہے اس لئے بیہقی کا اس پر وضع کا حکم لگانا اسی پر محمول کرنا پڑے گا کہ ان کو ان سب طریقوں کی اطلاع نہ ہوگی۔

حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی سنہ۶۰۰ھ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال ہوا تو انھوں نے اس کی اس سند کی بنا پر جو ان کے علم میں تھی اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے مگر ایک قیاس ایسا ذکر فرمایا ہے جس سے ان کی رائے کا اندازہ بھی ہوتا ہے وہ

الْأَرْضَ أَنْ تَبْتَلِعَ مَا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. اخرجه الدارقطني في الافراد ورجال اسناده ثقات ولذا قال السيوطي هذا سند ثابت وهو اقوى طرق هذا الحديث انتهى واخرجه البيهقي بسند فيه حسين بن علوان فحكم عليه من موضوعات حسين بن علوان "فقد تابع عبدة ابن علوان كما مر عند الدارقطني وتابعه ايضا ارطاة بن قيس الاسدي عن هشام اخرجه ابو بكر الشافعي وهي متابعة تامة وله طريق اخرى عند ابن سعد ورجاله ثقات الا محمد بن زاذان المدني فمتروك وطريق اخرى عند الحاكم في مستدركه وطريق اخرى عند ابي نعيم واخرى عند ابي بكر الشافعي. فقول البيهقي انه موضوع محمول على انه لم يطلع على هذه الطرق اذ يتعذر معها دعوى الوضع. شرح المواهب ص ۲۲۹ ج ۴. وفي الشفاء لابن سبع بسكون الباء عن بعض الصحابة قال صحبته صلى الله عليه وسلم في سفر فلما اراد قضاء الحاجة تاملته وقد دخل مكانا فقضى حاجته فدخلت الموضع الذي خرج منه فلم ار له اثر غائط ولا بول ورأيت في ذلك الموضع ثلاثة احجار فاخذتهن فوجدت لهن رائحة طيبة وعطرا بكسر العين قال العلامة القسطلاني وقد سئل الحافظ عبد الغني المقدسي المتوفى سنة ۶۰۰ھ هل روى انه صلى الله عليه وسلم كان ما يخرج منه تبتلعه الارض فقال قد روي ذلك من وجه غريب اي ضعيف والظاهر المنقول يؤيده فانه لم يذكر عن احد من الصحابة انه رآه ولا ذكره فلو لم تبتلعه الارض لرأى في بعض الاوقات". شرح المواهب ص ۲۲۸ ج ۴

(۱۳۲۲) عَنْ أُمِّ أَيْمَنَ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ إِلَى فَخَّارَةٍ فِي

وہ انبیاء علیہم السلام کے فضلات کو نگل لے۔ (افراد دارقطنی)۔

(۱۳۲۲) ام ایمنؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں اٹھے تو آپ نے مٹی کے

فرماتے ہیں کہ جو صحابہؓ سفر وغیرہ میں آپؐ کے ہمراہ رہتے تھے ان میں سے کسی نے بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ انہوں نے آپؐ کا فضلہ کبھی دیکھا تھا لہذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ اگر زمین اس کو نہ نگلتی تو وہ کبھی تو کسی کو نظر آتا"۔ یہ واضح رہے کہ دارقطنی کی روایت میں اس حدیث کا راوی حسین بن علوان نہیں ہے اور اسی کی بنا پر امام بیہقی نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

(تنبیہ) گذشتہ اوراق میں ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ کسی حدیث پر کسی محدث کے ضعیف یا موضوع حکم لگانے کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ حدیث علی الاطلاق ضعیف ہے، بلکہ وہاں یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ اس کا دوسرا کوئی اور طریقہ ایسا موجود ہو جس کے لحاظ سے اس کو ضعیف کی فہرست سے خارج کر دیا جائے۔ اس لئے کسی محدث کے ضعف کے حکم سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اب اس کے لئے ایسا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہوگا جس کے اعتبار سے اس کو معتبر قرار دیا جا سکے" یہ خلاف واقع نظر ہے۔

(۱۳۲۲) حافظ بدرالدین عینی شارح بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس باب میں متعدد روایات آئی ہیں اور میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرے شخصوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا لہذا اگر ان کے بول و براز نجس ہوں تو اس قیاس پر

جَانِبِ الْبَيْتِ فَبَالَ فِيهَا فَقُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا عَطْشَانَةٌ فَشَرِبْتُ مَا فِيهَا وَأَنَا لَا أَشْعُرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أُمَّ أَيْمَنَ قُومِي فَأَهْرِيقِي مَا فِي تِلْكَ الْفَخَّارَةِ فَقُلْتُ وَاللهِ شَرِبْتُ مَا فِيهَا قَالَتْ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى

ایک برتن میں جو گھر کے ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا جا کر پیشاب کیا۔ اسی شب میں میں اتفاق سے اٹھی تو اس وقت مجھ کو پیاس لگ رہی تھی میں جا کر جو کچھ اس برتن میں تھا پی گئی اور مجھ کو اس بات کا کچھ علم نہ تھا کہ اس میں آپ کا پیشاب رکھا ہوا تھا جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: ام ایمن جاؤ اور جو کچھ اس برتن میں ہے اس کو لیجا کر بہادو میں نے تعجب سے کہا بخدا میں تو (شب میں) اس کو پی گئی۔ وہ کہتی ہیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں ہوئے یہاں تک کہ دندان مبارک بھی ظاہر ہوگئے۔ آپ نے فرمایا جا تیرے

آپ کے فضلات کو بھی نجس کہہ ڈالنا بالکل بے بنیاد ہوگا اس بارے میں میرا عقیدہ تو یہی ہے اب کوئی شخص اس کے خلاف کہے تو میں اس کے سننے سے قاصر ہوں۔

اب اس وقت ہمارے سامنے دو گروہ ہیں یا تو وہ ہیں جو عام طور پر نجاست و طہارت کے باب ہی سے آشنا نہیں، ان کے نزدیک تو صفائی یا گندگی کے سوا ان الفاظ کا کوئی اور مفہوم ہی نہیں ہے اور یا پھر ایک گروہ وہ ہے جو بعض حیوانات کے بول و براز کو نہ صرف پاک بلکہ تبرک کی حد تک سمجھتا ہے اور نہ صرف کسی عذر یا اتفاقیہ صورت میں بلکہ اصولی طور پر پھر ہم کو معلوم نہیں کہ اگر محدثین کی کتب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی کوئی روایت نظر آجاتی ہے جس کا روایتی پلہ کچھ زیادہ بھاری نہ ہو تو آپ اس پر سراسیمہ کیوں ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بی بی کے بحالت نادانستگی کسی عمل پر کوئی اچھا نتیجہ مرتب ہو جانے سے کوئی قاعدہ کلیہ اور تشریع عام ثابت نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ عام صحابہؓ نے کبھی اس عمل کے نقل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جن اکابر کا رجحان آپ کے فضلات کی طہارت کی طرف ہے انھوں نے بھی اس کے استعمال کے متعلق کوئی حرف نہیں کہا۔ یہاں گفتگو اگر ہے تو صرف طہارت و نجاست کے باب میں ہے آخر منی کو سب پاک تسلیم کرتے ہیں، مگر اس کے کھانے کی اجازت کوئی نہیں دیتا۔ شافعیہؒ اصولی طور پر انسانی منی کی طہارت کے قائل ہیں اس کے باوجود اس کے خروج سے غسل کرنا فرض کہتے ہیں۔ پس یہاں طہارت اور خور و نوش کے دو مسئلوں کو خلط کرنا نہیں چاہیے۔ جہاں تک علماء کے رجحان کا تعلق ہے وہ حدیث مذکور کی بنا پر صرف اس کی طہارت کا ہے شرب کا مسئلہ نہیں ہے۔ اب رہ گیا حدیث میں اس جزئی واقعہ میں اس کے استعمال کی فضیلت کا تذکرہ تو وہ اس عمل کے نادانستگی کی حالت میں کر لینے کی بنا پر ہے۔

اس مقام پر احقر کا خیال ناقص یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی جو نسبت کل امت سے ہے، ضروری نہیں ہے کہ وہ نسبت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ بھی موجود ہو۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شے میں فضلہ کا رتبہ اس کی اصل کے رتبہ سے کمتر ہوتا ہے اگرچہ دوسری اشیاء کے مقابل میں وہ فضلہ کتنی ہی بلند نسبت رکھتا ہو مثلاً روغن بادام کے بعد جو اس کا فضلہ ہوتا ہے وہ سرسوں کے فضلہ بلکہ خود سرسوں سے بھی افضل سمجھا جاتا ہے۔ بہرحال اس مثال سے قطع نظر کیجئے تو بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اصل شے اور اس کے فضلے کے درمیان جو نسبت ہوتی ہے اس فضلہ کی دوسری اشیاء کے ساتھ وہی نسبت قائم رہنی ضروری نہیں ہے۔ اس لحاظ سے بہت ممکن ہے کہ آپ کے فضلہ کی جو نسبت آپ کی امت کے ساتھ ہو وہ اس نسبت سے مختلف رہے جو اس کی خود آپ کی ذاتِ اقدس

بِدَتْ تُوَاجِدُہٗ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَا یَنْجَعَنَّ بَطْنُكِ وَجْعٌ اَبَدًا۔ اخرجہ الحافظ الحسن بن سفیان العسفری المتوفی ۳۰۳ھ فی مسندہ والحاکم والدارقطنی والطبرانی وابونعیم وام ایمن ھی مولاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وحاضنتہ شرح المواھب ص۲۳۱ و۲۳۲ ج۴

وفیہ قال الدارقطنی ھو حدیث حسن صحیح وتعقب انہ قال فی عللہ انہ مضطرب جاء عن ابی مالک النخعی وھو ضعیف اھ۔ قال النووی ان القاضی حسینا قال بطہارۃ جمیع فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وبھذا قال ابوحنیفۃ رح کما قالہ العینی وقال شیخ الاسلام ابن حجر قد تکاثرت الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم شرح المواھب ص۲۳۳ ج۴

وقال العینی بعد ما نقل عدۃ روایات من ھذا الباب وانا اعتقد انہ لا یقاس علیہ غیرہ وان قالوا غیر ذلک فاذنی عنہ صماء۔ عمدۃ القاری ص۴۲ ج۱

وفیہ وکیف یقول ذلک (ابوحنیفۃ رح) وھو یقول بطہارۃ بولہ وسائر فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمدۃ القاری ص۲۹ ج۱

پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ (حاکم۔ دارقطنی)۔

یہ ام ایمنؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں اور آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی وبہ ینحل ما یمکن ان یختلج فی الصدر ان شاء اللہ تعالی ھذا ما حدثت بہ نفسی فان کان صوابا فمن اللہ وان کان خطاء فمنی ومن الشیطان۔

(تنبیہ ۱۰) یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بعض مرتبہ حدیثوں میں تحسین صرف حسن نیت کی ہوتی ہے حسن عمل کی نہیں۔ اسی لئے جس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگوانے کے خون کے پی لینے کا واقعہ مذکور ہے اور اس پر آپ کی جانب سے تحسین کے کلمات مروی ہیں وہ مسئلہ کی لاعلمی کی حالت میں اس صحابی کی حسن نیت پر ہی ہیں جیسا کہ ایک صحابی کا ہر رکعت میں قل ھو اللہ کسی دوسری سورت کے ساتھ بھی پڑھتے رہنے کا تذکرہ جب آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اس سورت کے بار بار پڑھنے کی وجہ دریافت کی تو اس صحابی نے جواب دیا۔ لان فیھا صفۃ الرحمن وانی احبھا" اس نے کیا خوب بات کہی اور کیا اچھی نیت بیان کی اس پر آپ نے فرمایا حبك ایاھا ادخلك الجنۃ ان کلمات عالیہ کے باوجود کسی امام کے نزدیک بھی ہر رکعت میں اس سورت کا تکرار مستحب بھی نہیں۔ چہ جائیکہ سنت ہو کیونکہ یہاں تحسین صرف اس کی نیت کی تھی نہ کہ عمل کی نبہ علیہ الحافظ ابن تیمیہ فی اقتضاء صراط المستقیم۔

الرسول الاعظم بعض خصائص جسدہ الشریف صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۲۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْاَسَدِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتّٰى نَرَى إِبْطَيْهِ قَالَ قَالَ بُكَيْرٌ حَدَّثَنَا بَكْرٌ وَقَالَ بَيَاضَ

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض جسمانی خصوصیات کا ذکر

(۱۳۲۳) عبداللہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے کشادہ کر دیتے کہ ہم آپ کے بغل دیکھ لیتے تھے۔ راوی کہتا ہے یعنی بغل کی سپیدی دیکھ لیتے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آپ جب بارش کے لئے دعا مانگتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھا دیتے کہ آپؐ کی بغلوں کی سپیدی نظر آنے لگتی تھی۔ ابو موسیٰؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور

(۱۳۲۳) بعض علماء نے آپ کی بغلوں کی سپیدی کو آپ کے فضائل میں شمار کیا ہے حافظ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:-

قیل المراد بوصف ابطیہ بالبیاض انہ لم یکن تحتھما شعر فکانا کلون جسدہ (فتح الباری ۲۲۲) — یعنی چونکہ آپ کی بغلوں میں عام عادت کے خلاف بال نہ تھے اس لئے ان کا رنگ بھی آپ کے سارے جسم کی طرح تھا۔

امام قرطبی، محب الطبری اور سیوطی وغیرہ نے اس کو آپ کے معجزات میں شمار کیا ہے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اس کو آپ کے فضائل کے باب میں شمار کیا ہے ان کے نزدیک یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ عرب کے گرم ملک میں بغلوں میں بالوں کا بالکل نہ ہونا ضرور ایک عجیب بات تھی۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرتے کہ آپ کی بغلوں میں درحقیقت بال تھے یا نہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ راوی نے جہاں کہیں آپ کے دست مبارک اٹھانے کا ذکر کیا ہے، وہاں بیشتر آپ کی بغلوں کی اس سپیدی کا ذکر ضرور کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے اس اہتمام کا داعیہ ضرور آپ کی کسی غیر معمولی خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ اس لئے جن علماء نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے ان پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے ان کی مراد معلوم کر لینی بھی ضروری ہے تاکہ اتنی بات تو کم از کم صاف ہو جائے کہ انھوں نے محض ایک معمولی بات کو معجزہ فرما نہیں دیا۔ ہمارے نزدیک آپ کی اس صفت کی حیثیت وہی ہے جو شمائل میں آپ کی دوسری صفت "بعید ما بین المنکبین" کی ہے یعنی آپ کے دونوں شانوں کے درمیان غیر معمولی فاصلہ تھا جیسا کہ اسی کتاب میں گذر چکا ہے آپ کے شانوں کا یہ فاصلہ کچھ ایسا ممتاز تھا کہ کتب سابقہ میں اس کو آپ کی علامات نبوت میں سے ایک خاص علامت شمار کیا گیا ہے۔ حتی کہ جب کبھی پادریوں نے آپ کے شکل و شمائل کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے تو اس صفت کا بھی خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ جب تک یہ حقیقت ہماری نظروں سے نہ گذری تھی ہمیشہ اس لفظ کی شرح میں ہم کو تامل ہوا کرتا تھا۔ شارحین نے صرف اتنا لکھا ہے کہ آپ کے مونڈھوں کے درمیان فاصلہ کا ہونا آپ کے سینہ کے چوڑے ہونے کی طرف اشارہ ہے اور مردوں میں یہ اچھی صفت شمار ہوتی ہے لیکن ہم کو کبھی اس سے تسلی نہ ہوئی اور دل میں یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ پھر اس کی بجائے راوی براہ راست آپ کے صدر مبارک کا چوڑا ہونا کیوں نہیں

إبطيه۔ رواه البخاري وذكر انس انه كان يرفع يديه (في الاستسقاء) حتى يرى بياض ابطيه۔ قال ابو موسى دعا النبي صلى الله عليه وسلم ورفع يديه ورأيت بياض ابطيه۔ (البخاري)

(۱۳۲۴) عن العباس بن عبد المطلب قال وُلِدَ رسول الله صلى الله عليه وسلم

اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھ لی۔ (صحیح بخاری)

(۱۳۲۴) عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ناف بریدہ

کہدیتا پھر جب دیکھا کہ کتب سابقہ میں آپ کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت تھی، حتی کہ پادری خاص طور پر اس کا بھی ذکر کرتے تھے —— تو اب سمجھ میں آیا کہ وسعتِ صدر کے علاوہ یہ آپ کی کوئی خاص علامت تھی۔ اسی طرح راوی جابجا آپ کے دستِ مبارک کی خنکی (ٹھنڈک) کا ذکر کرتا ہے یہ بھی عام خنکی نہ تھی بلکہ آپ کی کوئی مخصوص صفت تھی جیسا کہ آئندہ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے لہذا ہر جگہ آپ کی صفات کو بے وجہ معمولی صفات میں داخل کرنے کی کوشش کرنی آپ کی جسمانی مخصوص صفات کے ایک بڑے طویل و عریض باب سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

(۱۳۲۴) ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اس واقعہ کے لئے صحیحین کے درجہ کی اسناد کہاں سے میسر آسکتی ہیں۔ اس قسم کے واقعات ہمیشہ عام شہرت کی بنا پر ہی منقول ہوا کرتے ہیں اور قبول بھی کئے جاتے ہیں۔ کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے پیدائشی مختون ہونے کی شہرت اس درجہ ہے کہ آپ کی امت میں جو بچہ بھی اس صفت کا پیدا ہوتا ہے اس کو "رسولیہ" کہا جاتا ہے۔ جن محدثین نے اس واقعہ کے لئے تواتر کا لفظ استعمال کیا ہے ان کی مراد تواتر سے یہی تواتر ہے جس کو اصطلاح میں "استفاضہ" سے بھی تعبیر کردیا جاتا ہے۔ یہ تو صرف ایک تاریخی واقعہ تھا اور وہ بھی زمانہ جاہلیت کا لیکن محدثین کے ہاں کچھ متونِ احادیث بھی ایسے ہیں جو صرف عام شہرت کی بنا پر نقل ہوتے چلے آرہے ہیں مثلاً ابو الدرداءؓ صحابی سے روایت ہے کہ جو شخص دین کے معاملات کی چالیس حدیثیں زبانی یاد کرے اللہ تعالیٰ روز محشر اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں اس کی گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔ یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے پھر اس درجہ مشہور ہوئی کہ محدثین نے اسی حدیث کے تحت "اربعین" یعنی چہل حدیث کے عنوان سے مستقل مستقل تالیفات فرمائی ہیں جن میں چالیس چالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں تاکہ اگر کسی کو اس فضیلت کے حاصل کرنے کا شوق ہو تو وہ ان کے ذریعہ سہولت سے حاصل کرسکے۔ اس کے بعد بڑے بڑے علماء نے ان مصنفات کی شروح بھی لکھی ہیں لیکن اس کے باوجود اس حدیث کے متعلق امام احمدؒ کا ارشاد ہے:۔

هذا متن مشهور فيما بين الناس وليس له اسناد صحيح (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)

لوگوں میں اس حدیث کی شہرت تو بہت ہے مگر اس کی کوئی سند صحت کے درجہ کی نہیں ہے۔

ہم پہلے تنبیہ کرچکے ہیں کہ محدثین کی اس اصطلاحی صحت کی نفی کا مطلب اردو محاورہ کے مطابق یہ سمجھ لینا کہ وہ لغو اور بے سروپا اور جھوٹ کا دفتر ہے یہ محض غلط ہے۔ پھر اگر فضائل کے باب کی ایک ضعیف حدیث اہل علم کے نزدیک اس اعتبار کے قابل سمجھی گئی کہ اس پر تصانیف اور شروح تک لکھنے کا ایک طریقہ چل گیا تو پھر آپ کے پیدائشی مختون ہونے کے واقعہ کو اتنا نظر انداز کر ڈالنا کہ اگر کسی نے اس کو آپ کے فضائل میں شمار کرلیا ہے تو گویا وہ آپ کی سیرت پر ایک افتراء اور جھوٹ کا مرتکب ہوگیا ہے۔ جو لوگ شق صدر کے صحیح واقعہ میں حضرت انسؓ کے ٹانکوں کے نشانات کے عینی مشاہدہ میں صرف اتنی بات پر شبہ میں پڑجاتے ہیں کہ اس واقعہ کو شمائل کا کوئی اور راوی نقل کیوں نہیں کرتا وہ یہاں آپ کی سیرت میں آپ کے ختنہ اور آپ کے ختنہ کرنے والے شخص کا نام نہ دیکھ کر بھلا کیسے نہ کھٹکتے۔ بالخصوص جبکہ آپ کے حجامت یعنی

مَخْتُوْنًا مَسْرُوْرًا۔ الحدیث۔ رواہ البیهقی۔ قال الحافظ ابن کثیر وفی صحتہ نظر وقد رواہ الحافظ ابن عساکر من طرق عدیدة وزعم بعضهم انه متواتر وفی هذا کلہ نظر کذا فی البدایة والنهایة ص۲۶۵ ج۲

(۱۳۲۵) عَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِیْ فَوَضَعَ

پیدا ہوئے تھے۔ (بیہقی)

(۱۳۲۵) سعدؓ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ میں شدید بیمار پڑا۔ آپ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور

سینگی لگانے اور سینگی لگانے والے شخص کا نام بھی حدیثوں میں ملتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آپؐ کی پیدائش کے واقعات اور نبوت کے بعد کے واقعات میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔

پھر کیا اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ آپؐ سے پہلے کوئی بچہ مختون پیدا ہوا تھا؟ بعد کی پیدائش کی صورت وہی ہے جو آپ کے اسم احمد و محمدؐ کے تحت جلد اول میں گذر چکی ہے اسی بنا پر ایسے پیدائشی بچوں کو امت میں "رسولیہ" کہا جاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جنھوں نے اس واقعہ کو فضائل کے باب میں شمار کر لیا ہے ان کی نظر صرف آپ کے مختون ہونے پر نہیں ہے بلکہ اسی کے ساتھ یہاں دوسرا لفظ "مسرورا" کا بھی موجود ہے یعنی "ناف بریدہ" اور غالباً ان دو صفتوں کا بچہ ابھی تک کوئی سننے میں نہیں آیا۔ مفصل روایات میں موجود ہے کہ اس وقت بھی یہ صورت تعجب سے دیکھی گئی تھی۔ ہمیں اس واقعہ کو آیاتِ نبوت یعنی فضائل میں شمار کرنے پر اصرار نہیں ہے لیکن بے وجہ اس کو فضائل کی فہرست سے خارج کرنے پر زور دینے سے بھی ضرور انکار ہے۔

اسی طرح ہم اس پر بھی زور دینا نہیں چاہتے کہ آپؐ کی پشت پر جو "مہرِ نبوت" تھی اس پر یقینی طور پر کوئی متعین الفاظ ثبت تھے لیکن اگر کمزور روایتوں سے اس پر کسی تحریر کا پتہ ملتا ہے تو اس کے زور دار انکار کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔ جب خود "مہرِ نبوت" کی شکل کے متعلق راویوں کے بیانات اپنے اپنے مذاق کے لحاظ سے مختلف موجود ہیں اور ان میں یہ بھی موجود ہے کہ اس پر کچھ رُواں بھی تھا تو اگر روئیں کے خطوط سے کسی کے ذہن میں کوئی خاص لفظ بنتا نظر آگیا ہے اور اس نے اپنے اس وقتی مشاہدہ کے مطابق اسی طرح اس کو نقل بھی کر دیا ہے تو اس کا قصور کیا ہے۔ آج بھی ہر شخص ریل کے کھٹکوں میں اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف الفاظ پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کسی کی نظروں میں ان خطوط سے کوئی خاص لفظ پیدا ہو گیا ہے تو اس کو احتمال کے درجہ میں کیوں نہ رہنے دیا جائے جبکہ اس کے خلاف بھی ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے سچ فرمایا ہے کہ بعض لوگ "لم یثبت اور ثبت نفیه" کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور جب کوئی بات یقین کے درجے پر ثابت نہیں ہوتی تو وہ یقین کے ساتھ اس کی نفی کر بیٹھتے ہیں دیکھو ترجمان السنہ جلد سوم حالانکہ یہ صریح غلط ہے۔ محدثین کی اس منصفانہ تحقیق کا نام اگر صرف عشق نبوی کے جذبات ہیں تو اس کے برخلاف طریقہ کا نام بجا طور پر بندق کی برودت کہا جا سکتا ہے۔

معجزات کے باب میں ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ ہمارا قلم جادۂ اعتدال سے نہ ہٹے اس پر بھی اگر آپ کو کہیں قلم کی شوخی محسوس ہو تو اس کو آپ صرف محدثین کی نمک خواری کا ایک اثر تصور فرمائیں ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

(۱۳۲۵) آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی برتر ہستی مجمع کمالات بلکہ منبع کمالات تھی ان کی جسمانی خصوصیات کو سُن کر معمولی بات سمجھ لینا بہت زیادہ خلافِ واقع ہے۔ پسینہ بالعموم جسم کا ایک بدبودار فضلہ ہوتا ہے، لیکن

يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلَى فُؤَادِي وَقَالَ إِنَّكَ رَجُلٌ مَفْؤُودٌ اِئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ (رواه ابوداؤد)۔

(۱۳۲۶) أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَعُودُهُ بِمَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي ۔۔۔۔ قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي فَمَسَحَ وَجْهِي وَصَدْرِي وَبَطْنِي فَمَا زِلْتُ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنِّي أَجِدُ بَرْدَ يَدِهِ عَلَى كَبِدِي حَتَّى السَّاعَةِ ۔ رواه الامام احمد واصل الحديث عنه البخاري في الجنائز۔ شرح المواهب ص۱۸۳ ج۴ ۔

(۱۳۲۷) عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ نَاوَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ أَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَأَطْيَبُ رِيحًا مِنَ الْمِسْكِ ۔ رواه البيهقي كما في شرح المواهب ص۱۸۳ ج۴

آپ نے اپنا دستِ مبارک میری چھاتیوں کے درمیان رکھا اور اتنی دیر تک رکھا کہ میں نے اپنے قلب میں آپ کے دستِ مبارک کی خنکی محسوس کی اس کے بعد آپ نے فرمایا تم کو قلب کی شکایت ہے جاؤ حارث بن کلدہ کے پاس جاکر اپنا علاج کراؤ وہ شخص طبیب ہے۔ مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجور لے کر اس کو مع گٹھلیوں کے کوٹ لے پھر اس کو بطریق ''لدود'' استعمال کرائے یعنی منہ میں ڈالے۔ (ابوداؤد)

(۱۳۲۶) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاصؓ کی عیادت کے لئے تشریف لےگئے اس وقت یہ مکہ مکرمہ میں تھے اور بہت بیمار تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری پیشانی اور سینہ اور پیٹ پر پھیرا تو آج تک مجھ کو یوں معلوم ہوتا ہے گویا آپ کے دستِ مبارک کی خنکی کا اثر میرے قلب و جگر میں ہے۔ (امام احمد)

(۱۳۲۷) یزید بن الاسودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے شوق کے ہاتھوں سے اس کو لیا تو وہ برف سے زیادہ خنک اور مشک کی خوشبو سے زیادہ مہک رہا تھا۔ (بیہقی)

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کے متعلق صحیح حدیثوں میں صحابہ کرامؓ کا بیان یہ ہے کہ وہ ان کی بہتر سے بہتر خوشبوؤں میں صرف تبرکاً نہیں بلکہ اضافہ خوشبو کے لئے شامل کیا جاتا تھا جس گلی کوچہ سے آپ گذر جاتے تھے وہ معطر ہو جاتی تھی جو آپ کو مصافحہ کرتا تھا آپ کے دستِ مبارک کی خوشبو سے مست ہو جاتا تھا ان صحیح سے صحیح خصوصیات کو معمولی بات کہہ کر ٹال دینا معمولی بات نہیں۔

(۱۳۲۶) واضح رہے کہ ان حدیثوں میں تین باتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱) آپ کے یدین کا برد (یعنی خنکی) (۲) خنکی بھی وہ جو برف سے زیادہ تیز

(۳) پھر اس برد کا اثر سینہ کے اندر تک محسوس ہونا۔ رہا اس کے ساتھ خوشبو کا محسوس ہونا یہ الگ بات ہے۔ کیا آپ اس کو عام انسانوں کی علامات میں شمار کر سکتے ہیں؟

(۱۳۲۸) عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَإِذَا هِيَ أَلْيَنُ مِنَ الْحَرِيْرِ وَأَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ۔ رواہ الطبرانی باسناد علی شرط الصحیح کما فی شرح المواهب ص ۱۵۳ ج ۴

(۱۳۲۹) عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ إِلَى الْبَطْحَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ (قَالَ

(۱۳۲۸) مستورد ابن شداد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ کا دستِ مبارک جو پکڑا تو وہ ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ خنک تھا۔ (طبرانی)

(۱۳۲۹) ابی جحیفہؓ کہتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت بطحا (سنگستان) کی طرف چلے وہاں آپ نے وضو کیا پھر ظہر کی نماز دو رکعت پڑھی اور عصر کی بھی دو رکعت پڑھیں اور آپؐ کے

(۱۳۲۹) اس حدیث میں جس خنکی اور ٹھنڈک کا ذکر ہے یہ اسی جنس کا ہے جیسا کہ ابوداؤد نے حضرت سعدؓ کے واقعہ میں ذکر کیا ہے کہ اتفاق سے وہ بیمار پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپؐ نے اپنا دستِ مبارک ان کے سینہ کے اوپر رکھا تو انھوں نے آپ کے دستِ مبارک کی یہ خنکی اپنے قلب تک میں محسوس کی یا اس واقعہ میں جو امام بخاریؒ نے حضرت علیؓ کے مناقب میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت سے ان کے گھر ایسی حالت میں تشریف لے گئے جبکہ وہ سونے کیلئے اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے۔ آپ ان کے اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان تشریف فرما ہوئے تو آپ کے قدمین مبارک جب ان کے جسم سے لگے تو انھوں نے اسی خنکی کو محسوس کیا اور اصل واقعہ کی روایت کے وقت اس حقیقت کو بھی اہتمام کے ساتھ بیان کیا۔ شاید عبدالرحمٰن ابن عائش کی وہ حدیث جو انھوں نے خواب میں آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدارِ الٰہی کے متعلق روایت فرمائی ہے جس میں آپؐ نے منجملہ دیگر امور کے اس کا تذکرہ خصوصیت سے بیان فرمایا ہے کہ جب رب العزت نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو اس کی خنکی میں نے اپنے سینہ کے درمیان محسوس کی جیسا کہ ترجمان السنہ ص ۴۴۳ ج ۲ پر مذکور ہے۔ ہمارے نزدیک وہ خنکی بھی کوئی معنوی خنکی ہوگی جس کا اثر حس تک پہنچا۔ اس جگہ ترجمان السنہ ص ۵۵ ج ۳ اور ص ۲۶۳ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات حسی اور معنوی تو عوام اور خواص سب کی نظروں میں ہیں لیکن یہاں میں آپؐ کے ان معجزات کی ایک خاص نوع کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو عام نظروں سے اوجھل ہونگی، اور معجزات کی تاویل کرنے والوں کے لئے شاید موجب اعتراض بھی ہوں۔

اصحاب شمائل اور احادیث صحیحہ میں بیاض البطین کے ساتھ چند چیزیں آپؐ کی ایسی بھی روایت کی جاتی ہیں، جن میں آپ کی جسمانی اور خصوصیات کا بھی ان کی نظروں میں اہتمام نظر آتا ہے یعنی مختون اور ناف بریدہ ہونا۔ آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ ہونا اور خاتم نبوت کا موجود ہونا اور آپؐ کے پسینے کی خوشبو اتنی غیر معمولی ہونی کہ جس راہ سے آپ گذریں اس کا معطر ہو جانا بلکہ ان کی مستعمل خوشبوؤں میں جید اطہر کے عرق مبارک کا ایک جزو بنا کر شامل کر لینا۔ آپؐ کے قدِ مبارک کا اس طور پر میانہ ہونا کہ جب کبھی لوگوں کے درمیان کھڑے ہوں تو سب سے اونچے نظر آنا اور آپ کے اعضا کی وہ خنکی اور خوشبو جس کو راوی جگہ جگہ اہتمام کے ساتھ اپنی روایت میں بیان کرتا ہے۔

شُعْبَةُ عَنْ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ) كَانَ تَمُرُّ مِنْ وَرَائِهَا الْمَرْأَةُ وَقَامَ النَّاسُ فَجَعَلُوْا يَاخُذُوْنَ يَدَيْهِ فَيَمْسَحُوْنَ بِهِمَا وُجُوْهَهُمْ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ فَوَضَعْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ فَاِذَا هِيَ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَطْيَبُ رَائِحَةً مِنَ الْمِسْكِ۔ رواه البخاري في باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم ص۵۰۲ يقول العبد الضعيف والبرد ههنا كالبرد في حديث سعد حين جاءه رسول الله صلى الله عليه وسلم يعوده ووضع يده بين ثديبه فوجد بردها على فؤاده كما عند ابي داؤد وكالبرد في حديث علیؓ حين جاءه بعد ما اخذ مضجعه فقعد بينه وبين فاطمةؓ فوجد برد قدميه كما عند البخاري في مناقب علیؓ۔ ولعل البرد في حديث عبد الرحمن بن عائش في رؤيته صلى الله عليه وسلم ربه حين وضع كفه بين كتفيه فوجد بردها بين ثديبه كما في ترجمان السنه ص۲۴۳ من نحو هذا الوادي۔

وراجع ترجمان السنه الحديث ص۲۶۲ ص۵۵ من المجلد الثاني في تسمي الصحابة بوضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم وبيانهم انهم يفعلونه حبا لله ولرسوله۔

سامنے ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی کہ اس کے آگے سے عورت بھی گزرہی تھی اور لوگ لپکے اور آپ کے دونوں ہاتھوں کی تری پونچھتے اور ان کو اپنے چہروں پر مل لیتے۔ میں نے حضورؐ کا ایک دستِ مبارک ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرے سے لگایا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے بھی زیادہ بہتر خوشبودار تھا (بخاری)

یہ اور اس کے مثل بعض اور اشیاء بھی حدیثوں میں ایسی نظر آتی ہیں کہ جن کو دیکھکر یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی ذات اطہر میں بھی قدرت نے کچھ عجائبات اور عادت کے خلاف ایسی چیزیں رکھی تھیں جو عام انسانوں میں نہ تھیں بھلا سوچئے کہ شانوں کے درمیان کا فاصلہ کیا یہ عام انسانوں میں نہیں ہوتا پھر یہ کیا ایسی نئی بات تھی جس کو اصحاب شمائل خصوصیت کے ساتھ آپ کی صورت مبارکہ کا نقشہ کھینچنے کے ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں اور سلاطین واحبار کے پاس جیسی کچھ تصاویر بھی آپ کی ثابت ہوتی ہیں، ان میں بھی اس فاصلہ کا خصوصیت سے تذکرہ آتا ہے۔ خاتم نبوت کا تو کیا کہنا وہ تو تقریباً متواتر ہے، پھر آپ کی بیاض ابطین کو بھی اگر انھیں خصوصیات میں شمار کر لیا جائے تو وہ کچھ چونک پڑنے کی بات تو نہیں۔ راوی جگہ جگہ مختلف حدیثوں میں اور مختلف واقعات میں معلوم نہیں کیوں اس بیاض ابطین کا تذکرہ کرتا ہے۔ اور معلوم نہیں کیوں آپ کے دست و پا کی برودت اور خوشبو حیرتناک انداز اور لہجہ میں نقل کرتا ہے عقل کام نہیں کرتی کہ قوی الجثہ عام انسانوں کے ہاتھ پیر بھی عام حالات میں گرم رہتے ہوں پھر آپؐ کے اعضاء مبارک میں یہ برودت کیوں تھی اور اس کی حقیقت کیا تھی جس کو ہر بچہ اور بڑا بیان کرنا ضروری سمجھا کرتا تھا۔ اگر اس قسم کی خصوصیات آپؐ کے جسمانی فضائل میں درج کر دی جائیں اور پھر محدثین کے طریق کے موافق معجزات کے ذیل میں کھینچ لی جائیں تو کوئی تعجب نہیں اور نہ ان پر انکار اور تشدد کا قلم چلانے کی ضرورت ہے۔

افسوس ہے کہ اپنی علالت کے باعث اس وقت اس برودت کی حدیثوں کے جمع کرنے کی ہمت نہیں ہے ورنہ دل چاہتا تھا کہ جن روایتوں میں آپ کی بیاض ابطین اور یدین و قدمین کی برودت کا راوی ذکر کرتا ہے ان کو اپنی مقدار علم و حفظ کے مطابق استیعاب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ جب امام بخاریؒ نے آپؐ کے جسد مبارک کی خنکی اور خوشبو پر صفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا باب قائم کیا ہے تو عجب نہیں کہ وہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہو جو ہم نے ابھی بیان کی ہے۔

الرسول الاعظم وقصة ام معبد وما ظهر من البركات بنزوله عندها صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۰) عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ مُهَاجِرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَمَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ وَدَلِيْلُهُمَا اللَّيْثِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُرَيْقِطٍ مَرُّوْا عَلٰى خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدٍ الْخُزَاعِيَّةِ وَكَانَتْ اِمْرَاَةً بَرْزَةً جَلِدَةً تَحْتَبِيْ بِفِنَاءِ الْخَيْمَةِ ثُمَّ تَسْقِيْ وَتُطْعِمُ فَسَاَلُوْهَا لَحْمًا وَتَمْرًا لِيَشْتَرُوْا مِنْهَا فَلَمْ يُصِيْبُوْا عِنْدَهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ وَكَانَ الْقَوْمُ مُرْمِلِيْنَ مُسْنِتِيْنَ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى شَاةٍ فِيْ كِسْرِ الْخَيْمَةِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الشَّاةُ يَا اُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ شَاةٌ خَلَّفَهَا الْجَهْدُ عَنِ الْغَنَمِ فَقَالَ هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ قَالَتْ هِيَ اَجْهَدُ مِنْ ذٰلِكَ

اُن معجزات وبرکات کا تذکرہ جو ام معبد کے مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فروکش ہونے پر ظاہر ہوئیں

(۱۳۳۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہؓ اور عبداللہ بن اریقط جو راستہ بتلانے والے تھے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کے لئے چلے راستے میں ان کا گزر ام معبد کے خیموں پر ہوا۔ یہ سن رسیدہ اور مستعد عورت تھیں اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتیں اور مسافروں کے کھانے پانی سے خاطر کیا کرتی تھیں۔ ان صاحبوں نے اُس سے کچھ گوشت اور کھجور کے متعلق دریافت کیا تاکہ اس سے خرید لیں وہاں قحط پڑ رہا تھا اس لئے ان کو کچھ نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک بکری پر پڑی جو خیمہ کے ایک کونے میں کھڑی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا، ام معبد! یہ بکری کیسی کھڑی ہے؟ انھوں نے عرض کی کمزوری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس کے نیچے کچھ دودھ ہے انھوں نے عرض کی اس میں اتنا دم کہاں

(۱۳۳۰) ام معبد کی اس روایت کو متشدد سے متشدد مزاج سیرت نگار محدثین نے بنظر اعتبار ہی ذکر کیا ہے۔ پھر اس جنس کے معجزات مسلم اسانید کے ساتھ ثابت ہیں مگر ہمارے سیرت نگاروں نے اس کو بھی غیر مستند معجزات کی فہرست میں داخل کر دیا ہے۔ اور حافظ ذہبی کی عبارت کا ایسا ترجمہ کر دیا ہے جو کم از کم اردو خواں اصحاب کے لئے تو بہت زیادہ موہم ہو سکتا ہے۔ مذکورہ بالا روایت کو حاکم نے اپنے دستور کے مطابق بخاری و مسلم کی شرط کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ذہبی تلخیص المستدرک میں فرماتے ہیں،

قَالَ اَتَأْذَنِيْنَ لِيْ اَنْ اَحْلِبَهَا قَالَتْ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اِنْ رَاَيْتَ بِهَا حَلْبًا فَاحْلُبْهَا فَدَعَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ ضَرْعَهَا وَسَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى وَدَعَا لَهَا فِيْ شَاتِهَا فَتَفَاجَتْ عَلَيْهِ وَدَرَّتْ فَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ يُرْبِضُ الرَّهْطَ فَحَلَبَ فِيْهِ ثَجًّا حَتّٰى عَلَاهُ الْبَهَاءُ ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى اَصْحَابَهٗ حَتّٰى رَوُوْا وَشَرِبَ اٰخِرَهُمْ حَتّٰى اَرَاضُوْا ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ الثَّانِيَةَ عَلٰى هَدَّةٍ حَتّٰى مَلَأَ الْاِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهٗ عِنْدَهَا ثُمَّ بَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا فَقَلَّ مَا لَبِثَتْ حَتّٰى جَاءَهَا زَوْجُهَا اَبُوْ مَعْبَدٍ يَسُوْقُ اَعْنُزًا عِجَافًا يَتَسَاوَكْنَ هُزْلًا مُخُّهُنَّ قَلِيْلٌ فَلَمَّا رَاٰى اَبُوْ مَعْبَدٍ اللَّبَنَ اَعْجَبَهٗ قَالَ مِنْ اَيْنَ لَكِ هٰذَا يَا اُمَّ مَعْبَدٍ وَالشَّاءُ عَازِبٌ حَائِلٌ وَلَا حَلُوْبَ فِي الْبَيْتِ قَالَتْ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا اَنَّهٗ مَرَّ بِنَا رَجُلٌ مُبَارَكٌ مِنْ حَالِهٖ كَذَا وَكَذَا قَالَ صِفِيْهِ لِيْ يَا اُمَّ مَعْبَدٍ قَالَتْ رَاَيْتُ

آپؐ نے فرمایا مجھ کو اجازت دو تو میں دودھ نکال کر دیکھوں؟ اس نے عرض کی "میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کو دودھ معلوم ہو تو شوق سے نکال لیجئے" آپؐ نے اس بکری کو اپنے پاس بلوایا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ کہہ کر برکت کی دعا فرمائی۔ اس نے فوراً ٹانگیں پھیلا دیں اور جگالی کرنے لگی اور دودھ دینے لگی۔ آپ نے ایک برتن منگایا جو ایک جماعت کو سیراب کر سکے اور اس میں خوب دھاروں کے ساتھ دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن پر جھاگ آ گئے۔ پھر آپؐ نے اس کو پلایا یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گئیں پھر اپنے رفقاء کو پلایا یہاں تک کہ انھوں نے خوب پیٹ بھر کر پی لیا بعد میں آپؐ نے نوش فرمایا یہاں تک کہ آپؐ کے سب ہمراہی شکم سیر ہو کر زمین پر سو رہے۔ آپؐ نے کچھ دیر کے بعد پھر دودھ نکالا یہاں تک کہ برتن بھر گیا وہ آپؐ نے اسی کے پاس چھوڑ دیا اس کے بعد اس کو بیعت فرمایا اور روانہ ہو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہوگی کہ اس کے شوہر ابو معبد آ گئے تاکہ جو دبلی لڑکھڑاتی ہوئی بکریاں جن کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا تھا ان کو بھی ہانک کر لیجائیں۔ جب ابو معبد کی نظر دودھ پر پڑی تو ان کو بڑا تعجب ہوا، انھوں نے پوچھا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریوں میں تو کوئی بچہ والی نہ تھی اور گھر میں کوئی دوسری دودھ کی بکری بھی نہیں (پھر یہ دودھ کیسا) اس نے کہا بخدا اور تو کچھ نہیں صرف یہ بات ہوئی ہے کہ ایک مبارک شخص کا ہمارے پاس سے گذر ہوا بس یہ ان ہی کے قدم کی برکت ہے انھوں نے کہا اچھا

لیس من ھذہ الطرق علی شرط الصحیح۔	یعنی ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ اصطلاحاً صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں۔

رَجُلاً ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ اَبْلَجَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْخَلْقِ لَمْ تُعِبْهُ ثُجْلَةٌ وَلَمْ تُزْرِ بِهٖ صَعْلَةٌ وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ فِیْ عَيْنَيْهِ دَعَجٌ وَفِیْ اَشْفَارِهٖ وَطَفٌ وَفِیْ صَوْتِهٖ صَهَلٌ وَفِیْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ وَفِیْ لِحْيَتِهٖ كَثَافَةٌ اَزَجُّ اَقْرَنُ اِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَاِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ اَجْمَلُ النَّاسِ وَاَبْهَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ وَاَحْسَنُهٗ وَاَجْمَلُهٗ مِنْ قَرِيْبٍ حُلْوُ الْمَنْطِقِ فَصْلًا لَا نَزْرٌ وَلَا هَذْرٌ كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتُ نَظْمٍ يَتَحَدَّرْنَ رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُهٗ مِنْ طُوْلٍ وَلَا تَقْتَحِمُهٗ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ اَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَاَحْسَنُهُمْ قَدْرًا لَهٗ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهٖ اِنْ قَالَ سَمِعُوْا لِقَوْلِهٖ وَاِنْ اَمَرَ تَبَادَرُوْا اِلٰی اَمْرِهٖ مَحْفُوْدٌ مَحْشُوْدٌ لَا عَابِسٌ وَلَا مُفْنِدٌ قَالَ اَبُوْ مَعْبَدٍ وَاللّٰهِ صَاحِبُ قُرَيْشٍ الَّذِیْ ذُكِرَ لَنَا مِنْ اَمْرِهٖ وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَصْحَبَهٗ وَلَاَفْعَلَنَّ اِنْ وَجَدْتُّ اِلٰی ذٰلِكَ سَبِيْلًا وَاَصْبَحَ صَوْتٌ بِمَكَّةَ عَالِيًا يَسْمَعُوْنَ الصَّوْتَ وَلَا يَدْرُوْنَ مَنْ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ :-

ان کا کچھ نقشہ تو بیان کرو۔ انھوں نے کہا کھلا ہوا جمال، بڑے خوش رو، جسم کی ساخت بڑی خوبصورت نہ بڑے پیٹ کا عیب، نہ چھوٹا سا سر، بڑے خوبصورت، آنکھیں تیز سیاہ و سفید، دراز مژگان، بڑی شیریں آواز دراز گردن، ریش مبارک گھنی، ابرو خمیدہ اور درمیان سے ملی ہوئی اور گھنی، اگر خاموش رہیں تو باوقار اور گفتگو فرمائیں تو فصاحت میں سب سے بلند، بس مجسم رونق ہی رونق اور جمال ہی جمال، کیا دور سے اور کیا قریب سے گفتگو بڑی صاف اور شیریں ایک ایک حرف نہ بیکار اور نہ زیادہ یوں معلوم ہوتا کہ ہار کے موتی ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہیں، میانہ قد نہ بہت دراز کہ برا معلوم ہو اور نہ اتنا پست کہ اس پر نظر پڑے بس متوسط، تینوں میں دیکھنے میں سب سے زیادہ حسین اور بلند ان کے خدام حلقہ بستہ اگر آواز نکالیں تو ہمہ تن گوش اور حکم دیں تو اس کی تعمیل کو دوڑ پڑیں، قابل غبطہ، نہ ان کا چڑھا ہوا منہ، نہ کسی کی برائی کرنا۔ یہ سن کر ابو معبد بیساختہ بول اٹھے خدا کی قسم تم نے یہ اوصاف جن کے بیان کئے ہیں یہ تو وہی قریش والے ہیں۔ خدا کی قسم میرے دل میں آتا ہے کہ میں بھی ان کے ہمراہ چلوں اور اگر کوئی صورت نکلی تو ضرور مجھ کو یہ کرنا ہے۔ ادھر مکہ مکرمہ کا حال سنئے کہ یہاں بلند آواز سے کوئی پڑھنے والا یہ اشعار پڑھتا تھا مگر یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ کون ہے

اس کے علاوہ انھوں نے اس پر کوئی جرح نہیں فرمائی۔ ظاہر ہے کہ جن کو صحیح و حسن کے درمیان اصطلاحی فرق معلوم نہ ہو وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ذہبی نے اس حدیث کے معتبر ہونے سے ہی انکار کر دیا ہے اردو میں صحیح کے معنی معتبر کے ہیں، حالانکہ یہاں سب اصطلاحی بحث تھی۔ ہمارے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ اس روایت کو معجزات کی فہرست میں

۱ جَزَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ ۔ رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ

۲ هُمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدَى وَاهْتَدَتْ بِهِ ۔ فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدِ

۳ فَيَا لَقُصَيٍّ مَا زَوَى اللهُ عَنْكُمْ ۔ بِهِ مِنْ فِعَالٍ لَا تُجَازَى وَسُودَدِ

۴ لِيَهْنِ أَبُو بَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهِ ۔ بِصُحْبَتِهِ مَنْ يُسْعِدِ اللهُ يَسْعَدِ

۵ لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَقَامُ فَتَاتِهِمْ ۔ وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدِ

۶ سَلُوا أُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَإِنَائِهَا ۔ فَإِنَّكُمْ إِنْ تَسْأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ

۷ دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ ۔ عَلَيْهِ صَرِيحًا ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزْبِدِ

۸ فَغَادَرَهُ رَهْنًا لَدَيْهَا لِحَالِبٍ ۔ يُرَدِّدُهَا فِي مَصْدَرٍ بَعْدَ مَوْرِدِ

فلما سمع حسان الهاتف بذلك شبب يجاوب الهاتف

۹ لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ زَالَ عَنْهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔ وَقُدِّسَ مَنْ يَسْرِي إِلَيْهِمْ وَيَغْتَدِي

۱۰ تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُولُهُمْ ۔ وَحَلَّ عَلَى قَوْمٍ بِنُورٍ مُجَدَّدِ

۱۔ خدا بھلا کرے ! ان دو رفیقوں کا جو ام معبد کے خیمے میں آکر رونق افروز ہوئے۔

۲۔ وہ ہدایت لیکر تشریف لائے اور ام معبد کو ان کے طفیل میں ہدایت نصیب ہو گئی اور جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رفیق بنا وہ یقیناً کامیاب ہوا

۳۔ قبیلۂ قصی پر افسوس اور صد افسوس کہ اللہ تعالے نے آپ کے ہجرت کر جانے کی وجہ سے انکی سرداری پر اور ان کے اچھے اچھے افعال سب پر پانی پھیر دیا

۴۔ اس رفاقت پر ابوبکرؓ کو اپنے دادا کی سعادت مبارک ہو اور بات تو یہ ہے کہ جسکو خدا سعادت نصیب فرمائے سعادت اسی کو نصیب ہوتی ہے

۵۔ بنو کعب کو اپنے خاندان کی یہ عورت اور مسلمانوں کے انتظار میں اس کا یہ بیٹھنا مبارک۔

۶۔ اپنی بہن سے جا کر بکری اور دودھ کے برتن کا حال تحقیق کر کے تو دیکھو بلکہ اگر خود انکی بکری کو پوچھو گے تو وہ بھی آپکی رسالت کی گواہی دیگی۔

۷۔ آپنے ایک بے دودھ والی بکری اس سے منگائی تو فوراً اس کے تھن دودھ سے لبریز ہو گئے اور وہ دودھ دینے لگی۔

۸۔ آپ نے اس بکری کو ام معبد کے گھر چھوڑ دیا تاکہ اب دودھ نکلنے والا ہمیشہ اس کا دودھ نکالتا رہے۔

(حسان بن ثابتؓ کو جب اس ہاتف غیبی کے یہ اشعار پہنچے تو انھوں نے اس کے جواب میں ذیل کے اشعار کہے)

۹۔ وہ قوم بڑے نقصان میں پڑ گئی جن کا نبی ان کو چھوڑ گیا اور جن کی طرف وہ رخ کر کے چلا وہ مقدس بن گئی۔

۱۰۔ ان لوگوں کی عقل ماری گئی جن کو چھوڑ کر آپ رخصت ہو گئے اور نور درخشاں لیکر دوسری قوم میں جلوہ افروز ہوئے۔

ذکر کرنے والے بڑے بڑے محدثین موجود ہیں، جن کے نام ہم نے اصل عربی متن میں تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیئے ہیں۔ مگر منکرین نے عمداً یا سہواً اس پر تنبیہ نہیں کی کہ حافظ ذہبی کی عبارت کی صحیح مراد کیا تھی کیا وہ اس صحت کا انکار کرتے ہیں جس کیلئے محدثین کے نزدیک خاص خاص شرائط ہیں یا اس کے معتبر ہونے سے ہی منکر ہیں یہ مغالطہ بہت قابل افسوس ہے اور مترجم کی

۱۱۔ هَدَاهُمْ بِهِ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ — فَأَرْشَدَهُمْ مَنْ يَتْبَعِ الْحَقَّ يَرْشُدِ

۱۲۔ وَهَلْ يَسْتَوِي ضُلَّالُ قَوْمٍ تَسَفَّهُوا — عَمًى وَهُدَاةٌ يَهْتَدُونَ بِمُهْتَدِ

۱۳۔ وَقَدْ نَزَلَتْ مِنْهُ عَلَى أَهْلِ يَثْرِبَ — رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيْهِمْ بِأَسْعَدِ

۱۴۔ نَبِيٌّ يَرَى مَا لَا يَرَى النَّاسُ حَوْلَهُ — وَيَتْلُو كِتَابَ اللّٰهِ فِي كُلِّ مَشْهَدِ

۱۵۔ وَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةَ غَائِبٍ — فَتَصْدِيقُهَا فِي الْيَوْمِ أَوْ فِي ضُحَى الْغَدِ

اخرجہ الحاکم فی المستدرک من عدة طرق۔ وقال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقصة ام معبد الشعر صحیح و نزول المصطفٰی بالخیمتین متواتر فی اخبار صحیحة ثم ذکر دلائل صحتہ ص۱۰ وذکره ابن القیم فی زاد المعاد واعتنی بقصتها وبحل الفاظها ابن قتیبة وابن الاثیر فی النهایة والحافظ السهیلی فی الروض الانف وعدها الشاه ولی اللّٰه من معجزاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی اخر حجة اللّٰه۔ وقال الذهبی لیس من هذه الطرق علی شرط الصحیح۔ واستشهد الحافظ بقصة ام معبد فی الفتح ص۱۶۵ وذکرها فی الاصابة مفصلة واخرجها ابن السکن من حدیث ام معبد نفسها بطریقین واخرجها ابن سعد من طرق کما اخرجها ابو عمر فی الاستیعاب و ذکرها عمر بن شبة فی کتاب مکة ایضا وفی مجمع الزوائد ان ام معبد اسمها عاتکة بنت خالد ای بنی کعب من خزاعة وهی اخت حبیش بن خالد وله صحبة۔ واخرج الهیثمی فی موضع اخر انها قالت بعثت الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بشاة داجن فردها وقال ابغنی شاة لا تحلب۔ قال رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر حزام بن هشام بن حبیش وابیه کلاهما ثقة مجمع الزوائد ص۳۱۳۔ وفی شرح المواهب وصححه البیهقی وصاحب الغیلانیات ومن طریقه الیعمری عن ابی سلیط الانصاری البدری وابن عبد البر وابن شاهین وابن السکن والطبرانی عن اخی ام معبد صاحب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ص۳۲۰ وراجع البدایة والنهایة ص۱۹۲

۱۱۔ گمراہی کے بعد ان کے پروردگار نے ان کو ہدایت نصیب فرمائی اور جو حق قبول کرلے وہی راہ یاب رہتا ہے۔

۱۲۔ کیا وہ گمراہ لوگ جو اپنے اندھے پن کی وجہ سے بیوقوفی کر بیٹھے ان کے برابر ہوسکتے ہیں جو ایک ہدایت یافتہ شخص سے ہدایت حاصل کرچکے۔

۱۳۔ اور یثرب والوں کے پاس ہدایت کا قافلہ ایک ایسے شخص کے ساتھ آکر اترا جو سب میں بڑھ کر سعید تھا۔

۱۴۔ وہ ایک نبی ہیں جو اپنی آنکھوں سے وہ باتیں دیکھتے ہیں جو عام لوگ نہیں دیکھتے اور ہر مجمع میں اللہ کی کتاب تلاوت فرماتے ہیں

۱۵۔ اور اگر آج وہ کوئی پیشگوئی فرماتے ہیں تو وہ فوراً ہی یا کل سچی ثابت ہوجاتی ہے۔

بڑی بلند فن پر شاہد ہے۔ اس حدیث میں آپ کے معجزہ کے سوا اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ کی شکل و شمائل عادات و خصائل کی شہرت اُس وقت شہری اور بدوی لوگوں میں کس درجہ پر تھی اور آپ کی صفات کا تذکرہ کتنا صاف صاف موجود تھا کہ لوگ صرف انہیں کو سُن کر آپ کی صداقت و نبوت پر ایمان لانے کے لئے مضطرب اور مجبور تھے کیا یہ شہرت اور لوگوں کی معرفت صرف "مجازات اور استعارات" سے حاصل ہوسکتی ہے۔

(نوٹ) حدیث ام معبد کے لغات لغت کے لحاظ سے بہت مشکل ہیں اور ان کا حل بڑے بڑے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور اس میں بڑا اختلاف بھی پایا جاتا ہے ہم نے ان میں سے جو اقرب اور احسن معلوم ہوا اس کے لحاظ سے ترجمہ کردیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الرسول الاعظم وظهور البركة فی اللبن والطعام صلوات الله وسلامه علیه

(۱۳۳۱) عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ اَقْبَلْتُ اَنَا وَصَاحِبَانِ لِیْ وَقَدْ ذَهَبَتْ اَسْمَاعُنَا وَاَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ اَنْفُسَنَا عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَیْسَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ یَقْبَلُنَا فَاَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِنَا اِلٰی اَهْلِهٖ فَاِذَا ثَلَاثَةُ اَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَلِبُوْا هٰذَا اللَّبَنَ بَیْنَنَا قَالَ فَکُنَّا نَحْتَلِبُ فَیَشْرَبُ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنَّا نَصِیْبَهٗ وَنَرْفَعُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَصِیْبَهٗ قَالَ فَیَجِیْءُ مِنَ اللَّیْلِ فَیُسَلِّمُ تَسْلِیْمًا لَا یُوْقِظُ نَائِمًا وَیُسْمِعُ الْیَقْظَانَ قَالَ ثُمَّ یَاْتِی الْمَسْجِدَ فَیُصَلِّیْ ثُمَّ یَاْتِیْ شَرَابَهٗ فَاَتَانِی الشَّیْطَانُ ذَاتَ لَیْلَةٍ وَقَدْ شَرِبْتُ نَصِیْبِیْ فَقَالَ مُحَمَّدٌ یَاْتِی الْاَنْصَارَ فَیُتْحِفُوْنَهٗ وَیُصِیْبُ عِنْدَهُمْ مَا بِهٖ حَاجَةٌ

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ معجزات جو دودھ اور کھانوں میں برتر از قیاس برکات کے ظاہر ہوئے

(۱۳۳۱) مقداد روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو رفیق ایسے فقر و فاقہ کی حالت میں آئے کہ ہماری شنوائی اور بینائی دونوں جا چکی تھیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا مگر کسی نے ہمارا بار اٹھانا منظور نہ کیا بالآخر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ہم کو لیکر اپنے گھر تشریف لائے دیکھا تو گھر میں تین بکریاں موجود تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان بکریوں کا دودھ نکال کر ہم سب کے درمیان تقسیم کر لیا کرو۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم ان بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ پی لیتا اور آپ کے حصہ کا دودھ آپ کے لئے رکھ چھوڑتا، شب میں جب کبھی آپ تشریف لاتے تو بس اتنی ہلکی آواز سے سلام کرتے کہ آدمی سوتا ہو تو بیدار نہ ہو اور بیدار ہو تو وہ سُن لے۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لیجاتے اور نماز پڑھتے اس کے بعد تشریف لا کر اپنا حصہ نوش فرماتے۔ ایک شب کا قصہ ہے کہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا شیطان نے مجھے بہکایا کہ آپ تو انصار کے ہاں تشریف لیجاتے ہیں وہ آپ کی

(۱۳۳۱) حدیث مذکور میں آپ کے دعائیہ کلمات میں ہم نے "مَنْ اَطْعَمَهٗ" کا ترجمہ مستقبل کا کیا ہے تاکہ اصل مطلب واضح ہو جائے۔ بعض علماء نے اس کا ترجمہ ماضی کا کر ڈالا ہے جس کی وجہ سے ازاول تا آخر مراد خبط ہو کر رہ گئی ہے چنانچہ نووی مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں" فیہ الدعاء للمحسن والخادم ولمن سیفعل خیرا" یعنی ان کلمات کا مقصد اپنے محسن اور خادم کو اور جو شخص آپ کے ساتھ آئندہ کوئی اچھا سلوک کرے ان سب کے لئے دعا کرنا تھا۔

إِلَى هٰذِهِ الْجُرْعَةِ فَأَتَيْتُهَا فَشَرِبْتُهَا فَلَمَّا أَنْ وَغَلَتْ فِي بَطْنِي وَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ إِلَيْهَا سَبِيلٌ قَالَ نَدَّمَنِي الشَّيْطَانُ فَقَالَ وَيْحَكَ مَا صَنَعْتَ أَشَرِبْتَ شَرَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَجِيءُ فَلَا يَجِدُهُ فَيَدْعُو عَلَيْكَ فَتَهْلِكُ فَتَذْهَبُ دُنْيَاكَ وَآخِرَتُكَ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ إِذَا وَضَعْتُهَا عَلَى قَدَمَيَّ خَرَجَ رَأْسِي وَإِذَا وَضَعْتُهَا عَلَى رَأْسِي خَرَجَ قَدَمَايَ وَجَعَلَ لَا يَجِيءُ النَّوْمُ وَأَمَّا صَاحِبَايَ فَنَامَا وَلَمْ يَصْنَعَا مَا صَنَعْتُ قَالَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى ثُمَّ أَتَى شَرَابَهُ فَكَشَفَ عَنْهُ فَلَمْ يَجِدْ فِيهِ شَيْئًا فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ الْآنَ يَدْعُو عَلَيَّ فَأَهْلِكُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ سَقَانِي قَالَ فَعَمَدْتُ إِلَى الشَّمْلَةِ فَشَدَدْتُهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ الشَّفْرَةَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى الْأَعْنُزِ أَيُّهَا أَسْمَنُ فَأَذْبَحُهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ حَافِلٌ وَإِذَا هُنَّ حُفَّلٌ كُلُّهُنَّ

خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہی ہیں اور آپ ان کے ہاں تناول بھی فرما لیتے ہیں بھلا اس گھونٹ بھر دودھ کی آپ کو کیا ضرورت ہے یہ سوچ کر میں گیا اور جا کر آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا۔ جب میں نے اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا اور اب گنجائش نہ رہی تو اب شیطان نے مجھے اُلٹا شرمندہ کیا اور کہا کمبخت تو نے یہ کیا ناشائستہ حرکت کی کہ آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا جب آپ تشریف لائیں گے اور اپنا حصہ نہ پائیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے حق میں بددعا فرمائیں اور تیرے دین و دنیا دونوں برباد ہو کر رہ جائیں۔ میں ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے تھا اگر پیر ڈھانکتا تو میرا سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکتا تھا تو پیر کھل جاتے اور اس فکر میں کسی طرح نیند نہ آتی تھی۔ میرے دو رفیق جنھوں نے یہ حرکت نہ کی تھی وہ آرام سے سو گئے اس کے بعد آپ تشریف لائے اور حسب عادت سلام کیا پھر مسجد میں تشریف لیگئے اور نماز پڑھی اس کے بعد اپنے حصہ کا دودھ پینے کیلئے آئے برتن کھولا تو وہاں کچھ نہ تھا آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا میں نے کہا اب آپ نے میرے اوپر بددعا فرمائی اور میں برباد ہوا، مگر آپ نے یہ دعا فرمائی "خدایا جو مجھ کو کھلائے تو اس کو کھلا اور جو مجھ کو پلائے تو اس کو پلا (آپ کی یہ دعا سن کر) میں نے اپنی چادر سنبھالی اور چھری ہاتھ میں لیکر بکریوں کی طرف بڑھا کہ ان میں جو فربہ ہو میں آپ کے لئے اس کو ذبح کر ڈالوں، کیا دیکھتا ہوں کہ سب کے

اسی لئے راوی حدیث ان کلمات کو سن کر بکریوں کی طرف لپکا تاکہ وہ بھی آپ کی دعا میں شریک ہو جائے اور اسی کے لئے آپ نے اس سے فرمایا کاش تو اپنے رفیقوں کو بھی بیدار کر لیتا تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی اس رحمت میں شریک ہو جاتے مگر ضعیف انسان ایسا ظرف کہاں سے لائے کہ جب اس کا مقصد حاصل ہو جائے تو وہ اس کامیابی میں دوسروں کی شرکت کی بھی تمنا رکھے یہ تو انبیا علیہم السلام ہی کا حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ ہر رحمت میں اپنی امتوں کو سب سے پہلے یاد رکھتے ہیں فصلوٰت اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔

فَعَمَدْتُ إِلَى إِنَاءٍ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانُوا يَطْمَعُونَ أَنْ يَحْتَلِبُوا فِيهِ قَالَ فَحَلَبْتُ فِيهِ حَتّٰى عَلَتْهُ رَغْوَةٌ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشَرِبْتُمْ شَرَابَكُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِي فَلَمَّا عَرَفْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَوِيَ وَأَصَبْتُ دَعْوَتَهُ ضَحِكْتُ حَتّٰى أُلْقِيتُ عَلَى الْأَرْضِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى سَوْآتِكَ يَا مِقْدَادُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَانَ مِنْ أَمْرِي كَذَا وَكَذَا وَفَعَلْتُ كَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ إِلَّا رَحْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَفَلَا كُنْتَ آذَنْتَنِي فَنُوقِظُ صَاحِبَيْكَ فَيُصِيبَانِ مِنْهَا قَالَ فَقُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُبَالِي إِذَا أَصَبْتَهَا وَأَصَبْتُهَا مَعَكَ مَنْ أَصَابَهَا مِنَ النَّاسِ (رواہ مسلم فی باب اکرام الضیف)

تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے، یہ دیکھ کر میں ایک برتن کی طرف بڑھا جس کے متعلق آپ کے گھر والوں کو یہ خیال بھی نہ گذرا تھا کہ کبھی دودھ اتنا ہوگا کہ اس برتن میں دوہا جائے گا، لیکن میں نے اس میں دودھ دوہا تو وہ بھر گیا یہانتک کہ اس کے اوپر جھاگ آگئے۔ میں اس کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے اپنا حصہ پی لیا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نوش فرما لیجئے آپؐ نے کچھ پی کر مجھ کو عنایت فرما دیا۔ میں نے عرض کی اور نوش فرمایئے آپ نے اور پی لیا اور پھر مجھ کو عنایت فرما دیا۔ جب میں سمجھ گیا کہ آپ خوب شکم سیر ہو چکے ہیں اور آپ کی دعا مجھ کو لگ چکی ہے تو میں ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا مقداد! یہ کیا ناشائستہ حرکت۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میرا پورا واقعہ یہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ برکت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کی ایک رحمت تھی تم نے پہلے اس کی مجھ کو خبر کیوں نہ کی کہ ہم تمہارے دونوں رفیقوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی اس برکتِ الٰہی میں شریک ہو جاتے میں نے کہا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے جب وہ برکت آپ کو پہنچ گئی اور آپ کے طفیل مجھ کو بھی نصیب ہو گئی تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں رہی کہ کسی اور کو بھی پہنچی یا نہیں (مسلم شریف)

احدی سوءاتک کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تیری ایک ناشائستہ حرکت (اس مبالغہ کے ساتھ ہنسنا بھی تھی اب یہ بات بھی رہتا کہ یہ ہنسی تجھ کو آئی کیوں یہ واقعہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ ام معبد کے قصے سے بہت ہی ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں دعا کے ساتھ آپ کے دستِ مبارک بھی پھیرنے کا ذکر تھا اور یہاں صرف دعا کا تذکرہ ہے۔ اب اگر آپ کو دعا کے ساتھ آپ کے دست مبارک کے پھیرنے کے معجزہ سے کوئی ضد ہو تو شوق سے اپنی ذمہ داری پر اس کا انکار کر ڈالیں یا سر اور آنکھوں سے اس کو قبول کر کے عشقِ نبوت کے دم بھرنے والوں کی صف میں آ شریک ہوں۔ یہ بھی ہم جگہ جگہ کر چکے ہیں کہ جو معجزات میانہ درجہ کی اسانید سے ثابت ہوئے ہیں ان کی پشت پر کوئی نہ کوئی قوی حدیث ضرور ہوئی ہے۔ اب اگر آپ تامل گوارا کرتے ہو تو آپ ان حدیثوں پر اوران کے مصنفین پر شوق سے جو چاہیں حکم لگائیں۔ واللہ المستعان۔ دیکھیے یہاں بھی ام معبد کی حدیث کی پشت پر اسی قسم کا دوسرا واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔

(۱۳۳۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ لَمَّا انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ مُسْتَخْفِيَيْنِ مَرَّا بِعَبْدٍ يَرْعَى غَنَمًا فَاسْتَسْقَيَاهُ مِنَ اللَّبَنِ فَقَالَ مَا عِنْدِيْ شَاةٌ تُحْلَبُ غَيْرَ أَنَّ هَاهُنَا عَنَاقًا حَمَلَتْ أَوَّلَ الشِّتَاءِ وَقَدْ أَخْدَجَتْ وَمَا بَقِيَ لَهَا لَبَنٌ فَقَالَ ادْعُ بِهَا فَدَعَا بِهَا فَاعْتَقَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ ضَرْعَهَا وَدَعَا حَتَّى أَنْزَلَتْ قَالَ وَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ بِمِجَنٍّ فَحَلَبَ فَسَقَى أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ حَلَبَ فَسَقَى الرَّاعِيَ ثُمَّ حَلَبَ فَشَرِبَ فَقَالَ الرَّاعِيْ بِاللّٰهِ مَنْ أَنْتَ فَوَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطُّ قَالَ أَوَ تُرَاكَ تَكْتُمُ عَلَيَّ حَتَّى أُخْبِرَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ أَنْتَ الَّذِيْ تَزْعُمُ قُرَيْشٌ أَنَّهُ صَابِئٌ قَالَ إِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ ذٰلِكَ قَالَ فَأَشْهَدُ أَنَّ مَا جِئْتَ بِهِ حَقٌّ وَأَنَّهُ لَا يَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ إِلَّا نَبِيٌّ وَأَنَا

(۱۳۳۲) قیس بن نعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق بہ خفیہ طور پر مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کے لئے چلے تو راستے میں ان کا گذر ایک غلام پر ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا انھوں نے اس سے دودھ طلب کیا۔ اس نے کہا میرے پاس دودھ والی بکری تو کوئی نہیں صرف ایک ایسی بکری ہے جو شروع جاڑوں میں گابھن ہوئی تھی اس کے بعد وہ تو گئی تھی یعنی قبل از وقت اس کا بچہ گر گیا تھا اس لئے دودھ اس کے بھی نہیں رہا۔ انھوں نے فرمایا اچھا جاوہی لے آ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نکالنے کے لئے اس کی ایک ٹانگ دبائی اور اس کے تھنوں پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی بس فوراً اس کے دودھ اتر آیا۔ صدیق اکبرؓ ایک ڈھال لیکر آئے آپ نے دودھ نکال کر پہلے ابوبکرؓ کو پلایا اس کے بعد پھر دودھ دوہا اور اس چرواہے کو پلایا پھر دودھ دوہا اور خود نوش فرمایا۔ چرواہے نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا بخدا بتلایئے آپ کون صاحب ہیں میں نے آپ جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا دیکھو جب تک میں نہ کہوں میری خبر پوشیدہ رکھنا اس نے کہا بہت اچھا۔ آپؐ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کا پیغمبر محمد ہوں (صلے اللہ علیہ وسلم)۔ اس نے عرض کی اچھا وہی تو نہیں جس کو قریش صابی کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ تو یہی کہتے ہیں۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں آپ کا دین حق ہے اور آپؐ نے جو

(۱۳۳۲) اس روایت کو حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے مگر بعض سیرت نگاروں نے اس کو تسلیم نہیں کیا اور اس میں بھی ایک شاخ یہ نکال دی ہے کہ ہجرت کا واقعہ صحیحین میں موجود ہے مگر اس معجزہ کا اس میں نام و نشان تک نہیں۔ یہ غالباً اسی اصول پر مبنی ہے کہ جب کوئی واقعہ صحیحین میں موجود ہو اور کسی دوسرے طریقے سے اس میں کوئی بات اعجاز کی ثابت ہو تو اس کو صحیحین کے خلاف اور غیر معتبر سمجھا جائے یا کم از کم اس کے ثبوت میں شک پیدا کر دیا جائے۔ حالانکہ جب ایک زیادتی صحت کے ساتھ ثابت ہے اور اس کے منافی کوئی چیز موجود نہیں تو اس کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ زیادتی ثقہ کا تسلیم کرنا ایک مسلم مسئلہ ہے ہاں اگر یہ زیادتی معارض ہو یا منافی ہو تو محل نظر ہو سکتا ہے اس کا انکار قطعی طور پر پھر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ واقعہ ام معبد والے واقعہ سے بہت ملتا جلتا ہے وہاں بھی دودھ بدکریمہ کی برکت سے پیدا ہوا اور یہاں بھی یہی

مُتَّبِعَلَكَ قَالَ إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ يَوْمَكَ فَإِذَا بَلَغَكَ أَنِّيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنَا ـ
اخرجه الحاكم وقال الذهبي انه صحيح ـ

(۱۳۳۳) عَنِ ابْنَةِ خَبَّابٍ قَالَتْ خَرَجَ خَبَّابٌ فِيْ سَرِيَّةٍ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاهَدُنَا حَتّٰى كَانَ يَحْلِبُ عَنْزًا لَنَا فَكَانَ يَحْلِبُهَا فِيْ جَفْنَةٍ فَكَانَتْ تَمْتَلِئُ حَتّٰى تَطْفَحَ قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمَ خَبَّابٌ حَلَبَهَا فَعَادَ حِلَابُهَا إِلٰى مَا كَانَ قَالَتْ فَقُلْنَا لِخَبَّابٍ

یہ کام کیا ہے یہ تو نبی کے سوا کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اور میں اب آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ابھی یہ تم کو مشکل ہوگا لیکن جب تم کو میرے ظہور کی خبر ملے اس وقت تم ہمارے پاس آجانا۔ (مستدرک)

(۱۳۳۳) خبابؓ کی دختر بیان کرتی ہیں کہ میرے والد خبابؓ ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ایک غزوہ میں چلے گئے۔ ان کے پیچھے ہماری ضروریات کا خیال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہماری ایک بکری تھی اس کا دودھ بھی ایک پیالہ میں نکال دیا کرتے تھے اور آپؐ کی برکت سے وہ اتنا بھر جاتا تھا کہ چھلکنے لگتا تھا وہ کہتی ہیں جب خبابؓ نے واپس آکر دودھ خود نکالا تو جتنا وہ پہلے نکلتا تھا پھر اتنا ہی رہ گیا

صورت ظہور پذیر ہوئی۔ فتبارك الذی بیدہ الملك وھو علی كل شئ قدیر۔ اس جگہ حیرت ہوتی ہے کہ انکار معجزات کے شغف نے اس حدیث صحیح کے انکار پر صرف اتنی سی بات سے آمادہ کر دیا کہ یہ واقعہ صحیحین کی حدیث میں مذکور نہیں اور جب اسی قسم کا دوسرا واقعہ ام معبدؓ کی حدیث میں نظر آیا تو اس کو جرح و تعدیل کے چکر میں ڈال دیا تاکہ بکری کی برکت سے دودھ پیدا ہونے کا تخم بھی احادیث سے مٹ جائے۔ اگر کاش اس صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ کو اس کی صحت سند کی بناء پر تسلیم کر لیا جاتا اور حدیث ام معبدؓ کے واقعہ کو اس کی تائید میں سمجھ لیا جاتا تو اتنا حرج تو نہ تھا کہ تبعین قواعد صرف ضوابط کی آڑ میں اس رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو اس طرح چھپاتے پھرتے گویا کہ وہ کوئی عیب تھا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

(تنبیہ) یہ واضح رہنا چاہئے کہ جملہ اہل علم کے نزدیک صحیحین میں جو خود ان کے مصنفین کے نزدیک بھی صحیح تھیں ان کے استیعاب کا ارادہ نہیں کیا گیا پھر اگر کسی صحیح طریقے سے ایک جدید واقعہ اور ثابت ہوتا ہے تو وہ زیادتی ثقہ کی تعریف میں داخل نہیں، کیونکہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ ایک ہی روایت میں کوئی راوی کسی نئی بات کا تذکرہ زیادہ کرے اور یہاں صحیحین کی روایت میں اس کا تذکرہ ہی نہیں آیا لہٰذا اس کو ایک مستقل حدیث کہا جائے گا نہ کہ زیادتی ثقہ کا مسئلہ ہجرت کے واقعہ میں نہ معلوم کتنے عجائبات کا ظہور اور بھی ہوا ہوگا جن کو صحیحین کے مصنفین نے کسی سبب سے نظر انداز کر دیا ہو۔ اگر ان بیچاروں کو خبر ہوتی کہ آئندہ علماء میں کس کس مزاج کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں تو شاید وہ اس قسم کے واقعات کے استیعاب کا ارادہ کرتے اس لئے ہو سکتا ہے کہ جس طرح جملہ ابواب میں بہت سی احادیث صحیحہ ان کی کتابوں میں درج نہ ہو سکیں اسی طرح ہجرت کے کچھ واقعات بھی درج ہونے سے رہ گئے ہوں۔ زیادتی ثقہ کا مسئلہ ہم نے صرف نظیر کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ وہ بالکل علیحدہ مسئلہ ہے۔

(۱۳۳۴) اس واقعہ کے ساتھ حافظ ہیثمیؒ نے اس قسم کے اور دو واقعے ذکر کئے ہیں جن کا حوالہ ہم نے متن کتاب میں لکھ دیا ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ اس برکت بینہ کے جتنے واقعات نکلتے رہیں آپ ان کے انکار کرنے میں کوئی نہ کوئی بہانہ نکالتے رہئے۔ مگر محدثین تو ان میں سے کسی کو صحیح کہتے ہیں اور کسی کے راویوں پر لفظ "ثقہ" کا اطلاق کر دیتے ہیں ؎

سَارَتْ مُشَرِّقَةً وَسِرْتُ مُغَرِّبًا ۔۔۔ شَتَّانَ بَيْنَ مُشَرِّقٍ وَمُغَرِّبِ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِبُهَا حَتّٰى تَمْتَلِئَ جَفْنَتُنَا فَلَمَّا حَلَبْتُهَا نَقَصَ حِلَابُهَا. رواه احمد والطبراني ورجالهما رجال الصحيح غير عبد الرحمن بن زيد القايش وهو ثقة. مجمع الزوائد ص۳۱۲ وذكر قصة اخرى عن قيس بن النعمان السكوني وقصة اخرى عن سعد عن الطبراني وقال رجال الاولى رجال الصحيح ورجال الثانيه ثقات

الرسول الاعظم ونسج العنكبوت على الغار صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۴) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤُسِنَا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا

وہ کہتی ہیں ہم نے خبابؓ سے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ نکالا کرتے تھے تو ہمارا برتن خوب بھر جایا کرتا تھا پھر جب سے کہ اس کا دودھ آپ نے نکالنا شروع کیا ہے تو وہ بہت گھٹ گیا ہے۔

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غارِ حراء کے منہ پر مکڑی کا جالا تن دینا۔

(۱۳۳۴) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا جب میں نے دیکھا کہ مشرکین کے قدم اب ہمارے سر پر آ چکے ہیں اور ہم غار میں موجود ہیں تو گھبرا کر عرض کی یا رسول اللہ اگر ان میں سے کسی کی ذرا بھی اپنے قدموں

(۱۳۳۴) صاحب مشکوٰۃ نے اس واقعہ کو معجزات کی فہرست میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ واقعہ کے صرف مذکورہ بالا الفاظ بھی اس کے معجزہ ہونے کے لئے کافی ہیں لیکن جب دوسری روایات سے اس واقعہ کی مزید تفصیلات بھی سامنے آتی ہیں تو پھر اس کا معجزہ ہونا اور زیادہ عیاں ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے واضح ہے ـــــ حافظ ابن قیمؒ جیسے شخص آپؐ کے واقعہ ہجرت کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب الفوائد میں لکھتے ہیں (یہ کتاب بدائع الفوائد کے علاوہ ہے)۔

فدخل الصديق قبله ليكون وقاية له ان كان ثم مؤذ وانبت الله شجرة لم تكن قبل فاظلت المطلوب واضلت الطالب وجاءت عنكبوت فحاكت ثوبها على وجه الغار فحاكت ثوب نسجها على منوال الستر فاحكمت الشقة حتى عمي على القائف مطلب وارسل حمامتين فاتخذ تا هناك عشا جعل على انظار الطالبين غشاوة. وهذا ابلغ في الاعجاز من مقاومة القوم بالجنود. (الفوائد ص۱۰)

غار میں آپ سے پہلے خود صدیق اکبرؓ اس لئے داخل ہوئے تھے کہ اگر اس میں کوئی موذی جانور ہو تو آپ کو ایذا نہ پہنچے ادھر اللہ تعالیٰ نے اسی وقت وہاں ایک درخت پیدا فرما دیا تھا جو پہلے سے نہ تھا تاکہ آپ کو چھپا لے اور جو آپ کا پیچھا کرنے والے تھے ان کو راستے کا پتہ نہ چلے ادھر ایک مکڑی آئی اور اس نے اپنے لعاب دہن سے غار کے منہ پر تانا بانا اور اس کا پردہ سا بنا کر غار کا منہ اس طرح مضبوط بند کر دیا کہ کھوج لگانے والوں کو اندر کا کچھ پتہ ہی نہ چل سکا اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دو کبوتر بھیج دیئے جنہوں نے آ کر اس میں ایک گھونسلہ رکھ دیا اور اس طرح پیچھا کرنے والوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا حفاظت کی یہ معجزانہ صورت اس سے کہیں بڑھ کر تھی کہ لشکر سے دشمنوں کا مقابلہ کیا جاتا۔

(معارف الحدیث مولانا محمد منظور نعمانی)

فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُهُمَا۔ متفق علیہ۔ اخرجہ صاحب المشکوٰۃ فی اول باب المعجزات۔

(۱۳۳۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَذَكَرَ قِصَّةَ الْهِجْرَةِ حَتّٰى قَالَ فَاقْتَصُّوْا اَثَرَهٗ فَلَمَّا بَلَغُوا الْجَبَلَ اخْتَلَطَ عَلَيْهِمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ فَمَرُّوْا بِالْغَارِ فَرَاَوْا عَلٰى بَابِهٖ نَسْجَ الْعَنْكَبُوْتِ فَقَالُوْا لَوْ دَخَلَ هٰهُنَا لَمْ يَكُنْ نَسْجُ

کی طرف نظر گئی تو وہ ہم کو فوراً دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا گمان کیا ہونا چاہئے جن کا نگہبان تیسرا "اللہ" ہو۔ (متفق علیہ)۔

(۱۳۳۵) حضرت ابن عباسؓ آیت واذ یمکر بك الذین کفروا کی تفسیر میں ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کفار آپ کے نشانات تلاش کرتے کرتے جب ٹھیک غار والے پہاڑ تک آپہنچے تو ان کو آگے آپ کے نشانات نہ ملے۔ وہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے اور اس غار پر سے گذرے جب اس کا منہ دیکھا تو اس پر مکڑی نے

(۱۳۳۵) کہنے والوں نے تو اس واقعہ کو بھی صرف ایک معمولی سا واقعہ کہہ کر ٹال دیا ہے لیکن کیا کیجئے کہ صورت حالات کا خود مشاہدہ کرنے والے آپ کے دشمن جو آپ کے تعاقب میں بڑی جد وجہد کے بعد یہاں تک پہنچے تھے وہ اس کو صرف اتفاق پر محمول نہ کر سکے بلکہ آپ کے غار میں داخل نہ ہونے کا یہی ثبوت سمجھے اور واپس ہو گئے۔ اتنی کھلی بات کے بعد یہ کہنا بیجا ہے کہ راوی کے الفاظ سے اس واقعہ کا غیر معمولی ہونا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے زیادہ اور راوی کہتا بھی تو کیا کہتا۔ نیز راوی کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ جب وہ کسی واقعہ کو نقل کرے تو اس کے ساتھ اس کا معجزہ ہونا بھی مدلل بیان کرے۔ یہ صورت واقعہ پر غور کرنے والے کی اپنی عقل کی بات ہے۔ جس سفر میں آپ کے تعاقب کرنے والے دشمن کے گھوڑے کے پیر دھنس جانے کا معجزہ ابھی ابھی پیش آچکا تھا وہاں اس ضعیف حیوان کی اس ماحضر جان نثاری پر اتنی بال کی کھال کون نکال سکتا ہے کہ یہ صرف ایک حسن اتفاق تھا یا اعجازی حفاظت کا ایک کرشمہ تھا۔ اس لئے محدثین نے اس کو بھی آپ کی معجزانہ حفاظت میں شمار کر لیا ہے اور طریقہ بھی یہی ہے کہ دنیا جب اس قسم کے حفاظتی واقعات اچانک اور بے وہم و گمان کسی کے لئے جمع دیکھتی ہے تو طبعاً اس کو قدرتی حفاظت کی فہرست میں شمار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے تعجب کرنے والے تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں لیکن حافظ زرقانی نے اسی قسم کا واقعہ آپ کے صحابی عبداللہ بن انیس کو بھی پیش آنا نقل کیا ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سفیان یا سفیان بن خالد نامی شخص کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ جب عبداللہ ابن انیس ایک غار میں داخل ہوئے تو اس کے منہ پر بھی مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ اسی طرح جب حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برہنہ سولی دی گئی تو مکڑی نے آپ کے مستور اعضاء پر بھی جالا تن دیا تھا (دیکھو شرح المواہب ص۳۳۸ ج۱) اب یہاں ایک مذاق تو یہ ہے کہ یہ سب معمولی روزمرہ کے واقعات تھے اور دوسرا مذاق یہ ہے کہ یہ قدرت کے غیر معمولی حفاظت کے عجائبات تھے اور اسی لئے تاریخوں میں اور کتب سیر میں ان کو معجزات اور کرامات کی فہرست میں داخل کیا جاتا رہا ہے۔ ورنہ معمولی واقعات کے تدوین کی ضرورت کس کو ہے۔

(نوٹ) یہاں حافظ ابن قیمؒ نے حفاظت کی اس صورت کا فوج کے ذریعے سے حفاظت پر فائق ہونا بہت خوب لکھا ہے۔ قابل غور ہے۔

الْعَنْكَبُوْتَ عَلٰى بَابِهٖ فَمَكَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ رواہ احمد باسناد حسن۔ قال الحافظ وذکر نحو ذلك موسى بن عقبة عن الزهرى وفى مسند ابى بكر الصديق لابى بكر بن على المروزى شيخ النسائى من مرسل الحسن فى قصة نسج العنكبوت نحوه وذكر الواقدى ان قريشا بعثوا فى اثرهما قائفين احدهما كرز بن علقمة فرأى كرز بن علقمة على الغار نسج العنكبوت فقال ههنا انقطع الاثر ولم يسم الآخر وسماه ابو نعيم فى الدلائل۔ كذا فى الفتح ص ۱۶۸

الرسول الاعظم وتوقير الوحوش له صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۳۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْشٌ إِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ وَلَعِبَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا أَحَسَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ

جالا تن رکھا تھا اس کو دیکھ کر باہم یہ گفتگو کرنے لگے کہ اگر اس میں آپ داخل ہوئے ہوتے تو مکڑی کا یہ جالا غار کے منہ پر نہ ہوتا (یہ کہہ کر وہ واپس ہو گئے) اور آپ اس غار میں تین دن تک پوشیدہ رہے۔ (مسند احمد)

بعض وحشی جانوروں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر کرنا

(۱۳۳۶) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا۔ جب آپ باہر چلے جاتے تو ادھر اُدھر دوڑتا اور کھلاڑیاں کرتا اور جہاں آپ کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس

(۱۳۳۶) جہاں تک الفاظِ روایات سے معلوم ہوتا ہے یہ وحشی جانور ہرن تھا جس میں تربیت کا اثر بہت کم ہوتا ہے ہاں بعض اور حیوانات ایسے ہیں جن میں تدریب و تربیت سے کچھ نہ کچھ تہذیب کی حرکات پیدا ہو جاتی ہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ اس وقت عرب میں بالعموم ہرن کی تربیت و تہذیب کرنے کی عادت نہ تھی بالخصوص بیتِ نبوت میں حیوانات کی تربیت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے۔ پھر جو جانور گھروں میں گھل مل جاتے ہیں وہ عام طور پر اپنے مالک کو دیکھ کر خوشی میں کودنے اچھلنے لگتے ہیں مگر یہاں صورت اس کے برعکس تھی یعنی جب آپ باہر تشریف لیجاتے تو وہ کودتا اچھلتا اور جب آپ کو دیکھ لیتا بس فوراً خاموش ہو کر ایک گوشہ میں جا بیٹھتا۔ چونکہ دوسری احادیث میں حیوانات میں آپ کے ادب و احترام کے واقعات ایک سے زیادہ موجود ہیں اس لئے اگر علماء نے اس ایک واقعہ کو بھی حیوانات کی عام عادت کی بجائے خاص آپ کے ادب و احترام کے واقعات میں شمار کر لیا ہے تو یہ کوئی بڑا جرم نہیں کیا بالخصوص جبکہ یہاں اس کا ایک واضح ثبوت بھی موجود ہے وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ جیسی صاحب فہم جو اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والی تھیں وہ اس واقعہ کو معمولی واقعہ کی طرح ادا نہیں فرماتیں بلکہ اس کو اس جانور کے ادب و احترام کا احساس ہی قرار دیتی ہیں یہاں ان کے آخری الفاظ پر غور فرمائیے "مبادا آپ کو تکلیف ہو"۔ اب اگر واقعہ کا مشاہدہ کرنے والی بی بی صاحبہ واقعہ کو ایک غیر معمولی بات کی فہرست میں شمار کر رہی ہیں تو مشاہدہ نہ کرنے والوں کو آخر حق کیا ہے کہ وہ اس کو ایک معمولی واقعہ کی فہرست میں داخل کرنے کی سعی کریں۔ تعجب ہے کہ انکار معجزات کی دھن میں یہاں "وحش" کا ترجمہ پالتو جانور

صلی اللہ علیہ وسلم قد دخل ربض فلم یترمرم کراہیۃ ان یؤذیہ۔ رواہ ابویعلی الموصلی و لفظہ للامام احمد قال ابن کثیر علی شرط الصحیح ثم کما فی البدایہ والنہایہ۔

معجزۃ حبس الشمس ظہرت فی زمن نبی من الانبیاء

(۱۳۳۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهٖ لَا یَتَّبِعُنِیْ رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّبْنِیَ بِهَا وَلَمَّا یَبْنِ بِهَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا وَلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَهَا وَرَجُلٌ اشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ یَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزَا فَدَنَا مِنَ الْقَرْیَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ

کرتا بس فوراً ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ جاتا اور ذرا آواز نہ نکالتا۔ اس خیال سے کہ مبادا آپ کو تکلیف ہو۔ (مسند احمد ابویعلی)

ایک نبی کے زمانے میں آفتاب ٹھہر جانے کا معجزہ

(۱۳۳۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر نے جہاد کا ارادہ کیا تو انھوں نے اپنی فوج سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا میرے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس نے نکاح کیا ہو اور ابھی اس نے اپنی بی بی سے صحبت نہ کی ہو اور نہ وہ شخص چلے جس نے مکان بنایا ہو اور ہنوز اسکی چھت نہ ڈالی ہو اور وہ شخص بھی نہ چلے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خرید کی ہوں اور وہ ان کے جننے کا منتظر ہو (اس لئے کہ ان لوگوں کا دل ان چیزوں میں پڑا رہے گا اور وہ اطمینان سے جہاد نہ کرسکیں گے) یہ کہہ کر وہ پیغمبر جہاد کے لئے چلے اور عصر کے وقت یا عصر کے قریب اس بستی کے پاس

کیا گیا ہے حالانکہ روایت میں صاف " وحش " کا لفظ موجود ہے پھر اس واقعہ کے متعلق یہ لکھ دینا کتنی بڑی جرأت ہے کہ " درحقیقت یہ کوئی معجزہ نہیں بلکہ عام لوگوں سے بھی جانور اسی طرح ہل مل جاتے ہیں "۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے:۔

وکان یحترمہ ویوقرہ ویبجلہ یعنی یہ جانور آپ کا احترام اور آپ کی تعظیم بجالاتا تھا۔

(۱۳۳۷) یہ پیغمبر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ شام کے ملک اریحا شہر میں جمعہ کے دن یہ لڑائی ہوئی تھی۔ سرسری نظر میں یہ معجزہ ایک ہی معجزہ نظر آتا ہے لیکن اگر اس حدیث پر آپ غور سے نظر ڈالیں تو یہ تین معجزات ہیں:۔

(۱) آفتاب ٹھہر جانا۔ یہ تو بہر حال معجزہ ہے خواہ زمین کو متحرک کہیں یا آسمان کو، اس الجھن میں پڑنا ہم نہیں چاہتے جو بطلیموس اور موجودہ فلسفے میں ابھی تک زیر نگاہ ہے جس کے دلائل درسی کتابوں میں پہلی کتاب " ہدیہ سعیدیہ " میں جانبین کی طرف سے جمع کر دیئے گئے ہیں۔

(۲) آگ کا آسمان سے آنا اور قبول شدہ مال کو نہ جلانا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عام عادت کے خلاف ہے اور

لِلشَّمْسِ اِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَاَنَا مَأْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارُ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ اِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ مِنْ كُلِّ قَبِيْلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيْكُمُ الْغُلُوْلُ فَجَاءُوْا بِرَاْسٍ مِّثْلِ رَاْسِ بَقَرَةٍ مِّنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَاَكَلَتْهَا۔ (متفق علیہ)

پہنچے (جہاں ان کو جہاد کرنا تھا) تو پیغمبر نے سورج سے کہا تجھ کو غروب ہونے کا حکم ہے اور مجھ کو جہاد کا حکم۔ اے اللہ تھوڑی دیر کے لئے تو اس کو غروب ہونے سے روک دے (تاکہ ہفتہ کی رات نہ آجائے کیونکہ ہفتہ کو جنگ کرنا ان کی شریعت میں درست نہ تھا اور یہ لڑائی جمعہ کے دن ہوئی تھی) چنانچہ سورج ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح نصیب فرمائی۔ پھر لوگوں نے مال غنیمت ایک جگہ لاکر جمع کردیا جب دستور اس کے جلانے کے لئے آسمان سے آگ آئی لیکن اس نے نہ جلایا۔ اس پر ان کے پیغمبر نے کہا تم میں سے کسی شخص نے اس مال میں ضرور خیانت کی ہے (جب ہی تو یہ مال قبول نہ ہوا) لہٰذا تم میں سے ہر ہر قبیلہ کا ایک آدمی مجھ سے آکر بیعت کرے۔ چنانچہ سب نے بیعت کی ایک شخص کا ہاتھ جب پیغمبر کے ہاتھ سے لگا تو ان کے ہاتھ سے چپک گیا۔ پیغمبر نے کہا بس یہ چوری تم ہی میں سے کسی نے کی ہے۔ اس پر انھوں نے بیل کے سر کے برابر سونا لاکر رکھدیا اس کے بعد آگ آئی اور اس کو جلاگئی۔ (بخاری ومسلم)۔

جب یہ غور کیا جاتا ہے کہ وہ آگ حلال اور حرام مال میں بھی فرق کرتی تھی تو تعجب اور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ بہرحال جیسا کچھ بھی ہو اس آگ کی آمد اور اس کا یہ فعل "احراق" قرآن پاک سے بھی ثابت ہے۔ اس کو عالم کی عام عادات میں سے ایک لمحہ کے لئے بھی شمار نہیں کیا جاسکتا۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ الخ	جن لوگوں نے یہ (غلط) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس وقت تک اس پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ (سابقہ دستور کے مطابق) ہمارے پاس وہ آگ نہ لائے جو ہماری صدقات کو کھایا کرے۔

(۳) جس قبیلہ میں چوری واقع ہوئی تھی اس میں سے چوری کرنے والے شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے آچپکنا اس میں کوئی ملوی سبب نظر آتا ہے اور نہ یہ آج تک اتنی تحقیقات کے بعد بھی عالم کی عادت قرار دیا جاسکتا ہے۔

یہ تینوں معجزات اپنی نوعیت میں بالکل الگ الگ ہیں اس لئے ان تین کو ایک اور ایک کو تین والی منطق نہ سمجھنی چاہئے اور ثالث ثلاثہ کہہ کر اس پر انکار کا حکم بھی نہ لگانا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ تو یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق القمر اس سے بڑھ کر معجزہ تھا کیونکہ کسی متحرک جسم کا ساکن ہوجانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ ایک مضبوط جسم کے دو ٹکڑے ہوجانا عجیب ہے۔ (تفصیل کے لئے قبلہ الاسلام ص۳ تا ص۳۵ ملاحظہ فرمائیے)۔

حقیر کے نزدیک حبس الشمس سے رد الشمس بڑھ کر ہے کیونکہ حبس الشمس ایک کو کالبے مدار پر توقف کا نام ہے اور رد الشمس میں حرکت معکوس ہے اور ظاہر ہے کہ توقف کی نسبت معکوس حرکت زیادہ مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، لیکن

۴ حضرت مولانا نے جو مثال پیش فرمائی ہے وہ رد الشمس سے بھی زیادہ بدیہی اور واضح ہے جیسا کہ ان کی تقریر سے ظاہر ہے۔

الرسول الاعظم و معجزة ردّ الشمس لصلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۳۸) عَنْ اَسْمَاءَ ابْنَتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالصَّهْبَاءِ ثُمَّ اَرْسَلَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ فِيْ حِجْرِ عَلِيٍّ فَلَمْ يُحَرِّكْهُ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ عَلِيًّا اِحْتَبَسَ بِنَفْسِهٖ عَلٰى نَبِيِّكَ فَرُدَّ عَلَيْهِ شَرْقَهَا. قَالَتْ اَسْمَاءُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى وَقَعَتْ عَلَى الْجِبَالِ وَ

آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج کا مشرق کی جانب لوٹ آنے کا معجزہ

(۱۳۳۸) اسماءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز پڑھی اور نمازِ عصر سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کو بلایا (حضرت علیؓ نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی) جب وہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا (اور آپ کی آنکھ لگ گئی) حضرت علیؓ نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا (اور تیسری جلد میں گذر چکا ہے کہ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو خواب سے بیدار نہ کرنے کا دستور تھا) یہاں تک کہ آفتاب قریب الغروب ہو گیا (اور عصر کی نماز کا وقت نکل گیا) جب آپ کی آنکھ کھلی تو (آپ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی نمازِ عصر کا وقت جا رہا تو آپؐ نے دعا فرمائی، خدایا تیرا بندہ علیؓ تیرے نبی کی خدمت میں تھا (اور اس کی نمازِ عصر جاتی رہی) تو تو آفتاب کو پھر مشرق کی جانب لوٹا دے۔ اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ آفتاب اتنا لوٹ آیا کہ اس کی دھوپ پہاڑوں پر اور زمین پر پھر پڑنے لگی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ اٹھے

(۱۳۳۸) اس حدیث میں حضرت یوشع علیہ السلام کے معجزہ حبسِ شمس سے بڑھ کر آپ کا ایک معجزہ ردِّ شمس کا منقول ہے۔ ترجمان السنہ جلد سوم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اگر قدرتی طور پر سو جاتے تھے تو ان کو بیدار نہ کرنا یا متوں کا ایک مستقل دستور تھا اور جب کسی شرعی عذر سے نماز جاتی رہے تو قدرت اس کی تلافی اور اپنے رسول کی اظہارِ عظمت کی خاطر اگر کوئی معجزہ دکھا دے تو یہ بالکل ممکن ہے۔ معجزات کا ظہور مشیتِ الٰہیہ اور اس کی حکمت پر موقوف ہے اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاں کہیں آپ کی نماز کے قضا ہونے کا ذکر آئے وہاں اس قسم کے کسی معجزہ کا ظہور بھی لازم ہو۔

واضح رہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے لئے حبسِ شمس کا معجزہ تو صحیح بخاری سے ثابت ہے۔ اس میں تو کسی کو کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں لہٰذا عقلی اور تاریخی اور علم ہیئت کے جتنے اعتراضات یہاں پیدا ہوں ان کا جواب پہلے وہاں سوچ لیجئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر کیا تعجب ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے معجزات میں سے ایک شق القمر بھی ہے ظاہر ہے کہ ردِّ شمس شق القمر سے زیادہ عجیب نہیں ہے جب وہ مسلّم ہو چکا تو اس میں بھی تردد کی کوئی وجہ نہیں۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بعض کج فہم جماعتوں نے جب اس کو حضرت علیؓ کے فضائل میں شمار کر کے اس کی صحیح نسبت ہی کو رخ کردیا تو جو محدثین ان کی تردید کے

عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَذٰلِكَ فِي الصَّهْبَاءِ۔
اخرجه الامام الطحاوی فی مشکل الآثار ص۱۲ وقال کل هذه الاحادیث من علامات النبوة
وقد حکی علی بن عبد الرحمن بن المغیرة عن احمد بن صالح انه کان یقول لا ینبغی لمن کان
سبیله العلم التخلف عن حفظ حدیث اسماء الذی روی لنا عنه لانه من اجل علامات النبوة
قال وهو حدیث متصل ورواته ثقات واعلال ابن الجوزی هذا الحدیث لا یلتفت الیه
وراجع فیض الباری شرحنا علی صحیح البخاری ص۱۲۳ من المجلد الثالث. قال الحافظ واخطأ

اور وضو فرما کر عصر کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد آفتاب غروب ہوا۔ یہ واقعہ مقام صہباء کا ہے۔ (مشکل الآثار)
امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس باب کی سب حدیثیں علامات نبوت میں داخل ہیں۔ احمد بن صالح
کہتے ہیں کہ جس شخص کا مشغلہ علم ہو اس کے لئے اس حدیث کے حفظ کرنے سے غفلت کرنی نہ چاہئے کیونکہ یہ
آپ کی نبوت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ ہیں اور ہر راوی اپنے
شیخ سے بلا واسطہ روایت کرتا چلا آیا ہے۔ یہاں ابن جوزی کا اس حدیث کو معلول کرنا کچھ قابل التفات

درپے ہوئے انھوں نے اس حدیث ہی کو پھیکا کرنے کی سعی کی پھر یہ اسی ایک حدیث پر موقوف نہیں بلکہ فضائل کی جتنی
حدیثیں اس سلسلہ میں آئی ہیں وہ سب اسی بحث وتمحیص کے چکر میں پڑ گئی ہیں لیکن جبکہ مستند محدثین اس کو صحیح شمار
کر رہے ہوں تو پھر آپ کے انصاف کا پلہ ان منکرین ہی کی طرف کیوں جھکتا ہے کیا یہ اسی اصول پر مبنی نہیں کہ جہاں کسی
معجزہ کے باب کی حدیث میں دو پہلو نظر آئیں وہاں اسی پہلو کو ترجیح دیدی جائے جس میں اس معجزہ کا انکار نکلتا ہو۔

مکن اے بتان خراب دلم آخر ایں خانہ را خدائے ہست

ہمارے نزدیک جن طبائع پر یہ غلط نقش قائم ہو گیا ہے کہ محدثین نے آپ کے معجزات میں انبیائے سابقین کے
معجزات کی مثالیں زبردستی نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ خدا ان کو معاف
کرے انھوں نے معجزات کی تفہیم کی خاطر خود اپنے عقائد ہی زخمی کر ڈالے ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(تنبیہ) حدیث مذکور میں ہم نے غابت کا ترجمہ قریب الغروب کر دیا ہے یہ کسی ڈر اور خوف کی وجہ سے
نہیں بلکہ ایک صریح اور صحیح حقیقت کی بناء پر ہے کیونکہ احادیث میں اصفرار شمس کو غیبوبت شمس سے متعدد
مقامات پر تعبیر کیا گیا ہے اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ اس وقت شرعی نظر میں عصر کا وقت گویا ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے
اصفرت الشمس کو غابت الشمس سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ جمع بین الصلوتین کی احادیث پر نظر رکھنے والوں کے لئے
یہ محاورہ مخفی نہ ہوگا اور اس کی وجہ عبد اللہ الصنابحی کی حدیث میں مرفوعاً مالک، احمد و نسائی کے یہاں اس طرح مذکور ہے۔
فاذا دنت للغروب قارنها فاذا غربت فارقها یعنی آفتاب کے ساتھ شیطان کی مقارنت اس وقت کی
شروع ہو جاتی ہے جب سے کہ وہ قریب الغروب ہوتا ہے پھر وہ اس کے غروب ہونے تک باقی رہتی ہے۔ اسی لئے طلوع و غروب
میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے اور اسی لئے قریب الغروب کو غروب سے ادا کیا گیا ہے اور یوں بھی قریب الوقوع کو واقع سے
تعبیر کرنا قرآن کریم کا عام محاورہ ہے اس سے زیادہ اس کو طول دینا اضاعت وقت ہے۔

ابن الجوزی بایرادہ لہ فی الموضوعات وکذا ابن تیمیۃؒ فی کتاب الرد علی الروافض فی زعم وضعہ لہ واللہ اعلم. فتح الباری ص۳۱۶ ج۔

الرسول الاعظم وتظلیل السحابۃ علیہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۳۹) عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا

نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ نے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگا دینے میں غلطی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کے سایہ فگن ہونے کا معجزہ

(۱۳۳۹) حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا غزوۂ احد سے بڑھ کر بھی کوئی اور سخت وقت آپ پر گذرا ہے۔ آپ نے جواب دیا تمہاری قوم کی طرف سے جو جو مصائب میں نے برداشت کئے وہ تو کئے ہی تھے لیکن ایک بڑا سخت وقت مجھ پر وہ گذرا ہے جبکہ میں نے ابن عبد یالیل کے سامنے اپنی نبوت کو پیش کیا تو اس نے میری مرضی کا جواب نہ دیا اور صاف انکار کر دیا۔ میں سر جھکائے مغموم چلا آرہا تھا مقام قرن الثعالب پر آکر ذرا میری طبیعت سنبھلی تو میں نے

(تنبیہ) حدیث کے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ جب روافض و دیگر اقوام نے حضرت علیؓ وغیرہ کے مناقب میں بے سروپا احادیث نقل کرنا شروع کیں تو ان کے مقابلے میں بعض تیز مزاج محدثین نے کچھ صحیح احادیث کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

(۱۳۳۹) جو لوگ مشرکین عرب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمناؤں کا اندازہ رکھتے ہیں وہ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ پیہم ناکامیوں کے بعد جب یہاں بھی آپ کو ناکامی کا سامنا ہوا ہو گا تو آپ کے قلب مبارک پر کیا کچھ گذرا ہو گا۔ نبوت عامہ کے بار عظیم کی ذمہ داری ادھر پہلے ہی مراحل پر ناکامیوں پر ناکامیاں بس آپ کے قلب مبارک پر غم کے پہاڑ توڑ رہی تھیں۔ مشکلات سہتے سہتے انسان کو کچھ برداشت کی عادت پڑ جاتی ہے لیکن ابتدائی قدم پر جو خلاف امید ناکامی پیش آتی ہے وہ بہت صبر آزما ہوتی ہے اس کا اندازہ اس سے کر لیجئے کہ جس طرح آپ کی تسلّی کے لئے یہاں قدرت نے اپنی طاقت کا مظاہرہ فرمایا تھا اس طرح کہیں کم ہی پیش آیا ہے۔ صحیح بخاری کی اس روایت میں صاف موجود ہے کہ میرے اوپر ایک بادل کا ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا۔ پھر اگر بحیرا کے ایک واقعہ میں آپ کے اوپر بادل کا سایہ کرنا مذکور ہے تو آپ اس سے اتنے سراسیمہ کیوں ہوتے ہیں۔ جس پر رحمت باری تعالیٰ سایہ فگن رہتی ہو اس پر اگر سو بار بادل سایہ کرے

فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فَمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أُطْبِقُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔ (رواه البخاري)۔

اپنا سر اٹھایا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس کی طرف نظر کی دیکھا تو اس میں جبرئیلؑ موجود ہیں اور فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سُن لیا اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں پر مؤکل فرشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ اُن کے متعلق جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اس کے بعد ملک الجبال (پہاڑوں پر مؤکل فرشتہ) نے مجھ کو سلام کیا اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ درست بات ہے اب فرمایئے کیا حکم فرماتے ہیں اگر حکم ہو تو میں ان دو پہاڑوں کے درمیان ان سب کو کچل ڈالوں۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھ کو یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں کوئی بندہ ایسا پیدا کرے گا جو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کرے۔ (بخاری شریف)

تو تعجب کیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس سب سے بڑھ کر صبر آزما موقعہ پر آپ کا جواب کتنی بڑی عالی حوصلگی کا ہے۔ زیادہ تفصیل کی اب وقت میں گنجائش نہیں۔

(تنبیہ) تعجب ہے کہ محدثین اور سیرت نگاروں نے بڑی مشکل سے بحیرا راہب کے قصہ میں آپ کے اوپر ایک بادل کے سایہ فگن رہنے کو تسلیم کیا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا واقعہ نقل نہیں کیا حالانکہ یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی صاف صاف الفاظ میں موجود ہے۔ اب اگر معجزات سے منحرف طبائع پر یہ گراں ہو تو ان کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بھی تاویل کر ڈالیں۔ بہر حال عربی میں اس کے لئے "تظلیل سحابہ" سے زیادہ اور کوئی صریح لفظ نہیں ہو سکتا، مگر تاویل کا قلم کہیں روکا نہیں جا سکتا فبای حدیث بعدہ یومنون۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب آپ نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا تو اس میں سے جبرائیلؑ کی وہ آواز سُنی جو اوپر منقول ہوئی اس لئے اس کو اتفاقیات پر محمول کرنا غیر معقول ہے، درحقیقت یہ بادل قصداً قدرت کی طرف سے آپ پر سایہ کرنے کے لئے مامور تھا تاکہ اگر ایک طرف لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا ہو تو دوسری طرف رحمت الٰہی کا آپ کے ساتھ ہونا آپ کے سامنے ہو۔

الرسول الاعظم وكلام السباع في زمانه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۴۰) عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ فَاَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَاَقْعَى الذِّئْبُ عَلٰى ذَنَبِهٖ فَقَالَ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ تَنْزِعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيَّ؟ فَقَالَ يَا عَجَبًا ذِئْبٌ مُقْعٍ عَلٰى ذَنَبِهٖ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْاِنْسِ. فَقَالَ الذِّئْبُ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَعْجَبَ مِنْ ذٰلِكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَثْرِبَ يُخْبِرُ النَّاسَ بِاَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ قَالَ فَاَقْبَلَ الرَّاعِي يَسُوْقُ غَنَمَهُ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَزَوَاهَا اِلٰى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا ثُمَّ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُوْدِيَ الصَّلَاةُ جَامِعَةً ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت میں بعض اوقات درندوں کا آدمیوں کی طرح کلام کرنا

(۱۳۴۰) ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بھیڑیے نے کسی بکری پر حملہ کیا اور اس کو جا دبایا چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا دم دبا کر بیٹھ گیا اور یوں بولا: او چرواہے! تجھ کو خدا کا خوف نہیں آتا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق عطا فرمایا تھا اور تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ یہ سن کر چرواہا کہنے لگا، کیسے تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا دم دبا کر بیٹھا ہوا کس طرح انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے جواب دیا میں تجھ کو اس سے بڑھ کر ایک اور عجیب بات سناتا ہوں اور وہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں لوگوں کو وہ خبریں بتا رہے ہیں جو گذر چکی ہیں۔ چرواہا اپنی بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ میں پہنچا اور ان کو ایک کنارہ میں کر کے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سارا ماجرا عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے حکم دیا چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ نماز تیار ہے۔ اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس

(۱۳۴۰) گذشتہ جلدوں میں آپ بہائم کے کلام کی چند حدیثیں پڑھ چکے ہیں ہمارے نزدیک جس دور میں حیوانات کا ارتقائی حرکت سے انسان بن جانا قابل تسلیم حقیقت ہو وہاں حیوانات کی صرف زبان کا ارتقاء کوئی تعجب کی بات نہ رہنی چاہئے بالخصوص جبکہ حیوانات میں سے طوطا اور مینا جیسے جانوروں میں اب بھی اس صلاحیت کا ثبوت ملتا ہے مگر عجب ہے کہ یہاں جو انسان حیوانات کی ذات میں ارتقاء پر ایمان لا سکتا ہے وہی ان کی آوازوں کی ارتقاء پر مذاق اڑاتا نظر آتا ہے۔ قتل الانسان ما اکفرہ۔

حدیث مذکور میں اس قسم کے خوارق عادات پر تعجب کرنے والوں کے لئے اس بھیڑیے کی تقریر قابل یادداشت ہے

لِلْاَعْرَابِیِّ اَخْبِرْهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَیُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ وَشِرَاكُ نَعْلِهٖ وَیُخْبِرَهٗ فَخِذُهٗ مَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ

رواه الامام احمد۔ وفی روایۃ عن ابی هریرۃ قال وکان الراعی یهودیا فاسلم وقال فیه اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضی وبما هو کائن بعدکم۔ وکذالك رواه الترمذی۔ وقال بیهقی اسناده صحیح وراجع الترجمان السنۃ ۱۱۴ج۲ وقد رواه ابن کثیر عن الامام احمد بطریقین وحکم علی واحد منهما انه اسناد علی شرط السنن ص۹۵ وعلی اخر انه اسناد علی شرط الصحیح ص۱۴۳ج۶ البدایہ والنہایہ۔

گنوار سے فرمایا ان لوگوں کو بھی وہ بات سنا دو۔ اس نے جو واقعہ دیکھا تھا من وعن سب بیان کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا "یہ سچ کہتا ہے" اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آئے گی جب تک کہ درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور جان دار تو درکنار آدمی کے چابک کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ بھی اس سے باتیں کرے گا بلکہ خود انسان کی ران یہ بتائے گی کہ اس کے جانے کے بعد اس کی بی بی نے کیا کیا ہے (مسند احمد)۔

بیہقی اور ترمذی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ چرواہا یہودی تھا یہ ماجرا دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ بھیڑیے نے کہا کہ ایک بات اس سے بھی عجیب تر ہے کہ ایک شخص جو کھجوروں کے باغ میں دو سنگستانوں کے درمیان واقع ہے (یعنی مدینہ طیبہ) وہ تم کو گذشتہ اور آئندہ کی خبریں دے رہا ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ یہاں ترجمان السنہ ص۱۱۴ کا بھی معہ نوٹ کے ملاحظہ فرمالیجئے۔

کہ جب ایک انسان رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے اثبات میں گذشتہ و مستقبل واقعات کے دفاتر کھول کھول کر بیان کرتا ہے تو پھر اس عجیب حقیقت کی تصدیق کر لینے کے بعد دوسرا واقعہ کونسا ہے جس کی تصدیق کرنا اس سے بھی عجیب تر ہو۔

بیشک الوہیت اور رسالت کا تسلیم کرنا سب سے عجیب بات کی تصدیق کرنا ہے اور اگر یہ عجیب بات کچھ وجوہات کی بنا پر قابل تسلیم ہے تو پھر ایک یہی معجزہ نہیں جتنے اور بعید سے بعید معجزات ہیں ان کی تصدیق کرنے میں بھی کوئی تردد نہ ہونا چاہئے جیسا کہ شب معراج کے سفر پر جب مشرکین مکہ نے مذاق اڑایا تو صدیق اکبرؓ نے ان کو یہی مسکت جواب دیا تھا کہ جب ہم آسمان کی خبروں پر آپ کی تصدیق کر چکے تو بیت مقدس کا سفر تو ایک زمین ہی کی خبر ہے اس کی تصدیق کرنے میں ہم کو کیا تامل ہو سکتا ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو بات اس وقت خوارق عادت میں شامل تھی وہ قرب قیامت میں عادات میں داخل ہو جائے گی۔ یہاں ترجمان السنہ ص۱۱۴ج۲ کا نوٹ ضرور ملاحظہ کریں۔

الرسول الاعظم وشق صدره ليلة المعراج صلوات الله وسلامه عليه

(١٣٤١) عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءٍ اِيْمَانًا فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ وفی رواية ثم غسل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شبِ معراج کا سفر کرنے سے قبل آپ کے شقِ صدر کا واقعہ

(١٣٤١) مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ کو بیت مقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور کبھی حجر کا لفظ کہا (مراد دونوں کی ایک ہے) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہاں سے لیکر یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا یعنی کوڑی کے پاس سے لیکر زیرِ ناف تک پھر اس نے میرے قلب کو نکالا اور

(١٣٤١) شق صدر کا ایک واقعہ جو آپ کی عہدِ طفولیت کا تھا اس کا مفصل تذکرہ ترجمان السنہ جلد سوم میں گذر چکا اب یہ دوسرا واقعہ ہے جو ایسے شرف کی تمہید کے لئے مقدر ہوا جس کے سامنے ملکوتی طاقتیں بھی ہیچ نکلیں ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ۔۔۔ فروغِ تجلی بسوزد پرم

اس لئے اس واقعہ کے تعدد میں شبہ اسی کو ہو سکتا ہے جس کے ذہن میں واقعۂ معراج کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو ایک ارضی مخلوق کو سماویات اور فوق السمٰوات کی سیر معمولی بات نہیں۔ یہ شرف دنیا میں صرف ایک ہی رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور وہ بھی تمام عمر میں بحالت بیداری صرف ایک بار، پھر عہدِ طفولیت کا واقعہ دوسروں کا چشم دید تھا اور یہ واقعہ خود آپ کی زبان فیض ترجمان کا بیان کردہ ہے۔ ایک برق رفتار سواری پر سوار ہونا اور سمٰوات کو طے کرکے فوق السمٰوات جا پہنچنا اس کے لئے قلب میں کتنی کہربائیتِ الٰہیہ کی طاقت درکار ہوگی۔ ایک مادی طبیعت بھلا اس کا کیا اندازہ کرسکتی ہے اگر اس کو بھی شرحِ صدر بنا ڈالا جائے تو شق صدر سرے سے احادیث میں معدوم ہو جائے گا اور پھر کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ جب شرح صدر آپ کے زمانۂ طفولیت میں ہو چکا تھا تو پھر قبل از معراج دوبارہ اس کے ہونے کی ضرورت کیا تھی مگر جو شخص حدیث سے بے خبر ہو اس کی نظر عقلی دائرہ میں اتنی محدود ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا ہے کہ جو شق کی تفاصیل احادیث میں موجود ہیں کیا ان کو شرح صدر پر محمول کرنا معقول ہے۔ یہاں صرف ایک شق کے لفظ پر بحث نہیں بلکہ غور کرنا یہ ہے کہ شق کی جو تفصیلی کیفیات آئی ہیں کیا وہ بھی اس تاویل کی متحمل ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ مثلاً ایک فرشتہ کی آمد اور شکم مبارک کا اس کا چاک کرنا اور حدودِ شق کی تحدید کرنا اور پھر قلب مبارک کو باہر نکالنا پھر ایک طشت میں اس کو دھونا اور طشت کا سونے کا ہونا پھر اس پانی کا نام لے کر یا زمزم بتانا اسی طرح سے پھر اس کی درستگی کی تفصیلی کیفیت بیان کرنا اگر ان سب چیزوں کا نام شرح صدر ہو تو کیا یہ تاویل ہوگی یا الفاظ کا مسخ کرنا ہوگا اور اس طرح کی تاویلات جن کے لئے الفاظ میں گنجائش نہ ہو کیا شریعت سے امان اٹھا دینا نہیں ہے۔ اگر یہ شق صدر بمعنی شرح صدر ہوا ہے جو

البطن بماء زمزم ثم ملئ ایمانا وحکمۃ ثم ذکر قصۃ المعراج بتمامها (مشکوٰۃ ص ٥٢٦)

(١٣٤٢) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ اَبُوْ ذَرٍّ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ سَقْفِيْ وَاَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِيْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَاَفْرَغَهَا فِيْ صَدْرِيْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَعَرَجَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ (رواہ البخاری ص ٢٢١)

اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا اور اس فرشتے نے میرے قلب کو زمزم سے دھویا اور پھر واپس اس کو اپنی جگہ رکھ دیا۔

بقول منکرین ہر نبی کو حاصل ہوتا ہے تو کیا ان تفصیلات کا ثبوت کسی نبی کی زندگی میں پیش کیا جا سکتا ہے، یہ شرح صدر بھی عجیب تھا جس کو ہر نبی کے لئے ثابت کیا جائے مگر شق کی ان تفصیلات کا ثبوت گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے جم غفیر میں سے کسی ایک کے اندر بھی پیش نہ کیا جا سکے یا للعجب ولضیعۃ الادب۔

پھر اب اس پر بھی غور کر لینا چاہئے کہ ابتداء نزول وحی میں جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو اپنی طرف تین بار کھینچنا اور ہر بار (اقرأ) کہنا اور آپ کا ہر بار (ما انا بقارئ) کا جواب دینا یہ کس لئے ہوگا کیا پہلی ہی بار آپ پڑھنا شروع نہیں کر سکتے تھے اس سے آپ کو کچھ اندازہ لگ سکتا ہے کہ ارضی مقدس رسول کو سماوی قدسیوں سے خلا وملا پیدا کرنے میں کچھ صعوبتیں ضرور ہوں گی پھر جب نزول وحی کی ابتداء ہی میں ہم کو تکرار ملتا ہے تو شق صدر کے تکرار میں ہم سے یہ تکرار کیوں ہے بالخصوص جبکہ سیر معراج کا انتہائی مقصد اس کا دیدار ہو۔ جس کی شان یہ ہو کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ یہاں ہم کو دیدار الٰہی کی کیفیات پر بحث کرنی نہیں ہے، کیونکہ یہ ہماری عقول سے بالاتر بات ہے ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی   کہ با آسماں نیز پرداختی

یہاں پہنچ کر یہ کہہ کر قلم رکھ دینا پڑتا ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

واللہ تعالیٰ اعلم باسرارہ۔

(١٣٤٢) ابوذرؓ کی یہ روایت صرف پہلی روایت کی تائید میں پیش کی گئی ہے اس میں بھی شق صدر کی وہی تمام تفصیلات ذکر کی گئی ہیں جو پہلی روایت میں مذکور ہیں۔ وہ کسی طرح شرح صدر اور علم لدنی پر منطبق نہیں ہو سکتیں۔ شب معراج کا واقعہ جن جن صحابہ سے مروی ہے ان کے ناموں کی تفصیلات اور مع ان کتابوں کے حوالجات کے ترجمان السنہ جلد سوم میں مذکور ہیں۔ اس حدیث کا اردو ترجمہ تقریباً وہی ہے جو ابھی پہلی حدیث کا ترجمہ گذرا اس حدیث کو صرف دوسرے گواہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ معلوم منحرف اور مسخ طبائع ان احادیث کی بھی کیا تاویل کر ڈالیں۔

الرسول الاعظم و رفع الحجابات بينه وبين بيت المقدس عند سوال قريش بعد القفول من سفره صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۴۳) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ مَا يَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ ثُمَّ ذَكَرَ لِقَاءَهٗ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَنُعُوْتَهُمْ (رواه مسلم مشكوٰة ص۵۲۹)

(۱۳۴۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا كَذَّبَنِيْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج سے واپسی کے بعد بیت مقدس کے نقشے کے متعلق قریش کا سوالات کرنا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس کے اور آپؐ کے درمیان پردے اٹھا دینا اور آپؐ کا ان کو جوابات دیتے جانا

(۱۳۴۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حطیم میں کھڑا ہوا تھا اور قریش مجھ سے میرے شب میں سفر معراج کے متعلق (متحانًا) طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے چنانچہ انھوں نے بیت مقدس کی بہت سی چیزوں کے متعلق بھی مجھ سے کھود کرید کرنی شروع کی جو مجھ کو ٹھیک یاد نہ رہی تھیں تو اب مجھے (ان کے تکذیب کے اندیشے سے) ایسی بے چینی پیش آئی کہ اس سے پہلے ایسی کبھی نہ پیش آئی تھی (قدرت کا کرشمہ دیکھو) کہ حق تعالیٰ نے بیت مقدس کو میرے سامنے اس طرح کر دیا کہ میں اس کو دیکھ دیکھ کر ان کے ہر ہر سوال کا جواب دیتا رہا۔ اس کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام سے اپنی ملاقات اور ان کی صورتوں کا بیان کیا۔

(۱۳۴۴) جابرؓ سے روایت ہے کہتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ جب

(۱۳۴۳) معراج کا عظیم الشان واقعہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کا تذکرہ صحف سماویہ میں بھی موجود ہے، جیسا کہ ترجمان السنہ جلد سوم میں مع حوالہ کے لکھ چکا ہے۔ جب یہ واقعہ دنیا میں ظاہر ہوا تو اس نے دنیا میں ایک ہلچل مچا دی ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کی بدولت صدیق اکبر بنے ہے۔ کفار نے لایعنی سوالات کا ایک ڈھیر لگا دیا اور اس واقعہ کے اپنے عقول خام کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایک سوال یہ بھی کھڑا کر دیا کہ ایک ہی رات میں بیت مقدس جا کر واپس آنا یہ (ان کے نزدیک) کیسے ممکن ہے اور آپ سے بیت مقدس کے متعلق بے معنی سوالات شروع کر دیئے۔ سوچنے کی بات یہ ہے

قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِی بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُہُمْ عَنْ آیَاتِہٖ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَیْہِ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۵۳۰)

قریش نے میری تکذیب کرنی شروع کی، اس وقت میں حطیم میں کھڑا تھا کہ حق تعالیٰ نے میرے اور بیت مقدس کے درمیان سب پردے اٹھا کر اس کو اس طرح سامنے کر دیا کہ میں اس کے ایک ایک نشان کی خبر دیکھ دیکھ کر ان کو دیتا رہا۔

کہ اگر کوئی شخص کسی مقام پر مدعو ہو کر جاتا ہے تو کیا وہ نظریں اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتا بھی ہے یا اس کو خفیف حرکت شمار کرتا ہے۔ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو سیر آیاتِ کبریٰ کے نظارہ کے لئے گیا ہو اس کو چھتوں کی کڑیاں اور ستون گننے سے کیا غرض۔ مگر جہل و عناد کا علاج کیا، مقصد اصل آپ کی تکذیب تھی خواہ معقول طریقے سے ہو یا نامعقول طریقے سے۔ بصورت حال دیکھ کر آپ پر پریشانی کا جو عالم ہوگا اس کا اندازہ ایک صادق القول نبی کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ ادھر خدائے قدوس کی یہ غیرت و نصرت کہ اس نے اپنے رسول کی انتہا بصداقت کے لئے آن کی آن میں بیت مقدس سے حجابات اٹھا دیئے ادھر کفار سوالات کرتے رہے ادھر آپ بیت مقدس کا مشاہدہ کرتے رہے اور ہر ہر بات کا جواب عنایت فرماتے رہے۔ آخر کفار لاجواب ہو کر رہ گئے اور ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ یہ واقعہ ایک بیداری ہی کا واقعہ تھا بلکہ ربِّ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی تشریف کا ایک عدیم النظیر نظارہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر اس واقعہ کو خواب کا واقعہ قرار دیا جائے تو صحف سابقہ میں ایک خواب کا تذکرہ کیوں ہوتا اور مخالفین میں ہل چل کیوں مچتی اور بیت مقدس کے متعلق آپ سے وہ سوالات کیوں کئے جاتے جو ایک چشم دید واقعہ کے متعلق کئے جاتے ہیں۔ آخر آپ خواب میں ایک بار خود حق جل و علیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے اس وقت کسی کے کان پر جوں بھی نہ رینگی اور کسی میں کوئی کھلبلی نہ پڑی کیونکہ یہ ایک خواب کی بات تھی جو بارہا ذکر میں بھی آئی پھر مخالفین نے اس کو سنا بھی اور ان کو اڑا دیا اور ایک سوال تک بھی آپ سے کرنا حدیث میں میری نظر سے کہیں نہ گذرا پھر سیر معراج کا واقعہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں کیا نئی بات تھی کہ آسمان سے لیکر زمین تک ایک شور برپا ہو جاتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جیسا کہ اکثر احادیث میں موجود ہے صرف بیداری کا واقعہ تھا۔ اس عظیم واقعہ کو جو آپ کے لئے طغرہ امتیاز تھا اہل حقائق کا عالم مثال اور برزخ کی اصطلاحات کو دہ سمجھ کر صرف خیالی قرار دے ڈالنا ہمارے نزدیک تو خام خیالی ہے اور بس واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(تنبیہ) خالق کون و مکان نے دنیا کی عمر میں یہ محفل ایک ہی بار اور ایک ہی شخصیت کے لئے سجائی اور کیا خوب سجائی جسکو سن کر بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے مگر اس نے اس سیر کی ابتدا کا تذکرہ سبحان الذی اسری بعبدہٖ کہہ کر اس کی شان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا اور اللہ اکبر کہ اس سیر عظیم کی غایت خود ہی بیان فرما دی یعنی لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا الْکُبْرٰی تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ یہ صرف آپ کو اپنے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرانے کیلئے تھی۔ کاش کہ کوئی اہل علم ہوتا جو یہاں گن گن کر ان آیات شمار کراتا تاکہ دیکھنے والے دیکھ لیتے کہ تنہا سیر معراج ایک معجزہ نہیں بلکہ معلوم قرآنی زبان میں اپنے دامن میں آیات کبریٰ کے کتنے لعل و جواہر لئے ہوئے ہے۔ ان میں سے کچھ احادیث متفرقہ میں مل سکے اور بہت کچھ علم پروردگار میں باقی رہ گئے فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ اب وہ کیا تھے اس کی خبر کس کو لگ سکتی ہے اگر کوئی باہمت ان کام کو انجام دیتا تو یہ اس کا نصیب۔ میں تو بستر علالت پر پڑا ہوا حسرت کے ساتھ حقیقت کی طرف متوجہ کر رہا ہوں تاکہ عشق نبوی میں ڈوبے ہوئے قلوب کا شکوہ کرنے والے نہ ہوں تو کچھ شرمندہ ہوں اور سمجھ لیں کہ جب اس واقعہ کا حال یہ ہے تو پھر قیاس کن زگلستان من بہار مرا سب آخر میں عاجز آ کر بصد حسرت ارمان یہ شعر کہتا ہوں ؎

ہر لحظہ ہے نرالی تو ہر شان ہے نئی ۔ لکھ لکھ کے تھک رہا ہوں یہ شان حضور ہے

اللّٰہم صلّ وسلم وبارک علی سیدنا محمد الذی هو صاحب البراق والمعراج والآیات الکبری بعدد کل معلوم لک۔

الرسول الاعظم ومعجزته الباهرة فی السموات یعنی شق القمر لہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۴۵) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ وَفِىْ رِوَايَةٍ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا. رواه البخاری فی باب علامات النبوة وباب انشقاق القمر. وعند الترمذی فنزلت اقتربت الساعة وانشق القمر الی قولہ سحر مستمر۔

(۱۳۴۶) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشْهَدُوْا. رواہ البخاری فی باب علامات النبوة۔

(۱۳۴۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر ایک عظیم الشان معجزہ یعنی شق قمر

(۱۳۴۵) انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ اہلِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی فرمائش کی کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا، یہاں تک کہ انھوں نے کوہِ حرا کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھ لیا۔ (متفق علیہ) ترمذی میں یہ اضافہ اور ہے کہ اس کے بعد ہی سورۂ قمر نازل ہوگئی (گویا یہی معجزہ اس کا مصداق ہے)۔

(۱۳۴۶) ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ کے عہدِ مبارک میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا آپ نے فرمایا دیکھو گواہ رہنا۔ (بخاری)

(۱۳۴۷) ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام منیٰ میں تھے کہ چاند

(۱۳۴۵) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اہلِ مکہ کی فرمائش پر دکھایا گیا ہے۔ درمنثور میں ان کفار کے نام بھی مذکور ہیں مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ بعض روایات میں جن دو پہاڑوں پر چاند کے یہ دو ٹکڑے الگ الگ نظر آئے ان کے نام ابوقبیس اور سویدا، مذکور ہیں۔

(۱۳۴۷) محدثین نے تصریح کی ہے کہ شق القمر کا معجزہ تواتر سے ثابت ہے۔ روایت بالا میں اس معجزہ کا محل وقوع بھی مذکور ہے یعنی یہ معجزہ منیٰ میں ظاہر ہوا تھا۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ اس روایت میں اور مشاہدہ کرنے والوں کے ساتھ حضرت ابن مسعودؓ اپنا خود مشاہدہ کرنا بھی نقل کرتے ہیں گویا اب اس روایت کی حیثیت صرف ایک روایت کی نہیں رہی بلکہ چشم دید شہادت کی ہوگئی ہے۔ تیسری بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ معجزہ ہجرت سے پہلے ظاہر ہوا تھا کیونکہ ہجرت کے بعد پہلی بار مکہ مکرمہ کا سفر آپ نے عمرہ حدیبیہ کے سال ہی کیا ہے لیکن اس سال آپ کو حدیبیہ سے ہی واپس ہونا پڑا تھا، اس کے بعد آپ کا دوسرا سفر فتح مکہ کے لئے ہوا ہے جبکہ کفار کی شوکت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ مشرکین کے سرغنہ جنگ بدر میں

فَقَالَ اِشْهَدُوْا وَذَهَبَتْ فِرْقَةٌ نَحْوَ الْجَبَلِ. رواہ البخاری فی باب انشقاق القمر قال الطحاوی فی مشکلہ وروی عن علی وابن عمر وحذیفہ وابن مسعود وابن عباس وانس وجبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم (المعتصر ۲۳) واخرج الحاکم احادیثہ وقال الذہبی کلہا صحاح۔

(۱۳۴۸) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ فی قولہ وانشق القمر قَالَ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ بِمَكَّةَ عَلٰى

پھٹ گیا اور اس کا ایک ٹکڑا پھٹ کر اس پہاڑ کی طرف چلا گیا (اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر چلا گیا) آپ نے فرمایا "گواہ رہو" (بخاری شریف)

(۱۳۴۸) جبیر بن مطعمؓ آیت "وانشق القمر" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک

پہلے ہی ختم ہو چکے تھے اور فتح مکہ کے بعد تو کسی میں لب کشائی کا حوصلہ بھی باقی نہ رہا تھا اس سفر میں آپ کا منیٰ میں جانا کہیں ثابت نہیں ہوتا اور اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو اب کس کی مجال تھی کہ اس طرح آپ سے آکر معجزہ کی فرمائش کر سکتا۔ نویں سال آپ تشریف ہی نہیں لائے۔ دسویں سال حجۃ الوداع تھا اس سال آپ منیٰ میں ضرور تشریف لائے مگر اب ماحول صرف مسلمانوں کا ہی تھا مشرکین کی حج میں آمد کی ممانعت کا اعلان پہلے سال کیا جا چکا تھا اس لئے اس معجزہ کا منیٰ میں ہونا اس کا واضح ثبوت ہے کہ یہ واقعہ قبل الہجرت ہی کا ہے چنانچہ جب اس کے متعلق ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا،

قد مضی ذلک قبل الھجرۃ — یعنی یہ معجزہ ہجرت سے پہلے ہو چکا ہے۔

(۱۳۴۸) مسند ابوداؤد طیالسی اور بیہقی میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ مشرکوں نے کہا کہ باہر سے آنے والے قافلوں سے بھی اس کی تحقیق کی جائے اگر انھوں نے بھی ہماری طرح چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا ہے تو پھر یقیناً آپ سچے ہیں اور اگر انھوں نے نہیں دیکھا تو پھر یہ جادو ہے جو ہمارے اوپر چلایا گیا ہے چنانچہ باہر سے آنے والے قافلے والوں سے یہ تحقیق کی گئی تو ہر سمت کے قافلے والوں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کر کے بیان کیا۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ القمر)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے بعض معجزات کا اثر عالم علوی میں ظاہر ہوا ہے جیسا چاند کا پھٹنا اور آسمانوں کی شیاطین سے محافظت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے معجزہ شق القمر کا خود ذکر فرمایا ہے اور اس میں دو بڑی حکمتیں مضمر تھیں ایک یہ کہ مشرک درخواست کرتے تھے کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں آپ نے یہ معجزہ دکھا کر ان کی فرمائش پوری کر دی اور ایمان لانے میں اب ان کے اس عذر لنگ کو بھی ختم کر دیا۔ دوسری حکمت یہ تھی کہ آپ کے اس معجزہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب چاند پھٹ سکتا ہے تو حواس کا محل یعنی آسمان وہ بھی پھٹ سکتا ہے اس لئے آپ کا یہ معجزہ ایک طرف آپ کی رسالت کی دلیل تھا اور دوسری طرف قیامت کی دلیل بھی تھا اسی لئے قرآن کریم نے اس معجزہ کو قرب قیامت کے لئے ایک دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ — یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

پھر آفتاب اور دیگر ستاروں کی بجائے خاص طور پر چاند کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ یہ کرہ ان سب میں زمین سے زیادہ قریب تھا یہ بھی ممکن تھا کہ خود آسمان ہی میں شگاف ڈال دیا جاتا اور شاید قیامت کے لئے یہ اور واضح ثبوت ہوتا مگر ظاہر ہے کہ یہ شگاف اتنا نمایاں نظر نہیں آسکتا تھا جتنا کہ ایک روشن جسم کا شگاف نظر آسکتا تھا۔ صحیح مسلم میں ابو واقد لیثی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ ق اور سورۂ قمر کو عام مجمعوں میں خاص طور پر پڑھا کرتے تھے جیسے جمعہ اور عیدین

عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی صَارَ فِرْقَتَیْنِ فِرْقَۃٌ عَلٰی ھٰذَا الْجَبَلِ وَفِرْقَۃٌ

میں ہم لوگ مکہ مکرمہ میں تھے کہ چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا یہاں تک کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا

کی نماز ہی تاکہ جو لوگ اس معجزہ کے ظہور کے وقت موجود نہ تھے وہ بھی اس کو سن لیں اور اس سے یہ عبرت حاصل کریں کہ جب چاند پھٹ گیا تو یقیناً قیامت کا آنا حق ہے۔ سب لوگ بڑی سے بڑی جماعتوں میں اس معجزہ کا تذکرہ سنتے تھے اور کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی کسی نے اس کے انکار کا ایک حرف بھی زبان سے نکالا تھا۔ اگر یہ واقعہ پیش نہ آیا ہوتا تو کم از کم مسلمان ہی آپ سے عرض کرتے کہ یا رسول اللہ شق قمر کا واقعہ ہوا ہی کب ہے لیکن کسی سے یہ سوال کرنا ثابت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشاہدہ کرنے والوں کے علاوہ جو لوگ اس وقت موجود نہ تھے وہ بھی عام طور پر اس کو تسلیم کر چکے تھے (آج بھی دنیا کے واقعات کی تصدیق کی یہی صورت ہوتی ہے کہ مشاہدہ کرنے والوں کے اعتماد پر دوسرے لوگ اس کی تصدیق کر لیتے ہیں۔ آج بڑے بڑے شہروں اور دنیا کے عجائبات کو اسی طرح تسلیم کیا گیا ہے) الجواب الصحیح ص۱۵ حافظ موصوف کی اس تنبیہ سے ایک عظیم فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص نمازوں میں خاص خاص سورتوں کا پڑھنا بھی کچھ اتفاقیہ نہ تھا بلکہ وہ بھی معین حکمتوں پر مبنی ہوتا تھا۔

یہاں ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ معجزہ جتنا عظیم الشان تھا اس کا ثبوت بھی قدرۃً اتنا ہی مضبوط جمع ہو گیا ہے اور وہ بھی ایسے زمانہ اور ماحول میں جہاں ان امور کی طرف کوئی توجہ نہ کی جاتی تھی یعنی اس کی شہادت موافق و مخالف حاضر و غائب سب کی زبانوں سے ثابت ہو چکی ہے آپ کی جماعت میں جن صحابہ نے اس معجزہ کی روایت کی ان میں سے بعض خود وہ ہیں جو اس کے مشاہدہ کرنے والوں میں شریک تھے اور مخالفین کا اس معجزہ کو دیکھ کر اس کو سحر کہنا یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا یہ معجزہ انہوں نے بھی دیکھا تھا اور در حقیقت آپ کا بار بار اشہدوا اشہدوا فرمانا ان ہی منکرین پر خدا کی حجت تمام کرنے کیلئے تھا۔ یہ تو منکرین تھے مگر یہاں قدرۃً مخالفین کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر سحر ہوگا تو اس کا اثر غائبین پر نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے باہر کے آنے والے قافلوں سے بھی اس کی تحقیق شروع کر دی اور جب ان کو ثابت ہو گیا کہ انہوں نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اب اس معجزہ کی شہادت میں حاضر و غائب سب گواہ کی حیثیت میں آ گئے۔ سبحان اللہ اگر یہ سوال ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ بیرونی قافلوں کے اس شہادت کے دستیاب ہونے میں ہمارے لئے کچھ مشکلات بڑھ جاتیں اسی طرح اگر وہ اس کو جادو کہتے تو صرف ان کے سکوت سے ان کے مشاہدہ کرنے کا ثبوت بھی نہ ملتا مگر یہ بھی ایک حکمت باری تھی کہ اس نے اس معجزہ کے ثبوت کے لئے ممکن سے ممکن ہر ثبوت کو جمع کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے جتنے مضبوط ثبوت جمع ہوتے رہے اس کی تاویل کرنے میں مختلف طبائع کی سرگرمیاں اتنی ہی اور تیز ہوتی رہیں۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اگر ایسے وقائع کا ذکر تاریخوں میں لکھا جانا ضرور ہے تو اس اندھیری کا کونسی تاریخ میں ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دینے کے دن واقع ہوئی تھی اور اس ستارہ کا کونسی کتاب میں درج ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے دنوں میں نمایاں ہوا تھا اور آفتاب کے ساکن رہنے کا کہاں کہاں چرچا ہے اور کون کون سی کتاب میں ذکر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور وقائع کو خیال فرما لیجئے۔ علاوہ بریں دن کے واقعات اور رات کے حوادث میں عام اطلاع کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ خاصکر اندھیری رات ہو جانا (یعنی دن میں) کہ اس کی اطلاع تو ہر کس و ناکس کو ضرور ہونی چاہئے۔ انشقاقِ قمر کی اطلاع تو

عَلٰی هٰذَا الْجَبَلِ فَقَالَ النَّاسُ سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ فَقَالَ رَجُلٌ اِنْ كَانَ سَحَرَكُمْ فَاِنَّهٗ
اُس پہاڑ پر نظر آنے لگا اس پر مشرکوں نے یہ بات بنائی کہ محمدؐ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے پھر کسی نے

سب ملکوں کے صاحبوں کے ضروری نہیں جو اس وقت بیدار ہوں اور پھر نگاہ بھی ان کی چاند ہی کی طرف لگی ہو
ظاہر ہے کہ یہ بات شب کے وقت بہت کم اتفاق میں آتی ہے کہ انسان بیدار بھی ہو اور اس کی نگاہ بھی
چاند کی طرف ہو اور اگر فرض کیجئے کہ ہجوم سا ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں طلوع قمر
کے تھوڑی دیر بعد یہ قصہ واقعہ ہوا تھا اس لئے جبل حرا کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں حائل ہو جانے کا
ذکر آتا ہے اس صورت میں ممالک مغرب میں تو اس وقت تک عجب نہیں کہ طلوع بھی نہ ہوا ہو اور بعض بعض
مواقع میں عجب نہیں کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ میں آگیا ہو اور اس لئے انشقاق قمر اس جگہ محسوس
نہ ہوا ہو۔ ہاں ہندوستان میں اس وقت ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہوگا اور اس لئے وہاں اور جگہ کی نسبت
اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے مگر جیسے اس وقت ہندوستان میں ارتفاع قمر زیادہ ہوگا ویسے ہی
اس وقت رات بھی آدھی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس وقت کون جاگتا ہوتا ہے۔ سوا اس کے ہندوستانیوں
کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہیں کہ تاریخ لکھا کریں باایں ہمہ تاریخوں میں موجود ہے کہ یہاں کے ایک راجہ
نے ایک رات یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے (حجۃ الاسلام ص۳۸ و ص۳۹ بتغییر یسیر)

حضرت مولانا نانوتویؒ کے مذکورہ بالا بیان کو اور زیادہ روشنی میں دیکھنے کے لئے ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے جس کو قاضی سلیمان صاحب
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سیرت میں درج فرمایا ہے۔ اس کے بعد ہم کو عقلی لحاظ سے اس پر گفتگو کی ضرورت باقی نہیں رہتی فلاسفہ قدیم
بیچارے تو سماویات میں ٹوٹ پھوٹ کو محال سمجھتے تھے مگر کیا کیجئے کہ آج اس کے خلاف مشاہدہ ہو چکا ہے پھر وہ مساکین عقل و
انصاف سے مفلس قیامت ہی کے کب قائل ہیں۔ موجودہ زمانے کے لحاظ سے یہ سب تغیرات نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہیں اس لئے
اب کلام صرف ثبوت میں ہے جس کے لئے مذکورہ بالا بیان کافی ہے۔ یہاں حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اچھا کلام کیا ہے
دیکھئے ص۱۳۸ و ص۱۳۹ جلد ہفتم۔

نام ملک	گھنٹے	منٹ	نام ملک	گھنٹے	منٹ
ہندوستان	۱۲	۵۰۔ شب	جزائر سنڈوک	۷	۵۰۔ دن
ماریشس	۱۱	۲۰۔ "	انگلستان، آئرلینڈ، فرانس، بلجیم، سپین، پرتگال، جبل الطارق، الجیریا	۶	۲۰۔ "
رومانیا، بلگیریا، ٹرکی، یونان، جرمن لکسمبرگ، ڈنمارک، سویڈن۔	۸	۲۰ دن	پیرو، پانامہ، جمیکا، بہامن، امریکہ۔	۱	۲۰ بعد نیم شب
آئس لینڈ، مڈیریا	۵	۲۰ "	سمرآ	۶	۲۰ دن
مشرقی برازیل	۳	۲۰ بعد نیم شب	نیوزی لینڈ	۶	۵۰ صبح
متوسط برازیل و چلی	۲	۲۰ "	تسمانیہ، وکٹوریہ، نیو ساؤتھ ویلز	۵	۲۲ "
برٹش کولمبیا	۱۰	۲۰ قبل دوپہر	جنوبی آسٹریلیا	۴	۵۰ "
ٹونکن	۹	۲۴ "	جاپان، کوریا	۴	۲۰ بعد دوپہر
برما	۱	۵۰ بعد نیم شب	مغربی آسٹریلیا۔ شمالی بورنیو، جزائر فلپائن۔ ہانگ کانگ، چین	۳	۲۰
شمالی لینڈ مڈغاسکر	۱۰	۲۰ شب			
ریاستہائے ملایا	۲	۲۰ بعد نیم شب			

(نوٹ) یہ تمام اوقات سٹینڈرڈ ٹائم کے حساب سے ہے۔ (رحمۃ للعالمین۔ جلد سوم ص۱۹۰)

لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَّسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ۔ (رواہ احمد والبیهقی)۔

الرسول الاعظم وفتح اسماع الصحابة وهم في منازلهم صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۴۹) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ وَهُوَ فِي بَنِي غَنْمٍ فَجَلَسَ فِي مَكَانِهِ اخرجه البیهقی وابونعیم (کذا فی الخصائص ص۹۶) وفی الباب عن البراء وبریدة وابی برزة و ام هانئ وعائشة رضی الله عنهما وعنهم اجمعین۔

(۱۳۵۰) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ التَّيْمِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ کہا اگر جادو کیا ہوگا تو صرف ہمارے اوپر ہی کیا ہوگا ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ (احمد و بیہقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا گوشِ صحابہؓ کو کھول دینا حتیٰ کہ صحابہؓ کا آپؐ کی آوازِ مبارک دور سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے سُن لینا۔

(۱۳۴۹) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے اور لوگوں سے فرمایا تم سب بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن رواحہؓ جو محلہ بنی غنم میں تھے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو وہیں اپنی جگہ چپکے بیٹھ گئے۔ (بیہقی)۔

(۱۳۵۰) عبدالرحمن بن معاذ تیمیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام منیٰ میں ہم کو خطبہ دیا تو

(تنبیہ) بعض مستند علماء نے یہاں یہ لکھ دیا ہے کہ حدیثوں میں صرف یہ ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ان کو نظر آیا تھا، اب خواہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں ہی ایسا تصرف کر دیا ہو کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا۔

ہمارے نزدیک یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ معجزہ اور سحر میں فرق ہی یہ ہے کہ سحر میں صرف نظر بندی ہوتی ہے اور معجزہ میں انقلاب حقیقت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں انشق القمر کا لفظ (چاند پھٹ گیا) اس کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں جو تصرف کیا گیا تھا وہ چاند میں تھا اسی لئے اس کو قیامت کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ تفصیل پہلے گذر چکی ہے

(۱۳۵۰) جمعہ کے دن آپ کا اپنے منبر پر جلوہ افروز ہونا اور عبداللہ بن رواحہؓ کا لاؤڈ اسپیکر کے بغیر اس آواز کا سننا اور بیٹھ جانا بھی ایک معجزہ ہے جس کی تشریح آئندہ حدیث سے خوب ہو جاتی ہے بالخصوص جس لفظ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز سننے کے لئے ہمارے کان شنوا کر دیئے کہ ہم اتنی دور سے اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے آپ کے ارشادات سُن لئے یہاں لفظ "فتح الله" سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے گھر آپ کی آواز پہنچنے سے زیادہ فاصلہ پر تھے اور اس کا سن لینا غیبی طریقے پر تھا اس کے باوجود چونکہ وہ ہمہ وقت معجزات کا مشاہدہ کیا کرتے تھے اس لئے انھوں نے اس بات کو معمولی طریقے پر ادا فرما دیا ہے آخر وہ اہمیت دیتے تو پھر ہی کیا ایک بات تھی اور کن کن باتوں کو اہمیت دیتے۔

يعني ففتحت أسماعنا وفي لفظ ففتح الله أسماعنا حتى ان كنا لنسمع ما يقول ونحن في منازلنا۔ اخرجه ابن سعد وابو نعيم (كما في الخصائص ج۲)

الرسول الاعظم واخباره بموت اصحمة النجاشي بالغيب صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۵۱) عن جابر بن عبد الله أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى على أصحمة النجاشي فكبر أربعا. (رواه البخاري ۵۴۶) وعند ابي داود في الجهاد عن عائشة كنا نتحدث أنه لا يزال يرى على قبره نور۔

ہمارے کان کھل گئے۔ دوسری روایت ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیئے یہانتک کہ ہم اپنے اپنے گھروں میں رہتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سن لیا کرتے تھے (ابن سعد)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصحمہ نجاشی کی وفات کی غائبانہ اطلاع دیدینا

(۱۳۵۱) جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی پر جس کا نام اصحمہ تھا اس کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی اور چار مرتبہ تکبیریں پڑھیں. (بخاری شریف ۵۴۶)۔ ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ہم سے لوگوں نے بیان کیاہے کہ اس کی قبر پر ہمیشہ ایک چمکتی ہوئی روشنی نظر آیا کرتی تھی۔ (کتاب الجہاد)۔

(۱۳۵۱) یہاں آپ کا اس کی غائبانہ موت کی خبر دینا تو معجزات میں شامل ہی ہے لیکن اتفاق سے صحیح بخاری میں اس کا نام بھی مذکور ہے۔ عام روایات میں صرف نجاشی کا لفظ آتاہے جو ہر شاہ حبشہ کا لقب ہے مگر اس کا نام مذکور نہیں۔

اس کے علاوہ یہاں اس کی قبر پر ایک روشنی دیکھے جانے کا ذکر بھی ہے جو اس کی مقبولیت اور اسلام لانے کی فضیلت کی دلیل ہے۔ آج لوگ ان واقعات کے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس قسم کے واقعات کا ظہور بھی مخفی ہو گیا ہے۔ جب غیبی واقعات سے عوام و خواص میں انکار کی بری خصلت پیدا ہو جاتی ہے تو قدرت بھی ان کے سامنے مادیات کی قوتوں ہی کو دکھلاتی ہے اور غائبات کے مشاہدہ سے ان کو بعید رکھتی ہے بصری و با ولیلی دیکھئے اسلام سے دوری کے یہ جدید خصائل آئندہ ہم کو کیا کیا رنگ دکھلاتے ہیں ؎

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن　　مفت کی پیتے تھے مے اور یہ سمجھتے تھے کہ ہاں

اس جگہ عالم مادیات اور عالم روحانیات کے متقابل ہونے کے دوسرے نتائج و عواقب ذکر نہیں کئے جاسکتے کیونکہ وقت کی تنگی اس کی اجازت نہیں دیتی صرف اتنا اشارہ کیا جاتاہے کہ یہ دونوں عالم موجود ہیں مگر اتنے متضاد ہیں کہ ایک عالم کا آشنا دوسرے عالم سے بالکل ناآشنا ہو کر اس کا منکر نظر آتاہے۔ کم وہ لوگ ہیں جو ان دونوں کی حقیقت کے اقرار کے باوجود جادۂ مستقیم پر قائم رہ سکیں۔

ليلة الجن وما فيها من العجائب والغرائب

(۱۳۵۲) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى خَرَجَ بِهٖ اِلٰى بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَاَجْلَسَهٗ ثُمَّ خَطَّ عَلَيْهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَاِنَّهٗ سَيَنْتَهِيْ اِلَيْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَنْ يُكَلِّمُوْكَ ثُمَّ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَرَادَ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ فِيْ خَطِّيْ اِذْ اَتَانِيْ رِجَالٌ كَاَنَّهُمُ الزُّطُّ اَشْعَارُهُمْ وَاَجْسَامُهُمْ لَا اَرٰى عَوْرَةً وَّلَا اَرٰى قِشْرًا وَيَنْتَهُوْنَ اِلَيَّ وَلَا يُجَاوِزُوْنَ الْخَطَّ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِيْ وَاَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَدْ اَرَانِيْ مُنْذُ اللَّيْلَةِ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ فِيْ خَطِّيْ فَتَوَسَّدَ فَخِذِيْ فَرَقَدَ وَ

اس رات کا تذکرہ جس میں جنات سے آپ کی ملاقات ہوئی اور دوسرے عجائبات کا دیکھنا

(۱۳۵۲) ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو بطحاء مکہ کی طرف لے چلے اور پھر مجھ کو بٹھا کر ایک دائرہ میرے چاروں طرف کھینچا پھر فرمایا دیکھنا اسی دائرے کے اندر اندر ہی رہنا کچھ لوگ تمہارے پاس تک آئیں گے ان سے گفتگو نہ کرنا وہ بھی تم سے کوئی بات نہ کریں گے۔ یہ کہہ کر پھر جہاں آپ کو جانا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ ابھی میں اپنے دائرہ کے اندر ہی تھا کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو جٹوں کے مشابہ دراز قامت اور ان کے جسموں پر اتنے لمبے لمبے بال تھے کہ ان کے اعضاء مستورہ اور ان کے جسم کا رنگ تک نظر نہ آتا تھا وہ میرے دائرہ کے پاس تو آجاتے مگر اس کے اندر نہ آسکتے تھے۔ اس کے بعد وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹ گئے۔ پھر جب آخری شب ہوگئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ میرے پاس آرہے ہیں اور میں اس وقت بیٹھا ہوا ہی تھا۔ فرمایا، تم کو پتہ ہے کہ آج کی شب میں میں نے ذرا بھی آنکھ نہیں لگائی یہ کہہ کر آپ اس دائرہ کے اندر تشریف لے آئے اور میری ران سے تکیہ لگا کر سو رہے۔ آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ

(۱۳۵۲) لیلۃ الجن کا یہ واقعہ بسند صحیح ثابت ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو ابواب الامثال میں ذکر کیا ہے اس میں آپ کا جنات کی تبلیغ دین کے لئے تشریف لے جانا اور تمام شب اس میں مصروف رہنا ثابت ہوتا ہے موجودہ زمانے میں تو لوگ جنات کے وجود ہی کے قائل نہیں ان کی تبلیغ کے لئے صرف آپ کا جانا ہی معجزہ شمار ہوسکتا ہے لیکن یہاں ابن مسعودؓ کا فرشتوں کی زیارت کرنا اور ان کے کلمات طیبہ سے مستفیض ہونا بھی ثابت ہوتا ہے بیداری کے بعد آپ کا ان کی تشریح فرمانا

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَيْنَا أَنَا قَاعِدٌ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِيْ إِذَا أَنَا بِرِجَالٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ بِيْضٌ اَللهُ أَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا إِلَى مَجْلِسٍ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رَأْسِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالُوْا بَيْنَهُمْ مَا رَأَيْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوْتِيَ مِثْلَ مَا أُوْتِيَ هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهُ يَقْظَانُ اِضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا مَثَلُ سَيِّدٍ بَنٰى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَائِدَةً فَدَعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ فَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ قَالَ عَذَّبَهُ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنْ هُمْ قُلْتُ اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِيْ مَا الْمَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ قُلْتُ اَللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ الرَّحْمٰنُ بَنَى الْجَنَّةَ

جب آپ سو جاتے تو آپ کے خراٹوں کی آواز آنے لگتی۔ میں اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ میری ران سے تکیہ لگائے ہوئے تھے دفعۃً کچھ لوگ نظر پڑے جن کے اوپر سفید پوشاک تھی اور ان کے جمال کا حال خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان کا عجب حسن تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے سرہانے بیٹھ گئے اور کچھ پیروں کی طرف آبیٹھے پھر بولے ہم نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کو وہ کمالات نصیب ہوئے ہوں جو اس نبی کو مرحمت ہوئے۔ عجیب بات ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی نظر آتی ہیں مگر ان کا دل بیدار رہتا ہے۔ اچھا ان کی مثال بیان کرو وہ یہ ہے کہ کسی سردار نے ایک محل تیار کر کے اس میں کھانے کا خوان لگایا پھر لوگوں کو اس پر کھانے اور پینے کی دعوت دی اب جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا اس نے کھانا بھی کھایا اور پانی بھی پیا اور جس نے اس کی دعوت رد کر دی اس سے اس کا انتقام لیا۔ یہ کہہ کر چلے گئے۔ ادھر آپ خواب سے بیدار ہو گئے اور فرمایا تم نے سنا انھوں نے کیا کہا تھا اور جانتے ہو یہ کون لوگ تھے میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے اچھا ان کی بیان کردہ مثال کو بھی سمجھے۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے پھر آپ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ سید تو "الرحمٰن" ہے جس نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس میں دعوت دی

اور آپ کی صفات میں سے یہ ذکر کرنا کہ آپ کی آنکھیں تو سوتی ہوئی نظر آتی ہیں مگر آپ کا قلب مبارک بیدار ہی بیدار رہتا ہے آپ کی اس عجیب صفت کا تذکرہ تو الگ رہا یہاں اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہوتا ہے ابھی ابھی آپ خراٹوں کے ساتھ سوتے ہوئے یہ باتیں بھی سن رہے تھے مگر آپ کے قلب مبارک کی بیداری کا یہ عالم تھا کہ بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے جو بات آپ کی

وَدَعَا اِلَيْهَا عِبَادَہٗ فَمَنْ اَجَابَہٗ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْہُ عَاقَبَہٗ اَوْعَذَّبَہٗ هٰذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه (رواه الترمذی ص۱۱۱)

الآیات فی المعجزات مهما کانت بعیدة وعزیزة عن القیاس عند المادیین فهی علی الله تعالیٰ یسیر غیر عسیر

(۱۳۵۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ قُرَیْشٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ یَجْعَلْ لَنَا الصَّفَا ذَهَبًا وَنُؤْمِنُ لَكَ قَالَ وَتَفْعَلُوْنَ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَدَعَا فَاَتَاهُ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ یُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ اَصْبَحَ الصَّفَا لَهُمْ ذَهَبًا

اب جس نے اس کی دعوت قبول کرلی وہ جنت میں گیا اور جس نے رد کردی اس کا اس نے بدلہ لیا اور عذاب دیا۔ (ترمذی)

معجزات خواہ کتنے ہی بعید از قیاس کیوں نہ ہوں مگر وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے

(۱۳۵۳) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائش کی آپ اپنے پروردگار سے دعا فرمادیجئے کہ وہ ہمارے لئے اس صفا پہاڑی کو سونے کا بنادے تو ہم آپ کے اوپر ایمان لے آئیں گے آپ نے فرمایا اچھا تم ایمان لے آؤ گے؟ انھوں نے کہا ضرور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اس پر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ چاہیں تو ان کے لئے صفا پہاڑی سونے کی بنادی جائے لیکن اس کے بعد اگر کوئی شخص ان میں سے منکر ہوگا

زبان مبارک سے نکلی وہ اس واقعہ کی تفصیل تھی جو سوتے میں آپ نے سنا تھا اب یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ آپ کے عالم خفتن اور آپ کے عالم بیداری میں فرق کیا تھا۔ یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کی شان کا قلب مبارک سونے کی حالت میں بھی عالم بالا سے متصل رہتا ہے۔ ترجمان السنہ جلد سوم میں اس کی تفصیل دیکھی جائے تاکہ اس کا معجزہ ہونا کچھ نہ کچھ آپ پر روشن ہوجائے۔ دنیا میں سونے والے کے حواس معطل ہوتے ہیں اور یہاں اتنے بیدار کہ عالم بالا کے ایک ایک حال سے خبردار ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے خواب کو وحی کا مقام حاصل ہے۔

(۱۳۵۳) اس میں بدنصیب افراد کی ذہنیت تقریباً یکساں ہی نظر آتی ہے یہاں قریش کا یہ مطالبہ سامنے رکھئے اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نزول مائدہ کی فرمائش کا مطالبہ دیکھئے تو دونوں سوالوں سے آپ کو منکرین کی پرواز فکر کا اندازہ لگ جائے گا۔ یہ دونوں مطالبے فطرت کی پستی کی یکساں مثالیں ہیں۔ اس پر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مقصد ان سے بھی انقیاد و تسلیم نہ تھا بلکہ قدرت کی صرف تعجیز اور اپنے انکار و جحود کا صرف ایک حیلہ تراشنا تھا تو اور زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ ان پست فطرتوں کو خدا تعالیٰ کی قدرت کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہوتا چنانچہ بنی اسرائیل کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو حقیقت و معرفت سے لبریز جواب دیا وہ یہ تھا: قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا اللہ سے ڈرو۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اپنے

فَمَنْ كَفَرَ مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ عَذَّبْتُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ وَإِنْ شِئْتَ فَتَحْتُ لَهُمْ بَابَ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ قَالَ بَلْ بَابُ التَّوْبَةِ وَالرَّحْمَةِ. (رواه احمد والنسائي نحوه)

الرسول الاعظم واعظم اٰياته التي اشرقت على وجه الارض هي السبع المثاني والقرآن العظيم صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۵۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ

تو اس کو میں ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہانوں میں کسی کو نہیں دیا ہوگا۔ اور اگر آپ چاہیں تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھولدوں آپ نے عرض کی بلکہ توبہ اور رحمت کا دروازہ کھولدیں۔ (مسند امام احمد و نسائی)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سب سے بڑا اور درخشاں معجزہ جس سے افق عالم جگمگا اٹھا وہ یہی سورہ فاتحہ قرآن عظیم ہے

آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیاتِ تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری
(للشیخ العلامہ محمد انور شاہ الکشمیری قدس سرہ)

(۱۳۵۴) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے

فوائد میں لکھتے ہیں یعنی "رب کو آزمانا چاہتے" یعنی یہ کہ وہ ایسا کر بھی سکتا ہے یا نہیں۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ ان منکرین نے اللہ تعالیٰ کا ٹھیک ٹھیک کچھ اندازہ ہی نہیں لگایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ دونوں مطالبے آسان تھے جس کی قدرت میں مٹی سے کھانا پیدا کر دینا ہے اس کے لئے کھانے کی بھری ہوئی سینی اتارنی کیا مشکل ہے اور جس کے قبضہ میں زمین کی نسوں میں کروروں ٹن سونا پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں اس کے لئے ایک صفا پہاڑی کا سونا بنا دینا کیا مشکل ہے۔ اس لئے معجزات کے باب میں پہلے قدرت الٰہیہ کو سامنے رکھنا چاہئے یہاں مادی قوانین کا سہارا تکنا ایک اصولی غلطی ہوگی۔

معجزات کے باب میں یہ سبق کسی جگہ بھی قابل فراموشی نہیں ہے کہ معجزہ کی حقیقت میں یہ داخل ہے کہ وہ اسباب مادیہ کے بغیر براہ راست قدرت الٰہیہ کا مظہر ہو اس لئے اپنی ترقیات خواہ کسی درجہ پر پہنچ جائیں اگر معجزات کے باب میں ان سے کوئی مدد نہیں لی جا سکتی کیونکہ جہاں کسی چیز کو معجزہ کہا اور فوراً یہ بات ذہن میں آئی کہ وہ اسباب مادیہ کے بغیر صادر ہوا ہے اور جبکہ معجزہ کی غایت ہی یہ ٹھہرے کہ مخاطبین کو یہ سمجھانا ہو کہ ایک ہستی وہ بھی ہے جو تحت الاسباب نہیں بلکہ مسبب الاسباب ہے تو پھر ایسے افعال دکھانا جو تحت الاسباب داخل ہیں مگر اس وقت ان کے سوا مخاطبین کو ان کا ادراک نہیں ہوتا، شعبدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ شعبدہ کی حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ ایسے اسباب کے ذریعہ ہوتا ہے جن کا علم اس وقت مخاطبین کو نہیں ہوتا۔ معجزات کی تفہیم میں انگریزی خواں ہوں یا غیر انگریزی خواں ان کے دماغوں میں یہ بات ڈالنی کہ معجزہ توجیہ اسباب مادی کے تحت ہے درحقیقت ان کو قدرت علی الاطلاق پر یقین دلانے کے بجائے اسباب کی طاقت پر یقین دلانے کے مرادف ہے۔

(۱۳۵۴) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کو جو معجزات عطا ہوئے ان کے مابین تناسب پر حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی بعض تصانیف میں بہت کچھ مشرح لکھ دیا ہے اور وہ زبان زد خاص و عام ہو چکا ہے اس لئے ہم اس کے اعادہ کرنے میں کوئی

الانبیاء نبی الا اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ

کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کو خاص خاص معجزات ایسے عطا نہ ہوئے ہوں جن کے مناسب لوگ ان پر ایمان

خاص فائدہ محسوس نہیں کرتے۔ یہاں حدیث مذکور کی شرح کرنے سے پہلے یہ لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وحی سے مراد یہی کتاب اللہ ہے جس کا قرآن کریم میں جا بجا تذکرہ موجود ہے۔ اسی لئے اس کو اوحاہ اللہ الی سے متعدد کیا گیا ہے ورنہ یوں تو نفس وحی عموماً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوتی رہی ہے وہ آپ کے ساتھ مختص نہیں رہی۔ البتہ کتاب اللہ آپ کے ساتھ مختص ہے اور یہی آپ کا معجزہ ہے اور وہی قیامت تک باقی رہنے والا ہے اور یہ وہی ہے جس کی شان میں لاریب فیہ کی صفت آئی ہے۔ دنیا میں کوئی کتاب اور کوئی کلام ایسا نہیں جس میں کسی نہ کسی حیثیت سے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ صرف کتاب اللہ ہے جس میں شک و شبہ اور باطل کو کہیں سے راہ نہیں ملتی۔ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔ ھدی للمتقین اسی کی شان ہے اور اسی کے متعلق وانہ لتذکرۃ للمتقین وانہ لحق الیقین ارشاد ہے اور اسی کی آیات کے متعلق فرمایا گیا ہے، کتٰب اُحکمت اٰیٰتہ، کتٰب فصلت اٰیٰتہ، وکتاب مبین۔ اور اسی کی حقانیت کے متعلق ارشاد ہے، وانہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔ اب اگر قرآن اور اس کی آیات کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کے ہر ہر حرف کی علیحدہ علیحدہ شرح کی جائے تو مستقل ایک رسالہ بنتا ہے اس لئے ناظرین کے فہم پر چھوڑ کر پہلے یہ تنبیہ کرنی ضروری سمجھتا ہوں کہ عام اذہان میں قرآن پاک صرف ایک معجزہ ہے حالانکہ جب تحدی ایک آیت پر جا کر مستقر ہوئی یعنی کہ ہر ہر آیت کے مقابلے میں کفار کو یہ دعوت دی گئی کہ اگر وہ اسی کا مثل پیش کر سکتے ہیں تو کریں تو اب ہر ہر آیت کا اپنی جگہ ایک ایک مستقل معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ جتنی آیات قرآن میں موجود ہیں وہ سب کی سب آپ کے معجزات ہیں تو بالکل بجا اور درست ہوگا لہٰذا قرآن پاک کو بحیثیت مجموعی ایک ہی معجزہ تصور کرنا خلاف واقع ہے۔ اب اگر یہاں اس میں معجزات کی جو مختلف انواع موجود ہیں ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر سوچئے کہ یہی ایک وحی الٰہی کتنے معجزات پر مشتمل ہو جائے گی اس وقت ہمارے پاس گنجائش نہیں کہ ہم ان سب انواع کی طرف توجہ دلائیں صرف ادھر متوجہ کرنا ہے کہ قلیل معجزات کے شاکی صرف ایک قرآن پاک ہی پر غور کر لیں تو معجزات کی تکثیر سے ششدر رہ سکتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے رسول بھی آتے رہے ان کی بعثت کا بڑا مقصد تعریف ربوبیت تھا اور ایسی استعداد پیدا کرنا تھا جس کے بعد ان میں غائبات کے اسرار کے فہم کی صلاحیت پیدا ہو جائے اسی لئے ان کو معجزات بھی اسی نوع کے عطا ہوئے جو تعریف ربوبیت کے مناسب تھے نزول تورات سے پہلے پہلے جو قومیں صفحہ ہستی پر نمودار ہوئیں وہ دہی تھیں جن کو خدا شناسی کے بجائے خود بینی کا ذوق دامنگیر رہا آخر کار جب انہوں نے تکذیب رسل کی حد کر دی تو قدرت نے جڑ سے ان کو اکھاڑ پھینکا اور آخر نسلوں کیلئے صرف ان کے کھنڈرات اور ان کی بربادی کی کہانیاں باقی رہ گئیں۔ فجعلناھم احادیث ومزقناھم کل ممزق۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد عالم انسانی کا رنگ بدلا اور اگر کچھ لوگوں نے انکار کیا تو کچھ لوگ اپنے اپنے رسولوں پر ایمان بھی لاتے رہے اس لئے اب سنت الٰہیہ قوموں کے بالکلیہ استیصال کی ختم ہو گئی اور اب دنیا میں اتنی استعداد پیدا ہو گئی کہ ان کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیا جائے اور اس رسول اقدس کے لئے ایک قوم بچالی گئی جس کی آمد سے آفرینش عالم کا جو بڑا مقصد تھا اس کی ابتدا کر دی جائے۔ درغائبات کے وہ اسرار نہاں جن کی عقول آج تک

وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ صحیح بخاری ص۲۲ فی کتاب نزول الوحی و ص۱۰۸ و راجع لہ البدایہ والنہایۃ ص۶۹ ج۶ غیر ما ذکرہ اصحاب الشروح فی باب

لائے ہیں مگر جو خاص معجزہ مجھ کو عنایت ہوا ہے وہ وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں اتباع کرنے والوں

متحمل نہ تھیں وہ سب کھول کر رکھ دی جائیں۔ (الجواب الصحیح ص۲۸۳ ج۴)

اس سے قبل حافظ موصوف نے اپنی تصنیف الجواب الصحیح جلد چہارم کی ابتداء میں انجیل یوحنا کی پندرہویں فصل سے یہ نقل فرمایا ہے کہ

"حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بعد "فارقلیط" کی آمد کی بشارت دی ہے اور اُن کے اوصاف میں سے یہ نقل کیا ہے کہ لانہ لیس ینطق من عندہ بل یتکلم بما یسمع و یخبرکم بکل ما یأتی و یعرفکم جمیع ما لا۔ اب اس پیشینگوئی میں یہ خاص طور پر خبر دی گئی ہے کہ میرے بعد جو آنے والا ہے وہ جو کچھ پڑھ کر سنائے گا وہ سب وحی کے ذریعے سے ہوگا اپنی جانب سے کوئی استنباط نہ ہوگا یہ بات صرف آپ ہی کی ذات ستودہ صفات پر صادق آتی ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام بھی گذرے ہیں وہ اپنی وحی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے بھی کچھ اور علوم حاصل کر لیتے تھے جو ان کو وحی الٰہی کے ذریعے حاصل شدہ نہ تھے۔ اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فرماتے تھے وہ صرف وہی فرماتے تھے جو بذریعے وحی آپ کو معلوم ہوتا یہاں آپ کی حیثیت صرف مبلغ کی ہوتی تھی اسی لئے ارشاد ہے کہ بلّغ ما انزل الیك من ربك۔ آپ نے دنیا میں تشریف لاکر ہدایت کی شاہ راہ کھول دی اور وہ رموز و اسرار سب ظاہر فرما دیئے جو آپ سے پہلے کسی نے ظاہر نہ کئے تھے اور آپ کو وہ کتاب ملی جس میں ان حقائق غیبیہ کا خزانہ تھا جو پہلی کسی کتاب میں نہ تھا اور آپ کو وہ امت عطا فرمائی جس میں ایسی استعداد تھی کہ جو علوم آپ نے اس کو بتائے وہ ان کو خوب سمجھ گئی۔"

اس کے بعد حافظ لکھتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں تشریف لاکر قیامت اور قیامت کے قبل و بعد کے حالات کی اتنی تفصیلات بیان فرمائیں جو آپ سے پہلے نہ توراۃ میں ملتی ہیں نہ انجیل میں اور حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے حقوق اور ایمان باللہ کے مقتضیات اور اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں کی اتنی تاکید و تفصیل فرمائی جو کہیں نہیں ملتی۔ یہ وہ صفات ہیں جو ایک آپ کی ذات کے علاوہ کسی اور پر منطبق نہیں ہو سکتیں اس کے برخلاف دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اصولی طور پر ان امور کا تذکرہ کیا ہے مگر وہ تفاصیل ذکر نہیں فرمائیں جن کی اس وقت تک عقول عامہ متحمل نہ تھیں اسی لئے حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج بھی انسانوں کے سامنے صرف اتنی ہی باتوں کے اظہار کی اجازت منقول ہے جن کی عقول اس وقت متحمل ہوں ورنہ وہ اپنی کم فہمی کے باعث ان کی تکذیب پر اتر آئیں۔ ایک شخص نے عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آکر

الاعتصام بالکتاب والسنة۔ ورواہ مسلم ایضا ونسب فی الجامع الصغیر الی الشیخین مع زیادة لفظین۔

(۱۳۵۵) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ

(۱۳۵۵) ابوذرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف

کی سب سے بڑی تعداد میری امت کی ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر دریافت کی خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن
تو آپ نے فرمایا کہ تجھ کو یہ کیسے اطمینان ہوگیا کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کردوں تو اس کو سن کر کافر ہو جائے گا
اور تیرے کافر ہونے کا مطلب یہی ہے کہ تو اس کا انکار کر بیٹھے۔" (مزید تفصیل کیلئے الجواب الصحیح کی جلد چہارم ابتداء مطالعہ کیجیے)
حافظ موصوف کی اس عبارت میں بہت سے متفرق علوم آگئے ہیں جن کی تفصیل کی حاجت ہے لیکن یہ سوال واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں باقی ہونے کی صفت اور امیین میں مبعوث ہونے کی صفت یہ قرآن کریم نے صرف ایک آپ کی بیان فرمائی ہے اس لئے اس میں بیان کی کوئی تفصیل کرنی غیر ضروری ہے جو بات ہمارے موضوع کے لئے اہمیت رکھتی ہے وہ صرف قرآن کریم کی یہ صفت ہے کہ جن اسرار و رموز کا وہ حامل ہے آج تک کوئی کتاب ان کی حامل نہ تھی اور یہ اسی کی روشنی تھی کہ جس کی وجہ سے امت محمدیہ کا طغرہ امتیاز وتومنون باللہ ٹھہرا اور جس کی بنا پر اس کو خیر امت کا لقب نصیب ہوا۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔
حافظ موصوف کے بیان سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ایمان باللہ ہر چند کہ ہر قوم میں کچھ نہ کچھ افراد کو نصیب ہوا ہے پھر وہ اسی امت کی مخصوص صفت کیوں ہے۔ حدیث مذکور میں یہ بات وضاحت میں آچکی ہے کہ دیگر انبیاءؑ کے معجزات چونکہ اپنے زمانوں میں ظاہر ہو ہو کر ختم ہوتے رہے جن کی آج ہمارے ہاتھوں میں کوئی سند ہے تو یہی قرآن ہی اور وہی معجزات قابل تصدیق بھی ہیں جو قرآنی بیان میں آچکے ہیں لیکن خود قرآن کریم چونکہ ایک علمی معجزہ ہے اور الی یوم القیامہ باقی رہنے والا ہے اور آفتاب آمد دلیل آفتاب کے مطابق کسی کی تصدیق کا محتاج نہیں بلکہ وہ مصدق لما معکم خود دوسری کتب سماویہ کا مصدق اور مہیمن ہے اسی لئے ضروری ٹھہرا کہ آپ کے متبعین بھی سب میں زیادہ ہوں اور اسی کی تشریح کرنی ہمارا اصلی مقصود تھا۔
(۱۳۵۵) حدیث مذکور میں ایک بڑی دقیق اور عمیق حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ انس ومحبت کے لئے سب سے بڑا علاقہ خروج اور جزئیت کا ہوتا ہے۔ انسانوں میں یہ علاقہ والدیت اور مولودیت میں منحصر ہے۔ حضرت حواء علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کی گئیں پھر ابن آدم میں یہی ایک سنت ٹھیر گئی کہ ہر بچہ اپنی والدہ سے خارج ہوتا ہے اور اسی خروج اور جزئیت کی بنا پر اس رشتہ میں وہ محبت پیدا ہو جاتی ہے جو عالم میں کسی کو کسی سے نہیں ہوتی۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی ہستی اس رشتے سے وراء الوراء ہے۔ اور اس کی ایک صفت صمدیت ہے اور صمدیت کے معنی یہی ہیں کہ الذی لم یلد ولم یولد۔ پھر خروج وجزئیت کا علاقہ جو محبت کے لئے سب سے بڑا علاقہ ہے اس کی جناب میں کیا متصور ہو سکتا ہے؟ ہاں کلام یہ اس کی صفت ہے اور کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ عرفاً جزئیت کی نسبت تو نہیں ہوتی لیکن یہاں خروج کا اطلاق جب حدیث میں آگیا تو اب عرفاً اس کہنے میں مضائقہ نہیں کہ کلام اللہ یعنی قرآن پاک چونکہ اس کا فرمودہ کلام ہے اور اس سے نکلا ہوا ہے لہٰذا اس کی ذات اقدس سے تقرب پیدا کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ اس سے قرآن کریم کی عظمت اور اس کی تلاوت کرنے کی اہمیت اور اس کے حافظ کی قدر و منزلت کا کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

إِلَى اللهِ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِي الْقُرْآنَ (رواه الحاكم وصححه ابوداؤد فی مراسیله عن جبیر بن نفیر والترمذی عن ابی امامة بمعناه مع زیادات)

رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔ (حاکم۔ مراسیل ابوداؤد۔ جامع ترمذی)۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور اسی علاقہ سے ان کو کلیم اللہ کہا گیا ہے۔ شاید یہ اسی لئے ہو کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی معرفت کے لئے اس کے کلام سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہ تھی۔ یہ کلام ابھی تک جماعت انبیاء میں اس طرح اس کا سننا ایک ممتاز صفت تھی تاہم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف کانوں ہی تک محدود تھی یعنی وہ مخاطبین کی نوع میں داخل تھے اور یہ کلام بلا توسط ان کے کانوں میں پڑتا تھا جس کی طاقت عام انسانوں میں نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے اصرار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں یہ درخواست پیش کی کہ جو خصوصیت ان کو سماع کلام کی حاصل تھی اس کا نمونہ تھوڑا سا ان کی قوم کو بھی کم از کم ایک بار تو دکھلا دیا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر پروردگارِ عالم نے اپنے کلام کو ان کی قوم کو بھی سنا دیا مگر جس قوم کے پاس گوش تو ہوں مگر ہوش نہ ہوں آخر انھوں نے اپنے ضد و عناد پر اتر کر یہاں بھی وہی مزہ چکھ لیا جو معاندین کو چکھنا پڑتا ہے۔

اس کے بعد دنیا کے اخیر میں جب رب العالمین کو اپنی معرفت اس سے زیادہ منظور ہوئی تو اس نے ایک ایسا عظیم الشان اور جلیل القدر رسول پیدا فرمایا جس کے ذریعے اپنی مخلوق کی معرفت کے لئے ذریعہ تو وہی اختیار کیا یعنی صفتِ کلام مگر اس کلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صرف اس کے کانوں میں نہیں ڈالا بلکہ اس کے منھ میں ڈال دیا اور اب جس طرح موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام اللہ اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے یہ رسول اعظم اس کو اپنے منھ سے پڑھ پڑھ کر سنانے لگا اور مخاطب کے بجائے اس کو متکلم کی صف میں لا کھڑا کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ کلام الٰہی کا بلا توسط کانوں میں پڑنا کوئی معمولی بات نہ تھی کہ ہر بشر اس کو برداشت کر سکتا لیکن یہ رسول بھی صرف ایک ہی رسول تھا کہ جس کے کانوں کے بجائے اب اس کلام کو اس کے منھ میں ڈالا گیا اس لئے اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔
معرفتِ الٰہیہ میں اس کی امت ساری امتوں پر فوقیت لے گئی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللهِ۔ یہاں اس کی خیریت کا مرکزی نقطہ ہی ایمان باللہ ہے، جو بنیادی لحاظ سے ان کو قرآن پاک کی بدولت نصیب ہوا ہے فللہ الحمد علیٰ ما انعم۔

یہ اچھی طرح واضح رہنا چاہئے کہ کسی موصوف کی معرفت کے لئے اس کی صفات سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں ہو سکتی حق تعالیٰ کی صفات میں سے صفتِ کلام کے سوا کوئی اور صفت ایسی نہیں جس پر ما خرج منہ کا اطلاق کیا جا سکے یعنی وجود۔ حیاتؔ۔ علمؔ۔ کلامؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ قدرتؔ۔ ارادہؔ۔ یا تکوین۔ ان صفات میں سے کوئی صفت ایسی نہیں جس پر حدیث مذکور کا اطلاق صحیح ہو سکے اس لئے جو معرفت اس کی مصنوعات میں اس کی دوسری صفات کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے وہ شاید صفتِ کلام کے ہم پلہ نہ ہو سکے اسی کی طرف حدیث مذکور میں اشارہ کیا گیا ہے اور اسی کو ہم زیادہ سے زیادہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کلام اللہ سے بڑھ کر کوئی اور چیز اس کی معرفت کا سبب نہیں ہو سکتی اس کی جتنی مصنوعات ہیں وہ سب کی تمام اس کی مخلوق ہیں اور اس سے منفصل ہیں لیکن قرآن پاک کی صفت ان سب سے علیحدہ ہے یہاں ایک دقیق بحث ہے جو امام احمد سے شروع ہو کر امام بخاری تک کی کتاب میں موجود ہے یعنی کلام اللہ کو

مخلوق کہا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کی نزاکت کی وجہ سے جس میں کہ امام احمدؒ جیسے کو ابتلاء پیش آگیا ہو، عوام الناس کے افہام سے بالاتر سمجھ کر زیر بحث نہیں لاتے اور صرف حدیثی اطلاق پر کفایت کرتے ہیں۔ بے شبہ کتب سماویہ جتنی بھی تھیں وہ معرفت الٰہیہ کا سبق دیتی چلی آئی ہیں لیکن جس اسلوب سے اس سبق کو قرآن پاک نے سمجھایا ہے بھلا وہ دوسری کتب میں کہاں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اپنے کلام میں جس طرح متکلم قریب ہو کر نظر آتا ہے اتنا کسی دوسری صورت میں نظر نہیں آتا۔ گویا یوں سمجھئے کہ کلام اپنے متکلم کے لئے بمنزلہ ایک آئینہ کے ہوتا ہے۔ اب اس آئینے میں اس کے متکلم کا جلوہ دیکھنے کے لئے صرف آنکھیں درکار ہیں۔ روشن آنکھیں اس کے جلوہ کا کچھ نہ کچھ نظارہ کر لیتی ہیں اور بے بصیرت آنکھیں اس سے محروم رہتی ہیں اگرچہ اس کی تلاوت کرنے والے نفسِ اجر میں شریک رہتے ہوں۔ حق سبحانہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اس کے ذکر سے بڑھ کر کوئی اور چیز نہیں اس لئے نماز کا تذکرہ فرما کر ارشاد ہوتا ہے ولذکر اللہ اکبر۔ اور نماز کے لئے بھی یوں ارشاد ہوا: واقم الصلوۃ لذکری۔ اس لحاظ سے بھی اگر قرآن کریم پر نظر ڈالی جاتی ہے تو اہمات ذکر اللہ قرآن کریم میں نظر آتے ہیں، اس لئے قرآن کریم کا تالی (یعنی تلاوت کرنے والا) صرف تالی نہیں بلکہ ذاکر بھی ہوتا ہے یوں بھی اگر دیکھئے تو نماز کا سب سے بڑا رکن ہی قرآن کریم ہے حتی کہ اگر نماز میں قرآن نہ پڑھا جائے تو وہ نماز نماز ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد اگر بغور ملاحظہ کیا جائے تو قرآن پاک میں صرف صالحین کا تذکرہ نہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اس مقدس جماعت کا ذکر بھی ہے جو اپنے اپنے دور میں مرکز نور و ہدایت اور آج بھی موجب صد برکات ہیں۔ وہ ذکر بھی صرف ان کے قصص اور سوانح حیات کے طور پر نہیں ہے بلکہ ان کے متبعین کی برکات اور مخالفین کے نتائج بد اور ثمرات کے ساتھ ساتھ ہیں اور ان کی دعوت وارشاد کے وہ قیمتی کلمات جو ان کی مبارک زبانوں سے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے تعارف میں نکلے ہیں ان سب سے مملو ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا تکرار اور اعادہ موجب صد برکات ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کے لئے ایک وسیع باب ہے جو ان کے تذکروں سے کھلتا ہے۔ کلام اللہ میں ایک صفحہ بھی آپ کو خالی نہ ملے گا جس میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کی شئون کا تذکرہ نہ ہو۔ پھر یہ تذکرہ بھی اس اسلوب کے ساتھ کیا گیا ہے جس میں اس کے اسماء، وصفات اور شئون عالیہ کا جگہ جگہ اس طرح ثبوت ملتا ہے کہ تالیٔ کلام اللہ کو شدہ شدہ وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جہاں سے وہ اپنے رب کو دیکھتا تو نہیں مگر اس کو "کانک تراہ" کا لطف حاصل ہونے لگتا ہے۔ اس کے ان الفاظ مقدس کے تکرار کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے یقین کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثل مشہور ہے: اَلشَّیْءُ اِذَا تَکَرَّرَ تَقَرَّرَ۔ اور کمال یقین کی دوسری تعبیر کَاَنَّکَ تَرَاہُ ہے ورنہ اس کی شان تو یہ ہے: لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ یہ تذکر اور تفکر اور تدبر تو ان اسباب میں سے ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے کی طرف سے معرفت ایزدی میں معین ہوتے ہیں لیکن یہاں اسباب معرفت جو کچھ بھی ہوں وہ خود حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے بندہ پر فائز ہوتے رہتے ہیں۔ دیکھئے عام مصنفین کا طریقہ ہے کہ ان کی تصانیف کا پڑھنے والا ان کی انس و محبت کے لئے جالب بن جاتا ہے۔ پھر جس کی محبت اپنے بندوں پر بلا سبب ہو اگر اس کے کلام کو کوئی بندہ پڑھے تو پھر اس کی محبت کا عالم کیا ہوگا۔ اب سوچئے کہ ایک جانب سے تو بندہ اپنے رب کی معرفت کے لئے اس کے کلام کو پڑھ رہا ہو، اس کے اسماء کو بار بار دہرا رہا ہو، اس کی صفات اور ان کے مظاہر کا مطالعہ کر رہا ہو، اس کے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور مقربین کی محبت بھری داستانیں بار بار سن رہا ہو، پھر ان کے ماننے اور نہ ماننے والوں کا حشر بھی اس میں دیکھ رہا ہو، اس کے ماسوا آیات "انفسیہ اور آفاقیہ" میں بنظر موعظت و عبرت گذر رہا ہو، دوسری طرف خود متکلم

اس عبد صالح سے قریب سے قریب تر ہو کر اپنی محبت کی بارش برسا رہا ہو تو کوئی شبہ نہیں کہ ایک مرتبہ تو پتھر کا دل بھی موم ہو کر رہ جائے اور صاحب نصیب کا خالی قلب تو شاید کسی کا آشیانہ بن جائے۔ یہ بلند مقصد ایک مٹی کے پتلے کو بھلا کہاں حاصل ہوتا لیکن جس کو "لما خلقت بیدی" کا فخر حاصل ہو اس کو اپنی بے مناسبتی کے باوجود پھر ایک نسبت حاصل ہوتی ہے۔ جو شاید "لما خلقت بیدی" کا ثمرہ ہو۔ عجیب ماجرا ہے کہ ایک طرف اس پتلہ خاکی میں اپنے رب کی معرفت کی اتنی صلاحیت موجود ہو کہ اس سے "الست بربکم" کا عہد لے لیا جائے پھر دوسری طرف اس کو ایسا کلام ملے جس میں متکلم کا جلوہ خود عیاں ہو تو کیا اس کلام کی تکرار سے اس کا ساز فطرت بے ساختہ نغمہ سرائی پر آمادہ نہیں ہو جائے گا۔ یہاں نہ میرے پاس اُن رموز و اسرار کے اظہار کے لئے کلمات ہیں اور نہ قلم کو یہ یارائی حاصل ہے کہ اس رابطہ کے اظہار پر قدرت حاصل ہو جو اس کلام اور متکلم کے مابین پنہاں ہے۔ کیا کہئے کہ بات اتنی ظاہر ہے جتنا کہ ہو سکتی ہے اور پھر اتنی مخفی ہو گئی ہے کہ عقل نارسا کی رسائی سے باہر۔ سبحان اللہ جو منبع اور مجمع کمالات ہے خود اپنی ایک عالی صفت جلوہ دکھانے پر آمادہ ہو جائے تو وہ کونسی آنکھ ہے جس کو وہ جلوہ نظر آئے۔ ایک طرف اس کے ظہور کا عالم یہ دوسری طرف اس کے خفاء کا عالم یہ کہ بڑے سے بڑے کی زبان سے بھی یہ نکلتا ہے اَشْتَاقُہٗ فَإِذَا بَدَا أَطْرَقْتُ مِنْ إِجْلَالِہٖ۔ یہ نظر تو صرف ایک ہی تھی جس کی شان "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" کی شہادت خود قرآن کریم نے دی ہے دوسرا نہ ایسا کوئی ہے جس کے لئے یہ تجلی ہو سکے اور وہ اس تجلی کو برداشت کر سکے پھر جو اس کے لئے مخصوص ہوئے ان کو بھی عالم فانی چھوڑ کر فوق السموات کا سفر کرایا گیا۔ خوشا نصیب اس امت کے جس کے نصیب میں یہ نہیں تو "کَاَنَّکَ تَرَاہُ" کا کوئی نہ کوئی حصہ آ گیا۔ ملا بود سے اگر ایں ہم نہ بود سے۔

وَمِنْ عَجَبِي انی احن الیھم ۔۔۔ واسأل عنھم دائماً وھم معی

وتشتاقھم عینی وھم فی سوادھا ۔۔۔ ویطلبھم جسمی وھم بین اضلعی

جب انسانوں کے کلام میں ان کے خیر و شر ہونے کا اثر مسلم ہے تو قیاس کر لیجئے کہ اس لطیف و خبیر کے کلام میں کیا کچھ اثر نہ ہوگا جس کو جبرئیل علیہ السلام جیسا مقدس فرشتہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر لیکر نازل ہوا ہو۔ یہ واسطہ بھی ایسا تھا جس کو اگر قائم رکھئے تو بجا ہے اور اگر اس کو حذف کر ڈالئے تو ایک نظر میں یہ بھی روا ہے۔ اب سوچئے کہ کلام کس کا اور سنا گیا کس سے پھر اس کی تاثیر اور معرفت کا کیا پوچھنا ایک ایک کلمہ نہیں اس کی ایک ایک حرکت میں یعنی زیر و زبر میں معرفت الٰہیہ کی جو موجیں اٹھ رہی ہوں وہ کوئی صاحب ذوق ہی دیکھ سکتا ہے۔ یہاں عام مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی کوئی بات نہیں کیونکہ سمندر کی موجیں اپنی جگہ اٹھ رہی ہیں اور معرفت الٰہیہ کے مشتاق قلوب سے جا جا کر ٹکرا رہی ہیں کسی کو یہ عجیب و غریب نظارہ میسر ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھئے یا بے سمجھے مگر اس کے دریائے فیض سے محروم کوئی بھی نہیں ہے جس کا راز یہ ہے کہ کلام انسانی میں کلمات صرف غرض متکلم سمجھانے کے لئے ایک آلہ ہیں مقاصد میں سے نہیں جیسا کہ ترکاریوں میں چھلکا مقصود نہیں ان کا مغز مقصود ہے۔ لیکن کلام اللہ وہ ہے جس میں چھلکا کچھ بھی نہیں مغز ہی مغز ہے اس لئے اس کے کلمات بھی مقصود ہیں اور ان کلمات میں جو معانی عالیہ مضمر ہیں وہ بھی مقصود ہیں اس لئے یہاں اگر سمجھنے والا جواہر مقصود سے اپنے دامن کو بھر رہا ہے تو نہ سمجھنے والا بھی کلمات عالیہ کی برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہے یہاں تو شان یہ ہے کہ

بہار عالم حُسنش جہاں را تازہ می دارد

برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

ایک حافظ جو معانی کا عالم نہیں رب العزت کے کلام کو پڑھ پڑھ کر اس میں مست ہے اور ایک عالم اس کے معانی عالیہ پر غور کرکے محو حیرت ہے۔ محروم نہ یہ نہ وہ۔ محروم در اصل وہ ہے جو حیلے بہانے بنا کر اس کلام پاک کی تلاوت سے بھی محروم ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم ما اذن الله لشئ ما اذن الله لنبی یتغنی بالقران۔ (رواه البخاری والمسلم)۔	ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آواز کی طرف حق تعالیٰ اتنی توجہ نہیں فرماتے جتنی کہ اُس نبی کی آواز کی طرف جو خوش آوازی سے کلام الٰہی پڑھتا ہو۔

اب اندازہ فرمائیے جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی قاری قرآن پر توجہ کا یہ نقشہ ہو تو پھر اس کی معرفت کے حصول کا ذریعہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہاں نبی کی قید اس لئے نہیں کہ اس بحر ذخار سے مستفید وہی ہوتا ہے بلکہ اس لئے ہے کہ کلام جس قدر عالی ہے اس کے پڑھنے کا سلیقہ بھی اُتنا ہی عالی ہونا چاہئے اور وہ نبی ہی ادا کر سکتا ہے اسی لئے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا۔

عن عُبیدة الملیکی قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم یا اهل القرآن لا تتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من آناء اللیل والنهار وافشوه وتغنوه وتدبروا ما فیه لعلکم تفلحون ولا تعجلوا ثوابه فان له ثوابًا۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان)	عبیدہ ملیکی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل قرآن (یعنی حفاظ بالخصوص) قرآن کریم سے غفلت اختیار نہ کرو اور اس کی تلاوت کرنے کا جو حق ہے وہ شب و روز ادا کیا کرو اور اس کی اشاعت کرو اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے معانی میں غور کیا کرو تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو اور اس کا بدلہ دنیا ہی میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملیگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور اس سے غفلت اختیار نہ کرنا صرف اتنا ہی کافی نہیں بلکہ مسلمانوں میں اس کی اشاعت کی کوشش کرنا بھی اس کا ایک حق ہے اور خوش آوازی سے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو گانے کے طریقے پر پڑھو بلکہ جس ملک میں وہ نازل ہوا اس کو اسی لہجہ میں پڑھو کیونکہ قرآن جہاں اپنے کلمات اور رسم الخط کے ساتھ محفوظ ہے وہاں اس کے پڑھنے کا لہجہ بھی محفوظ ہے اس کے سوا اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی مشغولی میں کچھ گنگنا کر اپنا دل بہلایا کرتا ہے، تم اپنے دل بہلانے کا ذریعہ گانے کی بجائے اس قرآن کو بنالو اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ قرآن پاک تمہاری رگ رگ میں اتر چکا ہو۔

ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

اور یہ بھی معلوم ہو کہ قرآن کریم جیسی رفیع الشان چیز کا بدلہ دنیا ہی میں مقصود بنالینا وہ روپیہ کی شکل میں ہو یا جاہ و شہرت کی شکل میں یہ اس نعمت عظمیٰ کی بڑی ناقدری کرنا ہے۔

اور یہ تو ظاہر ہے کہ اس کے معانی پر غور و خوض کرنا اس کا ایک رکن رکین ہے اگر عالم ہو جب تو کیا کہنے اور اگر عالم نہ ہو تو اردو زبان میں یا کسی دوسری زبان میں اس کے صحیح تراجم سے یہ مقصد عظیم حاصل ہو سکتا ہے۔ غرض کہ "طلب الکل فوت الکل" کا مصداق نہ ہو، جتنا اور جس صورت سے

ممکن ہو اس کی تلاوت کرنے سے محروم نہ رہے تک معرفتِ الٰہیہ کی غوطہ زنی اگر نصیب نہ ہو سکے تو ایک مومن کا دامن خشک ہونے سے بھی بچا رہے۔ معرفتِ ربانیہ یہ ایک موہبتِ الٰہیہ ہے جس کے لئے کلام الٰہی سے بڑھ کر کوئی اور سبب نہیں ہو سکتا۔ یہاں بڑے بڑے شناور بھی آخرکار لوٹ کر اسی بحرِ ناپیدا کنار میں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور غوطہ پر غوطہ لگا کر جب کنہ اور تہ کو نہیں پا سکتے تو حسرت سے یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں ؎

دامانِ نگہ تنگ گلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

یہی حال اس تلاوت کرنے والے کا ہے جو بے تابانہ چاہتا ہے کہ کلامِ الٰہی کے اس چمنستان سے معرفتِ الٰہی کے رنگ برنگ کے غیر متناہی پھول توڑ توڑ کر اپنے دامن میں جمع کرلے مگر دیکھنا یہ ہے کہ پھولوں کی جتنی کثرت ہے دامن اتنا ہی زیادہ کوتاہ ہے۔

مضمون کچھ طویل ہو گیا اور اصل مقصد جو دل میں تھا وہ پھر ادا نہ ہو سکا اس لئے بصد حسرت و حرمان یہ ایک واقعہ لکھ کر قلم رکھ دینا پڑا۔

زیب النساء خود ایک شہزادی تھی اس کی شاعری کی دھوم سُن کر اس کے والد کو ایک بادشاہ نے لکھ بھیجا کہ ہم اس شاعر کو دیکھنا چاہتے ہیں جس کا یہ شیریں کلام ہے اس کو خبر کیا تھی کہ وہ خود اسی بادشاہ کی صاحبزادی ہے۔ اس پر اس کا والد غم وغصہ سے بھرا ہوا اپنی لڑکی کے پاس آکر بولا کہ میں اسی دن کیلئے شعر گوئی سے تجھ کو منع کیا کرتا تھا لڑکی نے بصد ادب عرض کیا کہ جہاں پناہ آپ پریشان نہ ہوں اور جواب میں یہ شعر اس کو لکھ کر بھیج دیں ؎

در سخن مخفی منم چوں بوئے گُل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

پس اگر اپنے شعر و سخن میں زیب النساء دیکھی جا سکتی ہے تو کلام اللہ میں خود صاحبِ کلام کے جلوے دیکھنے میں تامل کیا ہے۔ قلم ایں جا رسید و سر بشکست ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

(۱۳۵۶) عن عیاض بن حمار المجاشعی قال فی باب الانذار والتحذیر وفیہ .....
وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِیَكَ وَاَبْتَلِیَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَیْكَ كِتَابًا لَا یَغْسِلُهُ الْمَاءُ
تَقْرَأُهٗ نَائِمًا وَیَقْظَانَ الخ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۴۶۰)
(۱۳۵۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَیْنَ

(۱۳۵۶) عیاض بن حمار مجاشعی ایک طویل روایت میں ذکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے تیری استقامت اور تیرا صبر و شکر آزمانے کے لئے تجھ کو بھیجا اور اس لئے کہ لوگوں کی آزمائش تیرے ذریعہ سے کروں کہ وہ تیری اطاعت کرتے ہیں اور تجھ کو مانتے ہیں یا نہیں اور تیرے ساتھ ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جس کو پانی نہیں دھو سکتا تو اس کو سوتے اور جاگتے پڑھا کریگا الخ (مسلم شریف)۔
(۱۳۵۷) عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھ لیا

(۱۳۵۶) اس روایت میں قرآن پاک کی دو ممتاز صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے یعنی دنیا میں ہر کتاب کے نقوش کسی نہ کسی ذریعے سے مٹ سکتے ہیں اور کم از کم جب تک مطابع نہ تھے ہر کتاب کی سیاہی پانی کے ذریعے مٹائی جا سکتی تھی لیکن قرآن پاک کسی صورت بھی سینوں سے مٹائے مٹ نہیں سکتا۔ دوسری صفت اس میں یہ ہے کہ وہ اس طرح محفوظ ہے کہ سوتے جاگتے ہر حالت میں پڑھی جا سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تو سونا بھی ان کے جاگنے کے برابر ہوتا ہے لیکن کسی کسی شوقین آدمی سے سوتے میں بھی قرآن کا پڑھنا مستبعد نہیں۔ اصل مراد تو یہاں اس کا حفظ ہوتا ہے۔ محاورہ میں بولا کرتے ہیں کہ بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح حافظ بچے سوتے میں بھی قرآن شریف کی آیات کی آیات بے ارادہ اور بے شعوری کی حالت میں تلاوت کر جاتے ہیں۔ پھر آنکھ بند کر کے پڑھنا بھی اسی قرآن عزیز کی خصوصیات میں سے ہے جو کتاب بھی اس کے سوا ہے اس کو آنکھیں کھول کر ناظرہ پڑھنا تو ممکن ہے لیکن آنکھیں بند کر کے سونے کی شکل میں پڑھنا ممکن نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس کی قرأت کے لئے ہر حالت کا استیعاب کرنا مقصود ہے۔
(۱۳۵۷) کلام اللہ خدا کی وحیوں میں سے سب سے بڑی وحی ہے جو خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے نبیوں میں سے ایک نبی پر نازل ہوئی۔ یہ وحی بجز نبی کے کسی اور پر نازل نہیں ہوتی لیکن جس شخص کے سینے میں یہ وحی محفوظ ہو اگرچہ وہ نبی تو نہیں بنتا کیونکہ اس پر یہ وحی نازل نہیں ہوئی لیکن چونکہ یہ نازل شدہ وحی اس کے سینے میں محفوظ ہے اس لحاظ سے یہ کہنا بجا ہے کہ اس کے سینے میں علوم نبوت کا ایک ذخیرہ موجود ہے گویا کہ ایک طرح سے نبوت ہی ہے اگرچہ اس پر وحی نازل نہ ہونے کی وجہ سے اس کو نبی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ کہا جا سکے لیکن یہ فضیلت اس کیلئے کیا کم ہے کہ اس کے سینے میں وحی نبوت کا مجموعہ محفوظ ہے۔ نبی بننے کے مشتاق اگر اس حدیث میں کچھ اڑانا چاہیں اور ایک نہایت خوبصورت انداز بیان کو حقیقت کا لباس پہنانا چاہیں تو ان کو واضح رہنا چاہئے کہ پھر مسلمانوں میں ہر وہ بچہ جو حافظ ہوگا اپنے دور طفولیت ہی میں نبی کہلانے کا مستحق ہو سکے گا۔ یہاں تو مقصد یہ ہے کہ جس کے سینے میں قرآن ہو سب سے پہلے خود اس کو اپنے قرآن کا احترام لازم ہے۔ اب نہ غصہ کرنا اس کا کام ہونا چاہئے اور نہ جہالت کی باتوں میں پڑنا اس کا مشغلہ ہونا چاہئے۔ قرآن کے احترام اور علوم نبوت کے اس انعام کے ساتھ یہ باتیں کچھ جوڑ نہیں کھاتیں حدیث میں مبشرات اور دوسرے چیدہ چیدہ خصائل کو نبوت کے اجزاء میں شمار کیا گیا ہے۔ مگر خاتم الانبیاء

جَنْبَيْهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُوحَىٰ إِلَيْهِ لَا يَنْبَغِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ أَنْ يَجِدَ مَعَ مَنْ وَجَدَ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِي جَوْفِهِ كَلَامُ اللّٰهِ (رواه الحاكم وصححه)

(۱۳۵۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرَّبُّ

اس نے گویا نبوت کو اپنی دونوں پسلیوں کے درمیان لے لیا سوائے اس کے کہ اس پر کوئی وحی نہیں اترتی اس لئے قرآن والے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ جو شخص غصہ کرے وہ بھی غصہ کا جواب غصے سے دے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت کرنے پر اتر آئے اور اس کا خیال نہ کرے کہ اس کے سینے میں کلام اللہ موجود ہے۔

(۱۳۵۸) ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد

صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کو یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ کسی کو بلا یا بلا مثلاً نبوت حاصل ہے۔ یہ انہی حریصوں کا شیوہ ہے جو اپنے جہل سے نہ نبوت کو جانتے ہیں اور ایک مشت خاک کی طرح اس کو بکھیر دینا چاہتے ہیں مگر پھر اس کو سمیٹ کر ایک اپنی ذات کے سوا اپنے خاندان تو کیا اپنی اولاد کو بھی دینا نہیں چاہتے۔ ایک طرف دعویٰ نبوت اور دوسری طرف بخل کا یہ عالم حیرت ہی حیرت ہے۔

اب ذرا سی ایک علمی بات سننے جایئے اور وہ یہ کہ نبوت کوئی وصف متجزی نہیں بلکہ ایک صفت اور ایسے اعراض میں سے ہے جو مجموعۂ انسان کے ساتھ قائم ہوتی ہے اس کو کسی خاص جگہ اٹھا کر رکھا نہیں جا سکتا عرف میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص کے سینے میں قرآن ہے۔ ایک محدث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا سینہ حدیثوں سے لبریز ہے لیکن ان تمام استعمالات میں یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ علم حدیث کا ذخیرہ اس کے جسم کے کسی گوشہ میں علیحدہ رکھا ہوا ہے اسی طرح حدیث مذکور میں اگر نبوت سے مراد علوم نبوت نہ ہوتے تو نبوت کو اس کے سینے میں رکھا ہوا نہ بتایا جاتا بلکہ اس کی ذات کو نبی کہہ دیا جاتا جیسا کہ انسان کی ذات کو عالم و حافظ کہہ دیا جاتا ہے لیکن یہاں صرف اسی پر کفایت نہیں کی گئی کہ اس پر نبی کا اطلاق نہیں کیا گیا بلکہ غیر انہ لم یوحی الیہ کہہ کر حریصوں کی حرص کو خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ اب جو نبی ایسا ہو کہ اس پر وحی کا ایک لفظ نہ اتر سکے وہ ایسا ہی نبی ہے جیسا نواب بے ملک اور بے تاج کا بادشاہ لہٰذا حدیث نے تو غیر انہ لم یوحی الیہ کہہ کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے نبی ہونے کی جڑ ہی کاٹ دی ہے اور اپنے زمانے میں حفاظ کی کثرت کے باوجود کسی ایک متنفس کو بھی نہ کبھی خود بنفس نفیس نبی کہا نہ اس حدیث کے ماتحت کسی دوسرے کے دل میں نبی کہنے کا خیال گذرا لیکن جن کے پاس نہ نبوت کا علم ہے نہ ختم نبوت کا وہ بیچارے زبردستی نبوت کو جاری تو کرنا چاہتے ہیں مگر پھر اس کو ایک ایسے شخص کے اندر منحصر کر دیتے ہیں جس کے سینے میں کلام اللہ یا نبوت کا پتہ بھی نہ تھا اب اگر اس کو نواب بے ملک نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہاں ہم نے بے وجہ اس تطویل سے ناظرین کو بدمزہ تو کیا لیکن یہ جو کچھ بھی گناہ کیا چند بدمذاقوں کی خاطر کیا۔ ونستغفر اللہ عز وجل۔

(۱۳۵۸) حدیث مذکور میں کلام اللہ کی فضیلت کے لئے جو انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ حیطۂ بیان سے خارج ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کے کلام کی فضیلت دوسرے اور کلاموں پر بیان کرنا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کہ خود حق تعالیٰ کی ذات کی فضیلت کا اس کی مخلوق پر بیان کرنا ناممکن ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

تَبَارَكَ وَتَعَالَىٰ وَذَكَرَ فِيْهَا وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلَىٰ سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلَىٰ خَلْقِهِ (رواه الترمذی والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان)۔

(۱۳۵۹) عَنِ الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ قَالَ مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلَىٰ عَلِيٍّ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَوَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ قُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهِ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ

نقل فرمایا جس میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ کلام اللہ کی فضیلت دوسرے سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کی تمام مخلوق پر۔

(۱۳۵۹) حارث اعورؒ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ کی مسجد شریف میں سے میرا گذر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ مسجد میں دنیوی باتیں کر رہے ہیں۔ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے یہ حال عرض کیا۔ آپ نے افسوس اور تعجب سے فرمایا اچھا کیا لوگ مسجد میں باتیں کرنے لگے میں نے عرض کی جی ہاں۔ اس پر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آئندہ زمانے میں فتنے ہوں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ پھر ان سے بچنے کا کیا راستہ ہوگا آپؐ نے فرمایا بس خدا تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جس میں گذشتہ قوموں کے حالات اور آئندہ کے واقعات اور تمہارے معاملات کے فیصلے یہ سب موجود ہیں، یہ کتاب کیا ہے؟ بس آخری فیصلہ ہے کچھ ہنسی مذاق نہیں، جس کسی جابر بادشاہ نے اس کو چھوڑا خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا اور جس نے راہ ہدایت اس کے سوا کہیں اور تلاش کی اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ کیا۔ یہی خدا تعالیٰ کی (مخلوق کے لئے) ایک مضبوط رسی ہے، یہی وہ ذکر ہے جو حکمت سے لبریز ہے اور یہی سیدھی راہ ہے

۔ باقی کو فانی کے ساتھ اور کامل کو ناقص کے ساتھ اور مظلم کو نور در نور کے ساتھ سوائے تباین کے اور کوئی نسبت ہے یہی نسبت ان دونوں کے کلاموں کے درمیان سمجھنی چاہئے۔ اس نسبت تباین کا بیان حدیث مذکور میں جس اسلوب سے کیا گیا ہے اس سے زیادہ مستحسن کوئی دوسرا بہتر اسلوب اختیار کرنا بھی غیر ممکن ہے۔

(۱۳۵۹) ہر چند کہ اس حدیث میں اسنادی ضعف موجود ہے لیکن اس کا ایک ایک کلمہ اپنی جگہ حقیقت ثابتہ ہے اور اس کی تائید صرف دیگر احادیث سے ہی نہیں بلکہ واقعات سے بھی ہوتی ہے۔ یہاں ہم نے اس حدیث کو اس کے ضعف کے باوجود اس لئے نقل کیا ہے کہ قرآن کی صداقت کے ساتھ ساتھ اس کی چند دیگر صفات سے بھی آشنا ہو جائیں اور اگر اس کو حدیث کا درجہ نہ دے سکیں تو کم از کم شرحی نوٹ کے قائم مقام تو سمجھ ہی لیں اس کے بہت سے جملے

الْمُسْتَقِيمُ لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَى اللّٰهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (رواه الترمذی والدارمی وقال الترمذی هذا حدیث اسناده مجهول وفی الحارث مقال)

الرسول الاعظم ومعجزته الشهيرة باسطوانة الحنانة صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۶۰) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ إِنْ شِئْتِ قَالَ فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا كَانَ

لوگوں کی خواہشات اس کے معانی بدل نہیں سکتیں۔ مختلف زبانیں اس میں خلط ملط نہیں کر سکتیں۔ علماء کے دل کبھی اس سے نہیں بھرتے، کتنا ہی اس کو پڑھئے مگر وہ ہر دم تازہ کا لطف دیتا ہے۔ اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ جنات جیسی مخلوق نے جب اس کو سنا تو وہ بھی بے ساختہ بول اٹھے انا سمعنا الخ لوگو آج ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو کامیابی کی راہ دکھاتا ہے ہم تو فوراً اس پر ایمان لے آئے۔ جس نے قرآن پڑھا اس نے سچ ہی سچ بولا جس نے اس پر عمل کیا اس نے بے شبہ ثواب کمایا، جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے یقیناً انصاف کا فیصلہ کیا اور جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اس نے بلاشبہ راہ راست کی دعوت دی۔ (ترمذی۔ دارمی)۔

آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسطوانہ حنانہ کا مشہور معجزہ

(۱۳۶۰) جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اجازت ہو تو میں آپ کے لئے کوئی چیز (یعنی منبر) تیار کرادوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ دیا کریں کیونکہ میرا ایک غلام ہے جو بڑھئی کا کام جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو تیار کرالو جب

تفصیل طلب ہیں لیکن جب اس کی اسناد ہی مجہول ہو تو اس پر اتنی وسعت میں اتنی گنجائش بھی نہ ہو تو پھر اس اجمال پر ہی کفایت کرلینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہاں قرآنی اعجاز کے موضوع میں اس کے فضائل کا تذکرہ اس کے معجزہ ہونے کی گویا ایک شرح سمجھنی چاہیے۔

(۱۳۶۰) اسطوانہ حنانہ کا معجزہ بہت مشہور ہے اور اس کے متعلق مؤلین کی کوئی تاویل بھی نظروں سے نہیں گذری اور اس کے بعض حقائق شروع مقالہ میں آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں اور بعض روایات میں یاد پڑتا ہے کہ آپ نے اپنے تسلی آمیز کلمات میں اُسے یہ بھی فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جنت میں میرے ساتھ رہے بہرحال وہ ستون

يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ لَهُ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عَلَيْهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ (رواه الشيخان)

الرسول الاعظم وصيرورة اللحم الذي وضع لاجله مروة صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۶۱) عَنْ مَوْلَى لِعُثْمَانَ قَالَ أُهْدِيَ لِأُمِّ سَلَمَةَ بَضْعَةٌ مِنْ لَحْمٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ اللَّحْمُ فَقَالَتْ لِلْخَادِمِ ضَعِيهِ فِي الْبَيْتِ لَعَلَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُهُ فَوَضَعَتْهُ فِي كُوَّةِ الْبَيْتِ وَجَاءَ سَائِلٌ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ تَصَدَّقُوا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمْ فَقَالُوا بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ فَذَهَبَ السَّائِلُ

جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس منبر پر بیٹھے جو آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا تو کھجور کا وہ درخت جس کا سہارا لیکر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے ایسا چیخ چیخ کر رونے لگا گویا غم کے مارے پھٹ جائے گا۔ اس کے نالہ وبکا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور آپ نے آکر اس کو گلے لگایا تو وہ اس طرح سُبکنے لگا جیسا روتے ہوئے بچے کو بہلا کر خاموش کرتے ہیں اور وہ سبکیاں لینے لگتا ہے یہاں تک کہ بالکل خاموش ہوگیا۔ (بخاری ومسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے جو گوشت رکھا گیا تھا اس کا ایک پتھر کا ٹکڑا بن جانا

(۱۳۶۱) حضرت عثمانؓ کے ایک مولیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے بطور ہدیہ آیا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اس لئے انھوں نے گھر کی خادمہ سے کہا اس کو حفاظت سے رکھ چھوڑ شاید آپ تشریف لائیں اور اس کو تناول فرمائیں۔ خادمہ نے گوشت کا وہ ٹکڑا اٹھا کر ایک طاق میں رکھ دیا اتفاق سے ایک سائل آنکلا اور دروازہ پر آکر اس نے یہ صدا دی کچھ صدقہ دو اللہ تم کو برکت عطا فرمائے۔ عرب کے دستور کے مطابق جواب ملا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بھی برکت عطا فرمائے۔ (جب کسی وجہ سے فقیر کو نہ دینا ہو تو یہ کلمہ کہدیا جاتا ہے) یہ سن کر سائل واپس چلا گیا۔ جب

آج تک روضۂ جنت میں (جس کو عوام جنت کی کیاری سے ملقب کرتے ہیں) مدفون ہے اور اس کے لئے یہ فضیلت ہی کچھ کم نہیں کیونکہ یہ ٹکڑا جنت ہی کا ٹکڑا ہے جو قیامت میں اٹھا کر جنت میں لے لیا جائے گا۔

(۱۳۶۱) گوشت کا یہ ٹکڑا کس کی نیت سے رکھا گیا تھا؟ مگر اللہ کی راہ میں ایک محتاج کو نہ دینے کا نتیجہ آپ نے دیکھا ایسے معجزہ کے لئے ایسا ہی گھر مناسب تھا جہاں خدا تعالیٰ کی وحی اترا کرتی ہو۔ اب فرمائیے کہ گوشت کے پتھر بن جانے کا کیا فلسفہ سوچا جائے۔ سوائے اس کے کہ جو قطرۂ آب کو انسان ناطق بنا سکتا ہے وہ گوشت کے پتھر بنا دینے پر بھی قادر

فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ أُطْعِمُهُ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَتْ لِلْخَادِمِ اِذْهَبِيْ فَأْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَالِكَ اللَّحْمِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةَ مَرْوَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اللَّحْمَ عَادَ مَرْوَةً لِمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ (رواہ البیهقی فی دلائل النبوة)

الرسول الاعظم وطلبه ذراعا فذراعا وعدم مناولة ابی عبید فی المرة الثالثة وقول النبی صلی الله علیه وسلم لو سكت لنا ولتنی ذراعا فذراعا صلوات الله وسلامه علیه

(۱۳۶۲) عَنْ أَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ

آپؐ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے پوچھا ام سلمہؓ! تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہوگا انھوں نے عرض کی جی ہاں اور خادمہ کو حکم دیا کہ فوراً جائے اور وہ گوشت لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرے۔ وہ گوشت لینے گئی کیا دیکھتی ہے کہ وہاں تو ایک پتھر کے ٹکڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جب یہ ماجرا آپ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا کیونکہ تم نے اس کو سائل کو نہیں دیا تھا۔ (بیہقی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بکری کے دو دستوں کے بعد تیسرے دست کا طلب کرنا مگر صحابی کا اس پر خاموش نہ رہنا اور آپ کا یہ فرمان کہ اگر تو خاموش رہتا تو دست پر دست دیئے چلا جاتا

(۱۳۶۲) ابو عبیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سالن کی ایک ہانڈی پکائی چونکہ آپ کو دست کا گوشت مرغوب تھا اس لئے میں نے پہلے دست ہی آپ کی خدمت میں پیش کیا اس کے بعد آپ نے دوسرا دست طلب فرمایا میں نے دوسرا دست اور پیش کر دیا اس کے بعد جب آپ نے تیسرا دست طلب کیا

اور بنا دیا۔ فتبارك الله احسن الخالقين۔ اگر اس قسم کے واقعات کا نزولِ وحی اور ہیبتِ نبوت میں ہی ظہور نہ ہوتا رہتا تو بولیے کیا صرف بیان سے اس قدرتِ مطلقہ کا اس بدیہی طور پر کسی کو یقین حاصل ہو سکتا آج تو علوم عقلیہ و نقلیہ کے ذخیرے سب موجود ہیں مگر سوچئے وہ کیا نہیں رہا جس کے ہونے سے ایک بدو کو بھی اس کا بدیہی یقین حاصل ہو جاتا۔ جی ہاں قدرت کے وہ مظاہر جو ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے ہر کس و ناکس کو اس پر یقین دلانے کے لئے مجبور کرتے تھے صرف ان کا مشاہدہ ہی آج آنکھوں سے غائب ہے اور بس۔

(۱۳۶۲) ایک طرف یہ صورتِ اعجاز دیکھئے کہ جب تک آپ دست طلب فرماتے رہتے قدرت کی جانب سے خلافِ عادت کا ظہور ہوتا رہتا اور یہ حساب ہی رکھا رہتا کہ بکری کے کتنے دست ہوتے ہیں۔ یہ سب ہی جانتے ہیں کہ دو ہی دست ہوتے ہیں مگر یہ رسول ہی جانتے ہیں کہ ان کے فرمان پر اگر ٹوکا نہ جائے تو قدرت کاملہ ان کے ذریعے

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَا وَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ (رواه الترمذی فی الشمائل)

الرسول الاعظم و ظهور البركة فی الطعام والشراب صلوات الله و سلامه علیه

(١٣٦٣) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا فِيْ رَفِّيْ مِنْ شَيْءٍ يَّاكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِيْرٍ فِيْ رَفٍّ لِّيْ فَاَكَلْتُ مِنْهُ حَتّٰى طَالَ عَلَيَّ فَكِلْتُهٗ

تو میں نے باادب عرض کی یا رسول اللہ بکری کے اور کے دست ہوتے ہیں آپؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم خاموشی کیے تم دیتے رہتے تو جب تک میں تم سے مانگتا رہتا تم مجھ کو دست پر دست دیتے ہی رہتے (رواہ الترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے اور پینے کی اشیاء میں برکت کا معجزہ

(١٣٦٣) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ میرے یہاں الماری میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے بس صرف تھوڑے سے جو رکھے ہوئے تھے تو میں اسی

دست پر دست دے دیگران کے لئے یہ جدید کرشمہ بھی دکھا سکتی ہے۔ دوسری طرف یہ بات بھی عجیب ہے کہ اسی ایک موقعہ پر نہیں بہت سے مواقع پر جب عالم غیب کی کوئی بات مخفی رکھنی منظور ہوتی ہے تو پھر خود بخود قدرتی طور پر وہاں اس کے ظہور کے خلاف اسباب بھی رونما ہو جاتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ کس طرح یہاں اس مخلص صحابی کے منہ سے ایک ایسا کلمہ نکل گیا جو اس محیر العقول برکت کے ظہور سے مانع آ گیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا اس صادق و مصدوق فداہ ابی و امی کے خلاف ہونا ممکن تھا صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ اگر ایسا ظاہر بھی ہو جاتا تو وہ اُن معجزات سے کچھ زیادہ عجیب تر نہ ہوتا جو صحیحین میں علی رؤس الاشہاد طعام میں ثابت ہوئے ہیں مثلاً چند مٹھیوں کا کھانا سیکڑوں کو کافی ہو جانا تو پھر اس سے کم درجے کے معجزات کے لئے سوہان لگانے کا ذکر کیا۔ اس کے نظارہ ان ہی اوراق میں آپ کی نظروں سے گذرنے والے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جیسے حضرت ابوہریرہؓ کے کھجوروں کا قصہ اور جیسے ایک مقدس بی بی کے چکی کا واقعہ وغیرہ وغیرہ

(نوٹ) اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر کسی کے ٹوک دینے کا نتیجہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا لیکن آئندہ بھی امت میں تشرع اشخاص نے برکات اوراد پر ٹوکنے کا طریقہ چھوڑ دیا ہے اور ان کا یہ فعل شاید اسی قسم کی حدیثوں کے ماتحت ہوگا۔

(١٣٦٣) ہم پہلے تنبیہ کر چکے ہیں کہ برکت کی چیزوں پر ٹوکنا یا بے وجہ ان کا اندازہ لگانا یہ اس برکت کو فنا کر دیتا ہے کیونکہ جب تک اس کو ناپا نہ تھا روزمرہ کے خرچ سے اس میں کمی و بیشی کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ اب جب ناپ لیا تو وہ غیبی برکت فنا کیوں نہ ہو جاتی۔ عالم غیب کی دنیا میں ٹٹول لگانی اچھی نہیں ہوتی۔ اس غیب کو غیب ہی رہنے دینا چاہئے۔ ہم اس جگہ ایک اہم تنبیہ کرتے ہیں کہ سنۃ اللہ یہ ہے کہ فانی دنیا میں وہ کسی کا باقی رہنا پسند نہیں کرتی اس لئے اس کے فنا کی صورتیں غیب سے ظاہر ہو کر اس کو فنا کر ڈالتی ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے افعال سے ہوتی ہیں مگر سنت الٰہیہ

فَفَنِيَ۔ (رواہ البخاری فی الدعوات ص۹۵۰ والاطعمہ)۔

(۱۳۶۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَاهُ اُسْتُشْهِدَ وَتَرَكَ دَيْنًا وَتَرَكَ سِتَّ بَنَاتٍ فَلَمَّا حَضَرَ جَدَادُ النَّخْلِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ وَالِدِيْ قَدِ اسْتُشْهِدَ يَوْمَ اُحُدٍ وَتَرَكَ دَيْنًا كَثِيْرًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ يَرَاكَ الْغُرَمَاءُ قَالَ اِذْهَبْ فَبَيْدِرْ كُلَّ تَمْرٍ عَلٰى نَاحِيَةٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ دَعَوْتُهُ فَلَمَّا نَظَرُوْا اِلَيْهِ كَاَنَّهُمْ اُغْرُوْا بِيْ تِلْكَ السَّاعَةَ۔ فَلَمَّا رَاٰى مَا يَصْنَعُوْنَ اَطَافَ حَوْلَ اَعْظَمِهَا بَيْدَرًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيْ اَصْحَابَكَ فَمَا زَالَ يَكِيْلُ لَهُمْ حَتّٰى اَدَّى اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهُ وَاَنَا اَرْضٰى اَنْ يُّؤَدِّيَ اللّٰهُ عَنْ وَالِدِيْ اَمَانَتَهُ وَلَا اَرْجِعُ اِلٰى

میں سے کھاتی رہی یہاں تک کہ مدت گزر گئی بس میں نے ایک دن انھیں ناپ لیا بس اسی دن سے وہ برکت ختم ہو گئی (بخاری)

(۱۳۶۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ان کے والد شہید ہو گئے اور ان پر کچھ قرض اور چھ بیٹیاں چھوڑ گئے، تو جب کھجور توڑنے کا زمانہ آیا تو میں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جنگِ احد میں میرے والد شہید ہو گئے، ان پر بہت قرض تھا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ (آپ میرے کھجوروں کے ڈھیروں کے پاس چلے چلیں اور) قرض خواہ لوگ آپ کو وہاں دیکھ لیں (تو مطالبہ میں کچھ نرمی کریں گے) تو حضورؐ نے فرمایا جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ جب قرضخواہوں نے ان ڈھیروں کو (یا رسول اللہ کو) دیکھا تو اس وقت یکبارگی میرے خلاف وہ لوگ مشتعل ہو گئے۔ جب حضورؐ نے یہ ماجرا دیکھا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں تو حضورؐ اس میں سے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار گھومے پھر اسی پر بیٹھ گئے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ اور اپنے قرضخواہوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ ان کو ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد پر جو قرض امانت تھی وہ سب ادا کرا دی اور میں تو اس پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ بس میرے والد پر جو قرض ہے وہی ادا کروا دے خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی بچا کر

بھی ٹھہر چکی ہے سب احادیث میں آپ اس کی رعایت رکھئے کہ احادیث کی تشریحات میں ہر ہر جگہ ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے اگر آپ قسمت والے ہیں تو اس علمی نکتہ سے اپنے گھروں میں عملی فائدہ بھی اٹھائیے تاکہ یہ صرف کتاب تک محدود نہ رہے بلکہ آپ کے گھروں کے اندر ایک بڑی برکت کا باعث بھی ہو۔ اور اس بحث کو رہنے دیجئے کہ تھوڑی چیز اب بہت کیسے ہو سکتی ہے اور آسمان کی طرف نظریں اٹھائے رکھئے اور ان میں غیبی برکات کا انتظار کیجئے۔ ومن لم یجعل اللہ نورا فماله من نور۔

(۱۳۶۴) آپ کی چہل قدمی سے اس برکت کا ظہور کسی سائنسی ضابطہ کے تحت نہیں آسکتا اس لئے چند معجزات کی حقیقت کو مسخ کر کے ان کو مادی ضوابط کے تحت بنانے کی سعی کرنی نقش برآب ہے۔

آخُوانِي بِتَمْرَةٍ فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَيَادِرَ كُلَّهَا حَتّٰى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى الْبَيْدَرِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةً وَاحِدَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ أَبَاهُ تَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَسْقًا لِرَجُلٍ مِنَ الْيَهُودِ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبٰى أَنْ يُنْظِرَهُ فَكَلَّمَ جَابِرٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ فَجَاءَهُ وَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ ثَمَرَ نَخْلَةٍ بِالَّذِي لَهُ فَأَبٰى فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ فَمَشٰى فِيهَا ثُمَّ قَالَ لِجَابِرٍ جُدَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ فَجَدَّ لَهُ بَعْدَ مَا رَاحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِينَ وَسْقًا وَفَضَلَ لَهُ سَبْعَ عَشَرَةَ وَسْقًا فَجَاءَ جَابِرٌ لِيُخْبِرَهُ بِالَّذِي كَانَ فَوَجَدَهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُ بِالْفَضْلِ۔ فَقَالَ أَخْبِرْ ذٰلِكَ ابْنَ الْخَطَّابِ فَذَهَبَ جَابِرٌ إِلٰى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ عُمَرُ لَقَدْ عَلِمْتُ حِينَ مَشٰى فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُبَارَكَنَّ فِيهَا۔

نہ لیجا سکوں تو کچھ پرواہ نہیں لیکن آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ سب کے سب ڈھیر بالکل بچا دیئے اور جس ڈھیر پر حضورؐ بیٹھے تھے اس کو تو میں نے یہ دیکھا کہ گویا اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہونے پائی (بخاری) اور دوسری روایت میں ہے کہ ان کے والد پر تیس وسق کھجوریں ایک یہودی کی قرض تھیں تو جابرؓ نے چاہا کہ اس قرض خواہ سے کچھ مہلت لے لیں* تب جابر حضورؐ کے پاس یہ کہنے آئے کہ ذرا اس یہودی سے آپ کچھ مہلت دینے کی سفارش کردیں تو حضورؐ اس یہودی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جتنا تمہارا قرضہ ہے اس کے عوض تم ایک درخت کی کھجوریں لے لو تو اس نے منظور نہیں کیا اس پر آپ ان کے کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے اور کچھ ٹہلے، اس کے بعد آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا کہ کھجوریں لیکر اس کا پورا قرض ادا کردو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے تب جابرؓ نے اس کو ناپ کر تیس وسق کھجوریں دیدیں اس کے بعد بھی ان کے پاس سترہ وسق کھجوریں بچ رہیں تو حضرت جابرؓ اس ماجرے کی خبر دینے آپؐ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپؐ عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت جابرؓ نے آپ کو کھجوروں کے بچ جانے کی خبر دی تو حضورؐ نے فرمایا جاؤ اس کی اطلاع عمر ابن خطاب کو بھی کردو جابر حضرت عمرؓ کے پاس آئے حضرت عمرؓ بولے کہ جب حضورؐ نے اس باغ میں چہل قدمی فرمائی تھی میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ حق تعالیٰ اس میں ضرور بالضرور برکت دے کر رہیں گے۔

* اس نے مہلت دینے سے انکار کردیا

(۱۳۶۵) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَأْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْأَلُوْنَ الْاُدْمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَى الَّذِيْ كَانَتْ تُهْدِيْ فِيْهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا قَالَ فَمَا زَالَ يُقِيْمُ لَهَا اُدْمَ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَصَرْتِيْهَا؟ فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيْهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔ (رواه مسلم)

(۱۳۶۶) عَنْ جَابِرٍ اَيْضًا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطْعِمُهُ فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيْرٍ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ مِنْهُ وَامْرَأَتُهُ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ۔ (رواه مسلم)۔

(۱۳۶۵) حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ ام مالکؓ کا دستور تھا کہ ایک کپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔ پھر جب ان کے پاس ان کے لڑکے آتے اور کچھ سالن مانگتے اور ان کے یہاں سالن کے قسم کی اور کوئی چیز نہ ہوتی تو وہ بی بی ام مالکؓ اسی کپی کی طرف بڑھتیں جس میں حضورؐ کے پاس گھی ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو برابر اس میں گھی پاتیں۔ راوی کہتے ہیں کہ عرصے تک برابر وہ کپی ان کیلئے سالن مہیا کر دیا کرتی تھی بس ایک دن انھوں نے اس کپی کو اچھی طرح نچوڑ کر پونچھ پانچھ لیا اور اس کے بعد حضورؐ کے پاس آئیں (اور نچوڑنے کا ذکر کیا) تو حضورؐ نے فرمایا ارے کیا تم نے اسے نچوڑ کر صاف کر دیا؟ کہنے لگیں جی ہاں فرمایا اگر تم اُسے ویسے ہی رہنے دیتیں تو وہ برکت برابر قائم و باقی رہتی۔ (مسلم شریف)

(۱۳۶۶) حضرت جابرؓ ہی اس کے بھی راوی ہیں کہ ایک آدمی حضورؐ کے پاس آیا اور کھانے کو کچھ مانگا آپؐ نے اس کو تھوڑے سے جو مرحمت فرما دیئے تو عرصے تک وہ آدمی اور اس کی بیوی اور ان دونوں کے آئے گئے مہمان اسی میں سے کھاتے رہے یہاں تک کہ ایک دن اس نے وہ جو ناپ ڈالے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کاش تم نے اسے ناپا نہ ہوتا تو تم برابر اس میں سے کھاتے رہتے اور وہ اسی طرح باقی رہتا (مسلم)۔

(۱۳۶۵) دیکھئے ہماری بات یاد رکھئے کہ یہاں برکت کی فنا کے لئے ان کا عصر یعنی کپی کو نچوڑنا برکت ختم ہو جانے کا باعث بن گیا اور پہلی حدیث میں حضرت عائشہؓ کا جو کو ناپ لینا ان کے ختم ہونے کا سبب بنا اور اس سے بہت پہلی حدیث میں آپؐ کی طلب پر ایک صحابی کا یہ کہہ دینا کہ بکری کے دو کتنے دست ہوتے ہیں نامبارک ٹھہرا

(۳۶۷) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ فَصَنَعَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَا اُمِّيْ اِلَيْكَ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ. فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا وَّمَنْ لَّقِيْتَ وَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَّقِيْتُ قَالَ الْجَعْدُ وَهُوَ الرَّاوِيْ عَنْ اَنَسٍ عَدَدَكُمْ كَانُوْا؟ قَالَ كَانُوْا زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَّقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَاَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَّلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَّدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ فَقَالَ يَا اَنَسُ

(۳۶۷) انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی شادی فرمائی اور اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ شب باشی فرمائی تو ام سلیمؓ نے حریرہ پکا کر اُسے پتھر کے ایک برتن میں رکھ دیا اور کہا کہ اے انس اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (تو وہ اسے لیکر حضورؐ کے پاس آئے) اور کہا کہ میری والدہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ بھیجا ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں ایک حقیر ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اسے رکھ دو اور جاؤ فلاں اور فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ اور بھی چند آدمیوں کا نام لیا اور فرمایا کہ جو جو شخص تمہیں ملے اسے بھی بلا لاؤ۔ راوی کہتے ہیں کہ جس جس کا نام حضورؐ نے لیا تھا ان کو اور جو جو مجھے ملا ان کو بھی میں بلا لایا اس پر جعد (راوی کا نام ہے) نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ان سب کی تعداد کل کتنی ہوگی؟ تو انسؓ نے کہا کہ وہ سب کچھ اوپر تین سو آدمی تھے۔ پھر مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس وہ برتن تو لاؤ۔ پھر وہ مہمان آنا شروع ہوئے تو پھر پورا صُفّہ اور وہ حجرہ شریفہ سب بھر گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس دس آدمی حلقہ بنا بنا کر بیٹھیں اور ہر شخص اپنے سامنے ہی سامنے سے لیکر کھائے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دسوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا اس طرح ایک ٹولی کھا کر نکلتی اور دوسری ٹولی اندر جاتی یہاں تک کہ سبھوں نے کھا لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس اب اسے اٹھاؤ تو انسؓ کہتے ہیں کہ میں کچھ بتا نہیں سکتا کہ جب میں نے وہ پیالہ لا کر رکھا تھا جب زیادہ تھا یا جب اس کو اُٹھایا (یعنی جوں کا توں رہا) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ یہ اسی موقع کا واقعہ ہے کہ

اِرْفَعْ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِیْ حِیْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِیْنَ رَفَعْتُ قَالَ وَ جَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ یَتَحَدَّثُوْنَ وَذَكَرَ وَاَنْزُوْلَ اٰیَۃِ الْحِجَابِ (رواہ الشیخان)

(۱۳۶۸) عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ مِنْ قَصْعَۃٍ مِنْ غُدْوَۃٍ حَتّٰی اللَّیْلِ یَقُوْمُ عَشَرَۃٌ وَیَقْعُدُ عَشَرَۃٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ فَمِنْ اَیِّ شَیْئٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ اِلَّا مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِیَدِهٖ اِلَی السَّمَاءِ۔ رواہ النسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح ورواہ الدارمی والحاکم فی صحیحہ۔

(۱۳۶۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَانْكَفَاْتُ اِلَی امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ لَهَا هَلْ عِنْدَكِ شَیْئٌ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ ـــــ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِیْدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَابًا فِیْهِ صَاعٌ مِنْ شَعِیْرٍ وَلَنَا بُهَیْمَۃٌ دَاجِنٌ قَالَ فَذَبَحْتُ وَطَحَنَتْ فَفَرَغَتْ اِلٰی فَرَاغِیْ فَقَطَّعْتُهَا فِیْ بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهٗ قَالَ فَجِئْتُ فَسَارَرْتُهٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا ذَبَحْنَا بُهَیْمَۃً لَنَا وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ یَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ هَلًا بِكُمْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِیْنَتَكُمْ حَتّٰی اَجِیْئَ فَجِئْتُ

ان میں سے کچھ لوگ کھا کر وہیں بیٹھ گئے اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے اور آیتِ حجاب کا نزول اسی موقع پر بیان کیا گیا ہے۔ (بخاری مسلم)۔

(۱۳۶۸) سمرۃ بن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے اور صبح و شام ایک ہی پیالہ میں سے کھانا کھاتے رہتے اور ہم (ایک مرتبہ میں) اس پر دس آدمی بیٹھتے ان کے بعد پھر اور دس آدمی اسی پر بیٹھ جاتے تو ہم نے پوچھا کہ یہ برکت اس میں ہوتی کہاں سے تھی؟ اس پر جواب ملا کہ تم کو تعجب کس بات پر ہے یہ برکت اور کہاں سے آتی یہ کہہ کر آسمان کی طرف اشارہ فرمایا (یعنی آسمان سے آتی تھی)۔

(۱۳۶۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب (جنگ کیلئے مدینہ کے اردگرد) خندق کھودی جا رہی تھی تو

وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدِمُ النَّاسَ حَتّٰى جِئْتُ امْرَأَتِيْ فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ
قَالَ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِيْ قُلْتِ لِيْ فَأَخْرَجْتُ لَهُ عَجِيْنًا فَبَصَقَ فِيْهِ وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى
بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيْهَا وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعِيْ لِيْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ
وَلَا تُنْزِلُوْهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا
لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔ (رواہ الشیخان) وفی روایۃ قال جابر انا
یوم الخندق نحفر فعرضت کُدْیۃ شدیدۃ فجاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فقالوا ھذہ کدیۃ عرضت فقال انا نازل فقام وبطنہ معصوب بحجر ولبثنا ثلاثۃ
ایام لا نذوق ذواقا فاخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المِعْوَلَ فضرب فعاد کثیبا اَهْيَلَ فقلت
یارسول اللہ ائذن لی الی البیت فقلت لامرأتی انی رأیت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شیئا ما فی ذلک صبر۔ قالت عندی شعیرٌ وعناقٌ فذبحت العناق وطحنت الشعیر حتی جعلنا
اللحم فی البُرْمَۃِ ثم جئت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والعجین قد انکسر والبُرْمَۃ بین
الاثافی قد کادت ان تنضج فقلت طُعَيِّمٌ لِیْ فقم انت یارسول اللہ ورجلٌ او رجلان ۔
قال کم ھو فذکرت لہ فقال کثیرٌ طیبٌ قال قل لھا لا تنزع البرمۃ ولا الخبز من التنور

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوکا دیکھا میں فوراً لوٹ کر اپنی بی بی کے پاس آیا اور میں نے کہا،
تمہارے یہاں کھانے کے لئے کچھ ہے، کیونکہ میں نے آپ پر شدید بھوک کا اثر دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا
نکالا اس میں ایک صاع جو ہوں گے اور ہمارے یہاں گھر کا پلا ہوا بکری کا بچہ تھا بس میں نے تو اس کو ذبح کیا
اور بی بی نے جو پیسے اُدھر وہ آٹا پیسکر فارغ ہوئی اور اِدھر میں گوشت بنا کر فارغ ہو گیا اور میں نے اس
کی بوٹیاں بنا کر ہانڈی میں ڈالدیں اور گھر سے واپس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ بی بی نے
کہا دیکھنا (ذرا سا کھانا ہے) ہم کو آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں میں کہیں شرمندہ نہ کرنا۔ یہ کہتے ہیں میں
آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے چپکے سے آپ کے کان میں کہا یا رسول اللہ ہم نے ایک چھوٹا سا
بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور بی بی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے بس آپ ہی اور چند لوگ آپ کے ساتھ تشریف
لے آئیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان فرما دیا کہ جابرؓ نے تمہاری سب کی دعوت کی ہے
لہذا تم سب جلدی سے چلو اور آپ نے فرمایا جب تک میں نہ آؤں اپنی گوشت کی ہانڈی چولھے پر سے نہ اتارنا اور
نہ آٹے کی روٹی پکانا۔ میں گھر آیا اور لوگوں کے آگے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے۔ میں بی بی
کے پاس آیا (اور سب ماجرا کہا) اس نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے میں نے کہا کہ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق

حتی اتی قال فقوموا فقام المهاجرون والانصار فلما دخل علی امرأته قالت ویحك جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمهاجرین والانصار ومن معهم قالت هل سألك قلت نعم فقال ادخلوا ولا تضاغطوا فجعل یکسر الخبز ویجعل علیه اللحم ویخمر البرمة و التنور اذا اخذ منه ویقرب الی اصحابه ثم ننزع فلم یزل یکسر ویغرف حتی شبعوا وبقیة قال کل هذا واهدی فان الناس اصابتهم مجاعة۔

(۱۳۷۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ کُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِکَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ وَاِنْ کُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ وَلَقَدْ قَعَدْتُ یَوْمًا عَلٰی طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَمَرَّ اَبُوْبَکْرٍ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰیَةٍ مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ مَاسَاَلْتُهٗ اِلَّا لِیَسْتَتْبِعَنِیْ فَمَرَّ وَلَمْ یَفْعَلْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَاٰنِیْ وَعَرَفَ مَا فِیْ وَجْهِیْ وَمَا فِیْ نَفْسِیْ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ اِلْحَقْ وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهٗ فَدَخَلَ فَاسْتَاْذَنَ

خاموشی کے ساتھ ہی آپ کو اطلاع دی تھی (لیکن میں کیا کروں کہ اب سب آگئے) میں نے آٹا نکال کر آپ کے سامنے پیش کر دیا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد ہماری ہانڈی کے پاس آئے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور دعاء برکت فرمائی پھر فرمایا اب ایک عورت بلا لاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے اور اپنی ہانڈی سے گوشت نکال نکال کر دیتی رہو مگر دیکھنا ہانڈی چولھے کے اوپر سے اتار نامت۔ اس وقت کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، خدا کی قسم سب نے وہ کھانا کھالیا یہاں تک کہ سب لوگ کھا کر واپس ہوگئے اور کھانا باقی رہ گیا اور ہماری ہانڈی جیسی تھی ویسی کی ویسی ہی بھری ہوئی اور آٹا بھی اتنا کا اتنا ہی پڑا رہا۔ (الشیخان)

(۱۳۷۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ (ایک وقت مجھ پر ایسا بھی گذرا ہے کہ) میں بھوک میں کبھی کبھی زمین سے اپنا کلیجہ لگا لیا کرتا تھا اور کبھی کبھی بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا اور ایک دن تو میں اس راستے پر جا بیٹھا جس سے مسلمان گزرا کرتے تھے۔ تو ابوبکرؓ گزرے تو میں نے ان سے قرآن کی ایک آیت کا مطلب محض اس لئے پوچھا کہ شاید یہ میرا حال پوچھیں اور مجھ کو اپنے ساتھ لیجا کر کچھ کھانے کو دیں مگر وہ گزرتے ہوئے چلے گئے اور انہوں نے میری بات نہ پوچھی، پھر حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور میرے چہرے

(۱۳۷۰) اس حدیث میں اعجاز کی صورت تو بالکل نمایاں ہے مگر اس میں کچھ اسلامی آداب بھی موجود ہیں یعنی

فَاَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةٌ. قَالَ يَا اَبَا هِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ. قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ لَا يَاْوُوْنَ اِلٰى اَهْلٍ وَلَا اِلٰى مَالٍ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا وَاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا فَسَاءَنِيْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ اَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ اَحَقُّ اَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا فَاِذَا جَاؤُا اَمَرَنِيْ فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيْهِمْ وَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْلُغَنِيْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ بُدٌّ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا وَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ

بلکہ میرے دل میں جو آثار اور خواہش تھی اسے پہچان گئے، پھر فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے کہا جی یارسول اللہ فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو اور حضورؐ چلے میں پیچھے پیچھے چلا۔ آپ گھر میں چلے گئے پھر میں نے اجازت مانگی تو آپ نے اندر آنے کی اجازت دی تو آپؐ نے ایک پیالے میں کچھ دودھ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا اسے فلاں مرد یا عورت نے (راوی کو اس میں شک ہے) آپؐ کے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے خوش ہو کر مجھ سے فرمایا اے ابوہرؓ میں نے کہا جی یارسول اللہؐ آپؐ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کے پاس اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں یہ اصحاب الصفہ صرف اسلامی مہمان تھے ان کا نہ کہیں گھر بار تھا نہ کوئی کاروبار تھا۔ جب کبھی حضورؐ کے پاس کہیں سے کوئی صدقہ خیرات کا کھانا آتا تب تو آپ اُسے سب کا سب انھیں لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب آپ کے پاس کچھ ہدیہ آتا تو آپ ان کے پاس بھی بھیجے اور خود بھی اس میں سے کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی اس میں شریک کر لیتے، تو مجھ کو یہ اصحاب صفہ کا بلوانا ذرا شاق گذرا اور میں نے دل میں سوچا کہ اصحاب صفہ کی تعداد تو بہت ہے یہ ایک پیالہ دودھ بھلا کیا کافی ہو سکے گا۔ میں زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ سے اتنا پینے کو ملتا جس سے مجھ میں کچھ جان آجاتی، جب وہ لوگ آتے تو حضورؐ مجھی کو تقسیم کا حکم دیتے تھے میں ہی ان کو دیتا تھا اور امید نہ تھی کہ اس میں سے کچھ بچ کر

ضرورت کے وقت اپنے گھر بلا کر تہذیب کے ساتھ پہلے سب کی تواضع کرنی، لوگوں کا بھیڑ کرنے کے بجائے اپنی اپنی جگہ مرتب بیٹھ جانا اس کے بعد ابوہریرہؓ کا اُن پر دور کرنا پھر خود ان کو دودھ پلانے کیلئے بیٹھ کا امر فرمانا اور اپنی ضرورت کا سب آخر میں پورا کرنا۔ یہاں یہ شان بھی عجیب ہے کہ جس دودھ نے ابھی ابھی سب کو سیراب کیا تھا وہ آپ کے پی لینے پر ختم کیسے ہو گیا کیا اس کو بھی معجزہ قرار نہ دیا جائے گا خوب بابرکت وہ ذات تھی جس نے قطرہ کو سمندر کر دیا اور پھر سمندر کو قطرہ بنا کر دکھا دیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وبارک علیہ۔

لَهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ اَبَاهِرٍّ۔ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خُذْ فَاَعْطِهِمْ فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيْهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى ثُمَّ يَرُدُّ عَلَىَّ الْقَدَحَ حَتّٰى اِنْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِىَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرَ اِلَىَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ يَا اَبَاهِرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ۔ قُلْتُ صَدَقْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُقْعُدْ فَاشْرَبْ فَقَعَدْتُّ فَشَرِبْتُ فَمَازَالَ يَقُوْلُ اِشْرَبْ حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَكًا۔ قَالَ فَاَرُوْنِىْ فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ (رواہ البخاری)

(۱۳۷۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ طَعَامٌ فَاِذَا

مجھے بھی مل سکتا، مگر کرتا کیا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو خوشی سے ماننے کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا۔ غرض میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور میں نے دعوت پہنچا دی تو وہ سب لوگ آپہنچے اور انھوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ لوگ مکان میں آکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو حضورؐ نے محبت کے لہجہ میں فرمایا اے ابوہر۔ میں نے کہا جی یارسول اللہ فرمایا یہ لو اور ان کو تقسیم کر دو۔ میں نے وہ پیالہ لے کر ہر ایک آدمی کو باری باری دیا وہ پی لیتا اور جب وہ خوب سیر ہو لیتا تب وہ شخص پیالہ مجھے واپس کرتا یہاں تک کہ میں اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیکر پہنچا بقیہ سب لوگ سیر ہو کر پی چکے تھے تو حضورؐ نے وہ پیالہ لے کر اُسے اپنے دستِ مبارک پر رکھا پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا اے ابوہر! میں نے عرض کیا جی یارسول اللہ فرمایا تو اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپؐ نے سچ فرمایا یارسول اللہ فرمایا بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے پیا۔ حضورؐ بار بار فرماتے جاتے اور پیو اور پیو۔ آخر میں نے کہا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا اب میرے پیٹ میں ذرا بھی گنجائش نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا تو لاؤ مجھے پلاؤ۔ میں نے وہ پیالہ حضورؐ کو دیا۔ آپؐ نے خدا کی تعریف کی بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ خود پی لیا۔ (بخاری)۔

(۱۳۷۱) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سو تیس آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپؐ نے فرمایا کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز بھی ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک

(۱۳۷۱) یہ بھی ایک ادب اسلامی ہے کہ پہلے دریافت کرلیا جائے کہ کسی شخص کو ہبہ منظور ہے یا ہدیہ پیش کرنا اور ابتدا سے کسی بات کا اس پر جبر نہ کیا جائے تعجب ہے کہ ایسے معالی اخلاق اور دوسروں کو ادب سکھانے والے قوم

مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ أَوْ نَحْوُهُ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُنْفَشُ الرَّأْسِ ثَائِرُ الرَّأْسِ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً أَوْ قَالَ هِبَةً قَالَ بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ أَنْ يُشْوَى وَأَيْمُ اللّٰهِ مَا فِي ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةٍ إِلَّا مَنْ قَدْ حَزَّ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا أَخْبَأَ لَهُ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَةً فَأَكَلُوْا أَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَا عَلَى الْبَعِيْرِ أَوْ كَمَا قَالَ ۔ (رواہ الشیخان)۔

(۱۳۷۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا أَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ أَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ

شخص کے پاس ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو کا آٹا ہے تو اس نے اُسے گوندھا۔ اتنے میں ایک شخص جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور کشیدہ قامت تھا کچھ بکریاں ساتھ لیکر آیا تو اس سے آپ نے دریافت کیا کہ قیمت سے دوگے یا عطیہ اور ہبہ کے طور پر دوگے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ قیمت سے دونگا۔ تو آپ نے اس سے ایک بکری خریدلی اور ذبح کی وہ بنائی گئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ کی کلیجی، دل، گردہ وغیرہ کو بھوننے کا حکم دیا اور خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں کوئی ایک شخص بھی نہیں بچا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کلیجی اور دل گردہ میں سے نہ دیا ہو، اگر وہ موجود ہوتا تو اسے دیدیتے اور جو موجود نہ ہوتا اس کے لئے رکھ دیتے اور اس سے ایک پیالہ بھر کر رکھا تو سب لوگوں نے اس میں سے کھایا اور خوب شکم سیر ہو کر کھایا اس کے بعد دو پیالے بچ گئے اور ہم اسے اونٹ پر لاد کر لے گئے (شیخان)

(۱۳۷۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا کہ آج میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سُنی تو بہت کمزور تھی مجھے اس میں بھوک کی شدت کا اثر محسوس ہوا، بتاؤ تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ انھوں نے کہا ہاں ہے۔ اس کے بعد انھوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر

مخالفین اسلام کو لوٹنے کا الزام لگاتے شرم نہیں آتی۔ مال غنیمت کو لوٹ کا مال سمجھنا غنیمت کی حقیقت سے ناواقفی کا نتیجہ ہے، اس بحث کو معجزات کے ضمن میں پھیلایا نہیں جاسکتا۔ مالِ غنیمت کا مال حلال ہونا خاص اس امت کا طغرۂ امتیاز ہے اور لوٹ کا حرام ہونا ابدی شریعت ہے پھر کجا یہ اور کجا وہ

(۱۳۷۲) یہاں آداب اسلامیہ میں سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے برکتہ ظہور میں آئے تو جو اپنی ضرورت سے بچ رہے اس کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دینا چاہیئے بلا ضرورت اُٹھا کر رکھ لینا اور محتاجوں کو محروم رکھنا اور وہ بھی[م]

[م] اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد یہ آداب اسلامیہ میں سے نہیں۔

بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْہُ تَحْتَ ثَوْبِیْ وَرَدَّتْنِیْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُّهٗ جَالِسًا فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَّعَهٗ قُوْمُوْا۔ قَالَ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمْ حَتّٰی جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ قَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَیْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتْ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰی لَقِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ مَعَهٗ۔ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هَلُمِّیْ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ مَا عِنْدَكِ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَیْهِ اُمُّ سُلَیْمٍ عُكَّةً لَّهَا فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰی شَبِعُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ

انھوں نے اپنی ایک اوڑھنی نکال کر اس کے ایک حصہ میں روٹیاں لپیٹ دیں پھر اُسے میرے کپڑوں کے نیچے چھپایا اور اس کے دوسرے حصہ کو مجھے اُڑھادیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ میں اُسے لیکر گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہیں اور آپ کے ساتھ بہت سے لوگ بیٹھے تھے تو میں نے ان کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے پوچھا کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ کے لوگوں سے فرمایا اٹھو چلو۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ چلے اور میں بھی آپ کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ میں ابوطلحہؓ کے پاس پہنچا اور میں نے ان کو خبر دی تو ابوطلحہؓ نے ام سلیمؓ سے کہا ارے سنو حضورؐ تو سب لوگوں کو ہمراہ لئے آپہنچے ہیں اور ہمارے پاس تو کچھ ہے نہیں کہ آپ کو کھلا سکیں۔ وہ بولیں اب اللہ اور اللہ کے رسول ہی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ حضرت ابوطلحہؓ باہر آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو حضورؐ آگے بڑھے اور ابوطلحہؓ آپؐ کے ہمراہ تھے آپ گھر میں تشریف لے گئے اور آپ نے کہا کہ ہاں اے ام سلیمؓ لاؤ دیکھیں تمہارے پاس کیا ہے؟ تو وہ وہی روٹیاں سامنے لے آئیں، آپؐ نے ان روٹیوں کو توڑ کر چورا چورا کیا اس کے بعد ام سلیمؓ گھی کی کپی (شیشی) لے آئیں اور ان روٹیوں پر گھی لگایا۔ پھر حضورؐ نے اس پر کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے پڑھوایا اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اندر بلالو، تو ان کو آنے کی

فَأَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُوْنَ۔ رواہ الشیخان وفی طریق البخاری ثمانون وقال فی روایۃ ثُمَّ أَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَأَنَسٌ وَفَضَلَ فَضْلَةٌ فَأَهْدَيْنَاهَا لِجِيْرَانِنَا۔

(۱۳۷۳) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَجْمَعَ مَا فِيْ أَزْوَادِنَا يَعْنِيْ مِنَ التَّمْرِ فَبَسَطَ نِطَعًا فَنَثَرَ عَلَيْهِ أَزْوَادَنَا قَالَ فَتَعَلَّيْتُ فَتَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُ فَحَزَرْتُهُ كَرَبْضَةِ شَاةٍ وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ فَأَكَلْنَا ثُمَّ تَطَاوَلْتُ فَنَظَرْتُهُ فَحَزَرْتُهُ كَرَبْضَةِ شَاةٍ (رواہ مسلم)۔

(۱۳۷۴) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ وَقُلْتُ ادْعُ اللّٰهَ لِيْ فِيْهِنَّ بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَصَفَّهُنَّ أَوْ ضَمَّهُنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ ثُمَّ دَعَا

اجازت دی تو انھوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا دس آدمیوں کو اور بلالو تو انھوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا دس آدمیوں کو اور بلالو، وہ بھی بلائے گئے یہاں تک کہ پوری جماعت نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ اس وقت اس جماعت میں ستر یا اسّی آدمی تھے (بخاری مسلم) اور بخاری میں اسّی کی تعداد ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ پھر حضورؐ نے اور ابوطلحہؓ نے، ام سلیمؓ نے اور انسؓ نے بھی کھایا پھر بھی جو کچھ بچ رہا اسے ہم نے اپنے پڑوسیوں کے پاس ہدیہ بھیجدیا۔

(۱۳۷۳) حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپؐ نے ہم کو حکم دیا کہ جو کچھ ہمارے توشہ دانوں میں ہے یعنی کھجوریں اسے ایک جگہ جمع کریں اس کے بعد حضورؐ نے چمڑے کا دسترخوان بچھایا اور اسی پر ہمارے توشہ دانوں کا سامان انڈیل لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے گردن اونچی کی اور اس ڈھیر کو دیکھا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا اور ہم لوگوں کی تعداد چودہ سو تھی تو ہم سب نے کھایا اس کے بعد پھر میں نے گردن اٹھائی اور اس کا اندازہ کیا تو میرے اندازے میں وہ ڈھیر اب بھی بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر ہی تھا (یعنی اُتنے کا اتنا ہی تھا)۔

(۱۳۷۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کھجوریں لیکر آیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے ان میں برکت کی دعا فرمادیجئے تو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ان کو اپنے

(۱۳۷۴) دیکھئے یہاں کھجوروں کے پھیلانے کی ممانعت ویسی ہی تھی جیسا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنے کھانے کے تولنے کی۔ بس غیب کو غیب ہی کی حد تک رہنے دیجئے اور تول کر اور پھیلا کر اس غائبانہ برکت کا افشاء مت کیجئے۔ یہاں

فَقَالَ اِجْعَلْهُنَّ فِيْ مِزْوَدِكَ وَاَدْخِلْ يَدَكَ وَلَاتَنْثُرْ قَالَ فَحَمَلْتُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا وَسْقًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَنَاْكُلُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَايُفَارِقُ حَقْوِيْ فَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اِنْقَطَعَ مِنْ حَقْوِيْ فَسَقَطَ رواه الامام الترمذی عن عمران بن حصین بنحوه وقال حدیث حسن غریب من هذا الوجه وقد ذکره الحافظ ابن تیمیہ من طرق عدیدة.

(۱۳۷۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ حَتّٰى هَمُّوْا بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْجَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهِ. قَالَ فَفَعَلَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهٖ وَذُو النَّوٰى بِنَوَاهُ. قِيْلَ وَمَا كَانُوْا

سامنے تہ بہ تہ لگا کر یا اُن کو خوب ملا ملا کر رکھ لیا۔ کہتے ہیں کہ پھر آپ نے دعا فرمائی، پھر مجھ سے فرمایا کہ اسے اپنے توشہ دان میں ڈال لو اور دیکھو انھیں اپنا ہاتھ ڈال ڈال کر نکالتے رہنا مگر بکھیلانا مت۔ کہتے ہیں کہ میں اس میں سے اتنے اتنے وسق تو کھجور اللہ کے راستے میں بانٹی اور خود کھائیں، دوستوں کو کھلائیں اور وہ تھیلی میرے تہبند کے ساتھ ہی بندھی رہا کرتی تھی جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ تھیلی میرے پاس سے کہیں ٹوٹ کر جا پڑی (ترمذی)۔

(۱۳۷۵) حضرت ابوہریرۂ اور ابوسعیدؓ اور سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں (اور مسلم کی روایت میں صرف ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے تو سب لوگوں کے توشے ختم ہو گئے یہاں تک (تکلیف بڑھی) کہ لوگوں نے بعض سامان اٹھانے والے اونٹوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اس پوری جماعت کے بقیہ توشے کو اکٹھا کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ سے دعائے برکت فرمادیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس اعلان کے بعد ایک

تقدیر اس راستے سے تو نہ آئی مگر شہادت عثمانؓ کے دوسرے راستے سے ظاہر ہو گئی اور برکت کی وہ تھیلی جو حضرت عثمانؓ کی شہادت تک باقی تھی آخر وہ گم ہو ہی گئی اور پھر کہیں نہ ملی۔

(۱۳۷۵) اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ نبی کی اپنی خواہش سے ظاہر نہیں ہوتا ورنہ حضرت عمرؓ کے فرمانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دوم حضرت عمرؓ کی اصابت رائے بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیا خوب مشورہ دیا۔ پھر آپ کی دعا کا اثر دیکھئے کہ ادھر آپ کے ہاتھ اُٹھے پھر دیر کیا تھی اُدھر کھانے میں برکت کا وہ ظہور ہوا کہ ڈھیر کے ڈھیر لگ گئے۔ یہاں آپؐ نے کوئی مادی عمل کیا تھا نہ اس کی کامیابی میں ادنیٰ سا تردد بس آن کی آن میں یہ سب کا سب ہو گیا یعنی اونٹ ذبح ہونے سے بچ گئے اور جتنے بھوکے تھے وہ سب خوب شکم سیر ہی نہیں ہوئے بلکہ آئندہ کے لئے ذخیرہ بھی بنا کر اپنے ہمراہ لے گئے۔

يَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰى قَالَ يَمُصُّوْنَهٗ وَيَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ اَزْوَادَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلُوْا۔ قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا بَقَاؤُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ وَلٰكِنْ اُدْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ اُدْعُ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَدَعَا بِنَطْعٍ فَبَسَطَهٗ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ وَجَعَلَ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَجَعَلَ الْاٰخَرُ يَجِيْءُ بِكِسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النَّطْعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيْرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا فِيْ اَوْعِيَتِكُمْ قَالَ

گیہوں والا اپنے پاس کا گیہوں لایا اور کھجور رکھنے والا اپنے پاس کی کھجوریں لایا اور جس کے پاس صرف کھجور کی گٹھلیاں تھیں وہ اُن کو ہی لے آیا۔ کسی نے پوچھا کھجور کی گٹھلی سے کیا کام لیا جاتا تھا؟ تو کہنے لگے کہ وہ اُسے چوس لیتے تھے اور پھر اُس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذخیرہ پر دعائے برکت کی تو اتنی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اس موقعہ پر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس کی کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں باتوں کی گواہی لے کر ملیگا کہ اسے اس میں ذرا بھی شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب تبوک کی لڑائی ہوئی تو لوگوں کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! کاش آپ ہمیں اجازت دیتے کہ ہم اپنے بعض دودھ والے جانور ذبح کرتے اور اس کا گوشت کھاتے اور اس کی چربی بدن پر ملتے تو حضورؐ نے فرمادیا کہ اچھا ایسا ہی کرلو، مگر راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آنکلے اور انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہوجائیں گی اور دوسری روایت میں ہے کہ اونٹوں کے ذبح ہونے کے بعد پھر ان کی زندگی بیکار ہوجائے گی بلکہ بجائے اس کے ان سب سے ان کے بچے کھچے توشے منگوایئے اور پھر اس پر دعائے برکت فرمادیجئے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیدے تو حضورؐ نے بھی فرمایا ہاں یہی صورت مناسب ہے۔ اس کے بعد آپ نے چمڑے کا دسترخوان منگا کر بچھایا پھر سب سے اُن کا بچا کھچا کھانا

فَأَخَذُوْا أَوْعِيَتَهُمْ حَتّٰى مَا تَرَكُوْا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَؤُوْهُ قَالَ فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ (الْحَدِيْثِ) رواه الشيخان

(۱۳۷۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَأَصَابَهُمْ عَوَزٌ مِنَ الطَّعَامِ فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ عِنْدَكَ شَيْءٌ؟ قَالَ قُلْتُ لَا إِلَّا شَيْءٌ مِنَ التَّمْرِ فِيْ مِزْوَدِيْ قَالَ جِئْ بِهٖ. فَجِئْتُ بِالْمِزْوَدِ وَقَالَ هَاتِ نِطْعًا فَجِئْتُ بِالنِّطْعِ فَبَسَطَ فَأَدْخَلَ يَدَهٗ فَقَبَضَ عَلَى التَّمْرِ فَإِذَا هُوَ إِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ تَمْرَةً قَالَ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ فَجَعَلَ يَضَعُ كُلَّ تَمْرَةٍ وَيُسَمِّيْ حَتّٰى أَتٰى عَلَى التَّمْرِ فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا فَجَمَعَهٗ فَقَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَأَصْحَابَهٗ فَأَكَلُوْا وَشَبِعُوْا وَخَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ اُدْعُ فُلَانًا وَأَصْحَابَهٗ فَأَكَلُوْا وَشَبِعُوْا وَخَرَجُوْا قَالَ وَفَضَلَ تَمْرٌ فَقَالَ لِيْ اُقْعُدْ فَقَعَدْتُ فَأَكَلَ وَأَكَلْتُ قَالَ فَضَلَ تَمْرٌ فَأَخَذَهٗ فَأَدْخَلَهٗ فِي الْمِزْوَدِ فَقَالَ

منگوایا تو کوئی آدمی ایک مٹھی آٹا لانے لگا کوئی آدمی ایک مٹھی کھجور اور کوئی ایک روٹی کا ٹکڑا۔ اس طرح اس دسترخوان پر کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اکٹھا ہوگیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضورؐ نے اس پر دعائے برکت کی، پھر فرمایا اپنے اپنے برتنوں کو لے کر آؤ اور انھیں بھر لو، تو لوگ اپنے اپنے برتن لائے اور لشکر کا کوئی برتن ایسا نہ بچا جسے لوگوں نے نہ بھر لیا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سب نے کھایا بھی اور شکم سیر ہو کر کھایا اور اس کے بعد بھی بہت سا بچ گیا۔ (بخاری مسلم)

(۱۳۷۶) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی میں گئے تھے تو فوج کو کھانے کی تنگی ہوئی تو آپ نے فرمایا اے ابوہریرہؓ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضورؐ! بجز تھوڑی سی کھجوروں کے اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا انہی کو لے آؤ۔ میں لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا چمڑے کا ایک دسترخوان لاؤ۔ میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا اور مٹھی میں کل کھجوریں لے لیں تو وہ اکیس کھجوریں تھیں پھر بسم اللہ شریف پڑھی پھر ہر کھجور کو بسم اللہ کہہ کر رکھتے جاتے یہاں تک کہ کل کھجوریں رکھ دیں پھر راوی نے اُن کو دبانے کا اشارہ کر کے بتایا کہ حضورؐ نے اس طرح کیا۔ پھر فرمایا جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بُلا لاؤ، تو ان سب نے آکر کھایا اور شکم سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ تب آپؐ نے فرمایا اب جاؤ فلاں شخص کو اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ تو وہ لوگ بھی آئے اور خوب پیٹ بھر کر

(۱۳۷۶) تنبیہ: یہ روایت ابھی آپ کے سامنے گذر چکی ہے اور ان دونوں میں کچھ لفظی فرق ہے صرف تائید کے لئے یہاں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کو دوسرا واقعہ سمجھنا نہیں چاہیے۔

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا أَرَدْتَ شَيْئًا فَأَدْخِلْ يَدَكَ وَلَا تَكْفَأْ فَيَكْفَأُ عَلَيْكَ. قَالَ فَمَا كُنْتُ أُرِيدُ تَمْرًا إِلَّا أَدْخَلْتُ يَدِي فَأَخَذْتُ مِنْهُ خَمْسِينَ وَسْقًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ مُعَلَّقًا خَلْفَ ظَهْرِي فَوَضَعَ زَمَانَ عُثْمَانَ فَذَهَبَ رَوَاهُ الْحَافِظُ عَبْدُ الْغَنِيِّ.

(۱۳۷۷) عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَدَنِيِّ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ وَأَرْبَعَمِائَةٍ نَسْأَلُهُ الطَّعَامَ فَقَالَ لِعُمَرَ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا بَقِيَ إِلَّا آصُعٌ مِنْ تَمْرٍ مَا أَرَى أَنْ يَقِيظَنِي قَالَ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ. قَالَ سَمْعًا وَطَاعَةً قَالَ فَأَخْرَجَ عُمَرُ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْزَتِهِ فَفَتَحَ الْبَابَ فَإِذَا شِبْهُ الْفَصِيلِ الرَّابِضِ مِنْ تَمْرٍ فَقَالَ لِنَا خُذُوا فَأَخَذَ كُلٌّ مِنَّا مَا أَحَبَّ ثُمَّ الْتَفَتُّ وَكُنْتُ آخِرَ الْقَوْمِ وَكَأَنَّا لَمْ نَرْزَأْ تَمْرَةً رواه الامام احمد ورواه ابوداؤد قال ابوعبدالله المقدسي واسناده على شرط الصحيح۔

کھا کے چلے گئے' پھر بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا تو آپؐ نے بھی کھجوریں نوش فرمائیں اور میں نے بھی کھائیں۔ ابوہریرۃؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھی کچھ کھجوریں بچ گئیں تو حضورؐ نے وہ کھجوریں لیں اور ان کو میرے توشہ دان میں رکھدیں پھر مجھ سے فرمایا اے ابوہریرۃؓ جب تم اس میں سے کچھ لینا چاہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر نکالنا اور ان کو انڈیلنا مت ورنہ وہ ختم ہو جائیں گی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر جب مجھے کھجوریں درکار ہوتیں تو میں اس توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اس طرح میں نے اسی توشہ دان میں سے پچاس وسق کھجوریں تو اللہ عزوجل کی راہ میں دیدیں وہ توشہ دان میری پیٹھ کے پیچھے لٹکا رہتا تھا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانۂ شہادت میں اُسے اتار کر رکھا تو وہ توشہ دان غائب ہو گیا۔

(۱۳۷۷) دکین ابن سعید مدنیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جو چار سو چالیس تھے حضورؐ کی خدمت میں کھانے کی چیزیں مانگنے آئے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جاؤ ان کو دیدو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو بجز چند صاع کھجوروں کے کچھ نہیں رہا یہ تو موسم گرما میں میرے بچوں کیلئے بھی کافی نہ ہوگی آپؐ نے پھر فرمایا جاؤ ان کو دیدو حضرت عمرؓ نے کہا جی بہت اچھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمرؓ نے کنجی اپنے حجرے سے نکالی اور دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھجوروں کا اتنا بڑا ڈھیر ہے جیسا کہ دودھ پیتا چھوٹا جانور کا بچہ بیٹھا معلوم ہو۔ تو انھوں نے ہم سب سے کہا لو لیتے جاؤ تو ہم میں سے ہر ایک نے جتنا چاہا لے لیا۔ پھر میں اُدھر متوجہ ہوا اور میں ان میں سب سے اخیر شخص تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے ایک کھجور بھی کم نہیں کی۔ (احمد)

الرسول الاعظم نبع الماء من بين اصابعہ وتسبیحۃ الطعام وھو یوکل فی زمنہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۳۷۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ الْاٰیَاتِ بَرَکَۃً وَاَنْتُمْ تَعُدُّوْنَہَا تَخْوِیْفًا کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَقَلَّ الْمَاءُ فَقَالَ اُطْلُبُوْا فَضْلَۃً مِّنْ مَّاءٍ فَجَآءُوْا بِاِنَاءٍ فِیْہِ مَاءٌ قَلِیْلٌ فَاَدْخَلَ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الطَّہُوْرِ الْمُبَارَکِ وَالْبَرَکَۃُ مِنَ اللّٰہِ وَلَقَدْ رَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ کُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِیْحَ الطَّعَامِ وَھُوَ یُؤْکَلُ۔ (رواہ البخاری)

(۱۳۷۹) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَکَانَ یَجْمَعُ الصَّلٰوۃَ فَصَلَّی الظُّہْرَ وَالْعَصْرَ جَمِیْعًا وَالْمَغْرِبَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انگشتانِ مبارک سے پانی کا اُبل پڑنا اور آپ کے زمانے میں کھانا کھانے میں کھانے کی تسبیح پڑھنا

(۱۳۷۸) عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم تو معجزات کو برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو خوف کی چیز سمجھتے ہو۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ پانی کی کمی ہوگئی آپ نے فرمایا تلاش کرو کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہو تو لے آؤ۔ لوگ ایک برتن لے آئے جس میں ذرا سا پانی تھا۔ آپ نے برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈالا اور فرمایا چلو اور وضو کا پانی اور خدا کی برکت لو۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹ رہا ہے۔ اور آپ کے عہدِ مبارک میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہم کھانا کھایا کرتے تھے اور کھانے کی تسبیح اپنے کانوں سے سنا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۱۳۷۹) معاذؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک کے لئے چلے آپ اس

(۱۳۷۸) ملا علی قاریؒ اس حدیث کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کو وہ معجزات سود مند ہوتے ہیں جن میں عذاب اور خوف کا ظہور ہو اور صحابۂ کرام کو وہ معجزات نافع ہوتے تھے جو موجب برکت ہوتے۔
امام طحاویؒ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ صحابۂ کرام کے قلوب میں معجزات دیکھ کر حق تعالیٰ کی ہیبت پیدا ہوتی اور اس سے ان کے ایمانوں میں اور ترقی ہوتی اس لئے معجزات ان کے لئے موجب برکت ہوتے تھے تم معجزات دیکھ کر صرف ڈرتے تو ہو مگر تمہارے ایمانوں میں ان سے نہ تو کوئی ترقی ہوتی ہے اور نہ اعمال کا کوئی نیا جذبہ ابھرتا ہے اس لئے وہ تمہارے حق میں موجب برکت نہیں ہوتے۔ (المعتصر ۶)

وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا حَتّٰى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ
جَمِيْعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَالِكَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا ثُمَّ قَالَ
إِنَّكُمْ سَتَأْتُوْنَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ عَيْنَ تَبُوْكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوْهَا حَتّٰى يُضْحِيَ النَّهَارُ فَمَنْ
جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَّائِهَا شَيْئًا حَتّٰى آتِيَ. فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا
رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَّاءٍ فَسَأَلَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسِسْتُمَا مِنْ مَّائِهَا شَيْئًا قَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّقُوْلَ قَالَ ثُمَّ غَرَفُوْا بِأَيْدِيْهِمْ
مِنَ الْعَيْنِ قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتَّى اجْتَمَعَ شَيْءٌ قَالَ وَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيْهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِيْهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ غَزِيْرٍ فَاسْتَقَى
النَّاسُ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ أَنْ تَرَى مَا هٰهُنَا
قَدْ مُلِاءَ جِنَانًا۔ (رواہ مسلم)

سفر میں دو دو نمازیں ملا ملا کر ادا فرماتے تھے* پہلے ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اس کے بعد اندر تشریف لے گئے
اور باہر تشریف لا کر مغرب و عشا ملا کر پڑھیں، اس کے بعد فرمایا انشاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر
پہنچ جاؤ گے اور اس وقت تک نہیں پہنچو گے جب تک کہ دن چڑھ نہ جائے تو جو شخص بھی وہاں پہنچے وہ
تاوقتیکہ میں نہ آلوں پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ ہم سے پہلے دو شخص تبوک کے چشمے پر پہنچ چکے تھے۔ جب
ہم پہنچے دیکھا تو چشمہ تاگے کی طرح باریک بہہ رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے
پوچھا تم نے اس کے پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا انھوں نے عرض کی جی لگایا تو ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ
نے اظہار ناگواری فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ نے چلو بھر بھر کر اس چشمے سے تھوڑا تھوڑا پانی جمع کر لیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا دستِ مبارک اور چہرۂ مبارک دھویا اور وہ پانی اس چشمہ
میں ڈال دیا۔ اسی وقت وہ ایک بڑے چشمے کی طرح بہہ پڑا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔ اس کے بعد
فرمایا معاذ تمہاری زندگی دراز ہوگی اور تم اس جگہ اتنا پانی دیکھو گے کہ اس سے باغات
پر ہوں گے۔ (مسلم)

* یہاں تک کہ ایک دن آپ نے نماز میں تاخیر کی پھر باہر تشریف لائے

(۱۳۸۰) مِنْ حَدِيْثِ جَابِرِنِ الَّذِيْ رَوَاهُ عُبَادَةُ بْنُ الْوَلِيْدِ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَوَّلُهٗ فِيْ قِصَّةِ الشَّجَرَتَيْنِ وَانْقِيَادِهِمَا ثُمَّ افْتِرَاقِهِمَا وَوَضْعِ الْغُصْنِ عَلَى الْقَبْرَيْنِ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ فَاَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوْءٍ فَقَالَ اَلَا وَضُوْءَ اَلَا وَضُوْءَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِيْ اَشْجَابٍ لَهٗ فَقَالَ لِيَ انْطَلِقْ اِلٰى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْاَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ هَلْ فِيْ اَشْجَابِهٖ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْهَا فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ اَنِّيْ اُفْرِغُهٗ لَشَرِبَهٗ يَابِسُهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَجِدْ فِيْهَا اِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ لَوْ اَنِّيْ اُفْرِغُهٗ لَشَرِبَهٗ يَابِسُهٗ قَالَ اذْهَبْ فَاْتِنِيْ بِهٖ فَاَتَيْتُهٗ بِهٖ فَاَخَذَهٗ بِيَدِهٖ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِشَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ وَ

(۱۳۸۰) جابرؓ کی وہ حدیث جس کو عبادۃ بن الولید نے روایت کیا ہے اس کے آخر میں مذکور ہے کہ ہم اپنے لشکر میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا جب نہ ملا) تو آپ نے فرمایا لشکر میں تلاش کرو۔ میں نے عرض کی قافلہ بھر میں ایک قطرہ پانی بھی مجھ کو نہیں ملا۔ انصار میں ایک شخص تھے جو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی مشکوں میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا اس کے پاس ہی جا کر دیکھو اس کی مشک میں کچھ بھی پانی ہے۔ میں گیا تو ان کے مشک میں بھی اتنا سا پانی ملا کہ اگر میں اس کو انڈیلتا تو جو حصہ اس کا خشک تھا وہ اس کو پی جاتا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ان کی مشک میں تو صرف اتنا ہی پانی ہے کہ اگر میں اس کو انڈیلوں تو وہ اس کے خشک حصہ میں جذب ہو کر رہ جائے گا آپ نے فرمایا جاؤ اور جا کر وہی لے آؤ۔ میں اس کو لے آیا آپ نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا اور اس پر کچھ پڑھنے لگے مجھ کو معلوم نہیں کہ آپ نے کیا پڑھا تھا اور اس کو اپنے ہاتھ سے ملنے لگے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کسی کے پاس اتنا بڑا پیالہ ہو جو پورے قافلے کے لئے کافی ہو جائے اس کو آواز دو۔ میں نے اعلان کر دیا کہ جس کے پاس بھی ایسا پیالہ ہو وہ لے آئے چنانچہ اتنا ہی بڑا ایک پیالہ پیش کیا گیا

(۱۳۸۰) یہاں آپ کے انگشتان مبارک سے پانی کا جوش مار کر پھوٹنے کا تذکرہ ہے اور وہ بھی اس حد تک کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی جتنی مخلوق تھی وہ سب اس سے سیراب ہو گئی مگر یہ تنبیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میمون میں برتن بہت بڑے بڑے بنائے جایا کرتے تھے اس لئے یہاں پیالہ کے بڑے ہونے کی وجہ سے چند لوگوں کو اس کو اٹھا کر لانا پڑا اور اس بارے میں اب تک بھی شہر اور گاؤں کے برتنوں میں فرق ہوتا ہے گاؤں کے برتن شہر کے برتنوں کی نسبت اکثر بڑے ہوتے ہیں۔

(نوٹ) شجرتین کے جس واقعہ کا ذکر اس حدیث میں ہے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

يَغْمِزُهُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَانِيهِ ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ نَادِ بِجَفْنَةِ الرَّكْبِ فَقُلْتُ يَا جَفْنَةَ الرَّكْبِ فَأُتِيتُ بِهَا تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ وَضَعَهَا فِي قَعْرِ الْجَفْنَةِ فَقَالَ خُذْ يَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَيَّ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ بِسْمِ اللّٰهِ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَدَارَتْ حَتّٰى امْتَلَأَتْ. فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ مَنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِمَاءٍ. قَالَ فَأَتَى النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتّٰى رَوَوْا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ لَهُ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِيَ مَلْأَى. (رواہ مسلم فی اواخر صحیحہ)

(۱۳۸۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَأَدْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتّٰى إِذَا كَانَ وَجْهُ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا أَعْيُنُنَا حَتّٰى بَزَغَتِ

جس کو لوگ اٹھا کر لائے۔ میں نے اس کو آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور اس کو طشت کے اندر رکھ دیا اور فرمایا کہ جابر! لاؤ اور بسم اللہ کہہ کر میرے ہاتھ پر ڈالو۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر پانی ڈالا۔ میں نے دیکھا کہ پہلے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی امنڈا پھر پورے پیالہ میں پانی جوش سے چکر لگانے لگا حتی کہ پیالہ پانی سے لبریز ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جابر! اعلان کر دو جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے لے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ (دوڑ دوڑ کر) آتے رہے اور پی پی کر سیراب ہوتے گئے یہ بیان کرتے ہیں میں نے کہا، کوئی شخص ایسا اور ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ سے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا اور پیالہ تھا کہ جوں توں بھرا کا بھرا تھا۔ (مسلم)

(۱۳۸۱) عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا ہم ساری رات چلتے رہے صبح کے قریب آرام کے لئے اُترے اور (ایسے غافل سو گئے) کہ ہماری آنکھ نہ کھل سکی یہانتک کہ آفتاب چمک اٹھا۔ جو شخص ہم سب میں پہلے بیدار ہوئے وہ ابوبکرؓ تھے۔ ہمارا دستور یہ تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے میں جگایا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار نہ ہو جاتے کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے

(۱۳۸۱) اس حدیث میں پانی کے معجزہ کے سوا کچھ اور بھی امور ہیں جو بہت زیادہ قابل یادداشت ہیں پہلی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار نہ کرنے کے متعلق صحابہؓ کی عادت میں منقول ہے وہ ترجمان السنہ کی تیسری جلد میں نوم انبیاء کے زیر عنوان باوجود تلاش کے ہم کو حدیث میں نہ مل سکی اس لئے اس کا تذکرہ ہم نے علماء کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ وہ خود صحابہؓ کی عادت میں منقول ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ پہلے بیدار ہونے والوں میں

الشَّمْسُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَّا اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ وَكُنَّا لَا نُوْقِظُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يَحْدُثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ عُمَرُ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ وَرَاَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ قَالَ ارْتَحِلُوْا فَسَارَ بِنَا حَتَّى ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ نَزَلَ فَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ. قَالَ لَهٗ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ فَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيْدِ فَصَلّٰى ثُمَّ عَجَّلَنِيْ فِيْ رَكْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ يَطْلُبُ الْمَاءَ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِذَا نَحْنُ بِامْرَاَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ اَيْهَاهْ اَيْهَاهْ لَا مَاءَ لَكُمْ. فَقُلْتُ كَمْ بَيْنَ اَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ

کہ وہ نئی بات کیا ہے جو بحالتِ خواب آپ کو پیش آرہی ہے۔ اس کے بعد عمرؓ بیدار ہوئے اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاگ اٹھے آپؐ نے جب سر اٹھایا اور دیکھا کہ آفتاب چمک اٹھا ہے تو فرمایا یہاں سے نکل چلو اور ہم کوچ کر کے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ اب دھوپ میں سفیدی آگئی تھی (یعنی کراہت کا وقت نکل گیا تھا) آپؐ نے اتر کر ہم کو نماز پڑھائی۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا کہ وہ علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے نماز سے فارغ ہو کر اس سے سوال کیا ہمارے ساتھ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ اس نے عرض کی کہ مجھ کو غسل کی ضرورت پیش آگئی تھی اور پانی تھا نہیں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا مٹی سے تیمم کر لے وہ تیرے لئے کافی ہے اس نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ پھر ہم کو سخت پیاس لگی تو آپؐ نے پانی کی تلاش کے لئے ایک قافلہ جو آگے جا رہا تھا اس کی طرف جلدی سے ہم کو روانہ کیا ہم چلدیئے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت اپنی چھاگلوں کے درمیان اونٹنی پر پیر لٹکائے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا پانی کا چشمہ کہاں ملے گا اس نے جواب دیا ارے پانی کہاں۔ ہم نے اس سے پوچھا تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا اس نے کہا ایک دن رات کا۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل۔ اس نے کہا رسول اللہ کس کو

کون شخص تھے۔ روایت مذکورہ سے حضرت ابوبکرؓ کا نام معلوم ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب نماز قضا ہو جائے تو اس کی قضا وقتِ مکروہ میں نہ کرنی چاہئے۔ یہاں راوی نے حتی ابیضت الشمس اور بزغت کے لفظ فرما کر اس بات کو صاف کر دیا ہے بقیہ طرق میں سب جگہ اجمال ہے اس کو اسی تفصیل پر حل کر لینا چاہیے۔

مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ وَمَا رَسُولُ اللهِ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا حَتَّى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِي أَخْبَرَتْنَا وَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَنَحْنُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا عِطَاشًا حَتَّى رُوِينَا وَمَلَأْنَا كُلَّ رَاوِيَةٍ وَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ وَغَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنْفَرِجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوا مَا عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَتَمْرٍ وَصَرَّ لَهَا صُرَّةً وَقَالَ لَهَا اذْهَبِي فَأَطْعِمِي عِيَالَكِ وَاعْلَمِي أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ شَيْئًا. فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ أَنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ ذَيْتَ وَذَيْتَ فَهَدَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذٰلِكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوا

(رواہ الشیخان والبخاری ص ۴۹ ج ۱ فی باب التیمم مطبع مجتبائی)

کہتے ہیں ہم اس کے ساتھ اور کوئی بات نہ کرسکے بس اس کو ساتھ لے کر چل دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لاکر اس کو پیش کردیا آپ نے پانی کے متعلق اس سے دریافت کیا اس نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو ہم کو دیا تھا اور یہ کہنے لگی کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے بچے یتیم ہیں آپ نے حکم دیا کہ اس کی اونٹنی بٹھادی جائے چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی۔ آپ نے اس کی چھاگلوں کے اوپر کے دہانے میں دہن مبارک سے کلی کرکے پانی ڈالدیا اور اس کی اونٹنی کو کھڑا کردیا (تاکہ نیچے کے دہانے سے پانی لے لیا جاسکے) اسوقت ہم چالیس شخص تھے اور سب پیاسے تھے سب نے شکم سیر ہوکر پانی پیا اور اپنے پانی کے اونٹ اور مشکیزے اور جتنے برتن تھے سب پانی سے بھر لئے۔ اور ہمارے اس رفیق نے غسل بھی کرلیا مگر صرف اتنا کیا کہ اپنے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا لیکن چھاگلیں نہیں کہ پانی کے جوش کے مارے پھٹی جارہی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب تھوڑا بہت جو کچھ کھانے کا سامان تمہارے پاس ہو وہ اس کے لئے لاؤ۔ ہم نے اس عورت کے لئے کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کردیں۔ آپ نے ان کو ایک تھیلی میں ڈال کر اس سے فرمایا یہ لے جا اپنے بچوں کو جاکر کھلادے اور یہ یاد رکھنا کہ ہم نے تیرے پانی کا کچھ نقصان نہیں کیا ہے۔ جب وہ اپنے گھر آئی تو اس نے کہا میں نے ایسا بڑا جادوگر کوئی نہیں دیکھا ورنہ تو تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ شخص سچا نبی ہے جیسا کہ اس کا دعوٰی ہے اس نے یہ کرشمے دکھائے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس عورت کی بدولت اللہ تعالٰی نے اس کے قبیلے کو ہدایت نصیب فرمائی چنانچہ خود وہ اور اس کا سب خاندان مسلمان ہوگیا۔

(بخاری و مسلم)

(۱۳۸۲) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکُمْ تَسِیْرُوْنَ عَشِیَّتَکُمْ وَلَیْلَتَکُمْ وَتَاْتُوْنَ الْمَاءَ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا یَلْوِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَذَکَرَ حَدِیْثَ النَّوْمِ فِی الْوَادِیْ فَقَالَ ثُمَّ دَعَا بِمِیْضَاۃٍ کَانَتْ مَعِیْ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنْ مَّاءٍ فَتَوَضَّاَ مِنْھَا وُضُوْءً دُوْنَ وُضُوْءٍ وَبَقِیَ فِیْھَا شَیْءٌ مِّنْ مَّاءٍ ثُمَّ قَالَ لِاَبِیْ قَتَادَۃَ اِحْفَظْ عَلَیْنَا مِیْضَاتَکَ فَسَیَکُوْنُ لَھَا نَبَاٌ ثُمَّ قَالَ اَصْبَحَ النَّاسُ فَقَدُوْا نَبِیَّھُمْ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُدُّکُمْ لَمْ یَکُنْ لِیُخْلِفَکُمْ وَقَالَ النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَاِنْ تُطِیْعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرَ تَرْشُدُوْا. قَالَ فَانْتَھَیْنَا اِلَی النَّاسِ حِیْنَ امْتَدَّ النَّھَارُ وَحَمِیَ کُلُّ شَیْءٍ وَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکْنَا عَطْشًا فَقَالَ لَا ھُلْکَ عَلَیْکُمْ ثُمَّ قَالَ اَطْلِقُوْا لِیْ غُمَرِیْ قَالَ وَدَعَا بِالْمِیْضَاۃِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُبُّ وَاَبُوْ قَتَادَۃَ یَسْقِیْھِمْ فَلَمْ یَعْدُ اَنْ رَّاَی النَّاسُ مَا فِی الْمِیْضَاۃِ تَکَابُّوْا عَلَیْھَا

(۱۳۸۲) ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ آج شام اور ساری رات سفر کرنے کے بعد کل انشاء اللہ تعالیٰ چشمہ پر جا پہنچو گے۔ بس لوگ چل پڑے اور ایک دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا بس سفر طے کرنے میں مشغول تھے اس کے بعد وادی میں پہنچنے اور وہاں غفلت کی نیند سو جانے کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ وضو کے پانی کا جو برتن میرے ساتھ تھا آپؐ نے اس کو منگایا اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپؐ نے اس پانی سے مختصر سا وضو فرمایا اور جو پانی بچا اس کے متعلق فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا آئندہ چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا۔ یہ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوگئی تو انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ اس پر ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ فرمائیں اور پھر اس کا خلاف کریں۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے ہیں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے بڑے اصحاب موجود ہیں اگر ان کی رائے پر عمل کرو گے تو کامیاب ہوگے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم اُن لوگوں سے اس وقت آ کر ملے جب کہ دن چڑھ چکا تھا اور آفتاب کی تمازت سے ہر چیز جلنے لگی تھی۔ لوگوں نے آپ سے فریاد کی یا رسول اللہ ہم تو پیاس سے مرے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہ کہہ کر اپنے وضو کے پانی کا برتن منگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پانی ڈالتے تھے اور ابوقتادہؓ لے کر لوگوں کو پلاتے جا رہے تھے۔ لوگوں کا برتن کے پانی کو دیکھنا تھا کہ

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسِنُوا الْمَلَأَ کُلُّکُمْ سَیُرْوٰی قَالَ فَفَعَلُوْا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُبُّ وَاَسْقِیْھِمْ حَتّٰی مَا بَقِیَ غَیْرِیْ وَغَیْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ اِشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰی تَشْرَبَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ شُرْبًا فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. قَالَ فَاَتَی النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّیْنَ رِوَاءً قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَبَاحٍ اِنِّیْ لَاُحَدِّثُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ فِیْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ اِذْ قَالَ لِیْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ اُنْظُرْ کَیْفَ تُحَدِّثُ فَاَنَا اَحَدُ الرَّکْبِ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ فَقُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتَ؟ قُلْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِحَدِیْثِکُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَھِدْتُّ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ وَمَا شَعَرْتُ اَحَدًا حَفِظَہٗ کَمَا حَفِظْتَہٗ۔ (رواہ الشیخان)

(۱۳۸۳) وَفِی الْحَدِیْثِ الَّذِیْ رَوَاہُ الْاِمَامُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ

اس پر ٹوٹ پڑے، آپؐ نے فرمایا اپنے اخلاق درست رکھو تم میں سے ہر ہر فرد پانی پی کر سیراب ہوگا چنانچہ فوراً لوگوں نے تعمیل ارشاد کی اور آپ برتن سے پانی ڈالتے رہے اور ابو قتادہؓ لے لیکر لوگوں کو پلاتے رہے یہاں تک کہ مجمع بھر میں میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہ رہا۔ آپؐ نے فرمایا اب تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کی جب تک آپ نہ پی لیں میں کیسے پی سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا طریقہ یہی ہے کہ جو تقسیم کرنے والا ہوتا ہے اس کا نمبر سب سے آخر ہی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور آپ نے بھی نوش فرمالیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر لوگ (اگلے روز) چین سے پانی پر پہنچے اور وہ خوب سیراب تھے۔ عبداللہ بن رباحؓ کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کو جامع مسجد میں بیان کر رہا تھا کہ دفعتہً عمران بن حصینؓ نے مجھ کو ٹوکا اور فرمایا ذرا سوچ کر حدیث بیان کرو، کیونکہ اس شب کے قافلہ میں میں بھی شریک تھا۔ میں نے عرض کی آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ انھوں نے پوچھا تم کس قبیلے کے آدمی ہو، میں نے کہا انصار میں کا۔ عمران بن حصینؓ نے فرمایا کہ تم اپنی حدیث کو بہتر جانتے ہو۔ عمرانؓ کہتے ہیں کہ اس شب میں میں بھی شریک تھا اور مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ اس واقعہ کو جس طرح تم نے محفوظ کیا ہے اس طرح کسی اور نے محفوظ کیا ہوگا۔ (شیخین)

(۱۳۸۳) زیاد بن حارث صُدائیؓ سے روایت ہے جس کو امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے اتنا اضافہ اور نقل کیا ہے جس کے آخر میں ہے کہ اس کے بعد ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارا کنواں ہے جب جاڑوں کا موسم آتا ہے تو اس کا پانی ہم کو کافی ہوتا ہے اور ہم اس کے گرد آباد ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم آتا ہے

طب فامنہ عن زیادۃ بن الحارث الصدائی قال فی اٰخرہٖ ثم قلنا یا نبی اللہ ان لنا بئرا اذا کان الشتاء وسعنا ماؤھا واجتمعنا علیھا واذا کان الصیف قل ماؤھا فتفرقنا علی میاہٍ حولنا وقد اسلمنا وکل من حوالینا عدو فادع اللہ فی بئرنا ان یسعنا ماؤھا فنجتمع علیھا ولا نتفرق فدعا بسبع حصیات فعرکھن فی یدہٖ ودعا فیھن ثم قال اذھبوا بھذہ الحصیات فاذا اتیتم البئر فالقوا واحدۃً واحدۃً واذکروا اسم اللہ عز وجل قال الصدائی ففعلنا ما قال لنا فما استطعنا بعد ان ننظر الی قعرھا۔

(۱۳۸۴) عن ابن عباس قال اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم و لیس فی العسکر ماء فاتاہ رجل فقال یا رسول اللہ لیس فی العسکر ماء قال ھل عندک شیء قال نعم قال فائتنی بہٖ قال فاتاہ باناءٍ فیہ شیء من ماءٍ قلیلٍ قال فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصابعہ علی فم الاناء وفتح اصابعہ قال فانفجرت من بین اصابعہ عیون وامر بلالا فقال نادِ فی الناس الوضوء المبارک۔ (رواہ الامام احمد)

تو اس میں پانی بہت کم رہ جاتا ہے اور ہم اپنے اردگرد کے پانیوں پر پھیل کر متفرق ہو جاتے ہیں اور ہمارے چاروں طرف ہمارے دشمن آباد ہیں آپ ہمارے کنویں کے لئے دعا فرمادیجئے کہ اس کا پانی ہمیشہ ہم کو کافی ہو جایا کرے اور ہم کو اِدھر اُدھر متفرق ہونے کی ضرورت نہ ہو۔ آپؐ نے سات کنکریاں منگائیں اور ان کو اپنے ہاتھ میں ملا اور ان پر کچھ دعا پڑھی اور فرمایا اچھا ان کنکریوں کو لیجاؤ اور جب اپنے کنویں پر جانا تو ان کو بسم اللہ کہہ کر ایک ایک کرکے ڈالنا۔ صدائی بیان کرتے ہیں ہم نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی تو کنویں میں اتنا پانی ہو گیا کہ ہم کوشش کرکے بھی اس کی تہ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

(۱۳۸۴) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لشکر میں کسی کے پاس پانی نہ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ لشکر کے پاس پانی نہیں رہا آپؐ نے پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی ہے اس نے کہا کہ ہے۔ فرمایا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ ایک برتن لے آیا اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپؐ نے اپنی انگلیاں برتن کے اوپر پھیلائیں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے۔ آپؐ نے بلالؓ سے فرمایا آواز دیدو کہ وضو کے لئے برکت کا پانی لے لیں (مسند امام احمد)۔

(۱۳۸۵) مِنْ حَدِيْثِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ بِنَحْوِهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَأَصَابَنَا جُهْدٌ حَتّٰى هَمَمْنَا أَنْ نَنْحَرَ بَعْضَ ظَهْرِنَا فَأَمَرَنَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعْنَا مَزَاوِدَنَا فَبَسَطْنَا لَهٗ نَطْعًا فَاجْتَمَعَ زَادُ الْقَوْمِ عَلَى النَّطْعِ قَالَ فَتَطَاوَلْتُ لِأَحْزُرَهٗ كَمْ هُوَ فَحَزَرْتُهٗ كَرَبْضَةِ الْعَنْزِ وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ فَأَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ حَشَيْنَا جُرُبَنَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ مِنْ وَضُوْءٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ بِإِدَاوَةٍ فِيْهَا نُطْفَةٌ فَأَفْرَغَهَا فِيْ قَدَحٍ فَتَوَضَّأْنَا كُلُّنَا نُدَغْفِقُهٗ دَغْفَقَةً أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةٌ فَقَالُوْا هَلْ مِنْ طَهُوْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَغَ الْوَضُوْءُ۔ (رواہ البخاری)

(۱۳۸۶) عَنْ أَنَسٍ أَيْضًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهٗ بِالزَّوْرَاءِ وَالزَّوْرَاءُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ السُّوْقِ وَالْمَسْجِدِ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَوَضَعَ فِيْهِ كَفَّهٗ

(۱۳۸۵) سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث میں بھی اسی طرح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے تو ہمیں بھوک سے تکلیف ہونے لگی یہاں تک کہ ہمارا ارادہ یہ ہوا کہ اپنی ایک آدھ سواری کے اونٹ ذبح کر دیں۔ تب ہم کو اللہ کے نبی نے حکم دیا کہ ہم سب اپنے اپنے ناشتہ دانوں کو اکٹھا کریں تو ہم نے چمڑے کا ایک دسترخوان بچھایا اور سب لوگوں کا توشہ اسی دسترخوان پر اکٹھا ہوا تو میں نے گردن اٹھائی کہ اس کا اندازہ کروں کہ کل ملا کر کتنا جمع ہوگیا۔ تو میں نے اندازہ کیا کہ وہ کل اتنا ہوگا جیسا کہ بکری کی ٹھیک ہوتی ہے (یعنی اس کی نشست گاہ) اور ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم سب نے کھایا اور پیٹ بھر بھر کر کھایا پھر ہم سب نے اپنے اپنے توشہ دان بھی بھر لئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہیں کچھ پانی بھی ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص ایک برتن لیکر آیا جس میں چند قطرے پانی تھا تو آپ نے اُسے ایک برتن میں انڈیل لیا تو ہم سب چودہ سو آدمیوں نے تھوڑا تھوڑا پانی لیکر وضو کیا۔ اس کے بعد آٹھ آدمی اور آئے اور انھوں نے پوچھا کچھ اور پانی وضو کیلئے بچا ہی یا نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب پانی ختم ہوگیا۔ (بخاری)

(۱۳۸۶) انسؓ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مقام زوراء میں تھے یہ مدینہ طیبہ میں بازار کے پاس ایک مقام کا نام تھا اور وہاں مسجد بھی تھی۔ آپ نے پیالہ منگایا، جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا تو پانی آپ کی انگلیوں سے پھوٹ پھوٹ کر

فجعل ينبع من بين اصابعه فتوضأ جميع اصحابه قال قلت كم كانوا يا ابا حمزة قال كانوا زهاء الثلاثمائة وفي رواية بماء لا يغمر اصابعه (رواه الشيخان)

(١٣٨٧) عنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وحانت صلوة العصر فالتمس الناس الوضوء فلم يجدوه فاتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بوضوء فوضع في ذالك الاناء يده وامر الناس ان يتوضؤا منه قال فرأيت الماء ينبع من تحت اصابعه فتوضأ الناس حتى توضؤا من عند اخرهم (رواه الشيخان)

(١٣٨٨) عن جابر قال قد رأيتني مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حضرت صلوة العصر وليس معنا ماء غير فضلة فجعل في اناء فاتي النبي صلى الله عليه وسلم فادخل يده فيه وفرج اصابعه ثم قال حي على الوضوء والبركة من الله. فلقد رأيت الماء يتفجر من بين اصابعه فتوضأ الناس

اُبلنے لگا یہاں تک کہ آپؐ کے سب ہمراہیوں نے وضو کر لیا۔ میں نے پوچھا اے ابو حمزہ (حضرت انسؓ کی کنیت ہے) آپ کے ان ساتھیوں کی کل تعداد کتنی ہوگی؟ انھوں نے جواب دیا تقریباً تین سو کے قریب صحابہؓ ہوں گے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ پانی اتنا تھا کہ آپؐ کی انگلیاں بھی اس میں نہ ڈوبتی تھیں۔ (شیخین)

(١٣٨٧) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس وقت نمازِ عصر کا وقت آچکا تھا لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا تو نہ ملا۔ آپؐ کے سامنے تھوڑا سا پانی پیش کیا گیا آپ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور لوگوں سے کہا کہ وضو کریں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے آپؐ کی انگلیوں سے پانی اُبل اُبل کر نکلتا ہوا دیکھا اور تمام حاضرین نے ایک ایک کرکے وضو کر لیا۔ (شیخین)۔

(١٣٨٨) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت آگیا ہے اور ہمارے پاس پانی نہیں ہے صرف جو کسی کے پاس بچا کھچا رہ گیا تھا بس وہی تھا تو وہ ایک برتن میں ڈال کر آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اپنا دستِ مبارک اس میں ڈالا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں اس کے بعد فرمایا لوگو چلو اور وضو کا پانی اور اللہ کی طرف سے برکت لوٹو۔ میں نے دیکھا کہ پانی تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر آپ کی انگلیوں سے ابل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہؓ نے وضو بھی کر لیا اور خوب پی بھی لیا۔ اور میں نے تو جتنا پانی میرے پیٹ میں سما سکتا تھا وہ بری طرح پی ڈالا کیونکہ میں جان چکا تھا کہ یہ برکت ہی برکت کا پانی ہے۔ میں نے جابرؓ سے

وَشَرِبْنَا فَجَعَلْتُ لَا آلُو مَا جَعَلْتُ فِي بَطْنِي مِنْهُ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ بَرَكَةٌ قُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ۔ (رواه الشيخان)

(۱۳۸۹) عَنْ جَابِرٍ أَيْضًا قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ فَجَهَشَ النَّاسُ نَحْوَهُ قَالَ مَا لَكُمْ قَالُوا لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ. فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُورُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا. قُلْتُ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً (رواه البخاري)

(۱۳۹۰) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ تَعُدُّونَ أَنْتُمُ الْفَتْحَ فَتْحَ مَكَّةَ وَقَدْ كَانَ فَتْحُ مَكَّةَ فَتْحًا وَنَحْنُ نَعُدُّ الْفَتْحَ بَيْعَةَ الرِّضْوَانِ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَالْحُدَيْبِيَةُ بِئْرٌ فَنَزَحْنَاهَا فَلَمْ نَتْرُكْ فِيهَا قَطْرَةً فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهَا فَجَلَسَ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ

سوال کیا اس وقت تم کتنے صحابہ تھے انھوں نے کہا ایک ہزار اور چار سو (شیخین)۔

(۱۳۸۹) یہ روایت بھی جابرؓ ہی سے ہے کہ صلح حدیبیہ میں ہم کو پانی نہ مل سکا اور ہم کو سخت پیاس لگی۔ آپ کے سامنے ایک چمڑے کا تھیلا تھا آپؐ نے اس سے پانی لے کر وضو کیا پھر کیا تھا لوگ پانی دیکھ کر بیتابی کے ساتھ اس کی طرف لپکے۔ آپؐ نے یہ دیکھکر فرمایا نہیں کیا ہو گیا ہے۔ انھوں نے عرض کی ہمارے پاس نہ وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے بس یہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ آپؐ نے اس تھیلے میں اپنا دست مبارک ڈالا۔ بس پانی تھا کہ آپؐ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح اُبل اُبل کر نکلنے لگا ہم نے خوب پیا بھی اور وضو بھی کیا۔ میں نے پوچھا تم کتنے تھے۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کا عالم یہ تھا کہ ان کو بھی کافی ہوتا مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ (شیخین)۔

(۱۳۹۰) براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ تم لوگ تو فتح مکہ کو فتح عظیم کا مصداق سمجھتے ہو اور کسی شک وشبہ کے بغیر وہ بڑی فتح تھی لیکن ہم تو بیعت الرضوان کو جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی تھی بڑی فتح سمجھتے ہیں۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے اور حدیبیہ وہاں ایک کنواں تھا، جس کا پانی ہم نے سب کھینچ کھینچ کر نکال لیا تھا حتی کہ اس میں پانی کا ایک قطرہ تک باقی نہیں چھوڑا تھا

(۱۳۸۹) بخاری کے واقعات متفرق ہیں ان کے اجزاء میں کہیں کہیں تفاوت بھی ہے آپ چاہیں ان سب کو ایک قصہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں اگر کچھ نقصان ہوگا تو آپ ہی کا نقصان ہے کہ پیغمبر خدا کے معجزات کی تقلیل لازم آئے گی اور تکلف بھی اختیار کرنا پڑے گا۔ بہرحال اپنے نبی کے معجزات کو لطف اندوزی کے لئے یہاں سب کو نہیں تو بعض طرق کو جمع کردیا ہے ان میں کہیں انگلیوں کا کرشمہ ہے تو کہیں لعاب دہن کا۔

ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ صَبَّهُ فِيهَا فَتَرَكْنَاهَا غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ إِنَّهَا أَصْدَرَتْنَا مَا شِئْنَا نَحْنُ وَ رِكَابُنَا وَلَنَا أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةً أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔ (رواه البخاری)

الرسول الاعظم والبركة فی الماء والطعام والثمار الذی کان یکثر برکته فوق العادة صلوات الله علیه وسلامه

(۱۳۹۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَوَضَّئُونَ فَقَالَ فَحَزَرْتُ مَا بَيْنَ سَبْعِينَ إِلَى الثَّمَانِينَ۔ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ۔ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهِ وَمَعَهُ أُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَانْطَلَقُوا يَسِيرُونَ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يَجِدُوا مَا يَتَوَضَّئُونَ بِهِ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ يَسِيرٌ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ مَدَّ أَصَابِعَهُ الْأَرْبَعَ عَلَى الْقَدَحِ ثُمَّ قَالَ قُومُوا فَتَوَضَّئُوا وَكَانُوا سَبْعِينَ أَوْ نَحْوَهُ۔

یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی، آپ تشریف لائے اور اس کی مینڈ پر آکر بیٹھ گئے اور ایک برتن میں کچھ پانی منگایا اور وضو فرمایا اور کلی کر کے وہ پانی اس کنویں میں ڈال دیا۔ ہم نے کچھ زیادہ دیر بھی نہیں کی تھی کہ اس میں اتنا پانی بڑھ گیا کہ جتنا ہو سکا۔ ہم نے خود پانی پیا اور اپنے اونٹوں کو بھی پلایا اس وقت ہماری تعداد چودہ سو ہوگی یا اس سے کچھ زیادہ۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اور کھانے اور پھلوں میں وہ برکت جو عادت واسباب کی حد سے بڑھ کر تھی

(۱۳۹۱) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پانی طلب فرمایا۔ آپؐ کے سامنے ایک کشادہ پیالہ پیش کیا گیا اور لوگوں نے اس سے وضو کرنا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اندازہ لگایا تو کوئی ستر اور اسّی کے درمیان لوگ تھے (شیخین) یہی واقعہ بعض روایات میں اس طرح ہے کہ آپؐ کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے اور اس سفر میں آپؐ کے ہمراہ آپؐ کے کچھ صحابہ بھی تھے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آگیا اور وضو کے لئے پانی نہ مل سکا۔ قافلہ میں سے ایک شخص گیا اور ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لیکر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیکر وضو فرمایا اور اپنی چاروں انگلیاں پانی کے پیالے پر پھیلا دیں اور فرمایا لوگو اٹھو اور وضو کرلو۔ یہ لوگ ستر یا کچھ کم وبیش ہوں گے۔

(۱۳۹۱) اس واقعہ میں کل ستر اور اسّی افراد موجود ہونے کا پتہ لگتا ہے۔ آپ کا دل گوارا کرے تو اس کو علیحدہ واقعہ شمار کیجئے یا ایک ہی بنا دیجئے۔ ہمارا مقصد تو صرف معجزات شماری کا ایک نمونہ پیش کرنا ہے۔

(۱۳۹۲) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ کَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَاءَ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ فَلْیَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ کَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْیَذْهَبْ بِخَامِسٍ اَوْسَادِسٍ وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ جَاءَ بِثَلٰثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صُلِّیَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰی تَعَشَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهٗ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْیَافِكَ قَالَ وَعَشَّیْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ فَغَضِبَ وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا فَحَلَفَتِ الْمَرْاَةُ اَنْ لَّا تَطْعَمَهٗ وَحَلَفَ الْاَضْیَافُ اَنْ لَّا یَطْعَمُوْهُ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ کَانَ هٰذَا مِنَ الشَّیْطَانِ فَدَعَا بِالطَّعَامِ فَاَکَلَ وَاَکَلُوْا فَجَعَلُوْا لَا یَرْفَعُوْنَ لُقْمَةً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِهَا اَکْثَرَ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ یَا اُخْتَ

(۱۳۹۲) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ تہی دست لوگ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو اُسے چاہیئے کہ تیسرے کو اپنے ساتھ لیجائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو اُسے چاہیئے کہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو اپنے ساتھ (کھانا کھلانے) لیجائے۔ اور حضرت ابوبکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لیکر گھر آئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو ہمراہ لیکر چلے اور خود ابوبکرؓ نے بھی رات کا کھانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کھالیا، پھر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھ لی گئی پھر نماز سے لوٹے اور اتنی دیر ٹھہرے رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رات کا کھانا کھالیا اور ابوبکرؓ رات کا اتنا حصہ گذرنے کے بعد گھر پہنچے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر آپ اتنی دیر کہاں رُک گئے؟ تو ابوبکرؓ نے پوچھا یہ بتاؤ کہ تم نے ان کو کھانا کھلا دیا یا نہیں؟ کہنے لگیں کہ ان لوگوں نے کہا کہ اس وقت تک نہ کھائیں گے جب تک تم نہ آجاؤ گے تو حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آیا اور انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو کھانا نہ کھاؤں گا۔ تو ان کی بی بی نے بھی قسم کھا کر کہا کہ پھر میں بھی کھانا نہ کھاؤں گی اُس پر ان مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ پھر ہم بھی یہ کھانا نہ کھائیں گے۔ اب حضرت ابوبکرؓ کو تنبہ ہوا اور فرمانے لگے کہ یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا اس کے بعد انھوں نے کھانا منگوایا اور خود کھایا تو مہمانوں نے بھی کھانا کھایا تو یہ حال تھا کہ جب وہ لوگ ایک لقمہ اٹھاتے تھے تو اس کے نیچے اس سے زیادہ کھانا از خود اضافہ ہو جاتا تھا تو انھوں نے اپنی بی بی سے فرمایا کہ اے بنو فراس کی خاتون! دیکھ یہ کیا ہے؟ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! ارے یہ تو پہلے سے تین گنا

بَنِي فِرَاسٍ مَا هٰذَا اَوْقُرَّةَ عَيْنِيْ اَنَّهَا الْاٰنَ لَاَ كْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَاَكَلُوْا وَبَعَثَ بِهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهٗ اَكَلَ مِنْهَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَذَكَرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ كُنَّا نَسْمَعُ تَسْبِيْحَ الطَّعَامِ فِي الْمُعْجِزَاتِ۔

الرسول الاعظم و دعائه على سراقة وارتطام فرسه فى جلد من الارض ثم خروجه منها بدعائه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۹۳) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ حَدِيْثُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فِيْهِ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ وَنَحْنُ فِيْ جَلَدٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُتِيْنَا قَالَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فَارْتَطَمَتْ فَرَسُهٗ اِلٰى بَطْنِهَا فَقَالَ اِنِّيْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوْا لِيْ وَاللّٰهِ لَكُمَا اَنْ اَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا اللّٰهَ فَنَجَا فَرَجَعَ لَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا قَالَ قَدْ كُفِيْتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا يَلْقٰى اَحَدًا اِلَّا رَدَّهٗ وَفِيْ لَفْظٍ فَسَاخَ فَرَسُهٗ فِي الْاَرْضِ

زیادہ ہوگیا ہے، تو ان سب نے خوب کھایا اور ابو بکرؓ نے وہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوایا۔ راوی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس میں سے کھایا۔ (شیخین)۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں بیان کرتے ہیں کہ ہم کھانے کے اندر سے تسبیح سنتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراقہ جاسوس مشرکین پر بددعا اور اس کے گھوڑے کا سنگلاخ زمین میں دھنس جانا پھر آپ کی دعا مبارک سے اس زمین سے نکل جانا

(۱۳۹۳) براء بن عازبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ نقل کرتے ہوئے خود سراقہ بن مالک کا یہ بیان نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ ہم سخت پتھریلی زمین میں تھے تو ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اب پکڑے گئے آپ نے فرمایا فکر نہ کرو یقین جانو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر حضورؐ نے اُسے بددعا دی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا اچھا میں سمجھ گیا تم دونوں نے مجھے بددعا دی ہے اچھا اب آپ دونوں میرے لئے نجات کی دعائے خیر کرو۔ خدا کی قسم آپ دونوں کا احسان میرے اوپر ہے اور اس کے لئے بس اب یہ کرونگا کہ تمہیں ڈھونڈھنے والوں کو یہیں سے لوٹا دونگا۔ تب حضورؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو وہ اس مصیبت سے نجات پاگیا۔ پھر سراقہ وہاں سے لوٹا اور راستے میں جس سے بھی ملا سب کو وہیں سے واپس کر دیا کہ جاؤ کچھ فکر کی ضرورت نہیں

إِلَى بَطْنِهِ وَوَثَبَ عَنْهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ هٰذَا عَمَلُكَ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُخَلِّصَنِي مِمَّا أَنَا فِيهِ وَلَكَ عَلَيَّ لَأُعَمِّيَنَّ مَنْ وَرَائِي (رواه الشيخان)

(۱۳۹۴) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مِنْ رِوَايَةِ سُرَاقَةَ نَفْسِهِ قَالَ جَاءَنَا رُسُلُ كُفَّارِ قُرَيْشٍ يَجْعَلُونَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ دِيَةَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِمَنْ قَتَلَهُ أَوْ أَسَرَهُ فَبَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي مَجْلِسٍ قَوْمِي بَنِي مُدْلِجٍ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ مِنْهُمْ حَتَّى قَامَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ جُلُوسٌ فَقَالَ يَا سُرَاقَةُ إِنِّي رَأَيْتُ آنِفًا أَسْوِدَةً بِالسَّاحِلِ أُرَاهُمَا مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ قَالَ سُرَاقَةُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ هُمْ فَقُلْتُ لَيْسُوا بِهِمْ وَلٰكِنَّكَ رَأَيْتَ فُلَانًا وَفُلَانًا ثُمَّ لَبِثْتُ سَاعَةً ثُمَّ قُمْتُ فَدَخَلْتُ بَيْتِي فَأَمَرْتُ جَارِيَتِي أَنْ تُخْرِجَ فَرَسِي وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ أَكَمَةٍ فَتَحْبِسَهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ رُمْحِي فَخَرَجْتُ بِهِ مِنْ ظَهْرِ الْبَيْتِ فَخَطَطْتُ بِزُجِّهِ الْأَرْضَ وَخَفَضْتُ عَالِيَهُ حَتَّى أَتَيْتُ فَرَسِي فَرَكِبْتُهَا فَرَفَعْتُهَا

وہ ادھر تو نہیں گئے۔ غرض جس سے بھی ملا سب کو لوٹا دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا تو وہ کود پڑا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سمجھ گیا یہ آپ ہی کا کام ہے۔ اب اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس مصیبت سے جس میں میں ہوں چھڑا دے اور میں آپ کے لئے یہ کروں گا کہ جو شخص بھی میرے پیچھے آئے گا اس کو دھوکے میں ڈال کر راستہ نہ بتاؤں گا۔

(۱۳۹۴) ابن شہاب سراقہ بن مالک کا خود اپنا بیان اس طرح نقل کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر ؓ کو قتل کرے یا قید کرے تو اس کو ان میں سے ہر ایک کے عوض میں ایک دیت کی برابر مال ملے گا۔ یہ کہتے ہیں کہ ابھی کچھ دیر گذرنے نہ پائی تھی کہ میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا اے سراقہ دریا کے کنارے میں نے ابھی ابھی کچھ لوگ دیکھے ہیں جن کے متعلق میرا غالب گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفیق ہوں گے۔ اس کے پتہ دینے پر میں سمجھ تو گیا کہ ہوں نہ ہوں یہ وہی ہیں مگر بات ٹالنے کے لئے میں نے اس سے کہدیا وہ بھلا کہاں ہوتے شاید تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہوگا۔ پھر ذرا سا وقفہ دے کر میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر اپنی باندی سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر نکالے۔ وہ ایک ٹیلہ کے پیچھے تھا اور اس کو لیکر کھڑی رہے ادھر میں اپنا

(۱۳۹۴) ہجرت کا یہ واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مختلف جگہ موجود ہے ہم نے صرف اس کے دو طریقے پیش کئے ہیں تاکہ آپ یہ اندازہ فرما سکیں کہ کہنے کو تو یہ ایک ہی واقعہ ہے مگر نہ معلوم کتنے معجزات کا حامل ہے اور کیوں نہ ہو کہ آج خدا کا محبوب ؐ اپنے وطن مالوف و محبوب سے خدا کے لئے باہر کیا جا رہا ہے۔ ایک ذی حس انسان تصور کرے کہ ان حالات میں اس کے اوپر کیا گذر سکتی ہے پھر اس کی تسلی کے لئے قدرت جو کرشمے اپنی راز۔ ۔ ۔ دو رحمت کے دکھائے ان کا تصور خود فرمالیجئے

تُقَرِّبُ بِي حَتّٰى دَنَوْتُ مِنْهُمْ وَعَثَرَتْ بِي فَرَسِي فَخَرَرْتُ عَنْهَا فَقُمْتُ عَنْهَا فَاَهْوَيْتُ يَدِي اِلٰى كِنَانَتِي فَاسْتَخْرَجْتُ مِنْهَا الْاَزْلَامَ فَاسْتَقْسَمْتُ بِهَا اَضُرُّهُمْ اَمْ لَا فَخَرَجَ الَّذِي اَكْرَهُ فَرَكِبْتُ وَعَصَيْتُ الْاَزْلَامَ فَقَرَّبَتْ بِي حَتّٰى اِذَا سَمِعْتُ قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لَا يَلْتَفِتُ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُكْثِرُ الْاِلْتِفَاتَ سَاخَتْ يَدَا فَرَسِي فِي الْاَرْضِ حَتّٰى بَلَغَتَا الرُّكْبَتَيْنِ فَخَرَرْتُ عَنْهَا ثُمَّ زَجَرْتُهَا فَنَهَضَتْ فَلَمْ تَكَدْ تُخْرِجُ يَدَيْهَا فَلَمَّا اسْتَوَتْ قَائِمَةً اِذَا لِاَثَرِ يَدَيْهَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فِي السَّمَاءِ مِثْلَ الدُّخَانِ فَاسْتَقْسَمْتُ بِالْاَزْلَامِ فَخَرَجَ الَّذِي اَكْرَهُ فَنَادَيْتُهُمْ بِالْاَمَانِ فَوَقَفُوْا فَرَكِبْتُ فَرَسِي حَتّٰى جِئْتُهُمْ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي حِيْنَ لَقِيْتُ مَا لَقِيْتُ مِنَ الْحَبْسِ عَنْهُمْ اَنْ سَيَظْهَرُ اَمْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيْثِ (رَوَاهُ الشَّيْخَانِ)

نیزہ لیکر گھر کی پشت کی طرف سے نکلا اور اس کی پھال زمین کی طرف کردی اور اس کے اوپر کے حصہ کو نیچا کر دیا (تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے) یہانتک کہ اپنے گھوڑے پر آکر سوار ہو گیا اور اس کو تیز کر دیا تاکہ وہ جلد ان کو جا پکڑے جب میں ان کے نزدیک جا پہنچا تو میرا گھوڑا دفعۃً پھسلا اور میں اس کے اوپر سے جا پڑا، کھڑے ہو کر میں نے اپنے فال کے تیر نکالے اور ان کا پانسا گھمایا تاکہ یہ دیکھوں کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں دیکھا تو اس میں ایسی بات نکلی جس کو میں ناپسند کرتا تھا مگر پھر بھی میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے اور نزدیک جا پہنچا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کی آواز آرہی تھی آپ کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور ابوبکر بار بار مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے جب میں اتنا قریب جا پہنچا تو اس مرتبہ میرے گھوڑے کے دونوں ہاتھ زمین میں دھنس گئے یہانتک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں پھر اس کی پشت سے جا پڑا، میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو زور سے ڈانٹا مگر وہ اپنے ہاتھ زمین سے نہ نکال سکا، پھر جب بمشکل وہ سیدھا کھڑا ہوا تو زمین سے دھوئیں کی طرح ایک غبار نکلا میں نے پھر اپنے تیر گھمائے مگر پھر وہی بات نکلی جو مجھ کو پسند نہ تھی اس پر میں نے امن کے لئے آواز دی وہ ٹھہر گئے میں گھوڑے پر سوار ہو کر جب بالکل ان کے پاس پہنچ گیا تو اپنی اس تاخیر کی وجہ سے میرے دل میں اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔ اس کے بعد پورا واقعہ نقل کیا (متفق علیہ)

اپنی خوابگاہ پر کس طرح حضرت علیؓ کو لٹایا، کس طرح دشمنوں کے جھرمٹ میں سے صاف آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل گئے کس طرح تعاقب کرنیوالے دشمنوں کا حشر ہوا کس طرح غار ثور میں محفوظ رہے کس طرح ام معبد پر گذر ہوا، کس طرح دودھ کے متعلق دوسرے واقعات ظاہر ہوئے۔ یہ سب واقعات انہی اوراق میں آپ کی نظروں سے گذر چکے ہیں اور جو معجزات ہماری نظروں سے اب تک ہماری لاعلمی کی وجہ سے غائب رہے یا راویوں کے سہو ونسیان کے نذر ہو گئے یا ان کے زمانے کے واقعات ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک قابل بیان نہ تھے یا سلف کی کتبوں نے ان کو سرے سے ساقط ہی کر دیا ان کی تعداد

اس قدر زائد ہے کہ ان کے بیان کے لئے کئی ضخیم جلدیں چاہئیں۔

الرسول الاعظم واستجابة دعائه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۹۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ. إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتَّى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ)

(۱۳۹۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أُبَيُّ بْنُ خَلَفٍ أَخُو بَنِي جُمَحٍ قَدْ حَلَفَ وَهُوَ بِمَكَّةَ لَيَقْتُلَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْفَتُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَنَا أَقْتُلُهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَأَقْبَلَ أُبَيٌّ مُقَنَّعًا فِي الْحَدِيدِ وَهُوَ يَقُولُ لَا نَجَوْتُ إِنْ نَجَا مُحَمَّدٌ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی دعائے مبارک کی شانِ قبولیت

(۱۳۹۵) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے قاضی و منصف بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ میں ابھی کم عمر ہوں اور مجھے جھگڑے چکانا نہیں آتا حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو صحیح بات ہی کی طرف رہنمائی فرمادیا کرے گا اور تمہاری زبان کو حق بات پر جما کر رکھے گا لہٰذا جب بھی تمہارے پاس دو فریق آئیں تو تم ایک ہی شخص کی باتوں کو سن کر فیصلہ نہ کر دیا کرنا جب تک کہ تم فریقِ ثانی کی بات بھی نہ سن لو کیونکہ اس صورت میں معاملہ تمہارے سامنے خوب زیادہ واضح ہو جائے گا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد مجھے کسی معاملہ میں شک و شبہ نہیں ہوا (ترمذی)

(۱۳۹۶) کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ابی بن خلف نے جو بنو جمح کا بھائی لگتا تھا مکہ میں اس پر قسم اٹھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کر کے چھوڑے گا۔ جب اس کی اس قسم کی خبر آپؐ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا "انشاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا" چنانچہ جب ابی چاروں طرف سے ہتھیاروں سے سجکر میدانِ جنگ میں آیا تو اس نے پکار کر کہا آج کے دن اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ گئے تو خدا کرے میں زندہ نہ بچوں"۔ یہ کہہ کر اس نے آپؐ کے اوپر حملہ کیا مصعب بن عمیرؓ جو بنو عبد الدار کے بھائی لگتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیلئے فوراً سامنے آگئے اور شہید ہو گئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فحمل على رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد قتله فاستقبله مصعب بن عمير أخو بني عبد الدار يقي رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه فقتل مصعب بن عمير وأبصر رسول الله صلى الله عليه وسلم ترقوة أبي بن خلف من فرجة بين سابغة الدرع والبيضة فطعنه فيها بحربته فوقع أبي عن فرسه ولم يخرج من طعنته دم فأتاه أصحابه فاحتملوه وهو يخور خوار الثور فقالوا له ما أجزعك إنما هو خدش فذكر لهم قول رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا أقتل أبيا. ثم قال والذي نفسي بيده لو كان هذا الذي بي بأهل ذي المجاز لماتوا أجمعون فمات إلى النار (رواه موسى بن عقبة عن ابن شهاب الزهري عن سعيد بن المسيب وذكره الواقدي وهذا لفظه وهو مما ذكره عروة بن الزبير في مغازيه وابن إسحاق وغيرهما والحاكم في المستدرك ص ۳۲۷)۔

(۱۳۹۷) عن عبد الله بن مسعود قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي عند البيت وأبو جهل وأصحاب له جلوس وقد نحرت جزور بالأمس فقال أبو جهل أيكم يقوم إلى سلا جزور بني فلان فيأخذه فيضعه في كتفي محمد إذا سجد

دیکھا تو اس کے خود اور لمبی چوڑی زرع کے درمیان اس کی ہنسلی کے پاس ذرا سی جگہ کھلی ہوئی تھی آپ نے ایک نیزہ لیکر اس جگہ پر مارا بس نیزہ لگنا تھا کہ اُبی اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور حال یہ تھا کہ آپ کے نیزہ سے ذرا سا خون بھی نہ نکلا۔ اس کے ساتھی اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ بیل کی سی آواز نکال رہا تھا۔ اس کے رفقا نے کہا کتنا بزدل شخص ہے یہ کیا زخم ہے صرف ایک معمولی سی خراش ہے۔ یہ سن کر اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا ذکر کیا کہ آپ نے فرمایا تھا میں ہی اُبی کو قتل کروں گا۔ اس کے بعد کہا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ تکلیف مجھے ہے اگر یہ سارے ذی المجاز (ایک بازار کا نام ہے) والوں کو ہوتی تو وہ سب اس کی وجہ سے ختم ہو جاتے یہ کہہ کر وہ اصل جہنم ہو گیا (مستدرک وغیرہ)

(۱۳۹۷) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے رفقا جو وہاں جمع تھے ان میں سے کسی نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی تھی ابو جہل بولا تم میں سے ہے کوئی شخص جو اٹھ کر اس اونٹ کی اوجھڑی لے آئے اور جب آپ سجدہ کریں تو آپ کے شانوں پر جا کر رکھدے آخر جو ان میں سب سے زیادہ بدنصیب تھا اس نے یہ ہمت کی اور جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو اس نے وہ اوجھڑی لا کر آپ کے شانوں پر ڈالدی پھر کیا تھا

فَانْبَعَثَ أَشْقَى الْقَوْمِ فَأَخَذَهُ فَلَمَّا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ فَاسْتَضْحَكُوا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَمِيلُ عَلَى بَعْضٍ وَأَنَا قَائِمٌ أَنْظُرُ لَوْ كَانَتْ لِي مَنَعَةٌ طَرَحْتُهُ عَنْ ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ لَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى انْطَلَقَ إِنْسَانٌ إِلَى فَاطِمَةَ فَجَاءَتْ وَهُوَ جُوَيْرِيَةٌ فَطَرَحَتْهُ عَنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ رَفَعَ صَوْتَهُ ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَكَانَ إِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَإِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوا صَوْتَهُ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضِّحْكُ وَخَافُوا دَعْوَتَهُ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَذَكَرَ السَّابِعَ لَمْ أَحْفَظْهُ فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ لَقَدْ رَأَيْتُ الَّذِي سَمَّى صَرْعَى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوا إِلَى الْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ (رواه الشيخان)

وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ لَمَّا عَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ ابْنَيْهِ أَنْ يُطَلِّقَا ابْنَتَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُقَيَّةَ وَأُمَّ كُلْثُومٍ قَبْلَ الدُّخُولِ وَقَالَ عُتَيْبَةُ

ایک قہقہہ لگا کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر جا جا کر گرنے لگا۔ میں یہ سب ماجرا کھڑا دیکھ رہا تھا کاش میرے ساتھ کوئی چھوٹی سی جماعت بھی ہوتی تو میں آپ کے شانوں سے اس کو اٹھا کر پھینکدیتا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سربسجود تھے اور اپنا سر مبارک نہ اٹھاتے تھے۔ اتنے میں کسی نے جا کر حضرت فاطمہؓ سے اس کی خبر کی، یہ اس وقت بہت کم سن تھیں بھاگ کر آئیں اور آپؐ کے شانوں سے وہ اوجھڑی اٹھا کر پھینکدی پھران بدکرداروں کو برا بھلا کہنے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو گئے تو بآواز بلندان پر بددعا فرمائی اور آپؐ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب بددعا فرماتے تو تین بار فرماتے اسی طرح جب کوئی بات مانگتے تو تین بار مانگتے پھر فرمایا الٰہی قریش سے انتقام لے۔ جب انھوں نے آپؐ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ سنا تو ان کی سب ہنسی خوشی غائب ہو گئی اور سہم کر رہ گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے نام لے لیکر بددعائیں فرمائیں الٰہی ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ اور عقبہ سے اور ایک ساتویں شخص کا اور نام لیا جو اس وقت مجھ کو یاد نہیں رہا انتقام لے۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دیکر بھیجا ہے جن جن مشرکین کے آپؐ نے نام لئے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک کو جنگ بدر کے میدان میں مقتول پڑا ہوا دیکھا اس کے بعد وہ گھسیٹ کر وہاں ایک کنوئیں میں ڈالدیئے گئے (بخاری و مسلم)۔

جب ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ

لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرْتُ بِدِيْنِكَ وَفَارَقْتُ ابْنَتَكَ لَا تُحِبُّنِيْ وَلَا اُحِبُّكَ ثُمَّ تَسَلَّطَ عَلَيْهِ بِالْاَذٰى وَشَقَّ قَمِيْصَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ فَخَرَجَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ حَتّٰى نَزَلُوْا فِيْ مَكَانٍ مِّنَ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ الزَّرْقَاءُ لَيْلًا فَطَافَ بِهِمُ الْاَسَدُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَجَعَلَ عُتَيْبَةُ يَقُوْلُ وَيْلُ اُمِّيْ هُوَ وَاللّٰهِ اٰكِلِيْ كَمَا دَعَا مُحَمَّدٌ عَلَيَّ قَتَلَنِيْ وَهُوَ بِمَكَّةَ وَاَنَا بِالشَّامِ فَعَدَا عَلَيْهِ الْاَسَدُ مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ وَاَخَذَ بِرَاْسِهٖ فَذَبَحَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا طَافَ الْاَسَدُ بِهِمْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ اِنْصَرَفَ عَنْهُمْ فَقَامُوْا وَجَعَلُوْا عُتَيْبَةَ فِيْ وَسْطِهِمْ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ يَتَخَطَّاهُمْ حَتّٰى اَخَذَ بِرَاْسِ عُتَيْبَةَ فَفَدَغَهٗ كَمَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ اَصْحَابِ السِّيَرِ ذکرہ ابن تیمیۃ فی الجواب الصحیح ص۲۱۱ ج۲ رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ الذھبی۔ وذکرہ القرطبی فی تفسیر سورۃ والنجم وابن کثیر فی البدایۃ والنہایۃ ص۱۶۳ ج۶۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدیں۔ تو عتیبہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاکر بدتمیزی سے یوں کہا کہ میں تمہارے دین کو نہیں مانتا اور میں نے تمہاری لڑکی کو چھوڑدیا کہ نہ وہ میرے بلانے پر آئے نہ میں اس کے بلانے پر آؤں۔ (یا نہ وہ مجھے جواب دے نہ میں اُسے جواب دوں) پھر اس بدبخت نے حضورؐ کو ایذا دینے کا قصد کیا اور آپ کا پیراہن مبارک پھاڑدیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتّا مسلط کردیجئے۔ کچھ دنوں کے بعد قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ وہ لڑکا کسی سفر کو نکلا۔ ملک شام میں ایک مقام پر جس کا نام زرقا تھا وہ قافلہ رات کو اُترا۔ ایک شیر رات میں اُن کے پاس سے گھوم گیا تو عتیبہ کہنے لگا اے بھائی بڑا غضب ہوگیا، یہ شیر بخدا مجھے کھاجائے گا جیسا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر بددعا کی ہے حالانکہ وہ اس وقت مکہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ بس پھر اس شیر نے قافلہ کے بیچ میں سے گزر کر اسی پر حملہ کیا اور اس کا سر پکڑا اور اُسے مار ڈالا۔ اور ہشام نے اپنے والد عروہ سے یوں روایت کی ہے کہ جب شیر اُس رات میں ان کے پاس سے گھوم گیا تو قافلے والے اٹھ بیٹھے اور انھوں نے عتبہ کو بیچ میں کرکے چاروں طرف خود پھیل گئے تو وہ شیر سب کے بیچ میں سے گزرتا ہوا آگے آیا اور اس نے عتیبہ کا سر پکڑا اور اُسے توڑ ڈالا۔ اہلِ سیر کے یہاں اسی طرح مشہور ہے۔ ابن تیمیہؒ نے اس کا ذکر الجواب الصحیح میں کیا ہے۔

الرسول الاعظم والهداية في الدنيا والكرامة في الآخرة لمن اطاعه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۳۹۸) وَفِي مَغَازِيهِ اَنَّ عُمَيْرَ بْنَ وَهْبٍ الْجُمَحِيَّ لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى مَكَّةَ وَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ مَنْ قَتَلَ مِنْهُمْ. اَقْبَلَ عُمَيْرٌ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ فِي الْحِجْرِ. فَقَالَ صَفْوَانُ قَبَّحَ اللّٰهُ الْعَيْشَ بَعْدَ قَتْلٰى بَدْرٍ قَالَ اَجَلْ وَاللّٰهِ مَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ بَعْدَهُمْ وَلَوْلَا دَيْنٌ عَلَيَّ لَا اَجِدُ لَهُ قَضَاءً وَعِيَالٌ لَا اَدَعُ لَهُمْ شَيْئًا لَرَحَلْتُ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقَتَلْتُهُ اِنْ مَلَأْتُ عَيْنِي مِنْهُ فَاِنَّ لِي عِنْدَهُ عِلَّةً اَعْتَلُّ بِهَا. اَقُوْلُ قَدِمْتُ عَلٰى اِبْنِي اُفَادِيْ هٰذَا الْاَسِيْرَ. فَفَرِحَ صَفْوَانُ بِقَوْلِهِ وَقَالَ لَهُ عَلَيَّ دَيْنُكَ وَعِيَالُكَ اُسْوَةُ عِيَالِي فِي النَّفَقَةِ فَحَمَلَهُ صَفْوَانُ وَجَهَّزَهُ وَاَمَرَ بِسَيْفِ عُمَيْرٍ فَصُقِلَ وَسُمَّ فَاَقْبَلَ عُمَيْرٌ حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ بِبَابِ الْمَسْجِدِ وَعَقَلَ رَاحِلَتَهُ وَاَخَذَ السَّيْفَ فَعَمَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ فِي نَفَرٍ مِنَ الْاَنْصَارِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور فیضِ تاثیر سے دنیا میں حصولِ ہدایت اور آخرت میں عزت وکرامت

(۱۳۹۸) عمیر بن وہب الجمحی جب مشرکین مکہ مکرمہ کے پاس واپس آیا اور جنگ بدر میں جن کفار کو قتل ہونا تھا وہ قتل ہو گئے تو اب عمیر، صفوان بن امیہ کے پاس حجر میں آکر بیٹھا اور بولا صفوان! جنگ کے مقتولین کے بعد ہماری اس زندگی پر تف ہے اُس نے کہا بیشک اس کے بعد جینے کا کوئی مزا نہیں۔ اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا جس کی ادائگی کا میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے اور یہ بچے نہ ہوتے جن کے لئے میرے بعد کوئی سرمایہ نہیں ہے تو میں جا کر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا اگر تم میرے بچوں اور قرض کی طرف سے مجھ کو مطمئن کر دیتے تو میرے لئے ان سے اس وقت بہانہ کرنے کا ایک موقعہ بھی ہے۔ میں ان سے یہ کہوں گا کہ میں اپنے قیدی کا فدیہ دینے کے لئے آیا ہوں۔ اُس کی اس بات سے صفوان بڑا خوش ہوا اور بولا کہ اچھا تیرا قرض میرے ذمہ ہے اور تیرے بچوں کے سب اخراجات میرے بچوں کے برابر رہیں گے۔ صفوان نے اس کو سواری دی اور سب ساز و سامان کے ساتھ لیس کر دیا اور حکم دیدیا کہ صفوان کی تلوار صیقل کر کے زہر میں بجھا دی جائے۔ اب عمیر روانہ ہو گیا مدینہ پہنچا اور مسجد شریف کے دروازہ پر آکر اترا اور اپنی سواری باندھی اور تلوار لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا۔ عمرؓ نے اس کو دیکھا اس وقت وہ جماعت انصار کے درمیان بیٹھے ہوئے

يَتَحَدَّثُوْنَ فَقَالَ عُمَرُ عِنْدَ لَهُ اَلْكَلْبُ هٰذَا عَدُوُّ اللّٰهِ الَّذِيْ حَرَّشَ بَيْنَنَا يَوْمَ بَدْرٍ وَ حَذَّرَنَا لِلْقَوْمِ ثُمَّ قَامَ عُمَرُ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ اِلٰى اَنْ قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَقْدَمَكَ؟ قَالَ اَسِيْرِيْ عِنْدَكُمْ تُفَادُوْنَا فِيْ اُسَرَائِنَا فَاِنَّكُمُ الْعَشِيْرَةُ وَالْاَهْلُ. قَالَ فَمَا بَالُ السَّيْفِ فِيْ عُنُقِكَ؟ قَالَ عُمَيْرٌ قَبَّحَهَا اللّٰهُ مِنْ سُيُوْفٍ فَهَلْ اَغْنَتْ عَنَّا شَيْئًا اِنَّمَا نَسِيْتُهُ فِيْ عُنُقِيْ حِيْنَ نَزَلْتُ - فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُصْدُقْنِيْ مَا اَقْدَمَكَ؟ قَالَ مَا قَدِمْتُ اِلَّا فِيْ اَسِيْرِيْ، قَالَ فَمَاذَا شَرَطْتَ لِصَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ فِي الْحِجْرِ؟ فَفَزِعَ عُمَيْرٌ وَقَالَ مَاذَا شَرَطْتُ؟ قَالَ تَحَمَّلْتَ لَهُ بِقَتْلِيْ عَلٰى اَنْ يَعُوْلَ بَنِيْكَ وَيَقْضِيَ دَيْنَكَ وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ. فَقَالَ عُمَيْرٌ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، كُنَّا نُكَذِّبُكَ بِالْوَحْيِ وَبِمَا يَأْتِيْكَ مِنَ السَّمَاءِ، وَهٰذَا الْحَدِيْثُ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ صَفْوَانَ فِي الْحِجْرِ لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهِ اَحَدٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُهُ فَاَخْبَرَكَ اللّٰهُ بِهٖ (وذالك بقية الحديث رواه موسى بن عقبة قلت ورواه الطبراني ايضا قال الهيثمي ورجاله رجال الصحيح ص ۲۸۶)

کچھ گفتگو فرما رہے تھے اس کو دیکھ کر انھوں نے فرمایا یہ وہی کتا خدا کا دشمن اب تمہارے سامنے ہے جس نے جنگِ بدر میں ہمارے درمیان جنگ کی سازش مرتب کی تھی اور لوگوں کو ہمارے برخلاف ابھارا تھا اس کے بعد عمرؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کے بعد آپ سے پورا واقعہ بیان کیا بات یہاں تک پہنچی کہ آپؐ نے عمیر سے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ وہ بولا میرا ایک قیدی آپؐ کے پاس ہے لہذا مجھ سے اس کا فدیہ قبول کر لیجئے آخر آپ ہمارے قبیلہ و کنبہ ہی کے تو ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تو تمہاری گردن میں یہ تلوار کیسی لٹک رہی ہے عمیر نے کہا خدا تعالیٰ اس کا [illegible] جنگ بدر ہی میں اس نے ہم کو کیا نفع دیا جب میں اترا تو اس کو لٹکا ہوا بھول گیا اور میری گردن میں لٹکی رہ گئی۔ آپؐ نے پھر پوچھا اچھا سچ سچ بتا دو کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا میں تو صرف اسی مقصد کے لئے آیا ہوں کہ اپنے قیدی کا فدیہ دیدوں۔ آپؐ نے فرمایا بھلا تم نے حجر میں بیٹھ کر صفوان کے ساتھ کس معاملہ پر شرط باندھی تھی؟ اب تو وہ گھبرا اٹھا اور بولا میں نے تو کسی بات پر شرط نہیں باندھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا اس بات پر کہ تم مجھے قتل کروگے اور وہ تمہارے بچوں کے مصارف کا کفیل رہے گا اور تمہارا قرض ادا کریگا اور اللہ تعالیٰ میرے اور تیرے اس ارادہ کے درمیان حائل ہے (تو مجھے قتل نہیں کر سکتا) یہ سن کر عمیر نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا بیشک آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ہم وحی اور ان تمام باتوں کو جو آسمان سے آپؐ کو بتائی جاتی ہیں جھٹلایا کرتے تھے لیکن یہ بات جو حجر میں بیٹھ کر میرے اور صفوان کے درمیان ہوئی تھی اس کی خبر سوائے اس کے کسی کو بھی نہیں لہٰذا ضرور اللہ تعالیٰ نے ہی آپؐ کو اس کی خبر دی ہے (طبرانی)

(۱۳۹۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامًا مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ اِلٰى بَنِيْ عَامِرٍ فِيْ سَبْعِيْنَ فَلَمَّا قَدِمُوْا قَالَ لَهُمْ خَالِيْ اَتَقَدَّمُكُمْ فَاِنْ اٰمَنُوْنِيْ حَتّٰى اُبَلِّغَهُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَّا كُنْتُمْ مِنِّيْ قَرِيْبًا فَتَقَدَّمَ فَاٰمَنُوْهُ فَبَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَوْمَاؤُا اِلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَطَعَنَهٗ فَاَنْفَذَهٗ فَقَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ مَالُوْا عَلٰى بَقِيَّةِ اَصْحَابِهٖ فَقَتَلُوْهُمْ اِلَّا رَجُلًا اَعْرَجَ صَعِدَ الْجَبَلَ وَاٰخَرُ مَعَهٗ فَاَخْبَرَ جِبْرِيْلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدْ لَقُوْا رَبَّهُمْ فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ فَكُنَّا نَقْرَءُ اَنْ بَلِّغُوْا عَنَّا قَوْمَنَا اَنَّا لَقِيْنَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَاَرْضَانَا ثُمَّ نُسِخَ بَعْدُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَبَنِيْ لِحْيَانَ الَّذِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَكَانَ فِيْ هٰؤُلَاءِ عَامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ

(۱۳۹۹) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنی سلیم کے ستر اشخاص کو قبیلۂ بنو عامر کے پاس بھیجا جب وہ وہاں پہنچے تو میرے ماموں نے کہا میں تم سے آگے جاتا ہوں اگر انھوں نے مجھ کو امن دیا یہاں تک کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن سے تعارف کراؤں تو فبہا ورنہ تو تم میرے نزدیک ہی ہو گے چنانچہ یہ آگے چلے گئے۔ بنو عامر نے ان کو امن دیا اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابھی ان سے مصروفِ گفتگو ہی تھے کہ انھوں نے چپکے سے ایک شخص کو اشارہ کیا اس نے ان کے نیزہ مارا اور پار کر دیا۔ یہ والہانہ انداز میں بول اٹھے رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد بنو عامر نے ان کے اور ساتھیوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر ڈالا بجز دو صحابی کے، ایک تو لنگڑے تھے جو پہاڑ پر چڑھ گئے تھے اور دوسرے ان کے ساتھ تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ تقریباً وہ سب شہید ہو چکے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور اُس نے ان کو بھی خوش کر دیا۔ (جس کی اطلاع) پہلے ہم قرآنِ کریم کی اس آیت میں بایں الفاظ پڑھا کرتے تھے، بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا یعنی ہماری قوم کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہم اپنے رب سے آملے اور وہ ہم سے خوش ہو گیا اور ہم کو بھی اس نے خوش کر دیا۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت منسوخ کر دی گئی۔ ان مقتولین میں عامر بن فہیرہ بھی شامل تھے۔ اس واقعہ پر قبیلۂ رعل و ذکوان اور عصیہ و بنی لحیان پر

(۱۳۹۹) اس میں ایک عامرہ بن فہیرۃ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے سوا اور بھی معجزات ہیں جو تفصیلی روایات میں موجود ہیں۔ یہاں رفع الی السماء کو محال کہنے والے دیکھیں کہ جو معجزہ ان کے نزدیک ہزاروں سوالات کے بعد بھی اب تک طے نہ ہو سکا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد خدام کے ساتھ پیش آچکا ہے اور آج تو جدید تحقیقات کی نظر میں یہ ایک مضحکہ خیز ہے جبکہ مریخ پر راکٹ جا رہے ہوں۔ کرۂ نار و کرۂ زمہریر ایک افسانۂ پارینہ قرار دیا جا چکا ہو ان کا ایسے لوگوں کا پیش کرنا جو وحی کے بھی مدعی ہوں خود ان کی وحی کے بطلان کے لئے کافی اور روانی ہے۔

قَالَ عَنْهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى أَنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ۔ (رواہ البخاری)

الرسول الاعظم والبركة في ريقه المبارك ويده الكريمة صلوات الله وسلامه عليه

(۱۴۰۰) عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ أُصِيبَتْ عَيْنُهُ فِي الْغَزْوِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ فَسَالَتْ عَلَى وَجْنَتِهِ فَأَرَادُوا أَنْ يَقْطَعُوهَا فَسَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا، وَدَعَاهُ وَغَمَزَ حَدَقَتَهُ بِرَاحَتِهِ فَكَانَ لَا يَدْرِي أَيُّ عَيْنَيْهِ أُصِيبَتْ فَكَانَتْ أَحْسَنَ عَيْنَيْهِ وَاحِدٌ هُمَا وَفِي رِوَايَةٍ فَرَفَعَ حَدَقَتَهُ حَتَّى وَضَعَهَا مَوْضِعَهَا ثُمَّ غَمَزَهَا بِرَاحَتِهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اكْسُهَا جَمَالًا فَمَاتَ وَمَا يَدْرِي مَنْ لَقِيَهُ أَيُّ عَيْنَيْهِ أُصِيبَتْ (رواہ الشیخان وقد ذکر ابن کثیر قصۃ اخری تشبھہا۔ البدایۃ والنہایہ ص ۲۹۱)

(۱۴۰۱) عَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ أُصِيبَتْ عَيْنُهُ يَوْمَ بَدْرٍ فَسَالَتْ حَدَقَتُهُ عَلَى

جنھوں نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی تھی چالیس دن تک آپ نے بددعا فرمائی۔ عامر بن طفیل بیان کرتے ہیں کہ عامر بن فہیرہ کی شہادت کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور میں اس کو آسمان اور زمین کے درمیان اپنی آنکھوں سے اٹھتا ہوا دیکھتا رہا۔ (بخاری)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور دست مبارک کی برکت و تاثیر

(۱۴۰۰) عاصم بن عمر بن قتادہؓ اپنے والد قتادہ بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لڑتے ہوئے ان کی آنکھ میں زخم لگا اور وہ رخسار پر لٹک آئی۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ کر پھینک دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لئے پوچھا آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ پھر ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے ان کی آنکھ کے صنفہ کو ذرا دبا دیا تو انھیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کونسی آنکھ میں زخم آیا تھا اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز ہوگئی تھی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پھر آپ نے آنکھ کے ڈھیلے کو اوپر اٹھایا اور اس کو اس کی جگہ پر جما دیا پھر اسے اپنی ہتھیلی سے ذرا دبا دیا اور یوں دعا فرمائی اے الٰہی! اس کو خوبصورتی اور جمال عطا فرما تو پھر ان کے انتقال تک یہ حال رہا کہ ان سے جو بھی ملتا اس کو بھی یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ ان کی کس آنکھ میں زخم لگا تھا۔ (بخاری مسلم)

(۱۴۰۱) قتادہ بن نعمانؓ سے روایت ہے کہ ان کی ایک آنکھ غزوہ بدر میں اس بری طرح سے زخمی ہوئی

وَجْنَتِهٖ فَاَرَادُوْا اَنْ يَقْطَعُوْهَا فَسَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا فَدَعَاهُ فَغَمَزَ حَدَقَتَهٗ بِرَاحَتِهٖ فَكَانَ لَا يَدْرِيْ اَيَّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَكَانَتْ اَحْسَنَ عَيْنَيْهِ رواه البيهقي (والبداية والنهاية ص۱۹۵ ثم يرى ومتأخرى مثلها.

(۱۴۰۲) عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اَبِيْ رَافِعٍ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَتِيْكٍ وَكَانَ اَبُوْ رَافِعٍ يُؤْذِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ وَكَانَ فِيْ حِصْنٍ لَّهٗ بِاَرْضِ الْحِجَازِ فَلَمَّا دَنَوْا مِنْهُ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَرَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لِاَصْحَابِهٖ اِجْلِسُوْا مَكَانَكُمْ فَاِنِّيْ مُنْطَلِقٌ وَمُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّيْ اَدْخُلُ قَالَ فَاَقْبَلَ حَتّٰى دَنٰى مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِهٖ كَاَنَّهٗ يَقْضِيْ حَاجَتَهٗ وَقَدْ دَخَلَ النَّاسُ فَهَتَفَ بِهِ الْبَوَّابُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ اَنْ تَدْخُلَ فَادْخُلْ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُغْلِقَ الْبَابَ فَدَخَلْتُ فَكَمَنْتُ فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ اَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ

کہ اس کی سفیدی تک ان کے رخسار پر بہہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بالکل کاٹ کر باہر نکال دینے کا ارادہ کر لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے منع فرمایا اور ان کو بلا کر اپنی ہتیلی سے اس بہی ہوئی سفیدی کو اندر دبا دیا اسی وقت وہ درست ہو گئی حتی کہ یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان کی دونوں آنکھوں میں کونسی آنکھ زیادہ بہتر ہے اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہی آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں زیادہ خوشنما معلوم ہونے لگی۔ (بیہقی۔ البدایۃ والنہایۃ ص۱۹۵)۔

(۱۴۰۲) براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی کے قتل کے لئے چند انصاریوں کو مقرر کیا اور ان پر عبد اللہ بن عتیک کو امیر بنایا۔ یہ ابو رافع حضورؐ کو بہت ایذا دیا کرتا اور آپ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سر زمین حجاز میں اس کی ایک زمین تھی وہیں وہ رہا کرتا تھا۔ جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے اور سورج ڈوب گیا اور لوگ اپنے اپنے ڈھوروں کو لیکر چلے گئے تو عبد اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگ یہیں بیٹھیں میں اکیلا جاتا ہوں اور دربان سے ملاطفت اور بہلانے کی باتیں کروں گا شاید میں اندر جا سکوں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ پھاٹک کے قریب پہنچے پھر چادر سے ڈھاٹا باندھا گویا وہ قضائے حاجت کرنے گئے تھے۔ بہت سے لوگ اندر جا چکے تھے تو دربان نے ان کو دیکھ کر پکار کر کہا: اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا چاہتے ہو تو جلد آ جاؤ میں اب پھاٹک بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر داخل ہو گیا اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب اور لوگ بھی اندر داخل ہو لئے تو اس نے پھاٹک بند کر دیا پھر کنجیوں کا گچھا

عَلَّقَ الْاَغَالِيقَ عَلٰى وَدٍّ قَالَ فَقُمْتُ اِلَى الْاَقَالِيدِ فَاَخَذْتُهَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ وَكَانَ اَبُوْرَافِعٍ يُسْمَرُ عِنْدَهٗ وَكَانَ فِيْ عَلَالِيْ لَهٗ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْهُ اَهْلُ سَمَرِهٖ صَعِدْتُ اِلَيْهِ فَجَعَلْتُ كُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا اَغْلَقْتُ عَلَيَّ مِنْ دَاخِلٍ قُلْتُ اِنَّ الْقَوْمَ لَوْ نَذِرُوْا بِيْ لَمْ يَخْلُصُوْا اِلَيَّ حَتّٰى اَقْتُلَهٗ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ فِيْ بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَسْطَ عِيَالِهٖ لَا اَدْرِيْ اَيْنَ هُوَ مِنَ الْبَيْتِ قُلْتُ اَبَا رَافِعٍ قَالَ مَنْ هٰذَا فَاَهْوَيْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فَاَضْرِبُهٗ ضَرْبَةً بِالسَّيْفِ وَاَنَا دَهِشٌ فَمَا اَغْنَيْتُ شَيْئًا وَصَاحَ فَخَرَجْتُ مِنَ الْبَيْتِ فَمَكَثْتُ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا هٰذَا الصَّوْتُ يَا اَبَا رَافِعٍ فَقَالَ لِاُمِّكَ الْوَيْلُ اِنَّ رَجُلًا فِي الْبَيْتِ ضَرَبَنِيْ قَبْلُ بِالسَّيْفِ قَالَ فَضَرَبْتُهٗ ضَرْبَةً اَثْخَنَتْهُ وَلَمْ اَقْتُلْهُ ثُمَّ وَضَعْتُ ضَبِيْبَ السَّيْفِ فِيْ بَطْنِهٖ حَتّٰى اَخَذَ فِيْ ظَهْرِهٖ فَعَلِمْتُ اَنِّيْ قَدْ قَتَلْتُهٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ بَابًا فَبَابًا حَتَّى انْتَهَيْتُ اِلٰى دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِيْ وَاَنَا اَرٰى اَنِّيْ قَدِ انْتَهَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ فَوَقَعْتُ فِيْ لَيْلَةٍ مُقْمِرَةٍ

ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے کنجیوں کے پاس جا کر ان پر قبضہ کیا اور پھاٹک کا قفل کھول دیا ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں کہی جاتی تھیں وہ اپنے ایک اوپر کے کمرے میں تھا۔ جب ابورافع کے پاس سے اس کے افسانہ گو بھی اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کوٹھے پر چڑھا اور جس دروازہ کو کھول کر میں اندر جاتا اندر سے اسے بند بھی کرتا جاتا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میرے ساتھیوں کو اگر میرے متعلق کچھ خطرہ بھی گزرے اور وہ میری مدد کو میرے پاس آنا چاہیں گے تو وہ میرے پاس پہنچ بھی نہ پائیں گے کہ اس وقت تک انشاءاللہ میں اسے قتل کر چکا ہوں گا۔ غرض میں اس کے پاس پہنچ گیا تو معلوم ہوا کہ ایک اندھیرے کمرہ میں اپنے اہل وعیال کے بیچ میں ہے مگر میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ وہ اس کوٹھری میں کس جگہ ہے تو میں نے اس کا نام لے کر پکارا۔ ابورافع! وہ بولا کون ہے؟ بس میں آواز پر اندازے بڑھا اور میں نے اس پر تلوار کا ایک وار کیا۔ میں کچھ گھبرایا ہوا تھا، اس لئے کام پورا کر نہیں سکا اور وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ بس تھوڑی دیر ٹھہر کر میں پھر کوٹھری کے اندر گیا اور میں نے (آواز بدل کر) پوچھا اے ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ کیا ہوا؟ وہ بولا ارے تیری ماں پر مصیبت آ ٹوٹے۔ گھر میں کوئی آدمی ابھی ابھی مجھے تلوار مار گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے اس پر ایک وار اور کیا جس سے اس کا خون بہت بہہ گیا مگر ابھی وہ مرا نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے تلوار اس کے پیٹ میں بھونک دی کہ پیٹھ تک دھنستی چلی گئی تب میں نے سمجھ لیا کہ اب میں نے اسے مار ڈالا پھر میں ایک ایک کرکے تمام دروازے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں سیڑھی کے ختم تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنا پیر یہ سمجھ کر رکھا کہ میں سیڑھیاں ختم کر چکا اور زمین پر پیر

فَانْكَسَرَتْ سَاقِيْ فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَتِيْ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ فَقُلْتُ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَعْلَمَ أَقَتَلْتُهُ أَمْ لَا؟ فَلَمَّا صَاحَ الدِّيْكُ قَامَ النَّاعِيْ عَلَى السُّوْرِ فَقَالَ أَنْعَى أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَهْلِ الْحِجَازِ، فَانْطَلَقْتُ إِلٰى أَصْحَابِيْ فَقُلْتُ النَّجَا فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ أَبَا رَافِعٍ قَالَ فَانْتَهَيْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثْنَاهُ فَقَالَ أُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ (رواه البخاری)

(۱۴۰۳) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ لَمَّا اسْتَعْمَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الطَّائِفِ جَعَلَ يَعْرِضُ لِيْ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِيْ حَتّٰى مَا أَدْرِيْ مَا أُصَلِّيْ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ رَحَلْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ أَبِي الْعَاصِ؟ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا جَاءَ بِكَ؟ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَرَضَ لِيْ شَيْءٌ فِيْ صَلٰوتِيْ حَتّٰى مَا أَدْرِيْ مَا أُصَلِّيْ قَالَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ أُدْنُهْ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَجَلَسْتُ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيَّ قَالَ فَضَرَبَ صَدْرِيْ بِيَدِهٖ وَتَفَلَ فِيْ فَمِيْ وَقَالَ أُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ فَفَعَلَ

رکھ رہا ہوں تو چاندنی رات میں میں زمین پر گر پڑا کہ میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اُسے اپنے عمامہ سے کس کر باندھا پھر میں چلا اور پھاٹک کے پاس جاکر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلوں گا جب تک کہ یقینی طور پر نہ معلوم کر لوں کہ میں نے قتل ہی کر دیا۔ جب صبح کے وقت مرغ نے بانگ دی تو ایک خبر مرگ دینے والے نے فصیل پر چڑھ کر پکار کر کہا کہ میں حجاز والوں کے تاجر ابو رافع کی موت کی خبر سناتا ہوں تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور میں نے کہا بس اب بھاگ چلو اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم سب حضورؐ کے پاس پہنچے اور آپ سے سارے واقعات بیان کئے۔ آپؐ نے فرمایا اپنی ٹانگ پھیلاؤ تو میں نے اپنی ٹانگ پھیلا دی۔ آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔ بس ایسا معلوم ہوا کہ جیسے اس میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (رواہ البخاری)

(۱۴۰۳) عثمان بن ابی العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھ کو طائف پر عامل مقرر کرکے بھیجا تو وہاں پہنچکر مجھ کو یہ شکایت ہوگئی کہ نماز میں میری ایسی حالت ہو جاتی کہ مجھ کو ہی خبر نہ رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں۔ تب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے تعجب سے فرمایا ابن ابی العاصؓ؟ ضرور کسی ضرورت سے آئے ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ نماز میں میرے

(۱۴۰۳) آپؐ کے دست مبارک اور لعاب دہن کا یہ اعجازی اثر دوسرے مقامات میں بھی نظر آتا ہے اس لئے اس کو آپؐ کے جسمانی برکات و معجزات میں بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔

ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اِلْحَقْ بِعَمَلِكَ قَالَ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَعَمْرِیْ مَا اَحْسِبُهٗ خَالَطَنِیْ بَعْدُ (رواہ ابن ماجہ فی باب الفزع والارق)۔

(۱۴۰۴) عَنْ اُمِّ جُنْدُبٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ یَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَتَبِعَتْہُ امْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمٍ وَمَعَھَا صَبِیٌّ لَھَا بِہٖ بَلَاءٌ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا ابْنِیْ وَبَقِیَّۃُ اَھْلِیْ وَاِنَّ بِہٖ بَلَاءً لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ائْتُوْنِیْ بِشَیْءٍ مِنْ مَاءٍ فَاُتِیَ بِمَاءٍ فَغَسَلَ یَدَیْہِ وَمَضْمَضَ فَاہُ ثُمَّ اَعْطَاھَا فَقَالَ اِسْقِیْہِ مِنْہُ وَصُبِّیْ عَلَیْہِ مِنْہُ وَاسْتَشْفِیْ اللّٰہَ لَہٗ قَالَتْ فَلَقِیْتُ الْمَرْأَۃَ فَقُلْتُ لَوْ وَھَبْتِ لِیْ مِنْہُ فَقَالَتْ اِنَّمَا ھُوَ لِھٰذَا الْمُبْتَلٰی قَالَتْ فَلَقِیْتُ الْمَرْأَۃَ مِنَ الْحَوْلِ فَسَأَلْتُھَا عَنِ الْغُلَامِ فَقَالَتْ بَرَأَ وَعَقَلَ عَقْلًا لَیْسَ کَعُقُوْلِ النَّاسِ (رواہ ابن ماجہ فی باب النشرۃ)

سامنے کوئی چیز ایسی آجاتی ہے کہ مجھ کو ہی خبر نہیں رہتی کہ میں کیا پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے۔ ذرا قریب آؤ میں آپ کے قریب آگیا اور اپنے دونوں پیروں پر بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا "او خدا کے دشمن نکل جا" تین بار ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اچھا جاؤ اب اپنے کام پر جاؤ۔ عثمانؓ کہتے ہیں میں بقسم کہتا ہوں اس کے بعد پھر کبھی مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ)

(۱۴۰۴) ام جندبؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کی رمی کرتے ہوئے دیکھا جب آپؐ واپس ہوئے تو آپؐ کے پیچھے پیچھے قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آئی جو کچھ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا اس نے عرض کی یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے اور خاندان بھر میں بس یہی رہ گیا ہے اور اس کو کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا تو تھوڑا سا پانی لاؤ۔ پانی حاضر کیا گیا آپؐ نے اپنے دونوں دست مبارک دھوئے اور منہ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دیدیا اور فرمایا کہ یہ پانی بچہ کو پلا اور کچھ اس پر چھڑک اور اللہ تعالیٰ سے اس کیلئے اسکی صحت کی دعا کر۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے ذرا سا مجھ کو دیدیجئے۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ تو صرف اس بیمار بچہ کے لئے ہے۔ یہ بیان کرتی ہیں کہ آئندہ سال میری اس عورت سے پھر ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس کے بچہ کا حال پوچھا اس نے کہا وہ بالکل اچھا ہو گیا اور ایسا سمجھدار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھدار نہیں ہوتے۔ (ابن ماجہ)

(۱۴۰۵) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ فِي سَاقِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فَقُلْتُ يَا أَبَا مُسْلِمٍ مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ؟ قَالَ هٰذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيبَ سَلَمَةُ قَالَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُ مِنْهَا حَتَّى السَّاعَةِ۔ (رواہ البخاری)۔

(۱۴۰۶) عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَخْبَرَنِي سَهْلٌ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُفْتَحُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ فَبَاتَ النَّاسُ لَيْلَتَهُمْ أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا كُلُّهُمْ يَرْجُوهُ فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهُ فَبَرَأَ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ۔ رواہ البخاری وفی طریق عندہ فبرأ مکانہ

(۱۴۰۵) یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوعؓ کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا اے ابو مسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ کہنے لگے یہ اس زخم کا نشان ہے جو میں نے جنگ خیبر میں کھایا تھا تو لوگوں نے شور مچایا کہ لو سلمہ تو کام آگئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس میں تین بار پھونک ماردی۔ اس وقت سے آج تک مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی۔

(۱۴۰۶) سہلؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دونگا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح نصیب فرمائے گا اور اُس کو اللہ اور اس کا رسول پیارے ہیں اور وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا پیارا ہے۔ اس بشارت کو سن کر لوگ تمام شب بے چین رہے کہ دیکھئے کل جھنڈا کس کو ملتا ہے (یہ بشارت کس کے نصیب میں ہے) دوسرے دن ہر شخص اسی امید میں آپ کے سامنے حاضر ہوا مگر آپ نے پوچھا علیؓ کہاں ہیں. لوگوں نے عرض کی اُن کی آنکھیں دُکھ رہی ہیں. آپ نے اُن کو بلایا وہ آئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ بس اسی وقت وہ ایسی صاف ہوگئیں گویا ان میں کوئی تکلیف ہی نہ تھی پھر جھنڈا ان کے حوالے فرمادیا۔ (بخاری شریف)

(۱۴۰۶) مسند احمد، نسائی، ابن حبان اور حاکم میں ہے کہ شروع میں جھنڈا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ میں رہا پھر دوسرے دن حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہا مگر خیبر فتح نہ ہو سکا اور کیسے فتح ہوتا جبکہ عالم تقدیر میں فاتح خیبر حضرت علیؓ قرار پاچکے تھے بالآخر تیسرے دن آپ نے جھنڈا ان کے حوالہ فرمایا اور عالم تقدیر کی بشارت پہلے سنادی کہ خیبر کی فتح ان ہی کے ہاتھوں پر مقدر ہے۔ سبحان اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی کیسی جامع صفات تھی کہ جب ان کی تجلیات صحابہ میں نظر آتی ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا ان میں ہر شخص جداجدا فضل وکمال کا مالک ہے۔ ان کے لعاب دہن پر ماں باپ قربان جس کی معجزانہ تاثیر سے حضرت علیؓ آن کی آن میں شفایاب ہوگئے۔

الرسول الاعظم و تاثیرہ فی الاحجار والاشجار والبھائم و تصرفہ فیھا و تسخیرھا لہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۴۰۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحُدًا وَّمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمُ الْجَبَلُ فَقَالَ اسْکُنْ وَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَلَیْسَ عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَّشَھِیْدَانِ۔ (رواہ البخاری)

(۱۴۰۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْاَیَّامِ عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ یَوْمُ الْقَرِّ وَھُوَ الْیَوْمُ الثَّانِیْ قَالَ وَقُرِّبَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خَمْسٌ اَوْ سِتٌّ فَطَفِقْنَ یَزْدَلِفْنَ اِلَیْہِ بِاَیَّتِھِنَّ یَبْدَاُ فَلَمَّا وَجَبَتْ جُنُوْبُھَا قَالَ فَتَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ خَفِیَّۃٍ لَمْ اَفْھَمْھَا فَقُلْتُ مَا قَالَ قَالَ مَنْ شَاءَ اقْتَطَعَ (رواہ ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجر و حجر اور بہائم میں تاثیر و تصرف اور آپ کے لئے ان کا مسخر و مطیع ہونا

(۱۴۰۷) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور اس وقت آپ کے ساتھ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ نے اس پر پیر مار کر فرمایا ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔

(۱۴۰۸) عبداللہ بن قرطؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم النحر (قربانی کا دن دسویں ذی الحجہ) ہے اس کے بعد یوم القر (اا ذی الحجہ یعنی دوسرے دن کا درجہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ اونٹ لائے گئے تو وہ سب کے سب حضورؐ کی طرف جھوم جھوم کر بڑھنے لگے کہ جس سے چاہیں ابتدا فرمائیں تو جب ان کے پہلو زمین سے لگ گئے تو راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کوئی کلمہ آہستہ سے فرمایا جسے میں سمجھ نہیں سکا تو میں نے کہا کہ حضورؐ نے کیا فرمایا تھا تو کہا جو شخص چاہے لے لے (ابوداؤد)

(۱۴۰۸) اسی حدیث کا شاید صحیح نقشہ وہ ہو جو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف — بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آ۔

سبحان اللہ جانوروں کی یہ جاں نثاری ہو اور انسانوں میں یہ خصلت ہو سخت افسوس ہی افسوس ہے۔ یہاں معجزات منکر تاویل سوچیں یہ تو خرید کردہ جانور کس مادی قانون سے اپنی اپنی جانوں کے قربان کرنے میں پیشقدمی کر رہے تھے؟ اگر دیکھا جائے تو ایک مومن کے لئے تو آپ کی ہر ہر ادا معجزہ ہی معجزہ ہے مگر ایک منکر کے لئے کیا فائدہ؟ وہ ان کے اسانید ہی پر مطمئن نہیں ہوتا حالانکہ اپنی زندگی کے کسی علمی شعبہ میں وہ ان شقوں اور احتمالات کے نکالے بغیر غرق جد و جہد نظر آتا ہے لیکن آپ کے معجزات میں وہ سو طرح کے حیلے تراشتا ہے اور آخر انکار کے بغیر چین نہیں آتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۴۰۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ حَتّٰی اِذَا دُفِعْنَا اِلٰی حَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ بَنِی النَّجَّارِ اِذَا فِیْہِ جَمَلٌ لَا یَدْخُلُ الْحَائِطَ رَجُلٌ اِلَّا شَدَّ عَلَیْہِ فَذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ حَتّٰی اَتَی الْحَائِطَ فَدَعَی الْبَعِیْرَ فَجَآءَ وَاضِعًا مِشْفَرَہٗ اِلَی الْاَرْضِ حَتّٰی بَرَکَ بَیْنَ یَدَیْہِ قَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَاتُوْا خِطَامَہٗ فَخَطَمَہٗ وَدَفَعَہٗ اِلٰی صَاحِبِہٖ قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ اِنَّہٗ لَیْسَ شَیْءٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا عَاصِی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ (رواہ الامام احمد والدارمی وغیرھما)

(۱۴۱۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِیْ غَزْوَۃِ ذَاتِ الرِّقَاعِ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِحَرَّۃِ وَاقِمٍ عَرَضَتْ اِمْرَاَۃٌ بَدَوِیَّۃٌ بِابْنٍ لَّھَا فَجَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا ابْنِیْ قَدْ غَلَبَنِیْ عَلَیْہِ الشَّیْطَانُ قَالَ فَاَدْنِیْہِ مِنِّیْ فَاَدْنَتْہُ مِنْہُ۔

(۱۴۰۹) جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے مدینہ واپس ہوئے یہاں تک کہ جب قبیلۂ بنی نجار کے باغوں میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو اس میں ایک اونٹ تھا جو شخص بھی اس باغ میں گھستا وہ اس پر حملہ آور ہوتا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی۔ آپ باغ کے پاس تشریف لائے اور اونٹ کو آواز دی وہ اپنا ہونٹ زمین پر لٹکائے ہوئے آیا اور آپؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مہار لاؤ۔ آپؐ نے مہار لے کر اس کی ناک میں ڈالدی اور اونٹ کو مالک کے حوالے کر دیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا زمین و آسمان میں ایسا کوئی نہیں جس کو اس کا یقین نہ ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر جنات اور کافر انسانوں کے (امام احمد الدارمی)

(۱۴۱۰) جابرؓ روایت فرماتے ہیں کہ ہم ذات الرقاع (مقام کا یا غزوہ کا نام ہے) میں غزوہ کے ارادہ سے نکلے اور ایسا ہوا کہ جب (مقام) حرۂ واقم میں پہنچے تو سامنے سے ایک دیہاتی عورت اپنا بچہ لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یا رسول اللہ یہ میرا لڑکا ہے، شیطان نے اس کا ایسا پیچھا کیا ہے کہ مجھے تنگ کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا اس بچہ کو ذرا میرے قریب لاؤ وہ قریب لیکر آگئی آپؐ نے فرمایا،

(۱۴۱۰) یہ روایت ہم نے اس لئے ذکر کی ہے کہ اس کے متفرق معجزات صحت کے ساتھ متفرق طور پر صحیح حدیثوں میں علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں، یہاں سب ایک سلسلہ میں دُہرا دیئے گئے ہیں۔ یہ تمام ایک سے ایک عجیب معجزہ ہیں مگر اس کو کیا کیجئے کہ اس کے اجزاء الگ الگ صحیح طریقوں سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نہیں۔ ہم نے یہ بات پہلے کئی بار تنبیہاً بیان کی ہے کہ کوئی معجزہ ایسا کم ہوگا جس کی پشت پر اسی جنس کا دوسرا قوی تر معجزہ موجود نہ ہو یا وہی دوسری قوی سند سے ثابت نہ ہو۔ اب کسی ضعیف سند کو لیکر اسی کو اپنے سامنے رکھ لینا یہ طریق انصاف نہیں۔

فَقَالَ اِفْتَحِيْ فَمَهُ فَفَتَحَتْهُ فَبَصَقَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِخْسَأْ عَدُوَّ اللّٰهِ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ شَأْنَكِ بِابْنِكِ لَيْسَ عَلَيْهِ بَأْسٌ فَلَنْ يَعُوْدَ اِلَيْهِ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ يُصِيْبُهُ وَذَكَرَ قِصَّةَ الشَّجَرَتَيْنِ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا صَحْرَاءَ دَيْمُوْمَةً لَيْسَ فِيْهَا شَجَرَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَابِرٍ يَا جَابِرُ انْطَلِقْ فَانْظُرْ لِيْ مَكَانًا يَعْنِيْ لِلْغَائِطِ فَخَرَجْتُ اَنْطَلِقُ فَلَمْ اَجِدْ اِلَّا شَجَرَتَيْنِ مُفْتَرِقَتَيْنِ لَوْ اَنَّهُمَا اجْتَمَعَتَا سَتَرَتَاهُ فَرَجَعْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا يَسْتُرُكَ اِلَّا شَجَرَتَيْنِ مُفْتَرِقَتَيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمَا اجْتَمَعَتَا سَتَرَتَاكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْ اِلَيْهِمَا فَقُلْ لَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِجْتَمِعَا قَالَ فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ لَهُمَا فَاجْتَمَعَتَا حَتّٰى كَاَنَّهُمَا فِيْ اَصْلٍ وَاحِدٍ ثُمَّ رَجَعْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ ائْتِهِمَا فَقُلْ لَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَكُمَا اِرْجِعَا كَمَا اَنْتُمَا كُلُّ وَاحِدَةٍ اِلٰى مَكَانِهَا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ لَهُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس کا منہ کھول۔ اس نے بچہ کا منہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر یہ الفاظ فرمائے او اللہ کے دشمن تجھ پر پھٹکار، دفع ہو جا۔ تین بار یہی کلمات فرما کر کہا لے اب اپنے بچہ کو لے جا۔ اب یہ بالکل اچھا ہو گیا اور آئندہ یہ تکلیف اس کو نہ ہوگی۔ اس کے بعد راوی حدیث نے دو درختوں کا واقعہ بیان کیا وہ کہتا ہے کہ پھر ہم چلے اور ایک جنگل بیابان میں پہنچے جس میں کہیں کوئی درخت تھا۔ آپؐ نے جابرؓ سے فرمایا جابر جاؤ اور قضائے حاجت کے لئے کوئی مناسب جگہ جا کر دیکھو۔ میں دیکھنے چلا مگر مجھے کہیں کوئی پردہ کی جگہ نہ ملی صرف دو درخت نظر آئے جو علیحدہ علیحدہ تھے اگر وہ ایک جگہ ہو جائیں تو آپؐ کیلئے پردہ بن سکتے تھے۔ میں واپس ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے تو علیحدہ علیحدہ صرف دو درخت ہی ایسے نظر پڑے ہیں اگر وہ ایک جگہ ہوتے تو آپ کے لئے پردہ بن سکتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ اور ان سے جا کر کہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں مل جاؤ۔ یہ بیان کرتے ہیں میں گیا اور آپ کا حکم میں نے ان کو سنا دیا وہ فوراً ایک دوسرے سے مل گئے اور ایسے مل گئے گویا وہ دونوں ایک ہی جڑ میں لگے ہوئے درخت ہیں۔ میں واپس ہوا اور آپ سے صورت حال بیان کی، آپ تشریف لائے اور جب اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو مجھ سے فرمایا ان سے جا کر کہدو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ جاؤ پھر اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ اور جیسے پہلے تھے اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ چنانچہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَكُمَا ارْجِعَا كَمَا كُنْتُمَا فَرَجَعَا ثُمَّ خَرَجْنَا فَنَزَلْنَا فِيْ وَادٍ مِنْ أَوْدِيَةِ بَنِيْ مُحَارِبٍ فَعَرَضَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ مُحَارِبٍ يُقَالُ لَهُ غَوْرَثُ بْنُ الْحَارِثِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَلِّدٌ سَيْفَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَعْطِنِيْ سَيْفَكَ هٰذَا فَسَلَّهُ فَنَاوَلَهُ إِيَّاهُ وَنَظَرَ إِلَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ اللّٰهُ فَارْتَعَدَتْ يَدُهُ حَتّٰى سَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهِ فَنَاوَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا غَوْرَثُ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّيْ؟ قَالَ: لَا أَحَدٌ قَالَ ثُمَّ أَقْبَلْنَا رَاجِعِيْنَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُشِّ طَيْرٍ يَحْمِلُهُ وَفِيْهِ فِرَاخٌ وَأَبَوَاهُ يَتْبَعَانِهِ وَيَقَعَانِ عَلٰى يَدِ الرَّجُلِ فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَنْ كَانَ مَعَهُ فَقَالَ أَتَعْجَبُوْنَ بِفِعْلِ هٰذَيْنِ الطَّيْرَيْنِ بِفِرَاخِهِمَا؟ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَرَبُّكُمْ أَرْحَمُ بِكُمْ مِنْ هٰذَا الطَّائِرِ بِفِرَاخِهِ ثُمَّ أَقْبَلْنَا رَاجِعِيْنَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ وَاقِمٍ عَرَضَتْ لَنَا الْمَرْأَةُ الَّتِيْ جَاءَتْ بِابْنِهَا بِرُطَبٍ وَلَبَنِ شَاةٍ فَأَهْدَتْهُ لَهُ فَقَالَ مَا فَعَلَ ابْنُكِ هَلْ أَصَابَهُ شَيْءٌ مِمَّا كَانَ يُصِيْبُهُ؟ قَالَتْ

میں گیا اور میں نے جا کر ان سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب تمہیں یہ حکم فرمایا ہے کہ پھر جا کر اسی طرح علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ جیسا پہلے تھے چنانچہ حسب الحکم وہ اسی طرح واپس ہو گئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد ہم بنو محارب کی ایک وادی میں پہنچے تو یہاں بنو محارب کا ایک شخص جس کا نام غورث بن الحارث تھا سامنے سے آیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھے وہ بولا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذرا اپنی یہ تلوار مجھے دینا آپ نے وہ تلوار میان سے نکال کر اس کے حوالہ کر دی وہ کچھ دیر تو آپ کو دیکھتا رہا اس کے بعد بولا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بولو اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے ہاتھ میں رعشہ پڑ گیا۔ یہاں تک کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا اے غورث اب تم بتاؤ میرے ہاتھ سے تم کو کون بچائے گا؟ وہ بولا کوئی نہیں (اس کے بعد اس کا قصہ یہاں مذکور نہیں ہے)۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر ایسا ہوا کہ جب ہم واپس ہوئے تو ایک صحابی ایک پرندہ کا گھونسلہ اس کے بچوں سمیت اٹھا کر لے آیا۔ ان کے ماں باپ بھی (اڑتے ہوئے) پیچھے پیچھے آ گئے اور اس صحابی کے ہاتھ پر گرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کے پاس وہ گھونسلہ تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ان بچوں کے ساتھ ان کے ماں باپ کی محبت دیکھ کر کیا تم تعجب کرتے ہو؟ ایک روایت میں اس جگہ یہ زیادتی اور ہے کہ آپ نے فرمایا تمہارا پروردگار تم پر ان بچوں کے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے اس کے بعد ہم واپس ہوئے یہاں تک کہ جب حرۂ واقم میں پہنچے تو وہی عورت جو اپنا لڑکا لائی تھی کچھ تر کھجوریں اور بکری کا دودھ لے کر آئی اور آپ کو ہدیہ میں پیش کیا آپ نے فرمایا اب تیرے لڑکے کا کیا حال ہے کیا اس کو وہ مرض پھر لاحق ہوا؟

لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَصَابَهٗ شَیْئٌ مِّمَّا كَانَ یُصِیْبُهٗ وَقَبِلَ هَدِیَّتَهَا ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِمَهْبَطٍ مِّنَ الْحَرَّةِ اَقْبَلَ جَمَلٌ یَّرْقُلُ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا قَالَ هٰذَا الْجَمَلُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا جَمَلٌ جَاءَنِیْ یَسْتَعْدِیْ عَلٰی سَیِّدِهٖ یَزْعُمُ اَنَّهٗ كَانَ یَحْرُثُ عَلَیْهِ مُنْذُ سِنِیْنَ حَتّٰی اِذَا اَجْرَبَهٗ وَاَعْجَفَهٗ وَكَبُرَ سِنُّهٗ اَرَادَ نَحْرَهٗ اِذْهَبْ مَعَهٗ یَا جَابِرُ اِلٰی صَاحِبِهٖ فَأْتِ بِهٖ فَقُلْتُ مَا اَعْرِفُ صَاحِبَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّهٗ سَیَدُلُّكَ عَلَیْهِ قَالَ فَخَرَجَ بَیْنَ یَدَیَّ مُعْنِقًا حَتّٰی وَقَفَ بِیْ فِیْ مَجْلِسِ بَنِیْ خَطْمَةَ فَقُلْتُ اَیْنَ رَبُّ هٰذَا الْجَمَلِ قَالُوْا فُلَانٌ فَجِئْتُهٗ فَقُلْتُ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مَعِیْ حَتّٰی جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ جَمَلَكَ هٰذَا یَسْتَعْدِیْ عَلَیْكَ یَزْعُمُ اَنَّكَ حَرَثْتَ عَلَیْهِ زَمَانًا حَتّٰی اَجْرَبْتَهٗ وَاَعْجَفْتَهٗ وَكَبُرَ سِنُّهٗ ثُمَّ اَرَدْتَّ نَحْرَهٗ. فَقَالَ وَالَّذِیْ

ماں باپ سے کہیں زیادہ مہربان ہے۔ اس کے اور جب ہم پھر مقام حرہ واقم پر واپس ہوئے تو وہی عورت جو پہلے اپنا (آسیب زدہ) بچہ لے کر آئی تھی اس مرتبہ تازہ کھجوریں اور بکری کے دودھ کا ہدیہ لیکر آئی اور آپؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپؐ نے پوچھا بولو تمہارا بچہ کیسا ہے اس کو وہ شکایت جو پہلے ہوا کرتی تھی پھر تو نہیں ہوئی؟ وہ بولی اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو دین حق دے کر بھیجا ہے وہ شکایت تو اس کو پھر کبھی نہیں ہوئی۔ آپؐ نے اس کا ہدیہ قبول فرما لیا۔ اس کے بعد جب ہم اس سنگستان کے نشیب میں اُترے تو ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا۔ آپؐ نے فرمایا جانتے ہو اس اونٹ نے کیا کہا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس یہ اونٹ اپنے مالک کی زیادتی کی شکایت لے کر آیا تھا۔ یہ کہتا تھا کہ اس کا مالک سالہا سال تو اس سے کھیتی کا کام لیتا رہا یہانتک کہ جب اس کو خارشتی بنا دیا اور دبلا کر ڈالا اور جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جابر! جاؤ اس کو ساتھ لے کر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اس کے مالک کو نہیں پہچانتا۔ آپؐ نے فرمایا یہ اونٹ ہی تم کو بتادے گا۔ یہ کہتے ہیں وہ تیز تیز میرے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ بنو خطمہ کی ایک مجلس میں لا کر مجھ کو کھڑا کر دیا۔ میں نے پوچھا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے کہا فلاں آدمی ہے میں اس کے پاس آیا اور میں نے کہا چلو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں وہ میرے ساتھ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپؐ نے فرمایا تیرا اونٹ تیری زیادتی کی شکایت کرتا ہے کہتا ہے کہ مدتوں تو نے اس سے کھیتی کا کام لیا اور جب اس کو خارشتی بنا دیا

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُنِيْهِ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَابْتَاعَهُ مِنْهُ وَسَيَّبَهُ فِي الشَّجَرِ حَتّٰى نَصَبَ سَنَامًا فَكَانَ إِذَا اعْتَلَّ عَلٰى بَعْضِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ مِنْ نَوَاضِحِهِمْ شَيْءٌ أَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَمَكَثَ بِذٰلِكَ زَمَانًا۔ (رواه الطبراني)۔

(۱۴۱۱) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِيْ طَلْحَةَ وَكَانَ يَقْطِفُ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ إِنَّا وَجَدْنَا فَرَسَكُمْ هٰذَا بَحْرًا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يُجَارٰی۔ (رواه الشيخان)۔

(۱۴۱۲) مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِيْ حَاجَتَهُ فَاتَّبَعْتُهُ

اور دبلا کرڈالا تو اب تو اس کے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا واقعہ تو اسی طرح سے ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کرے گا؟ وہ بولا یا رسول اللہ جی ہاں۔ چنانچہ آپ نے اس کو خرید لیا اور درختوں میں اس کو آزاد چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس کا کوہان (فربہی کی وجہ سے) ابھر آیا۔ اس کے بعد پھر جب کبھی کسی مہاجر یا انصاری کا اونٹ بیمار پڑتا تو آپ وہی اونٹ اس کو دیدیا کرتے۔ یہ اونٹ اسی طرح بہت دنوں تک زندہ رہا۔

(۱۴۱۱) انسؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ میں (دشمن کے آمد کی) خوفناک افواہ اڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طلحہؓ کا گھوڑا عاریۃً لے کر (تحقیق حال کے لئے خود تشریف لے گئے) یہ گھوڑا تھما تھا جب آپ واپس ہوئے تو فرمایا (اطمینان رکھو کوئی بات نہیں ہے) اور اس کو تو ہم نے دریا کی طرح تیز رو پایا اس کے بعد سے دوڑ میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ (متفق علیہ)

(۱۴۱۲) جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے یہاں تک کہ ایک چٹیل وادی میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کو چلے تو میں بھی ایک لوٹے میں پانی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا تو حضورؐ نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی تو کوئی ایسی جگہ نہ ملی جس سے آپ پردہ کر سکتے دیکھا تو وادی کے

(۱۴۱۲) غیب کو غیب قائم رکھنے کے لئے قدرت کبھی کبھی اسی طرح کی باتیں کھڑی کر دیتی ہے تاکہ وہ عالم شہادت کی طرح کھل نہ جائے اس لئے ضروری تھا کہ پہلی چھپ کر داوئی واقعہ نے جو کچھ دیکھا تھا اس پر بھی آخر کار بات مبہم رہ جائے اس لئے بالآخر وہ درختوں کی علیحدگی نہ دیکھ سکا۔ قدرت نے درختوں کی فرمانبرداری دکھلا کر شانِ نبوت بھی کیا خوب عیاں دکھلا دی، لیکن جو اس کے علاوہ غیبی بات تھی اس کو عجب انداز میں مخفی بھی فرما دیا۔ وہ جانتا تھا کہ جو شان اس کو نظر آئی وہ شان نبوت تھی اور جو شانِ الٰہی تھی وہ فہیم انسان کے ایمان کے لئے پہلے ہی کافی مشاہدہ میں آ چکی تھی

بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَنَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهٖ فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيرِ الْمَخْشُوشِ الَّذِي يُصَانِعُ قَائِدَهُ حَتّٰى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰى فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ فِيمَا بَيْنَهُمَا فَلَأَمَ بَيْنَهُمَا حَتّٰى جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَالَ الْتَئِمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَالْتَأَمَتَا عَلَيْهِ فَخَرَجْتُ أُحْضِرُ مَخَافَةَ أَنْ يُحِسَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُرْبِي فَتَبَاعَدْتُ فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِي فَحَانَتْ مِنِّي لَفْتَةٌ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ (رواہ مسلم)

کنارے دو درخت نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کے پاس پہنچے اور اس کی دو ٹہنیاں پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چل اور میرا حکم مان۔ وہ درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پا کر آپ کے ہمراہ اس طرح چلا آیا جیسے کوئی اونٹ اپنی نکیل کھینچنے والے کے ساتھ ساتھ چلتا ہو۔ اس کے بعد دوسرے درخت کے پاس پہنچے اور اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر یہی فرمایا۔ اللہ کے حکم سے میرے کہنے پر چلا آ۔ وہ آپ کے حکم کو مان کر اسی طرح چلا آیا۔ جب آپ نے ان دونوں کے بیچ میں آکر دونوں کو ملایا اور فرمایا تم دونوں اللہ کے حکم سے پاس پاس جڑ جاؤ تو وہ دونوں آپ کے آس پاس جڑ گئے تو میں وہاں تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قریب ہونا محسوس نہ فرمالیں تو میں دور چلا گیا اور میں بیٹھ کر دل سے باتیں کرنے لگا۔ بس میں تھوڑی ہی دیر ذرا غافل ہوا ہوں گا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنہ پر پہلے کی طرح کھڑے ہیں۔ (مسلم)

اب بے پردہ ہو کر قدرت کو اپنا کرشمہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ یہاں پہلی روایت میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں درختوں کی واپسی کا مشاہدہ بھی موجود ہے اب دل چاہے تو آپ اس کو مستقل اسی جنس کا علیحدہ واقعہ تسلیم کریں یا ترجیح کے ٹھہرائیں لیکن مسلم شریف کا یہ واقعہ بہر کیف تسلیم ہی کرنا پڑے گا تھوڑا بہت فرق تو روایات احکام میں بھی ملتا ہی اور اپنے ضوابط کے ماتحت وہ بھی طے ہو کر قابل انکار نہیں ہوتا۔

(۱۴۱۳) عَنْ يَعْلَى ابْنِ مُرَّةَ الثَّقَفِيِّ قَالَ ثَلَاثَةُ أَشْيَاءَ رَأَيْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ مَعَهُ إِذْ مَرَرْنَا بِبَعِيْرٍ يُسْنٰى عَلَيْهِ فَلَمَّا رَآهُ الْبَعِيْرُ جَرْجَرَ وَوَضَعَ جِرَانَهُ بِالْأَرْضِ فَوَقَفَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ صَاحِبُ هٰذَا الْبَعِيْرِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ بِعْنِيْهِ. فَقَالَ بَلْ أَهَبُهُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا بَلْ بِعْنِيْهِ فَقَالَ بَلْ نَهَبُهُ لَكَ وَهُوَ لِأَهْلِ بَيْتٍ مَالَهُمْ مَعِيْشَةٌ غَيْرُهُ فَقَالَ أَمَا إِذْ ذَكَرْتَ هٰذَا مِنْ أَمْرِهِ فَإِنَّهُ يَشْتَكِيْ إِلَى كَثْرَةِ الْعَمَلِ وَقِلَّةِ الْعَلَفِ فَأَحْسِنُوْا إِلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّهُمْ أَرَادُوْا نَحْرَهُ. رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَنَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ شَجَرَةٌ تَشُقُّ الْأَرْضَ حَتّٰى غَشِيَتْهُ ثُمَّ رَجَعَتْ إِلَى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اسْتَأْذَنَتْ رَبَّهَا فِيْ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا قَالَ ثُمَّ سِرْنَا فَمَرَرْنَا بِمَاءٍ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ بِابْنٍ لَهَا بِهِ جِنَّةٌ فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْخِرِهِ ثُمَّ قَالَ اُخْرُجْ فَإِنِّيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ سِرْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مَرَرْنَا بِذٰلِكَ الْمَاءِ فَسَأَلَهَا عَنِ الصَّبِيِّ

(۱۴۱۳) یعلیٰ بن مرہ ثقفی کہتے ہیں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین عجیب باتیں دیکھیں۔ ایک دفعہ تو ہم سب آپ کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے ایک اونٹ کے پاس سے گذر ہوا جس سے کھیتی کو پانی دیا جاتا تھا تو اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو بلبلایا اور اپنی گردن زمین پر رکھدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوگئے اور پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ وہ آیا تو آپ نے فرمایا تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے عرض کیا جی نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے وہی کہا نہیں بلکہ میں اسے آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اونٹ ایسے گھرانہ کا ہے جن کے پاس روزی کا سہارا اس کے سوا کچھ اور ہے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جب تم نے اس کا حال بتا دیا تو سُنو یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ مجھ سے کام بہت لیا جاتا ہے اور چارہ کم دیا جاتا ہے تو دیکھو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اس کے ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ (احمد) اور شرح السنۃ میں ہے کہ پھر ہم چلے یہانتک کہ ایک جگہ اُترے اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا وہاں تک آیا اور اس نے آپ کو ڈھانک کر آپ پر سایہ کرلیا پھر کچھ دیر بعد اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے آپ سے یہ حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ وہ درخت ہے جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ نے

فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَیْنَا مِنْهُ رَیْبًا بَعْدَكَ كَذَا فِی الْمِشْكٰوةِ۔

(۱۴۱۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ غَیْضَةً فَاَخْرَجَ مِنْهَا بَیْضَةَ حُمَّرَةٍ فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ تَرِفُّ عَلٰی رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَیُّكُمْ فَجَعَ هٰذِهٖ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا اَخَذْتُ بَیْضَتَهَا فَقَالَ رُدَّهٗ رَحْمَةً لَهَا۔ (رواہ ابوداود الطیالسی)

(۱۴۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَرْدَفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَاَسَرَّ اِلَیَّ حَدِیْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ قَالَ وَكَانَ اَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهٖ هَدَفٌ اَوْ حَائِشُ نَخْلٍ فَدَخَلَ حَائِطَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا جَمَلٌ فَلَمَّا رَاٰی

اسے اجازت دیدی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ وہاں سے چلے اور ایک تالاب پر پہنچے تو ایک عورت آپ کے پاس اپنا ایک لڑکا لیکر آئی جس کا دماغ خراب ہوگیا تھا۔ (یا جس پر آسیب کا اثر تھا) تو حضورؐ نے اس کی ناک پکڑی اور فرمایا نکل دور ہوجا۔ تُو جانتا ہے میں اللہ کا رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ پھر ہم آگے چلے جب لوٹنے لگے تو اسی تالاب پر پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے لڑکے کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہم نے آپ کے جانے کے بعد کچھ اثر اس پر نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ)۔

(۱۴۱۴) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک آدمی ایک جھاڑی میں گھسا اور وہاں سے چڑیا کا انڈا اٹھا لایا تو وہ چڑیا بھی پھڑپھڑاتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے سروں پر آکر منڈلانے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے اسے ستایا ہے؟ مجمع میں سے ایک شخص بولا میں اس کا انڈا اٹھا لایا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں اس پر ترس کھا کر وہ انڈا واپس رکھ آؤ (ابوداؤد طیالسی)۔

(۱۴۱۵) عبداللہ بن جعفرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا اور چپکے سے ایک بات مجھ سے کہی جو کسی شخص پر میں ظاہر نہیں کروں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رفع حاجت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پردہ کی جگہ پسند تھی وہ باغ ہوں کھجور کے

(۱۴۱۵) اس حدیث میں جانوروں سے کلام کرنے کے معجزہ کے سوا ایک بڑی موعظت وعبرت یہ سکھائی گئی ہے کہ جانور اللہ تعالیٰ نے ہی ہمارے لئے مسخر فرمائے ان کا بھی ہم پر حق ہے جس کو پہچاننا ضروری ہے پھر انسانوں کو باہم حق شناسی کی اہمیت کیا ہوسکتی ہے۔ یہ بات تو بہت مختصر ہے لیکن اس کا سمجھنا مشکل ہے اور اسی حق شناسی پر نظام عالم موقوف ہے اور جتنی اس میں حق ناشناسی پیدا ہوتی چلی جائے اتنا ہی نظام عالم درہم برہم ہوتا چلا جائے گا۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَنَّ وَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ رَأْسَہٗ وَذِفْرَاہُ فَسَکَنَ ثُمَّ قَالَ لِمَنْ ھٰذَا الْجَمَلُ؟ فَجَاءَ فَتًی مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ ھُوَ لِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَتَّقِی اللّٰہَ فِیْ ھٰذِہِ الْبَھِیْمَۃِ الَّتِیْ مَلَّکَکَ اللّٰہُ اِیَّاھَا فَاِنَّہٗ شَکٰی اِلَیَّ اَنَّکَ تُجِیْعُہٗ وَتُدْئِبُہٗ۔ (رواہ مسلم)

(۱۴۱۶) عَنْ شَیْبَۃَ قَالَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبَّاسُ نَاوِلْنِیْ مِنَ الْحَصْبَاءِ فَاَفْقَہَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْبَغْلَۃَ فَانْخَفَضَتْ بِہٖ حَتّٰی کَادَ بَطْنُھَا یَمَسُّ الْاَرْضَ فَتَنَاوَلَ مِنَ الْبَطْحَاءِ فَحَثٰی بِہٖ فِیْ وُجُوْھِھِمْ وَقَالَ شَاھَتِ الْوُجُوْہُ حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ (رواہ البغوی والبیہقی کذا فی شرح المواھب ص۲۴) وَقَالَ ابْنُ ھِشَامٍ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ لِبَغْلَتِہِ الشَّھْبَاءِ اَلْبِدِیْ فَوَضَعَتْ بَطْنَھَا الْاَرْضَ فَاَخَذَ جَعْبَۃً (حفنۃ) فَضَرَبَ بِھَا وُجُوْہَ ھَوَازِنَ (کذا فی العمدۃ ص۳۵۹)

درخت ہوں، چنانچہ آپ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ دفعۃً ایک اونٹ آپ کے سامنے آیا جب اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ایک آواز نکالی اور اس کی دونوں آنکھوں سے پانی جاری ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے اس کے سر اور کنپٹی پر دستِ مبارک پھیرا وہ خاموش ہوگیا اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اونٹ کس کا ہے؟ ایک انصاری نوجوان آگے آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ہے۔ آپ نے فرمایا اس جانور پر جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ملکیت میں دے رکھا ہے تم کو اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں آتا۔ اس اونٹ نے اس بات کی مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے اور اس کو مار مار کے گھلائے دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۴۱۶) شیبہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: عباس! کچھ کنکریاں اٹھا کر مجھ کو دینا۔ فوراً آپ کی خچری اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیچی ہوکر اتنی جھک گئی کہ اس کا پیٹ زمین سے لگنے کے قریب ہوگیا۔ آپ نے تھوڑی سی کنکریاں اٹھالیں اور دشمن کی جانب ان کو پھینکا اور فرمایا شاھت الوجوہ الخ (بغوی بیہقی) ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے خچری سے کہا نیچی ہوجا تو اس نے اپنا پیٹ زمین پر رکھدیا تو آپ نے ایک مٹھی لی اور اسے قبیلۂ ہوازن کے منھ پر پھینک مارا۔ (عمدۃ القاری)۔

(۱۴۱۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا انْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ يَوْمَ حُنَيْنٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ الَّتِيْ يُقَالُ لَهَا الدُّلْدُلُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُلْدُلُ اَسْدِيْ فَاَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِالْاَرْضِ حَتّٰى اَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفْنَةً مِنْ تُرَابٍ فَرَمٰى بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَقَالَ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ قَالَ فَانْهَزَمَ الْقَوْمُ وَمَا رَمَيْنَاهُمْ بِسَهْمٍ وَلَا طَعَنَّاهُمْ بِرُمْحٍ وَلَا ضَرَبْنَاهُمْ بِسَيْفٍ وَفِيْهِ مِنْ حَدِيْثِ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ حُنَيْنٍ لِعَمِّهِ الْعَبَّاسِ نَاوِلْنِيْ مِنَ الْبَطْحَاءِ فَاَفْقَهَ اللّٰهُ تَعَالَى الْبَغْلَةَ كَلَامَهُ فَانْخَفَضَتْ حَتّٰى كَادَ بَطْنُهَا يَمَسُّ الْاَرْضَ فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَصْبَاءِ فَنَفَخَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ رواه الطبرانی فی الاوسط کذا فی حیوۃ الحیوان تحت مادۃ ب غ ل۔

(۱۴۱۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّوْنَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ فِيْ يَدِهِ وَيَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

(۱۴۱۷) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب جنگ حنین میں مسلمان شکست کھا گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گلابی رنگ کے خچر پر سوار تھے جسے دُلدُل کہتے ہیں تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دلدل جھک جا تو اس نے اپنا پیٹ زمین سے لگا دیا اتنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اُسے دشمن کے منہ پر پھینک مارا اور فرمایا حٰم لا ینصرون۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر تو وہ جماعت بھاگ کھڑی ہوئی حالانکہ نہ ہم نے ان پر کوئی تیر چلایا نہ ان کو نیزہ مارا اور نہ تلوار کا کوئی وار کیا اور اسی روایت میں عثمان کے بیٹے شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین میں اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا کہ تم مجھے ذرا کنکریاں تھوڑی سی اٹھا دو تو اللہ تعالیٰ نے اس خچر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سمجھا دی تو وہ خچر خود ہی اتنا جھک گیا کہ اس کا پیٹ زمین سے لگنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی کچھ کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے منہ پر پھینک ماریں اور شاھت الوجوہ فرمایا (طبرانی و نیز حیوۃ الحیوان مادہ ب غ ل)۔

(۱۴۱۸) حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو اس وقت بیت اللہ شریف کے ارد گرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے آپؐ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کی طرف اشارہ کرتے اور یہ فرماتے جاتے تھے

(۱۴۱۸) یہ واقعہ صحیح بخاری میں ہے اگر صرف اس کے الفاظ سے اس میں کوئی اعجاز نظر نہ آئے لیکن فاکہی کی روایت پر نظر ڈالنے سے یہ کھلا ہوا معجزہ ثابت ہے۔ پھر اس زیادتی کے صحیح کہنے والے ابن حبان ہیں جن کی تصحیح معترضین کی نظروں میں ہلکی سمجھی گئی ہے لیکن افسوس ہے کہ جب بڑے بڑے محدثین اس قسم کی زیادتیوں کی بنا پر کسی واقعہ کو معجزات کی فہرست میں شمار کرتے ہیں تو بے وجہ ان پر ملامت شروع کر دی جاتی ہے اور جب خود اس کا ارتکاب کیا جاتا ہے

جاءَ الحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ البَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ (رواہ البخاری فی المغازی واخرج الحافظ فی الفتح الباری ج ۸
عن ابن عمر فیسقط الصنم ولا یمسہ ذکرہ الفاکھی وصححہ ابن حبان)

(۱۴۱۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِنَّا یَوْمَ الخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضَتْ کُدْیَۃٌ شَدِیْدَۃٌ فَجَاؤُا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ھٰذِہٖ کُدْیَۃٌ عَرَضَتْ فِی الخَنْدَقِ فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُہٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ وَلَبِثْنَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقًا فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ المِعْوَلَ فَضَرَبَ فَعَادَ کَثِیْبًا اَھْیَلَ اَوْ اَھْیَمَ۔ الحدیث (رواہ البخاری)

(۱۴۲۰) عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِحَفْرِ الخَنْدَقِ عَرَضَتْ لَھُمْ صَخْرَۃٌ حَالَتْ بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الحَفْرِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

جاء الحق وزھق الباطل الخ فاکہی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ آپ کی لکڑی بت کو لگتی بھی نہ تھی اور وہ خود بخود فوراً نیچے آپڑتا تھا۔

(۱۴۱۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان نکل آئی (جس کو ہم نہ توڑ سکے) لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی دیکھئے یہ ایک سخت چٹان نکل آئی ہے آپ نے فرمایا اچھا تو میں خود اُترتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہوگئے اور اس وقت آپ کے پیٹ سے پتھر بندھا ہوا تھا (صحابہؓ کہتے ہیں) ہم لوگوں کو کوئی چیز چکھے ہوئے بھی تین دن گذر چکے تھے آپ نے پہنچکر کدال اپنے دست مبارک میں لیا اور ایک ضرب لگائی تو چٹان ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہوگئی۔ (بخاری شریف)

(۱۴۲۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صحابی بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کھودنے والوں کے سامنے ایک سخت چٹان نکل آئی جس کو وہ توڑ نہ سکے یہ سن کر آپ تشریف لے گئے اور کدال خود ہاتھ میں لیا اور اپنی چادر خندق کے کنارے پر رکھ کر ایک ضرب لگائی اور یہ کلمات زبان پر لائے وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا۔

تو اس پر ذرا نظر نہیں کی جاتی۔ اس قسم کے واقعات سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ محدثین اگر کسی واقعہ کو معجزہ کہتے ہیں تو ضرور کسی بنیاد ہی پر کہتے ہیں۔ یہاں تحقیق کے بغیر ان کو ملامت شروع کردینا سخت ناانصافی اور ظلم ہے۔

(۱۴۱۹) تعجب ہے کہ ایک ایک معجزہ پر عقل کی ترازو لگانے والوں نے اس واقعہ کو کسی چون وچرا کے بغیر معجزہ کیسے تسلیم کرلیا ہے یہاں بھی یہ کہنا ممکن تھا کہ صحابہؓ کی ضربوں سے چٹان کمزور پڑ چکی ہو پھر آپ کی ضرب سے وہ ٹوٹ گئی ہو اور کثیب اھیل کہنا صرف ایک عربی مبالغہ ہو مگر صحابہ کے مزاج شناس اور حدیثوں پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ اس واقعہ کی پوری سرگذشت از اول تا آخر خارق عادت تھی۔ یہاں احتمال کے گھوڑے دوڑانا صرف ایک وہمی شخص کا کام ہوسکتا ہے۔ اب اس کے ساتھ آپ آئندہ واقعہ کی پوری تفصیل ملاکر یہ اندازہ کیجئے کہ آپؐ کے معجزانہ افعال کو کوشش کرکرکے عام واقعات میں شامل کرتے رہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔

(۱۴۲۰) معجزات کو پھیکا کرنے والے شاید یہاں بھی یہ لکھدیں کہ پتھر کے اوپر لوہے کی ضرب سے چمک پیدا ہوجانا (بقیہ

وَاَخَذَ الْمِعْوَلَ وَوَضَعَ رِدَاءَهٗ نَاحِيَةَ الْخَنْدَقِ وَقَالَ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ ثُلُثُ الْحَجَرِ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَائِمٌ يَّنْظُرُ
فَبَرَقَ مَعَ ضَرْبَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرْقَةٌ فَرَاٰهَا سَلْمَانُ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّانِيَةَ
وَقَالَ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
فَنَدَرَ الثُّلُثُ الْاٰخَرُ فَبَرَقَتْ بَرْقَةٌ فَرَاٰهَا سَلْمَانُ ثُمَّ ضَرَبَ الثَّالِثَةَ وَقَالَ وَتَمَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ فَنَدَرَ الثُّلُثُ
الْبَاقِيْ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَ رِدَاءَهٗ وَجَلَسَ قَالَ سَلْمَانُ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُكَ حِيْنَ ضَرَبْتَ مَا تَضْرِبُ ضَرْبَةً اِلَّا كَانَتْ مَعَهَا بَرْقَةٌ قَالَ

آپؐ کا ضرب لگانا تھا کہ چٹان کا ایک تہائی پتھر ٹوٹ کر اڑ گیا اس وقت سلمان فارسیؓ وہاں کھڑے دیکھ رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرب کے ساتھ بجلی کی سی ایک چمک نظر آئی جو انھوں نے آنکھوں سے دیکھی اس کے بعد پھر دوسری ضرب لگائی اور پھر وہی کلمات پڑھے تو تہائی چٹان اور ٹوٹ گئی اور آپ کی ضرب کے ساتھ پھر ایک چمک پیدا ہوئی جس کو سلمان فارسیؓ نے آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری بار وہی کلمات پڑھ کر آپؐ نے پھر ضرب لگائی تو اس کا بقیہ ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپ اپنی چادر لے کر خندق سے باہر تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے دیکھا تھا جب آپ پتھر پر ضرب لگاتے تھے تو بجلی کی سی ایک چمک نکلتی تھی آپؐ نے فرمایا سلمانؓ کیا تم نے یہ دیکھا تھا؟ انھوں نے عرض کی جی ہاں اُس خدائے پاک کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب

روزمرہ کا معمولی واقعہ ہے اس میں اعجاز کیا ہے ہلیکن سلمان فارسیؓ کی آنکھوں سے پوچھو جنھوں نے نہ معلوم کتنی بار خندقیں دیکھی ہوں گی اور پتھروں سے چنگاریاں بھی نکلتی دیکھی ہوں گی کہ وہ اس چمک کو دیکھ کر متحیر ہوتے رہے آخر کار اس عجیب چمک کا راز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر نہ رہ سکے اور جب آپ نے وہ تفصیلات جو سلمانؓ کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھیں بیان فرمائیں تو یہ واضح ہو گیا کہ آپؐ کی ایک ایک ضرب میں مادی دنیا کے کتنے بڑے بڑے انقلابات پنہاں تھے۔ اگر سلمانؓ یہاں یہ سوال نہ کر لیتے تو معجزہ کے شوقین بھی شاید اس کو ایک ہی معجزہ سمجھتے لیکن اب معلوم ہوا کہ آپؐ کی ضرب میں صرف ایک چٹان کے تودہ خاک بن جانے کا معجزہ نہ تھا بلکہ قیاس و گمان سے بالاتر واقعات کو عظیم الشان پیشگوئی کے علاوہ ان کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے معجزات بھی شامل تھے۔ سبحان اللہ نبی و رسول بھی ایک بشر ہی ہوتے ہیں لیکن قدرت ان کے ساتھ کبھی کبھی ایسے کرشمے بھی ظاہر فرماتی ہے جن میں سے ہر کرشمہ مادی دنیا کی شکست دینے کے واسطے کافی ہے اسی کا نام معجزہ ہے۔

حیرت ہے کہ معجزہ مادی طاقت کی شکست کا ثبوت ہوتا ہے اور معجزہ کی حقیقت سے ناآشنا اسے جرثقیل لگا کر مادہ ہی کی سرپرستی میں رکھنا چاہتے ہیں۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ رَأَيْتَ ذٰلِكَ فَقَالَ إِيْ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَإِنِّيْ حِيْنَ ضَرَبْتُ الضَّرْبَةَ الْأُوْلٰى رُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ كِسْرٰى وَمَا حَوْلَهَا وَمَدَائِنُ كَثِيْرَةٌ حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالَ لَهُ مَنْ حَضَرَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّفْتَحَهَا اللهُ عَلَيْنَا وَيُغَنِّمَنَا دِيَارَهُمْ وَنُخَرِّبَ بِأَيْدِيْنَا بِلَادَهُمْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ ثُمَّ ضَرَبْتُ الضَّرْبَةَ الثَّانِيَةَ فَرُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ قَيْصَرَ وَمَا حَوْلَهَا حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّفْتَحَهَا عَلَيْنَا وَيُغَنِّمَنَا دِيَارَهُمْ وَنُخَرِّبَ بِأَيْدِيْنَا بِلَادَهُمْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ ثُمَّ ضَرَبْتُ الثَّالِثَةَ فَرُفِعَتْ لِيْ مَدَائِنُ الْحَبَشَةِ وَمَا حَوْلَهَا مِنَ الْقُرٰى حَتّٰى رَأَيْتُهَا بِعَيْنَيَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا وَدَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ (رواہ النسائی فی الجہاد)

میں نے پہلی ضرب لگائی تھی تو میرے سامنے کسریٰ کی سلطنت اور اس کے اردگرد کی سب بستیاں سامنے کردی گئی تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حاضرین نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان ملکوں کے فتح کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرادے اور ان کی بستیاں ہمارا مالِ غنیمت بنادے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو تباہ و برباد کرادے۔ آپؐ نے اس بات کے لئے دعا فرمادی۔ پھر جب میں نے دوسری بار ضرب لگائی تھی تو قیصر کی سلطنت اور اس کے اردگرد کے شہر سامنے کئے گئے یہاں تک کہ ان کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرادے اور ہماری غنیمت بنادے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو برباد کرادے۔ آپؐ نے اس کے لئے بھی دعا فرمادی۔ پھر میں نے تیسری بار ضرب لگائی تو حبشہ کی سلطنت میرے سامنے کی گئی اور جو اس کے اردگرد کی بستیاں تھیں یہاں تک کہ میں نے ان کو بھی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ جب تک اہل حبشہ تم سے کچھ نہ کہیں تم بھی اُن سے کچھ نہ کہنا اور اسی طرح جب تک ترک خاموش رہیں تم بھی خاموش رہنا۔

(نسائی شریف)

الرسول الاعظم ودلائل قدرة الله تعالٰی فی اٰیاته التی ظهرت علٰی یدیه صلوات الله وسلامه علیه

(۱۴۲۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ مِّنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَّخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا قَالَ اَنَسٌ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَّلَا مِنْ قَزَعَةٍ وَّاِنَّ السَّمَاءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِّنْ دَارٍ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِّنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَنْ لِّحْيَتِهٖ (رواه الشیخان) وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى فَطَلَعَتْ مِنْ وَّرَائِهٖ سَحَابَةٌ مِّثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ قَالَ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کاملہ کی وہ نشانیاں جو آپ کے دستِ مبارک پر ظاہر ہوئیں

(۱۴۲۱) انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں ایک شخص جمعہ کے دن اُس دروازہ کی جانب سے داخل ہوا جو دار القضا کی جانب تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے یہ شخص آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ قحط کی وجہ سے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہوگئے اور (سواریاں ہلاک ہوجانے کی وجہ سے) سب راستے بند ہوگئے آپ اللہ سے دعا فرمادیجئے کہ وہ بارش برسادے۔ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ باران رحمت نازل فرما اے اللہ بارانِ رحمت نازل فرما۔ انسؓ قسم کھاکر بیان کرتے ہیں کہ ہم کو آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نظر نہ آتا تھا اور آسمان آئینہ کی طرح صاف پڑا ہوا تھا ادھر ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان ایک گھر بھی نہ تھا بس ایک کھلا میدان تھا ایسی حالت میں آپ نے دعا فرمائی اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ابھی آپ نے دعا فرماکر اپنے ہاتھ نیچے کئے بھی نہ تھے کہ پہاڑوں کے برابر بادل اٹھے اور ابھی آپ منبر سے اُترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنا شروع ہوگئی یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ دوسری روایت

(۱۴۲۱) یہاں بھی بارش کا ہونا آپ کی بہت بڑی برکت کا ظہور تھا اور وہ بھی پانی ہی سے متعلق تھا مگر اس قسم کے متعدد واقعات کی شان الگ تھی۔ اس لئے ہر برکت کے ظہور کی شان ہر جگہ علیحدہ ملحوظ رکھئے تاکہ دیگر مقامات پر آپ کو اس کے الگ واقعہ شمار کرنے میں دماغی تکلیف نہ ہو۔ بیشک جہاں واقعہ ایک ہو وہاں اس کا متعدد دہرانا بھی لاحاصل ہے مگر جن مقاصد کے لئے امام بخاریؒ نے ایک واقعہ کو متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے آپ بھی اگر ان کو مستحضر رکھیں تو مضائقہ نہیں ہے۔

الشَّمْسَ سَبْتًا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّمْسِكَهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَمَا يُشِيْرُ بِيَدَيْهِ اِلٰى نَاحِيَةٍ اِلَّا انْفَرَجَتْ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فِيْ مِثْلِ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا اَخْبَرَ بِجَوْدٍ۔

(۱۴۲۲) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَقَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَلَمَّا وَاجَهْنَا الْعَدُوَّ تَقَدَّمْتُ فَاَعْلُوْ ثَنِيَّةً فَاسْتَقْبَلَنِيْ رَجُلٌ مِنَ الْعَدُوِّ فَرَمَيْتُهُ بِسَهْمٍ فَتَوَارٰى عَنِّيْ فَمَا دَرَيْتُ مَا صَنَعَ وَنَظَرْتُ اِلَى الْقَوْمِ فَاِذَا هُمْ

میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی پشت کی جانب سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اٹھا جو شروع میں ڈھال کی طرح نظر آرہا تھا پھر جب آسمان کے درمیان پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا پھر برسا اور ایسا برسا کہ بخدا ایک ہفتہ تک ہم نے آفتاب کی شکل نہیں دیکھی۔ راوی کہتا ہے کہ آئندہ جمعہ میں پھر وہی شخص اسی دروازہ سے آیا اور آپ اس وقت کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اس مرتبہ اس کی شکایت یہ تھی کہ یا رسول اللہؐ بارش کی کثرت کے مارے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہو گئے اور (ندی نالے بھر جانے کی وجہ سے) آمدورفت بند ہو گئی لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اب تو وہ بارش بند کردے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی: اے اللہ اب بارش ہمارے اردگرد ہو اور ہماری بستی پر نہ ہو۔ اے اللہ اب بارش پہاڑیوں پر، ٹیلوں پر، وادیوں اور جنگلوں میں ہو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ اپنے دستِ مبارک سے جس جانب بھی اشارہ کرتے جاتے، اسی جانب سے بادل پھٹتے جاتے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بادل چاروں طرف سے پھٹ گئے اور مدینہ بیچ میں اس طرح نظر آنے لگا جیسے تاج ہوتا ہے۔ اور وادی قناۃ ایک مہینے تک بہتی رہی اور جس جانب سے بھی کوئی شخص آتا وہ بارش کی ہی خبر لیکر آتا (شیخین)۔

(۱۴۲۲) حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین میں جنگ کی جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھ گیا اور ایک ٹیلہ پر چڑھا تو سامنے سے دشمنوں کا ایک آدمی آیا میں نے اس کے ایک تیر مارا تو وہ کہیں چھپ گیا اور میں نہ معلوم کرسکا کہ وہ کیا ہوا۔ جب میں نے اس جماعت کی طرف دیکھا تو نظر آیا کہ وہ دوسرے ٹیلے سے چڑھ رہے ہیں اور اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھڑ گئے

قَدْ طَلَعُوْا مِنْ ثَنِيَّةٍ أُخْرٰى فَالْتَقَوْهُمْ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَلّٰى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ مُنْهَزِمًا وَعَلَيَّ بُرْدَتَانِ مُتَّزِرًا بِأَحَدِهِمَا مُرْتَدِيًا بِالْأُخْرٰى فَاسْتَطْلَقَ إِزَارِي فَجَمَعْتُهُمَا جَمِيْعًا وَمَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْهَزِمًا وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَى ابْنُ الْأَكْوَعِ فَزَعًا فَلَمَّا غَشُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ إِنْسَانًا إِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ

(رواہ مسلم والحاکم فی صحیحہ)

(۱۴۲۳) عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُوْ سُفْيَانَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَةٍ لَّهٗ بَيْضَاءَ أَهْدَاهَا لَهٗ فَرْوَةُ بْنُ نُفَاثَةَ الْجُذَامِيُّ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَوَلَّى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ طَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہیں تو ان کی سخت تیراندازی کی وجہ سے آپ کے صحابہ تتر بتر ہو رہے تھے اور میں بھی بھاگتا ہوا پلٹ پڑا۔ میں ایک چادر کمر سے نیچے باندھے ہوئے اور ایک چادر اوپر اوڑھے ہوئے تھا تو میری لنگی کھل گئی، میں نے اُسے سمیٹ کر باندھا اور بھاگتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا۔ سب پر تو شکست کے آثار تھے لیکن آپ اپنے سرخ خچر پر بڑے مطمئن سوار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن اکوع کوئی خطرہ دیکھ کر گھبرایا ہوا آیا ہے۔ تو جب دشمنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اتر گئے اور ایک مٹھی بھر مٹی لے کر دشمنوں کے چہروں کی طرف پھینک کر فرمایا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ (یہ چہرے خراب و برباد ہوں) پھر تو اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی انسان کو جس کو اس نے پیدا فرمایا تھا ایسا نہ چھوڑا کہ جس کی دونوں آنکھوں میں اسی ایک مٹھی سے مٹی نہ بھر گئی ہو تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی (مسلم)

(۱۴۲۳) عباسؓ بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں جنگ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لگے رہے آپ سے الگ نہیں ہوئے اور آپ اپنے سفید خچر پر سوار تھے جسے فروہ بن نفاثہ جذامی نے آپ کو ہدیہ بھیجا تھا۔ جب مسلمان اور کفار بھڑ گئے اور مسلمان سراسیمہ ہو کر ادھر اُدھر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف بڑھائے چلے جا رہے تھے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اُسے

صلی اللہ علیہ وسلم یرکض بغلتہ قبل الکفار قال العباس وانا اخذ بلجام بغلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکفھا ارادۃ ان لا تسرع وابو سفیان اخذ برکاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای عباس ناد اصحاب السمرۃ فواللہ لکان عطفھم حین سمعوا صوتی عطفۃ البقر علی الاولاد یالبیک یالبیک قال فاقتتلوا الکفار والدعوۃ فی الانصار یقولون یامعشر الانصار ثم قصرت الدعوۃ علی بنی الحارث ابن الخزرج فقالوا یا بنی الحارث بن الخزرج فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی بغلتہ کالمتطاول علیھا الی قتالھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا حین حمی الوطیس ثم اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصیات فرمی وجوہ الکفار ثم قال انھزموا ورب الکعبۃ قال فذھبت انظر فاذا القتال علی ھیئتہ فیما اری فواللہ ما ھو الا ان رماھم بحصیاتہ فمازلت اری حدھم کلیلا وامرھم مدبرا حتی ھزمھم اللہ وقد قال اللہ تعالی عن یوم بدر وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ (رواہ مسلم)

روک رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں وہ تیز چل کر کفار کے جھرمٹ میں آپ کو نہ لیجائے اور ابو سفیانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباسؓ اصحاب سمرہ کو آواز دو خدا کی قسم جوں ہی انھوں نے میری آواز سنی تو اس طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے جلدی سے لوٹ پڑے ہیں جیسے گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹ پڑتی ہے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر مسلمان کفار سے جم کر لڑے۔ دوسرا اعلان انصار میں ہوا "یا معشر الانصار" کا نعرہ شروع ہوا ہوتے ہوتے یہ نعرہ "یا بنی الحارث بن الخزرج" پر ختم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سوار ادھر اُدھر اپنی گردن بڑھا بڑھا کر لڑائی کی تیزی دیکھ کر فرمایا اب گھما گھمی کی جنگ ہو رہی ہے پھر آپ نے چند کنکریاں لیں اور کافروں کے چہروں پر پھینک ماریں۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم پھر تو کفار بھاگ نکلے۔ کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھا تھا کہ ذرا رنگ دیکھوں تو جنگ میری نظر میں اسی طرح جاری تھی، مگر خدا کی قسم جوں ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر وہ کنکریاں ماری ہیں تو میں دیکھنے لگا کہ ان کی تلوار کی دھاریں گوٹھل ہو گئیں اور جنگ کا رخ پلٹ گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دی اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے قصہ میں فرمایا تھا کہ وما رمیت الخ یعنی جب تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔ (مسلم)۔

(۱۴۲۴) عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْهُمْ عُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ وَغَيْرُهُمْ قَالُوْا فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَرِيْشِ هُوَ وَاَبُوْبَكْرٍ مَا مَعَهُمَا غَيْرُهُمَا وَقَدْ تَدَانَى الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاشِدُ رَبَّهُ مَا وَعَدَهُ مِنْ نَصْرِهِ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اِنْ تَهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةُ لَا تُعْبَدُ وَاَبُوْبَكْرٍ يَقُوْلُ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ مِنْ نَصْرِهِ وَخَفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَفْقَةً ثُمَّ هَبَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْشِرْ يَا اَبَابَكْرٍ اَتَاكَ نَصْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسٍ يَقُوْدُهُ عَلٰى ثَنَايَاهُ النَّقْعُ (يَقُوْلُ الْغُبَارُ) ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَبَّأَ اَصْحَابَهُ وَهَيَّأَهُمْ وَقَالَ لَا يَعْجَلَنَّ رَجُلٌ مِنْكُمْ بِقِتَالٍ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَهُ فَاِذَا اَكْثَبَكُمُ الْقَوْمُ يَقُوْلُ قَرُبُوْا مِنْكُمْ فَانْضَحُوْهُمْ عَنْكُمْ بِالنَّبْلِ. ثُمَّ تَزَاحَمَ النَّاسُ فَلَمَّا تَدَانٰى بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَ حَفْنَةً مِنْ حَصْبَاءَ

(۱۴۲۴) ایک جماعت سے جن میں عروہ۔ زُہری۔ عاصم بن عمر وغیرہ شامل ہیں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ بدر میں عریش (سائبان) میں تھے ان کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا اور فوجیں آپس میں گتھ گئی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار سے وہ نصرت عطا کرنے پر اصرار کر رہے تھے جس کا اس نے وعدہ فرمایا تھا اور یہ فرما رہے تھے اے میرے اللہ اگر آپ اس تھوڑی سی جماعت کو ہلاک کر دیں گے تو پھر آپ کی پرستش نہ ہو سکیگی اور ابوبکرؓ یہ حال دیکھ کر فرما رہے تھے یارسول اللہؐ بس کیجئے آپ نے اپنے رب کے سامنے بہت اصرار کر لیا اب یقیناً اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو جو انھوں نے آپؐ سے کیا ہے ضرور پورا فرمائیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کچھ لگ سی گئی۔ آپ بیدار ہوئے تو فرمایا، ابوبکرؓ لو خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی امداد آپہنچی۔ یہ جبریلؑ ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے لا رہے ہیں اس کے دانتوں پر غبار پڑا ہوا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو جنگ کے موقع موقع سے کھڑا کیا اور ان کو سامانِ جنگ جو کچھ بھی تھا اس سے لیس کیا پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص لڑائی شروع کرنے میں اس وقت تک جلدی نہ کرے جب تک کہ اس کو اس کی اجازت نہ ملے۔ ہاں جب دشمن تمہارے قریب آجائیں تب تم ان کو تیروں پر رکھ لینا۔ پھر لوگ آپس میں گتھ گئے تو جب بعضے آدمی بعض کے بالکل قریب پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اٹھائیں پھر ان کو لے کر آپؐ نے قریش کی طرف منھ کیا اور ان کو ان کے منھ پر پھینک مارا اور فرمایا شاھت الوجوہ چہرے بگڑ جائیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مسلمانوں کی

ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهَا قُرَيْشًا فَنَضَحَ بِهَا وُجُوهَهُمْ وَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْمِلُوا عَلَيْهِمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ فَحَمَلَ الْمُسْلِمُوْنَ وَهَزَمَ اللّٰهُ قُرَيْشًا وَقُتِلَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اَشْرَافِهِمْ وَاُسِرَ مَنْ اُسِرَ مِنْهُمْ (رواہ ابن اسحاق) وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ الْوَالِبِيْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ خُذْ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ فَاَخَذَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابٍ وَرَمٰى بِهَا وُجُوْهَهُمْ فَمَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَاَصَابَ عَيْنَيْهِ وَمَنْخِرَيْهِ وَفَمَهٗ تُرَابٌ مِّنْ تِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۔

(۱۴۲۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى لَئِنْ رَاَيْتُهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَعَمَ لِيَطَاَ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ اِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِيْ بِيَدَيْهِ فَقِيْلَ لَهٗ مَا لَكَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِّنْ نَّارٍ وَهَوْلًا وَاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّيْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا۔ (رواہ مسلم)۔

جماعت ان پر ٹوٹ پڑو تو مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا اور اللہ تعالیٰ نے قریش کو شکست دی اور ان کے معزز اور شرفاء میں سے جو قتل ہوئے وہ قتل ہوئے اور جو قید ہوئے وہ قید ہوئے۔ (ابن اسحاق) اور ابن ابی طلحہ والبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مٹی کی ایک مٹھی لیجئے تب آپ نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور اس کو ان کے چہروں پر پھینک مارا تو مشرکین میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا جس کی آنکھوں میں نتھنوں میں اور منہ میں اس ایک مشت کی مٹی نہ پڑی ہو اس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگے۔

(۱۴۲۵) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو جہل بولا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مٹی پر رگڑتے ہیں اور تم کھڑے دیکھا کرتے ہو (ملعون کا مطلب سجدہ کرنا تھا) لوگوں نے کہا ایسا تو ہوتا ہے اس پر وہ بولا لات اور عزیٰ کی قسم اگر میں نے اس کو ایسا کرتے دیکھ پایا تو میں اس کی گردن رگڑ دوں گا (والعیاذ باللہ) اتفاق سے ایک بار آپ کو نماز پڑھتے اس نے بھی دیکھ لیا تو اپنے اسی بیہودہ ارادہ سے آگے بڑھا تو لوگوں نے کیا دیکھا کہ ناگہاں وہ پیروں کے بل اپنے پیچھے لوٹ رہا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوئے سامنے کسی چیز سے بچ رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا یہ کیا ماجرا تھا وہ بولا میرے اور آپ کے درمیان ایک خندق نظر آتی ہے جس میں آگ اور طرح طرح کی خوفناک چیزیں تھیں اور کچھ مخلوق ایسی ہے جس کے بازو اور پر ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ میرے ذرا قریب آتا فرشتے اس کو اچک کر لیجاتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ (مسلم شریف)۔

الرسول الاعظم و الآيات العظام ببركته صلوات الله و سلامه عليه

(۱۴۲۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافَرُوْھَا حَتّٰی نَزَلُوْا عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْھُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ ذٰلِکَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَا یَنْفَعُہٗ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَوْ اَتَیْتُمْ ھٰٓؤُلَاءِ الرَّھْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِھِمْ شَیْءٌ فَاَتَوْھُمْ فَقَالُوْا یَا اَیُّھَا الرَّھْطُ اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَیْنَا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَا یَنْفَعُہٗ فَھَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْکُمْ شَیْءٌ فَقَالَ بَعْضُھُمْ نَعَمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ وَلٰکِنْ وَّاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاکُمْ فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّکُمْ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْھُمْ عَلٰی قَطِیْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ یَتْفُلُ عَلَیْہِ وَیَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار برکت سے ظاہر ہونے والی چند اور بڑی بڑی نشانیاں

(۱۴۲۶) حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت ایک سفر میں چلی تو عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ میں جا کر اُترے اور صحابہؓ نے ان سے ضیافت چاہی اور کچھ کھانے کو مانگا تو انھوں نے ضیافت سے انکار کر دیا۔ اتفاق سے اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تو لوگوں نے ہر قسم کی دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو ان میں سے کسی نے کہا کاش تم اسی جماعت کے پاس چلے جاتے جو یہاں آکر اُترے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی چیز کام کی ہو۔ تو وہ لوگ ان صحابہؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا ہے اور ہم نے بہت دوڑ دھوپ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تو کیا آپ لوگوں میں سے کسی کے پاس کوئی جھاڑ پھونک ہے؟ ایک نے کہا ہاں بخدا میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن جب ہم نے تم سے کھانا مانگا تھا تب تو تم نے ہمیں کچھ کھانے کو دیا نہیں تو اب خدا کی قسم میں بھی اب دم نہ کروں گا جب تک تم لوگ ہم کو کچھ معاوضہ نہ دو گے ان لوگوں نے صحابہؓ سے بکریوں کی ایک ٹکڑی پر صلح کر لی تو وہ صحابی گئے اور مریض پر

(۱۴۲۶) انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات عملی طور پر بھی ہوتی ہیں آپ نے ان کی قلبی کراہت رفع کرنے کیلئے یہ حکم فرمایا کہ میرا حصہ بھی لگاؤ تاکہ وہ اس کی حلت میں کوئی تردد نہ کریں۔ اس قسم کے متعدد واقعات حدیثوں میں نظر پڑتے ہیں جن میں خود آپ نے اپنا حصہ بھی منظور فرمایا یا اس میں سے کچھ تناول فرمایا ہے۔ یہاں اس عہد میمون کی یہ نزاکت قابل یادداشت ہے کہ قرآن کریم پر اجرت لینے کا سوال ہی ان کے سامنے نہ تھا جب ان کی بد اخلاقی پر یہ صورت سامنے آگئی تو اب اس کی حلت کو اتنی اہمیت دی گئی کہ معاملہ آپ کی عدالت تک جا پہنچا۔ یہ واضح رہے کہ کسی دم پر اجرت لینا الگ بات ہے اور تعلیم پر اجرت لینا بالکل الگ بات ہے۔ ہمارے زمانہ میں اب بڑے عالم ہونے کا معیار ہی یہ قائم ہو گیا ہے کہ اس کی

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ عِلَّةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ فَقَالَ وَمَا يُدْرِيْكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ اِقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ البخاری)۔

(۱۴۲۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَى الْبَرِّيَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَى الرَّحٰى فَوَضَعَتْهَا وَاِلَى التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ اِلَى الْجَفْنَةِ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ اِلَى التَّنُّوْرِ

تھتکارنے لگے اور سورۂ الحمد للہ رب العلمین پڑھ کر پھونکنے لگے پھر تو وہ ایسا چنگا ہو گیا جیسے جانور کی پچھاڑی کھول دی جائے (وہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگا) اسے کوئی تکلیف نہ رہی۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے صحابہ کو جو معاوضہ طے ہوا تھا پورا پورا دیدیا صحابہؓ نے کہا کہ آؤ یہ بکریاں آپس میں بانٹ لیں مگر جھاڑنے والے نے کہا نہیں ایسا نہ کرنا۔ پہلے ہم حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ سارا واقعہ جو گزرا ہے بیان کریں پھر یہ معلوم کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں۔ وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم کیسے سمجھے کہ یہ سورت ایک منتر کا کام بھی دیتی ہے پھر فرمایا تم لوگوں نے جو کچھ یہ ٹھیک کیا۔ لیجاؤ اور ان کو آپس میں بانٹ لو اور دیکھو اپنے ساتھ میرا بھی اس میں سے حصہ لگانا۔ یہ کہہ کر آپ ہنس دیئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری شریف)

(۱۴۲۷) حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا جب اس نے اپنے گھر والوں کی تنگی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا جب اس کی بیوی نے یہ حال دیکھا تو چکی کے پاس پہنچی تو اوپر کا پاٹ اس پر

تنخواہ سب سے ڈبل ہو۔ افسوس صد افسوس۔ والد مرحوم نے کیا خوب فرمایا:

کبھی قطرہ میں گردش تھی اور اب صحرا میں تنگی ہے
مجھے حیرت ہے ہستی پر کہ کل کیا تھی اور اب کیا ہے

میں نے یہ سطور فتوے دینے کی غرض سے نہیں لکھیں البتہ میں نے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کو آخری عمر میں پونے دو سو تنخواہ بمشکل قبول کر کے روتے دیکھا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(۱۴۲۷) یہ قدرت کے راز ہیں۔ وہ کبھی کبھی اس قسم کے برکات بھی ظاہر فرماتی رہتی ہے مگر کسی اتفاق سے پھر از خود ایسے سامان مہیا فرما دیتی ہے۔ وہ قائم نہیں رہتے۔ گزشتہ اوراق میں آپ اس قسم کے دوسرے واقعات بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ظاہر تو یہ ہے کہ قدرت ہی رہتی ہے کہ ملنے والے اس کی قدرت کاملہ کا اپنی آنکھوں سے گاہ گاہ مشاہدہ بھی کرتے رہیں پھر ان کو صفحہ ہستی سے مٹا اس لئے کر دیتی ہے کہ مومنین کے لئے غیبی ایمان لانے پر پردہ پڑا رہے۔ یہ مضمون بہت تفصیل طلب ہے مگر اب دماغ وقلم مرد میدان نہیں اس لئے مختصر اشارہ کے بغیر رہا بھی نہیں جاتا۔

فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ مَا أَصَبْتُمْ بَعْدِيْ شَيْئًا قَالَتْ اِمْرَأَتُهُ نَعَمْ مِنْ رَبِّنَا وَقَامَ اِلَى الرَّحٰى ـ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا اِنَّهُ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (رواہ احمد)

(۱۴۲۸) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ مَا اُرَانِيْ اِلَّا مَقْتُوْلًا فِيْ اَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ لَا اَتْرُكُ بَعْدِيْ اَعَزَّ عَلَيَّ مِنْكَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ وَاسْتَوْصِ بِاَخَوَاتِكَ خَيْرًا فَاَصْبَحْنَا فَكَانَ اَوَّلَ قَتِيْلٍ وَدَفَنْتُ مَعَهٗ اٰخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ اَنْ اَتْرُكَهٗ مَعَ اٰخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَاِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهٗ غَيْرَ اُذُنِهٖ فَجَعَلْتُهٗ فِيْ قَبْرٍ عَلٰى حِدَةٍ (رواہ البخاری)۔

رکھ کر درست کیا۔ پھر چولھے کے پاس جاکر اسے جلایا۔ اس کے بعد اس نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم کو روزی دے۔ اس کے بعد جو اس کی نظر پیالہ پر پڑی تو دیکھا کہ وہ کھانے سے بھرا ہوا ہے۔ چولھے کے پاس جو گئی تو دیکھا وہ (روٹیوں سے) بھرا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں شوہر لوٹ کر آیا تو اس نے پوچھا کیا تم کو میرے جانے کے بعد کوئی چیز نہیں پہنچی؟ وہ بولیں ہاں پہنچی اور ہمارے رب کے پاس سے پہنچی۔ پھر وہ چکی کی طرف بڑھے (اور اس کے اوپر کا پاٹ اٹھا کر الگ رکھ دیا) تو یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر انھوں نے بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ اس چکی کا پاٹ نہ اٹھاتے تو وہ قیامت کے دن تک برابر چلتی رہتی۔ (رواہ احمد)۔

(۱۴۲۸) جابرؓ سے روایت ہے کہ جب غزوۂ احد شروع ہوا تو میرے والد بزرگوار نے شب کو مجھ سے کہا کہ آپ کے صحابہ میں سے جو سب سے پہلے شہید ہونے والے ہیں میرا خیال ہے کہ میں ان میں سب سے پہلا شخص ہوں گا اور دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تم سے زیادہ مجھ کو کوئی شخص پیارا نہیں جو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں۔ دیکھو میرے ذمہ کچھ قرض رہ گیا ہے اس کو تم ادا کر دینا اور تمہاری کچھ بہنیں ہیں ان کے ساتھ ہمدردی کا سلوک رکھنا۔ جب صبح ہوئی تو وہی شہدا میں سب سے پہلے شخص تھے۔ میں نے شہداء کی کثرت کی وجہ سے شروع میں دوسرے شخص کے ساتھ ایک ہی قبر میں ان کو دفن تو کر دیا مگر بعد میں میرا دل اس پر راضی نہ ہو سکا کہ میں ان کو دوسروں کے ساتھ رکھوں تو میں نے ان کو چھ ماہ کے بعد نکال کر ایک قبر میں علیحدہ دفن کیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اتنی طویل مدت میں کان کے ذرا سے حصہ کے سوا ان کا سارا جسم اس طرح موجود تھا گویا کہ آج ہی ان کو دفن کیا ہو۔ (بخاری شریف)

الرسول الاعظم والهداية والبركة فى العلم والمال بدعائه صلوات الله وسلامه عليه

(۱۴۲۹) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تُرِيْحُنِىْ مِنْ ذِى الْخَلَصَةِ فَقُلْتُ بَلٰى وَكُنْتُ لَا اَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى صَدْرِىْ حَتّٰى رَأَيْتُ اَثَرَ يَدِهٖ فِىْ صَدْرِىْ وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِىْ بَعْدُ فَانْطَلَقَ فِىْ مِائَةٍ وَّخَمْسِيْنَ فَارِسًا مِنْ اَحْمَسَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ وَكَسَرَهَا۔ (متفق عليه)

(۱۴۳۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ اِلَيْكَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِاَبِىْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَحَبَّهُمَا اِلَى اللهِ فَاَسْلَمَ عُمَرُ وَرُوِىَ اَنَّ الدَّعْوَةَ كَانَتْ فِىْ يَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ فَاَسْلَمَ يَوْمَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک سے حصولِ ہدایت اور علم و مال میں خیر و برکت

(۱۴۲۹) جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مجھ کو خطاب کرکے فرمایا کیا تم اس ذی الخلصہ (بتکدہ) کو نیست و نابود کرکے مجھ کو راحت نہیں پہنچا سکتے ہیں نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور۔ میں گھوڑے پر جم کر سوار نہیں ہو سکتا تھا اس لئے میں نے آپ سے اپنی اس شکایت کا تذکرہ کر دیا۔ آپؐ نے میرے سینے پر اپنے دست مبارک کی ایک ضرب لگائی جس کا اثر میں نے اپنے سینے پر محسوس کیا پھر یہ دعا دی خداوندا اس کو جم کر بیٹھنے کی قوت عطا فرما اور اس کو ہادی و مہدی بنا دے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آج کا دن ہے کہ میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا۔ الغرض قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لیکر یہ گئے اور اس بتکدہ کو توڑ پھوڑ کر خاک سیاہ کرکے چلے آئے۔ (متفق علیہ)
صحیح بخاری میں اتنا اور ہے کہ جب ہم نے آپؐ کو اطلاع دی تو آپؐ نے مجھ کو اور قبیلہ احمس کو دعا دی۔

(۱۴۳۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے میرے اللہ! عمر بن الخطابؓ یا ابوجہل بن ہشام میں سے تجھے جو شخص محبوب اور پیارا ہو اس کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت

(۱۴۲۹) یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی موجود ہے لیکن ہمارے بعض سیرت نگاروں نے اس کو صرف صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے باب مناقب جریر بن عبداللہؓ میں اس قصہ کو کچھ تغیر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

(۱۴۳۰) تقدیرِ الٰہی سے اسلام ان دو میں سے صرف ایک ہی کا مقدر ہو چکا تھا اس وجہ سے پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے دعا کا عنوان بھی اسی کے مطابق صادر ہوا کہ اے اللہ اسلام کو عزت دے ان دو میں سے اُس ایک کے اسلام کے ذریعہ جو تیری بارگاہ میں زیادہ محبوب ہو عمر بن الخطابؓ کے ذریعہ یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ۔

الخَمِيسِ وَاَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ مَازِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ (رواہ البخاری)۔

(۱۴۳۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ وَضَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتَى الْخَلَاءَ وَضُوْءً فَقَالَ لَمَّا خَرَجَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا؟ فَقِيْلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ وفی روایۃ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَفِيْ رِوَايَةٍ الْحِكْمَةَ وَظَهَرَتْ اِجَابَةُ دَعْوَتِهٖ حَتّٰى كَانَ يُسَمَّى الْحَبْرُ وَقَالَ فِيْهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَوْ اَدْرَكَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْنَانَنَا لَمَا عَشَرَهٗ مِنَّا اَحَدٌ وَكَانَ عُمَرُ يُقَدِّمُهٗ وَيُدْخِلُهٗ مَعَ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَعِلْمُ ابْنِ عَبَّاسٍ مَشْهُوْرٌ فِي الْاُمَّةِ (رواہ الشیخان)

(۱۴۳۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ اَدْعُوْ اُمِّيْ اِلَى الْاِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا

اور غلبہ عطا فرما۔ تو بس عمر بن الخطابؓ ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پیارے اور محبوب تھے اور حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے۔ روایت میں ہے کہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھ کے دن فرمائی تھی اور حضرت عمرؓ جمعرات کو اسلام لے آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اسلام کو سربلند فرمایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم سب باعزت اور سربلند ہوگئے۔ (بخاری شریف)

(۱۴۳۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انھوں نے ایکبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لئے پانی رکھدیا اور اس وقت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو دریافت فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ ان کو دین کی سمجھ اور علم تفسیر عطا فرما۔ (ایک دوسری روایت میں ہے کہ) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینۂ مبارک سے لگاکر پھر یہ دعا فرمائی، الٰہی ان کو قرآن کا علم دے اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اور حکمت کا علم دے پھر آپ کی دعا کی مقبولیت کے آثار ظاہر ہوئے کہ لوگ ان کو "حبر امت" کہنے لگے۔ ان کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن عباسؓ ہم لوگوں کی عمر کے ہوتے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کو دس بہترین آدمیوں میں سے (عشرہ مبشرہ) خارج نہ کرسکتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر معاملات میں ان کو آگے بڑھاتے تھے اور ان کو اکابر صحابہ میں داخل کیا کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا علم تو لوگوں میں مشہور ہی ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۱۴۳۲) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں اور میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا ایک دن کا واقعہ ہے

(۱۴۳۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں کثرت اثر دیکھا گیا ہے کہ پلک جھپکنے پائی کہ وہ دراستجابت پر جا پہنچی ادھر آپ دعا فرماتے اُدھر تمام قبولیت وبرکات نظروں کے سامنے آجاتے اس کے تجربے صرف ایک دوبار نہیں شب و روز صحابہؓ

يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَتَأْبَى عَلَيَّ فَدَعَوْتُهَا الْيَوْمَ فَأَسْمَعَتْنِي فِيكَ مَا أَكْرَهُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصِرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ فَقَالَتْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَأَتَيْتُهُ وَأَنَا أَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَبْشِرْ فَقَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَهَدٰى أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُحَبِّبَنِي وَأُمِّي إِلَى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَيُحَبِّبَهُمْ إِلَيْنَا

کہ میں نے ان سے اسلام قبول کرنے کے لئے کہا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھ کو ایک ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا اور آپ کی خدمت میں روتا ہوا پہنچا اور بولا یا رسول اللہ میں اپنی والدہ کو ہمیشہ اسلام کی دعوت دیا کرتا مگر وہ اس کے قبول کرنے سے انکار کرتی رہیں لیکن آج کا واقعہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کے متعلق مجھ کو ایسی بات سنائی جس کو میں سن نہ سکا تو اب اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ وہ ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے۔ آپ نے فوراً یہ دعا دی کہ الٰہی ابو ہریرۃ کی ماں کو اسلام کی توفیق بخش دے۔ پھر کیا تھا آپ کی دعا کی وجہ سے میں خوش ہوتا ہوا گھر کے دروازے کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بھڑا ہوا ہے میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ پائی تو فرمایا ابو ہریرۃؓ باہر ہی رہنا۔ ادھر مجھ کو پانی بہانے کی آواز آئی وہ غسل فرما چکی تھیں اور اپنا کرتہ پہن رہی تھیں فوراً اپنی اوڑھنی اوڑھنے کے لئے جھپٹیں اور فوراً دروازہ کھول دیا اور مجھ کو آواز دے کر بولیں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ۔ اس مرتبہ خوشی کے مارے روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور ابو ہریرۃؓ کی والدہ کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اسی وقت آپ نے خدا کی تعریف اور دعا کے کلمات فرمائے

دیکھا کرتے تھے وہ ان میں سے کچھ خوش نصیب آنکھیں آج بھی دیکھتی رہتی ہیں۔ ابو ہریرۃ کی والدہ کی کہاں وہ ضد اور آن کی آن میں کہاں یہ کایا پلٹ۔ اب اگر ابو ہریرۃ خوشی کے چند آنسو بہا دیتے تو ادا کیا کرتے۔ غلاموں کا ناز دیکھئے کہ دوسری دعا کے لئے پھر پڑے اور آقا کی نازبرداری دیکھئے کہ اسی وقت فوراً دعا کے لئے تیار ہو گئے پھر رب السموات والارضین کی رحمت کا نظارہ کیجئے کہ کس طرح اس نے دراجابت وا کر دیے کہ آپ کی دونوں دعاؤں کے اثر اس طرح ابو ہریرۃ نے دیکھ لئے،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَکَ ھٰذَا یَعْنِیْ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَ اُمَّہٗ اِلٰی عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْ اِلَیْھِمَا الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ مُؤْمِنٍ یَسْمَعُ بِیْ وَلَا یَرَانِیْ اِلَّا اَحَبَّنِیْ (رواہ مسلم)

(۱۴۳۳) عَنْ رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ اَنَّہٗ اَسْلَمَ وَاَبَتِ امْرَءَتُہٗ اَنْ تُسْلِمَ فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِبْنَتِیْ وَھِیَ فَطِیْمٌ اَوْ شِبْھُہٗ وَقَالَ رَافِعٌ اِبْنَتِیْ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُقْعُدْ نَاحِیَۃً وَقَالَ لَھَا اُقْعُدِیْ نَاحِیَۃً وَاَقْعَدَ الصَّبِیَّۃَ بَیْنَھُمَا ثُمَّ قَالَ اُدْعُوَاھَا فَمَالَتِ الصَّبِیَّۃُ اِلٰی اُمِّھَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اھْدِھَا فَمَالَتْ اِلٰی اَبِیْھَا فَاَخَذَھَا (رواہ ابوداؤد واخرجہ النسائی فی باب اسلام احد الزوجین وتخییر الولد ورواہ الحاکم فی المستدرک)۔

یہ سماں دیکھ کر میں بول پڑا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب یہ دعا بھی کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میری والدہ کو مسلمانوں میں محبوب بنا دے اور ان کو ہماری نظروں میں محبوب بنا دے۔ آپ نے پھر اسی وقت دعا دی الٰہی اپنے اس بندہ کو اور اس کی والدہ کو اپنے مومن بندوں کی نظروں میں محبوب بنا دے اور ان دونوں کو ان کی نظروں میں محبوب بنا دے۔ اس کے بعد پھر کوئی مومن نہ بچا جو مجھ کو دیکھے بغیر صرف میرا نام سن کر مجھے محبوب نہ رکھتا ہو۔ (مسلم شریف)۔

(۱۴۳۳) رافع بن سنانؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور میری بی بی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہماری ایک لڑکی تھی اس کے بارے میں جھگڑا ہوا اس کو کون لے۔ میری بی بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یہ بالکل بچی ہے ابھی ابھی اس کا دودھ چھوٹا ہے۔ رافعؓ نے کہا یہ میری لڑکی ہے مجھ کو ملنی چاہیئے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے رافع سے کہا جاؤ تم ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا تم بھی دوسرے گوشہ میں جا کر بیٹھ جاؤ پھر لڑکی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا اس کے بعد اس کے والدین سے فرمایا اس کو بلاؤ وہ جدھر چلی جائے اسی کے پاس لڑکی رہے گی وہ لڑکی اپنی ماں کی طرف جانے لگی۔ آپ نے دعا فرمائی، خداوندا اس کو ہدایت عطا فرما۔ بس وہ فوراً اپنے باپ کی طرف آگئی اور فیصلے کے مطابق انھوں نے اپنی لڑکی لے لی۔

جیسا ہاتھ کی انگلیاں جس میں نہ کوئی استعارہ تھا نہ مجاز نہ کوئی آنکھوں کی الٹ پھیر اسی لئے یہاں معتزلہ بیچارے بھی اقرار کر لینے پر مجبور ہوگئے اور استجابت دعا کے معجزہ ہونے کے وہ بھی قائل ہوگئے۔

(۱۴۳۳) کسی نے اس کو اسلامی فیصلہ سمجھ کر تخییر کا حکم باقی رکھا ہے اور کسی کا خیال یہ ہے کہ یہ کھلا ہوا آپ کی دعا کا اثر تھا منظور یہ تھا کہ اسلام و کفر کے اختلاف کے ہوتے ہوئے بچی مسلمان رہے اور طرفداری بھی ثابت نہ ہو۔

(۱۴۳۴) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَۃٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا؟ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَۃً قَالَ کَمْ سُقْتَ اِلَیْھَا قَالَ وَزْنَ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ قَالَ فَبَارَکَ اللّٰہُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ۔ (رواہ الشیخان)۔

(۱۴۳۵) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّہٗ لَمَّا قَدِمَ اٰخَی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاَنْصَارِیِّ فَعَرَضَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ اَنْ یُّنَاصِفَہٗ اَھْلَہٗ وَمَالَہٗ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ دُلَّنِیْ عَلَی السُّوْقِ ثُمَّ انْقَلَبَ اِلَّا بِسَمْنٍ وَاَقِطٍ ثُمَّ تَابَعَ الْغَدَ وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ فَظَھَرَتْ بَرَکَۃُ دَعْوَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ مِنْ مَالِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا قَالَہُ الزُّھْرِیُّ اَنَّہٗ تَصَدَّقَ بِاَرْبَعِمِائَۃِ اَلْفِ دِیْنَارٍ وَحَمَلَ عَلٰی خَمْسِمِائَۃِ فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَخَمْسِمِائَۃِ بَعِیْرٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ وَکَانَ عَامَّۃُ مَالِہٖ التِّجَارَۃَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ اقْتَسَمَ نِسَاءُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ثُمُنَھُنَّ فَکَانَ ثَلَاثَمِائَۃٍ وَّعِشْرِیْنَ اَلْفًا وَقَالَ الزُّھْرِیُّ

(۱۴۳۴) انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمٰن بن عوفؓ پر (زعفرانی) زردی کا اثر دیکھا تو آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیسا رنگ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک عورت سے شادی کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کس قدر مہر اس کو دیا ہے۔ عرض کیا (یا رسول اللہ) گٹھلی بھر سونا! آپؐ نے دعائے برکت دی اور فرمایا ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی کر سکو (بخاری و مسلم)۔

(۱۴۳۵) عبد الرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے دستور کے مطابق اُن کا اور سعد بن الربیعؓ کا بھائی چارہ کرا دیا اس کے بعد سعد نے چاہا کہ اس رشتہ کے موافق عبد الرحمٰن ان کے مال اور بیویوں میں نصف نصف کے شریک ہو جائیں (حتی کہ وہ ایک بیوی کو طلاق دیدیں اور عبد الرحمٰن اس سے نکاح کر لیں) عبد الرحمٰن نے اس بے نظیر پیشکش کے جواب میں کہا، اللہ تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے مجھ کو تو تم بازار بتلاؤ کدھر ہے۔ یہ گئے اور معمولی سی تجارت کر کے اتنا نفع حاصل کر لیا کہ اس سے کچھ گھی اور کچھ پنیر خرید کر اپنے گھر واپس آئے۔ دوسرے دن پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کا پورا قصہ نقل کیا۔ آپؐ کی دعا کے اثر سے عبد الرحمٰن بن عوفؓ اتنے مالدار ہو گئے کہ حسب بیان زہری چار لاکھ دینار تو انھوں نے صدقہ و خیرات میں صرف کئے اور پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ جہاد کے لئے لوگوں کو دیئے تھے۔ زہری کہتے ہیں کہ ان کا یہ سب مال تجارت کی کمائی کا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ان کی بی بیوں نے جب ان کے ترکہ میں اپنا آٹھواں حصہ باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں ۳۲۰۰۰ آیا۔

أَوْصَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِمَنْ شَهِدَ بَدْرًا فَوُجِدُوْا مِائَةً لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَرْبَعُمِائَةِ دِيْنَارٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَتْنِي أُمُّ بَكْرٍ بِنْتُ الْمِسْوَرِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بَاعَ أَرْضًا بِأَرْبَعِيْنَ أَلْفَ دِيْنَارٍ فَقَسَمَهَا فِي فُقَرَاءِ بَنِي زُهْرَةَ وَفِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَوْصَى لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِحَدِيْقَةٍ قُوِّمَتْ بِأَرْبَعِمِائَةِ أَلْفٍ. (رواه الشيخان).

(۱۴۳۶) وَعَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ أَوْ كَمَا قَالَ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ

زہری کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰنؓ نے بدری صحابہ کے لئے وصیت کی ان میں ہر شخص کو چالیس چالیس ہزار دینار دیئے جائیں۔ وہ اس وقت شمار کئے گئے تو اس وقت وہ سو کی تعداد میں موجود تھے۔ عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ ام بکر کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن نے چالیس ہزار دینار کی ایک زمین فروخت کی تھی اور اس کو فقراء مہاجرین اور بنو زہرہ کے محتاج اور امہات المومنین میں تقسیم کر دیا تھا۔ محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن نے امہات المومنین کے لئے ایک باغ کی وصیت کی تھی جس کی قیمت لگائی گئی تو چالیس ہزار تھی۔

(۱۴۳۶) ابو بکر صدیق ؓ کے فرزند ابو محمد بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ محتاج لوگ تھے ان کا انتظام مدت تک یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا شخص اپنے ہمراہ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے شخص کو ساتھ لیجائے اور پھر اسی حساب سے بقیہ لوگ بھی اصحاب صفہ میں سے اپنے ہمراہ لے جائیں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ابو بکرؓ تین اشخاص کو اپنے ساتھ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو اپنے گھر لے گئے۔ ابو بکرؓ نے

(۱۴۳۶) اس ایک واقعہ سے عرب کی تہذیب و اخلاق کی بلندی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ چند دن قبل اسلام سے پیشتر وہ کس حالت میں پڑے ہوئے تھے اور اب کہاں سے کہاں جا پہنچے تھے۔ میزبانی کس اندازکی تھی اور مہمانوں کی تہذیب کس حد تک۔ یہ معجزہ کچھ کم قابل اعتنا نہیں۔ یہاں غصہ میں ابو بکرؓ کے قسم کھا لینے اور بعد میں اس کے توڑ دینے سے ایک شرعی مسئلہ بھی معلوم ہو گیا۔ اصحاب صفہ کی احتیاج اور ان کی اتنی باعزت طور پر ضیافت کا اندازہ بھی فرمایئے پھر اسی کے ساتھ اسلامی نظم و نسق کا حال بھی کچھ معلوم کیجئے کیا اب بھی کوئی ایسا نظام قائم کر سکتا ہے جو محتاجوں کو اپنے ابناء جنس بنا کر اس اکرام کے ساتھ ہمدردی کرتا ہو۔ آج جدید تعلیم کی بلند پروازیوں کے بعد بھی ایک درہم کی عزت و مال کا بھیڑیا بنا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ کوئی دنیوی قانون نہ تھا بلکہ صرف خوف الٰہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ تھا اور جب تک قوم میں پھر یہی خوف پیدا نہ ہو گا اس نظم کا قائم ہونا مشکل ہے آپ ہزار قواعد بنائے جایئے وہ سب ہوا بانی ہے کیلئے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ رَجَعَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ اِمْرَاَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ فَقَالَ اَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ. فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَدًا، قَالَ وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِيْ يَمِيْنَهُ، ثُمَّ اَخَذَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَتَفَرَّقْنَا اثْنَيْ عَشَرَ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ

اس دن شب کا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تناول فرمایا اور عشا کی نماز بھی وہیں ادا فرمائی، پھر بڑی رات گئے اپنے گھر آئے۔ ان کی اہلیہ نے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے میں اتنی دیر کیوں ہوگئی؟ انھوں نے تعجب سے فرمایا ارے کیا اتنی رات گئے تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ انھوں نے عرض کی کھانا تو ان کے سامنے پیش کردیا گیا تھا مگر انھوں نے آپ کے آنے سے پہلے اس کا کھانا گوارا نہ کیا۔ میں یہ باتیں سن کر صدیق اکبرؓ کا غصہ سمجھ گیا اور گھر کے کسی گوشہ میں جا چھپا انھوں نے غصہ کے لہجہ میں مجھے آواز دی خوب برابھلا کہہ کر فرمایا کہ تم سب کھانا کھاؤ اور خود کھانا نہ کھانے پر قسم کھا بیٹھے۔ آخر کار اس قسما قسمی کے بعد کھانا شروع ہوگیا اور بخدا جو لقمہ ہم اٹھاتے اس میں ایسی برکت نظر آتی کہ وہ جتنا کم ہوتا نیچے سے اس سے زیادہ ابھر جاتا یہاں تک کہ ہم سب شکم سیر بھی ہوگئے اور کھانا جتنا تھا وہ پہلے سے زیادہ نظر آتا تھا۔ ابوبکرؓ یہ ماجرا دیکھ کر اپنی بی بی سے بولے او بنی فراس کی بیٹی یہ کیا تماشہ ہے انھوں نے جواب دیا میرے آنکھوں کی ٹھنڈک، یہ تو پہلے سے بھی سہ گنا زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ اس پر ابوبکرؓ نے بھی اس میں سے کھایا اور اپنی اس ناگواری پر کہا کہ یہ سب شیطان کی بات تھی مطلب یہ کہ میرا قسم کھا بیٹھنا ایک فعل شیطانی کا نتیجہ تھا پھر ایک لقمہ لے کر

خوشنما الفاظ سے زیادہ ثابت نہیں ہوسکتے۔

اب رہا کھانے میں برکت یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک روزمرہ کی بات تھی اور غریبوں کے لیے یہ خوان یغمان یونہی بچھا رہا کرتا تھا کبھی کم اور کبھی بیش۔ ہم کو حیرت اس پر ہے کہ معجزات کا مادی حل نکالنے والے بیچارے یہاں کیا حل تلاش کریں گے۔ اگر وہ معذور نظر آئیں تو شروع سے ہی کسی در دسری کی بجائے ان کو معجزات کا باب انسانی قوانین سے الگ سمجھنا چاہیے۔ وع در عاشقی چنیں بوالعجبا ہست۔

كُلِّ رَجُلٍ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ذِكْرُ حلف الاضياف بترك الطعام بتركه ابابكر ثم اكله معهم وان النبي صلى الله عليه وسلم اكل منها۔ (رواه الشيخان)۔

(۱۴۳۷) رَوَى الْبُخَارِيُّ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ۔ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهِ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ مَكْتُوْبَةٍ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا۔ فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ خُوَيْصَةً فَقَالَ مَا هِيَ؟ قَالَتْ خَادِمُكَ اَنَسٌ قَالَ فَمَا تَرَكَ اٰخِرَةً وَلَا دُنْيَا اِلَّا دَعَا بِهٖ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ فَاِنِّيْ لَمِنْ اَكْثَرِ الْاَنْصَارِ مَالًا وَحَدَّثَتْنِيْ اِبْنَتِيْ اُمَيْنَةُ اَنَّهٗ دُفِنَ لِصُلْبِيْ اِلٰى مَقْدَمِ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ وَفِيْ رواية لمسلم دَعَا لِيْ بِثَلَاثِ دَعَوَاتٍ قَدْ رَاَيْتُ مِنْهَا اِثْنَتَيْنِ وَاَنَا اَرْجُو الثَّالِثَةَ فِي الْاٰخِرَةِ۔

اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے وہ صبح تک آپ کے یہاں ہی رہا۔ اتفاق سے ہمارے اور کفار کے درمیان معاہدہ تھا اس کی مدت ختم ہوگئی اور ہم بارہ اشخاص متفرق طور پر چل دیئے۔ ہر شخص کے ساتھ کچھ لوگ ہو لیے۔ یہ پورا اندازہ خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ ہر ہر شخص کے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے مگر سب نے ہی وہ کھانا کھالیا۔

(۱۴۳۷) بخاری نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے تو وہ آپ کے پاس کچھ کھجوریں اور گھی لے آئیں آپ نے فرمایا یہ گھی اس کے برتن میں اور یہ اپنی کھجوریں اس کے تھیلے میں واپس رکھدو پھر حضور اس گھر کے ایک کونہ میں جا کھڑے ہوئے اور آپ نے نفل نمازیں پڑھیں پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا کے اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔ ام سلیم نے کہا یارسول اللہ! مجھے ایک خاص بات عرض کرنی ہے آپ نے فرمایا کہو وہ کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا ارے وہ آپ کا خدمت گزار لڑکا انس ہے! راوی کہتے ہیں کہ حضور نے دنیا اور آخرت کی کوئی چیز نہ چھوڑی جس کی ان کے لئے دعا نہ کردی ہو۔ اے اللہ ان کو مال اور اولاد دے اور ان کو اس میں برکت بھی دے۔ بس یہی وجہ ہے کہ میں آج تمام انصاریوں میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری لڑکی امینہ کہتی تھی کہ جب حجاج بصرہ کا حاکم بن کر آیا ہے اس وقت تک کچھ اوپر ایک سو بیس تو خود میرے بچے دفن کئے جاچکے تھے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں تین باتوں کی دعا فرمائی۔ ان میں سے دو کا پورا ہونا تو میں نے دیکھ لیا اب آخرت میں تیسری دعا دیکھنے کی امید رکھتا ہوں۔

(۱۴۳۸) عَنْ أَبِي خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ أَنَسٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيْهَا رَيْحَانٌ يَجِيْءُ مِنْهُ رِيْحُ الْمِسْكِ۔ (رواہ الترمذی)

(۱۴۳۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ أَسِيْرُ عَلٰى جَمَلٍ قَدْ أَعْيَا وَأَرَدْتُ أُسَيِّبُهُ قَالَ فَلَحِقَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهُ وَدَعَا لَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَقَالَ لِيْ مَا لِبَعِيْرِكَ؟ فَقُلْتُ عَلِيْلٌ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيْزِهِ فَدَعَا لَهُ فَمَا زَالَ يَسِيْرُ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا فَقَالَ بَرِئَ بَعِيْرُكَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ فَبِعْنِيْهِ (وذکر الحدیث) وفی الترمذی وغیرہ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ وَفِيْ لَفْظٍ اَللّٰهُمَّ أَجِبْ دَعْوَتَهُ وَسَدِّدْ رَمْيَتَهُ فَكَانَ سَعْدٌ لَا يَرْمِيْ إِلَّا يُصِيْبُ وَلَا يَدْعُوْ إِلَّا أُجِيْبَ۔

(۱۴۳۸) ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے کہا کہ انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انھوں نے دس سال تک کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا بھی فرمائی ہے ان کا پھلوں کا ایک باغ تھا اس میں سال بھر میں دو بار پھل آتے تھے اس میں ایک پیڑ تلسی (ریحان) کا بھی تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

(۱۴۳۹) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا اور وہ بہت تھک گیا تھا تو میں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دوں کہتے ہیں کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر آگئے اور آپ نے اسے چلانے کے لئے مارا اور اس کے لئے دعا بھی فرمائی تو پھر وہ ایسی چال چلنے لگا کہ پہلے اس طرح نہیں چل سکتا تھا۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ نے دریافت کیا کہ تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ بیمار ہے۔ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا اپنی جگہ سے پیچھے کو ہٹے اور اس کے لئے دعا فرمائی بس پھر وہ ہر اونٹ سے آگے ہی آگے چلنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا اچھا تمہارا اونٹ اب اچھا ہو گیا؟ میں نے کہا جی ہاں اب ٹھیک ہو گیا آپ کی دعاؤں کی برکتیں اسے مل گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اسے میرے ہاتھ بیچ دو۔ (پھر پوری حدیث بیان کی) اور ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے اللہ جب جب یہ سعد تجھ سے دعا مانگے تو ان کی دعا قبول فرما۔ دوسری روایت میں یوں ہے کہ اے میرے اللہ تو ان کی دعا قبول فرما اور ان کا نشانہ ٹھیک بٹھا۔ پھر یہ حال تھا کہ حضرت سعدؓ کا ہر تیر نشانہ پر بیٹھتا تھا اور ہر دعا قبول ہوتی تھی۔

(۱۴۴۰) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَعَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَخِّرًا فَارْفَعْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَاءً فَصَبِّرْنِيْ. فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اشْفِهِ اَللّٰهُمَّ عَافِهِ ثُمَّ قَالَ قُمْ فَقُمْتُ فَمَا عَادَ اِلَيَّ ذٰلِكَ الْوَجَعُ بَعْدُ (رواه الحاكم في صحيحه)۔

(۱۴۴۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْ ثَلٰثِمِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ اِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَاَشْبِعْهُمْ فَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ فَانْقَلَبُوْا وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ اِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ اَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوْا. (رواه ابوداؤد)

(۱۴۴۲) عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ قَالَ لَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ خَرَجْتُ عَاشِرَ عَشَرَةٍ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ نَطْلُبُهُمْ فَسَمِعْنَاهُمْ يُؤَذِّنُوْنَ بِالصَّلٰوةِ فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَمِعْتُ فِيْ هٰؤُلَاءِ تَاْذِيْنَ اِنْسَانٍ حَسَنِ الصَّوْتِ فَاَرْسَلَ اِلَيْنَا فَاَذَّنَّا رَجُلٌ رَجُلٌ وَكُنْتُ اٰخِرَهُمْ فَقَالَ

(۱۴۴۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں بیمار پڑا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو آئے اس وقت میں یہ دعا کر رہا تھا کہ اے میرے اللہ اگر میرا وقت آگیا ہے تو مجھے بیماری سے نجات دے کر راحت دے اور اگر ابھی نہیں آیا تو مجھے آرام کی زندگی عطا فرما اور اگر یہ ابتلا اور آزمائش ہے تو مجھے صبر عطا فرما حضورؐ نے دعا فرمائی الٰہی ان کو مرض سے شفا دے۔ پھر فرمایا اٹھ کھڑے ہو تو بس میں اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ درد مجھے دوبارہ کبھی نہیں ہوا۔ (حاکم)

(۱۴۴۱) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ صحابہ کے ساتھ میدانِ بدر میں نکلے جن کے حق میں آپؐ نے یہ دعا فرمائی الٰہی یہ سب پیادہ پا ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ الٰہی یہ سب ننگے ہیں ان کو لباس دے۔ الٰہی یہ سب بھوکے ہیں ان کو پیٹ بھر کر رزق دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی برکت سے ایسی دعا قبول فرمائی کہ فتح نصیب ہوئی اور ایک شخص بھی نہ بچا کہ جب وہ لوٹا تو اس کے پاس سواری کے لئے ایک یا دو اونٹ نہ ہوں اور سب کو پوشش بھی نصیب ہوئی اور سب شکم سیر بھی ہو گئے۔ (ابوداؤد)۔

(۱۴۴۲) ابو محذورہؓ (مؤذن مکہ اپنے اسلام اور مؤذن ہونے کا قصہ) بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے نکلے تو اہلِ مکہ میں سے دس افراد ان کی تلاش میں نکلے جن میں دسواں میں تھا

حِيْنَ أَذَّنْتُ تَعَالَ فَأَجْلَسَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ عَلَى نَاصِيَتِي وَبَرَّكَ عَلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَذِّنْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ ثُمَّ ذكر الحديث (رواه النسائی)۔

(۱۴۴۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ كَانَ يَخْرُجُ السُّوقَ فَيَتَلَقَّاهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَابْنُ عُمَرَ فَيَقُولَانِ لَهُ أَشْرِكْنَا فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا أَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا إِلَى الْمَنْزِلِ. رواه البخاری فی صحیحہ. وأخرجه صاحب المشكوة فی الفصل الاول من باب الشركة والوكالة مع تغيير وعزاه الى البخاری وزاد فیه

(۱۴۴۴) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ أَبِي الجعد البارقی قَالَ عُرِضَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَبٌ فَأَعْطَانِي دِينَارًا وَقَالَ لِي عُرْوَةُ ائْتِ الْجَلَبَ فَاشْتَرِ شَاةً فَأَتَيْتُ الْجَلَبَ فَسَاوَمْتُ صَاحِبَهُ فَاشْتَرَيْتُ مِنْهُ شَاتَيْنِ بِدِينَارٍ فَجِئْتُ بِهِمَا

ہم نے نماز کے لئے آپ کے رفقا کی اذانیں سنیں تو کھڑے ہو کر ان کا مذاق اڑانے کے لئے ہم نے بھی اذانیں دینی شروع کیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں ایک شخص کی اذان میں نے سنی جس کی آواز بہت اچھی تھی اور ہمارے بلانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ آپ کے سامنے حاضر ہو کر ہم میں سے ہر ہر شخص نے اذان دی۔ سب سے آخر میں میں نے اذان دی۔ جب میں اذان دے چکا تو آپ نے مجھ کو بلایا اور سامنے بٹھا کر میری پیشانی کے اوپر اپنا دست مبارک پھیرا اور تین بار برکت کی دعا فرمائی اس کے بعد مجھ کو حکم دیا جاؤ اور بیت اللہ کے پاس جا کر اذان دیا کرو۔ (نسائی)۔

(۱۴۴۳) عبد اللہ بن ہشامؓ بازار میں نکلتے تھے تو ان سے ابن زبیرؓ اور ابن عمرؓ ملتے تو یہ دونوں ان سے کہتے ہم کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجئے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی تو وہ ان کو بھی شریک کر لیتے۔ تو لبا اوقات تجارت میں ان کو اتنا نفع ہوتا کہ وہ اپنی اونٹنی سامان سے بھری ہوئی جوں کی توں اپنے گھر واپس کر دیتے۔ (بخاری)

(۱۴۴۴) عروہ بن ابی الجعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دودھار بکری پیش ہوئی تو آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اے عروہ! دودھ کے جانوروں میں جا کر ایک بکری خرید لاؤ۔ تو میں جانوروں میں گیا اور اس کے مالک سے بھاؤ کیا تو میں نے اس سے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں اور میں انھیں ہنکاتا ہوا لایا۔ راستے میں مجھے ایک آدمی ملا اس نے مجھ سے ان کا بھاؤ تاؤ کیا تو میں نے اس کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور ایک بکری اور ایک دینار ساتھ لایا اور

أَسُوْقُهُمَا فَلَقِيَنِيْ رَجُلٌ فَسَاوَمَنِيْ فَأَبَعْتُهُ شَاةً بِدِيْنَارٍ فَجِئْتُ بِالدِّيْنَارِ وَجِئْتُ بِالشَّاةِ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا دِيْنَارُكُمْ وَهٰذِهٖ شَاتُكُمْ قَالَ وَصَنَعْتَ كَيْفَ؟ فَحَدَّثْتُهُ الْحَدِيْثَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهٗ فِيْ صَفْقَةِ يَمِيْنِهٖ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِيْ أَقِفُ بِكُنَاسَةِ الْكُوْفَةِ فَأَرْبَحُ أَرْبَعِيْنَ أَلْفًا قَبْلَ أَنْ أَصِلَ إِلٰى أَهْلِيْ (رواه الامام احمد فی مسنده)

(۱۴۴۵) عَنْ أُمِّ خَالِدٍ قَالَتْ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَدْرُوْنَ تَكْسُوْهُ هٰذِهِ الْخَمِيْصَةَ فَسَكَتَ الْقَوْمُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْبَسَنِيْهَا فَقَالَ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ مَرَّتَيْنِ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَلَمِ الْخَمِيْصَةِ وَيُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلَيَّ وَيَقُوْلُ يَا أُمَّ خَالِدٍ هٰذَا سَنَا وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الْحَسَنُ فَبَقِيَتْ حَتّٰى ذَكَرَتْ (رواه الشیخان)۔

عرض کیا یارسول اللہ لیجئے یہ آپ کا دینار ہے اور یہ آپ کی بکری ہے۔ آپ نے فرمایا ارے یہ تم نے کیا تدبیر کی تو میں نے آپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ ان کی خرید و فروخت میں برکت دیجئے ۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ میں کوفہ کے کباڑخانے میں جا کھڑا ہوتا تھا اور بال بچوں کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے چالیس ہزار منافعہ کما لیتا تھا۔ (احمد)

(۱۴۴۵) حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک کالی اوڑھنی (یا قمیص) بھی تھی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ یہ اوڑھنی میں پہنانا چاہتا ہوں؟ سب لوگ چپ رہے۔ اکبارگی آپ نے فرمایا ام خالد کو بلاؤ۔ لوگ مجھے حضور کے پاس بلا کر لے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اوڑھنی مجھے پہنائی اور دوبارہ یہ دعا دی: خوب پرانا کر اور خوب پہن۔ پھر اوڑھنی کی دھاریوں کو دیکھنے لگے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کرکے فرمایا اے ام خالد! یہ "سنا" ہے۔ سنا حبشی لفظ ہے اس کے معنی ہیں بہت اچھا۔ تو وہ اوڑھنی بہت دنوں تک چلتی رہی اور یہاں تک باقی رہی کہ بوسیدہ ہوگئی۔ (بخاری مسلم)

(۱۴۴۵) بعض روایات میں "حتی ذکرت" کا لفظ یاد آتا ہے کہ وہ اتنے دنوں تک باقی رہی کہ اس کی شہرت اڑ گئی۔ کہتے ہیں کہ اس مدت میں وہ ان کے قامت کے ساتھ ساتھ ان کے جسم پر راست آتی رہی۔ یہ بھی عجیب سے عجیب تر ہے کہ ایک غیر نامی چیز نامی شے کی طرح بڑھتی رہے۔

(۱۴۴۶) وَعَنْ يَزِيْدَ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْنُ مِنِّيْ فَمَسَحَ بِيَدِهٖ عَلٰى رَاْسِيْ وَلِحْيَتِيْ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ وَاَدِمْ جَمَالَهٗ قَالَ الرَّاوِيْ عَنْهُ فَبَلَغَ بِضْعًا وَّثَمَانِيْنَ سَنَةً وَّمَا فِيْ لِحْيَتِهٖ بَيَاضٌ اِلَّا نَزْرٌ يَسِيْرٌ وَلَقَدْ كَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْهِ وَلَمْ يَنْقَبِضْ وَجْهُهٗ حَتّٰى مَاتَ رَوَاهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْبَيْهَقِيُّ اسناده صحيح ورواه الترمذی وَقَالَ مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِيْ وَدَعَا لِيْ قَالَ عُرْوَةُ اِنَّهٗ عَاشَ مِائَةً وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَاْسِهٖ اِلَّا شَعَرَاتٌ بِيْضٌ وقال حديث حسن۔

الرسول الاعظم و البرکة فی العمر و الصحة بدعائه صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۴۴۷) عَنْ حُزَيْمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ ذُوْ سِنٍّ وَهٰذَا اَصْغَرُ بَنِيْ قَسَمْتُ عَلَيْهِ قَالَ تَعَالَ يَا غُلَامُ فَاَخَذَ بِيَدِيْ وَمَسَحَ بِرَاْسِيْ وَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ اَوْ بُوْرِكَ

(۱۴۴۶) یزید عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ۔ تو آپؐ نے اپنا دستِ مبارک میرے سر اور ڈاڑھی پر پھیرا پھر فرمایا اے اللہ ان کو حسن و جمال عطا فرما اور ان کے حسن و جمال کو قائم رکھ۔ راوی ان کا حال یہ بتلاتے ہیں کہ ان کی عمر کچھ اوپر اَسّی کی ہوئی مگر ان کی ڈاڑھی میں بس چند ہی بال سپید ہوئے تھے۔ وہ بہت ہنس مکھ تھے اور مرتے مرتے ان کے چہرے پر جھریاں نہ پڑیں۔ (احمد) ترمذی نے یوں روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی عروہ کہتے ہیں کہ وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے مگر ان کے سر میں بس چند ہی بال سفید ہونے پائے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے مبارک سے عمر اور صحت میں معجزانہ برکت اور ترقی

(۱۴۴۷) حزیمؓ بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ کے والد حنظلہ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے۔ میں نے اپنا مال اسے بانٹ کر دیدیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میاں لڑکے آگے آؤ۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ تجھ میں برکت دے۔ یا یوں فرمایا کہ تجھ میں برکت ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ کا یہ حال دیکھا کہ ان کے پاس ورم والا انسان (دوسری روایت بکری اور اونٹ بھی ہے) لایا جاتا اور

فِيكَ فَرَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتٰى بِالْإِنْسَانِ الْوَارِمِ فَيَمْسَحُ بِيَدِهٖ وَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ فَيَذْهَبُ الْوَرَمُ وَفِي رِوَايَةٍ وَالشَّاةِ وَالْبَعِيْرِ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَاسْمُهٗ مَدْلُوْكٌ أَنَّهٗ ذُهِبَ بِهٖ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ رَأْسَهٗ بِيَدِهٖ وَدَعَا لَهٗ بِالْبَرَكَةِ فَكَانَ مُقَدَّمُ رَأْسِهٖ مَوْضَعُ يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْوَدُ وَسَائِرُهٗ أَبْيَضُ۔ رواهما البخاري في تاريخه

(۱۴۴۸) عَنْ أَبِي الْعَلَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ فَمَرَّ رَجُلٌ فِي مُؤَخَّرِ الدَّارِ فَرَأَيْتُهٗ فِي وَجْهِ قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ وَجْهَهٗ قَالَ وَكُنْتُ قَبْلُ مَا رَأَيْتُهٗ إِلَّا وَرَأَيْتُهٗ كَأَنَّ عَلٰى وَجْهِهِ الدِّهَانَ (رواه الامام احمد)

الرسول الاعظم وما اخبر من اشراط الساعة واحوال الفتن صلوات الله وسلامه عليه

(۱۴۴۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ لَهَا أَعْنَاقُ الْإِبِلِ بِبُصْرٰى (رواه الشيخان)۔

حنظلہ اس پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ پھیر دیتے تو ورم اور سوجن اسی وقت ختم ہو جاتی اور ابوسفیانؓ (جن کا نام مدلوک ہے) بیان کرتے ہیں کہ وہ حنظلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے تو وہ اسلام لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرما دی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک ان کے سر کے اگلے حصہ پر رکھا تھا صرف وہ سیاہ رہا (یعنی ضعیف العمری میں) بقیہ سر سفید ہو گیا تھا (بخاری)۔

(۱۴۴۸) ابوالعلی بیان کرتے ہیں کہ میں قتادہ بن ملحان کے پاس ان کے مرض الموت میں ان کے پاس موجود تھا تو ایک شخص گھر کے آخری حصہ سے گزرے تو میں نے اس کا عکس حضرت قتادہ کے چہرہ پر دیکھا انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر دست مبارک پھیر دیا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے جب بھی میں ان کو دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کے چہرہ پر روغن ملا گیا ہو۔ (امام احمد)

وہ احوال و واقعات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت اور پیش آنیوالے فتنوں کے متعلق بیان فرمائے

(۱۴۴۹) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ ظاہر نہ ہو جس کی روشنی سے بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں چمکنے لگیں گی (شیخین)۔

(۱۴۴۹) یہ آگ ۶۵۴ھ کے قریب میں ظاہر ہو چکی ہے عجیب یہ ہے کہ پتھر اس سے جلکر خاک ہو جاتے تھے مگر اس پر گوشت نہ پک سکتا تھا۔

(۱۴۵۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّاَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ تَقْتُلُہُ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ (رواہ الشیخان)

(۱۴۵۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلَکَ کِسْرٰی ثُمَّ لَا یَکُوْنُ کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَقَیْصَرُ لَیُھْلَکَنَّ ثُمَّ لَا یَکُوْنُ قَیْصَرُ بَعْدَہٗ وَلَتُنْفِقُنَّ کُنُوْزَھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ (رواہ الشیخان)

(۱۴۵۲) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

(۱۴۵۰) ابوسعید واسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے عمار بن یاسرؓ کے حق میں فرمایا اس بیچارے کو مسلمانوں کی ایک باغی جماعت قتل کرے گی (شیخین)۔

(۱۴۵۱) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگا اور اس کے بعد اس کا نام و نشان اس طرح مٹے گا کہ پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی ضرور ہلاک ہوگا اس کے بعد پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا اور یقین کرو کہ ان کے خزانے تم لوگ اللہ کے راستے میں لٹا دو گے۔ (شیخین)۔

(۱۴۵۲) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

(۱۴۵۲) ابیض کسریٰ کے ایک محل کا نام تھا اور حضرت سعدؓ نے عہد فاروقی میں اس کو فتح کیا تھا۔ کسریٰ شاہانِ ایران کا لقب تھا اور قیصر شاہانِ روم کا۔ شاہانِ ایران میں یہ کسریٰ بن ہرمز سب سے آخری کسریٰ گذرا ہے۔ اس کے بعد پھر کسریٰ لقب کا کوئی بادشاہ تخت نشین نہیں ہوا۔ یزدجرد کی حیثیت صرف ایک معمولی درجہ کی تھی وہ کوئی بادشاہ نہ تھا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اس زمانے کی قوی ترین اور مشہور ترین دو سلطنتوں کے متعلق اس جزم و یقین کے ساتھ آپ کی یہ پیشگوئی ہوتی ہے اور پھر کس صداقت و صفائی کے ساتھ کتنی تھوڑی مدت میں پوری بھی ہو جاتی ہے۔

یہاں مختصراً یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک جب کسریٰ کے سامنے پڑھا گیا ہے تو اس نے اپنے اسی شاہانہ غرور میں آ کر آپ کے مکتوب کی توہین کی اور اس کو چاک کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ مَزِّقْہُ کُلَّ مُمَزَّقٍ۔ خدایا تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اس کے برخلاف قیصر تھا جو اگرچہ ایمان تو نہیں لایا مگر اس نے آپ کے مکتوب کی بڑی توقیر کی اور ایک نلکی میں اس کو حفاظت سے رکھدیا۔ حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

وقد اخبر غیر واحد ان ھذا الکتاب الی الآن باق عند ذریۃ ھرقل فی اعزمکان بتوارثونہ کابرا عن کابر و اخبر غیر واحد ان ھذا الکتاب باق الی الآن عند الفنش صاحب قشتالہ وبلاد	بہت سے اہلِ کتاب اس کے شاہد ہیں کہ آپؐ کا وہ مکتوب گرامی بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ہرقل خاندان میں قابلِ احترام انتظام کے بعد برابر منتقل ہوتا چلا آتا ہے اور سینہ بسینہ بخاری تک سے

لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَوْقَالَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰى الَّذِىْ فِى الْاَبْيَضِ ۔ (رواه الشيخان)

(۱۴۵۳) اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهٖ اِلٰى كِسْرٰى مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِىِّ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّدْفَعَهٗ اِلٰى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهٗ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ اِلٰى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَاَهٗ مَزَّقَهٗ فَحَسِبْتُ اَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ (رواه البخاری)

فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ یقیناً مسلمانوں کی ایک جماعت یا مؤمنوں کی (راوی کو ان دونوں لفظوں میں سے اصل لفظ کے متعلق شک ہے) شاہِ کسریٰ کا وہ خزانہ جو اس کے قصرِ ابیض میں ہے فتح کرے گی۔ (شیخین)

(۱۴۵۳) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہؓ کی معرفت اپنا فرمان کسریٰ کو بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ اس کو بحرین کے حاکم کو دیدیں۔ بحرین کے حاکم نے اس کو کسریٰ کے حوالہ کر دیا۔ جب اس نے فرمان مبارک کو پڑھا تو غصہ میں آکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مجھ کو خیال آتا ہے کہ ابن المسیبؒ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر یہ بددعا کی کہ وہ بھی پارہ پارہ کر دیئے جائیں۔ (بخاری شریف)

الا ان الناس يفتخرون به وبهذا الامر مشهور ومعروف وصدقه هو ی سنید وهو شیخ البخاری فی تفسیره (الجواب الصحیح ص ۹۵/۲) اس کی تصدیق کی ہے اور اپنی تفسیر میں اس کا ذکر کیا ہے (دیکھو الجواب الصحیح ج ۱ ص ۹۵)

جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ قیصر کچھ دنوں اور باقی رہے گا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے امام شافعیؒ سے اس حدیث کا شان ورود بھی نقل کیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں اس کی رعایت لازمی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قریش کی قدیم سے شام و عراق کی طرف بڑی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ جب یہ اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کو یہ خطرہ ہونے لگا کہ اب آمد و رفت میں بہت دشواریاں حائل ہو جائیں گی اور تجارتی مسائل کا حل کیا ہوگا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا اب یہ دور ہی ختم ہو جائیگا اور نہ کسریٰ رہے گا اور نہ قیصر چونکہ اس وقت قریش کا روئے سخن شام و عراق کی جانب تھا اس لئے حدیث کی مراد بھی یہی ہونی چاہیے کہ اب شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ باقی نہ رہے گا۔ عالم کے اطراف و نواحی سے یہاں کوئی بحث ہی نہ تھی اور نہ سارے جہان سے قیصریت و کسروانیت کے خاتمہ سے قریش کو کوئی سروکار تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسریٰ خود اپنے بداعمالی کی پاداش عمل سے ایسا نابود ہوا کہ پھر اس کا کہیں نام و نشان نہ رہا اور قیصر اپنے ادب کی بدولت گو ملک شام سے مٹ گیا مگر نہ اس طرح کہ زمین کے کسی گوشہ پر بھی اس کا نام و نشان نہ رہتا بلکہ اس کے ادب و احترام کا یہ اثر رہا کہ دنیا میں اس کو مل گیا اور کچھ دنوں کے لئے اس کی سلطنت شام سے ہٹ کر ملک روم میں ادھر رہ گئی۔ (الجواب الصحیح ص ۳۶/۲)

(۱۴۵۴) عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ فِتْنَةٍ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعِهٖ وَبِالَّتِيْ تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصّٰلِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ. (رواه البخاری)

(۱۴۵۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَلَاكُ اُمَّتِيْ عَلٰى يَدَيْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَالَ مَرْوَانُ غِلْمَةٌ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِنْ شِئْتُ اُسَمِّيْهِمْ بَنِيْ فُلَانٍ وَبَنِيْ فُلَانٍ. (رواه البخاری)

(۱۴۵۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ. (رواه البخاری)۔

(۱۴۵۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخَرِّبُ الْكَعْبَةَ ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ (رواه البخاری)

(۱۴۵۴) زینب بنت جحش ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے لا الہ الا اللہ، خاص طور پر عرب کے لیے افسوس ہے اس فتنے کی وجہ سے جو نزدیک آپہنچا ہے یاجوج وماجوج کی سد کا اتنا حصہ کھل چکا ہے اور آپ نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنا کر بتلایا۔ زینب ؓ بولیں یا رسول اللہ کیا ہم لوگوں پر یہ ہلاکت ایسے وقت آسکتی ہے کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں جب گندگی بہت زیادہ پھیل پڑے (للاکثر حکم الکل)۔

(۱۴۵۵) ابوہریرہ ؓ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ایسے راست باز کی زبانِ مبارک سے سنا ہے جن کی صداقت کا جہان قائل ہے۔ آپ سے یہ حیرتناک بات سنی ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے ہاتھ پر ظہور پذیر ہوگی۔ مروان نے تعجب سے پوچھا کیا نوعمر لڑکوں کے ذریعے؟ ابوہریرہ ؓ نے کہا جی ہاں مجھ کو اسی طرح معلوم ہے اگر چاہوں تو نام لے کر ان کے باپ دادا تک کا نسب بھی بیان کردوں۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۶) ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں جنگ نہ ہولے جن کا دعویٰ ایک ہی ہو۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۷) ابوہریرہ ؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کو تباہ کرنے والا ایک حبشی شخص ہوگا جس کی پنڈلیاں چھوٹی چھوٹی ہوں گی۔ (بخاری شریف)

(۱۴۵۸) عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِسُرَاقَۃَ بْنِ مَالِکٍ کَیْفَ بِکَ إِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی قَالَ فَلَمَّا أُتِیَ عُمَرُ بِسِوَارَیْ کِسْرٰی دَعَا سُرَاقَۃَ فَأَلْبَسَہٗ وَقَالَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَہُمَا کِسْرٰی بْنَ ہُرْمُزَ وَأَلْبَسَہُمَا سُرَاقَۃَ الْأَعْرَابِیَّ

اخرجہ البیہقی. (کذا فی الخصائص ص ۱۱۳/۲)

(۱۴۵۹) عَنِ ابْنِ مُحَیْرِیْزٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَارِسُ نَطْحَۃٌ أَوْ نَطْحَتَانِ ثُمَّ لَا فَارِسَ بَعْدَ ھٰذَا وَالرُّوْمُ ذَوَاتُ الْقُرُوْنِ کُلَّمَا ھَلَکَ قَرْنٌ خَلَفَہٗ قَرْنٌ. اخرجہ البیہقی (کذا فی الخصائص ص ۱۱۳/۲)

(۱۴۶۰) عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ رَکِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَأَرْدَفَنِیْ خَلْفَہٗ ثُمَّ قَالَ یَا أَبَا ذَرٍّ أَرَأَیْتَ إِنْ أَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی لَا تَسْتَطِیْعَ أَنْ تَقُوْمَ مِنْ فِرَاشِکَ إِلٰی مَسْجِدِکَ کَیْفَ تَصْنَعُ؟ فَقَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ قَالَ

(۱۴۵۸) حسنؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالکؓ سے فرمایا اس وقت تیری مسرت و خوشی کا عالم کیا ہوگا جب تو کسریٰ کے دو کنگن پہنے گا۔ راوی کہتا ہے کہ جب عمرؓ کے سامنے کسریٰ کے وہ دو کنگن ایران کی فتح کے بعد پیش کئے گئے تو انھوں نے سراقہ بن مالکؓ کو بلا بھیجا اور ان کے ہاتھوں میں وہ کنگن ڈالدیئے اور فرمایا کہ اب اس خدا کی تعریف کرو جس نے کسریٰ کے ہاتھوں سے یہ کنگن نکال کر ان کو سراقہ جیسے دیہاتی کو پہنا دیئے۔

(۱۴۵۹) ابن محیریزؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فارس تو بس ایک ٹکر دو ٹکر میں ختم ہو جانے والا ہے اس کے بعد فارس کا تو نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا ہاں روم کچھ باقی رہے گا ایک قرن ختم ہوگا اس کے بعد دوسرا باقی رہے گا۔

(۱۴۶۰) ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا پھر فرمایا اگر کسی زمانے میں لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا ہوں ایسی بھوک کہ اس کی وجہ سے تم اپنے بستر سے اٹھ کر نماز کی جگہ بھی نہ آسکو تو بتاؤ اس وقت تم کیا کروگے۔ انھوں نے عرض کی یہ تو خدا تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جان سکتے ہیں۔ فرمایا دیکھو اس وقت بھی کسی سے سوال نہ کرنا۔ اچھا ابوذرؓ بتاؤ اگر

(۱۴۵۸) سوچئے کہ یہ پیشگوئی ایک ریگستان کو گلزار بنانے والے نے کس کے متعلق اور کن حالات میں کی تھی کیا ظاہری اسباب اس کی تائید کر سکتے تھے مگر آج آپ کے سامنے وہ ایک واقعہ بن کر نظر آرہے ہیں۔ کیا اس کو معجزات کی فہرست سے خارج کر ڈالنا معقول ہے یا معجزہ صرف ان ہی اعمال تک محدود ہے جو آپ کے عہد مبارک میں آپ سے ظاہر ہوں۔

يَا أَبَا ذَرٍّ أَرَأَيْتَ إِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ شَدِيدٌ حَتَّى يَكُونَ الْبَيْتُ بِالْعَبْدِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ اصْبِرْ يَا أَبَا ذَرٍّ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّى تَغْرَقَ حِجَارَةُ الزَّيْتِ مِنَ الدِّمَاءِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ اُقْعُدْ فِي بَيْتِكَ وَأَغْلِقْ عَلَيْكَ بَابَكَ فَقَالَ إِنْ لَمْ أُتْرَكْ قَالَ فَائْتِ مَنْ أَنْتَ مِنْهُ فَكُنْ فِيهِمْ قَالَ فَإِنْ آخُذُ سِلَاحِي قَالَ إِذًا تُشَارِكُهُمْ فِيهِ وَلَكِنْ إِنْ خَشِيتَ أَنْ يُرَوِّعَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَأَلْقِ طَرَفَ رِدَائِكَ عَلَى وَجْهِكَ يَبُوءُ بِإِثْمِكَ وَإِثْمِهِ (رواه ابن حبان)

(۱۴۶۱) عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ بَدَأَ هٰذَا الْأَمْرَ نُبُوَّةً وَرَحْمَةً وَكَائِنًا خِلَافَةً وَرَحْمَةً وَكَائِنًا مُلْكًا عَضُوضًا وَكَائِنًا عُتُوَّةً وَجَبْرِيَّةً وَفَسَادًا فِي الْأُمَّةِ يَسْتَحِلُّونَ الْفُرُوجَ وَالْخُمُورَ وَالْحَرِيرَ وَيُنْصَرُونَ عَلَى ذٰلِكَ وَيُرْزَقُونَ أَبَدًا حَتَّى يَلْقَوُا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ (رواه ابو داؤد الطيالسي)

لوگوں میں موت کی ایسی گرم بازاری ہوجائے کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر جا پہنچے۔ بھلا ایسے زمانے میں تم کیا کروگے؟ یہ بولے کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا دیکھو، صبر کرنا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: اگر لوگوں میں ایسا قتل و قتال ہو کہ خون "حجار زیت" تک بہہ جائے بھلا اسوقت تم کیا کروگے انھوں نے عرض کی یہ بات تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا، بس اپنے گھر میں گھسے رہنا اور اندر سے اپنا دروازہ بند کرلینا۔ انھوں نے عرض کی اگر اس پر بھی چھوٹ نہ سکوں۔ فرمایا کہ پھر جس قبیلے میں کے ہو وہاں چلے جانا۔ انھوں نے عرض کی اگر میں بھی اپنے ہتھیار سنبھال لوں۔ فرمایا تو تم بھی فتنے میں ان کے شریک سمجھے جاؤگے۔ اس لئے شرکت ہرگز نہ کرنا اور اگر تم کو ڈر ہو کہ تلوار کی چمک تم کو خوفزدہ کردے گی تو اپنی چادر کا پلہ اپنے منہ پر ڈال لینا اور قتل ہونا گوارا کرلینا۔ تمہارے اور قاتل کے گناہ سب سب قاتل ہی کے سر پڑ جائیں گے۔ (ابن حبان)

(۱۴۶۱) ابو ثعلبہؓ، ابو عبیدہؓ اور معاذؓ یہ تینوں اصحاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اس دین کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی پھر کچھ دن خلافت اور رحمت رہے گی۔ اس کے بعد خلافت کا دور ختم ہوجائے گا اور کاٹنے والا ملک بن جائے گا۔ سرکشی اور جبر و تشدد اور امت میں فساد کا دور دورہ ہوجائے گا۔ تاآنکہ حرامکاری، شراب خوری اور ریشم کو لوگ حلال بنالیں گے اور ان حالات تک بھی قسمت کی یہ ڈھیل ہوگی کہ فتح و نصرت اور رزق کی فراغت برابر ان پر رہے گی یہانتک کہ ان کی موت آجائے گی۔ (ابو داؤد طیالسی)۔

(۱۴۶۲) عَنْ سَفِيْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ تَكُوْنُ خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً ثُمَّ تَصِيْرُ مُلْكًا۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)

(۱۴۶۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب اسنادا)

(۱۴۶۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا۔ (رواہ الترمذی)۔

(۱۴۶۲) سفینہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے بعد تیس سال تک خلافت منہاج نبوت پر رہے گی اس کے بعد پھر خلافت نہیں ہوگی بلکہ ملک گیری ہو جائے گی (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد)۔

(۱۴۶۳) انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ دین کی حالت ایسی کمزور ہو جائے گی کہ دین پر عمل کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسا ہاتھ میں انگارہ پکڑنا۔ (ترمذی شریف)

(۱۴۶۴) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس وقت اسلام کے پُرشوکت زمانے میں ہو جو شخص تم میں سے اسلامی احکام کا دسواں حصہ بھی چھوڑے گا وہ ہلاک ہوگا اور آگے اسلام کے ضعف کا وہ دور آنے والا ہے کہ اس میں جو شخص اس کے دسویں حصہ پر بھی عمل کرے گا وہ بھی نجات پا جائیگا۔ (ترمذی)

(۱۴۶۲) سفینہ اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ خلافتِ صدیقی دو سال رہی اس کے بعد دس سال تک خلافت فاروقی کا دور رہا، پھر بارہ سال عثمان غنیؓ کی خلافت رہی اور چھ سال حضرت علیؓ کی خلافت چلی۔ یہ مجموعہ تیس سال ہو گئے۔ حضرت امام حسنؓ کے دور کے چھ ماہ کی مدت ملا کر خلفائے اربعہ کی خلافت کی مدت ٹھیک تیس سال ہوتی ہے۔ جس کو خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر ملک گیری مطمح نظر ہو گیا اور رشد و ہدایت کا وہ دور ختم ہو گیا جس کو خلافت نبوت کہا جا سکتا تھا۔

ایک مرتبہ ارادہ کے بغیر خیال اس طرف منتقل ہوا کہ خلافت علی منہاج النبوۃ کی مدت کل تیس سال ہونے میں شاید حکمت یہ ہو کہ بحکم حدیث چونکہ ہر تارکی نبی کی عمر پہلے نبی سے نصف ہوتی چلی آئی ہے اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر نزول سے پہلی اور بعد کی ملا کر ایک سو بیس ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری عمر ساٹھ سال ہوگی۔ چنانچہ بحذف کسر آپ کی عمر یہی ہوئی۔ اس حساب سے اگر آپؐ کے بعد نبوت باقی ہوتی اور کوئی نبی آنا مقدر ہوتا تو اس کی عمر آپ کی عمر کے نصف ہونی چاہئے تھی وہ تیس ہی ہے۔ چونکہ یہاں نبوت اب ختم ہو چکی تھی اس لئے خلافتِ نبوت علی منہاج النبوۃ کی عمر تیس سال مقدر ہوئی واللہ اعلم۔

یہاں یہ امر قابل یادداشت ہے کہ جو لوگ اس حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ اسی حدیث کے ماتحت کیا کسی مدعی نبوت کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے بھی متجاوز ہو سکتی ہے؟

(۱۴۶۵) عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ وَّاَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَرُوْحُ عَلَیْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ یَاْتِیْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُهُمُ اللّٰهُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (رواہ البخاری)

(۱۴۶۶) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الدِّیْنَ لَیَاْرِزُ اِلَی الْحِجَازِ کَمَا تَاْرِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا وَلَیَعْقِلَنَّ الدِّیْنُ مِنَ الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْاُرْوِیَّةِ مِنْ رَاْسِ الْجَبَلِ۔ اِنَّ الدِّیْنَ بَدَاَ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِیْ مِنْ سُنَّتِیْ۔ (رواہ الترمذی وروی مسلم قولہ وفیہ وھو یارز بین المسجدین وفی روایۃ الی المدینۃ)

(۱۴۶۵) ابو عامرؓ اور ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے آئیں گے جو خالص اور غالب ریشم کے کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال بنا کر رہیں گے اور یہ بھی ہوگا کہ ایک پہاڑ کے دامن میں ایک قافلہ آکر اترے گا جب شام کو ان کے مویشی ان کے پاس آئیں گے تو ایک شخص اپنی حاجت لے کر ان کے پاس آئے گا وہ جواب دیں گے تم کل آنا۔ اللہ تعالیٰ رات ہی میں ان پر عذاب نازل فرمائے گا۔ پہاڑ ان پر گر پڑے گا اور کچھ لوگوں کو ہمیشہ کے لئے بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کردے گا۔ (بخاری)

(۱۴۶۶) عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں دین تمام اطراف سے سمٹ کر حجاز کی طرف اس طرح لوٹ آئے گا جیسا کہ سانپ دور دور جا کر پھر اپنے ہی سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے اور آخر میں دین حجاز میں آکر اس طرح پناہ لے گا جیسا کہ پہاڑی بکرا پہاڑ کی چوٹی پر جا کر پناہ لیتا ہے۔ بے شبہ جب اسلام دنیا میں آیا تھا تو وہ ایک پردیسی شخص کی طرح اپنے خیال کا اکیلا تھا اور آخر میں پھر اسی طرح پردیسی بن جائے گا تو مبارک ہو ان کو جو دین کی خاطر اپنے دیس میں بھی پردیسی کی طرح بن جائیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو اصلاح کریں گے میری سنت کی ان باتوں کی جو بدعتیوں نے میرے بعد آکر خراب کردی ہوں گی۔ (ترمذی شریف)

(۱۴۶۷) عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ مِنْ حَوَائِطِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُتَّكِئٌ يَرْكُزُ بِعُودٍ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ إِذَا اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ افْتَحْ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَإِذَا هُوَ أَبُو بَكْرٍ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ فَفَتَحْتُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ وَقُلْتُ لَهُ الَّذِي قَالَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَبْرًا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔
(رواه الشیخان)

(۱۴۶۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَيْتُ جِبْرَئِيلَ

(۱۴۶۷) ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں رونق افروز تھے اور اس وقت آپ ایک تر زمین میں ایک لکڑی کا سہارا لئے ہوئے تھے کہ دفعتہً کسی شخص نے دروازے پر دستک دی۔ آپؐ نے فرمایا دروازہ کھولو اور اس کو جنت کی بشارت دیدو۔ دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔ میں نے فوراً دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دیدی۔ اس کے بعد پھر کسی نے دروازہ کھلوانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا دروازہ کھولدو اور اس کو بھی جنت کی بشارت دیدو۔ میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عمرؓ تھے۔ میں نے اُن کے لئے بھی دروازہ کھولا اور ان کو بھی جنت کی بشارت سنا دی۔ اس کے بعد پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپؐ نے فرمایا دروازہ کھولدو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک آزمائش پر ان کو بھی جنت کی بشارت دیدو۔ میں نے دیکھا تو وہ عثمانؓ تھے۔ میں گیا اور ان کو بھی جنت کی بشارت سنا دی اور ان سے وہ بات بھی کہدی جو ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ انھوں نے فوراً یہ دعا فرمائی الٰہی اس پر صبر کی توفیق عطا فرما۔ اور اللہ ہی کی ذات پاک وہ ہے جس سے ہر معاملہ میں مدد طلب کی جاتی ہے۔

(۱۴۶۸) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو کسی اپنی خاص صورت میں دیکھ پایا تو

(۱۴۶۷) ایک جگہ خود راوی کا بیان ہے کہ یہ نشست اس طرح پر تھی کہ میں نے اسی سے ان کی قبروں کا اندازہ کرلیا تھا یعنی عثمان غنیؓ جہاں بیٹھے تھے وہ ایک جگہ ان حضرات سے ایک جانب میں بیٹھے تھے حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا کہ بعض بیداری کے واقعات بھی خواب کی طرح تعبیر طلب ہوتے ہیں پھر اس واقعہ کی بھی تعبیر تحریر فرمائی ہے۔ بعض ناقہموں کو اس سے کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔

(۱۴۶۸) یہ دیدار روحانی قرب و خصوصیات پر مبنی ہے۔ ابن عباسؓ تو ایک عظیم القدر فرشتے کے استحضار دیدار کی تاب نہ لا سکے اور اپنی آخر عمر میں نابینا ہوگئے۔ پھر بھلا الٰہی کو اس پر قیاس کر لیجئے آخر موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو ہزار اشتیاق کے باوجود لن ترانی کا جواب سننا ہی پڑا۔ ایسا ایک جبرئیل علیہ السلام کے حق میں کیوں ارشاد فرمایا گیا۔ یہ بہت تفصیل کا محتاج ہے

پھر بھی حقیقت حال کا علم تو اس علام الغیوب کو ہے۔ عالم شہادت کے بسنے والے عالم غیب سے بھلا کیسے آشنا ہوں۔ الا ان یشاء اللہ۔

لَمْ يَرَهُ خَلْقٌ اِلَّا عَمِيَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا وَلٰكِنْ اَنْ يُجْعَلَ ذٰلِكَ فِيْ اٰخِرِ عُمُرِهٖ (رواہ الحاکم کذا فی الدر المنثور ص۹۳) وفیہ وَكُنْتُ اَحْيَانًا اَرَاهُ كَمَا يَرَى الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ مِنْ وَّرَاءِ الْغِرْبَالِ۔ ص۹۲)

(۱۴۶۹) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَالْمِقْدَادَ وَكُلُّنَا فَارِسٌ فَقَالَ انْطَلِقُوْا حَتّٰى تَاْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّ بِهَا امْرَاَةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَعَهَا كِتَابٌ مِّنْ حَاطِبٍ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَاَدْرَكْنَاهَا تَسِيْرُ عَلٰى بَعِيْرٍ لَّهَا حَيْثُ فَقُلْنَا لَهَا اَيْنَ الْكِتَابُ؟ فَقَالَتْ مَا مَعِيَ كِتَابٌ قَالَ فَاَنَخْنَا بِهَا فَالْتَمَسْنَا الْكِتَابَ فِيْ رَحْلِهَا فَلَمْ نَرَ كِتَابًا قَالَ قُلْنَا مَا كَذَبَ

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی زیارت جس شخص کو بھی ہو وہ آخر کار نابینا ہو جاتا ہے مگر صرف ایک نبی اس سے مستثنیٰ ہے لیکن آخر عمر میں ہوتا ہے فوراً نہیں۔ ایک روایت میں ابن عباسؓ کا یہ بیان اور ہے کہ میں ان کو گاہ بگاہ اس طرح دیکھ لیتا تھا جیسا کوئی شخص اپنے پاس والے شخص کو پس پردہ پر چھائیں کی طرح دیکھ لیتا ہے یعنی بالکل آمنے سامنے صاف دیدار نہیں ہوتا تھا ورنہ معلوم نہیں کہ عام بشر کی کیا گت بنتی۔ (مستدرک)

(۱۴۶۹) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور ابو مرثدؓ اور زبیر بن العوام اور مقدادؓ ہم سب سواروں کو ایک گرفتاری کے سلسلہ میں بھیجا اور فرمایا جاؤ اور جب مقام روضۂ خاخ پر پہنچو تو وہاں تم کو ایک مسلمان عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہوگا جو حاطب نے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہے ہم چلے آخر ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ وہ اونٹ پر سوار اس کو تیز دوڑائے لئے جا رہی تھی اور ہم نے اس سے کہا خط کہاں ہے؟ وہ بولی میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا اونٹ بٹھا دیا اور اس کے کجاوہ میں خط تلاش کیا مگر کوئی خط ہماری نظر نہ پڑا ہم نے کہا یہ امر تو یقینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱۴۶۹) اسالیب کلام کو نہ جاننے والا اور فصاحت و بلاغت کے انداز بیان سے ناآشنا یہاں محض لفظی چکر میں پڑ کر حیران رہ جاتا ہے اور بے وجہ دماغ سوزی کر کے سوال و جواب کی الجھن میں پھنس جاتا ہے اور ایک کلام کا ذوق رکھنے والا جانتا ہے کہ یہ صرف تشریف و اکرام کا ایک پیرایہ ہے جس میں لفظی وسعت ہوتی ہے مگر وہ مراد نہیں ہوا کرتی۔ دیکھئے ایک موقعہ پر اپنی شان بے نیازی کے اظہار کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ — اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے

اب یہاں کون کہہ سکتا ہے کہ کفر و ایمان کا بندہ کو اختیار دیدیا گیا ہے اور یہ دونوں باتیں اس کے لئے جائز کر دی گئی ہیں، بلکہ صاف ظاہر ہے کہ شان ربوبیت کے استغناء اور اس کی بے نیازی کا یہ ایک پیرایہ بیان ہے جس کا اصل مقصد یہ ہے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنَّكِ قَالَ فَلَمَّا رَأَتْ أَنِّي أَهْوَيْتُ إِلَى حُجْزَتِهَا وَهِيَ مُحْتَجِزَةٌ بِكِسَاءٍ أَخْرَجَتِ الْكِتَابَ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَخَذْنَا الْكِتَابَ فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ حَاطِبُ بْنُ بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بِمَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا؟ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ كَانَ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ

خلاف واقع نہیں فرمایا تجھ کو خط نکالنا ہوگا نہیں تو ہم تجھے ننگا کرتے ہیں وہ ایک کمبلی پہنے ہوئے تھی جب اس نے دیکھا کہ میں اس کو ننگا کرنے کے لئے اس کے تہ بندی جگہ کی طرف بڑھا تو اس نے بالوں میں سے خط نکال کر دیدیا ہم نے وہ خط لے لیا اور اس کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کو کھول کر دیکھا تو خلاف توقع حاطب کی جانب سے مشرکین مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض جنگی رازوں کی اطلاع دی گئی تھی۔ آپ نے پوچھا کہو حاطب یہ کیا حرکت ہے؟ کہا: ذرا میری بات سن لیں اور میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیں میں خود اہل مکہ سے نہ تھا بلکہ باہر کا آدمی تھا جوان میں آکر بس گیا تھا اور یہ جو مہاجرین ہیں ان کی وہاں

کہ بندہ کا ایمان و کفر اس کے حق میں سب برابر ہے۔ اسی طرح مثلاً ایک طبیب اپنے مریض کی صحت کے بعد کہدیتا ہے کہ اب جو چاہو کھاؤ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کلمات سے اس نے زہر اور مضر اشیا کی بھی اجازت دیدی ہے بلکہ ظاہر ہے کہ یہ بھی مریض کے صحت کا ایک پیرایہ بیان ہے۔ اسی طرح اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ کا لفظ اہل بدر کے حق میں اس کا اعلان ہے کہ تم اپنے اس عمل کی بدولت یقین کرلو کہ بخشے جاچکے ہذا اب جو عمل چاہو کرو۔ یہ دوسری بات ہے کہ خدائی کلمات چونکہ بڑی حقیقت کے حامل ہوتے ہیں اس لئے اس کی فطرت پر اتنے اثر انداز ہوجاتے ہیں کہ پھر اس کی فطرت سے دوزخ کے اسباب کرنے کی صلاحیت ہی معدوم ہوجاتی ہے اس لئے یہ لفظی توسیع ایک طرف تو اکرام و تشریف کا پیغام ہوتی ہے اور دوسری طرف کبائر سے ان کی حفاظت کی بشارت بھی ہوتی ہے۔ بس دیکھ لیجئے یہاں حاطب کے عمل کی صورت کتنی مہلک تھی حتی کہ اس پر نفاق وارتداد تک کا شبہ بھی پیدا ہو سکتا تھا لیکن جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کی حقیقت انسان کی ایک فطرت کی کمزوری سے ذرا بھی آگے نہ تھی۔

شانِ نبوت بھی کمالات ربانی کی کیسی مظہر ہوتی ہے کہ یہاں اب بھی یہ نہیں فرمایا جاتا کہ یہ کوئی کفر کی بات ہی نہیں یہ تو صرف ایک انسانی کمزوری ہے جس سے بشر جب تک وہ بشر ہے مستثنی نہیں ہو سکتا مبادا اس تشریح سے اس تشریف میں کمی پیدا ہوجو اکرم الاکرمین کو ان کلمات سے اہل بدر کی مقصود تھی۔

مصلحت اور مفسدہ میں جب تعارض واقع ہوجائے تو کہاں مصلحت کو مقدم کرنا چاہئے اور کہاں مفسدہ کو یہ شریعت کا ایک بہت بڑا اہم باب ہے جس کو حضرت علیؓ جیسا شخص ہی پورا اندازہ کر سکتا ہے اب دیکھئے کہ یہاں ایک طرف مصلحت چاہتی ہے کہ اس عورت کے انکار پر اس کو اگر عریاں بھی کرنا پڑے تو اس صورت سے بھی اس کی تلاشی ضرور لے لی جائے دوسری طرف اجنبی عورت کے سترکشف کرنے کی مضرت بھی کچھ کم نہ تھی مگر حضرت علیؓ کو یہاں مخبر صادق کی خبر کا یقین تھا

أَهْلَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَالِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ ذَالِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضَاءً بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ. فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ. (رواه الشيخان)

(۱۴۷۰) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَعَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَخَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ. وَفِي رِوَايَةٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى أَصْحَمَةَ النَّجَاشِيِّ وَفِي لَفْظٍ

رشتہ داری تھی جس کے ذریعہ ان کے عزیزوں کی وہاں نگہداشت ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ جب میرا اُن سے کوئی رشتے ناطے کا تعلق نہیں تو لاؤ ان پر کوئی احسان ہی کردوں جس کی رعایت سے وہ میرے خاندان والوں کی بھی حفاظت کریں۔ بس اتنی ہی بات ہے ورنہ میں نے یہ حرکت نہ تو کفر کی وجہ سے کی ہے اور نہ اس لئے کہ میں مرتد ہوگیا ہوں یا کفر سے خوش ہوں۔ میرا بیان سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انھوں نے جو بات کہی وہ سچ سچ کہدی ہے۔ عمرؓ غصہ میں بولے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اس منافق کا سر تن سے جدا کرنے دیں؟ آپ نے فرمایا یہ جنگ بدر میں شریک ہوچکا ہے اور تم کو کیا معلوم ہے کہ شرکائے بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ جو عمل چاہو کرو میں تم سب کو بخش چکا۔ (شیخین)

(۱۴۷۰) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی خبر آنے سے پہلے جس دن اس کا انتقال ہوا تھا اسی دن لوگوں کے سامنے بیان فرمادی تھی اس کے بعد آپ نے باہر تشریف لاکر نماز جنازہ ادا فرمائی اور چار تکبیریں کہیں۔ جابرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی کی نماز جنازہ ادا کی اور ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ نجاشی اللہ تعالیٰ کے ایک

اور وہ اس کے لئے مامور بھی تھے کہ جو خط اس کے پاس ہے وہ لیکر آئیں اس لئے انھوں نے کسی غلطی اور تخمینی بات پر اس مفسدہ پر جرأت نہیں کی بلکہ آپ کے صریحی حکم کی تعمیل کی جب کوئی صورت باقی نہ رہی تو آخر ایسی بات کی بھی دھمکی دیدی جس کے بعد اس کے لئے خط کے حوالہ کردینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جو توازن کے ساتھ حالات کا اندازہ نہیں لگاتے وہ یا تو مصلحت کی خاطر کھلے محرمات میں بیباک ہوجاتے ہیں یا پھر مفسدہ کا اندازہ نہ لگا کر اجتماعی مصالح کو معمولی سی باتوں پر قربان کرڈالتے ہیں۔ جب تک شریعت کا پورا پورا علم اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے خوف سے قلب پورا معمور نہ ہو اس توازن کو نبھانا مشکل ہے ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس کو نہ تو نیک بخت، نادان بنا سکتا ہے اور نہ شرعی مزاج سے ناواقف دانا۔

مِنْ رِوَايَةِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَدْ مَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ الصَّالِحُ أَصْحَمَةُ فَأَمَّنَا وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ إِنَّ أَخَاكُمْ قَدْ مَاتَ فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَعْنِي النَّجَاشِيَّ (رواه الشيخان)

(۱۴۷۱) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى زَيْدٍ يَعُودُهُ مِنْ مَرَضٍ كَانَ بِهٖ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْ مَرَضِكَ بَأْسٌ وَلٰكِنْ كَيْفَ لَكَ إِذَا عُمِّرْتَ بَعْدِي فَعَمِيتَ قَالَ أَحْتَسِبُ وَأَصْبِرُ قَالَ إِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَتْ (أُنَيْسَةُ بِنْتُ زَيْدٍ) فَعَمِيَ بَعْدَ مَا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ مَاتَ۔ (رواه البيهقي في دلائل النبوة)

(۱۴۷۲) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ نَصْرَانِيٌّ فَأَسْلَمَ وَقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَكَانَ يَكْتُبُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَادَ نَصْرَانِيًّا فَكَانَ يَقُولُ مَا يَدْرِي مُحَمَّدٌ إِلَّا مَا كَتَبْتُ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ آيَةً فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَقَالُوا هٰذَا فِعْلُ مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِهٖ لَمَّا هَرَبَ

نیک بندے اصحمہ کی وفات ہوگئی ہے اور اس پر نماز ادا فرمائی اور ہماری امامت فرمائی۔ اور عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تمہارا ایک اسلامی بھائی انتقال کرگیا ہے پس اس پر نماز جنازہ پڑھو۔

(۱۴۷۱) حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ حضرت زیدؓ بیمار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بیمار پرسی کو تشریف لائے اور فرمایا اس بیماری سے تو تمہیں کوئی اندیشہ نہیں لیکن یہ بتاؤ کہ جب تم میرے بعد طویل عمر پاؤگے اور نابینا ہوجاؤ گے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں صبر کروں گا اور طلب ثواب کی نیت اور توقع رکھوں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب تو پھر تم جنت میں بغیر حساب کتاب کے پہنچ جاؤ گے۔ انیسہ بنت زیدؓ کہتی ہیں کہ واقعی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد نابینا ہوگئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا بھی دی کہ بینا ہوگئے اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (بیہقی)۔

(۱۴۷۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عیسائی ایمان لایا اور مسلمان ہوا اور اس نے سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب ہوگیا تھا مگر پھر عیسائی بن گیا۔ وہ کہنے لگا تھا کہ محمد کو (صلی اللہ علیہ وسلم) انہی باتوں کا علم ہوتا ہے جو میں ان کے لئے لکھ دیا کرتا ہوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا فرمائی: اے اللہ اس کو ایسی سزا دیجئے کہ آپ کی قدرت کی نشانی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے موت دی پھر اس کا یہ حال ہوگیا کہ اس کی لاش زمین نے باہر پھینک دی۔ ان لوگوں نے دیکھ کر کہا کہ ہو نہ ہو یہ کام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا ہے کہ جب وہ

مِنْهُمْ نَبَشُوا عَنْ صَاحِبِنَا فَأَلْقَوْهُ فَحَفَرُوا لَهُ فَأَعْمَقُوا مَا اسْتَطَاعُوا فَأَصْبَحَ وَقَدْ لَفَظَتْهُ الْأَرْضُ فَقَالُوا مِثْلَ الْأَوَّلِ فَحَفَرُوا لَهُ وَأَعْمَقُوا فَلَفَظَتْهُ الثَّالِثَةَ فَعَلِمُوا أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلِ النَّاسِ فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذًا۔ (رواہ الشیخان)

الرسول الاعظم وصبرہ وسماحتہ وتحملہ الاذی فی سبیل اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ

(۱۴۷۳) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قِصَّةَ الصَّحِيفَةِ وَرَوَاهَا عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بِمَعْنَاهُ قَالَ ثُمَّ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ اشْتَدُّوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَشَدِّ مَا كَانُوا حَتَّى بَلَغَ الْمُسْلِمِينَ الْجَهْدُ وَاشْتَدَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاجْتَمَعَتْ قُرَيْشٌ فِي مَكْرِهَا أَنْ يَقْتُلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَةً فَلَمَّا رَأَى أَبُو طَالِبٍ عَمَلَ الْقَوْمِ جَمَعَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يُدْخِلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعْبَهُمْ وَيَمْنَعُوهُ مِمَّنْ أَرَادَ قَتْلَهُ فَاجْتَمَعُوا عَلَى ذٰلِكَ مُسْلِمُهُمْ وَكَافِرُهُمْ

ان کے گروہ سے الگ ہو گیا تو انھوں نے اس کی قبر کھود ڈالی اور اس کی لاش باہر ڈال دی۔ عیسائیوں نے پھر اس کی قبر کھودی اور جتنی گہری کھود سکتے تھے اتنی گہری کھودی پھر صبح کو دیکھا تو زمین نے اس کی لاش باہر پھینک دی تھی۔ پھر عیسائیوں نے پہلے کی طرح الزام دیا پھر اس کے لئے تیسری بار قبر کھودی اور خوب گہری کھودی پھر بھی زمین نے اس کی لاش اگل دی۔ تب لوگ سمجھے کہ یہ کام آدمیوں کا نہیں ہو سکتا تو اسے یونہی باہر پڑا چھوڑ دیا۔ (بخاری مسلم)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال حلم و درگذر اور اللہ کی راہ میں ناقابلِ برداشت اذیتوں پر صبر و تحمل فرمانا

(۱۴۷۳) ابن شہاب سے قصۂ صحیفہ (یعنی بنو ہاشم کے مقابلے پر مشرکین قریش کا باہم عہدنامہ جس کو عروۃ بن الزبیرؓ نے بیان کیا منقول ہے اور محمد بن اسحاق (مشہور مورخ) نے بھی اس کا خلاصہ نقل کیا ہے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر مشرکین کی ایذائیں اور سختیاں پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئیں یہاں تک کہ مسلمان سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے اور ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ ادھر

(۱۴۷۳) اس واقعہ کو حافظ ابن تیمیہؒ نے بطور آپ کے ایک معجزہ ہونے کے نصاریٰ کے سامنے رکھا ہے لیکن ہمارے بعض علما نے اس کو بھی مرسل کہہ کر آپ کے معجزات میں سے علیحدہ کر دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مرسل کی حیثیت ان عالم کے نزدیک کتنی کمتر کیوں ہے جبکہ مراسیل کا احکام کے باب میں حجت ہونا تسلیم کر لیا گیا ہو۔ بالخصوص حنفیہ کے نزدیک پھر سلف ائمہ حدیث نے مراسیل پر مستقل تصانیف لکھی ہیں۔ امام شافعیؒ کو مراسیل ... مگر وہ بھی علی الاطلاق رد نہیں

فمنهم من فعله حمية ومنهم من فعله إيمانا ويقينا. فلما عرفت قريش أن القوم قد منعوا الرسول صلى الله عليه وسلم واجتمعوا على ذلك واجتمع المشركون من قريش اجمعوا أمرهم أن لا يجالسوهم ولا يبايعوهم ولا يدخلوا بيوتهم حتى يسلموا رسول الله صلى الله عليه وسلم للقتل وكتبوا في مكرهم صحيفة وعهودا ومواثيق لا يقبلوا من بني هاشم أبدا صلحا ولا تأخذهم بهم رأفة حتى يسلموه للقتل فلبث بنو هاشم في شعبهم ثلاث سنين واشتد عليهم البلاء والجهد وقطعوا عنهم الأسواق فلا يتركوا طعاما يقدم مكة ولا بيعا إلا بادروهم إليه فاشتروه يريدون بذلك أن يدركوا سفك دم رسول الله صلى الله عليه وسلم

قریش اس پر متفق ہو گئے کہ آپ کو کسی تدبیر سے کھلم کھلا قتل کر دیں۔ جب ابو طالب نے قوم کا یہ ظلم دیکھا تو انھوں نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ٹھکانے میں لیجائیں اور جو شخص بھی آپؐ کے قتل کا ارادہ کرے اس کو اس ارادۂ بد سے منع کریں۔ ابو طالب کے اس کہنے پر عبد المطلب کا سارا قبیلہ کیا مسلمان اور کیا کافر سب کے سب متفق ہو گئے۔ یہ دوسری بات تھی کہ آپؐ کی یہ حمایت کسی کی تو صرف حمیت قومی کی بنا پر تھی اور کسی کی ایمان و یقین کی بنا پر۔ ادھر قریش نے جب یہ دیکھا کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت پر متفق ہو چکے ہیں تو مشرکین قریش بنو عبد المطلب کے مقابلے پر بائیکاٹ کے لئے متفق ہو گئے کہ نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کریں گے اور نہ خرید و فروخت اور نہ اُن کے گھروں میں آمد و رفت رکھیں گے یہاں تک کہ وہ قتل کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد نہ کر دیں اور اس سلسلہ میں انھوں نے ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ ذکر کیا کہ بنو ہاشم سے اس وقت تک ہرگز کوئی صلح نہ کریں گے اور نہ ان پر رحم کھائیں گے جب تک کہ وہ قتل کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ان کے ہاں بھی استثنا موجود ہے۔ ہمارے نزدیک امام زہریؒ کی جلالت قدر اور متاخرین میں حافظ ابن تیمیہؒ کا اس کو نقل کر دینا اس کے معتبر ہونے کے لئے کافی ضمانت ہے۔ بالخصوص جبکہ دوسرے طرق سے بھی یہ واقعہ ثابت ہے۔ ابن لہیعہ کو گو ضعیف کہا گیا ہے مگر ان کے بارے میں اختلاف آراء کے علاوہ اس درجہ ضعف کہ ان کا بیان ساقط الاعتبار ہو قابل تسلیم نہیں۔

چلئے اگر اس ایک واقعہ کو حدیث کہنے میں کوئی تامل ہو تو بہت سی احکام کی حدیثوں میں بھی ان پر حدیث کا حکم لگانا مشکل ہوگا۔ حالانکہ محدثین نے ان کو بالاتفاق اپنی مصنفات میں صرف ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اپنا مختار بھی بنا لیا ہے اسی لئے حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی خشک مزاجی کے باوجود اس کے دلائل نبوت ہونے میں ادنیٰ سے تامل کئے بغیر دنیا کے سامنے اس کو پیش کر دیا ہے اور ان ہی کے اتباع میں اس کو اسلامی تاریخ کے عجائبات میں شمار کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا۔ جبکہ اس ایک واقعہ کو الگ رکھ کر بھی ہمارے پاس آپؐ کے بیشمار دلائل نبوت جو زبردست دشمنوں کے واسطے بھی قابل انکار نہیں موجود ہیں تو ان ہی اخبار کے درمیان اس کو تحریر کر دینے میں ہمارا قلم کیوں جھجکے۔

زَادَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ حَتَّى كَانَ تُسْمَعُ أَصْوَاتُ صِبْيَانِهِمْ يَتَضَاغَوْنَ مِنْ وَرَاءِ الشِّعْبِ مِنَ الْجُوعِ وَعَدَوْا عَلَى مَنْ أَسْلَمَ فَأَوْثَقُوهُمْ وَآذَوْهُمْ وَاشْتَدَّ الْبَلَاءُ عَلَيْهِمْ وَعَظُمَتِ الْفِتْنَةُ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا. قَالَ قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ فِي تَمَامِ حَدِيثِهِ وَكَانَ أَبُو طَالِبٍ إِذَا أَخَذَ النَّاسُ مَضَاجِعَهُمْ أَمَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ عَلَى فِرَاشِهِ حَتَّى يَرَى ذٰلِكَ مَنْ أَرَادَ مَكْرًا بِهِ وَاغْتِيَالَهُ فَإِذَا نَوَّمَ النَّاسُ أَمَرَ أَحَدَ بَنِيهِ أَوْ إِخْوَتِهِ أَوْ بَنِي عَمِّهِ فَاضْطَجَعَ عَلَى فِرَاشِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَ بَعْضَ فُرُشِهِمْ فَيَنَامُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ رَأْسُ ثَلَاثِ سِنِينَ تَلَاوَمَ رِجَالٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَمِنْ بَنِي قُصَيٍّ وَرِجَالٌ سِوَاهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ وَلَدَتْهُمْ نِسَاءُ بَنِي هَاشِمٍ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَطَعُوا الرَّحِمَ وَاسْتَخَفُّوا بِالْحَقِّ وَاجْتَمَعَ أَمْرُهُمْ مِنْ لَيْلَتِهِمْ عَلَى نَقْضِ مَا تَعَاهَدُوا عَلَيْهِ مِنَ الْغَدْرِ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُ وَبَعَثَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى صَحِيفَتِهِمُ الَّتِي فِيهَا الْمَكْرُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَرَضَةَ فَلَحَسَتْ

کو ان کے سپرد نہ کر دیں اس کے بعد بنو ہاشم تین سال تک اسی طرح تنگی میں محبوس رہے سختیاں اور مصائب کا دوران پر زیادہ سے زیادہ شدید ہوتا رہا مشرکین قریش نے ان کے لئے بازاروں کی آمد و رفت بند کر دی اور جب باہر سے کھانے کا کوئی سامان مکہ مکرمہ آتا تو فوراً لپک کر اس کو خرید لیتے اور مقصد یہ تھا کہ اس ایذا رسانی کی تدبیر سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہانے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جائیں۔ اس جگہ ابن اسحاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ بنو ہاشم پر بھوک کی شدت کا عالم یہ ہو گیا تھا کہ ان کے بچوں کی آواز بنو ہاشم والی گھاٹی کے باہر سے کانوں میں آتی تھی کہ وہ بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو باندھ کر ڈال دیا تھا اس پر ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے غرض کہ عظیم آزمائش کا وقت تھا اور مسلمانوں پر گویا قیامت برپا تھی۔ یہاں موسیٰ بن عقبہ اس واقعہ کے تتمہ میں بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر چلے جاتے تو ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ وہ ان کے بچھونے پر جا لیٹیں یہاں تک کہ جو بد کردار آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہو وہ یہ دیکھ لے۔ پھر جب لوگوں کو سلا دیتے تو اپنے کسی بچے یا بھائی یا بھتیجے سے کہتے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر جا سوئے جب اس دور پر تیسرا سال ہونے لگا تو بنو عبد مناف اور بنو قصی اور ان کے علاوہ قریش کے اور لوگوں نے جو بنو ہاشم کی اولاد تھے باہم ایک دوسرے کو ملامت کی اور انھوں نے سمجھا کہ انھوں نے باہم رشتہ داری کا تعلق ختم کر کے حق کے خلاف کیا اور قطع رحم کے جرم کے مرتکب ہو گئے اور اسی رات میں ان کا یہ مشورہ ٹھہر گیا کہ غداری اور بائیکاٹ کے جو منصوبے

كُلَّ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ. وَيُقَالُ كَانَتْ مُعَلَّقَةً فِي سَقْفِ الْبَيْتِ فَلَمْ تَتْرُكْ اِسْمًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا اِلَّا لَحِسَتْهُ وَبَقِيَ مَا فِيهَا مِنْ شِرْكٍ اَوْ ظُلْمٍ اَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ وَاَطْلَعَ اللّٰهُ رَسُولَهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ بِصَحِيفَتِهِمْ فَذَكَرَ ذَالِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي طَالِبٍ فَقَالَ اَبُو طَالِبٍ لَا وَالثَّوَاقِبِ مَا كَذَبَنِي فَانْطَلَقَ يَمْشِي بِعِصَابَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ وَهُوَ حَافِلٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا رَاَوْهُمْ عَامِدِيْنَ بِجَمَاعَتِهِمْ اَنْكَرُوا ذَالِكَ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ خَرَجُوا مِنْ شِدَّةِ الْبَلَاءِ فَاَتَوْهُمْ لِيُعْطُوهُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ اَبُو طَالِبٍ فَقَالَ قَدْ حَدَثَتْ اُمُورٌ بَيْنَكُمْ لَمْ نَذْكُرْهَا لَكُمْ فَاْتُوا بِصَحِيفَتِكُمُ الَّتِي تَعَاهَدْتُمْ عَلَيْهَا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَكُونَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَنَا صُلْحٌ وَاِنَّمَا قَالَ ذَالِكَ خَشْيَةَ اَنْ يَنْظُرُوا فِي الصَّحِيفَةِ قَبْلَ اَنْ يَاْتُوا بِهَا فَاَتَوْا بِصَحِيفَتِهِمْ مُعْجِبِيْنَ بِهَا لَا يَشُكُّونَ اَنَّ الرَّسُولَ مَدْفُوعٌ اِلَيْهِمْ فَوَضَعُوهَا بَيْنَهُمْ وَقَالُوا قَدْ اٰنَ لَكُمْ اَنْ تَقْبَلُوا وَتَرْجِعُوا اِلٰى اَمْرٍ يَجْمَعُ قَوْمَكُمْ

انھوں نے گانٹھ رکھے تھے وہ یکلخت توڑ ڈالیں، ادھر جس عہد نامے میں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادۂ بد کا ذکر کیا تھا اس کو قدرت نے دیمک لگادی اور وہ اس عہد نامہ کو چاٹ گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عہدنامہ بیت اللہ کی چھت میں لٹکا ہوا تھا دیمک نے اس عہدنامے میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لکھا ہوا تھا تمام جگہ سے اس کو چاٹ لیا تھا اور جو جو شرک یا ظلم یا قطع رحم کی باتیں تھیں وہ سب چھوڑ دی تھیں عہدنامہ کا یہ سارا ماجرا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر کھولدیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب ابوطالب سے ذکر کردیا۔ ابوطالب نے قسم کھا کر کہا آپ نے مجھ سے جھوٹ نہیں فرمایا اور بنوعبدالمطلب کی ایک جماعت ساتھ لے کر چل پڑے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوگئے اس وقت مسجد قریش سے بھری ہوئی تھی جب انھوں نے ابوطالب کو اپنی جماعت کے ساتھ اپنی طرف آتا دیکھا تو اُن کو نئی سی بات معلوم ہوئی اور انھوں نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب تکالیف سے تنگ آکر یہاں آئے ہیں تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کردیں، اس پر ابوطالب بولے تمہارے معاملے میں کچھ جدید باتیں ایسی پیش آئی ہیں جو ابھی ہم نے تم کو نہیں بتائیں تو اب وہ کاغذ لاؤ جس پر تم نے باہم عہد کیا ہے شاید کہ ہمارے اور تمہارے مابین صلح کی کوئی صورت پیدا ہوجائے۔ انھوں نے یہ مجمل بات اس لئے فرمائی کہ کہیں وہ لوگ صحیفے کے لانے سے پہلے ہی پہلے اس کی دیکھ بھال نہ کرلیں وہ بڑے فخر کے ساتھ اس صحیفے کو لے آئے اور ان کو اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ان کے حوالے کردیئے جائیں گے انھوں نے اس کو

وَاِنَّمَا قَطَعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ جَعَلْتُمُوهُ خَطَرَ الْهَلَكَةِ لِقَوْمِكُمْ وَعَشِيرَتِكُمْ وَفَسَادٍ بَيْنَكُمْ فَقَالَ اَبُوْ طَالِبٍ اِنَّمَا اَتَيْتُكُمْ لِاُعْطِيَكُمْ اَمْرًا فِيْهِ نَصَفٌ فَاِنَّ ابْنَ اَخِي اَخْبَرَنِي وَلَمْ يَكْذِبْنِي اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بَرِيٌّ مِّنْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ الَّتِي فِي اَيْدِيكُمْ وَمَحَى كُلَّ اسْمٍ هُوَ لَهُ فِيهَا وَتَرَكَ فِيهَا غَدْرَكُمْ وَقَطِيعَتَكُمْ اِيَّانَا وَتَظَاهُرَكُمْ عَلَيْنَا بِالظُّلْمِ فَاِنْ الْحَدِيثُ الَّذِي قَالَ ابْنُ اَخِي كَمَا قَالَ فَاَفِيقُوْا فَوَاللّٰهِ لَا نُسْلِمُهُ اَبَدًا حَتّٰى نَمُوتَ مِنْ عِنْدِ اٰخِرِنَا وَاِنْ كَانَ الَّذِي قَالَ بَاطِلًا دَفَعْنَاهُ اِلَيْكُمْ فَقَتَلْتُمُوهُ اَوِ اسْتَحْيَيْتُمُوهُ قَالُوْا قَدْ رَضِينَا بِالَّذِي تَقُولُ فَفَتَحُوا الصَّحِيفَةَ فَوَجَدُوا الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخْبَرَ خَبَرَهَا فَلَمَّا رَاَتْهَا قُرَيْشٌ كَالَّذِي قَالَ اَبُوْ طَالِبٍ قَالُوا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مِّنْ صَاحِبِكُمْ فَارْتَكَسُوا وَعَادُوا اشَرَّ مَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ كُفْرِهِمْ وَالشِّدَّةِ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَعَلٰى رَهْطِهِ وَالْقِيَامِ بِمَا تَعَاهَدُوا عَلَيْهِ فَقَالَ اُولٰئِكَ

لاکر درمیان میں رکھدیا اور بولے وقت آگیا کہ تم لوگ ہماری بات قبول کر لو اور اس راہ کی طرف لوٹ آؤ جو تماری قوم میں پھر اتفاق پیدا کردے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہی شخص پھوٹ کا باعث ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم اور اپنے قبیلے کی بربادی اور باہمی فساد کا ذریعہ بنالیا ہے، اس پر ابوطالب نے کہا دیکھو میں تمہارے سامنے انصاف کی طرف ایک بات پیش کرنے آیا ہوں میرے بھتیجے نے مجھے بتلایا ہے اور یقیناً اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ جو صحیفہ تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور اس نے جہاں جہاں اپنا نام تھا اس کو ہر جگہ سے مٹا دیا ہے اور تمہاری غداری اور ہمارے ساتھ قطع رحمی اور ہمارے برخلاف ظلم پر تمہارے باہم اتفاق کو باقی رکھا ہے اب اگر حقیقت اسی طرح نکلے جس طرح میرے بھتیجے نے کہی ہے تو ہوش میں آجاؤ، خدا کی قسم ہم اس وقت تک ان کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمارا بچہ بچہ موت کے گھاٹ نہ اتر جائے اور اگر آپ کی بات غلط نکلے تو ہم ان کو تمہارے حوالے کر دیں گے، پھر خواہ ان کو تم قتل کر دینا یا زندہ رہنے دینا، وہ بولے ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے عہدنامہ کھولا دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے سچے تھے جو معاملہ تھا وہ پہلے بتا چکے تھے جب قریش نے دیکھا کہ بات وہی نکلی جو ابوطالب فرما چکے تھے تو کہنے لگے خدا کی قسم یہ تو تمہارے ساتھی کا جادو معلوم ہوتا ہے اور پھر لوٹ کر اپنے کفر اور آپ کی اور مسلمانوں کی ایذارسانی میں اور بڑھ گئے اور اپنے پہلے عہد پر اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے۔ بنو عبدالمطلب کی اس جماعت نے کہا کہ جھوٹ بولنا اور جادوگری کے مستحق تو ہم سے پہلے

النَّفَرُ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ أَوْلَى بِالسِّحْرِ وَالْكَذِبِ غَيْرُنَا۔ كَيْفَ تَرَوْنَ فَإِنَّا نَعْلَمُ أَنَّ الَّذِي اجْتَمَعْتُمْ عَلَيْنَا مِنْ قَطِيعَتِنَا أَقْرَبُ إِلَى الْجِبْتِ وَالسِّحْرِ مِنْ أَمْرِنَا وَلَوْلَا أَنَّكُمْ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى السِّحْرِ لَمْ تَفْسُدْ صَحِيفَتُكُمْ وَهِيَ فِي أَيْدِيكُمْ طَمَسَ اللهُ مَا كَانَ فِيهَا مِنِ اسْمِهِ وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ بَغْيٍ تَرَكَهُ۔ أَفَنَحْنُ السَّحَرَةُ أَمْ أَنْتُمْ؟ فَقَالَ عِنْدَ ذَالِكَ النَّفَرُ مِنْ بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ وَبَنِي قُصَيٍّ وَرِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ وَلَدَتْهُمْ نِسَاءُ بَنِي هَاشِمٍ۔ مِنْهُمْ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ وَالْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ وَزُهَيْرُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ وَزَمْعَةُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَهِشَامُ ابْنُ عَمْرٍو وَكَانَتِ الصَّحِيفَةُ عِنْدَهُ وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ فِي رِجَالٍ مِنْ أَشْرَافِهِمْ وَوُجُوهِهِمْ نَحْنُ بُرَآءُ مِمَّا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ۔ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ لَعَنَهُ اللهُ هٰذَا أَمْرٌ قُضِيَ بِلَيْلٍ وَأَنْشَأَ أَبُو طَالِبٍ يَقُولُ الشِّعْرَ فِي شَأْنِ صَحِيفَتِهِمْ وَيَمْدَحُ النَّفَرَ الَّذِينَ تَبَرَّءُوا وَنَقَضُوا مَا كَانَ فِيهَا مِنْ عَهْدٍ وَيَمْتَدِحُ النَّجَاشِيَّ۔

کہیں اور لوگ نہ ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہمارے ساتھ قطع رحمی کے جرم پر تم ہی لوگ متفق ہوئے ہو اب اس بات کو خباثت یا جادو کہنا زیادہ مناسب ہے یا اُس صلح و آشتی جو ہمارا طرزِ عمل رہا ہے اگر تم لوگ متفق ہو کر جادو نہ چلاتے تو تمہارا عہد نامہ کبھی دیمک نہ کھاتی اب دیکھتے ہو کہ یہ تمہارے ہی قبضہ میں تھا اور اس کے با وجود اس میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک تھا وہ سب اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے اور جس جس جگہ تمہارے ظلم کی باتیں تھیں وہ سب رہنے دی ہیں، بولو اب جادو چلانے والے تم ہوئے یا ہم۔ یہ سن کر کچھ لوگ قبیلہ بنو عبد مناف بنو قصی اور قریش کے وہ لوگ جو بنو ہاشم کی عورتوں سے پیدا شدہ تھے بولے جن میں ان کے بڑے بڑے مشاہیر شامل تھے جیسے ابو البختری، مطعم بن عدی، زہیر بن ابی امیہ، زمعہ بن الاسود اور ہشام بن عمرو، ان ہی کے قبضہ میں یہ عہد نامہ تھا اور یہ بنو عامر بن لوی کی اولاد تھے، یہ اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب لوگ اس عہد نامہ سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پر ابو جہل بولا، اچھا یہ سازش رات میں کی گئی ہے۔ اس عہد نامہ کے بارے میں اور اس جماعت کی شان میں جنھوں نے اس عہد نامہ سے علیحدگی ظاہر کردی تھی اور اس میں جو عہد مذکور تھا اس کو توڑ دیا تھا ابو طالب نے مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ اور نجاشی بادشاہ کے متعلق بھی مدحیہ اشعار کہے ہیں (کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کا ہمدرد تھا) موسیٰ ابن عقبہ (صاحب مغازی) بیان کرتے ہیں کہ جب اس عہد نامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محو و اثبات کر کے خراب کر دیا تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ پھر ملنے جلنے لگے۔

(۱۴۷۴) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ اِنَّ فَتًی شَابًّا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ائْذَنْ لِیْ بِالزِّنَاءِ فَاَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَیْہِ فَزَجَرُوْہُ وَقَالُوْا مَہْ مَہْ فَقَالَ اُدْنُہْ فَدَنَا مِنْہُ قَرِیْبًا قَالَ فَجَلَسَ قَالَ اَتُحِبُّہٗ لِاُمِّکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاُمَّہَاتِہِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِاِبْنَتِکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِبَنَاتِہِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِاُخْتِکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِاَخَوَاتِہِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِعَمَّتِکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِعَمَّاتِہِمْ قَالَ اَفَتُحِبُّہٗ لِخَالَتِکَ قَالَ لَا وَاللّٰہِ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ قَالَ وَلَا النَّاسُ یُحِبُّوْنَہٗ لِخَالَاتِہِمْ قَالَ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلَیْہِ وَقَالَ اَللّٰہُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَہٗ وَطَہِّرْ قَلْبَہٗ وَحَصِّنْ فَرْجَہٗ فَلَمْ یَکُنْ بَعْدَ ذٰلِکَ الْفَتٰی یَلْتَفِتُ اِلٰی شَیْءٍ (رواہ الامام احمد فی مسندہ ج۵ ص۲۵۶)

(۱۴۷۴) ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو زنا کرنے کی اجازت دیدیجئے۔ اس نازیبا سوال پر صحابہؓ نے چاروں طرف سے اس کو ڈانٹ پھٹکار شروع کردی اور خاموش خاموش کا شور مچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ذرا قریب آجاؤ وہ آپ کے قریب آکر بیٹھ گیا اس کے بعد آپؐ نے اس سے فرمایا بتا تو اپنی ماں کے ساتھ یہ فعل گوارا کرے گا؟ اس نے کہا آپ پر قربان جاؤں بخدا ہرگز نہیں آپ نے کہا اچھا تو پھر اور لوگ اس کو اپنی ماؤں کے حق میں یہ کیسے گوارا کرسکتے ہیں اس کے بعد آپؐ نے اس کی بیٹی کے متعلق یہی سوال کیا اور اسی طرح بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں اس کے سب محارم کے متعلق یہی سوال کیا اور ہر ایک کے جواب میں وہ یہی کہتا رہا میری جان آپ پر قربان ہرگز نہیں اور آپؐ بھی یہی فرماتے رہے کہ جس عورت کے ساتھ بھی تو اس فعل کا ارادہ کرے گا وہ بھی ضرور کسی کی ماں، بیٹی، بہن، پھوپی اور خالہ ہوگی تو پھر اور لوگ اس کو کیسے گوارا کرسکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد آپؐ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھا اور یہ دعا کی خداوندا اس کے گناہ بخشدے اور اس کا دل پاکیزہ بنادے اور اس کو پاکدامن بنادے۔ بس وہ دن تھا کہ پھر یہ نوجوان کسی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ (مسند امام احمد)

(۱۴۷۴) اس کا نام ہے نبوت، آپ نے دیکھا کہ ایک طرف کس حکیمانہ انداز میں اس کو نصیحت فرمائی اور دوسری طرف کیسی مستجاب دعا دی۔ اگر آپ صرف دعا پر کفایت فرما لیتے تو یہ معجزہ صرف اسی کے حق میں معجزہ ہو کر رہ جاتا مگر اب آپؐ کے یہ ناصحانہ کلمات ہر ذی حس کے لئے تاقیامت معجزہ کا اثر دکھاتے رہیں گے۔ دل چاہتا ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ پورے اعتقاد کے ساتھ نمازوں کے بعد یہی دعا کر کے شفایاب ہوتے رہیں۔

(۱۴۷۵) رَوَى الْبُخَارِيُّ فِيْ قِصَّةِ قَتْلِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَلَمَّا رَجَعَ النَّاسُ إِلَى مَكَّةَ رَجَعْتُ مَعَهُمْ فَأَقَمْتُ بِمَكَّةَ حَتّٰى فَشَا فِيْهَا الْإِسْلَامُ ثُمَّ خَرَجْتُ إِلَى الطَّائِفِ فَأَرْسَلُوْا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلًا فَقِيْلَ لِيْ إِنَّهُ لَا يَهِيْجُ الرُّسُلَ قَالَ فَخَرَجْتُ مَعَهُمْ حَتّٰى قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ قَالَ أَنْتَ وَحْشِيٌّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَنْتَ قَتَلْتَ حَمْزَةَ قُلْتُ قَدْ كَانَ مِنَ الْأَمْرِ مَا بَلَغَكَ قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ أَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ قُلْتُ لَأَخْرُجَنَّ إِلٰى مُسَيْلِمَةَ لَعَلِّيْ أَقْتُلُهُ فَأُكَافِئَ بِهِ حَمْزَةَ فَرَمَيْتُهُ بِحَرْبَتِيْ فَأَضَعُهَا بَيْنَ ثَدْيَيْهِ حَتّٰى خَرَجَتْ مِنْ بَيْنِ كَتِفَيْهِ (رواہ البخاری ص ۵۸۳ ج ۲)

(۱۴۷۵) امام بخاریؒ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل میں وحشیؓ قاتل حمزہؓ کا بیان نقل فرماتے ہیں کہ جب سب لوگ مکہ کی طرف لوٹے تو میں بھی مکہ میں مقیم ہوگیا یہاں تک کہ (فتح مکہ کے بعد) اسلام پھیل گیا پھر میں طائف کی جانب نکل کھڑا ہوا تو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قاصد روانہ کئے اور مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کسی قاصد کو پریشان نہ کرتے۔ اتفاق سے ایک جماعت قاصد بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی تھی، اس لئے میں بھی ان ہی کے ساتھ جا شامل ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا جب آپ نے مجھ کو بھی دیکھا تو فرمایا کیا وہ وحشی تو ہی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ نے فرمایا کیا اس بے رحمی کے ساتھ تونے ہی ان کو شہید کیا ہے، میں نے کہا کہ جو کچھ خبر آپ کو میری جانب سے پہنچی، سچی بات تو وہی ہے آپؐ نے فرمایا اچھا کیا تو اتنی سی بات کر سکتا ہے کہ اپنے چہرے کو میرے سامنے سے ہٹالے تاکہ تجھے دیکھکر میرا غم تازہ نہ ہو اور مجھ کو اپنے پیارے چچا یاد نہ آئیں) یہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے اس فرمان پر شرمندہ ہو کر باہر چلا گیا اور آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا جب آپ کی وفات ہوگئی تو مسیلمہ کذاب کا فتنہ شروع ہوگیا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی اس کے مقابلے کے لئے چلوں اور شاید اس کے قتل میں کامیاب ہو کر (کم ازکم روزِ محشر میں تو آپ کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں) اور اس عمل سے شاید حمزہؓ کے قتل کی کچھ مکافات کر سکوں۔ چنانچہ میں نے جا کر اس کی طرف اپنا نیزہ پھینکا بس وہ ٹھیک اس کے سینہ سے نکل کر اس کے پشت کی جانب سے نکل گیا۔ (بخاری شریف)۔

(۱۴۷۵) آخر میں وہ کہا کرتے تھے کہ زمانۂ کفر میں اگر ایک بہترین ہستی کو قتل کیا ہے تو اپنے اسلامی دور میں ایک بدترین شخص کو واصل جہنم کیا ہے شاید اس طرح اس عمل شر کا کچھ بدلہ ہو جائے۔

انباءُ الغیب یعنی پیشگوئیاں

غیب کی پیشگوئیوں کا باب انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ایک اہم باب ہے لیکن بعض اہل فکر کو یہ مغالطہ لگ گیا ہے کہ ایمانیات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ غالباً اس کی بنیاد اس پر ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ بہت سی پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کے الفاظ مبہم ہیں، بعض وہ ہیں جو بظاہر بہت بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں، بعض وہ ہیں جو تیرہ سو سال کی مدت دراز گذرنے پر بھی ظہور میں نہیں آئیں اور بعض وہ ہیں جو پوری تو ہوگئیں مگر روایت کے پورے الفاظ کے مطابق پوری نہیں ہوئیں، ان تمام مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے انھوں نے یہی صورت آسان سمجھی کہ بہت سے مقامات پر تو ان کا انکار ہی کر دیا جائے اور جہاں تسلیم کیا جائے تو ان کی اہمیت نظروں میں اتنی گھٹا دی جائے کہ وہ بھی انکار ہی کی برابر ہو جائے پھر اس کو ضابطہ میں لانے کے لئے ان کی اسانید کی طرف قدم اٹھایا اور جب بعض کی اسانید میں کوئی کمزوری نظر آئی تو ان کے اس خیال کو اور تقویت ہوگئی اس کے بعد انھوں نے یہ دیکھا کہ پیشگوئیوں کا تعلق چونکہ اکثر اخبار آحاد سے ہوتا ہے پھر ان کو ایمانیات سے کیسے تعلق ہو سکتا ہے پھر ان کی نظر یں شاید اس طرف بھی گئی ہوں کہ دنیا کے پیش آمدہ اور آئندہ پیش آنیوالی خبروں کو عقائد میں داخل کر لینا محض ایک غلو ہے اور ایک غیر معقول قدم ہے، اس نے تجویز یہ سامنے آئی کہ اس سارے باب ہی کو طے کر کے رکھ دیا جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر ذرا غور سے کام لیا جاتا تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی کہ پیشگوئیاں نبوت کا بہت اہم جزو ہیں کیونکہ "النبی" کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں پا کر دوسروں کو دینے والا، اسی کا دوسرا نام "غیب کی خبریں" ہے جتنے انبیاء علیہم السلام پہلے گذر چکے ہیں سب ہی نے غیب کی خبریں دی ہیں اور پیشگوئیاں فرمائی ہیں پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ سب سے آخری اولوالعزم پیغمبر کے ساتھ یہ باب ہی نہ ہوتا۔ اس باب کو خود قرآن کریم نے قائم کیا ہے اور بڑی تحدی کے ساتھ قائم کیا ہے حتی کہ اُس کے اعجاز کا ایک حصہ یہی غیب کی خبریں ہیں اسی لئے ایک جگہ فرمایا:

وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون (آل عمران)	اور آپ ان لوگوں کے پاس نہ تو اس وقت موجود تھے جبکہ وہ اپنے قلم ڈالنے لگے کہ کون مریم کی کفالت کرے اور آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

تلك من انباء الغیب نوحیھا الیك ماکنت تعلمھا انت ولا قومك من قبل ھذا (ھود)

یہ قصہ من جملہ اخبار غیب کے ہے، جن کو ہم وحی کے ذریعے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس کو اس سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم۔

اس کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو ان کے نزدیک بھی پیشگوئیوں کی بڑی اہمیت نظر آتی ہے حتی کہ روم و فارس کی پیش گوئی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفار کے ساتھ اس کی بنا پر شرط لگائی تھی۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ نے بڑی اہمیت کے ساتھ یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس کافر کا جہاں جہاں مقتل مقرر فرمادیا تھا وہ شخص ایک انچ برابر بھی ادھر اُدھر نہیں پایا گیا۔ حضرت علیؓ جب خوارج کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوگئے تو انھوں نے خوارج کے سرداری کی نعش کی تلاش کا حکم دیا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمودہ نقشے کے مطابق وہ شخص نہ مل گیا اسوقت تک آپ برابر ہی مضطرب رہا کئے آخر کار جب اسی نقشے کا شخص ہاتھ آگیا تو اس وقت جا کر دم لیا۔

اس کے برخلاف جب ناسا عد حالات اور مخالف اسباب کی وجہ سے آپ کی پیش گوئی پوری ہونے میں ادنیٰ سا بھی تردد ہوا ہے تو آپؐ نے اس پر سخت تنبیہ فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جنگ میں جب آپ نے سُنا کہ فلاں شخص قابل غبطہ جاں بازی کا ثبوت دے رہا ہے تو آپؐ نے یہ خبر دی کہ وہ تو دوزخی شخص ہے حالانکہ جس بہادری کے ساتھ وہ جنگ کر رہا تھا اس کو دیکھ کر خود صحابہؓ بھی عش عش کر رہے تھے۔ ان مختلف حالات میں بظاہر ہے کہ اس کا دوزخی ہونا فطرۃً محل تردد ہو سکتا تھا لیکن جب اس نے زخموں کی تکلیف سے تنگ آکر خود کشی کر لی تو آپ کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی تو سب پر عیاں ہوگیا کہ رسول وہ نہیں ہوتے جو حالات کا رخ دیکھ کر از خود کوئی رائے قائم کر لیتے ہوں بلکہ جو خبر بھی غیب سے متعلق بیان کرتے ہیں وہ ربانی ہوتی ہے اس لئے اس میں تخلف ممکن نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جانب سے اس کا ثبوت کہیں نہیں ملتا کہ ان کے نزدیک آپؐ کی پیش گوئی اور آپؐ کے دوسرے اقوال پر ایمان لانے میں سرمو کوئی فرق ہوتا تھا حقیقت یہ ہے کہ جو بات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی طریقوں سے ثابت ہو اس سب ہی پر ایمان لانا فرض و واجب ہوتا ہے خواہ وہ عقائد میں داخل ہو یا احکام و اخبار میں۔ اب رہا ان کے اجمال و ابہام کا معاملہ تو بسا اوقات وہ ابہام ہی مقصود ہوتا ہے اور اس ابہام میں انسان کی آزمائش اور اس کے ایمان کی قوت و ضعف کا امتحان لینا منظور ہوتا ہے۔ اسی لئے محدثین نے اس باب کا نام ہی کتاب الفتن رکھا ہے پھر جو ابہام بھی اس کے مصداق کے ظہور سے پہلے پہلے ہم کو نظر آتا ہے

وہ اُس کے مشاہدے سے قبل ہی قبل ہوتا ہے لیکن جب اس کے ظہور کا وقت آتا ہے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جو بات اس صورتِ حال کے بیان کرنے کے لئے درکار تھی اس سے زیادہ الفاظ کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ بلکہ اس کے ظہور سے قبل جتنے الفاظ بھی استعمال کئے جاتے وہ اور الجھاؤ کا موجب بن جاتے اور جتنے الفاظ استعمال میں آچکے وہ اس واقعہ کا نقشہ کھینچنے کے لئے بہت کافی تھے۔ یہاں ترجمان السنہ جلد اول از ص۲۳ تا ص۵۱ ضرور ملاحظہ فرمالیجئے۔ ہم اس میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ بعض امور اس نوع کے ہوتے ہیں کہ ان کی وضاحت کتنی بھی کر دی جائے مگر ان کے ظہور سے پہلے کسی نہ کسی پہلو میں ابہام رہنا ناگزیر ہوتا ہے پھر حیلہ جو طبائع میں یہ بھی محض ایک عذر لنگ ہوتا ہے ورنہ جن پیشگوئیوں کا ہر پہلو زیادہ سے زیادہ صاف موجود ہے کیا ضعیف الایمان طبیعتوں کو ان پر یقین حاصل ہوتا ہے؟ غرض پیشگوئیوں سے قطع نظر کر لینا معمولی بات نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت کے پورے باب ہی سے قطع نظر کر لینا ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی کے تسلیم کر لینے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی بات بعید از قیاس نہیں ہوتی اس کی وجہ ان کا خود بعید از قیاس ہونا نہیں بلکہ انسانی فطرت کا یہ ضعف ہے کہ وہ اپنے مشاہدات اور تجربات کے سوا غیوب پر ایمان لانے ہی کو ایک کٹھن منزل تصور کرتی ہے خواہ وہ پیشگوئیاں ہوں یا احوال محشر یا جنت و دوزخ کا حال بلکہ ایک بڑی سفاہت یہ ہے کہ وہ جن و ملائکہ کے وجود کا بھی قائل ہونا نہیں چاہتے حالانکہ اب موجودہ تحقیقات کی بنا پر بھی عالم روحانیات پر کچھ دور تک دسترس ہو چکی ہے۔

اب رہا ان کے بعید از قیاس ہونے کا مسئلہ تو رسالت اور خدائی پیغمبری تسلیم کر لینے کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جو بات مادی عقول کے لئے یہاں سب سے زیادہ بعید از قیاس ہے وہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ایک انسان کا اس کی جانب سے رسول ہوتا ہے جب دلائل و بینات کی روشنی میں یہ دعویٰ قابل تصدیق ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کی ایک خبر کو بھی بعید از قیاس کہنا ہی بات سب سے زیادہ بعید از فہم ہو جاتی ہے، اسی لئے جب صدیق اکبرؓ کو آپ کے سفر معراج کی خبر پہنچی تو انھوں نے فوراً اس کی تصدیق فرما دی اور عجب جزم و اطمینان کے انداز میں فرمایا کہ جب ہم آسمان کی خبروں کے معاملہ میں آپ کی تصدیق کر چکے ہیں تو پھر یہ خبر تو زمین ہی کی ایک خبر ہے۔

اب آپ چند پیشگوئیاں ملاحظہ فرمائیے جو بظاہر بعید از قیاس معلوم ہوتی ہیں اور صحابہ کرامؓ کی جانب سے ان کے متعلق سوالات بھی منقول ہیں لیکن آپ کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات مشاہدہ سے قبل قبل کتنی ہی بعید از قیاس نظر آرہی ہو وہی بات مشاہدہ کے بعد کتنی قرین قیاس معلوم ہونے لگتی ہے۔

(۱) آپؐ نے فرمایا کہ محشر میں مرد و عورت سب برہنہ جسم قبروں سے اٹھ کر ایک میدان میں جمع ہوں گے یہ سن کر حضرت عائشہؓ کی طبعی غیرت جنبش میں آگئی اور انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر یہ تو بڑا کٹھن مرحلہ ہوگا آپؐ نے فرمایا یہ ہوگا تو یہی مگر اس دن مخلوق کی بدحواسی کا عالم یہ ہوگا کہ اپنی جان کے سوا کسی کا دوسری جانب خیال ہی نہ جائے گا۔ آج بھی غیر معمولی پریشانیوں میں آدمی کے اوپر اس قسم کا دور گذر جاتا ہے۔ جو دن انسانی ذلت اور بیچارگی کے مشاہدہ کے لئے مقرر ہو چکا ہے اس دن اس کی برہنگی پر سوال کیا ہے یہ خدا تعالیٰ کے مقدس انبیاء علیہم السلام ہی ہوں گے کہ وہ اس عام منظر میں بھی لباسِ فاخرہ میں ملبوس نظر آئیں گے۔

(۲) آپؐ نے فرمایا کہ محشر میں ایک جماعت سر کے بل چلتی ہوئی آئے گی چونکہ یہ بھی ایک خلافِ عادت بات تھی اس لئے یہاں بھی تعجب کے ساتھ آپؐ سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ جس قادرِ مطلق نے آج ان کو پیروں سے چلنے کی طاقت دی ہے وہی ان کو سروں کے بل چلنے کی طاقت دیدے گا۔

(۳) قرآن کریم نے فرمایا کہ قیامت میں خود انسان کے اعضا اس کے اعمال کی شہادت دیں گے یہ بھی جتنا کچھ بعید از قیاس مسئلہ ہے ظاہر ہے مگر جب انسان متحیر ہو کر اپنے اعضا سے یہ کہے گا کہ تم بھی آج میرے خلاف شہادت دے رہے ہو تو ان کا جواب خود قرآنی الفاظ میں یہ منقول ہے کہ:-

انطقنا اللہ الذی انطق کل شیٔ۔	یعنی جس ذات توانا نے ہر چیز کو طاقتِ گویائی بخشی ہے اسی نے آج ہم کو بھی یہ طاقت بخشدی ہے۔

اسی مقام سے ان احادیث کی شرح بھی سمجھ لینی چاہئے جن میں قربِ قیامت میں حیوانات و انسانی اعضا حتی کہ سوار کے چابک کے پھندنے کا کلام کرنا مذکور ہے۔ ریکارڈ اور گراموفون کی سوئی تو بہت قدیم کی ایجاد ہے اب جدید ایجادات اس سے کہیں آگے جا چکی ہیں جنھوں نے جمادات سے آواز پیدا ہونے کو بہت کچھ معقول بنلادیا ہے۔

(۴) جو پیشگوئیاں کسی وقت معین کے ساتھ محدود نہیں ان کے قبل از وقت پورا نہ ہونے سے ان میں تردد کرنا بھی بالکل غیر معقول ہے ظاہر ہے کہ جس رسول کی بعثت کا دامن قیامت تک کیلئے پھیلا ہوا ہو اس کی پیشگوئیوں کا دامن بھی قیامت تک پھیلا ہوا ہونا چاہیئے تاکہ ہر ہر دور میں آپؐ کی صداقت کی براہین صفحاتِ عالم پر تازہ تازہ نمایاں ہوتی رہیں۔ کیا یہاں جلدبازی کر کے کفارِ مکہ کی طرح یہ کہنا چاہیئے کہ متی ھو قیامت جس کا روز روز تذکرہ رہتا ہے آخر وہ کب آئے گی! بہرحال جو پیشگوئیاں موقت نہیں ہیں اگر اب تک اُن کا ظہور نہیں ہوا تو نہ ان سے وحشت بردار ہونا مناسب ہے اور نہ ان کی تاویل کرنی درست ہے بلکہ یہاں صبر کے ساتھ ان کے پورا ہونے کے وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔

(۵) جو پیشگوئیاں اپنے ظاہری الفاظ میں آپؐ کو پوری ہوتی معلوم نہ ہوں تو یہ بھی کچھ وجہ تردد

نہ ہونی چاہئیں۔ سب سے پہلے تو اس لئے کہ بعض مرتبہ بیان خود اپنی ہی فہم کی غلطی ہو جاتی ہے جیسا کہ روم و فارس کی پیشگوئی میں فتح کے وعدہ کے ساتھ قرآن کریم میں بِضع کا لفظ موجود تھا جس کا اطلاق دس سے کم کم پر آتا ہے۔ یہاں صدیق اکبرؓ نے ایک مدت اپنی جانب سے معین کر لی اور اسی پر مشرکین سے شرط بدلی (اس وقت تک شرط لگانا ممنوع نہ ہوا تھا) حسب الاتفاق اس مدت میں فتح حاصل نہ ہوئی اور صدیق اکبرؓ شرط ہار گئے۔
جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا جب قرآن کریم نے یہاں لفظ "بضع" استعمال فرمایا تھا تو تم نے اپنی جانب سے کوئی خاص مدت مقرر کیوں کی، جاؤ اب کی بار جا کر پھر شرط لگاؤ۔ چنانچہ اس مرتبہ پیشگوئی بروقت پوری ہوگئی اور صدیق اکبرؓ نے شرط جیت لی۔ نیز کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں آپ سے سنے ہوئے الفاظ پورے طور پر محفوظ نہیں رہتے تو وہ آپ کی مراد کو ان کے ہم معنی الفاظ میں ادا کر دیتا ہے جس کو "روایت بالمعنی" کہا جاتا ہے اور اس کے اس تصرف کی وجہ سے کوئی کمی رہ جاتی ہے مگر یہ بات صرف اسی باب کے ساتھ مخصوص نہیں دوسرے ابواب میں بھی روایت بالمعنی ثابت ہے۔ پس اگر کسی راوی کے الفاظ کی وجہ سے پیشگوئی کے کسی ایک حصے کے پورا ہونے میں کوئی خامی نظر آئے تو کیا یہ معقول ہوگا کہ صرف اتنی بات سے تمام حدیثوں سے کم از کم پیشگوئی کے پورے باب ہی سے دست برداری دیدی جائے، اس کا نام علم نہیں راحت طلبی ہے۔ اگر ذرا محنت اٹھائی جائے تو حدیث کے طرق کے تتبع سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ اس جگہ روایت بالمعنی ہوئی ہے یا نہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ استعداد و مناسبت بخشے تو کچھ نہ کچھ اس کی نوعیت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ اصولِ حدیث کی کتابوں میں اس پر ایک اہم باب قائم کیا گیا ہے اس کی تفصیلات وہاں دیکھ لی جائیں۔
ہاں اسناد کا سوال بیشک ایک اہم سوال ہے مگر کسی حکم کا خبر واحد سے ثابت ہونا یہ کوئی سوال نہیں ہے۔ ہم حجیتِ حدیث کے مضمون میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ خبر واحد بھی قطعیت کا فائدہ دیسکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رد و قبول کے بارے میں صرف پیشگوئی اور غیر پیشگوئی ہونے کا فرق ہمارے نزدیک نہ کبھی پہلے کیا گیا ہے اور نہ اب یہ کوئی معقول بات ہے۔ آخر قیامت حشر و نشر اور جنت و دوزخ کی تمام تفصیلات یہ سب خبر واحد سے ہی ثابت ہیں اور عالم غیب سے متعلق پیشگوئیاں ہی ہیں مگر ہر پیشگوئی سے زیادہ بعید از قیاس بھی ہیں (یعنی مادی عقول کے نزدیک) مگر کیا ان کو تسلیم نہیں کیا جاتا اسلئے دیگر ثابت شدہ پیشگوئیوں کو بھی اسی طرح تسلیم کرنا واجب ہے اور جب ثبوت کی نوعیت ضعیف ہو تو پھر اس ضعف کا اثر بھی دونوں مقامات میں برابر ہے۔
یہ بات بڑی اہمیت کے ساتھ یاد رکھنی چاہئے کہ پیشگوئیاں خواہ وہ معمولی نظر آئیں یا غیر معمولی، مستقبل قریب سے متعلق ہوں یا مستقبل بعید سے، قیاس کے موافق ہوں یا بیرون از قیاس، اپنی اصل روح کے لحاظ سے ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ پیشگوئی کی اصل حقیقت کسی بات کو حق تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پاکر

بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سب عالم یکساں روشن ہے، وہاں معمولی اور غیر معمولی یا بعید و قریب کا کوئی تخیل ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے کسی معمولی سی معمولی پیشگوئی کو معمولی سمجھنا بھی غلطی ہے کیونکہ نبی کا جو ذریعۂ اطلاع ہوتا ہے وہ تمام جگہ یکساں ہوتا ہے اس لئے اس کی اہمیت بھی ہر جگہ یکساں ہی رہنی چاہئے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ کے خانگی معاملات میں جب دو بیبیوں کی گفتگو کا راز آپ نے کھول دیا تو انھوں نے تعجب سے پوچھا "من انبأك هذا" اس کی تو ہم دو کے سوا کسی کو خبر بھی نہ تھی۔ بتلائیے یہ بات آپؐ کو بتائی کس نے؟ آپؐ نے فرمایا "نبّأني العليم الخبير" اس نے جو سب سے بڑھ کر علم والا اور سب سے بڑا خبردار ہے۔ پس اصل روح کے لحاظ سے انبیا علیہم السلام کی تمام پیشگوئیاں یکساں ہوتی ہیں اور اسی لئے ظہور کی قطعیت میں بھی وہ یکساں ہی رہنی چاہئیں اور کسی معمولی سی معمولی خبر کو بھی معمولی نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ ہر ہر خبر کے متعلق نبی کا دعویٰ یہی ہوتا ہے کہ یہ خبر اس کو خدا کی طرف سے دی گئی ہے۔ جو لوگ ان حقائق پر غور نہیں کرتے وہ معمولی خبروں کو معمولی اور بیرون از قیاس خبروں کو خلاف قیاس سمجھ کر دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، وہ دونوں جگہ جزم و یقین سے محروم رہتے ہیں۔

نجومی و کاہن اور غیب کی دوسری خبریں دینے والوں کا ذریعۂ علم یا تو علم نجوم ہے یا تسخیر جنات اور یا محض قیاس آرائی، اس لئے ان میں نہ صدق کی وہ شان نظر آتی ہے نہ جزم و یقین کی وہ کیفیت پھر بیشتر ان میں سے کسبی ہیں جو کسب سے حاصل ہو سکتے ہیں، کہانت گو بعض مرتبہ فطری بھی ہوتی ہے مگر اس کے ادراکات اکثر ناتمام ہوتے ہیں۔ یہاں ہم نے متفرق معجزات کے علاوہ آپؐ کی پیشگوئیوں کا باب بھی رکھا ہے اور اصولاً اس کی تین قسمیں کی ہیں اور ہر قسم میں سے چند بطور مشتے نمونہ از خروارے آپ کے سامنے پیش کر دی ہیں تاکہ مختلف انواع کی پیشگوئیاں دیکھ کر آپ کے ذہن میں ان کے اعجاز کا کچھ تصور آجائے۔ (معجزہ کی حقیقت کا سمجھنا گو کتنا ہی مشکل رہے مگر معجزہ کی شناخت کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے)۔ پہلی قسم وہ پیشگوئیاں جو گذشتہ زمانے میں پوری ہو چکیں۔ (۲) وہ پیشگوئیاں جو دور حاضر میں پوری ہو رہی ہیں۔ (۳) وہ پیشگوئیاں جو آئندہ زمانے سے متعلق ہیں اور ابھی ان کا انتظار کرنا چاہئے۔

یہاں ایک غلط فہمی لفظ عقیدہ اور اصول کے متعلق بھی ہے اور اسی غلط فہمی پر یہ خیال قائم کر لیا گیا ہے کہ پیشگوئیاں اور جزئی واقعات عقائد اور اصول کی فہرست میں داخل نہیں ہیں اور اس لئے ان کے انکار یا تاویل کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے یہ تفریعات تمام غلط ہیں جو صرف عقیدہ کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ کتاب السنہ امام احمدؒ عقائد کا ایک مجموعہ ہے۔ فقہ اکبر گو امام ابو حنیفہؒ کی براہ راست تصنیف نہ ہو مگر اس کا ان کے تلمیذ حماد کی تصنیف ہونا یقینی ہے۔ فقہ البسط یہ ابو مطیع بلخی کی روایت ہے،

اور کتاب الوصیۃ یہ امام ابو یوسفؒ کی روایت ہے۔ عقیدہ طحاوی یہ عقائد حنفیہ کی معتبر ترین تصنیف ہے، ان سب کتب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول عقائد کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح ائمہ مالکیہ و شافعیہ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کا عقیدہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا نہ ہو۔ موجودہ امت کا بیشتر حصہ ان ہی ائمہ اربعہ کے تبعین میں دائر ہے اور ان سب کی تصنیفات میں اس مسئلہ کو عقائد ہی میں شمار کیا گیا ہے۔ ہاں اگر ضمنی طور پر کسی نے کوئی بحث کی ہے تو صرف اس میں کہ ان کے رفع جسمانی کی صورت کیا تھی، کیا وہ بحالتِ حیات آسمان پر اٹھائے گئے تھے یا پہلے موت دے کر پھر ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا لیکن ان ہر دو فریق کے نزدیک کسی ایک شخص نے بھی نہ تو رفع جسمانی میں کوئی اختلاف کیا ہے اور نہ ان کے نزولِ جسمانی میں۔ مثلاً ابن حزم ظاہری جن کے تفردات کا حال دنیائے علم خوب جانتی ہے غالباً وہ اس کے قائل تھے کہ موت کے بعد ان کا رفع جسمانی ہوا ہے، اسی لئے وہ ان کے نزولِ جسمانی کے بھی قائل تھے جیسا کہ ان کی کتاب الفصل ص ۲۴۹ ج ۳ والمحلی ص ۳۹۱ ج ۱ میں صراحۃً موجود ہے۔

وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنقل الکواف التی نقلت نبوتہ واعلامہ وکتابہ انہ اخبر انہ لا نبی بعدہ الا ما جاءت الاخبار الصحاح من نزول عیسی علیہ السلام الذی بعث الی بنی اسرائیل وادعی الیھود قتلہ وصلبہ فوجب الاقرار بھذہ الجملۃ وصح ان وجود النبوۃ بعدہ علیہ السلام لا یکون البتۃ۔ (کتاب الفصل ص ۷۷ ج ۱)

وھم قد بدلوا ھذا کلہ وجعلوا مکان السبت الاحد واحدثوا اصوماً اخر بعد ازید من مائۃ عام بعد رفع المسیح فکفی بھذا کلہ ضلالاً (کتاب الفصل ص ۴۳ ج ۱) وانما عندھم اناجیل اربعۃ متغایرۃ من تالیف اربعۃ رجال معروفین

ان روایاتِ عامہ (متواترہ) کی تصریح کے مطابق جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بشارت بعثت اور کتاب آسمانی کی خبر دینے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسانید کے ساتھ آئی ہیں قطعی طور پر ثابت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور یہودی ان کو قتل کر دینے اور سولی پر چڑھا دینے کے مدعی تھے ــــ آسمان سے اترنے کی صحیح احادیث کے ذکر ان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخر زمانہ میں آسمان سے اترنا یقیناً ثابت ہے لہٰذا ان سب امور کا اقرار کرنا (ایمان لانا) ضروری ہے دیگر اس سے آپ کے خاتم انبیاء و مرسلین ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا اسلئے کہ وہ تو آپ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں نہ کہ آپ کے بعد لہٰذا یہ قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (کتاب الفصل ص ۷۷ ج ۱)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سو سال بعد ان نصرانیوں نے اس تمام (دین آسمانی) کو بدل ڈالا اور ہفتہ کے بجائے اتوار کو تعطیل کا دن مقرر کر دیا اور اللہ کی طرف سے مقررہ روزوں کے علاوہ) اور روزے ایجاد کر لئے۔ یہ سب (دین میں) تحریفیں اور تبدیلیاں ان کی گمراہی کے ثبوت کے لئے بہت کافی ہیں۔

اس کے سوا نہیں کہ ان عیسائیوں کے پاس چار ایک دوسرے سے مختلف اور متغائر انجیلیں ہیں جو حضرت

لیس منہا انجیل الا الّف بعد رفع المسیح باعوام کثیرۃ ودھر طویل۔ (کتاب الفصل ص۵۵ ج۲ و ص۲ ج۲)	عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے سالہا سال بعد چار آدمیوں نے تصنیف کی ہیں۔

معتزلہ گو بہت سے عقائد میں اہل سنت والجماعۃ سے علیحدہ ہیں حتیٰ کہ رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ میں بھی وہ جمہور کے ساتھ نہیں مگر اس مسئلہ میں جمہور معتزلہ بھی جمہور امت کے ساتھ ہیں جیسا کہ زمخشری معتزلی کی تفسیر سے ظاہر ہے۔ ابن عطیہ نے اس مسئلہ پر اجماع امت کا دعویٰ کیا ہے۔ (دیکھو بحر محیط ص۴۷۳ ج۲) حتیٰ کہ حافظ ذہبیؒ نے "تجرید الصحابہ" میں اور حافظ ابن حجرؒ نے "الاصابہ" میں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں صحابی وہ ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ایمان کے ساتھ حیات میں کی ہو اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باجماع زندہ ہیں اور شب معراج میں بحالت حیات ان کو آپ کی زیارت ہونا بھی ثابت ہے اس لئے وہ بھی صحابی کی تعریف میں داخل ہیں پس اگر وہ مسائل عقائد کی فہرست میں داخل ہو سکتے ہیں جن میں کہ علما کا کچھ اختلاف بھی ہے تو وہ مسئلہ جس میں نہ تو ائمہ دین کا کچھ اختلاف ہے اور نہ علمائے معتبرین کا عقائد کی فہرست میں کیوں شمار نہیں ہو سکتا۔

یہ خیال بھی محض غلط ہے کہ عقیدہ میں صرف وہی مسائل داخل ہیں جو تواتر کے ساتھ قطعی طریقہ پر ثابت ہوں اور جو ظنی طریقے پر ثابت ہوں وہ عقائد کی فہرست میں شمار نہیں ہو سکتے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ "اعتقاد قلبی" اور "قطعی علم" دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں دیکھو بعض اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قطعی علم حاصل تھا مگر اس پر ان کو اعتقاد نہ تھا۔ اسی طرح ایک عامی مسلمان کو آپ کی نبوت کا اعتقاد تو حاصل ہوتا ہے مگر کسی برہان قطعی سے اس کا علم نہیں ہوتا، لہٰذا نہ تو یقین کے لئے اعتقاد حاصل ہونا لازم ہے اور نہ اعتقاد کے لئے پہلے اس کا علم حاصل ہونا لازم ہے لہٰذا یہ گمان کر لینا کہ جو چیزیں خبر واحد سے ثابت ہیں چونکہ وہ علم ویقین کے مرتبہ میں نہیں آتیں اس لئے عقیدہ بھی نہیں بن سکتیں ایک بے بنیاد گمان ہے۔ اعتقاد قلب کا ایک عمل ہے جس طرح کہ دوسرے اعمال جوارح کا عمل ہیں۔ لہٰذا جس طرح کہ خبر آحاد سے ثابت شدہ مسائل پر جوارح انسانی عمل کے مکلف ہیں اسی طرح قلب بھی ان پر اپنے عمل کا مکلف ہے اور اسی کا نام عقیدہ ہے۔ پس اگر خبر واحد سنکر کسی کا قلب اپنا یہ عمل کر لیتا ہے تو کسی تردد کے بغیر اس کو عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ متکلمین چونکہ قطعیات سے بحث کرتے ہیں اس لئے انھوں نے عقیدوں میں صرف قطعیات کو شمار کیا ہے اور ظنیات کو شمار نہیں کیا۔ پس قطعی اور ظنی ہونے کا فرق قطع وظن پر نہیں بلکہ جو امور قطعیہ ہیں وہ قطعی طور پر عقیدہ میں

شمار ہیں اور جو ظنی طریق پر ثابت ہیں وہ ظنی طریق پر عقیدہ میں شمار ہیں، جیسا طریقِ ثبوت ہو اسی طرح اس پر عقدِ قلب ہوگا اب اختلاف صرف اپنے اپنے فن کا ہے نہ کہ حقیقت کا۔

یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ وہ "غیوب" جو انبیا علیہم السلام لے کر آئے ہیں اگر کسی کی تعلیم کے بغیر محض وحی ربانی سے آپ بیان فرمائیں تو یہ آپ کی صداقت کی اور بھی بڑی دلیل ہے بلکہ انبیائے سابقین کی بھی صداقت کی دلیل ہے اسی لئے قرآن کریم کی مکی سورتوں میں صرف ان مشترک اصول کلیہ ہی کی تعلیم دی گئی ہے جو تمام انبیا علیہم السلام کا مشترک دین رہے ہیں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب نجاشی بادشاہ نے قرآن کریم کی چند آیات سنیں تو فوراً ہی کہا کہ یہ اور انجیل ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے کلام معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ورقہ نے آپ کا حال سُنا تو اس نے بھی یہی شہادت دی کہ یہ فرشتہ وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا پس انبیائے سابقین کے بیان کردہ "غیوب" کے متعلق یہ سمجھنا کہ ان کا بیان کرنا صداقت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے نافہمی ہے۔ ہر نبی ایک مشترک تعلیم بھی لے کر آتا ہے بلکہ اسلام اور قرآن کا دعویٰ یہی ہے کہ وہ تم کو ان ہی باتوں کا حکم دیتا ہے جو سب انبیا علیہم السلام وصیت کرتے چلے آئے ہیں، ہاں اس کے ساتھ ہر رسول کی شریعت میں کچھ احکام مختلف بھی ہوتے چلے آئے ہیں اور وہ یہاں بھی ہیں اور ان کا تذکرہ مدنی سورتوں میں مفصل مذکور ہے۔ اس لئے جن نادانوں نے اسلام کی چند تعلیمات میں توراۃ وانجیل کا حوالہ دے کر یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہا ہے کہ قرآن کریم کتب سابقہ سے ماخوذ ہے یہ انتہا درجہ کی نادانی ہے قرآن خود ہر جگہ یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں پہلی کتابوں کا مصدق ہوں اور خوب سمجھ لو کہ مصدق کے معنی صرف زبانی تصدیق کے نہیں بلکہ ایسی اندرونی تصدیق کے ہیں جس کے بعد یہ یقین ہو سکے کہ یہ کلام اسی کا ہو سکتا ہے جس کے وہ تھے اسی لئے نجاشی اور ورقہ نے سن کر یہ بات کہی تھی۔ بیشک کسی کی تعلیم کے اور مادی ذرائع علم کے بغیر برحق ہونے کی یہ سب سے واضح دلیل ہے۔

(۱۴۷۶) عَنْ اَبِیْ زَیْدٍ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّہْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی بِنَا ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ وَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَحْفَظُنَا اَعْلَمُنَا۔ (رواہ مسلم)

(۱۴۷۷) عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَشَکَا اِلَیْہِ الْفَاقَۃَ ثُمَّ اَتٰی اٰخَرُ فَشَکَا اِلَیْہِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ ھَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَۃَ فَقُلْتُ لَمْ اَرَھَا وَقَدْ اُنْبِئْتُ عَنْھَا قَالَ فَاِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاۃٌ لَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَۃَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَۃِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْکَعْبَۃِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰہَ قَالَ قُلْتُ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ نَفْسِیْ فَاَیْنَ دُعَّارُ طَیِّئٍ الَّذِیْنَ سَعَّرُوا الْبِلَادَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ حَیَاۃٌ لَتُفْتَحَنَّ کُنُوْزُ کِسْرٰی قُلْتُ کِسْرَی بْنِ ھُرْمُزَ، قَالَ کِسْرَی بْنِ ھُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِکَ

(۱۴۷۶) ابوزیدؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، اس کے بعد منبر پر تشریف لا کر خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ آپ منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی، ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آپ پھر منبر پر تشریف لائے اور عصر تک پھر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد آپ پھر منبر سے اترے اور ہم کو نماز پڑھائی عصر کی نماز سے فارغ ہو کر پھر منبر پر تشریف لائے اور تقریر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اس تقریر میں جو گذشتہ و مستقبل کے واقعات تھے وہ سب ہم کو بتلائے۔ اب ہم میں جس شخص نے ان کو زیادہ یاد رکھا وہ ہم میں بڑا عالم رہا۔ (مسلم شریف)۔

(۱۴۷۷) عدی بن حاتمؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ دفعۃً ایک شخص آیا اور اس نے اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ اس کے بعد پھر دوسرا آیا اور اس نے راستوں کے غیر مامون ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا عدی! تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی دیکھا تو نہیں البتہ اس کے حالات مجھ کو ضرور معلوم ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم کچھ دن زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک شریف عورت مقام حیرۃ سے روانہ ہوگی یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور

(۱۴۷۶) یہاں گذشتہ واقعات سے مراد پیدائش عالم وغیرہ کے واقعات ہیں اور آئندہ واقعات سے مراد فتنوں کے حالات، علاماتِ قیامت اور حشر و نشر وغیرہ کے واقعات ہیں، یہ وہی علوم ہیں جن کی تعلیم کے لئے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس خطبہ میں ان علوم کے علاوہ آپ نے اپنے مخاطبین صحابہ کو صنعت، حرفت، زراعت و تجارت اور عالم کے ذرہ ذرہ کی اطلاع دی تھی۔

(۱۴۷۷) حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ مال کی اس کثرت کا زمانہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور میں گذر چکا ہے۔ (دیکھو[۱]

[۱] الجواب الصحیح صفحہ ۱۳۱)

حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجُلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ
فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ وَلَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ يَلْقَاهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ
تَرْجُمَانٌ يُتَرْجِمُ لَهُ لَيَقُولَنَّ لَهُ أَلَمْ أَبْعَثْ إِلَيْكَ رَسُولًا فَيُبَلِّغَكَ فَيَقُولُ بَلَى
فَيَقُولُ أَلَمْ أُعْطِكَ مَالًا وَأُفْضِلْ عَلَيْكَ فَيَقُولُ بَلَى. فَيَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَرَى
إِلَّا جَهَنَّمَ وَيَنْظُرُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَا يَرَى إِلَّا جَهَنَّمَ قَالَ عَدِيٌّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ قَالَ عَدِيٌّ فَرَأَيْتُ
الظَّعِينَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتَّى تَطُوفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ إِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِيمَنِ
افْتَتَحَ كُنُوزَ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَيَاةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ الرَّجُلُ مِلْءَ كَفِّهِ (رواہ البخاری)

سوائے ایک اللہ تعالیٰ کے اس کے دل میں کسی کا ذرہ برابر خوف نہ ہوگا۔ عدیؓ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طیّ کے ڈاکو جنھوں نے شہروں میں لوٹ کے آگ لگا رکھی ہے بھلا یہ کہاں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی اور دراز ہوئی تو تم شاہ کسریٰ کے خزانے بھی فتح کر لوگے۔ میں نے ازراہِ تعجب پوچھا کیا اس کسریٰ بن ہرمز بادشاہ کے؟ آپؐ نے فرمایا جی ہاں اسی کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر فرمایا اگر تم نے کچھ اور عمر پائی تو تم دولت کا وہ دور بھی دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر سونا یا چاندی اس نیت سے لے کر نکلے گا کہ کوئی اس کو قبول کر لے مگر اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ خوب یاد رکھو کہ قیامت میں تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے جبکہ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی دوسرا ترجمانی کرنے والا بھی نہ ہوگا۔ اس سے سوال ہوگا اے بندے بتا" کیا میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرے احکام تجھ کو پہنچائے ہوں؟ کیا میں نے تجھ کو مال نہیں بخشا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں فرمایا تھا؟ معرض کرے گا کیوں نہیں۔ تو نے یہ سب کچھ بخشا تھا اس کے بعد وہ شخص اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا پھر بائیں جانب دیکھے گا تو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ عدی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے" دیکھو دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا صدقہ دے کر ہی اور جس کے پاس یہ بھی نہ ہو تو نصیحت کا ایک کلمہ کہہ کر ہی ہی۔ عدی کہتے ہیں آپؐ کی ان فرمودہ پیشگوئیوں میں اس کا وہ دور تو میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت سفر کر کے آتی ہے اور کعبہ کا طواف کر کے چلی جاتی ہے اور راستے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوتا اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود بھی شریک تھا اور اگر تمہاری عمر ہوئی تو جو تیسری بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے وہ بھی

م تم لوگ دیکھ کر رہو گے یعنی مال کی وہ کثرت ہوگی کہ آدمی اپنی مٹھی بھر نقد لے کر گھر سے چلے گا مگر اس کا قبول کرنے والا اس کو

(۱۴۷۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَیْہِمْ ثِیَابُ الصُّوْفِ فَوَافَقُوْہُ عِنْدَ اَکَمَۃٍ فَاِنَّہُمْ لَقِیَامٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَاعِدٌ۔ قَالَ فَقَالَتْ لِیْ نَفْسِیْ اِئْتِہِمْ فَقُمْ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَہٗ لَا یَغْتَالُوْنَہٗ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّہٗ نَجِیٌّ مَعَہُمْ فَاَتَیْتُہُمْ فَقُمْتُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہُمْ قَالَ فَحَفِظْتُ مِنْہُ اَرْبَعَ کَلِمَاتٍ اَعُدُّھُنَّ فِیْ یَدِیْ قَالَ تَغْزُوْنَ جَزِیْرَۃَ الْعَرَبِ فَیَفْتَحُہَا اللّٰہُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ فَارِسَ فَیَفْتَحُہَا اللّٰہُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَیَفْتَحُہَا اللّٰہُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَیَفْتَحُہَا اللّٰہُ۔ (رواہ مسلم)

(۱۴۷۹) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْكَ وَھُوَ فِیْ قُبَّۃٍ اَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَوْتِیْ ثُمَّ فَتْحُ بَیْتِ الْمَقْدِسِ

(۱۴۷۸) جابرؓ نافع بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ کے پاس مغرب کی سمت کے کچھ لوگ ایسے آئے جو صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ٹیلہ کے پاس آکر ملے یہ لوگ کھڑے تھے اور آپ تشریف فرما تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میرے دل نے کہا کہ میں ان کے پاس جاکر آپ کے اور اُن کے درمیان کھڑا ہو جاؤں کہیں آپ پر وہ اچانک حملہ نہ کردیں۔ پھر مجھے یہ خیال آیا شاید آپ اُن کے ساتھ کچھ خفیہ باتیں کر رہے ہوں۔ آخر میں چل ہی دیا اور آپ کے اور ان کے درمیان جاکر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آپ کی فرمودہ چار باتیں مجھ کو یاد ہیں جن کو آپ نے میرے ہاتھ میں شمار کرکے بتایا تھا پہلی بات یہ کہ تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو فتح کردے گا اس کے بعد فارس سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کردے گا۔ اس کے بعد پھر روم سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کردے گا آخر میں دجال سے جنگ کرو گے اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ تم کو ہی فتح دے گا۔ (مسلم)۔

(۱۴۷۹) عوف بن مالکؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ ایک چمڑے کے قبہ میں رونق افروز تھے۔ آپ نے فرمایا قیامت سے پہلے پہلے چھ باتیں شمار کر رکھنا سب سے

(۱۴۷۹) حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ امور گذر چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت مقدس فتح ہو چکا اس کے بعد اُن ہی کے زمانے میں طاعون آیا جس میں معاذ بن جبلؓ اور ابو عبیدہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ اور بہت سے اصحاب کا انتقال ہوا اور ٹھیک اسی طرح ظاہر ہوا جیسا آپ نے بکریوں کی بیماریوں کے ساتھ تشبیہ دیکر فرمایا تھا۔ یہ اسلام میں پہلا طاعون تھا جو تاریخ میں طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ٹھیک اسی طرح مال کی کثرت ظہور پذیر ہوئی حتیٰ کہ ایک گھوڑے کی قیمت اس کے ہم وزن نقد ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ ہر ہر گھر میں نمودار ہوا اور جنگ جمل اور صفین تک اس کی شاخیں پھیلیں۔

ثُمَّ مُوْتَانٌ يَأْخُذُ فِيكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ ثُمَّ يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً كُلُّ غَايَةٍ اِثْنَا عَشَرَ أَلْفًا۔ (رواہ البخاری)

(۱۴۸۰) عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَقَدْ لَقِينَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ شِدَّةً فَقُلْنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا؟ قَالَ فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ إِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ لَيُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا بَيْنَ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَالِكَ عَنْ دِينِهِ وَيُؤْخَذُ فَيُحْفَرُ لَهُ الْحَفِيرَةُ فَيُوضَعُ الْمِنْشَارُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ عَنْ دِينِهِ وَلَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى لَيَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى

پہلے تو میری وفات، اس کے بعد بیت مقدس کا فتح ہونا پھر ایک عام وبا جو بکریوں کے پھوڑے کی طرح سے ظاہر ہوگی اور عام موت کا باعث ہوگی۔ پھر مال کی کثرت اور اتنی کثرت کہ ایک شخص کو سو سو اشرفیاں دی جائیں گی لیکن وہ اس پر بھی ناراض رہے گا اس کے بعد ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہو جائے گا پھر روم اور تمہارے درمیان صلح ہوگی اور وہ لوگ غداری کریں گے اور ایسا لشکر جرار لیکر تم سے جنگ کے لئے آئیں گے جس میں اسی دستے ہونگے اور ہر دستے میں بارہ ہزار نفر ہوں گے۔

(۱۴۸۰) حضرت خباب بن ارتؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ کے سامنے اُن مصائب کی جو اس زمانے میں ہم مشرکین کی جانب سے جھیل رہے تھے شکایت کی اور کہا آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ خبابؓ کہتے ہیں یہ سن کر آپؐ سیدھے بیٹھ گئے اور آپؐ کا چہرۂ مبارک تمتما رہا تھا، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم تم میں سے پہلی امتوں میں ایسے مصائب بھی ٹوٹے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور پٹھے اتار دیئے جاتے تھے اور یہ چیز اس کو اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا اور کسی شخص کے ساتھ یہ بھی کیا جاتا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو دبایا جاتا پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے لیکن یہ بھی اس کے لئے اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ ہوتا تھا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو بلند کرے گا اور ایسا غالب کرے گا کہ ایک سوار شہر صنعا سے چل کر مقام حضر موت تک سفر کرے گا راستے میں سوائے

حضرموت لا یخشی الا اللہ عزوجل او الذئب علی غنمہ ولکنکم تستعجلون (رواہ الشیخان)

(۱۴۸۱) عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا الترک صغار الاعین حمر الوجوہ ذلف الانف کان وجوھھم المجان المطرقۃ ولا تقوم الساعۃ حتی تقاتلون قوما نعالھم الشعر

(رواہ الشیخان واللفظ للبخاری)

(۱۴۸۲) عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعکن بی لحاقا اطولکن یدا قالت فکن یتطاولن ایتھن اطول یدا فکانت اطولنا یدا زینب لانھا کانت تعمل بیدھا وتصدق۔ (رواہ الشیخان)۔

اللہ کی ذات پاک کے اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا حتی کہ ایک بکری کے مالک کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خطرہ بھی نہ رہے گا لیکن تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو۔ (شیخین)

(۱۴۸۱) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ترکوں سے جنگ نہ کرلوگے (اس وقت تک ترک مسلمان نہ ہوئے تھے) جن کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، سرخ سرخ چہرے اور چپٹی چپٹی ناکیں ہوں گی اور اُن کے چہرے ایسے پرگوشت جیسا چمڑہ چڑھی ہوئی ڈھال، اور قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرلوگے جن کے چپل بال کے ہوں گے۔

(۱۴۸۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تم سب میں سب سے جلد مجھ سے ملنے والی وہ ہوگی جن کے ہاتھ تم سب میں دراز ہوں۔ اس پر آپ کی بیویوں نے اپنے ہاتھوں کی پیمائش شروع کردی کہ ان میں کس کے ہاتھ دراز ہیں لیکن بعد میں یہ معلوم ہوگیا کہ آپؐ کی مراد اس سے سخاوت تھی اور سب میں سخی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ اپنی دستکاری سے کماتیں اور راہِ خدا میں صدقہ کیا کرتی تھیں۔ (شیخین)

(۱۴۸۱) حدیث مذکور جنگ تتار میں حرف بحرف پوری ہوگئی۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے دیکھنے والے بھی اس سے زیادہ ان کا نقشہ بیان کرنا چاہیں تو بیان نہیں کرسکتے۔ اس فتنہ کی المناک داستان تقریباً دس ہزار صفحات سے زیادہ میں بکھری پڑی ہے۔

(۱۴۸۳) عَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَقَالَ یَوْمًا خَیْرُکُنَّ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَقَامَتْ کُلُّ وَاحِدَةٍ تَضَعُ یَدَهَا عَلَی الْجِدَارِ فَقَالَ لَسْتُ اَعْنِیْ هٰذَا وَلٰکِنْ اَصْنَعُکُنَّ یَدَیْنِ. (رواہ ابو یعلی واسنادہ حسن کما فی مجمع الزوائد ص۲۴۸)

(۱۴۸۴) عَنْہُ اَنَّہٗ سَارَّ فَاطِمَةَ فَقَالَ لَهَا وَهُوَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ اِنِّیْ اُقْبَضُ فِیْ مَرَضِیْ هٰذَا ثُمَّ اَخْبَرَهَا اَنَّهَا اَوَّلُ اَهْلِهٖ لُحُوْقًا بِہٖ وفی روایۃ وَاَخْبَرَهَا اَنَّهَا

(۱۴۸۳) ابو برزہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بی بیاں تھیں۔ ایک دن آپ نے فرمایا تم سب میں بہتر وہ ہے جس کے ہاتھ لانبے ہوں۔ بس وہ اٹھ کر فوراً دیوار پر اپنے ہاتھ رکھ رکھ کر ناپنے لگیں، یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا میرا مطلب یہ نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ جو سب میں زیادہ اپنی دستکاری سے خیرات کرنے والی ہو۔ (مسند ابو یعلی)

(۱۴۸۴) ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کے طور پر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میں اس مرض میں وفات پانے والا ہوں اور گھبرانا مت میری اولاد میں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات تمہاری ہوگی اور ایک روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ انھوں نے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ

(۱۴۸۳) یہ واقعہ صحیحین میں بھی موجود ہے لیکن اس میں "اسرعکن بی لحاقاً" ہے یعنی تم سب میں جلد آکر مجھ سے ملنے والی وہ عورت ہوگی" اور طبرانی کی معجم اوسط میں "اولکن یرد علی الحوض" کا لفظ ہے یعنی سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والی وہ عورت ہوگی۔ ان تین کتابوں میں یہ تین لفظ ہیں اور یہ تینوں اوصاف ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں یعنی جو بی بی صاحبہ سب سے پہلے وفات پانے والی ہوں جیسا کہ صحیحین میں ہے وہی سب سے پہلے آپ کے پاس حوض پر آئیں جیسا کہ معجم اوسط میں ہے اور کیا شبہ ہے کہ ایک لحاظ سے یہ بھی بڑی فضیلت کی بات ہے اس لئے "خیرکن" کا لفظ بھی صادق ہے جیسا کہ مسند ابو یعلی میں ہے۔

یہ واضح رہنا چاہیے کہ صحیحین کی حدیث میں یہ نہیں کہ امہات المومنینؓ کے ہاتھوں کی پیمائش آپ کے سامنے ہوئی تھی اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی جب بھی موت کے مسئلہ میں پوری وضاحت کرنی عرفاً پسندیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ آپؐ نے جب اپنی وفات کی اطلاع دی تو اس طرح دی کہ ابو بکرؓ کے سوا اس کو کوئی شخص پوری طرح سمجھ بھی نہ سکا اور صحیحین کے علاوہ روایات میں اگرچہ یہ تصریح موجود ہے کہ ہاتھوں کی پیمائش آپؐ کے سامنے ہوئی ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی صاف صاف موجود ہے کہ آپ نے اپنی مراد اسی وقت واضح فرما دی تھی لہٰذا اس قسم کے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ بعض مرتبہ وحی کی مراد خود نبی پر مخفی رہ جاتی ہے کھلی ہوئی حماقت ہی نہیں بلکہ صریح زندقہ اور دجل ہے۔ والعیاذ باللہ من سوء الفہم۔

(۱۴۸۴) یہ ایک پیشگوئی دنیا سے لیکر آخرت تک کے بڑے بڑے واقعات پر مشتمل ہے تفصیل کی اس وقت فرصت نہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کون بتا سکتا ہے کہ کس کی موت پہلے آنے والی ہے اور کس کو خبر ہو سکتی ہے کہ جنت میں سرداری کا لقب کس کو ملنے والا ہے اور کیوں؟ یہ سب مخفی امور ہی نہیں بلکہ رازہائے سربستہ بھی ہیں جن کو خفیہ طور پر اپنی بنتِ کریمہ پر ان کے اطمینان کی خاطر کھول دیا گیا تھا ہر ایک کے لئے اس کی اور اپنی موت کا حال صاف اور یقینی بتانا شاید مناسب نہ تھا۔ ابھی ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ اپنی رفقائے حیاتؓ

سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ (رواه الشيخان)۔

(۱۴۸۵) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَيَكُوْنُ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيْرٌ (رواه مسلم)

(۱۴۸۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ لَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا اَيُّكُمْ يَبْسُطُ ثَوْبَهُ فَيَاْخُذُ مِنْ حَدِيْثِيْ فَيَجْمَعُهُ اِلٰى صَدْرِهِ فَاِنَّهُ لَنْ يَّنْسٰى شَيْئًا سَمِعَهُ فَبَسَطْتُ بُرْدَةً عَلَيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ حَدِيْثِهِ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْهُ۔ (رواه الشيخان)

(۱۴۸۷) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰى اِثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَفِيْ لَفْظٍ اِثْنَيْ عَشَرَ اَمِيْرًا۔

تم جنت میں سب عورتوں کی سردار کہلاؤ گی۔

(۱۴۸۵) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک شخص ظاہر ہوگا جو پرلے درجہ کا جھوٹا اور دوسرا انتہا درجہ کا ظالم اور خونریز ہوگا (مسلم شریف)

(۱۴۸۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک دن ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو شخص بھی اس وقت اپنا کپڑا پھیلائیگا اور جو کلمات میں کہتا ہوں ان کو لیکر پھر اپنے سینے سے لگا لیگا تو وہ جو میری حدیثیں سُنے گا ان کو ہرگز نہیں بھولے گا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جو چادر میرے جسم پر تھی میں نے فوراً اس کو پھیلا دیا تا آنکہ آپ وہ کلمات کہہ کر فارغ ہوگئے پھر میں نے اس چادر کو سمیٹ کر سینے سے لگا لیا اس تاریخ کے بعد سے پھر جو حدیث بھی میں نے آپ کی سنی وہ نہیں بھولا۔ (شیخین)

(۱۴۸۷) جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام بارہ خلفاء تک برابر غالب رہے چلے جائے گا جو سب کے سب قریشی ہوں گے اور ایک روایت میں،

(۱۴۸۵) حسب بیان حدیث مذکور قبیلہ ثقیف میں مختار بن ابی عبید ظاہر ہوا، اسی نے امام حسینؓ کی ہمدردی کے پردہ میں شیعیت کی بنیاد ڈالی، آخرکار وحی کا مدعی ہوا اور مبیر کا مصداق حجاج ظاہر ہوا جس کی شمشیر ظلم امت میں آج تک ضرب المثل ہے۔

(۱۴۸۶) یہاں فما نسیت بعد ذلك اليوم شيئا سمعته منه۔ اس روایت کی وجہ سے ہم نے دوسری روایت میں اس لفظ کی رعایت رکھی ہے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں سے ایک عظیم الشان خبر تھی جو حقیقت بن کر دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی اور ابوہریرہؓ کا بے مثل حفظ امت نے دیکھ لیا۔

(۱۴۸۷) امام بیہقی حدیث بالا کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام الفاظ اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس جگہ بارہ خلفاء سے مراد ہر خلیفہ نہیں ہے بلکہ صرف ایسے خلفاء مراد ہیں جو عدل و انصاف کے لحاظ سے اس شان کے ہوں کہ

رواہ الشیخان وفی روایۃ لابی داؤد الطیالسی کلھم تجتمع علیھم الامۃ وفی روایۃ فقالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الھرج۔ (شیخین)۔

(۱۴۸۸) عن حذیفۃ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال احصوا لی کم یلفظ الاسلام قال فقلنا یارسول اللہ اتخاف علینا ونحن ما بین الست الی السبع مائۃ قال انکم لا تدرون لعلکم ان تبتلوا قال فابتلینا حتی جعل الرجل منا

خلیفہ کے بجائے امیر کا لفظ ہے اور ابوداؤد طیالسی کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ یہ سب خلفا ایسے ہوں گے جن کی خلافت اور امارت پر تمام امت کا اتفاق ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا پھر کیا ہوگا آپ نے فرمایا پھر فتنہ فساد ہوگا

(۱۴۸۸) حذیفہؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آپ نے پوچھا شمار کر کے بتاؤ اس وقت کلمہ گو لوگوں کی تعداد کتنی ہے ہم نے عرض کی یا رسول اللہؐ (ہماری تعداد ماشاء اللہ کافی ہے) چھ سات سو کے درمیان ہے۔ کیا اب بھی ہمارے متعلق آپ کو کسی قسم کا اندیشہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا تم کو خبر نہیں

ان پر امت متفق بھی ہو، اس کے بعد پھر عام مار دھاڑ شروع ہو جائے گی۔ اب جن لوگوں نے حدیث کی بیان کردہ اس قید کی رعایت نہیں کی یا دور فتن کے بعد کے امراء بھی شمار کر لئے ان کے حساب سے بارہ کا عدد مستقیم نہیں رہ سکا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی بیان کردہ صفات کی رعایت کر لی جائے تو بڑے بڑے فتنوں کے ظہور سے قبل یہ عدد ولید بن یزید کے عہد تک پورا ہو جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت سارہ سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش بشارت دی اس پر حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے سجدہ شکر ادا کیا اور عرض کی پروردگار تیری رحمتوں اور نعمتوں کی کثرت سے ابراہیم کی نظریں نیچی ہیں، آج سے تیرہ سال قبل تراسی سال کی عمر میں تو نے (حضرت) اسمٰعیل (علیہ الصلوۃ والسلام) کی پیدائش سے نوازا اور ان میں بڑی برکت عطا فرمائی اور ان کی ذریت میں بارہ بڑے بڑے سرداروں کی بشارت عطا فرمائی اور اس کے بعد اب (حضرت) اسحاق (علیہ الصلوۃ والسلام) کی بشارت سے نوازا۔ (جن کی نسل سے انبیاء علیہم السلام کی جماعتیں پیدا ہوں گی)۔

اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بھی بارہ خلفا کی بشارت دی ہے جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں بارہ سرداروں کی بشارت دی تھی۔ پھر فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ بارہ مسلسل ہوں گے اس لئے ان کا مصداق خلفاء اربعہ اور عمر بن عبد العزیزؒ کے علاوہ بعض اور عباسی خاندان کے عادل امراء ہیں۔

(۱۴۸۸) غالباً اس پیشگوئی کا مصداق حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آخری زمانہ تھا جبکہ امیر کوفہ نمازوں میں اتنی تاخیر کیا کرتا تھا کہ بعض صحابہ کو مجبوراً خفیہ اپنی نمازیں علیحدہ پڑھنی پڑتی تھیں جن لوگوں نے اس کا مصداق حضرت عثمانؓ کی شہادت کا زمانہ قرار دیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ حضرت حذیفہؓ اس وقت موجود نہ تھے۔ پھر حضرت حذیفہؓ کے بعد حجاج کے زمانے میں صحابہؓ کو ان سے بھی کہیں زیادہ مصائب سے سابقہ پیش آیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی کثرت پر ناز کرنا کبھی مبارک نہیں ہوتا جنگ حنین کی مثال اس سے پہلے گزر چکی تھی بہرحال حدیث میں اس پیشگوئی کے پورے ہونے کا کوئی معین

زمانہ مقرر نہیں کیا گیا۔ حذیفہؓ کی اسوقت موجودگی کوئی ضروری امر نہیں کہ ایک بات فرمائی جو بھی اسی وقت اس کے پورے مخاطب ہوں۔

لا تُصلِّی الا سِرًّا رواہ الشیخان ولفظ البخاری اکثر انی من تلفظ بالاسلام - وفی روایۃ غیر مسلم ستمائۃ الی سبع مائۃ وھذا ظاہر لا اشکال فیہ)

(۱۴۸۹) مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ فَاَتَیْنَا وَادِیَ الْقُرٰی عَلٰی حَدِیْقَۃٍ لِامْرَاَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْرُصُوْھَا فَخَرَصْنَاھَا وَخَرَصَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ اَوْسُقٍ. قَالَ اَحْصِیْھَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَیْکِ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَانْطَلَقْنَا حَتّٰی قَدِمْنَا تَبُوْکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَھُبُّ عَلَیْکُمُ اللَّیْلَۃَ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَلَا یَقُمْ فِیْھَا اَحَدٌ مِّنْکُمْ فَمَنْ کَانَ لَہٗ بَعِیْرٌ فَلْیَشُدَّ عِقَالَہٗ فَھَبَّتْ رِیْحٌ شَدِیْدَۃٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْہُ الرِّیْحُ حَتّٰی اَلْقَتْہُ بِجَبَلِ طَیٍّ (رواہ الشیخان) -

(۱۴۹۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ الَّذِیْ اَسَرَ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَبُو الْیَسَرِ

شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو، حذیفہؓ کہتے ہیں آخر ہم فتنوں میں مبتلا ہوئے حتی کہ ہم میں کسی کسی کو تو چھپ کر نماز پڑھنی پڑی۔ (شیخین)۔

(۱۴۸۹) ابو حمید ساعدی بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ تبوک کے لئے چلے، جب وادی القری" کے ایک باغ پر پہنچے جو ایک عورت کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پھلوں کا تخمینہ لگاؤ ہم نے ان کا تخمینہ لگایا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکا تخمینہ دس وسق لگایا اس کے بعد آپ نے فرمایا اس کو یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہاں واپس ہوں۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ تبوک پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج شب میں نہایت تیز و تند آندھی آئے گی لہذا کوئی شخص بھی تم میں اپنی جگہ سے نہ ہلے جس کا اونٹ ہو وہ اپنے اونٹ کو باندھ کر رکھے، چنانچہ ایسا ہی ہوا نہایت تیز آندھی آئی۔ ایک شخص اتفاق سے کھڑا ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ ہوا نے اس کو طے کے پہاڑوں پر اڑا کر ڈال دیا (شیخین)۔

(۱۴۹۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص حضرت عباسؓ کو قید کر کے لایا تھا وہ قبیلہ

(۱۴۹۰) اس جگہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ تو ہے ہی کہ آپ نے ایک اسرار کی اطلاع دیدی جس کا جاننے والا دوسرے سوا کے کوئی اور تیسرا اللہ تھا مگر اس کی تہ میں یہاں اس معجزہ سے کم بااخلاقی معجزہ نہیں کہ عم بزرگوار کا معاملہ اور پھر پورے اختیار و اقتدار کے ساتھ ان کے بیان یا اسلام کے دعوے کی وجہ سے کچھ نرمی کا موقعہ بھی ہے۔ کچھ نہ بھی تو کم از کم اتنا ہی ہو جاتا کہ ان سے حاصل شدہ مال کو فدیہ میں شمار کر لیا جاتا۔ پھر حقیقت کی کسی کو خبر بھی نہیں ہے لیکن ان سب کے باوجود جس مال میں سب مسلمانوں کا حق قائم ہو چکا تھا اس میں حقوق عامہ کے بالمقابل یہاں عم بزرگوار کے

ابْنُ عَمْرٍو وَهُوَ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو أَحَدُ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَسَرْتَهُ يَا أَبَا الْيَسَرِ؟ فَقَالَ لَقَدْ أَعَانَنِي عَلَيْهِ رَجُلٌ مَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ وَلَا قَبْلُ هَيْئَتُهُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَعَانَكَ عَلَيْهِ مَلَكٌ كَرِيمٌ۔ وَقَالَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ افْدِ نَفْسَكَ وَابْنَيْ أَخِيكَ عَقِيلَ ابْنَ أَبِي طَالِبٍ وَنَوْفَلَ ابْنَ الْحَارِثِ بْنِ فِهْرٍ قَالَ فَإِنِّي قَدْ كُنْتُ مُسْلِمًا قَبْلَ ذَالِكَ وَاسْتَكْرَهُونِي۔ قَالَ اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِشَأْنِكَ إِنْ يَكُ مَا تَدَّعِي حَقًّا فَاللّٰهُ يَجْزِيكَ بِذَالِكَ وَأَمَّا ظَاهِرُ أَمْرِكَ فَقَدْ كَانَ عَلَيْنَا فَافْدِ نَفْسَكَ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخَذَ مِنْهُ عِشْرِينَ أُوقِيَةً ذَهَبًا۔ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ احْسِبْهَا لِي مِنْ فِدَائِي قَالَ لَا، ذَالِكَ شَيْءٌ أَعْطَانَا اللّٰهُ مِنْكَ: قَالَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِي مَالٌ قَالَ فَأَيْنَ الْمَالُ الَّذِي وَضَعْتَهُ بِمَكَّةَ حِينَ خَرَجْتَ عِنْدَ أُمِّ الْفَضْلِ وَلَيْسَ مَعَكَ أَحَدٌ

بنو سلمہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابو الیسر اور نام کعب بن عمرو تھا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اے ابو الیسر بتاؤ تو ان کو تم نے کس صورت سے قید کیا انھوں نے عرض کی ایک شخص نے اس میں میری مدد کی تھی جس کو میں نے نہ بعد میں دیکھا اور نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اس کی صورت ایسی ایسی تھی، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ امداد تیری ایک عظیم فرشتے نے کی تھی اس کے بعد آپؐ نے حضرت عباسؓ سے کہا آپ اپنی جانب سے اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل بن حارث کی جانب سے بھی فدیہ دیدیں انھوں نے فرمایا میں تو اپنی اسیری سے پہلے ہی مسلمان تھا یہ لوگ زبردستی گھسیٹ کر مجھ کو لے آئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اگر یہ بات جس کا آپ دعوٰی کرتے ہیں درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ دے گا لیکن آپ کی ظاہری صورت تو یہی تھی کہ آپ ہمارے مقابلے ہی کے لئے آئے تھے لہٰذا مناسب یہ ہے کہ آپ فدیہ ادا کر ہی دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے حضرت عباسؓ سے بیس اوقیہ سونا لے چکے تھے وہ بولے یا رسول اللہ اس سونے کو میرے فدیہ کے حساب میں شمار فرما لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا یہ سونا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ سے دلوایا ہے انھوں نے کہا کہ میرے پاس تو اور کوئی مال نہیں آپ نے فرمایا اچھا

حق کی کوئی رعایت نہیں کی گئی اور جب آپ کے اصرار پر اصرار کے بعد بھی انھوں نے اصل بات بتانے سے انحراف کیا تو پھر علم بزرگوار کے منھ پر سارا راز افشا کر دینا پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قبضے سے گو بیس اوقیہ کی دولت تو ضرور نکل گئی مگر اسلام حقیقی کے انمول دولت ان کے ہاتھوں میں آگئی۔ سبحان اللہ انبیا علیہم السلام کو بھی اخبار غیبی پر کتنا جزم ویقین حاصل ہوتا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا اس کا کتنا ہی انکار کرے مگر ان کے قلوب میں شک وتردد کا چھوٹا سا کانٹا بھی نہیں چبھتا۔

غَيْرَكُمَا فَقُلْتَ اِنْ اُصِبْتُ فِيْ سَفَرِيْ هٰذَا فَلِلْفَضْلِ كَذَا وَلِقُثَمٍ كَذَا وَلِعَبْدِ اللّٰهِ كَذَا قَالَ فَوَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عَلِمَ بِهٰذَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ غَيْرِيْ وَغَيْرُهَا وَاِنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (رواہ الامام احمد)

(۱۴۹۱) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ تُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ تُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ (رواہ الشیخان)

(۱۴۹۲) عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَتُفْتَحُ مِصْرُ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمّٰى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَحْسِنُوْا اِلٰى

تو وہ مال کہاں ہے جو آپ نے نکلتے وقت ام الفضل کے پاس رکھا تھا اور اس وقت تمہارے دونوں کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا اور تم نے کہا کہ اگر اس جنگ میں میں قتل ہو جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا حصہ اور قثم کے لئے اتنا اور عبداللہ کے لئے اتنا۔ انھوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے اس کی اطلاع میرے اور ان (ام الفضل) کے سوا لوگوں میں سے کسی ایک شخص کو بھی نہیں ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ کسی شبہ کے بغیر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد)

(۱۴۹۱) سفیان بن زہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں ملک یمن فتح ہو جائے گا کچھ لوگ اپنے اہل وعیال کو لیکر اور ان شخصوں کو جو ان کے ساتھ رائے میں متفق ہوں گے مدینہ چھوڑ کر یمن کی جانب کھسک جائیں گے اور ان کے لئے مدینہ کی رہائش ہی بہت بہتر تھی کاش کہ وہ جانتے۔ اس کے بعد پھر ملک شام بھی فتح ہوگا اور کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور اپنے رفقا کے ساتھ اس طرف بھی کھسک جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے حق میں بہت بہتر تھا کاش کہ یہ لوگ جانتے۔ پھر عراق بھی فتح ہوگا اور اسی طرح اس کی طرف بھی کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور رفقا کے ساتھ چلے جائیں گے اور ان کے لئے مدینہ ہی بہتر تھا کاش کہ وہ جانتے (تو مدینہ چھوڑ کر ان ممالک کا سفر نہ کرتے)۔ (شیخین)۔

(۱۴۹۲) ابو ذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عنقریب مصر فتح ہو جائے گا جہاں کے سکہ کا نام قیراط ہے تم اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا

أَهْلِهَا فَإِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَإِذَا رَأَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ عَلَى مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَأَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ وَأَخَاهُ رَبِيعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا۔ (رواہ مسلم)

(۱۴۹۳) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ أُجْلِيَ الْأَحْزَابُ عَنْهُ الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا (رواہ البخاری)

(۱۴۹۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) قَالَتْ فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوا فَقَدْ عَصَمَنِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (رواہ الترمذی والحاکم وابن جریر۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر واصل الحدیث فی الصحیحین)

ہمارے ساتھ عہد ہے اور ان کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے اور جب تم دیکھنا کہ دو شخص ایک اینٹ برابر جگہ پر باہم لڑ رہے ہیں تو پھر وہاں سے نکل جانا۔ (مذکورہ بالا پیش گوئی کے مطابق مصر فتح ہوا اور اس کی کچھ مدت کے بعد ابو ذرؓ کا وہاں گذر ہوا) وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا شرحبیل بن حسنہ کے دو بیٹے ایک اینٹ برابر جگہ پر جھگڑا کر رہے ہیں یہ دیکھکر حدیث کے حکم کے مطابق میں وہاں سے چلا آیا۔ (مسلم شریف)

(۱۴۹۳) سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے جبکہ غزوۂ احزاب میں دشمن قدرت کی جانب سے پسپا ہو کر جا چکا تھا آج کے بعد ہم لوگ ہی ان پر چڑھائی کر کے جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر چڑھ کر نہ آسکیں گے۔ (بخاری شریف)

(۱۴۹۴) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے نازل ہونے سے پہلے شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے سر مبارک خیمہ سے باہر نکال کر فرمایا، لوگو! اب پہرہ داری موقوف کر دو، اللہ تعالیٰ میری حفاظت کا متکفل ہو چکا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۱۴۹۳) تاریخ شاہد ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد کفار کو مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

(۱۴۹۴) یہ معجزہ کتنا عظیم الشان ہے کہ ہجرت کے بعد ایسے حالات میں آپؐ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی جبکہ چاروں طرف دشمن اقوام آمادۂ انتقام اور ملک میں عام بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ آپؐ کی یہ پیشگوئی کس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی۔ علماء نے آپ کی شہادت نہ ہونے کی مختلف وجوہات بیان فرمائی ہیں اگر اس آیت کو بھی سامنے رکھ لیا جائے تو یہ اور زیادہ واضح ہو سکتا ہے کہ عصمت کے وعدہ کے ساتھ آپ کے لئے شہادت قطعاً مناسب نہ تھی۔ غالباً جو حقیقۃً خاتم النبیین ہوں ان کیلئے ظاہری شہادت یوں بھی مناسب نہ ہوگی جبکہ اضافی خاتم یعنی سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی دشمنوں کے ہاتھوں شہادت مناسب نہ ہوئی اور آپ کیلئے طبعی موت ہی مقدر ہوئی تو جو رسول اعظم دونوں سلسلوں کیلئے خاتم تھے ان کے لئے یہ شہادت کیسے مناسب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴۹۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ اِبِلٌ لِلشَّیَاطِیْنِ وَبُیُوْتٌ لِلشَّیَاطِیْنِ فَاَمَّا اِبِلُ الشَّیَاطِیْنِ فَقَدْ رَاَیْتُهَا یَخْرُجُ اَحَدُكُمْ بِنَجِیْبَاتٍ مَعَهٗ قَدْ اَسْمَنَهَا فَلَا یَعْلُوْ بَعِیْرًا مِنْهَا وَیَمُرُّ بِاَخِیْهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهٖ فَلَا یَحْمِلُهٗ وَاَمَّا بُیُوْتُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِیْدٌ یَقُوْلُ لَا اَرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصَ الَّتِیْ یَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّیْبَاجِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۱۴۹۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ اَنْ تَرٰی قَوْمًا فِیْ اَیْدِیْهِمْ مِثْلُ اَذْنَابِ الْبَقَرِ یَغْدُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰهِ وَیَرُوْحُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ۔ (رواہ مسلم)

(۱۴۹۵) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ چل کر کچھ شیطانوں کی اونٹنیاں ہونگی اور کچھ شیطانوں کے گھر بھی ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ شیطانی اونٹ تو میں نے دیکھ لئے یعنی تم میں ایک رئیس آدمی عمدہ عمدہ اونٹنیاں لیکر اپنی شان دکھانے کے لئے گھر سے باہر اکڑتا ہوا پاس سے نکل جاتا ہے اور اس کے مسلمان بھائی کے پاس سواری کے لئے ایک اونٹ بھی نہیں ہوتا اب رہے شیاطین کے گھر تو میں نے ابھی تک ان کو نہیں دیکھا۔ سعید راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں تو وہ یہی پنجرے (شغدف) ہیں جن کو لوگ ریشمی کپڑوں سے سایہ کرنے کے لئے بناتے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۱۴۹۶) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم کو لمبی زندگی بخشی تو تم کچھ لوگ ایسے دیکھوگے جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح مار دھاڑ مچانے کے لئے کوڑے ہوں گے اور ان کی گت یہ ہوگی کہ جب صبح ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اور جب شام ہوگی تو بھی (اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے) اس کی ناراضگی میں۔ (مسلم)

(۱۴۹۵) یہاں دیکھئے راوی ایک پیشگوئی کو نہ دیکھ کر نہ تاویل کرتا ہے نہ انکار، ان ہی پیشگوئیوں میں آپ کے سامنے قیامت تک کے واقعات مذکور ہیں جو اپنے اپنے دور میں پورے ہوتے رہے۔ ہر ایا نظارہ یہ کہہ کر دنیا سے گذر گیا یہ آج نہیں تو کل پورے ہو کر رہیں گے پھر کسی بے عقلی ہے کہ ایک یا دو واقعے اگر ہمارے سامنے پورا نہیں ہوتے تو ہم فوراً اپنی بے عقلی سے اس کے انکار یا تاویل کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول نے متعلق تو صاف بتلایا گیا ہے کہ وہ تو بالکل قیامت کے قرب میں ہوگا پھر آپ گذشتہ کفار کی طرح قیامت کو اپنے وقت سے پہلے بلانے کی کوشش فضول کرتے ہیں اور فضول بیٹھے کے نزول کی تاویلات واہیہ گھڑتے رہتے ہیں یا بیکار ان کے نزول ہی کے منکر ہوتے ہیں، قدرت جتنا ان کے نزول کا وقت قریب آتا جاتا ہے اسی قدر اس کے معقول ہونے کے اسباب پیدا کرتی جاتی ہے کہو تا را ورکہ زمہریر کا راز جس کا شریعت میں کہیں ذکر تک نہیں) تو اب ذائش ہو چکا ہے بلکہ قابل مضحکہ بن چکا ہے سیر معلوم پر ایمان رکھنے والوں کیلئے نزول عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی بحث کرنے کا محل ہی باقی نہیں چھوڑا اور جو منکر ہیں ...

(۱۴۹۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَتُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا (رواه مسلم)۔

(۱۴۹۸) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ وُلِّيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيْتُ۔ (رواہ احمد والبیہقی)

(۱۴۹۹) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ ابْنَتِهٖ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَسَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (رواہ البخاری)

(۱۴۹۷) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ایک وہ مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کے سے کوڑے رہیں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم توڑتے رہیں گے۔ دوم وہ عورتیں جو لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن درحقیقت برہنہ ہوں گی ان کا حال یہ ہوگا کہ دوسروں کو اپنی طرف راغب کریں گی اسی طرح خود بھی غیروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی ان کے سروں کے اوپر ایسے جوڑے بندھے ہوئے بال ہوں گے جیسے اونٹ کے کوہان اونچے معلوم ہوتے ہیں، نہ وہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بڑے فاصلہ سے مہکتی ہوگی۔ (مسلم)۔

(۱۴۹۸) حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ اگر ولایت تم کو سپرد ہو تو خدا تعالیٰ کے تقوے کا خیال رکھنا اور انصاف کا لحاظ رکھنا۔ اسی دن سے مجھے خیال لگا رہا کہ مجھے مسلمانوں کی تولیت میں مبتلا ہونا ہے۔ آخرکار میں حضورؐ کے اس فرمان کی وجہ سے اس میں مبتلا ہو کر رہا۔

(۱۴۹۹) ابوبکرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اس وقت آپ نے اپنے نواسے حضرت امام حسنؓ کے متعلق ارشاد فرمایا میری یہ اولاد سید ہے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (بخاری)

(۱۴۹۷) سبحان اللہ یہ پیشگوئی کس صفائی کے ساتھ کس زمانے میں فرمائی گئی جبکہ اد ہر خیال بھی نہ جا سکتا ہوگا۔
(۱۴۹۹) حسب بیان حدیث بالا یہی ہوا یعنی سنہ ۴۱ھ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسنؓ کے ذریعے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے لشکروں میں صلح کی صورت پیدا فرما دی۔

(۱۵۰۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اللَّیْلَةَ فِی الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَاَرَی النَّاسَ یَتَکَفَّفُوْنَ مِنْهَا بِاَیْدِیْهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُسْتَکْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ ثُمَّ اِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَاءِ فَاَرَاكَ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ بَعْدَكَ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ لَهٗ فَعَلَا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَتَدَعَنِّیْ فَلَاَعْبُرَهُ فَقَالَ اُعْبُرْ۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا الَّذِیْ تَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهُوَ الْقُرْاٰنُ حَلَاوَتُهٗ وَلِیْنُهٗ۔ وَاَمَّا مَا یَتَکَفَّفُ فَالْمُسْتَکْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُسْتَقِلُّ وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْهِ فَاَخَذْتَ بِهٖ فَیُعْلِیْكَ اللّٰهُ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَیَعْلُوْ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ فَیَعْلُوْ ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ فَیَنْقَطِعُ بِهٖ ثُمَّ یُوْصَلُ لَهٗ فَیَعْلُوْ بِهٖ فَاَخْبِرْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ فَقَالَ

(۱۵۰۰) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آج کی شب میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا جس سے گھی اور شہد برس رہا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو لئے جارہے ہیں پھر ان میں کوئی زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم اس کے بعد میں نے ایک رسی دیکھی جو زمین سے لیکر آسمان سے متصل تھی میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے اس کو پکڑا ہے اور اوپر تشریف لے گئے ہیں پھر آپ کے بعد ایک اور شخص نے اس کو پکڑا ہے اور وہ بھی اوپر چلا گیا، اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے اس کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چلا گیا پھر تیسرے شخص نے اس کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی تھوڑی دیر کے بعد پھر جڑ گئی اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے آپ اجازت دیں کہ اس خواب کی تعبیر میں بیان کروں، آپ نے ارشاد فرمایا اچھا بیان کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی بادل سے مراد اسلام ہے اور وہ جو اس سے شہد اور گھی برستا ہے اس کا مصداق قرآن کریم کی شیرینی اور اس کا نرم طرز تعبیر اور وہ جو لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں تو اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو ان میں سے کوئی تو اس کو زیادہ مقدار میں حاصل کر چکا ہے اور کوئی کم۔ اور وہ جو رسی آسمان سے لے کر زمین تک لٹک رہی ہے اس کا مصداق وہ حق ہے جس پر آپ قائم ہیں آپ نے اس حق کو مضبوط پکڑ رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بلند کرے گا۔ آپ کے بعد پھر اس پر دوسرا

اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُخْبِرَنِّيْ بِالَّذِيْ اَخْطَاْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ۔ (رواہ الشیخان)۔

(۱۵۰۱) عَنْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِيْ ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهٖ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

(۱۵۰۲) عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَاَيْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ اِنَّهٗ شَدِيْدٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَتْ رَاَيْتُ كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتِ خَيْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

شخص ہوگا اور وہ بھی اوپر چلا جائے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص رسی کو پکڑے گا اور وہ بھی اوپر چلا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا شخص اس کو تھامے گا تو وہ ٹوٹ جائیگی اور کچھ ہی دیر بعد پھر وہ جڑ جائیگی اور وہ شخص بھی اوپر چلا جائیگا۔ یارسول اللہ مجھے بتائیے یہ تعبیر میں نے صحیح دی یا غلط۔ آپؐ نے فرمایا کچھ تو صحیح دی اور کچھ غلط۔ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ خدا کی قسم آپ مجھے ضرور بتائیں میں نے کیا غلطی کی آپ نے فرمایا قسم مت دو۔

(۱۵۰۱) مرۃ بن کعبؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سُنا ہے جبکہ آپ آئندہ آنے والے فتنوں کا ذکر فرما رہے تھے اور اس طرح ذکر فرما رہے تھے گویا وہ بہت ہی قریب نمودار ہونے والے ہیں۔ اسی درمیان میں سر پر کپڑا ڈالے ہوئے ایک شخص گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ان ایام میں حق پر ہوگا۔ میں ان کی طرف چلا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ عثمان غنیؓ تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا رخ آپ کی طرف پھیر کر کہا کہ کیا وہ یہی ہیں آپ نے فرمایا یہی ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۱۵۰۲) ام فضل بنت حارث روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ آج شب میں نے ایک بہت خطرناک خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ انھوں نے عرض کی وہ بہت ہی سخت ہے آپؐ نے فرمایا آخر کیا ہے۔ انھوں نے عرض کی میں نے دیکھا گویا آپؐ کے جسم اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تو تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (حضرت) فاطمہؓ کے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں ہوگا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ایسا ہی ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کے لڑکا ہوا اور وہ میری گود میں آیا پھر ایک دن

غُلَامًا يَكُوْنُ فِي حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ فَكَانَ فِي حِجْرِي كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ يَوْمًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهُ فِي حِجْرِهٖ ثُمَّ كَانَتْ مِنِّي الْتِفَاتَةٌ فَاِذَا عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُهْرِيْقَانِ الدُّمُوْعَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ مَالَكَ قَالَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُ ابْنِيْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ وَاَتَانِيْ بِتُرْبَةٍ مِنْ تُرْبَتِهٖ حَمْرَاءَ۔

(رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

(۱۵۰۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ (هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّيْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ) سُئِلَ النَّبِيُّ

ایسا ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے حضرت حسینؓ کو آپ کی گود میں دیا میرا خیال ذرا سی دیر کسی دوسری طرف بٹا ہو گا کیا دیکھتی ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بندھی ہوئی ہے۔ میں نے عرض کی یا نبی اللہ میرے ماں، باپ آپ پر قربان کیسے مزاج ہیں خیر تو ہے فرمایا جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھ کو یہ اطلاع دی کہ میری امت میرے اس جگر گوشہ کو شہید کرے گی۔ میں نے عرض کی کیا ان کو ان کو؟ آپ نے فرمایا جی ہاں ان ہی کو اور (اس خبر کی تصدیق کے لئے) وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے تھے۔ (بیہقی)۔

(۱۵۰۳) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا الخ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی نے امی لوگوں میں ان ہی میں کا ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا وہ ان کو خدا تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو کفر و شرک کی زندگی سے پاک وصاف کرتے اور ان کو کتاب الٰہی اور عقل کی باتیں سکھاتے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور نیز خدا نے ان پیغمبر کو اور لوگوں کی طرف بھی بھیجا ہے جو ابھی تک ان میں نہیں ملے ہیں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

(۱۵۰۳) عہد تابعین اور تبع تابعین میں اسی طرح ظہور پذیر ہوا اور ابنائے فارس میں دین وعلم کے وہ وہ شہباز ظاہر ہوئے جنھوں نے دین کی خاطر ثریٰ سے ثریا تک پرواز کی اور آخر علم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے جیسے حسن بصری، محمد بن سیرینؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہ مولی ابن عباسؓ، اور مجاہد ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ امام ابو حنیفہؒ کو بھی اسی حدیث کا مصداق سمجھنا چاہئے اور اس میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ عہد تابعین کے ابنائے فارس میں سے دین کو جو شہرت امام ابو حنیفہؒ کے ذریعے حاصل ہوئی بجسب انصاف اس کی نظیر ملنی مشکل ہے آج دنیا میں حنفیہ کی جو کثرت ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰؤُلَاءِ الْاٰخَرِيْنَ فَقَالَ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ وَفِيْ لَفْظٍ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ وَفِيْ لَفْظٍ الْعِلْمُ (رواه البخاری)

(۴۔۱۵۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلٰى اُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ اُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِيْ رَاْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ مِمَّ تَضْحَكُ؟ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْاَسِرَّةِ اَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْاَسِرَّةِ فَقَالَتْ اُمُّ حَرَامٍ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَاْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ مِمَّ تَضْحَكُ؟ فَقَالَ عُرِضَ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ كَمَا قَالَ فِي الْاُوْلٰى فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن دوسرے لوگوں کا اس آیت میں تذکرہ ہے وہ لوگ کون ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ابنائے فارس ہیں اگر دین ثریا پر بھی چلا جائے جو بہت بلند ستارہ ہے تو یہ لوگ دین کو وہاں جاکر بھی حاصل کرلیں گے۔ بعض روایتوں میں یہاں دین کے بجائے ایمان کا اور بعض میں علم کا لفظ آتا ہے۔ (مقصد سب کا ایک ہی ہے ایمان تو دین کی بنیاد ہے اور اسی طرح علم سے مراد بھی علم دین ہی ہے)۔ (بخاری شریف)

(۴۔۱۵۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام کے یہاں تشریف لیجاتے اور وہ آپ کی تواضع کے طور پر کھانا ان کو میسر ہوتا آپؐ کے سامنے پیش کرتیں یہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؐ ان کے گھر تشریف لے گئے انھوں نے حسب معمول آپؐ کے سامنے کھانا پیش کیا اور آپ کا سر سہلانے لگیں، آپ سو گئے اور تھوڑی دیر بعد مسکراتے ہوئے اٹھے انھوں نے پوچھا آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں آپؐ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے تھے جو سمندر کی گہرائی میں جہاد کے لئے سفر کریں گے ایسی شان وشوکت والے نظر آرہے تھے جیسے

روایت ہے کہ جب آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، یا رسول اللہؐ یہ کون لوگ ہیں، آپ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ اس کی قوم کے لوگ ہیں اور فرمایا: انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن "مجھے یمن کی جانب سے رحمن کی رحمت کی لپٹیں آتی محسوس ہوتی ہیں۔ (الباب الصحیح جلد ۲)

(۴۔۱۵۰) ام حرامؓ کی شہادت حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں ہوئی ہے جبکہ امیر معاویہؓ ان کی جانب سے نیابت فرما رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کے عہد تک مسلمانوں کو بحری غزوہ کی نوبت نہ آئی تھی اور سمندر میں سفر کرکے

اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ۔ قَالَ اَنَسٌ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ زَمَنَ مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا لَمَّا خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَمَاتَتْ (رواہ الشیخان)۔

(۱۵۰۵) عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتَنِ الَّتِیْ تَمُوْجُ مَوْجَ الْبَحْرِ وَقَالَ لِعُمَرَ اَنَّ بَیْنَكَ وَبَیْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا یُوْشِكُ ذَالِكَ الْبَابُ اَنْ یُّكْسَرَ فَسَاَلَهٗ مَسْرُوْقٌ مَنْ ذَالِكَ الْبَابُ فَقَالَ عُمَرُ۔ (رواہ الشیخان)

(۱۵۰۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیْهَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ وَمَنْ وَجَدَ فِیْهَا مَلْجَاً فَلْیَعُذْ بِهٖ رواہ ابوبکرۃ وَقَالَ فِیْهِ فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْیَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ

بادشاہ اپنے تختوں پر۔ یہ سن کر ام حرام نے عرض کی دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کردی۔ اس کے بعد آپ اپنا سر مبارک تکیہ پر رکھ کر پھر سو گئے اور تھوڑی بعد پھر مسکراتے ہوئے اٹھے۔ ام حرام نے آپ سے پھر پوچھا کہ آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے تھے اور ان کی شان بھی ویسی ہی بیان فرمائی جیسا پہلی مرتبہ والوں کی، انھوں نے عرض کی آپ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ اللہ مجھے ان میں بنا دے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت میں داخل ہو چکی حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایسا ہی ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام حرام نے بھی سفر کیا اور جب سفر سے فارغ ہو کر کنارے پر اتریں تو اپنی سواری سے گر پڑیں اور ان کی وفات ہو گئی (شیخین)

(۱۵۰۵) حضرت حذیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا تذکرہ فرماتے ہیں جو امت میں ان فتنوں کے متعلق ہے جو سمندر کی ہولناک موجوں کی طرح آنے والے ہیں کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ تمہارے اور ان فتنوں کی آمد کے درمیان ایک دروازہ ہے جو بند ہے قریب ہے کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائیگا مسروق کہتے ہیں (ایک تابعی کا نام ہے) میں نے ان سے پوچھا دروازے سے مراد کون شخص ہے انھوں نے فرمایا اس سے مراد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خود ذات ہے۔ (شیخین)۔

(۱۵۰۶) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ زمانے میں

جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا جس میں جزیرۂ قبرص فتح ہوا۔ اسی سلسلہ میں مسلمان دمشق پہنچے اس وقت دمشق میں حضرت ابوالدرداء صحابی بقید حیات تھے۔ یہ رو پڑے۔ جب ان سے پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں آج کے دن تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت نصیب فرمائی ہے۔ فرمایا کہ میں اس پر روتا ہوں کہ یہ امت برابر کفار پر غالب رہی آخر انھوں نے احکام الٰہی کی بجا آوری میں کوتاہی کی تو جیسا تم دیکھ رہے ہو اب اس نوبت کو پہنچ چکی ہے۔

فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهٖ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ إِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ. قَالَ يَعْمِدُ إِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَا اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ إِلٰى أَحَدِ الصَّفَّيْنِ أَوْ أَحَدِ الْفِئَتَيْنِ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ أَوْ يَجِيْئُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِإِثْمِهٖ وَ إِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔ (رواہ الشیخان)

(۱۵۰۷) عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِيْ حَازِمٍ قَالَ لَمَّا أَقْبَلَتْ عَائِشَةُ مَرَّتْ بِبَعْضِ مِيَاهِ بَنِيْ عَامِرٍ طَرَقَتْهُمْ لَيْلًا فَسَمِعَتْ نُبَاحَ الْكِلَابِ فَقَالَتْ أَيُّ مَاءٍ هٰذَا؟ قَالُوْا مَاءُ الْحَوْأَبِ قَالَتْ مَا أَظُنُّنِيْ إِلَّا رَاجِعَةً قَالُوْا مَهْلًا يَرْحَمُكِ اللّٰهُ تَقْدَمِيْنَ

ایسے بڑے بڑے فتنے ہوں گے جن میں بیٹھا شخص کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا اس شخص سے جو ان میں شریک ہوگا بدرجہا بہتر ہوگا جو شخص بھی ان کی طرف ذرا نظر اٹھا کر دیکھے گا وہ فتنے اس کو اچک لیں گے اس زمانے میں اگر کوئی جائے پناہ کسی کو میسر ہوجائے تو اس کو چاہئے۔ وہ اس کی پناہ لے لے۔ ابوبکرہؓ صحابی نے اس میں کچھ اور تفصیلات بھی نقل کی ہیں اور فرمایا ہے کہ جب یہ فتنے ظاہر ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ بکریوں میں چلا جائے اور جس کے پاس زمین کا کوئی ٹکڑا ہو اُسے چاہئے کہ وہ اپنی زمین میں چلا جائے۔ راوی کہتا ہے اس پر ایک شخص نے سوال کیا یارسول اللہ فرمایئے اگر کسی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکری اور نہ زمین۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی تلوار لیکر پتھر سے اس کی دھار توڑ ڈالے اور اگر بچ سکتا ہے تو اس طرح فتنوں کی شرکت سے بچ جائے اس کے بعد آپؐ نے خدا کو گواہ کرکے فرمایا: اے اللہ میں نے تیرا حکم پہنچا دیا یا نہیں، یہ سن کر ایک شخص نے کہا یارسول اللہ فرمایئے اگر میرے ساتھ زبردستی کی جائے یہانتک کہ مجھ کو گھسیٹ کر کسی ایک صف یا جماعت میں شامل کردیا جائے اور اس کے بعد کوئی شخص اپنی تلوار سے مجھے قتل کرڈالے یا کوئی تیر ہی مجھ کو آلگے اور قتل کردے (تو میرا حشر کیا ہوگا) آپؐ نے فرمایا تیرا اور اس کا گناہ قاتل کی گردن پر ہوگا اور وہی دوزخی ہوگا۔ (شیخین)

(۱۵۰۷) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ بنوعامر قبیلے کے ایک پانی پر سے گذریں تو چونکہ شب کے وقت یہاں پہنچی تھیں اس لئے انھوں نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں تو دریافت فرمایا کہ اس پانی کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا یہ "ماء الحوأب" (عراق میں ایک تالاب کا نام) ہے یہ سن کر فرمایا

فَيَرَاكِ الْمُسْلِمُوْنَ فَيُصْلِحُ اللّٰهُ بِكِ. قَالَتْ مَا اَظُنُّنِيْ اِلَّا رَاجِعَةً اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَيْفَ بِاِحْدٰكُنَّ يَنْبَحُ عَلَيْهَا كِلَابُ الْحَوْبِ (رواه ابن حبان)

(۱۵۰۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ قَتَلْتُ بِيَحْيٰى سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَاِنِّيْ قَاتِلٌ بِابْنِ ابْنَتِكَ سَبْعِيْنَ اَلْفًا وَسَبْعِيْنَ اَلْفًا رواه فی المستدرک ص۱۷۸ ج۳ - قال الذهبی علی شرط مسلم (وما رواہ الحاکم ص۲۹۰ ج۲ نضعفه الذهبی من اجل رواته)

مجھے یقین ہے کہ مجھ کو یہاں سے واپس ہونا ہوگا لوگوں نے عرض کی ایسا نہ کیجئے آپ تشریف لئے جا رہی ہیں جب مسلمان آپ کو دیکھیں گے تو ممکن ہے کہ آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان صلح کی صورت پیدا فرما دے اس کے بعد بھی انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو تو واپس ہی جانا ہوگا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو خطاب کرتے ہوئے خود سنا ہے: اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تم میں سے ایک بی بی پر "ماء الحوب" کے کتے بھونکیں گے۔ (ابن حبان)

(۱۵۰۸) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ یحییٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو قتل کیا تو میں نے اس کا انتقام ستر ہزار انسانوں کو قتل کر کے لیا تھا لیکن آپ کے نواسے کے قتل کا انتقام میں ستر در ستر ہزار قتل کر کے لوں گا۔ مستدرک ص۱۷۸ ج۳ ذہبی نے اس کو مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔ اور حاکم نے جو روایت ص۲۹۰ ج۲ پر بیان کی ہے اس کی ذہبی نے تضعیف کی ہے راویانِ حدیث کے ضعف کی وجہ سے)

(۱۵۰۸) معلوم ہے کہ امورِ تکوینیہ اور امورِ تشریعیہ وہ لولِ الگ الگ ہوا کرتے ہیں جن کو نہ پہچاننے والے نفضول الجھا کرتے ہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام اسی نکتہ کی وجہ سے خضر علیہ السلام کے ساتھ تین ہی واقعات پر صبر نہ کر سکے تو پھر کسی کا حوصلہ کیا ہے کہ وہ ان کو نباہ دے گا اگر اس فرق کو بخوبی ملحوظ رکھا جائے تو یہاں بے معنی سوالات کا سلسلہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ میں امورِ تکوینیہ کو کیا سمجھوں کہ اس کے حل کرنے میں ٹانگ اڑاؤں میں تو حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے واقعہ سے صرف ایک نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ امورِ تشریعیہ اور امورِ تکوینیہ کو سمجھنا ہمارے بس سے باہر کی بات ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی قوم نے ان کو قتل کیا تو اس وقت ان کو کیوں نہ دکھا پھر بعد میں یہ انتقام کیوں لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل کی ہمت مسلمانوں کو کیوں دیدی پھر اس کے بعد فتنۂ تاتاران پر کیوں مسلط کیا۔ یہ باتیں جہان کا پیدا کرنے والا ہی جانے۔ ہم اپنے محدود علم کے موافق کچھ لکھتے مگر وہ بھی عالم غیب میں تکے لگانے کے سوا اور کیا تھا اس لئے سب بھائیوں کے دلوں پر اس واقعہ کا نقشِ عظمت قائم کر کے رخصت ہی ہونا چاہتے ہیں اور ان کو بھی یہ راز بتا دینا چاہتے ہیں کہ وہ غیب کے امور کے پیچھے نہ پڑیں اگر وقت کی اضاعت ہی مطلوب ہو تو اس کو مریخ ستارہ پر پہنچنے والوں کے سپرد کر دیں اور اپنے ظاہری و باطنی معاملات ہی سلجھائیں۔ جو واقعات گزر چکے ان پر غور فرمانے میں اپنا وقت عزیز صرف نہ کریں۔ والسلام

(۱۵۰۹) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَمَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ مُؤْتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ فَاِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ كُنْتُ مَعَهُمْ فَفَتَّشْتُهٗ يَعْنِي ابْنَ رَوَاحَةَ فَوَجَدْنَاهُ فِيمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهٖ بِضْعًا وَّسَبْعِيْنَ مَا بَيْنَ طَعْنَةٍ وَرَمْيَةٍ (رواہ البخاری)

(۱۵۱۰) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ نَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَّابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّاْيَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَاِنَّ عَيْنَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ ثُمَّ اَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ البخاری)

(۱۵۱۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ اَنْمَاطٍ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ اَنْمَاطٌ فَاَنَا اَقُوْلُ الْيَوْمَ لِامْرَاَتِيْ نَحِّيْ عَنْكِ

(۱۵۰۹) حضرت نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ کو امیر لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفرؓ امیر ہوں اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ تھا تو میں نے ان کو یعنی ابن رواحہ کو تلاش کیا تو دیکھا کہ ان کے جسم کے سامنے کے حصہ میں کچھ اوپر ستر زخم نیزوں اور تیروں کے لگے تھے (بخاری)۔

(۱۵۱۰) انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید جعفر اور ابن رواحہ کی شہادت کی اطلاع آنے سے قبل ہی لوگوں کے سامنے باین تفصیل بیان فرمادی تھی کہ زید نے جھنڈا سنبھالا اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد جعفر نے جھنڈا سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے پھر اس کو عبداللہ بن رواحہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے جا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے اشکہائے غم جاری تھے۔ ان کے بعد اس جھنڈے کو خالد بن ولید نے لیا جو قدرت کی شمشیروں میں ایک شمشیر ہیں اور ان کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی۔ (بخاری شریف)۔

(۱۵۱۱) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہارے پاس پھلوے دار منقش چادریں ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ بھلا ایسی چادریں ہمارے پاس کہاں، (مگر ایسا ہوا کہ آخر وہ چادریں ہم کو میسر آئیں) اور آج جب میں اپنی بی بی سے کہتا ہوں کہ تو اپنی منقش چادریں ہٹا لے

أَنْمَاطَكِ فَتَقُوْلُ أَلَمْ يَقُلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ (رواه الشيخان)

(۱۵۱۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيْتُ أَنَّهُ وُضِعَ فِيْ يَدَيَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَرِهْتُهُمَا وَقَطَعْتُهُمَا فَأُذِنَ لِيْ فِيْ نَفْخِهِمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِيْ۔ (رواه الشيخان)

(۱۵۱۳) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَتَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيْدَ الْبَصَرِ فَرَأَيْتُهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَآهُ غَيْرِيْ فَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لِعُمَرَ أَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَأَرَاهُ وَأَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بَدْرٍ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْأَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ

تو وہ یہ جواب دیتی ہے کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔ کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ایسی چادریں آئندہ تمہارے پاس ہوں گی۔ (شیخین)

(۱۵۱۲) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں مجھے وہ ناگوار ہوئے اور میں نے ان کو توڑ پھینکا ہے۔ مجھے اس کی اجازت دی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں۔ میں نے ایسا کیا ہے اور وہ اڑ گئے ہیں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ میرے بعد دو جھوٹے مدعی نبوت کا زور ہو گا (اور وہ قتل کر دیئے جائیں گے)۔ (شیخین)

(۱۵۱۳) انسؓ بیان کرتے ہیں ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی۔ میں بہت تیز نظر تھا اس لئے میں نے سب سے پہلے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا کسی اور کو نظر نہ آیا۔ میں عمرؓ سے کہنے لگا کیا آپ کو نظر نہیں آیا، کیا آپ کو نظر نہیں آیا۔ مگر ان کو نظر نہیں آتا تھا۔ آخر انھوں نے فرمایا اگر آج نظر نہیں آتا تو کل انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو بستر پر لیٹے لیٹے خود بخود نظر آجائے گا۔ اس کے بعد آپ نے اہل بدر کے واقعات ذکر کرنے شروع کئے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جو جو شخص ان میں مقتول ہوا ہے آپ ایک دن پہلے نام لے لیکر اس کا مقتل ہم کو بتاتے جاتے تھے یہاں فلاں قتل ہو گا اور یہاں فلاں انشاء اللہ تعالیٰ۔ عمرؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جب معرکۂ جنگ سر ہو گیا تو جس کی جو جگہ آپ نے

الّتِی حَدَّثَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (الحدیث رواہ مسلم)

(۱۵۱۴) عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُہُمْ فِیْ مَسَاجِدِہِمْ فِیْ اَمْرِ دُنْیَاہُمْ فَلَا تُجَالِسُوْہُمْ فَلَیْسَ لِلّٰہِ فِیْہِمْ حَاجَۃٌ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۱۵۱۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ یَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُہَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَیْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (متفق علیہ)

(۱۵۱۶) عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ اَنْ یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُہٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُہٗ

مقرر فرمادی تھی وہ اس سے سر مو اِدھر اُدھر نہ تھا۔

(۱۵۱۴) حسنؓ سے مرسلا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جبکہ لوگ مسجدوں میں دنیوی باتیں کیا کریں گے تم ان کے پاس نہ بیٹھنا کیونکہ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے (جو خدا کے گھر میں آکر بھی دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں) (بیہقی)۔

(۱۵۱۵) عبداللہ بن عمروؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے براہِ راست نہیں نکالے گا بلکہ ایک ایک کرکے علماء کو اٹھاتا رہے گا یہاں تک کہ جب ایک عالم بھی نہ رہے گا تو یہ نوبت آجائے گی کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے پھر ان سے فتوے پوچھے جائیں گے اور جانے بوجھے بغیر جہالت کے فتوے دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (متفق علیہ)

(۱۵۱۶) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ دور نہیں جبکہ اسلام کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا اور قرآن شریف کے صرف نقوش ہی نقوش نظر آئیں گے ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی

(۱۵۱۶) یہ دورِ علمائے سوء کا دور ہوگا جبکہ علم نابود ہو جائے گا اور جاہل علماء کے نام سے پکارے جائیں گے جیسا کہ ابھی پہلی حدیث میں گذرا۔ جو لوگ علمائے حقانی پر ان حدیثوں کو چسپاں کرکے مذہب سے بیزار ہونا چاہتے ہیں وہ صرف ان علماء کی مذمت کو نہ پڑھیں بلکہ حدیث کے ابتدائی مضمون پر بھی غور کرلیں کہ یہ نقشہ اسلام کے دورِ عروج کا ہے یا اس کے دورِ نزول کا اور علمائے حقانی کا ہے یا علمائے سوء کا۔

مساجدهم عامرة وهي خراب من الهدى علماؤهم شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج الفتنة وفيهم تعود۔ (رواه البیہقی فی شعب الایمان)

(۱۵۱۷) عن ابي الدرداء قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فشخص ببصره الى السماء ثم قال هذا اوان يختلس فيه العلم حتى لا يقدروا منه على شيء (رواه الترمذی)

(۱۵۱۸) عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اناسا من امتي سيتفقهون في الدين ويقرؤن القرآن يقولون نأتي الأمراء فنصيب من دنياهم ونعتزلهم بديننا ولا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد الا الشوك كذلك لا يجتنى من قربهم الا قال محمد بن الصباح كانه يعني الخطايا (رواه ابن ماجہ)

مگر ہدایت کے لحاظ سے اجاڑ ہوں گی۔ اس وقت کے علما آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بدتر ہوں گے، فتنے ان ہی میں سے اٹھیں گے پھر لوٹ کر ان ہی میں جائیں گے۔ (بیہقی)

(۱۵۱۷) ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف حیران ہو کر نظریں اٹھائیں پھر فرمایا یہی وہ وقت ہوگا جب علم سینوں سے نکال لیا جائے گا حتی کہ علم نبوت میں سے کچھ نہ رہے گا (ترمذی شریف)

(۱۵۱۸) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت ہوگی جو دین کا قانون خوب حاصل کرے گی اور قرآن کی تلاوت بھی کرے گی پھر یہ کہے گی آؤ ہم ان بے دین حاکموں کے پاس چل کر ان کی دنیا میں بھی حصہ لگا لیں اور اپنا دین ان سے علیحدہ رکھیں لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسا کانٹے دار درخت کے نزدیک جانے سے سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں مل سکتا اسی طرح ان کے پاس جا کر سوائے خطاؤں کے اور کچھ نہ حاصل ہو سکے گا۔

(۱۵۱۸) سفیان ثوریؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کعب سے پوچھا فرمائیے وہ کون لوگ ہیں جن کو ارباب العلم کہا جا سکتا ہے انھوں نے جواب دیا یہ وہ لوگ ہیں کہ جتنا وہ جانتے ہیں اس پر عمل بھی کرتے ہیں پھر انھوں نے سوال کیا اچھا تو علماء کے سینوں سے علم نکالنے والی چیز کیا ہے فرمایا لالچ۔ (دارمی)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کاش اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور جو لوگ اس علم کا اہل تھے صرف ان کو سکھاتے تو اپنے زمانے میں سب کے سردار بن کر رہتے مگر انھوں نے تو اس کو دنیاداروں کے سامنے ڈال دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے ان کو بھی کوئی ٹکڑا مل جائے آخر ان کی نظروں میں وہ ذلیل و خوار بن کر رہ گئے۔ (ابن ماجہ)

ان احادیث کو ہم نے عبرت کے لئے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آئندہ چل کر ایسے علماء پیدا ہوں گے جو اپنی روٹی اپنی زبان سے اس طرح حاصل کریں گے جیسا بیل زبان کو بھوسا کھاتا ہے۔ ایک حدیث اور نقل کرنا ضروری ہے فرمایا کہ بہترین مخلوق بہترین علماء ہیں اسی طرح بدترین مخلوق بھی بدترین علما ہیں۔ خیر و شر کی یہ تقسیم تا قیامت چلتی رہے گی ہاں قلت و کثرت کا فرق ضرور رہیگا اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم ہر دو نوع کے علماء کو پہچانیں اور ان میں فرق قائم رکھیں اور سب کو ایک لاٹھی سے نہ ہانکیں۔ درحقیقت یہاں

ان کو نمبرا علماء کہا گیا ہے ورنہ صرف نمائشی علما ہوں گے مصیبت یہ کہ خیر و شر صحیح و غلط معلوم کرنے کی ہمارے دلوں میں کوئی پرواہ ہی باقی نہیں رہی۔

(۱۵۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ مِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ۔ (رواہ البخاری)

(۱۵۲۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلَ الرِّبٰوا فَاِنْ لَمْ یَاْکُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖ ویروی مِنْ غُبَارِهٖ رواہ احمد وابوداود والنسائی وابن ماجة۔

(۱۵۲۱) عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِی الْخَمْرَ یُسَمُّوْنَهَا بِغَیْرِ اِسْمِهَا۔ (رواہ ابوداود وابن ماجة)

(۱۵۲۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُکْفَأُ قَالَ زَیْدُ بْنُ یَحْیَی الرَّاوِیْ یعنی الْاِسْلَامَ کَمَا یُکْفَأُ الْاِنَاءُ یعنی الْخَمْرَ قِیْلَ فَکَیْفَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَیَّنَ اللّٰهُ فِیْهَا مَا بَیَّنَ قَالَ یُسَمُّوْنَهَا بِغَیْرِ اِسْمِهَا فَیَسْتَحِلُّوْنَهَا۔ (رواہ الدارمی)

(۱۵۱۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کسی کو یہ بحث نہ رہے گی کہ جو مال وہ لے رہا ہے یہ حلال ہے یا حرام۔ (بخاری شریف)

(۱۵۲۰) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آکر رہے گا جبکہ کوئی شخص ایسا نہ بچے گا جو سود نہ کھائے، اگر وہ کھائے گا نہیں تو غیر اختیاری طور پر اس کا دھواں ضرور اس تک پہنچے گا۔ (مسند ابوداؤد)

(۱۵۲۱) ابو مالک اشعریؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ضرور ایسے آئیں گے جو شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر دوسرا نام رکھیں گے (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۱۵۲۲) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دین کی سب سے پہلی چیز جو برتن کی طرح اُلٹی کی جائے گی وہ شراب ہوگی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیسے ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ اس کی حرمت کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرما چکا ہے۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہ وہ اس کا نام بدل کر اس کو حلال بنا لینگے۔ (دارمی)

(۱۵۱۹) یہ پیشگوئی ایسی دور کی ہے جس میں حرام ذرائع موجود ہی نہ تھے اور حلال میں بھی شبہ نکالے جاتے تھے۔

(۱۵۲۰) ہمارے زمانے میں بیرونی تجارت کا حال سامنے ہے اور اندرون ملک کا شی طریقوں کی ابتری بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس زمانے کی پیشگوئی ہے جبکہ سود خوری سے لوگوں کی روح کانپتی تھی۔

(۱۵۲۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ (متفق علیہ)

(۱۵۲۴) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا قَالَ فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ

(۱۵۲۳) عمرو بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تمہارے متعلق مجھ کو فقر و فاقہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ ڈر اس کا ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلادی جائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر پھیلادی گئی تھی پھر تم اس میں ایک دوسرے پر حرص کرنے لگو اور وہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کردے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے یعنی غفلت میں ڈالدے۔ (متفق علیہ)

(۱۵۲۴) ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جیسا کہ دعوت پر دسترخوان والے ایک دوسرے کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں اس پر ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ کیا اس لئے کہ اس وقت ہماری تعداد بہت کم ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہاری تعداد بہت بڑی ہوگی مگر اس طرح بیکار ہوگے جیسے پانی کے رو کی سطح پر جھاگ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت تمہارے دشمنوں کے دلوں سے نکال دیگا اور

(۱۵۲۳) یہ پیشگوئی ان ناسازگار حالات میں کی گئی جبکہ امت کے پاس نہ کھانے کو تھا نہ پہننے کو۔ اب ہر چند کہ دنیا ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں رہی لیکن پھر بھی جو فراوانی موجود ہے پھر اس پر جس طرح حرص نے گھیر رکھا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ ایام گذشتہ میں ہمارے پاس دنیا کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ آلات جدیدہ نے جو جو عجائبات ہماری آنکھوں کو دکھلائے کبھی ان آلات کے بغیر ہم ان کو دکھلا چکے ہیں۔ افسوس ہے کہ آج ہماری آنکھیں خود ہی اپنے گذشتہ حالات سے بند ہوچکی ہیں۔ تعجب ہوائی جہازوں کی ایجادات پر کرنا کچھ جائے تعجب نہیں قابل تعجب یہ ہے کہ جب یہ ہوائی جہاز کا سفر نہ تھا تو شرق و غرب کا سفر کس طرح طے کرلیا گیا تھا۔ آج بھی ہم ان عجائبات کی تحقیقات کے فہم سے قاصر ہیں جو دور ماضی میں ہمارے ہاتھوں جاری ہوا کرتی تھیں۔ ہمارا اس وقت یہ مضمون نہیں ہے میں تو صرف پیشگوئیوں کی نوعیت اور ان کی اہمیت ذہن نشین کرنے کے درپے ہوں جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے کی تھیں۔

ترجمہ میں دنیا کے ہلاک کرنیکا مطلب گذر چکا ہے۔ آجکل دنیا پرست لوگ سمجھ لیں کہ ہلاکت غفلت ہی کا نام ہے جب حلال و حرام کا فرق نہ رہے خدا تعالیٰ کی یاد قلوب سے نکل جائے تو اس سے بڑھ کر ہلاکت اور کیا ہوگی آج نہیں تو کل یہ بات روشن ہوکر رہے گی۔

(۱۵۲۴) اس حدیث کو بار بار پڑھیے اور غور فرمائیے کہیں یہ دور ہمارا ہی دور تو نہیں ہے کیا آج ہمارے دلوں کو

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (رواه ابو داؤد و البيهقي في دلائل النبوة)۔

(۱۵۲۵) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ (متفق عليه وعند الترمذي عن عبد الله بن عمرو حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك۔

(۱۵۲۶) عَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ

تمہارے دلوں میں "الوھن" ڈال دے گا۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ "الوہن" کیا چیز ہے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی نفرت (ابوداؤد، بیہقی)۔

(۱۵۲۵) ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلی امتوں کے قدم بقدم نقلیں کر کے رہو گے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ (جانور) کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم اس میں بھی گھس کر رہو گے۔ اس پر آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کیا پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں آپؐ نے فرمایا یہ نہیں تو پھر اور کون؟ ایک روایت میں ہے کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے کھلم کھلا زنا کیا ہوگا تو میری امت میں یہ بھی ہو کر رہے گا۔

(۱۵۲۶) مرداس اسلمیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نیک لوگ ایک ایک

---

* الوھن نے دبا تو نہیں لیا، کیا جو لوگ ہمارے نام سے لرزتے تھے آج وہی ہمارے مقابلے میں شیر تو نظر نہیں آتے، کیا آج ہماری تعداد دنیا میں کچھ کم ہے پھر کیا آج ہم قوموں کے سامنے حلوائے تر بن کر تو نہیں رہ گئے، کیا آج ساری اقوام کی نظریں ہمارے ہی طرف لگی ہوئی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صحابی ہے کہ اس نقشہ کا تصور کرنا بھی اس کے لئے مشکل ہو رہا کیونکہ وہ اس دور میں تھا جبکہ مسلمان مٹھی بھر ہو کر دنیا کو مغلوب بنا چکے تھے پھر وہ کثرت کے دور میں مغلوبیت کا کیا تصور کر سکتا تھا، اس لئے متحیر ہو کر یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شاید یہ نوبت ہماری اس لئے ہو جائے گی کہ ہم عدد میں اس دن بہت تھوڑے ہوں گے۔ لیکن اس کی حیرت میں یہ کہہ کر اور اضافہ کر دیا کہ نہیں نہیں اس دن بلحاظ عدد تو تم بہت ہوگے لیکن تمہاری حیثیت دریا کے اوپر بہنے والے خس و خاشاک جیسی ہوگی جو کتنا بھی ہو مگر کسی مصرف کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح آخر میں تم میں حرص و طمع کے علاوہ ہمدردی اور خدا ترسی کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ اب اس نقشہ کو اپنی حالت کے ساتھ ملا کر دیکھتے چلے جائیے۔

(۱۵۲۵) اس حدیث پر ترجمان السنہ کے مقدمہ میں تفصیلی بحث گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۵۲۶) یہ پیشگوئی بھی دیکھنے میں ایک معمولی سی معلوم ہوتی ہے لیکن سوائے اس کے اس کو کوئی کیا سمجھے کہ آخر میں مسلمان صرف ایسے رہ جائیں گے جن کی مثال جو اور کھجوروں کی بھوسی کی ہوگی، اسلام سے ان کا دور کا واسطہ نہ رہے گا انسان کو اپنی دنیوی زندگی کی اصلاح و ترقی کی فکر رہے گی صرف اغراض و اہواء باقی رہ جائیں گی۔

الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً۔ (رواہ البخاری)

(۱۵۲۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّ اَنْهَارًا (رواہ مسلم)

(۱۵۲۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِيْ كَافِرًا اَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا۔ (رواہ مسلم)۔

کرکے اٹھتے جائیں گے اور بدکردار لوگ رہ جائیں گے جو جَو کی بھوسی اور کھجور کے چورے کی طرح بیکار ہوں گے اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ (بخاری)

(۱۵۲۷) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی جب تک مال کی اتنی کثرت نہ ہوجائے کہ مال بہا بہا پھرنے لگے یہانتک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کے لئے گھر سے نکلے گا تو اس کو کوئی نہیں ملے گا جو اس کو قبول کرے اور یہانتک کہ سرزمین عرب سرسبز باغ نہ بن جائے اور اس میں نہریں نہ نکل جائیں۔ (مسلم شریف)

(۱۵۲۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں سے پہلے پہلے نیکیاں کرلو جو اندھیری رات کی طرح تاریک ہوں گے (کہ حق و باطل کا پتہ ہی نہ چلے گا) صبح کو ایک شخص مومن ہوگا تو شام کو کافر بن جائیگا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر بنجائیگا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے مال پر بیچ ڈالے گا (مسلم)۔

اور جو بھی جتنا نفیس مارخاں ہوگا اس کا نظریہ صرف اپنی اغراض ہی رہ جائے گا۔ وہ لوگ خال خال ہی ہوں گے جن کے سامنے تحفظ انسانیت و تحفظ اسلام کا سوال باقی رہ جائے جو ریسرچ بھی ہوگی وہ اسلام جیسے مذہب کے برخلاف، پھر یہ بھی کس کی؟ یعنی مدعین اسلام کی۔ ان عجیب انقلابات کی خبریں دینا کیا معجزات شمار نہ کیا جائے۔

(۱۵۲۷) یہ پیشگوئی اس سرزمین کے متعلق ہے جہاں پینے کے پانی کے لئے لوگ ترستے تھے اور سایہ کے لئے کیکر کے درخت کے سوا کوئی درخت نہ ملتا تھا اور وہ بھی بمشکل۔ پھر اس جزم و یقین کے ساتھ ہے جیسے قیامت کی آمد سے پہلے اس کا تسلیم کرنا نہ معلوم کتنی تاویلات کا محتاج ہوگا لیکن اس خلاف قیاس پیشگوئی کا آج آنکھیں مشاہدہ کررہی ہیں اور ایسے حالات پیدا ہوتے جارہے ہیں کہ عنقریب موبہو اس کا مشاہدہ ہوگا۔

(۱۵۲۸) اس پیشگوئی کی حقیقت مدتوں واضح نہ ہوسکی حتی کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل کسی تاویل کے بغیر آنکھیں اس کا مشاہدہ کرچکی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح رات اور دن کی گردش کے ساتھ ساتھ دین بدلا کرتا تھا۔ نعوذ باللہ من شر الفتن ما ظہر منہا وما بطن۔

(۱۵۲۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِیْمَ قُتِلَ فَقِیْلَ کَیْفَ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ (رواہ مسلم)

(۱۵۳۰) عَنْ یَعْلَی بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِیْہِ فِیْ قِصَّةِ الْتِقَاءِ الشَّجَرَتَیْنِ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْہُ فَقَالَتْ اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا بِہٖ لَمَمٌ مُنْذُ سَبْعِ سِنِیْنَ یَاْخُذُہٗ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدْنِیْہِ فَاَدْنَتْہُ مِنْہُ فَتَفَلَ فِیْ فِیْہِ وَقَالَ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَجَعْنَا فَاَعْلِمِیْنَا مَا صَنَعَ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَتْہُ وَمَعَهَا کَبْشَانِ وَاَقِطٌ وَسَمْنٌ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذِیْ هٰذَا الْکَبْشَ فَاتَّخِذِیْ مِنْہُ مَا اَرَدْتِ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ اَکْرَمَکَ مَا رَاَیْنَا بِہٖ شَیْئًا مُنْذُ فَارَقْتَنَا ثُمَّ ذَکَرَ قِصَّةَ اِتْیَانِ الْبَعِیْرِ وَعَیْنَاہُ تَدْمَعَانِ الخ (رواہ فی المستدرک ص۶۱۸ وقال الذهبی صحیح)۔

(۱۵۲۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ لوگوں پر وہ دور نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ بحث نہ ہو کہ اس نے کس جرم میں قتل کیا ہے اور مقتول کو یہ خبر نہ ہو کہ کس جرم میں اس کو قتل کیا گیا ہے۔ عرض کی گئی کہ یہ ظلم کیسے ہوگا آپ نے فرمایا وہ زمانہ اندھا دھند قتل کا ہوگا۔ ایسے زمانے کے قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے (مسلم)

(۱۵۳۰) یعلی بن مرہ اپنے والد سے دو درختوں کے مل جانے کے سلسلہ میں روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یہ میرا ایک بچہ ہے اس پر سات برس سے آسیب کا اثر ہے اور ہر روز دو مرتبہ اس کو دورہ پڑتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ تو وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی تو حضور نے اس کے منہ میں تھتکارا اور فرمایا اللہ کے دشمن نکل جا۔ دور ہو۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب ہم سفر سے واپس آئیں تو ہم کو حال بتانا کہ کیا ہوا۔ تو جب حضورؐ واپس لوٹے تو وہ عورت حضورؐ کے سامنے آئی اور اپنے ہمراہ کچھ پنیر کچھ گھی اور دو مینڈھے لائی حضورؐ نے اس سے فرمایا یہ مینڈھا لیجا اور جو تیرا جی چاہے وہ کر۔ اس عورت نے کہا اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو کرامت و بزرگی عطا فرمائی جب سے آپ ہمیں چھوڑ کر تشریف لے گئے ہم نے اس لڑکے پر آسیب کا کچھ اثر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد راوی نے آپ کے سامنے اونٹ کے آنے کا اس حال میں کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے قصہ بیان کیا۔

(۱۵۲۹) اس بعید از قیاس پیشگوئی کا نظارہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں کس صفائی سے آنکھوں نے دیکھ لیا گذشتہ بڑے بڑے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی تاویلیں کر کے چلے گئے کیا کسی اعجاز سے یہ پیشگوئی کم ہے۔

(۱۵۳۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ يعنى مِنَ الْمُهْلِكَاتِ۔ (رواه البخارى)

(۱۵۳۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِيَّاكِ وَ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔ (رواه ابن ماجه والدارمى والبيهقى فى شعب الايمان)

(۱۵۳۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتَنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ۔ (رواه البخارى)

(۱۵۳۱) انسؓ فرماتے ہیں تم لوگ کچھ عمل کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں تو بال سے بھی باریک ہوتے ہیں مگر ہم لوگ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تباہ کن شمار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۱۵۳۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ دیکھو خبردار معمولی معمولی گناہوں کا بڑا خیال رکھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس پر بھی بازپرس ہوگی۔ (ابنِ ماجہ)

(۱۵۳۳) ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آسکتی جب تک کہ علم نبوت نہ اٹھے اور پھر زلزلے کثرت کے ساتھ نہ آنے لگیں اور دنوں میں بے برکتی نمایاں طور پر محسوس نہ ہو اور فتنوں کا ظہور نہ ہونے لگے اور قتل کی کثرت اس طرح نہ ہو جائے کہ حق و ناحق کا امتیاز ہی باقی نہ رہے یہانتک کہ جب مال کے لینے والے ہی کم رہ جائیں تو مال پانی کی طرح بہنے لگے۔ (بخاری)

(۱۵۳۲) اس روایت سے حضرت انسؓ کے مذکورہ بالا روایت کی شرح بھی ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ حضرت انسؓ اس کا شکوہ کر رہے ہیں کہ تم لوگ چھوٹے گناہوں کی چوٹ ہوکر ان کو معمولی بات سمجھتے ہو اور ہم ان کو ہلاک کر دینے والا سمجھا کرتے تھے۔

(۱۵۳۳) یہ ہے علم غیب کا وہ حصہ جو ناآشنا افراد پر ابتک ادجھل رہا ہے وہ نہیں جانتے کہ آپ سے جو سوال آپ کی آخری عمر میں ہوا وہ بھی عجیب و غریب واقعات تھے جن کو "فاخبرنی عن اماراتھا" میں دریافت کیا گیا تھا یعنی اگر آپ کو قیامت کا صحیح صحیح وقت معلوم نہیں تو اس کی کچھ علامات ہی بیان فرما دیجئے۔ حدیثوں میں بیدار مغزوں کے لئے اس کی بڑی لمبی چوڑی تفصیلات موجود ہیں اگر ہم ادھر جائیں تو ان علامات کے ذکر ہی کے لئے ایک جلد درکار ہے، اب سوچئے کہ علوم کی کتنی کثرت ہے اور علم نبوت کا کتنا فقدان ہوتا جا رہا ہے کیا یہ قیاس کی بات ہے کہ جس عہد میموں میں سوائے علوم نبوت کے ان علوم کا پتہ ہی نہ ہو اس زمانے میں یہ بتا دیا جائے کہ یہ علم گم ہو کر وہ زمانہ آنے والا ہے جبکہ "تعلیم یافتہ" طبقہ وہی کہلائیگا جو علم نبوت سے یکسر خالی ہو اسی طرح اسی ایک حدیث کو آخر تک دیکھتے جائیے اور موجودہ دنیا کے واقعات ساتھ ملاتے جائیے تو آپ کو ایک سے ایک عظیم تر نظر آتا جائے گا۔ ہے کوئی نظر عبرت جو ان واقعات کو دیکھے، ہے کوئی مصغ موعظت جو ان محیر العقول معجزات کا سننا گوارا کرے پھر معجزات نظر آئیں تو کیسے: وان یروا ... وظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ (قرآن کی مراجعت)

(۱۵۳۴) عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَاهِرِيْنَ لِلرُّوْمِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ وَفِيْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ لَيْسُوْا بِاَهْلِ كِتَابٍ وَلَا اِيْمَانٍ بِبَعْثٍ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ يَصِيْحُ فِيْ نَوَاحِيْ مَكَّةَ (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَقَالَ نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ زَعَمَ صَاحِبُكُمْ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسًا فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ اَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَتَوَاضَعُوا الرِّهَانَ وَقَالُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ اِلٰى تِسْعِ سِنِيْنَ فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِيْ اِلَيْهِ قَالُوْا فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِيْنَ قَالَ فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِيْنَ

(۱۵۳۴) نیار بن مکرم بیان کرتے ہیں کہ جب آیت (الم غلبت الروم الخ) روم کی فتح کی بشارت لے کر اتری تو اس وقت تک فارس روم پر غالب تھے ادھر رومی چونکہ اہل کتاب تھے اور مسلمان بھی قرآن پاک کو مانتے تھے اس اشتراک کی وجہ سے مسلمانوں کی تمنا یہ تھی کہ رومی غالب ہوں اسی کی طرف آیۃ یومئذ یفرح المومنون میں اشارہ ہے۔ اور قریش یہ چاہتے تھے کہ فتح اہل فارس کی ہو کیونکہ یہ دونوں بت پرست تھے نہ کسی کتاب کے قائل تھے نہ قیامت کو مانتے تھے اس لئے جب فتح روم کی آیت اتری تو حضرت ابو بکرؓ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں چلا چلا کر یہ آیت پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے۔ اس پر کچھ مشرکوں نے ابو بکرؓ سے کہا اچھا تمہارے رسولؐ کا یہ دعوی ہے کہ چند سالوں میں رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے تو آؤ اسی پر ہماری تمہاری ہار جیت کی بازی ہے۔ انھوں نے فرمایا بہت مناسب یہ بات اس زمانے کی ہے جبکہ بازی لگانی حرام نہ تھی۔ بہرحال ابو بکرؓ نے مشرکین سے بازی بدلی اور ایک مال مقرر پر اتفاق ہوگیا جو جیتے وہ اس کو لے لے۔ مشرکوں نے ابو بکر سے کہا کہ بضع کا لفظ عربی میں تین سے نو تک اطلاق ہوتا ہے، اس لئے آؤ اس کے درمیان درمیان کی ایک مدت مقرر کرلیں آخر چھ سال کی مدت مقرر ہوگئی۔ جب اس مدت میں رومیوں کو فتح نہ ہوئی تو حسب قرارداد بازی کا مال مشرکوں نے وصول کرلیا پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی فارس پر غالب آگئے اور حسب پیشگوئی ان کو فتح نصیب ہوگئی۔ اس پر مسلمانوں نے

قَبْلَ اَنْ يَّظْهَرُوْا فَاَخَذَ الْمُشْرِكُوْنَ رَهْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَعَابَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِيْنَ قَالَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ قَالَ وَاَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيْرٌ (رواه الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح غريب لا نعرفه الا من حديث عبد الرحمن بن ابی الزناد)

(۱۵۳۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ وَيَقُوْلُوْنَ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُوْنَ مِثْلَ اَحَادِيْثِهٖ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِنَّ اِخْوَتِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ اَمْوَالِهِمْ وَكُنْتُ امْرَاً مِسْكِيْنًا اَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ فَاَحْضُرُ حِيْنَ يَغِيْبُوْنَ وَاَعِيْ حِيْنَ يَنْسَوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لَنْ يَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِيَ مَقَالَتِيْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعُهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِيْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضٰى

ابوبکرؓ پر نکتہ چینی کی کہ آپ نے یہ مدت کیوں مقرر فرمائی تھی جبکہ بضع کا لفظ ۹ تک استعمال ہوتا ہے راوی کہتا ہے کہ جب حسب پیشگوئی رومیوں کو فتح حاصل ہوگئی تو یہ دیکھ کر اسی دن بہت سے مشرک اسلام کے حلقہ میں داخل ہوگئے۔

(۱۵۳۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ابوہریرۃؓ حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ آخر یہ دوسرے مہاجرین اور انصار ان کی طرح احادیث کیوں نہیں بیان کرتے۔ بات یہ تھی کہ میرے دوسرے ساتھی مہاجرین کو بازاروں میں لین دین کرنا مصروف و مشغول رکھتا تھا اور میرے انصار بھائیوں کو اپنے مال، جانور کے کاروبار پھنسائے رکھتے تھے میں ایک نادار انسان تھا بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چپٹا رہتا تھا اس آسرے پر کہ آپؐ ہی مجھے پیٹ بھر کھانا کھلا سکتے ہیں، تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے وقت جاتا تھا جب دوسرے لوگ وہاں نہ ہوتے تھے اور میں ہی آپ کی باتیں یاد رکھتا تھا جب کہ دوسرے لوگ ان کو بھول جاتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی اپنا کپڑا اس وقت تک پھیلائے رکھے گا جب تک میں اپنی یہ

(۱۵۳۵) اس روایت کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن جو بات مجموعہ الفاظ اور روایات سے منقح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان صرف اس وقت کی حدیث پر نہیں بلکہ عمر بھر کی حدیثوں پر حاوی تھا اور اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آج بھی صحابہ میں سے مقلین و مکثرین کی فہرست میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام بلا اختلاف مکثرین صحابہ کی پہلی فہرست میں شمار ہوتا ہے۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهِ تِلْكَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا وَاللّٰهِ لَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَا حَدَّثْتُكُمْ شَيْئًا أَبَدًا إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيمِ (رواہ البخاری)

ختم نہ کرلوں پھر وہ اس کپڑے کو سمیٹ کر سینے سے لگالے تو وہ میری ایک حدیث بھی نہ بھولے گا میرے پاس اس وقت ایک ہی اونی چادر تھی میں نے وہی لے کر پھیلادی یہاں تک کہ حضورؐ نے اپنی تقریر پوری فرمالی پھر میں نے اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگالیا۔ تو اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے کہ وہ دن ہے اور آج کا کہ میں آپؐ کی ایک حدیث بھی نہیں بھولا۔ خدا کی قسم اگر قرآن میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں (ان الذین یکتمون ... الی قولہ الرحیم) تو میں تم لوگوں سے یہ حدیثیں کبھی بیان نہ کرتا۔ (بخاری شریف)

الکرامات

قال الحافظ ابن تیمیہؒ ومن الکرامات ما اظهرها اصحابها کاظهار العلاء بن الحضرمی المشی علی الماء وقصته رواه صاحب المجمع ص۳۷ وقال فیه ابراهیم الهجری لم اعرفه وبقیة رجاله ثقات۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ جو جو کرامتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائیں وہ ایک سے ایک بڑی ہیں مثلاً علاء بن حضرمی کا مع لشکر کے پانی کے اوپر اوپر گھوڑوں سمیت دریا کو عبور کرجانا۔ صاحب مجمع الزوائد واقعہ نقل کرکے لکھتے ہیں کہ اس میں صرف ایک راوی ابراہیم ایسا واقع ہوا ہے جس کو میں نہیں پہچانتا بقیہ اس کے جتنے راوی ہیں سب ثقہ ہیں۔

وهذا قد جری غیر مرة له ولامته من الآیات ما یطول وصفه فکان اتباع عیسی الله لما المرتی من الناس والدواب وبعض اتباعه مشی بالعسکر الکبیر علی البحر حتی یعبروا الی الناحیة الاخری ومنهم من القی فی النار

بہت سے معجزات وکرامات اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور ان کی امت کے لئے ظاہر فرمائی ہیں جس کا بیان کرنا موجب طوالت ہوگا۔ مثلاً بعض امتیوں کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ فرمادیا ان میں آدمیوں کے واقعات بھی ہیں اور کچھ جانوروں کے زندہ ہونے کے واقعات بھی بعض مسلمان صالحین لشکر کثیر لے کر سمندروں کے پار نکل گئے ہیں،

فصارت علیہ برداً وسلاماً وامثال ذلک کثیر الجواب الصحیح ص ۱۳۶/۱ و ص ۱۴۷/۱

وذکر فی ص ۲۶۰ کتاب النبوات وقد یمشی علی الماء قوم بتائید الله لهم واعانته ایاهم بالملائکة کما یحکی عن المسیح وکما جری للعلاء بن الحضرمی ولابی مسلم الخولانی فی عبور الجیش وذلک اعانة علی الجهاد الخ۔ وانذار عمرؓ سارية علی المنبر ص ۲۶۷

وقال فی موضع آخر واظهار ابی مسلم لما القی فی النار انها صارت علیہ برداً وسلاماً ومنها ما یتحدی بها صاحبها ان دین الاسلام حق کما فعل خالد بن الولید لما شرب السم و کالغلام الذی اتی الراهب الی ان قال وکما یکثر الله الطعام والشراب یکثر من الصالحین کما جری فی بعض المواطن النبی واحیاء الله میتا بعض الصالحین کما احیاه الله للانبیاء الخ کتاب النبوات ص ۱۰ الجواب الصحیح ص ۱۳۶/۱ و ص ۱۴۷/۱

والذین ذکر عنهم کرامات الاولیاء من المعتزلة وغیرهم۔۔۔ لا ینکرون الدعوات المجابة و لا ینکرون الرؤیا الصالحة کان هذا متفق علیہ بین المسلمین کتاب النبوات ص ۲۶۷۔

بعض وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آگ کو گل وگلزار بنایا ہے۔ اس قسم کے واقعات بہت ہیں۔ الجواب الصحیح ص ۱۳۶/۱ و ص ۱۴۷/۱

دریا پار اترنے کے کچھ واقعات کا تذکرہ کتاب النبوات میں بھی ہے ص ۲۶۰ اور ص ۲۶۷ پر اس مشہور واقعہ کا ذکر ہے جس میں مدینہ میں منبر سے حضرت عمرؓ کا ایک جنگ میں ساریہؓ کو آواز دینا اور اس آواز کا وہیں سے میدانِ جنگ میں پہنچ جانا مذکور ہے۔ کتاب النبوات ص ۱۰ اور الجواب الصحیح ص ۱۳۶/۱ و ص ۱۴۷/۱ میں ابو مسلم کے حق میں آگ کا گل وگلزار ہو جانا مذکور ہے۔

اسی طرح خالد بن ولید کا حقانیت اسلام ظاہر فرمانے کیلئے کافروں کے سامنے زہر کا پی جانا اور ان پر کچھ اثر نہ ہونے کا ذکر بھی ہے۔ اسی قسم کے واقعات جو بعض انبیاء علیہم السلام کے حق میں ظاہر ہوئے وہ امتِ محمدیہ کے بعض صالحین کے لئے بھی منقول ہیں جو لوگ کراماتِ اولیاء کے منکر ہیں جیسے معتزلہ وغیرہ دعا کے قبول ہونے اور خواب میں بشارات کے تو وہ بھی قائل ہیں۔

سقى السحاب عسكر العلاء بن الحضرمي وعبورهم خليجا بدون السفينة

(۱۵۳۶) قال ابو هريرة رضي الله تعالى عنه بعث العلاء بن الحضرمي في جيش كنت فيهم الى البحرين فسلكنا مفازة فعطشنا عطشا شديدا حتى خفنا الهلاك فنزل العلاء وصلى ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم اسقنا فجاءت سحابة كانها جناح طائر فقعقعت علينا وامطرتنا حتى ملانا الانية وسقينا الركاب ثم انطلقنا حتى اتينا الخليج من البحر ما خيض قبله ولا خيض بعده فلم نجد سفنا فصلى العلاء ركعتين ثم قال يا حليم يا عليم يا علي يا عظيم اجزنا ثم اخذ بعنان فرسه ثم قال بسم الله جوزوا قال ابو هريرة فمشينا على الماء فوالله ما ابتل لنا قدم ولا خف ولا حافر وكان الجيش اربعة الاف رواه الديري تحت مادة بع وض وذكر القصة الحافظ ابن تيميه في اقتضاء صراط المستقيم ص۳۶۳

علاء بن الحضرمی کے لشکر کو بادل کا سیراب کرنا اور بغیر کشتی کے خلیج عبور کر جانا

(۱۵۳۶) ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ علاء بن حضرمی بحرین کی طرف ایک لشکر لیکر روانہ ہوا جس میں خود میں بھی شریک تھا ہمارا راستہ ایک ایسے بے آب جنگل سے تھا جس میں ہم کو سخت پیاس لگی یہانتک کہ ہم کو موت کا خطرہ ہونے لگا پانی کا کہیں ایک قطرہ نہ ملا تو علاء بن حضرمی نے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی اور دعا مانگی اے حلیم اے علیم اے علی، اے عظیم ہم کو تو سیراب فرما دے" پس فوراً ایک ذرا سا بادل ایک طرف سے اٹھا جو دیکھنے میں تو پرندہ کے ایک بازو کی طرح تھا پھر وہ گرجا اور ہمارے اوپر ایسا برسا کہ ہم نے اپنے پانی کے سب برتن بھر لئے اور اپنی سواریوں کو اچھی طرح پانی پلالیا۔ اس کے بعد ہم چلے تو ایک ایسی خلیج میں ہمارا گذر ہوا کہ ایسا پانی ہم نے کبھی پہلے عبور کیا تھا نہ اس کے بعد عبور کیا، کسی کشتی کا وہاں پتہ تک نہ مل سکا پھر انھوں نے اتر کر یوں دعا مانگی، اے بردباری والے اے سب کا علم رکھنے والے اے سب سے بلند اور اے سب سے بزرگ ہم کو پناہ دے (یا ہم کو دریا پار کرا دے۔ اگر یہاں اَجِرْنا بمعنی اجزنا ہو) پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور کہا بسم اللہ کہہ کر دریا پار ہو جاؤ (اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل لفظ اجزنا ہی ہے) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ہم پانی کے اوپر اوپر گذر گئے، خدا کی قسم ہمارا قدم، نہ کسی اونٹ کا خف نہ کسی جانور کا کھر تک ذرا تر ہوا۔ اور پورا لشکر چار ہزار آدمیوں کا تھا۔

المشی علی الماء

(۱۵۳۷) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُصْعَبِ الْمَدَنِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ الْبَصْرِیِّ قَالَ دَخَلَتْ فِیْ اُذُنِ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ بَعُوْضَةٌ حَتّٰی وَصَلَتْ اِلٰی صِمَاخِهٖ فَاَنْصَبَتْهُ وَاَسْهَرَتْهُ لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ يَا هٰذَا اُدْعُ بِدُعَاءِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِیِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ دَعَا بِهٖ فِی الْمَفَازَةِ وَفِی الْبَحْرِ فَخَلَّصَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فَقُلْ لَنَا الرَّجُلُ وَمَا هُوَ رَحِمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بُعِثَ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضْرَمِیِّ فِیْ جَيْشٍ كُنْتُ فِيْهِمْ اِلَى الْبَحْرَيْنِ فَسَلَكْنَا مَفَازَةً فَعَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيْدًا حَتّٰی خِفْنَا الْهَلَاكَ فَنَزَلَ الْعَلَاءُ وَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِیُّ يَا عَظِيْمُ اَسْقِنَا فَجَاءَتْ سَحَابَةٌ كَاَنَّهَا جَنَاحُ طَائِرٍ فَقَعْقَعَتْ عَلَيْنَا وَاَمْطَرَتْنَا حَتّٰی مَلَاْنَا الْاٰنِيَةَ وَسَقَيْنَا الرِّكَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتَيْنَا عَلٰی خَلِيْجٍ

پانی پر چلنا

(۱۵۳۷) مطرف بن عبداللہ بن ابی مصعب مدنی کہتے ہیں کہ محمد بن ثابت نے عمر بن ثابت بصری سے روایت کی ہے کہ ایک بصری شخص کے کان میں مچھر گھس گیا اور کان کے اندرونی حصہ تک جا پہنچا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی اور شب و روز جاگتے رہے۔ ان سے حسن بصریؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ اے شخص علا بن حضرمیؓ کی دعا پڑھو اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اس دعا کی بدولت انھوں نے خشکی اور تری کی مشکلات پر قابو پایا اور اللہ تعالیٰ نے بڑی مصیبت سے نجات دلائی۔ اس شخص نے دریافت کیا وہ دعا کیا ہے خدا تم پر رحم فرمائے۔ انھوں نے کہا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علا بن حضرمی ایک لشکر کے ساتھ روانہ کئے گئے اور میں بھی ان کے ہمرکاب تھا اور یہ لشکر بحرین کی طرف روانہ ہوا اور ہم سب جنگلات طے کرتے ہوئے جا رہے تھے اور سخت پیاس میں مبتلا ہوئے حتی کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو گیا۔ اس کے بعد علاء اترے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر یہ دعا مانگی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہم کو سیراب فرما۔ یہ کہنا تھا کہ ایک بادل نمودار ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پرندے کے پر کی طرح ہم پر سایہ کئے ہوئے ہے پھر گرج کر برسا اور ہم نے اپنے برتن بھر لئے

مِنَ الْبَحْرِ مَا خِيْضَ قَبْلَهٗ وَلَا خِيْضَ بَعْدَهٗ، فَلَمْ يَجِدْ سُفُنًا فَصَلَّى الْعَلَاءُ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا حَلِيْمُ يَا عَلِيْمُ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ اَجِزْنَا ثُمَّ اَخَذَ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ جُوْزُوْا قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَمَشَيْنَا عَلَى الْمَاءِ فَوَاللّٰهِ مَا ابْتَلَّ لَنَا قَدَمٌ وَلَا خُفٌّ وَلَا حَافِرٌ وَكَانَ الْجَيْشُ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ، ذكره الشيخ الامام العلامة ابوبكر محمد بن الوليد الفهری الطرطوشی ويعرف بابن ابی رندہ كما نقله العلامة الدميری فی مادة ب ع وض: و ذكره الحافظ ابن تيميةؒ فی اقتضاء الصراط المستقيم ص۳۶۳. ورواه البيهقی عن انس رضی الله عنه فی حديثه قال ادركت فی هذه الامة ثلاثا الخ كما سيجئ تفصيله عند بيان كرامة هذه الامة فی احياء الميت. فذكر عن انس :-

قَالَ: ثُمَّ جَهَّزَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كُنْتُ فِيْ غَزَاتِهٖ فَاَتَيْنَا مَغَازِيَنَا فَوَجَدْنَا الْقَوْمَ قَدْ بَدَرُوْا بِنَا فَعَفَوْا اٰثَارَ الْمَاءِ وَالْحَرُّ شَدِيْدٌ فَجَهَدَنَا الْعَطَشُ وَدَوَابَّنَا وَذَالِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا مَالَتِ الشَّمْسُ لِغُرُوْبِهَا صَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ مَدَّ يَدَهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَمَا نَرٰى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا حَطَّ يَدَهٗ حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا وَاَنْشَاَ سَحَابًا وَاَفْرَغَتْ

اور اپنی سواریوں کو پانی پلایا اور روانہ ہو گئے، چلتے چلتے ایک خلیج پر پہنچے جس کو نہ پہلے پار کیا گیا اور نہ بعد میں اور نہ وہاں کوئی کشتی تھی لہذا حضرت علاءؓ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا مانگی یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم ہم کو اس دریا سے پار کر دے پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ آؤ اور اللہ کا نام لیکر پار ہو جاؤ۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پر چل رہے تھے اور ہمارا قدم تک تر نہ ہوا اور نہ ہمارے اونٹوں اور گھوڑوں کے پیر پانی میں بھیگے اور لشکر کی تعداد چار ہزار تھی۔ امام علامہ ابوبکر محمد بن ولید فہری طرطوشی نے بھی یہ مضمون علامہ دمیری سے ب ع وض کے مادہ میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ بیہقی نے حضرت انسؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل اس امت کی کرامات کے ذیل میں آئندہ آئے گی۔

حضرت انسؓ کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور اس کی قیادت علاء بن حضرمی کے سپرد کی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی اسی لشکر میں تھا۔ جب ہم میدان کارزار پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن نے پہلے ہی سے پانی کے نشانات مٹا دیے اور اس وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی پیاس سے ہماری اور ہمارے جانوروں کی بری حالت تھی۔ جمعہ کا دن تھا۔ جب سورج کے غروب ہونے کا

حَتّٰی مَلَأَتِ الْغُدُرَ وَالشِّعَابَ فَشَرِبْنَا وَسَقَيْنَا رِكَابَنَا وَاسْتَقَيْنَا ثُمَّ أَتَيْنَا عَدُوَّنَا وَقَدْ جَاوَزُوا خَلِيْجًا فِي الْبَحْرِ إِلَى الْجَزِيْرَةِ فَوَقَفَ عَلَى الْخَلِيْجِ وَقَالَ يَا عَلِيُّ يَا عَظِيْمُ يَا حَلِيْمُ يَا كَرِيْمُ، ثُمَّ قَالَ أَجِيْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ قَالَ فَأَجَزْنَا مَا يَبُلُّ الْمَاءُ حَوَافِرَ دَوَابِّنَا فَلَمْ نَلْبَثْ إِلَّا يَسِيْرًا فَأَصَبْنَا الْعَدُوَّ عَلَيْهِ فَقَتَلْنَا وَأَسَرْنَا وَسَبَيْنَا ثُمَّ أَتَيْنَا الْخَلِيْجَ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَجَزْنَا مَا يَبُلُّ الْمَاءُ حَوَافِرَ دَوَابِّنَا ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ مَوْتِهِ وَدَفْنِهِ وَنَبْشِ قَبْرِهِ وَسِعَتِهِ مَدَّ الْبَصَرِ وَامْتِلَائِهِ نُوْرًا۔

ثم قال البیهقی وقد روی عن ابی هریرة فی قصة العلاء بن الحضرمی فی استسقائه ومشیهم علی الماء دون قصة الموت بنحو من هذا وذکر البخاری فی التاریخ لهذه القصة اسنادا اٰخر وقد اسنده ابن ابی الدنیا عن ابی کریب وقد ذکره الحافظ ابن تیمیة اجمالا فی کتاب النبوات ص۲۶۰

وقت نزدیک ہوا تو حضرت علاء نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر اپنا ہاتھ آسمان کی جانب پھیلایا۔ اس وقت آسمان پر بادل وغیرہ بالکل نہ تھے۔ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ وہ ہاتھ نیچا نہ کرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوائیں چلانی شروع کردیں اور بادل نمودار ہوئے اور خوب برسے اور اس سے تالاب اور نالے بھر گئے پھر ہم نے پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور سیراب ہوگئے پھر ہم نے دشمن پر چڑھائی کی اور وہ خلیج سے گذر کر جزیرے تک پہنچ گئے تھے پھر حضرت علاء خلیج کے پاس ٹھہر گئے اور یہ دعا کی یا علی یا عظیم یا حلیم یا کریم پھر فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر پار کرو اور ہم پار ہوگئے۔ پانی سے ہمارے جانوروں کے سم تک تر نہ ہوئے۔ تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ ہم نے دشمن کو جالیا اور کچھ تو قتل کر ڈالے اور کچھ کو قیدی بنالیا۔ پھر لوٹتے ہوئے اس خلیج پر دوبارہ آئے اور حضرت علاء نے وہی کلمات دہرائے اور ہم نے خلیج کو عبور کرلیا اور ہمارے سواری کے جانوروں کے سم تر نہ ہوئے تھے۔ پھر راوی نے ان کی موت اور اوران کے دفن کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر کھودنے اور اس کی کشادگی اور نور سے بھرپور ہونے کا بھی واقعہ بیان کیا ہے۔

بیہقیؒ نے کہا ہے کہ علاء بن حضرمی کے قصے میں یہ روایت ابو ہریرۃؓ سے بھی نقل کی گئی ہے اور اس میں بھی سیراب ہونے اور پانی پر چلنے کا ذکر ہے لیکن ان کی موت کا ذکر نہیں ہے۔ واقعہ کی تفصیل قریب قریب ملتی جلتی ہے۔ امام بخاریؒ نے تاریخ میں اس واقعہ کو دوسری سند سے بھی ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے کتاب النبوات میں اجمالی طور پر یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

تسخیر الریح لعمر بن الخطابؓ

(۱۵۳۸) عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَجَّہَ جَیْشًا وَرَأَّسَ عَلَیْھِمْ رَجُلًا یُقَالُ لَہٗ سَارِیَۃُ قَالَ فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ الْجَیْشِ فَسَئَلَہٗ عُمَرُ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ھُزِمْنَا فَبَیْنَمَا نَحْنُ کَذَالِکَ اِذْ سَمِعْنَا مُنَادِیًا یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ ثَلَاثًا فَاَسْنَدْنَا ظُھُوْرَنَا بِالْجَبَلِ فَھَزَمَھُمُ اللہُ قَالَ فَقِیْلَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِنَّکَ کُنْتَ تَصِیْحُ بِذَالِکَ (رواہ عبداللہ بن وھب وقال الحافظ بن کثیر ھٰذا اسناد جید حسن) وقد ذکرہ الحافظ ابن تیمیۃ اجمالاً فی کتاب النبوات ص۲۶۲ وذکر سیف عن مشائخہ ان ساریۃ بن زُنَیم قصد فسار دارابجرد فاجتمع لہ جموع من الفرس والاکراد عظیمۃ ودھم مسلمین منھم امر عظیم وجمع کثیر ورأی عمر رضی اللہ عنہ۔

فاروقِ اعظمؓ کے لئے ہوا کا مطیع ہوجانا

(۱۵۳۸) نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک فوج کہیں روانہ کی اور اس پر ایک شخص کو جن کا نام ساریہ تھا امیر بنایا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار جب حضرت عمرؓ منبر پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک پکار کر کہنے لگے کہ اے ساریہ ذرا اس پہاڑ کا رخ لو۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی (پھر بدستور خطبہ وغیرہ پورا کیا۔ کچھ عرصہ بعد) اس فوج کی طرف سے ایک قاصد آیا تو اس سے حضرت عمرؓ نے حالاتِ جنگ دریافت کئے وہ کہنے لگا کہ اے امیر المومنین ہم جنگ میں ہارنے اور بھاگنے لگ گئے تھے کہ اتنے میں ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جس نے تین بار کہا اے ساریہ اس پہاڑ کی آڑ لو۔ ہم نے اسی پہاڑ کی طرف پیٹھ کر لی اور لڑے بس پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دیدی۔ راوی کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہاں آپ ہی نے تو ایک دن پکار کر یہ الفاظ کہے تھے۔ (ابن کثیر)

جری النیل وکتاب عمرؓ الیہ

(۱۵۳۹) رُوِّینَا مِنْ طَرِیقِ ابْنِ لَهِیعَةَ عَنْ قَیْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ قَالَ لَمَّا افْتُتِحَتْ مِصْرُ اَتٰی اَهْلُهَا عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ حِیْنَ دَخَلَ بُوْنَةُ مِنْ اَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوْا اَیُّهَا الْاَمِیْرُ لِنِیْلِنَا هٰذَا سُنَّةٌ لَا یَجْرِیْ اِلَّا بِهَا قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا اِذَا كَانَتْ اِثْنَیْ عَشَرَ لَیْلَةً خَلَتْ مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَمِدْنَا اِلٰی جَارِیَةٍ بِكْرٍ مِنْ اَبَوَیْهَا فَاَرْضَیْنَا اَبَوَیْهَا وَجَعَلْنَا عَلَیْهَا مِنَ الْحُلِیِّ وَالثِّیَابِ اَفْضَلَ مَا یَكُوْنُ ثُمَّ اَلْقَیْنَاهَا فِیْ هٰذَا النِّیْلِ فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو وَاِنَّ هٰذَا مِمَّا لَا یَكُوْنُ فِی الْاِسْلَامِ اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ قَالَ فَاَقَامُوْا بُوْنَةَ وَ اَبِیبَ وَمِسْرٰی وَالنِّیْلُ لَا یَجْرِیْ قَلِیْلًا وَلَا كَثِیْرًا حَتّٰی هَمُّوْا بِالْجَلَاءِ فَكَتَبَ عَمْرٌو اِلٰی عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِؓ بِذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَیْهِ اَنَّكَ قَدْ اَصَبْتَ بِالَّذِیْ فَعَلْتَ وَاِنِّیْ قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْكَ بِطَاقَةً دَاخِلَ كِتَابِیْ فَاَلْقِهَا فِی النِّیْلِ فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُهٗ اَخَذَ عَمْرٌو الْبِطَاقَةَ فَاِذَا فِیْهَا مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلٰی نِیْلِ اَهْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ وَمِنْ اَمْرِكَ فَلَا تَجْرِ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْكَ وَاِنْ كُنْتَ اِنَّمَا تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ

حضرت عمر فاروقؓ کا دریائے نیل کے نام فرمان اور اس کا جاری ہو جانا

(۱۵۳۹) بہ طریق ابن لہیعہ قیس بن الحجاج سے روایت ہے کہ جب مصر فتح ہو گیا تو لوگ عمرو بن العاص گورنر مصر کے پاس آئے اور جب عجم کے بونہ کا دن منانے کا وقت آیا تو انھوں نے کہا اے امیر المومنین جب یہاں قحط پڑتا ہے تو یہاں کی روایات کے مطابق وہ بونہ کی رسم ان ہی دستور کے مطابق ادا کئے بغیر نہیں جاتا۔ عمرو بن العاصؓ نے دریافت کیا وہ رسم کیا ہے۔ انھوں نے کہا جب مہینے کی ۱۲ تاریخ ہو جاتی ہے تو ہم ایک باکرہ لڑکی کے والدین کو راضی کر کے اس کو زیورات ولباس سے خوب آراستہ کرتے ہیں پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ سنکر عمرو بن العاصؓ نے فرمایا، یہ مکروہ رسم اسلام برداشت نہیں کر سکتا اور جو اسلام سے پہلے پہلے رسوم بد ہو چکیں وہ سب ختم ہوئیں آخر جب رسم بونہ کے منانے کا دن آیا تو دریائے نیل میں نہ تھوڑا پانی رہا نہ بہت تا آنکہ لوگوں نے وہاں سے جلا وطن ہونے کا ارادہ کر لیا اس پر عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ قصہ لکھ بھیجا انھوں نے اس مضمون کا خط جواباً ارسال فرمایا تم نے جو کیا وہ بالکل درست کیا۔ (بیشک اسلام میں یہ رسم ناقابلِ برداشت ہے) میں تمہارے پاس ایک خط بھیج رہا ہوں میرے اس خط کو

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ وَهُوَ الَّذِي يُجْرِيكَ فَنَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالَى أَنْ يُجْرِيَكَ قَالَ فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النِّيلِ فَأَصْبَحُوا الْيَوْمَ السَّبْتِ وَقَدْ جَرَى النِّيلُ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَطَعَ اللّٰهُ تِلْكَ السُّنَّةَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ إِلَى الْيَوْمِ۔

كون النار بردا وسلاما

(۱۵۴۰) عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّ الْأَسْوَدَ بْنَ قَيْسٍ مَرَّ بِالْيَمَنِ وَكَانَ الْأَسْوَدُ جَبَّارًا فَبَعَثَ إِلَى أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُو مُسْلِمٍ مَا أَسْمَعُ فَقَالَ لَهُ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ فَرَدَّدَ ذَالِكَ عَلَيْهِ مِرَارًا فَأَمَرَ بِنَارٍ عَظِيمَةٍ فَأُضْرِمَتْ ثُمَّ أَمَرَ بِإِلْقَاءِ أَبِي مُسْلِمٍ فِيهَا فَلَمْ تَضُرَّهُ فَأَخْمَدَهَا اللّٰهُ تَعَالَى حِينَ أُلْقِيَ فِيهَا فَقِيلَ لَهُ أَخْرِجْ هٰذَا عَنْكَ مِنْ أَرْضِكَ لِئَلَّا يُفْسِدَ عَلَيْكَ أَتْبَاعَكَ فَأَخْرَجَهُ فَقَدِمَ

تم دریائے نیل میں ڈال دینا جب وہ خط عمرو بن العاصؓ کے پاس پہنچا دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا۔ یہ خط ہے ایک اللہ کے بندہ کی طرف سے دریائے نیل کے نام، وہ شخص تمام مسلمانوں کا امیر مقرر ہوا ہے۔ اما بعد او دریائے نیل اگر تو پہلے سے اپنے ارادہ سے چڑھا کرتا ہو تو مت چڑھ ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایک اللہ واحد قہار کے ارادہ سے چڑھا کرتا ہو اور وہی تجھ کو جاری کیا کرتا ہو تو ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھ کو پھر جاری کردے چنانچہ حسب الحکم یہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا گیا تو ایک ہی شب کے اندر دریائے نیل میں سولہ سولہ گز پانی آگیا اور وہ دن ہے اور آج کا دن کہ اللہ تعالیٰ نے اس دستور کو مصر والوں سے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

آگ کا ٹھنڈک اور سلامتی بن جانا

(۱۵۴۰) شرحبیل بن مسلم سے روایت ہے کہ اسود بن قیس یمن کی طرف چلا اور یہ بڑا ظالم شخص تھا اس نے شرحبیل بن مسلم کو پکڑ بلایا، یہ آئے تو اس کمبخت نے کہا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابو مسلم نے کہا (ایسی خرافات) میں سنتا بھی نہیں (جواب تو کیا دوں) پھر اس نے کہا کہ اچھا تو یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انھوں نے کہا بیشک میں اس کی گواہی دیتا ہوں پھر وہ مکرر یہ بات مزے لے کر فرماتے رہے آخر اس نے ایک بڑی جگہ ان کے لئے بنوا کر اس میں آگ روشن کی پھر حکم دیا کہ ابو مسلم کو اس میں جھونک دو۔ عجیب بات ہے کہ ابو مسلم جب اس آگ میں ڈالے گئے تو ان پر اس کا اثر ذرا سا بھی نہ ہوا۔ جب ان کو نذر آتش کیا گیا تو ابو مسلم نے اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ان نے

اَبُوْمُسْلِمٍ الْمَدِيْنَةَ وَقَدْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍؓ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ بِبَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَامَ يُصَلِّيْ اِلٰى سَارِيَةٍ فَبَصُرَ بِهٖ عُمَرُؓ فَقَامَ اِلَيْهِ فَقَالَ مِمَّنِ الرَّجُلُ قَالَ مِنْ اَهْلِ الْيَمَنِ قَالَ مَا فَعَلَ الَّذِيْ حَرَّقَهُ الْكَذَّابُ قَالَ ذَالِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثُوَبٍ قَالَ نَشَدْتُكَ بِاللّٰهِ اَنْتَ هُوَ قَالَ اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَاعْتَنَقَهٗ ثُمَّ بَكٰى ثُمَّ ذَهَبَ بِهٖ حَتّٰى اَجْلَسَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍؓ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يُمِتْنِيْ حَتّٰى اَرَانِيْ فِيْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فُعِلَ بِهٖ كَمَا فُعِلَ بِاِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ خَرَجَ فَيْرُوْزُ الدَّيْلَمِيُّ عَلَى الْاَسْوَدِ فَقَتَلَهٗ وَجَاءَ الْخَبَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِهٖ وَهُوَ فِيْ مَرَضِ مَوْتِهٖ فَخَرَجَ فَاَخْبَرَ اَصْحَابَهٗ بِذَالِكَ وَقَالَ قُتِلَ الْاَسْوَدُ الْعَنَسِيُّ اللَّيْلَةَ قَتَلَهٗ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ قَوْمٍ صَالِحِيْنَ وَقِصَّتُهٗ مَشْهُوْرَةٌ وَكَذَالِكَ قِصَّةُ مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ وَهُمَا مِنَ الْكَذَّابِيْنَ (ذکرہ الی حافظ ابن تیمیہؒ واخرج فی الخصائص ج۲ ص۶۹ الجواب الصحیح ص۱۱۲-۱۱۳ ج۱ وکتاب النبوات ص۲۶۵)

عاجز آکر ان کے متعلق یہ حکم دیا کہ ان کو شہر سے باہر نکال دو تاکہ تمہارے دوسرے ہم مذہبوں کو یہ شخص خراب نہ کرے چنانچہ ان کو باہر نکال دیا گیا۔ ابو مسلم جب مدینہ منورہ آئے تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی اور ابو بکرؓ خلیفہ تھے وہ مسجد شریف کے پاس آئے اور اپنی سواری دروازہ پر بٹھا کر سب سے پہلے مسجد میں گئے اور ایک ستون کے پیچھے آکر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے ان کو حضرت عمرؓ نے دیکھ پایا تو اٹھ کر ان سے یہ پوچھنے لگے کہ تم کہاں کے باشندے ہو، وہ بولے یمن کا، اس پر انھوں نے یہ سوال فرمایا جس شخص کو اسود عنسی نے جلا دیا تھا تم کو ان کی کچھ خیر و خبر ہے۔ انھوں نے کہا اچھا وہ عبد اللہ بن ثوب۔ انھوں نے فرمایا تم کو خدا کی قسم سچ بتاؤ وہ تم ہی تو نہ تھے انھوں نے کہا جی ہاں میں ہی تھا پھر کیا تھا مارے خوشی کے انھوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور رو پڑے پھر ان کو اپنے اور ابو بکرؓ کے درمیان لے کر بیٹھے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اس وقت تک مجھ کو موت نہ دی جب تک امت محمدیہ میں بھی ایک شخص ایسا نہ دکھلا دیا جس کے ساتھ راہ خدا میں وہی سلوک نہ ہوا ہو جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ ہوا تھا۔ پھر فیروز دیلمی نے اسود پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا اور اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پہنچی جبکہ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں تھے ادھر وہ مرا ادھر آپؐ کے صحابہ کو اس کے جہنم واصل ہو جانے کی خوشخبری ملی کہ آج ہی کی شب میں اس بدبخت کی موت واقع ہو گئی۔ اسی طرح بعد میں مسیلمہ بن کذاب کی خبر قتل ملی اور یہ دونوں شخص ان کذابین میں تھے جن کی خبر آپؐ نے پہلے ہی دیدی تھی۔

مرور ابی مسلم الخولانی مع عسکرہ علی الماء ودعائہ

(۱۵۴۱) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمِ الْخَوْلَانِیِّ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا غَزَا اَرْضَ الرُّوْمِ فَمَرُّوْا بِنَھْرٍ قَالَ اَجِیْزُوْا بِسْمِ اللّٰہِ قَالَ وَیَمُرُّ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ فَیَمُرُّوْنَ عَلَی الْمَاءِ فَمَا یَبْلُغُ مِنَ الدَّوَابِّ اِلَّا اِلَی الرُّکَبِ اَوْ فِیْ بَعْضِ ذَالِكَ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ ذَالِكَ قَالَ وَاِذَا جَازُوْا قَالَ لِلنَّاسِ ھَلْ ذَھَبَ لَکُمْ شَیْءٌ مَنْ ذَھَبَ لَہٗ شَیْءٌ فَاَنَا ضَامِنٌ قَالَ فَاَلْقٰی مِخْلَاۃً عَمَدًا فَلَمَّا جَاوَزُوْا قَالَ الرَّجُلُ مِخْلَاتِیْ وَقَعَتْ فِی النَّھْرِ فَقَالَ لَہٗ اتبعنی فَاِذَا الْمِخْلَاۃُ قَدْ تَعَلَّقَتْ بِبَعْضِ اَعْوَادِ النَّھْرِ فَقَالَ خُذْھَا رواہ ابن عساکر البدایہ ص۱۴۶ ج۲)۔

(۱۵۴۲) عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ اَنَّ اَبَا مُسْلِمِ الْخَوْلَانِیِّ جَاءَ اِلٰی دِجْلَۃَ وَھِیَ تَرْمِیْ بِالْخَشَبِ مِنْ مَدِّھَا فَمَشٰی عَلَی الْمَاءِ وَالْتَفَتَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَقَالَ ھَلْ تَفْقِدُوْنَ مِنْ مَتَاعِکُمْ شَیْئًا فَنَدْعُوَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ۔ رواہ الحافظ ابن کثیر عن الحافظ البیھقی ھذا اسناد صحیح۔ البدایہ والنھایۃ ص۱۵۶ ج۱

ابو مسلم خولانی کا اپنے لشکر کے ساتھ پانی پر سے گزرنا اور دعا فرمانا

(۱۵۴۱) ابو مسلم خولانی غزوہ روم کے لئے روانہ ہوئے ان کا ایک نہر پر گذر ہوا تو اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا چلو دریا پار چلو، لوگ گزرنے لگے تو ان کے گھوڑوں کے تھوڑا نزدیک پانی رہا۔ جب سب پار اتر گئے تو انھوں نے فوج سے پوچھا کہ کسی کی کوئی چیز گم تو نہیں ہوئی۔ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو تو میں اس کا ضامن ہوں۔ راوی کہتا ہے ایک شخص نے قصداً اپنا ایک توبرا دریا میں ڈال دیا اور کہا کہ میرا توبرا نہیں ملتا کہیں پانی میں گر گیا ہے۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ میرے پیچھے آؤ، دیکھا تو وہ توبرا نہر کے کنارہ نہر کی لکڑیوں میں لٹکا ہوا ملا فرمایا لو اپنا توبرا لو۔

(۱۵۴۲) سلیمان بن المغیرہ روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی دریائے دجلہ کے پاس تشریف لائے اور اس پر جوار آجانے کی وجہ سے لکڑیاں بہہ کر آرہی تھیں تو وہ خود دریا کی سطح پر چل کر آئے اور اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر بولے کیا تم میں سے کسی کا کوئی مال گم تو نہیں ہوا ورنہ تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

٭

عبور دجلة بدعاء رجل من المسلمين منهم

(۱۵۴۳) عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ قَالَ انْتَهَيْنَا إِلَى دَجْلَةَ وَهِيَ مَادَّةٌ وَالْأَعَاجِمُ خَلْفَهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اقْتَحَمَ بِفَرَسِهِ فَارْتَفَعَ عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ النَّاسُ بِسْمِ اللّٰهِ ثُمَّ اقْتَحَمُوا فَارْتَفَعُوا عَلَى الْمَاءِ فَنَظَرَ إِلَيْهِمُ الْأَعَاجِمُ وَقَالُوا دِيوَان دِيوَانِ ثُمَّ ذَهَبُوا عَلَى وُجُوهِهِمْ قَالَ فَمَا فَقَدَ النَّاسُ إِلَّا قَدَحًا كَانَ مُعَلَّقًا بِعَذَبَةِ سَرْجٍ فَلَمَّا خَرَجُوا أَصَابُوا الْغَنَائِمَ فَاقْتَسَمُوهَا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقُولُ مَنْ يُبَادِلُ الصَّفْرَاءَ بِبَيْضَاءَ۔ رواه البيهقي البداية والنهاية ص۱۵۵

ادخال ابي تميم النار حتى انه دخل في الشعب

(۱۵۴۴) عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ حَرْمَلٍ قَالَ خَرَجَتْ نَارٌ بِالْحَرَّةِ فَجَاءَ عُمَرُ إِلَى تَمِيمِ الدَّارِيِّ فَقَالَ قُمْ إِلَى هٰذِهِ النَّارِ قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ أَنَا وَمَا أَنَا قَالَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ

ایک مسلمان کی دعا سے پوری ایک جماعت کا دریائے دجلہ کو بغیر کسی کشتی کے عبور کرجانا

(۱۵۴۳) اعمش اپنے بعض رفقا سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہم نہر دجلہ کے کنارے پہنچے تو مسلمانوں کے امیر نے آگے بڑھ کر بسم اللہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو پانی میں ڈال دیا۔ عجب تماشہ نظر آیا کہ گھوڑا جہاز کی طرح پانی کے اوپر اوپر چلنے لگا پھر تو اور لوگوں نے بھی بسم اللہ کہہ کر اپنے اپنے گھوڑے پانی میں ڈالدیئے اور سب کے سب اسی طرح پانی کے اوپر تیرتے چلے گئے عجمی اصحاب نے یہ ماجرا دیکھا دیکھنے لگے کہ یہ تو دیو اور جن ہیں۔ پھر پھر واپس آکر کہنے لگے کہ پانی میں کسی کا کچھ گم نہ ہوا مگر صرف ایک پیالہ تھا جو کہیں گھوڑے کے زین میں لٹکا ہوا تھا۔ جب پانی سے باہر آگئے تو سب نے مال غنیمت تقسیم کیا اور باہم سونے اور چاندی کی خرید و فروخت کرنے میں مشغول ہوگئے۔

ابو تمیم کا آگ کو دھکیل کر گھاٹی میں داخل کردینا

(۱۵۴۴) معاویہ بن حرمل بیان کرتے ہیں کہ مقام حرہ میں آگ نمودار ہوئی تو عمرؓ نے تمیم داری کے پاس آکر حکم فرمایا کہ دیکھو یہ آگ لگ رہی ہے اس کی طرف جاکر اس کو ہٹا دو۔ انھوں نے عرض کی اے امیرالمومنین میری ہستی کیا ہے اور میں اس قابل کہاں ہوں، وہ اصرار فرماتے ہی رہے آخر ان کے ساتھ اٹھ کر چلدیئے

حَتّٰی قَامَ مَعَہٗ قَالَ وَتَبِعْتُھُمَا فَانْطَلَقَا اِلَی النَّارِ فَجَعَلَ تَمِیْمٌ یَحُوْشُہَا بِیَدِہٖ حَتّٰی دَخَلَتِ الشِّعْبَ وَدَخَلَ تَمِیْمٌ خَلْفَہَا قَالَ فَجَعَلَ عُمَرُ یَقُوْلُ لَیْسَ مَنْ رَأٰی کَمَنْ لَّمْ یَرَ قَالَہَا ثَلٰثًا

رواہ البیھقی والنعیم الحافظ ابن کثیر فی کتابہ البدایہ والنہایۃ ص۱۵۳ ج۶

احیاء الموتٰی

(۱۵۴۵) عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَدْرَکْتُ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ ثَلَاثًا لَوْ کَانَتْ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَمَا تَقَاسَمَہَا الْاُمَمُ قُلْنَا وَمَا ھِیَ یَا اَبَا حَمْزَۃَ قَالَ کُنَّا فِی الصُّفَّۃِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْہُ امْرَأَۃٌ مُّہَاجِرَۃٌ وَمَعَہَا ابْنٌ لَّہَا قَدْ بَلَغَ فَاَضَافَ الْمَرْاَۃَ اِلَی النِّسَاءِ وَاَضَافَ اِبْنَہَا اِلَیْنَا فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ اَصَابَہٗ وَبَاءُ الْمَدِیْنَۃِ فَمَرِضَ اَیَّامًا ثُمَّ قُبِضَ فَغَمَّضَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِجِہَازِہٖ فَلَمَّا اَرَدْنَا اَنْ نُّغَسِّلَہٗ قَالَ یَا اَنَسُ ائْتِ اُمَّہٗ فَاَعْلِمْہَا فَاَعْلَمْتُہَا قَالَ فَجَاءَتْ حَتّٰی جَلَسَتْ عِنْدَ قَدَمَیْہِ فَاَخَذَتْ

کذا فی

اور میں بھی ساتھ ساتھ ہولیا اور وہ دونوں آگ کی طرف بڑھتے رہے تو تمیم داری اس آگ کو دھکے دے رہے تھے، آخر وہ آگ ایک گھاٹی میں جا گھسی اور تمیم داری نہے کہ اس کے پیچھے لگے رہے۔ اس پر عمرؓ نے فرمایا کہ جو شخص کسی بات کو بچشم خود دیکھ لے وہ اس کی برابر نہیں ہو سکتا جو خود مشاہدہ نہ کرے تین بار یہ کلمات فرمائے۔ البدایۃ والنہایۃ ص۱۵۳ ج۶)

مُردوں کا زندہ کرنا

(۱۵۴۵) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس امت میں تین شخصوں کو دیکھا کہ اگر وہ بنی اسرائیل میں ہوتے تو وہ امتوں میں نہ بٹتے، ہم نے ان کی کنیت ابوحمزہ پکار کر کہا کہ ان کو ہمیں بھی بتلایئے اور ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ ایک عورت اپنے ساتھ ایک اپنا بچہ لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ بلوغ تک پہنچ چکا تھا۔ آپ نے اس عورت کو مستورات کا مہمان بنا دیا اور اس کے بیٹے کو ہماری مہمانی میں دیدیا بس کچھ دیر نہ لگی ہوگی کہ مدینہ میں اس کو ایک وبائی بیماری لگ گئی تو کچھ دن تو وہ لڑکا بیمار پڑا رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور اس کی تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔ جب ہم نے اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اے انس اس کی والدہ کے پاس جاؤ اور ان کو مطلع کرو۔ انسؓ کہتے ہیں

البدایہ والنہایہ ص۱۵۳ وغیرہ میں ان تینوں واقعات کی تفصیل موجود ہے اور یہ سب امر امت کی کرامات سے متعلق ہیں۔

بِهِمَا ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ لَكَ طَوْعًا وَخَالَفْتُ الْاَوْثَانَ زُهْدًا وَهَاجَرْتُ لَكَ رَغْبَةً اَللّٰهُمَّ لَا تُشْمِتْ بِیْ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ وَلَا تُحَمِّلْنِیْ مِنْ هٰذِهِ الْمُصِیْبَةِ مَا لَا طَاقَةَ لِیْ بِحَمْلِهَا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا انْقَضٰی كَلَامُهَا حَتّٰی حَرَّكَ قَدَمَیْهِ وَاَلْقَی الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ وَعَاشَ حَتّٰی قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَتّٰی هَلَكَتْ اُمُّهٗ۔ رواہ البیہقی من طریق عیسی بن یونس عن عبد اللّٰہ بن عون عن انس ورواہ عن ابی سعید المالینی وفیہ اَنَّ اُمَّ السَّائِبِ كَانَتْ عَجُوْزًا عَمْیَاءَ وقد روی من وجہ اٰخر مرسلاً یعنی انقطاع واخرجہ ابن ابی الدنیا متصلاً ایضاً۔ البدایہ والنہایۃ ص۱۵۴

قصۃ رجل من الیمن واحیاءہ حمارہ لہ بدعاء ربہ جل مجدہ

(۱۵۴۶) عَنْ اَبِی النخعی قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْیَمَنِ فَلَمَّا كَانَ بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ نَفَقَ حِمَارُهٗ فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ جِئْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ مُجَاهِدًا فِیْ سَبِیْلِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ تُحْیِی الْمَوْتٰی وَتَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ

کہ میں نے ان کی والدہ کو وفات کی خبر دی، وہ آئیں یہاں تک کہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئیں اور غم میں اس کے پیر پکڑ کر کہا الٰہی میں دل سے تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور بتوں سے متنفر ہو کر ان کو چھوڑ دیا اور تیری محبت میں تیرے لئے ہجرت بھی کی، الٰہی اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے اور ایسی مصیبت مجھ پر نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہ ہو۔ انسؓ کہتے ہیں کہ ابھی دیر نہ لگی ہوگی کہ اس لڑکے نے اپنے پیروں کو حرکت دی اور اپنے منہ پر سے کپڑا ہٹا کر منہ کھول دیا پھر بڑی مدت تک زندہ وسلامت رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اس کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس واقعہ کو امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور اس کو ابو سعیدؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ اور ہے کہ ام سائب ایک نابینا بوڑھی عورت تھیں الخ البدایہ والنہایہ ص۱۵۴ ج۶

یمن کے ایک شخص کا اپنے مردہ گدھے کے واسطے اپنے رب سے دوبارہ زندہ کر دینے کی دعا مانگنے کا واقعہ

(۱۵۴۶) ابو النخعی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے آرہا تھا راستہ میں اس کا گدھا مر گیا اس نے فوراً وضو کیا اور دو رکعتیں نماز ادا کیں اور یہ دعا مانگی الٰہی میں مدینہ سے صرف جہاد کی نیت اور تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن سے آیا ہوں اور میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ

لَا تَجْعَلْ لِاَحَدٍ عَلَيَّ الْيَوْمَ مِنَّةً اَطْلُبُ اِلَيْكَ الْيَوْمَ اَنْ تَبْعَثَ حِمَارِيْ فَقَامَ الْحِمَارُ يَنْفُضُ اُذُنَيْهِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ هٰذَا اَسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَرَوَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنِ اَبِي الدُّنْيَا عَنِ الشَّعْبِيِّ فِيْ كِتَابِ مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَزَادَ عَلٰى هٰذِهِ الرِّوَايَةِ فَاَسْرَجَهٗ وَاَلْجَمَهٗ ثُمَّ رَكِبَهٗ وَاَجْرَاهُ فَلَحِقَ بِاَصْحَابِهٖ فَقَالُوْا لَهٗ مَا شَانُكَ قَالَ شَانِيْ اَنَّ اللّٰهَ بَعَثَ حِمَارِيْ قَالَ الشَّعْبِيُّ فَاَنَا رَاَيْتُ الْحِمَارَ بِيْعَ اَوْ يُبَاعُ فِي الْكُنَاسَةِ يَعْنِي الْكُوْفَةَ قَالَ ابْنُ اَبِي الدُّنْيَا بِسَنَدِهٖ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَرِيْكِ النَّخَعِيِّ اَنَّ صَاحِبَ الْحِمَارِ رَجُلٌ مِنَ النَّخَعِ يُقَالُ لَهٗ نُبَاتَةُ بْنُ يَزِيْدَ خَرَجَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَ غَازِيًا۔ رواه الحافظ ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ ص۱۵۲ ج۶

احياء حداة شوشت على الحاضرين لاستماعهم الوعظ

(۱۵۴۷) وَحَكَى الدَّمِيْرِيُّ فِيْ مَادَّةِ حِدَاَةٍ اَنَّ الشَّيْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ الْجِيْلِيَّ (قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ) جَلَسَ يَوْمًا يَعِظُ النَّاسَ وَكَانَتِ الرِّيْحُ عَاصِفَةً فَمَرَّتْ عَلٰى مَجْلِسِهٖ

تو ہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور جو مر کر دفن ہو چکے ان کو قبروں سے پھر نکال کر زندہ کرنے والا ہے آج میری گردن پر کسی کا احسان نہ رکھنا۔ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گدھے کو پھر زندہ کر دے، بس اسی وقت وہ گدھا اپنے کانوں کو پھٹ پھٹاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ بیہقی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی اسناد صحیح ہیں ابن ابی الدنیا نے شعبی سے کتاب من عاش بعد الموت میں اس روایت میں اتنی زیادتی اور نقل کی ہے کہ پھر اس نے اس پر زین کس اور لگام چڑھا اور اس پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا، انھوں نے اتنی دیر لگ جانے کی وجہ پوچھی اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کے گدھے کو زندہ کر دیا۔ شعبی نقل کرتے ہیں کہ اس گدھے کو کوفہ کے محلہ کناسہ میں بکتے ہوئے میں نے بچشم خود دیکھا ہے یعنی اس شہر کا نام لیکر بتایا کہ وہ کوفہ تھا۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ وہ شخص قبیلہ نخع میں کا تھا اس کا نام نباتہ بن یزید تھا اور وہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں غزوہ میں شرکت کیلئے چلا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۵۲ ج۶)

اس چیل کے دوبارہ زندہ کئے جانے کا واقعہ جس کے شور کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی تھی

(۱۵۴۷) امام دمیری نے مادۂ حداۃ میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ایک دن وعظ فرما رہے تھے ہوا تند و تیز تھی اس طرف سے ایک چیل چکر لگا کر شور کرتی ہوئی آئی جس کی وجہ سے سامعین کو وعظ سننے میں تشویش ہونے لگی۔ شیخ قدس سرہ نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس

حِدَاۃٌ طَائِرَۃٌ فَصَاحَتْ فَشَوَّشَتْ عَلَی الْحَاضِرِیْنَ مَاھُمْ فِیْہِ فَقَالَ الشَّیْخُ یَارِیْحُ خُذِیْ رَأْسَ ھٰذِہِ الْحِدَاۃِ فَوَقَعَتْ لِوَقْتِھَا فِیْ نَاحِیَۃٍ وَرَأْسُھَا فِیْ نَاحِیَۃٍ فَنَزَلَ الشَّیْخُ عَنِ الْکُرْسِیِّ وَاَخَذَھَا بِیَدِہٖ وَاَمَرَّ یَدَہُ الْاُخْرٰی عَلَیْھَا وَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَحَیِیَتْ وَطَارَتْ وَالنَّاسُ یُشَاھِدُوْنَ ذَالِکَ ۔ قال ورد ینا بسند الصحیح۔

قصۃ شرب السم خالد وعدم مضرتہ لہ

(۱۵۴۸) قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ کَانَ خَالِدٌ یُشْبِہُ عُمَرَؓ فِیْ خِلْقَتِہٖ وَصِفَتِہٖ وَلَمَّا نَزَلَ الْحِیْرَۃَ قِیْلَ لَہٗ اِحْذَرِ السَّمَّ لَایَسْقِیْکَ الْاَعَاجِمُ فَقَالَ اِیْتُوْنِیْ بِہٖ فَاَخَذَہٗ بِیَدِہٖ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَشَرِبَہٗ فَلَمْ یَضُرَّہٗ شَیْئًا (تھذیب التھذیب۔ ورواہ ابو یعلی والحافظ ابن تیمیۃ ص۲۳۷ ج۴ الجواب الصحیح۔ ورواہ ابن سعد فی الطبقات ایض غیران فیہ الحرۃ بدل الحیرۃ وذکرہ الحافظ ابن تیمیۃ فی کتاب النبوات ص۵ وترجم البخاری بشرب السم واخرج لما الحافظ قصۃ خالد عن ابن ابی شیبۃ وقال ان المصنف ای البخاری رمز الی ان السلامۃ من ذلک کان کرامۃ لہ فتح الباری ص۱۹۴ ج۱

چیل کا سر پکڑلے ۔ بس اسی وقت وہ چیل نیچے آپڑی کہ وہ خود ایک طرف پڑی ہوئی تھی اور اس کا سر تن سے جدا ہو کر دوسری طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر شیخ قدس سرہ وعظ کی کرسی سے اتر پڑے اور اس کو ایک ہاتھ میں لیا اور اپنا دوسرا ہاتھ اس پر پھیرتے ہوئے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وہ زندہ ہو کر اڑگئی اور سب حاضرین یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ ذہبی فرماتے ہیں کہ ہم تک اسناد صحیح سے یہ بات پہنچی ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا زہر پینے اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے کا واقعہ

(۱۵۴۸) حضرت خالدؓ شکل وشمائل میں حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے۔ جب یہ مقام حیرۃ میں پہنچے تو لوگوں نے ان سے کہا خبردار رہئے کہیں عجم کے لوگ آپ کو زہر نہ پلادیں۔ یہ سن کر انھوں نے فرمایا وہ زہر میرے پاس لاؤ (چنانچہ زہر لایا گیا) انھوں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بسم اللہ کہہ کر پی لیا لیکن ان کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔ (تہذیب التہذیب۔ ابو یعلیٰ۔ ابن سعد)

(۱۵۴۸) اس قسم کے واقعات میں غور کرنا چاہئے کیا ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرد یا کوئی جماعت اس یقین پر اپنے نفس کو کھلی ہلاکت میں ڈال دے کہ اس کا اثر مخالف پر اسلام کی حقانیت کا پڑے گا تو کیا ایسا فعل جائز ہوگا اور کیا اس کو خودکشی کے مرادف تو سمجھا نہیں جائے گا؟ اور یہ کہ کن حالات میں اور کن کن قیود کے ساتھ ایسے فعل کی اجازت دی جاسکے گی۔

(۱۵۴۹) عن خيثمة قال أتى خالد برجل معه زق خمر فقال اللهم اجعله عسلاً فصار عسلاً. (رواه ابن ابي الدنيا باسناد صحيح كما في الاصابة ص۴۱۴)

قصة فتح الكوة ايضا كانت نحوا من الاستسقاء

(۱۵۵۰) عن أبي الجوزاء قال قحط أهل المدينة قحطا شديدا فشكوا إلى عائشة فقالت انظروا قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوى إلى السماء حتى لا يكون بينه وبين السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتى نبت العشب وسمنت

(۱۵۴۹) خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ خالدؓ کے سامنے ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس کے ساتھ شراب کا مشکیزہ تھا۔ آپ نے دعا کی، اے اللہ تو اس کو شہد بنا دے وہ شہد بن گئی۔ (ابن ابی الدنیا)

طلب بارش کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے مقابل چھت میں ایک سوراخ کھولنے کا واقعہ

(۱۵۵۰) ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت عائشہؓ سے قحط پڑنے کی شکایت کی تو انھوں نے فرمایا دیکھو آپ کی قبر مبارک کے ٹھیک بالمقابل چھت میں ایک سوراخ کھولو کہ آسمان اور آپؐ کی قبر شریف کے درمیان کوئی حائل باقی نہ رہے۔ صحابہؓ وغیرہ نے جا کر ایسا ہی کیا۔ پھر اس زور کی بارش آئی کہ جا بجا گھاس کی کثرت ہوگئی، اونٹ فربہ ہوگئے اور مارے فربہی کے ان کے جسم کی چربی

(۱۵۴۹) دوسری روایت میں یہ ہے کہ جب اس شخص سے پوچھا گیا تیری مشک میں کیا ہے؟ اس نے کہدیا سرکہ آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو سرکہ ہی بنا دے۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ سرکہ ہی بن گئی تھی حالانکہ پہلے اس میں شراب تھی۔ (اصابہ)

(۱۵۵۰) حافظ ابن تیمیہؒ اس کی مراد یہ لکھتے ہیں:۔

بل قد روي عن عائشة انها كشفت عن قبر النبي صلى الله عليه وسلم لينزل المطر فانه رحمة تنزل على قبره ولم تستسق عنده ولا استغاثة هناك ولهذا لما بنيت حجرته على عهد التابعين بأبي هو وأمي صلى الله عليه وسلم تركوا في اعلاها كوة الى السماء وهي الى الآن باقية فيها موضوع عليها شمع على اطرافه حجارة تمسكه وكان السقف بارزا الى السماء

(اقتضاء الصراط المستقيم ص۳۳۸)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے بارش آنے کے لئے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے اپنے حجرہ کی چھت کھولدی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ بارش ایک رحمت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوگی لیکن وہاں بارش کے لئے کوئی دعا وغیرہ نہیں کی گئی اسی لئے جب عہد تابعین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارک تعمیر ہوا (آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں) تو اوپر کی جانب روشندان کھلا ہوا رہنے دیا گیا جو ابھی تک اسی طرح کھلا ہوا موجود ہے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ص۳۳۸)

الإِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔ (رواہ الدارمی کذا فی المشکوٰۃ فی باب الکرامات)

حمل البحر صحيفة عبد صالح وايصال الامانة الى صاحبها

(۱۵۵۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ سَأَلَ بَعْضَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يُسْلِفَهُ أَلْفَ دِينَارٍ فَقَالَ ائْتِنِي بِالشُّهَدَاءِ أُشْهِدُهُمْ فَقَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا فَقَالَ فَأْتِنِي بِالْكَفِيلِ قَالَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ إِلٰى أَجَلٍ مُسَمًّى فَخَرَجَ فِي الْبَحْرِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ الْتَمَسَ مَرْكَبًا يَرْكَبُهَا يَقْدَمُ عَلَيْهِ لِلْأَجَلِ الَّذِي أَجَّلَهُ فَلَمْ يَجِدْ مَرْكَبًا فَأَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلٰى صَاحِبِهِ ثُمَّ زَجَّجَ مَوْضِعَهَا

پھٹ پڑی اور اسی وجہ سے اس کا نام تاریخ میں عام الفتق پڑ گیا (دارمی)

سمندر کا اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندہ کا خط لیکر مکتوب الیہ تک مع اس کی امانت کے پہنچا دینے کا واقعہ

(۱۵۵۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل میں سے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے اپنی قوم کے ایک دوسرے آدمی سے ایک ہزار اشرفی قرض مانگی۔ اس نے کہا چند گواہ میرے پاس لاؤ جن کو میں گواہ بنا سکوں اس نے کہا اجی بس اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔ اس نے کہا اچھا تو کوئی ضامن لاؤ، اس پر بھی اس نے کہا اجی بس اللہ کا ضامن ہونا کافی ہے۔ اس نے کہا ہاں جی ٹھیک کہتے ہو۔ اس کے بعد اس نے وہ رقم اسے دیدی اور شرط یہ کی کہ ایک مقررہ مدت میں ادا کر دے۔ پھر وہ سمندر کے سفر پر چلا گیا اور اپنا کاروبار کیا، پھر اس نے جہاز اور کشتی کی بہت تلاش کی تاکہ اس پر سفر کر سکے اور اپنے قرضخواہ کے پاس مقررہ مدت کے اندر

حافظ ابن تیمیہؒ محمد بن الحسن اس کے راوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ

هذا صاحب اخبار وهو مضعف عند اهل الحديث كالواقدي ونحوه لكن يستأنس بما يرويه ويعتبر به (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۔) — یہ مؤرخ ہیں محدثین (مشہور مؤرخ) واقدی کی طرح اس کو بھی ضعیف قرار دیتے ہیں، لیکن آثار و قرائن اس روایت کی صحت کی تائید کرتے ہیں اور قابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ کی رائے بعض مسائل میں جمہور سے الگ ہے وہ یہاں توسط کے ساتھ تاویل کے درپے ہیں حالانکہ جو تاویل انھوں نے فرمائی وہ بدیہی البطلان ہے اور وہاں جا کر استسقاء کے عمل سے ان کو زیادہ مضر ہے اس کی تفصیل آئندہ جلد میں مفصل آنے والی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں تو ہماری غرض صرف ایک معجزہ اور کرامت کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی اسناد میں کلام کرنے والوں کا منہ کوئی بند نہیں کر سکتا نہ اس کے درپے ہونے کی ضرورت ہے جبکہ اس سے بڑھ کر اور اس کے مثل بہت سے واقعات مسلم اور ثابت شدہ ہیں۔

ثُمَّ اَتٰى بِهَا اِلَى الْبَحْرِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنِّيْ كُنْتُ تَسَلَّفْتُ فُلَانًا اَلْفَ دِيْنَارٍ
فَسَأَلَنِيْ كَفِيْلًا فَقُلْتُ كَفٰى بِاللّٰهِ كَفِيْلًا فَرَضِيَ بِذٰلِكَ فَسَأَلَنِيْ شَهِيْدًا فَقُلْتُ كَفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيْدًا فَرَضِيَ بِذٰلِكَ وَاِنِّيْ جَهَدْتُ اَنْ اَجِدَ مَرْكَبًا اَبْعَثُ اِلَيْهِ الَّذِيْ لَهٗ فَلَمْ
اَقْدِرْ وَاِنِّيْ اَسْتَوْدِعُكَهَا فَرَمٰى بِهَا فِي الْبَحْرِ حَتّٰى وَلَجَتْ فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ وَهُوَ فِيْ
فِيْ ذٰلِكَ يَلْتَمِسُ مَرْكَبًا يَخْرُجُ اِلٰى بَلَدِهٖ فَخَرَجَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ يَنْظُرُ لَعَلَّ مَرْكَبًا
جَاءَ بِمَالِهٖ فَاِذَا بِالْخَشَبَةِ الَّتِيْ فِيْهَا الْمَالُ فَاَخَذَهَا لِاَهْلِهٖ حَطَبًا فَلَمَّا نَشَرَهَا
وَجَدَ الْمَالَ وَالصَّحِيْفَةَ ثُمَّ قَدِمَ الَّذِيْ كَانَ اَسْلَفَهٗ فَاَتٰى بِالْاَلْفِ دِيْنَارٍ قَالَ
وَاللّٰهِ مَا زِلْتُ جَاهِدًا فِيْ طَلَبِ مَرْكَبٍ لِاٰتِيَكَ بِمَالِكَ فَمَا وَجَدْتُ مَرْكَبًا قَبْلَ
الَّذِيْ اَتَيْتُ فِيْهِ قَالَ هَلْ كُنْتَ بَعَثْتَ اِلَيَّ شَيْئًا قَالَ اُخْبِرُكَ اَنِّيْ لَمْ اَجِدْ

پہنچ جائے مگر اسے کوئی جہاز نہ مل سکا تو اس نے ایک لکڑی لی اس کے اندر ایک ہزار اشرفیاں رکھدیں
اور ایک خط اپنے دوست قرضخواہ کے نام لکھ کر اس کے اندر رکھدیا پھر اس سوراخ کا منھ خوب
بند کردیا پھر اسے لے کر سمندر کے کنارے پہنچا اور یوں دعا کی کہ "اے میرے اللہ آپ خوب جانتے
ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار اشرفیاں قرض لی تھیں اس نے ضامن مانگا میں نے کہا اللہ کی
ضمانت کافی ہے وہ اس پر راضی ہوگیا پھر اس نے مجھ سے گواہ طلب کیا تو میں نے اس سے کہدیا
تھا کہ اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں وہ اس پر بھی راضی ہوگیا اور میں نے جہاز بہت تلاش کیا تاکہ اس
کے پاس اس کی واجب رقم بھیج سکوں مگر جہاز مجھے نہ مل سکا اب میں وہ رقم آپ کو امانت دے
رہا ہوں" یہ کہہ کر اس نے اس لکڑی کو سمندر میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ لکڑی اس میں ڈوب گئی
اور وہ واپس چلا گیا اور برابر جہاز کشتی کی تلاش میں رہتا تاکہ اپنے وطن کو جاسکے۔ ادھر وہ قرضخواہ
سمندر کے کنارے اس انتظار میں آیا کہ شاید کوئی جہاز اس کی واجب رقم لے کر آرہا ہو، دیکھا تو وہی
لکڑی جس میں اس کی اشرفیاں تھیں سامنے آئی، اس نے وہ لکڑی سمندر سے نکال لی۔ اس
خیال سے کہ گھر لیجا کر جلانے کے کام میں لائے گا جب اُسے کھولا تو اس کے اندر اس نے اپنا وہ
مال اور قرضدار کا خط اپنے نام پایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ قرضدار خود بھی آگیا اور اس کے پاس
ایک ہزار اشرفی لے کر پہنچا اور کہنے لگا کہ معاف کرنا میں برابر ہی جہاز تلاش کرتا رہا تاکہ وعدے کے مطابق
آپ کا مطالبہ وقت پر پہنچا سکوں مگر اب جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل کوئی جہاز مل ہی
نہ سکا۔ قرضخواہ نے پوچھا یہ بتاؤ کیا تم نے پہلے میرے پاس کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا میں تم سے

مَرْكَبًا قَبْلَ الَّذِي جِئْتُ بِهِ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَدَّى عَنْكَ الَّذِي بَعَثْتَ فِي الْخَشَبَةِ فَانْصَرِفْ بِأَلْفِ دِيْنَارٍ رَاشِدًا۔ (رواہ البخاری)

كشف الصخرة عن فم الغار

(۱۵۵۲) وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِّمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى اَوَاهُمُ الْمَبِيْتُ اِلٰى غَارٍ فَدَخَلُوْهُ فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِّنَ الْجَبَلِ فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارَ فَقَالُوْا اِنَّهٗ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوا اللّٰهَ بِصَالِحِ اَعْمَالِكُمْ قَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَللّٰهُمَّ كَانَ لِيْ اَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ لَا اَغْبِقُ قَبْلَهُمَا اَهْلًا وَّلَا مَالًا فَنَاٰى بِيْ طَلَبُ الشَّجَرِ يَوْمًا فَلَمْ اُرِحْ عَلَيْهِمَا حَتّٰى نَامَا فَحَلَبْتُ لَهُمَا غَبُوْقَهُمَا فَوَجَدْتُّهُمَا نَائِمَيْنِ فَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَنْ اَغْبِقَ قَبْلَهُمَا اَهْلًا اَوْ مَالًا فَلَبِثْتُ وَالْقَدَحُ عَلٰى يَدَيَّ اَنْتَظِرُ اسْتِيْقَاظَهُمَا حَتّٰى بَرَقَ الْفَجْرُ وَالصِّبْيَةُ

کہہ تو رہا ہوں کہ جس جہاز سے میں آیا ہوں اس سے قبل مجھے کوئی جہاز نہیں مل سکا تو قرضخواہ بولا کہ اچھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف سے وہ مطالبہ اس رقم کے ذریعہ ادا کر دیا جو تم نے بھیجی تھی اب تم یہ ہزار دینار لیکر واپس جاؤ اللہ تمہیں نیکی دے۔ (بخاری)

ایک چٹان کا غار کے منہ پر سے اللہ کے حکم سے خود بخود ہٹ جانے کا واقعہ

(۱۵۵۲) حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم سے پہلے کی قوموں میں سے ایک بار تین آدمی ساتھ سفر میں نکلے۔ ایک دن رات گذارنے کے لئے پہاڑ کی ایک کھوہ میں پناہ لی اور اس میں تینوں آدمی گھس گئے اچانک پہاڑ کی ایک چٹان لڑھک کر آئی اور اس غار کے منہ پر ڈھک گئی جس سے اس کا منہ بند ہو گیا۔ تینوں میں گفتگو ہونے لگی کہ اس مصیبت سے تم کو اسی وقت نجات ہو سکتی ہے جب تک کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ اور وسیلہ دیکر دعا نہ مانگو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یوں دعا کی: اے اللہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ میری عادت تھی کہ جب تک وہ دونوں شام کو دودھ نہیں پی لیتے تھے اس وقت تک نہ میں اپنے بیوی بچوں کو دودھ پینے دیتا تھا اور نہ خود پیتا۔ ایک دن اتفاق سے مجھے جانوروں کے لئے درختوں کی پتیاں تلاش کرنے بہت دور چلا جانا پڑا۔ شام کو اپنے گھر اس وقت

يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَاسْتَيْقَظَا فَشَرِبَا غَبُوقَهُمَا اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ فَانْفَرَجَتْ شَيْئًا لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا۔

قَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ كَانَتْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ وَفِي رِوَايَةٍ كُنْتُ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَأَرَدْتُهَا عَلَى نَفْسِهَا فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ عَلٰى أَنْ تُخَلِّيَ بَيْنِي وَبَيْنَ نَفْسِهَا فَفَعَلَتْ حَتّٰى إِذَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا وَفِي رِوَايَةٍ فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَانْصَرَفْتُ عَنْهَا وَهِيَ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ وَتَرَكْتُ الذَّهَبَ الَّذِي أَعْطَيْتُهَا اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذَالِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ الْخُرُوجَ مِنْهَا

وَقَالَ الثَّالِثُ اَللّٰهُمَّ اسْتَأْجَرْتُ أُجَرَاءَ وَأَعْطَيْتُهُمْ أَجْرَهُمْ غَيْرَ رَجُلٍ وَاحِدٍ

بکریوں کو لے کر پہنچا جب وہ دونوں سو چکے تھے۔ میں نے ان دونوں کی شام کی خوراک دودھ دوہا مگر جب میں نے ان دونوں کو سوتا پایا تو مجھے ان کو جگاتے اچھا معلوم ہوا اور نہ ان سے پہلے بیوی بچوں کو دودھ پلا دینا پسند آیا۔ تو میں پیالہ ہاتھ میں لئے ان کے جاگنے کے انتظار میں کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور میرے بچے میرے پیروں میں پڑے روتے رہے اور تلملاتے رہے۔ جب وہ دونوں جاگے تو انھوں نے اپنا شام کے حصہ کا دودھ پی لیا۔ اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا ہو تو اس چٹان کی مصیبت سے جس میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں ہم کو نجات دیدیجئے تو وہ پتھر ذرا سا کھسکا مگر یہ لوگ اس میں سے نکل نہیں سکتے تھے۔

اب دوسرے شخص نے دعا کی کہ اے میرے اللہ میری ایک چچیری بہن تھی جس سے مجھے سب سے زیادہ محبت تھی، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مرد کو عورت سے جتنی سخت سے سخت محبت ہو سکتی ہے اتنی مجھے اس سے تھی۔ میں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا مگر وہ میرے قبضہ میں نہ آسکی۔ یہاں تک کہ ایک بار اُسے قحط اور خشک سالی کی تکلیف ہوئی وہ میرے پاس مدد مانگنے آئی۔ میں نے اسے ایک سو بیس اشرفیاں اس وعدہ پر دیں کہ وہ مجھے ایک بار اپنے اوپر پورا اختیار دے گی وہ راضی ہوگئی۔ یہاں تک کہ جب مجھے اس پر قابو حاصل ہوگیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں بیٹھا تو اس نے اتنا کہا خدا سے ڈرو، اور مُہر کو ناجائز طریقے سے مت توڑ۔ یہ سننا تھا کہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا

تَرَكَ الَّذِي لَهُ وَذَهَبَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَجَاءَنِي بَعْدَ حِينٍ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ أَدِّ إِلَيَّ أَجْرِي فَقُلْتُ كُلُّ مَا تَرَى مِنْ أَجْرِكَ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالرَّقِيقِ. فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَاسْتَاقَهُ فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيهِ فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوا يَمْشُونَ (رواہ الشیخان)

افراغ السحاب ماءه على حديقة عبد صالح لله تعالىٰ

(۱۵۵۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَمْشِي بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى

حالانکہ مجھے اس سے عشق تھا میں نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ میں نے اسے وہ اشرفیاں بھی معاف کر دیں جو اسے دی تھیں۔ اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی خوشنودی کیلئے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ پھنسے ہیں اس سے ہمیں نکال دے تو پتھر تھوڑا سا اور ہٹ گیا اور وہ لوگ اب بھی اس میں سے نکل نہیں سکے۔

اس کے بعد تیسرے نے یہ دعا کی اے میرے اللہ! میں نے ایکبار کئی مزدوروں سے مزدوری کرائی تھی سب کو تو میں نے ان کی مزدوریاں ادا کر دیں مگر ایک آدمی کی رہ گئی، وہ اپنی مزدوری میرے ہی پاس چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری کے پیسے ایک نفع بخش کام میں لگا دیئے یہاں تک کہ اس رقم سے پھر مال خوب بڑھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے بندے! میری مزدوری تو دے۔ میں نے کہا یہ سارے اونٹ، یہ گائے بیل، یہ بھیڑ بکریاں یہ غلام یہ سب تیری مزدوری ہی میں ہیں۔ یہ سن کر وہ بولا اے اللہ کے بندے مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ یہ سن کر اس نے وہ سب مال ساتھ لیا اور سب کو ہانکتا ہوا ساتھ لے گیا اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ اگر میں نے یہ کام آپ کی ذات کا خیال کر کے کیا ہو تو جس قید میں ہم لوگ اس وقت پھنسے ہیں اس سے ہمیں نجات دیجئے۔ اس پر وہ چٹان پوری ہٹ گئی اور وہ لوگ اس میں سے نکل کر اپنی راہ چلے گئے (بخاری مسلم)۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے ایک نیک بندے کے باغ پر بادلوں کا برسنا

(۱۵۵۳) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی کسی جگہ چٹیل میدان میں سفر کر رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی میں سے یہ آواز سنی کہ چل فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر۔ اس پر وہ بدلی ایک طرف کو چلی

ذَالِكَ السَّحَابُ فَافْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذَالِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ؟ قَالَ فُلَانٌ لِلْإِسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ لِمَ تَسْئَلُنِي عَنِ اسْمِي؟ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَاؤُهُ يَقُولُ: اِسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا فَقَالَ أَمَا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ (رواه مسلم)

كلام الصبيان فى مهد امهاتهم

(۱۵۵۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيهَا فَأَتَتْهُ أُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ

(یہ مسافر بھی تحقیق کرنے اسی طرف چلا) اور اس نے اپنا مینہ ایک پتھریلی زمین پر برسا کر ڈال دیا تو وہاں کی پتھریلی نالیوں میں سے ایک نالی نے اس تمام پانی کو سمیٹ لیا۔ یہ شخص اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ دیکھا تو ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی ادھر ادھر پھیر رہا ہے۔ اس مسافر نے اس باغبان سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا میرا نام یہ ہے اور وہی نام بتایا جو مسافر نے اس بدلی کے اندر سے سنا تھا پھر اس باغبان نے اس مسافر سے پوچھا اے اللہ کے بندے تم نے میرا نام کیوں پوچھا؟ اس نے کہا یہ پانی جس بدلی سے برسا ہے میں نے اس بدلی میں ایک آواز سنی کہ اے بدلی چل فلاں کے (تیرے ہی) باغ کو سیراب کر۔ تو ذرا بتلا تو کیا عمل کرتا ہے (کہ اللہ کے یہاں تیرا یہ درجہ ہے) اس نے کہا اچھا جب تم نے پوچھا ہی ہے تو سنو میں اس کی کل پیداوار کا حساب رکھتا ہوں ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

اللہ کے حکم سے شیر خوار بچوں کا باتیں کرنا

(۱۵۵۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گود کے بچوں میں سے صرف تین ہی بچے بولے ہیں۔ ایک تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور ایک جریج عابد والا لڑکا ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جُریج ایک عابد شخص تھا اس نے اپنی عبادت کے لئے ایک کوٹھری بنا رکھی تھی وہ

أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَارَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّي فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ أَيْ رَبِّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَأَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى يَنْظُرَ إِلَى وُجُوهِ الْمُومِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُو إِسْرَائِيلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ وَكَانَتِ امْرَأَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ إِنْ شِئْتُمْ لَأَفْتِنَنَّهُ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا فَأَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَأْوِي إِلَى صَوْمَعَتِهِ فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوهُ وَهَدَمُوا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوا يَضْرِبُونَهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ؟ قَالُوا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ قَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَجَاؤُا بِهِ فَقَالَ دَعُونِي حَتَّى أُصَلِّيَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ إِلَى الصَّبِيِّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهِ وَقَالَ يَا غُلَامُ مَنْ أَبُوكَ قَالَ: فُلَانٌ الرَّاعِي فَأَقْبَلُوا عَلَى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُونَهُ وَيَتَمَسَّحُونَ بِهِ وَقَالُوا نَبْنِي لَكَ

ایک دن اسی میں عبادت کر رہا تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی اس نے پکارا اے جُریج! جریج نے خیال کیا کیا کروں اے اللہ! ادھر خدا کی نماز کا لحاظ اُدھر ماں کا لحاظ۔ پھر نماز ہی کو ترجیح دی اور اُسی میں لگا رہا۔ ماں واپس چلی گئی۔ دوسرا دن ہوا تو ماں پھر اس کے پاس آئی اور وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہا تھا اُس نے پکارا اے جُریج! اس نے دل میں سوچا یا اللہ کیا کروں۔ ادھر ماں اُدھر نماز۔ پھر نماز ہی میں لگا رہا ماں کے بلانے پر نہیں گیا۔ پھر تیسرے دن ماں آئی اور اس نے پکارا اے جُریج! اس نے دل میں سوچا اے اللہ ادھر ماں اُدھر نماز کیا کروں؟ پھر بھی نماز ہی کی طرف متوجہ رہ گیا۔ بس ماں نے جھنجھلا کر بددعا کی اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ اس کو پہلے فاحشہ عورتوں سے پالا نہ پڑے۔ اس کے بعد بنو اسرائیل میں جریج کی عبادت اور زہد وغیرہ کا شہرہ اُڑنے لگا۔ ایک بدکار عورت تھی جس کا حسن وجمال ضرب المثل تھا۔ اس نے بنو اسرائیل سے کہا اگر تم کہو تو میں جا کر اُسے لبھاؤں، یہ کہہ کر وہ ایک دن اس کے پاس آئی۔ اس نے اس کی طرف نظر تک نہ اٹھائی، وہ فاحشہ عورت کھسیا کر جذبۂ انتقام میں بھر گئی اور ایک گڈریے کے پاس گئی جو اُسی عبادت خانے میں سو یا کرتا تھا اور اس گڈریے کو اپنے اوپر قابو دیا اور اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ اس سے حمل ٹھہر گیا۔ جب اس نے بچہ جنا تو اس نے جُریج سے انتقام لینے کے لئے مشہور کیا کہ یہ لڑکا جریج سے ہوا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ لوگ جریج پر ٹوٹ پڑے اس کو عبادت خانے سے نیچے گھسیٹ لائے اس کا عبادت خانہ ڈھا دیا اور لگے اسے مارنے (کہ عابد بن کر حرامکاری

صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا أَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ أُمِّهِ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَابَّةٍ فَارِهَةٍ وَشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ أُمُّهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهَا فَجَعَلَ يَرْضَعُ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ ارْتِضَاعَهُ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فِيْهِ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا ثُمَّ قَالَ وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُوْلُ: حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَتْ أُمُّهُ، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرِّضَاعَ وَنَظَرَ إِلَيْهَا فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ابْنِيْ مِثْلَهُ فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهُ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْأَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَقُلْتَ

کرتا ہے؟ جریج نے پوچھا بتاؤ تو مجھے کیوں مار رہے ہو، کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا تو نے اس فاحشہ کے ساتھ زنا کیا اور اس نے تیرے نطفہ کا بچہ جنا ہے۔ جریج نے کہا اچھا تو وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ وہ بچہ لے کر اس کے سامنے آئے، اس نے کہا ذرا مجھے نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملی۔ اس نے نماز پڑھی پھر وہ جریج اس بچہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس بچے کے پیٹ میں انگلی چبھو کر بولا۔ اے بچے! تو سچ سچ بتا تیرا باپ کون ہے؟ تو وہ چند دنوں کا بچہ قدرتِ خدا سے بولا کہ فلاں گڈریا۔ یہ کرامت دیکھ کر اب وہی لوگ جریج کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اسے تبرک بنا کر چھونے لگے۔ کہنے لگے اب ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں یہ سب رہنے دو جیسا مٹی کا وہ پہلے تھا ویسا ہی بنا دو تو لوگوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ اور تیسرا بچہ جو گود میں بولا ہے اس کا قصہ یہ ہے ایک مرتبہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں دودھ پی رہا تھا کہ سامنے سے ایک سوار عمدہ گھوڑے پر اچھے لباس اور اچھی شکل و صورت والا گزرا۔ ماں نے دعا کی کہ یا اللہ! میرے بچہ کو بس اسی سوار جیسا شاندار بنانا۔ بچہ نے ماں کا پستان چھوڑ کر اس سوار پر نظر ڈالی اور صاف الفاظ میں کہا نہیں اے اللہ مجھے اس سوار جیسا نہ بنانا۔ یہ کہہ کر پھر پستان چوسنے اور دودھ پینے لگا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ سناتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی (سبابہ) جس طرح اپنے دہنِ مبارک میں ڈالی اور بچہ کے دودھ پینے کو بتانے کے لئے جس طرح خود اس انگلی کو چوسا وہ منظر اس وقت تک میری نگاہوں کے سامنے ہے پھر حضور نے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ جَبَّارٌ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا۔ (رواه الشيخان)۔

استجابة دعاء سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵۵۵) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا يَعْنِیْ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّیْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ

بقیہ قصہ سنایا کہ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ ایک لڑکی کو پکڑے ہوئے اور اُسے مارتے ہوئے سامنے سے گزرے اور کہہ رہے تھے کہ کمبخت تو نے زنا کیا اور چوری کی اور وہ بیچاری کہے جا رہی تھی کہ بس میرا سہارا اللہ ہی ہے اور وہ کیسا اچھا کام بنانے والا ہے! ماں نے یہ ذلت کا منظر دیکھ کر شفقت سے بچہ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ میرے بچے کو اس لونڈی (لڑکی) کی طرح نہ بنانا۔ بچہ نے پھر دودھ چھوڑ کر ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی اور صاف صاف کہا کہ اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنائیے گا۔ اس پر ماں بیٹوں میں تکرار و حجت ہونے لگی۔ ماں بولی جب ایک آدمی اچھی حالت میں گزرا تو میں نے تیرے لئے دعا کی کہ یا اللہ میرے بچے کو ایسا شاندار بنانا تو اس پر تو یوں کہنے لگا کہ نہیں یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا اور اب جو لوگ ایک لڑکی کو ذلت کے ساتھ پکڑے مارتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور میں نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بچہ کو ایسا نہ بنانا تو تو یوں کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی بنانا یہ کیا بے عقلی ہے؟ تب وہ بچہ پھر بولا سنو بات یہ ہے کہ وہ آدمی بڑا ظالم جابر تھا تو میں نے کہا اے خدا مجھے اس کی طرح ظالم جابر نہ بنائیے گا اور بیچاری یہ لڑکی! لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے زنا بھی کیا ہے تو نے چوری بھی کی ہے مگر نہ اس بیچاری نے چوری کی ہے نہ زنا کیا ہے تو میں نے کہا کہ اے اللہ مجھے ایسا ہی مظلوم بے گناہ بنائیے گا۔ (بخاری مسلم)

سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بددعا اور اس کا قبول ہونا

(۱۵۵۵) حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ والوں نے ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں، اور مستجاب الدعوات عشرہ مبشرہ میں سے تھے) کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو وہاں کا عامل بنا کر بھیجا۔ ان مفسدہ پردازوں

يَزْعُمُونَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي فَقَالَ اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ اِنِّي كُنْتُ اُصَلِّي بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّي صَلَاتَي الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاُخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَالِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ وَاَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْ رِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْئَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّا سَاَلَ عَنْهُ وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفًا حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِيْ عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ لَهٗ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى اَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا انْشَدْتَنَا فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَطِلْ فَقْرَهٗ وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدَ ذَالِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ الرَّاوِيْ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فَاَنَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ (رواہ الشیخان)

ان کی دربار خلافت میں یہ شکایت کی تھی کہ یہ ٹھیک ٹھیک نماز نہیں پڑھاتے تو حضرت عمرؓ نے اس شکایت کی تحقیقات فرمائی اور ان کو بلا کر پوچھا کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتے انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تو اسی طرح نماز پڑھاتا ہوں جیسی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی اس کے خلاف سر مو بھی نہیں کرتا عشا کی نماز میں پہلی دو رکعتیں ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں اور بقیہ دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق مجھے بھی آپ سے ایسی ہی توقع تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کر دیا جو کوفہ والوں سے خود تحقیقات کریں۔ انھوں نے وہاں جا کر تحقیقات کی اور ہر ہر مسجد میں جا جا کر نمازیوں سے ان کے بارے میں سوالات کئے سب نے ان کی نیکی کی تعریف ہی کی یہاں تک کہ وہ تحقیقاتی وفد محلہ بنی عبس کی مسجد میں پہنچا تو وہاں ایک شخص اسامہ بن قتادہ جس کی کنیت ابو سعدہ تھی وہ بولا اچھا جب آپ نے پوچھا ہی ہے تو سنیئے کہ حضرت سعد تو نہ کسی فوج کے ساتھ جاتے تھے اور نہ انصاف سے مال برابر تقسیم کرتے تھے اور مقدمات میں انصاف بھی نہیں کرتے تھے یہ جھوٹے الزامات سن کر حضرت سعد نے غصہ میں فرمایا اچھا تو میں بھی اب تین بد دعائیں کرتا ہوں اے اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور اس وقت میرے خلاف صرف دکھانے سنانے شہرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر دے اس کی تنگدستی بڑھا دے اور اسے فتنوں میں پھنسا دے۔ پھر اس کا یہ حال ہوا کہ وہ یہ کہتا پھرتا تھا میں ایک بوڑھا آدمی ہوں مصیبت اور فتنوں میں پھنس گیا ہوں مجھے حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبد الملک بن عمیر راوی حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدتوں بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کی دونوں ابرو دونوں آنکھوں پر آ پڑی تھیں اور وہ راستہ چلتی لڑکیوں کے سامنے آتا انھیں گھورتا اور انھیں آنکھیں مارتا تھا۔ (بخاری ومسلم)

دعاء سعد ان یجعل موتہ فی الجرح الذی اصابہ ان لم یکن الحرب مقدرًا مع القریش فیما یأتی

(۱۵۵۶) قَالَ هِشَامٌ فَاَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَعْدًا قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ لَیْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَیَّ اَنْ اُجَاهِدَهُمْ فِیْكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوْا رَسُوْلَكَ وَاَخْرَجُوْهُ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّیْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ فَاِنْ كَانَ بَقِیَ مِنْ حَرْبِ قُرَیْشٍ شَیْءٌ فَاَبْقِنِیْ لَهُمْ حَتّٰی اُجَاهِدَهُمْ فِیْكَ وَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهٖ فَلَمْ یَرُعْهُمْ وَفِی الْمَسْجِدِ خَیْمَةٌ مِنْ بَنِیْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ یَسِیْلُ اِلَیْهِمْ فَقَالُوْا یَا اَهْلَ الْخَیْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِیْ یَاْتِیْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ یَغْذُ وَجُرْحُهٗ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا۔ (رواہ البخاری)

حضرت سعدؓ کا دعا فرمانا کہ اگر اب آئندہ زمانے میں قریش کے ساتھ جنگ مقدر نہ ہو تو انہیں اسی زخم میں موت نصیب فرمادے

(۱۵۵۶) ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے بذریعہ حضرت عائشہؓ کے مجھ کو یہ اطلاع دی ہے کہ سعد نے (جو بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم مقرر ہوئے تھے) یہ دعا مانگی کہ الٰہی تو خوب دانا و بینا ہے کہ مجھ کو اس اس قوم کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ کوئی اور شے محبوب نہیں جنھوں نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور اس ذات اقدس کو اپنے وطن سے نکالا تھا الٰہی میرا گمان یہ ہے کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ ختم کردی ہے اب اگر قریش کے ساتھ کسی جنگ کا آئندہ امکان باقی ہو تو مجھ کو ان کے ساتھ جنگ کے لئے اور زندہ رکھ اور اگر یہ جنگ ختم ہو چکی ہو تو میرا زخم از سر نو ہرا کردے اور اسی میں میری موت آجائے۔ یہ کہنا تھا کہ تقدیر الٰہی میں چونکہ جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا (اور آئندہ قریش مدینہ پر چڑھ کر آنے کی ہمت ہار چکے تھے) اس لئے ان کا زخم پھٹ گیا اور اس سے خون بہہ نکلا اور اس درجہ بہا کہ صحابہؓ کو گھبراہٹ سب سے پہلے اسی خون سے ہوئی جو بہہ کر ان کی طرف آیا۔ اس وقت یہ مسجد کے ایک خیمہ میں تھے جو بنی غفار کا تھا تو سب لوگ چیخ اٹھے اے خیمہ والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے بہہ کر ہمارے پاس آرہا تھا دیکھا تو پھر سعد کا زخم تازہ ہو کر خون بہہ رہا تھا۔ آخر اسی میں ان کی شہادت ہوگئی۔

(بخاری شریف)

دعاء سعید ابن زید علی اروٰی بنت اوس

(۱۵۵۷) عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ أُوَيْسٍ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَادَّعَتْ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهُ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ لَا أَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيدٌ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِي أَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي أَرْضِهَا إِذْ وَقَعَتْ فِي حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ وَأَنَّهُ رَآهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدٍ وَأَنَّهَا مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ الَّتِي خَاصَمَتْهُ فِيهَا فَوَقَعَتْ فِيهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا۔

اروٰی بنت اوس کے لئے سعید بن زید کا بددعا کرنا

(۱۵۵۷) حضرت عروۃ بن الزبیر کہتے ہیں کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے اروٰی بنت اوس کا جھگڑا ہوا اور وہ مروان بن الحکم کے پاس مقدمہ لے گئیں۔ دعوٰی یہ تھا کہ سعید بن زید نے اروٰی کی کچھ زمین دبالی ہے۔ سعید کہنے لگے بھلا میں ان کی کچھ زمین داب لوں گا؟ درآنحالیکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن چکا ہوں۔ مروان نے پوچھا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی ایک بالشت بھر زمین بھی زبردستی داب لے گا تو قیامت میں ساتوں طبق زمین کے اتنے حصہ کا طوق اس کی گردن میں پہنایا جائے گا۔ مروان نے یہ حدیث سن کر کہا اب میں آپ سے اس مقدمہ میں کوئی اور شہادت طلب نہیں کروں گا۔ حضرت سعیدؓ نے بددعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھیں پٹ کردے اور اسے اسی کی زمین میں ہی موت دے۔ راوی کہتا ہے کہ جب تک وہ اندھی نہیں ہولی اسے موت نہیں آئی۔ دوسری بددعا یوں پوری ہوئی کہ وہ اپنی اسی زمین میں ایک دن چلی جا رہی تھی بس ایک گڑھے میں جا گری اور مرگئی۔ (بخاری مسلم)

مسلم کی محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر والی روایت میں بھی یہی مضمون ہے اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسے دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی، لوگوں سے بیٹ کوڑی مانگتی پھرتی تھی اور کہتی تھی مجھے حضرت سعیدؓ کی بددعا لگ گئی ہے اور جس زمین کے بارے میں اس نے حضرت سعید پر مقدمہ قائم کیا تھا اسی میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزر رہی تھی کہ اچانک اس میں گر پڑی اور وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔

الاسد وسفينة مولى رسول الله صلوات الله وسلامه عليه

(۱۵۵۸) عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْطَأَ الْجَيْشَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ اَوْ اُسِرَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا يَلْتَمِسُ الْجَيْشَ فَاِذَا هُوَ بِالْاَسَدِ فَقَالَ يَا اَبَا الْحٰرِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاَقْبَلَ الْاَسَدُ لَهٗ بَصْبَصَةٌ حَتّٰى قَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوٰى اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشَ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ (رواه فی شرح السنہ)

(۱۵۵۹) عَنْ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكِبْنَا الْبَحْرَ فِيْ سَفِيْنَةٍ فَانْكَسَرَتِ السَّفِيْنَةُ فَرَكِبْتُ لَوْحًا مِّنْ اَلْوَاحِهَا فَطَرَحَنِيْ فِيْ اَجَمَةٍ فِيْهَا اَسَدٌ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا بِهٖ فَقُلْتُ يَا اَبَا الْحَارِثِ اَنَا مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَأْطَأَ رَاْسَهٗ وَغَمَزَ بِمَنْكِبِهٖ شِقِّيْ فَمَا زَالَ يَغْمِزُنِيْ وَيَهْدِيْنِي الطَّرِيْقَ حَتّٰى وَضَعَنِيْ عَلٰى

سفینہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شیر سے آمنا سامنا

(۱۵۵۸) ابن منکدرؒ کا بیان ہے کہ روم کے ملک میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت سفینہؓ فوج سے کٹ گئے یا شاید قید ہو گئے وہ بھاگ کر ادھر اُدھر فوج کی تلاش کر رہے تھے کہ اچانک شیر سے اُن کا آمنا سامنا ہو گیا تو سفینہ نے کہا اے شیر! میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں مجھے تو یہ یہ صورتیں پیش آگئیں اس پر شیر اور آگے بڑھا اور وہ کچھ منمنا رہا تھا یہاں تک کہ وہ شیر سفینہ کے بغل میں آکر کھڑا ہو گیا جب وہ کسی طرف سے کوئی آواز سنتا تو اس کی طرف رخ کرتا پھر واپس آکر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ حضرت سفینہ نے اپنی فوج پالی پھر وہ شیر بھی واپس چلا گیا (شرح السنہ)

(۱۵۵۹) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم سفینہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سمندر کے سفر میں ایک کشتی میں بیٹھے۔ اتفاق سے وہ کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کشتی کے ایک تختہ پر بیٹھ گیا اس تختہ نے مجھکو لیجا کر خشکی کی ایک جھاڑی کے قریب ڈال دیا جس میں شیر بھی تھا اسے دیکھ کر تو مجھے خوف آنے لگا مگر میں نے شیر سے کہا اے ابو الحارث! میں سفینہ ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم - یہ سن کر اس نے اپنا سر جھکا دیا اور اس نے آگے بڑھتے ہوئے اپنا کندھا ہلایا۔ گویا وہ مجھے راستہ دکھا رہا تھا یہاں تک کہ اس نے مجھے راستہ پر پہنچا دیا۔ جب وہ مجھے راستے تک پہنچا چکا تو وہ ایک بار گرجا تو

الطَّرِيْقِ فَلَمَّا وَضَعَنِي عَلَى الطَّرِيْقِ هَمْهَمَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يُوَدِّعُنِي۔ (رواہ الحاکم)

رفع بعض الشهداء الى السماء

(۱۵۶۰) عَنْ عُرْوَةَ قَالَ لَمَّا قُتِلَ الَّذِيْنَ بِبِئْرِ مَعُوْنَةَ وَأُسِرَ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ لَهُ عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ مَنْ هٰذَا فَأَشَارَ إِلَى قَتِيْلٍ فَقَالَ لَهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ هٰذَا عَامِرُ ابْنُ فُهَيْرَةَ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدَ مَا قُتِلَ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَرْضِ ثُمَّ وُضِعَ اھ (فی ص۵۸۷ من البخاری) قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبْدِاللّٰهِ اَبِيْ جَابِرٍ لَا تَبْكِيْهِ اَوْ مَا تَبْكِيْهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰى رُفِعَ۔

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے رخصت کر رہا ہے۔ (حاکم)

بعض شہدا کا آسمان پر اٹھا لیا جانا

(۱۵۶۰) عروۃؓ بیر معونہ کے واقعہ میں نقل کرتے ہیں کہ جب اس میں شہادت کا بازار گرم ہوا تو عامر ابن الطفیلؓ نے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ اس پر عمرو بن امیہؓ نے بتایا کہ یہ عامر بن فہیرۃ ہیں انھوں نے کہا میں نے اس لئے دریافت کیا تھا کہ شہادت کے بعد میں نے بچشم خود معائنہ کیا کہ ان کا جسد مبارک آسمان کی طرف اتنی دیر تک اٹھایا گیا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان مجھ کو نظر آتا رہا، تھوڑی دیر کے بعد وہ زمین پر لا کر رکھ دیا گیا۔ اسی قسم کا واقعہ جو حضرت عبداللہؓ جابرؓ کے والد کے متعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر گریہ وزاری نہ کرو، فرشتے اپنے بازوؤں کا ان پر اس وقت تک سایہ کئے رہے یہاں تک کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

(۱۵۶۰) ان دونوں واقعات میں آسمان پر اٹھائے جانے کی تصریح جو بچشم خود دیکھنے والا ہے وہ ان کو ایک کرامت کے طور پر نقل کرتا ہے۔ اب آپ کا دل جو چاہے ان کی تاویلات کرتا پھرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا سوال تو اب جدید واقعات کے سامنے لغو ثابت ہو چکا ہے اور عنقریب ان کے نزول کے بعد تو ختم ہی ہو جانے والا ہے۔ وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ۔ زیادہ کیا لکھا جائے۔ مسلمانوں کا ایمان و اسلام کا نوحہ کس سے کیا جائے۔ جو قوم معجزات و کرامات کی تاریخ کبھی اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا کرتی تھی اب وہی اس میں شبہات نکالتی نظر آرہی ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

قول حرام لما طعن یوم بئر معونۃ

(۱۵۶۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَمَّا طُعِنَ حَرَامُ بْنُ مِلْحَانَ وَکَانَ خَالَہٗ یَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَۃَ قَالَ بِالدَّمِ ھٰکَذَا فَنَضَحَہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ وَرَاْسِہٖ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (رواہ البخاری)

ابوطلحۃ وتغشی النعاس ایاہ یوم احد

(۱۵۶۲) عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ کُنْتُ فِیْمَنْ تَغَشَّاہُ النُّعَاسُ یَوْمَ اُحُدٍ حَتّٰی سَقَطَ سَیْفِیْ مِنْ یَدِیْ مِرَارًا یَسْقُطُ وَاٰخُذُہٗ وَیَسْقُطُ وَاٰخُذُہٗ۔ (رواہ البخاری ص۵۸۲)

حضرت حرامؓ اوران کے نیزہ لگنے کے بعد ان کا قول

(۱۵۶۱) انسؓ یہ کہتے ہیں نے خود سنا ہے کہ "بئر معونہ" کے غزوہ میں حرام کے جو رشتہ میں ان کے خالو لگتے تھے جب نیزہ لگ کر پار ہو گیا تو انھوں نے خارج شدہ خون لے کر اپنے منھ اور سر پر مل کر (ایک ہیئت محمودہ کے باقی رکھنے کے لئے) فرمایا رب کعبہ کی قسم میرا کام تو بن گیا۔

غزوۂ احد میں ابوطلحہ پر نیند طاری ہو جانے کا واقعہ

(۱۵۶۲) ابوطلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں جن لوگوں پر نیند طاری ہوئی ان میں سے ایک میں بھی تھا حالت یہ تھی کہ میرے ہاتھ سے تلوار بھی گری جاتی تھی وہ گرتی اور میں اس کو اٹھاتا اور پھر گرتی اور میں پھر اس کو اٹھاتا۔ (بخاری شریف)

(۱۵۶۱) ذرا اس کرامت پر بھی نظر ڈال لیجئے کہ وہ قلب کتنے پاکیزہ ہوں گے جو راہ خدا میں زخم کھا کر مزے لے سکر بقول اکبر الہ آبادی فرما رہے ہوں ؎

وہ کم ہیں تڑپنے میں جنھیں آتی ہو لذت ... یوں آپ کی شمشیر کے بسمل تو بہت ہیں

یہاں دیکھئے وہ خون جس پر ناپاکی کا حکم لگایا جا سکتا ہے "حرامؓ" کس مزے سے اس کو اپنے منھ اور سر پر مل مل کر کیا فرماتے جاتے ہیں اور مرتے مرتے وہ کلمہ فرماتے ہیں جو ان جیسے ہوشمند کے منھ سے ہی نکل سکتا ہے۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے کام راہ خدا میں زخم کھا کر مزا کرتے تھے کسی کرامت کے مقابل اس کرامت کو رکھا جا سکتا ہے۔ مگر وہ نظریں کم ہیں جو ان کرامتوں کی طرف اٹھتی ہوں۔ اس کرامت کی قدر وہی کر سکتے ہیں جو حب الٰہی کا کچھ نشہ رکھتے ہوں۔ آن کہ چشید داند۔

(۱۵۶۲) عین جنگ کے حال میں نیند کا آنا بھی ایک کرشمۂ قدرت تھا جس کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمایا اور یہاں ایک جلیل القدر صحابی صرف اس اعجاز کی تصدیق کیلئے نہیں بلکہ کرامت کے طور پر اس کو ذکر کر رہا ہے کہ میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے ایک تھا جن کے ساتھ یہ عجیب واقعہ پیش آیا ورنہ جنگ تو درکنار ہزیمت کی جنگ میں کبھی نیند آسکتی ہے مگر نیند کے مارے میرا حال یہ تھا کہ میرے ہاتھوں سے میری تلوار تک چھوٹ کر گر گر پڑتی تھی۔

الحفظ عن الجن والشياطين

(۱۵۶۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكوٰةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُوْدُ لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جن اور شیاطین سے حفاظت

(۱۵۶۳) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ رمضان کے مال کی نگرانی کرنے پر میری تعیناتی فرمادی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے آکر اپنے لپ بھر بھر کر اس مال میں سے چرانا شروع کیا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کروں گا تاکہ اس چوری کی سزا ملے، اس پر وہ (خوشامدانہ طریق پر) کہنے لگا کہ میں بہت محتاج یعنی مستحق زکوٰۃ آدمی ہوں اور بال بچے دار ہوں۔ مجھے اس پر رحم آگیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ صبح کو جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے از رہِ سوال کہا کہو ابو ہریرہ وہ شب والا تمہارا قیدی کیا ہوا۔ میں نے جوبات تھی عرض کردی کہ اس نے اپنی حاجت اور بچوں کا ذکر کیا تو میں نے رحم کھا کر اس کو چھوڑ دیا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ میں نے یقین کر لیا کہ آج وہ ضرور پھر آئے گا کیونکہ آپ یہ ارشاد فرما چکے تھے کہ وہ پھر آئے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی آمد کا انتظار کیا تو جیسا فرمان ہوا تھا وہ آیا پھر وہی حرکت شروع کردی۔ میں نے پھر اس کو پکڑ کے آپؐ کے سامنے پیشی کے لئے کہا اس نے پھر وہی اپنی حاجتمندی اور

(۱۵۶۳) عالم روحانیات کے عجائبات ہیں یہاں جنات انسانی شکل میں متشکل ہو کر آیا اور اس کی گرفتاری اور چوری کا واقعہ بھی ثابت ہوا خواہ اس میں ابو ہریرہ کی روحانیت کا دخل ہو یا اس شیطان کے ضعف کا مگر اس ایک واقعہ کو پڑھنے والے یہ اندازہ کرلیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں واقعات کی نوعیت کیا تھی اور آپ کی نبوت کا اثر شیاطین پر کیا تھا اور آیۃ الکرسی کا اثر اس وقت کیا تھا اور اب کیا ہے اور کیوں؟ اور

قَالَ فَدَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَإِنِّي لَا أَعُوْدُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَكَى حَاجَةً شَدِيْدَةً وَعِيَالًا فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ أَمَا قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُوْدُ فَرَصَدْتُهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ يَحْثُوْ مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا آخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ إِنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِي أُعَلِّمْكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ فَإِنَّكَ لَا يَزَالُ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ أَسِيْرُكَ الْبَارِحَةَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ أَنَّهُ يُعَلِّمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللّٰهُ بِهٖ فَخَلَّيْتُ سَبِيْلَهُ قَالَ مَا هِيَ قَالَ قَالَ لِي إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ أَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَقَالَ لِي لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا أَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ

اور بچوں کی شکایت کی آخر مجھ کو پھر رحم آگیا اور میں نے پھر اس کو رہا کردیا۔ صبح کو پھر آپ نے پوچھا کہو ابوہریرہ وہ رات والا قیدی کدھر گیا۔ میں نے جو بات تھی وہ عرض کردی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنی بڑی ضرورت اور عیالداری کا اظہار کیا۔ میں نے رحم کھا کر اس کو پھر رہا کردیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ پھر آئے گا اور اس نے جو کہا جھوٹ بکا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کے حسب ارشاد وہ ضرور آئے گا چنانچہ تیسری بار میں نے اس کا پھر انتظار کیا، اس نے آکر پھر وہی حسب معمول حرکت شروع کردی میں نے پھر اس کو گرفتار کرلیا اور کہا کہ اب تین بار ہو چکا اب میں تجھ کو آپؐ کی خدمت میں ضرور پیش کرکے رہوں گا تو ہر بار نہ آنے کا وعدہ کرلیتا ہے اور پھر آجاتا ہے وہ بولا اب تو مجھے معاف کردو اور میں تم کو چند کلمات بتاتا ہوں جو تم کو نفع بخش ہوں گے میں نے کہا بتاؤ۔ اس نے کہا بستر پر لیٹتے وقت آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کر۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم الخ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبح تک ایک فرشتہ تم پر نگراں مقرر رہے گا اور

آیۃ الکرسی کے خصائص کہاں سے معلوم ہوئے۔ ان سب کے علاوہ دنیوی انتظام پھر اس میں افسر متعلقہ کا اختیار اور آپ کی خدمت میں اطلاع اس پر آپ کا اس کے عذر پر تین دن تک مطلع فرماتے رہنا مگر مستحق زکوٰۃ کو نہ روکنا اور تین بار کا خاص عدد ملحوظ رکھنا اور تیسری بار کسی عذر کی سماعت نہ کرنا، یہ اور اس کے علاوہ بعض عمیق دقائق اور ہیں جو اس وقت قابل اشارہ بھی نہیں۔

قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلٰثِ لَيَالٍ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ (رواہ البخاری)

شہادۃ خبیب و عاصم رضی اللہ عنہما

(۱۵۶۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَرِیَّةً عَیْنًا وَاَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ وَهُوَ جَدُّ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا کَانَ بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَکَّةَ ذُکِرُوْا لِحَیٍّ مِنْ هُذَیْلٍ یُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ لِحْیَانَ فَتَبِعُوْهُمْ بِقَرِیْبٍ مِنْ مِائَةِ رَامٍ فَاقْتَصُّوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی اَتَوْا مَنْزِلًا نَزَلُوْهُ فَوَجَدُوْا فِیْهِ نَوًی تَمْرٍ تَزَوَّدُوْهُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ فَقَالُوْا هٰذَا تَمْرُ یَثْرِبَ فَتَبِعُوْا اٰثَارَهُمْ حَتّٰی لَحِقُوْهُمْ فَلَمَّا انْتَهٰی عَاصِمٌ وَ

تمہارے پاس شیطان نہ پھٹک سکے گا اس پر میں نے اس کو رہا کردیا صبح کو پھر آپ نے صورت حال دریافت کی میں نے عرض کی کہ وہ بڑی معذرت کے بعد یہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو تو میں تم کو چند کلمات ایسے بتاؤں گا جو تم کو نفع دیں میں نے وہ کلمات اس سے پوچھے تو اس نے سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کے لئے بتایا اور یہ کہا کہ اس کے اثر سے صبح تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک فرشتہ نگراں رہے گا اور کوئی شیطان تمہارے پاس نہ پھٹک سکے گا۔ اس زمانے میں صحابہ کرامؓ کو ایسی اچھی اچھی باتوں کی بڑی حرص رہا کرتی تھی اس لئے میں نے یہ سن کر اس کو رہا کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے بالکل سچ کہا مگر ہے وہ سخت جھوٹا، اس کے بعد فرمایا ابوہریرہؓ جانتے بھی ہو تین راتوں سے یہ باتیں کس کے ساتھ کررہے ہو؟ میں نے عرض کی جی نہیں فرمایا کہ دراصل یہ شیطان تھا۔

حضرت خبیبؓ اور حضرت عاصمؓ کی شہادت کا واقعہ

(۱۵۶۴) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بنا کر جاسوسی کے لئے بھیجا اور اس پر عاصم ابن ثابتؓ کو امیر مقرر کیا، یہ حضرت عمرؓ کے دادا لگتے ہیں۔ لشکر کا یہ دستہ چلتے چلتے جب عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچا تو بنو لحیان کو جو ھذیل کے خاندان سے تھے ان کی خبر کی گئی انہوں نے سو آدمی

(۱۵۶۴) حضرت خبیبؓ کے اس واقعہ میں کتنی کتنی کرامات بلکہ معجزہ کا ظہور ہے جن کو دیکھنے کے لئے نظر عبرت درکار ہے (۱) جو لوگ اپنے عہد کے بڑے پابند تھے ان کافروں نے کس طرح عہد شکنی کی؟ پھر دوسرے کفار کے معاہدوں پر اعتماد کرنا کتنی بڑی عظیم الشان غلطی ہے۔ ایک صحابی شروع سے ان کے چکموں میں نہ آسکے اور جنہوں نے اس کو ایک قابل اعتماد رسم سمجھی تھی انہوں نے ان کی بات مان کر اس کا جو خمیازہ بھگتنا تھا بھگتا۔ (۲) اب حضرت خبیبؓ کی

أَصْحَابُهُ لَجَؤُوا إِلَى فَدْفَدٍ وَجَاءَ الْقَوْمُ فَأَحَاطُوا بِهِمْ فَقَالُوا لَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ إِنْ
نَزَلْتُمْ إِلَيْنَا أَلَّا نَقْتُلَ مِنْكُمْ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ. اَللّٰهُمَّ
أَخْبِرْ عَنَّا رَسُولَكَ فَقَاتَلُوهُمْ فَرَمَوْهُمْ حَتَّى قَتَلُوا عَاصِمًا سَبْعَةَ نَفَرٍ بِالنَّبْلِ وَبَقِيَ خُبَيْبٌ
وَزَيْدٌ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ فَلَمَّا أَعْطَوْهُمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ
نَزَلُوا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ حَلُّوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا فَقَالَ الرَّجُلُ
الثَّالِثُ الَّذِي مَعَهُمَا هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَجَرَّرُوهُ وَعَالَجُوهُ عَلَى أَنْ
يَصْحَبَهُمْ فَلَمْ يَفْعَلْ فَقَتَلُوهُ وَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَزَيْدٍ حَتَّى بَاعُوهُمَا بِمَكَّةَ فَاشْتَرَى خُبَيْبًا
بَنُو الْحٰرِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحٰرِثَ يَوْمَ بَدْرٍ فَمَكَثَ عِنْدَهُمْ
أَسِيرًا حَتَّى إِذَا أَجْمَعُوا قَتْلَهُ اسْتَعَارَ مُوسَى مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ لِيَسْتَحِدَّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ
قَالَتْ فَغَفَلْتُ عَنْ صَبِيٍّ لِي فَدَرَجَ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَاهُ فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ فَلَمَّا رَأَيْتُهُ

تیرانداز ساتھ لے کر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جب وہ ایک منزل پہ پہنچے تو وہاں اتر کر کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں پڑی ہوئی پائیں جو یہ لوگ مدینہ طیبہ سے اپنے راشن میں لے گئے تھے بس ان کو دیکھ کر یہ لوگ تاڑ گئے کہ یہ مدینہ کی کھجوریں ہیں اور ضرور ہو اسی راستے سے ان کا گذر ہوا ہے لہٰذا ان کے پیچھے چل دیئے یہاں تک کہ ان کو جا پکڑا۔ عاصم نے یہ دیکھ کر اپنے رفقاء کے ساتھ ایک پست زمین کی آڑ لی۔ ان لوگوں نے آ کر عاصم اور ان کے ساتھیوں کا گھیرا ڈال لیا اور ان کے ساتھ یہ عہد کیا کہ اگر تم کسی جھگڑے کے بغیر آج سامنے آجاؤ تو ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی قتل نہ کریں گے۔ اس پر عاصم بولے میں تو کافروں کے عہد میں آنا نہیں چاہتا۔ اور یوں دعا کی الٰہی اپنے رسول کو ہمارے حال کی خبر کر دے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے جنگ اور تیراندازی شروع کر دی یہاں تک کہ عاصم مع سات آدمیوں کے تیروں سے شہید ہو گئے خبیبؓ اور زیدؓ اور ایک شخص اور تھا ان تینوں نے کافروں کے عہد میں آنا قبول کر لیا جب انھوں نے پورا پورا عہد کر لیا تو یہ ان کے پاس آ اترے۔ جب کافر ان پر قابض ہو گئے تو انھوں نے انہی کی کمانوں کی تانتیں اتار کر انھیں سے باندھ لیا۔ تیسرے شخص نے کہا جو ان دو کے ساتھ تھا کہ یہ پہلی غداری ہے اس لئے اس نے اس بات سے صاف انکار کر دیا کہ ان کے ساتھ چلے کافروں نے

راستبازی اور دیانت کو ملاحظہ فرمایئے کہ فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس بچہ کو قتل کرنے کی بجائے بڑے آرام سے اپنے زانو پر بٹھایا اور ان بزدلوں کو اطمینان دلایا کہ یہ خبیبؓ اسلام قبول کرنے کے بعد اب کوئی دوسرا خبیب ہو چکا ہے محض کسی جذبۂ انتقام سے کوئی بات خلاف شریعت کر سکے یہ ممکن نہیں۔ (۳) پھر یہ کتنی بڑی کرامت ہے جو اگر ان کی زبانی ادا ہوتی تو تردد و ل کو یہاں تردد کرنے کی کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر یہاں تو آمادہ قتل اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہیں کہ ہم نے بے موسم میوہ جات ان کو کھاتے مشاہدہ کیا اور ہمارا یقین ہے کہ اسی رب نے ان کو یہ رزق غیب سے پہنچایا تھا جس نے حضرت مریم

فَزِعْتُ فَزْعَةً عَرَفَ ذَالِكَ مِنِّي وَفِي يَدِهِ الْمُوسٰى فَقَالَ اَتَخْشَيْنَ اَنْ اَقْتُلَهُ مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ ذَالِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَكَانَتْ تَقُوْلُ مَا رَأَيْتُ اَسِيْرًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ خُبَيْبٍ لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَاكُلُ مِنْ قِطْفِ عِنَبٍ وَمَا بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ ثَمَرَةٌ وَاِنَّهُ لَمُوْثَقٌ فِي الْحَدِيْدِ وَمَا كَانَ اِلَّا رِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ فَخَرَجُوْا بِهِ مِنَ الْحَرَمِ لِيَقْتُلُوْهُ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَرَوْا اَنَّ مَا بِيْ جَزَعٌ مِنَ الْمَوْتِ لَزِدْتُ فَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْقَتْلِ هُوَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا (وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا) وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ

فَلَسْتُ اُبَالِيْ حِيْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ؛ عَلٰى اَيِّ جَنْبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

وَذَالِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاْ ؛ يُبَارِكْ عَلٰى اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

کھینچ کر اس پر زور دیا کہ ان کے ساتھ چلے مگر اس شخص نے نہ مانا اس لئے انھوں نے اس کو قتل کر ڈالا ۔ اب صرف خبیبؓ اور زیدؓ تو صرف ان دونوں کو لے کر کفار چلے اور ان کو مکہ مکرمہ کے بازار میں لاکر بیچ دیا ۔ خبیبؓ کو بنو الحارث بن عامر نے خرید لیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان ہی خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا ، یہ خبیبؓ بنو الحارث کے پاس قیدی بن کر رہے یہاں تک کہ جب اُن لوگوں نے ان کے قتل کر ڈالنے کا پختہ مشورہ کر لیا تو خبیبؓ نے بنات حارث سے زیر ناف صاف کرنے کیلئے استرا عاریتاً مانگا ۔ ایک عورت نے سادگی میں استرا لاکر ان کو دیدیا ۔ وہ عورت کہتی ہے کہ اس کا ایک بچہ کہیں اس کی غفلت سے گھسنتا گھسنتا ان کے پاس جا پہنچا ۔ انھوں نے اس کو اٹھا کر اپنی ران کے اوپر بٹھا لیا ۔ میں نے جب یہ دیکھا تو میں گھبرا گئی (کہ کہیں یہ اس کو قتل نہ کر ڈالیں) استرا تو ان کے ہاتھ میں موجود ہی تھا میری یہ گھبراہٹ دیکھ کر خبیبؓ نے کہا ، کیا تم کو میری جانب سے اس کا خطرہ ہے کہ میں اس معصوم بچے کو قتل کر دوں گا ؟ ایسا جرم مجھ سے نہیں ہو سکتا

کے پاس بے موسم میوے دیکھکر اس سوال پر مجبور کر دیا تھا " یامریم انی لک ھذا " (۴) یہاں یہ بات قابل یادداشت ہے کہ حضرت خبیبؓ کو اس کے تذکرہ کرنے کی طرف کوئی توجہ نظر نہیں آتی ۔ انھیں شوق اٹھتا ہے تو صرف تھوڑی سی جبہ سائی کا ۔ (۵) موت فطرۃً ایک دہشت کی چیز ہے مگر ایک مسلمان کو وہ اتنی پیاری ہے کہ اس کے شوق میں اسکو نمازوں کا طول دینا بھی پسند نہیں ہوا ۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہاں جبہ سائی کی سنت ان کو زیادہ پیاری تھی یا جام شہادت پینے کا شوق زیادہ پیارا تھا یہ معجزہ کچھ ہے کیسی قوم کو کیسا بنا دیا ۔ (۶) یہ اسی کے رموز ہیں وہی جانے کہ عاصمؓ کو تو شہادت کا جام پلا دیا جائے اور ان کے مقدس جسم کی ایسی محیر العقول طرح نگرانی کی جائے اور دشمنوں کی آرزوئیں خاک میں ملا ڈالی جائیں اور ان کے جسم تک دشمن پہنچنے کی ہمت ہی نہ کر سکیں ۔ (۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع غیبی طریقہ پر دیجانی بھی ایک کرشمہ غیبی نہیں تو اور کیا تھا نہ تار نہ ٹیلیفون نہ لاسلکی سے کوئی خبر کرنے والا موجود ، ہاں وہ موجود تھا جو جہان بھر ان سب اشیاء کی خلقت کا الہام کرنے والا تھا ۔

ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَتَلَهُ وَبَعَثَتْ قُرَيْشٌ إِلَى عَاصِمٍ لِيُؤْتَوْا بِشَيْءٍ مِنْ جَسَدِهِ يَعْرِفُوْنَهُ وَكَانَ عَاصِمٌ قَتَلَ عَظِيْمًا مِنْ عُظَمَائِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ فَبَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مِثْلَ الظُّلَّةِ مِنَ الدَّبْرِ فَحَمَتْهُ مِنْ رُسُلِهِمْ فَلَمْ يَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ۔ (رواہ البخاری ص ۵۸۶ وقد مر فی البخاری ص ۴۲۶ بتغیر یسیر)

انشاء اللہ تعالیٰ، اُس عورت نے کہا کہ میں نے اس قیدی سے بڑھ کر بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کو انگور کا خوشہ کھاتے ہوئے بچشم خود دیکھا ہے حالانکہ اس موسم میں انگوروں کا مکہ مکرمہ میں کہیں نام و نشان نہ تھا۔ ادھر وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوئے کہیں جا کر خود لا بھی نہیں سکتے تھے پھر اس کے علاوہ اور صورت کیا سمجھی جا سکتی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی خود ان کو کھلاتا تھا (جیسے بے موسم پھل حضرت مریم علیہا السلام کو ملا کرتے تھے) اس کے بعد حضرت خبیبؓ کو انھوں نے حرم سے باہر نکالا تاکہ ان کو قتل کر سکیں (حرم کے اندر یہ ممکن نہ تھا) اس وقت حضرت خبیبؓ نے فرمایا کہ اچھا مجھے دو رکعتیں نماز پڑھ لینے دو نماز کے بعد ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم لوگوں کو یہ خطرہ پیدا نہ ہوتا کہ میں کہیں اپنی موت سے گھبراہٹ میں دیر کر رہا ہوں تو یہ رکعتیں اور لمبی پڑھتا۔ اس واقعہ کی بنا پر خبیبؓ پہلے وہ شخص تھے جو قتل سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کا طریقہ ڈال گئے، اس کے بعد یہ دعا مانگی، الٰہی ان غداروں کو چن چن کر مار، پھر یہ اشعار پڑھے:۔

جب میں مسلمان مروں تو پھر مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میری موت راہ مولیٰ میں کس کروٹ پر آتی ہے۔

یہ بات اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر وہ چاہے تو پور پور شدہ ہڈیوں میں برکت عطا فرمائے۔

اس کے بعد عقبہ بن الحارث نے کھڑے ہو کر حارث کے بدلے میں ان کو قتل کر دیا۔ ادھر قریش نے لوگ روانہ کئے کہ اگر ہو سکے تو وہ عاصمؓ کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر لے آئیں تاکہ وہ اس کو شناخت کر کے اپنا دل ٹھنڈا کر سکیں مگر حفاظتِ الٰہی نے ان کا بال بھی بیکا ہونے نہ دیا۔ یہی عاصمؓ وہ تھے جنھوں نے جنگ بدر میں ان کی بڑی بڑی شخصیتوں میں سے ایک کو قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت یوں کی کہ ایک مکھیوں کا چھتہ سائبان کی طرح ان کے جسم پر مسلط کر دیا جن کی وجہ سے وہ ان کے جسم کا کچھ نہ بگاڑ سکے (بخاری شریف)۔

❖ ❖ ❖

❖ ❖

❖

استنارة العصا فی ظلام اللیل

(۱۵٦۵) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَاَحْسِبُ الثَّانِيْ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ يُضِيْئَانِ بَيْنَ اَيْدِيْهِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتّٰى اَتٰى اَهْلَهٗ (رواه البخاری) وذكر الشيخ بدر العينی انه وقع مثله عن قتادة بن النعمان وابی عبس ومحمد بن حمزة بن عمرو الاسلمی من اضاءة الاصابع والعصی فی زمن النبی صلی الله عليه وسلم ثم ذكر عن الشيخ حسام الدين الرهاوی مثله (العمدة ص ۳۲۲/۳)۔

اندھیری رات میں عصا کا روشن ہو جانا

(۱۵٦۵) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخص آپؐ کی خدمت سے نکلے ایک کا نام "عباد بن بشر" تھا اور دوسرے کا نام جہاں تک میرا خیال ہے "اسید بن حضیر" تھا۔ رات بہت تاریک تھی مگر خدا کی قدرت کہ ان کے ساتھ ساتھ چراغوں کی طرح کی دو چیزیں ان کے آگے آگے روشنی دکھاتی ہوئی چلی جا رہی تھیں۔ پھر جب دونوں اپنے اپنے گھروں کی طرف الگ ہونے لگے تو وہ روشنیاں بھی ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئیں یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بخاری شریف)

(۱۵٦۵) امام بخاریؒ نے احکام مساجد میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور ہمارے مجتبائی نسخہ میں یہاں ان دونوں شخصوں کا نام حسب سابق موجود ہے پھر ابواب المناقب میں جا کر ان دونوں صحابیوں کے نام کے ساتھ ایک باب باندھا ہے اور اس روایت میں بھی ان دونوں کا نام ذکر کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے بھی باب الکرامات میں اس واقعہ کو کچھ فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں اتنی تفصیل اور ہے کہ یہ دونوں شخص کسی ضرورت سے آپؐ کی خدمت میں رہ گئے تھے ان کے ہاتھوں میں دو چھڑیاں تھیں جب یہ رخصت ہوئے تو ان میں سے ایک کی چھڑی روشن ہو گئی پھر جب ہر ایک کا راستہ الگ الگ پھٹنے لگا تو دوسرے کی چھڑی بھی روشن ہو گئی اور اس طرح تاریک شب میں یہ دونوں شخص روشنی میں اپنے اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔

تعجب ہے کہ جب ان دونوں شخصوں کے نام خود بخاری شریف مجتبائی میں موجود ہیں اور اپنے ناموں کے ساتھ باب المناقب میں موجود ہیں پھر ان کو صاحب مشکوٰۃ شریف (مجتبائی) نے بھی باب الکرامات میں اپنے ناموں کے ساتھ ذکر کر دیا ہے اور اس کی نسبت کتاب بخاری شریف کی طرف کی ہے تو پھر یہاں بعض سیرت نگاروں نے باہر کی کتاب کی مدد سے نام متعین کرنے کی جو زحمت اٹھائی اس کی ضرورت کیا تھی۔ محدثین کے نزدیک یہ طریقہ بہت معیوب ہے کیونکہ یہ فن حدیث کے ساتھ عدم اشتغال کا ثمرہ ہے۔ حافظ بدر الدین عینیؒ نے اسی قسم کے چند دوسرے واقعات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جن کو ہم نے عربی عبارت میں اوپر لکھ دیا ہے مگر ان میں سے ایک واقعہ بھی صحابہ کے درمیان نہ کبھی معرض بیان و تکرار میں آیا نہ کچھ عجب خیز سمجھا گیا، نہ اس کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت سمجھی گئی بلکہ ان سب واقعات کو صاف اور سیدھے طریقے پر سن کر تسلیم کر لیا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الامام المہدی

حضرت امام مہدی کی احادیث مطالعہ فرمانے سے قبل ان کا مختصر تذکرہ معلوم کر لینا ضروری ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں ؛

حضرت امام مہدی کا نام و نسب اور ان کا حلیہ شریفہ

حضرت امام مہدی سید اور اولادِ فاطمہ زہرا میں سے ہیں۔ آپ کا قد و قامت قدرے لانبا، بدن چست، رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے مشابہ ہوگا۔ نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبد اللہ، والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا، زبان میں قدرے لکنت ہوگی جس کی وجہ سے تنگدل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ ماریں گے۔ آپ کا علم لدنی (خداداد) ہوگا۔ سید برزنجیؒ اپنے رسالہ الاشاعت میں تحریر کرتے ہیں کہ تلاش کے باوجود مجھ کو آپ کی والدہ کا نام روایات میں کہیں نہیں ملا۔

آپ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج۔ شاہ روم اور مسلمانوں میں جنگ اور قسطنطنیہ کا فتح ہونا۔

آپ کے ظہور سے قبل ملک عرب و شام میں ابوسفیان[1] کی اولاد میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو سادات کو قتل کرے گا۔ اس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں چلیگا اس درمیان میں بادشاہ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فریق قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے گا۔ بادشاہِ روم دار الخلافہ کو چھوڑ کر ملکِ شام میں پہنچ جائیگا اور عیسائیوں کے دوسرے فریق کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فریقِ مخالف پر فتح پائے گی۔ دشمن کی شکست کے بعد موافق فریق میں سے ایک شخص نعرہ لگائے گا کہ صلیب غالب ہوگئی اور اسی کے نام سے یہ فتح ہوئی۔ یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا نہیں دینِ اسلام

[1] حسب بیان سید برزنجی یہ شخص خالد بن یزید بن ابی سفیان کی نسل سے ہوگا۔ امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں اس کا نام عروہ تحریر فرمایا ہے۔ سید برزنجی نے اپنے رسالہ الاشاعت میں اس کا حلیہ اور اس کے دور کی پوری تاریخ تحریر فرمائی ہے مگر اس کا اکثر حصہ موقوف روایات سے ماخوذ ہے اسی لئے ہم نے شاہ صاحبؒ کے رسالہ سے اس کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے امام قرطبیؒ نے بھی امام مہدی کے دور کی پوری تاریخ نقل فرمائی ہے۔ تذکرہ قرطبی گو اس وقت دستیاب نہیں مگر اس کا مختصر مؤلفہ امام شعرانی عام طور پر ملتا ہے قابلِ ملاحظہ ہے۔ سید برزنجی کے رسالہ میں امام مہدی کے زمانہ کے مفصل اور مرتب تاریخ کے علاوہ اس باب کی مختصر حدیثوں میں جمع و تطبیق کی پوری کوشش کی گئی ہے لیکن چونکہ اس باب کی اکثر روایات ضعیف ہیں اس لئے ہم نے ان کے درمیان تطبیق نقل کرنے کی چنداں اہمیت محسوس نہیں کی۔

غالب ہوا اور اسی کی وجہ سے یہ فتح نصیب ہوئی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔

بادشاہِ اسلام شہید ہوجائے گا عیسائی ملکِ شام پر قبضہ کرلیں گے اور آپس میں ان دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہوجائے گی، باقی مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے، عیسائیوں کی حکومت خیبر تک (جو مدینہ منورہ سے قریب ہے) پھیل جائے گی۔ اس وقت مسلمان اس فکر میں ہوں گے کہ امام مہدی کو تلاش کرنا چاہیئے، تاکہ ان کے ذریعہ سے یہ مصیبتیں دور ہوں۔ اور دشمن کے پنجے سے نجات ملے۔

امام مہدی کی تلاش اور ان سے بیعت کرنا

حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے مگر اس ڈر سے کہ یہ لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ اس زمانے کے اولیائے کرام اور ابدالِ عظام آپ کو تلاش کریں گے بعض آدمی مہدی ہونے کے جھوٹے دعوے بھی کریں گے۔ حضرت مہدی علیہ السلام رکن اور مقامِ ابراہیم کے درمیان خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور آپ کو مجبور کرکے آپ سے بیعت کرلے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گذشتہ ماہِ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا۔ اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ آواز آئیگی "هٰذَا خَلِيفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَطِيعُوا" اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے۔ بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق اور یمن کے اولیائے کرام و ابدالِ عظام آپ کی صحبت میں اور ملکِ عرب کے لاتعداد لوگ آپ کے لشکر میں داخل ہوجائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے (جس کو "تاج الکعبہ" کہتے ہیں) نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے

خراسانی سردار کا امام مہدی کی اعانت کے لئے فوج روانہ کرنا اور سفیانی کے لشکر کا ہلاک و تباہ ہوجانا

جب یہ خبر اسلامی دنیا میں پھیلے گی تو خراسان سے ایک شخص ایک بہت بڑی فوج لیکر آپ کی مدد کے لئے روانہ ہوگا۔ جو راستہ میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کردے گا۔ اس لشکر کے مقدمۃ الجیش کی کمان منصور نامی ایک شخص کے ہاتھ میں ہوگی۔ وہ سفیانی (جس کا ذکر اوپر گذر چکا) اہلِ بیت کا دشمن ہوگا اس کی ننہال قوم بنو کلب ہوگی۔ حضرت امام مہدی کے مقابلہ کے واسطے اپنی فوج بھیجے گا۔ جب یہ فوج مکہ و مدینہ کے درمیان ایک میدان میں پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ اس فوج کے نیک و بد سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہوگا۔ ان میں سے صرف دو آدمی بچیں گے ایک حضرت امام مہدی کو اس واقعہ کی اطلاع دے گا اور دوسرا سفیانی کو۔ عرب کی فوجوں کے اجتماع کا حال سن کر عیسائی بھی چاروں طرف سے فوجوں کے جمع کرنے کی کوشش میں لگ جائیں گے اور اپنے اور روم کے

عیسائیوں کا مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے اجتماع اور امام مہدی کے ساتھ خونریز جنگ اور آخر میں امام مہدی کی فتح مبین

ممالک سے فوج کثیر لے کر امام مہدی علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے شام میں جمع ہو جائیں گے ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے۔ اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہ ہوگی (جس کی کل تعداد ۸۴۰۰۰۰ ہوگی) حضرت امام مہدی مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔ دمشق کے پاس آکر عیسائیوں کی فوج سے مقابلہ ہوگا۔ اس وقت حضرت امام مہدی کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ تو نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائے گا خداوند کریم ان کی توبہ ہرگز قبول نہ فرمائے گا۔ باقی فوج میں سے کچھ تو شہید ہو کر بدر و احد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے اور کچھ توفیق ایزدی فتحیاب ہو کر ہمیشہ کے لئے گمراہی اور انجام بد سے چھٹکارا پالیں گے حضرت امام مہدی دوسرے روز پھر نصاریٰ کے مقابلے کے لئے نکلیں گے اس روز مسلمانوں کی ایک جماعت یہ عہد کر کے نکلے گی کہ یا میدانِ جنگ فتح کریں گے یا مر جائیں گے یہ جماعت سب کی سب شہید ہو جائے گی حضرت امام مہدی باقی ماندہ قلیل جماعت کے ساتھ لشکر میں واپس آئیں گے۔ دوسرے دن پھر ایک بڑی جماعت یہ عہد کرتے نکلے گی کہ فتح کے بغیر میدانِ جنگ سے واپس نہیں آئیں گے بلکہ مر جائیں گے۔ اور حضرت امام مہدی کے ہمراہ بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کریں گے اور آخر یہ بھی جام شہادت نوش کریں گے۔ شام کے وقت حضرت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ لوٹیں گے۔ تیسرے روز اسی طرح ایک بڑی جماعت قسم کھا کر نکلے گی اور وہ بھی شہید ہو جائے گی اور حضرت امام مہدی تھوڑی سی جماعت کے ساتھ اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئیں گے۔ چوتھے روز حضرت امام مہدی رسدگاہ کی محافظ جماعت کو لے کر دشمن سے پھر نبرد آزما ہوں گے۔ یہ جماعت تعداد میں بہت کم ہوگی مگر خداوند کریم ان کو فتح مبین عطا فرمائیگا۔ عیسائی اس قدر قتل ہوں گے کہ باقیوں کے دماغ سے حکومت کی بو نکل جائے گی اور بے سروسامان ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگ جائیں گے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے اس کے بعد حضرت امام مہدی بے انتہا انعام و اکرام اس میدان کے شیر دل جانبازوں پر تقسیم فرمائیں گے مگر اس مال سے کسی کو خوشی حاصل نہ ہوگی۔ کیونکہ اس جنگ کی بدولت بہت سے خاندان و قبیلے ایسے ہوں گے جن میں فی صدی صرف ایک ہی آدمی بچا ہوگا۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی بلادِ اسلام کے نظم و نسق اور فرائض و حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے اور ان

ستر ہزار فوج کے ساتھ امام مہدی کی فتح قسطنطنیہ کیلئے روانگی اور ایک نعرۂ تکبیر سے شہر کا فتح ہو جانا

مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے بحیرۂ روم کے کنارے پر پہنچ کر قبیلۂ بنو اسحٰق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو آج کل استنبول کہتے ہیں مقرر فرمائیں گے جب یہ فصیل شہر کے قریب

پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو اس کی فصیل نام خدا کی برکت سے یکایک گر جائے گی مسلمان ہلّہ کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے سرکشوں کو ختم کر کے ملک کا انتظام نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گذرے گا۔ امام مہدی ملک کے بندوبست ہی میں مصروف ہوں گے

امام مہدی کا دجال کی تحقیق کیلئے ایک مختصر دستہ روانہ فرمانا اور ان کی افضلیت کا حال

کہ افواہ اڑے گی کہ دجال نکل آیا اور مسلمانوں کو تباہ کر رہا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی حضرت امام مہدی ملک شام کی طرف واپس ہوں گے اور اس خبر کی تحقیق کے لئے پانچ یا نو سوار جن کے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ان کے ماں باپوں و قبائل کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں۔ وہ اس زمانے کے روئے زمین کے آدمیوں سے بہتر ہوں گے لشکر کے آگے بطور طلیعہ روانہ ہو کر معلوم کر لیں گے کہ یہ افواہ غلط ہے۔ پس امام مہدی عجلت کو چھوڑ کر ملک کی خبر گیری کی غرض سے آہستگی اختیار فرمائیں گے اس میں کچھ عرصہ نہ گذرے گا کہ دجال ظاہر ہو جائیگا اور قبل اس کے کہ وہ دمشق پہنچے حضرت امام مہدی دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے اور اسباب حرب و ضرب تقسیم کرتے ہوں گے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری ہی میں ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ لگائے ہوئے آسمان سے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا عصر کی نماز امام مہدی کی امامت میں ادا کرنا

دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے کہ سیڑھی لے آؤ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔ آپ اس کے ذریعہ سے نازل ہو کر امام مہدی سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدی نہایت تواضع و خوش خلقی سے آپ کے ساتھ پیش آئیں گے اور فرمائیں گے یا نبی اللہ امامت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت تم ہی کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کیلئے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے پس امام مہدی نماز پڑھائیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتدا کریں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر امام مہدی پھر حضرت عیسیٰ سے کہیں گے کہ یا نبی اللہ اب لشکر کا انتظام آپ کے سپرد ہے جس طرح چاہیں انجام دیں۔ وہ فرمائیں گے نہیں یہ کام بدستور آپ ہی کے تحت میں رہے گا۔ میں تو فقط قتل دجال کے واسطے آیا ہوں جس کا مارا جانا میرے ہی ہاتھ سے مقدر ہے۔

امام مہدی کے عہد خلافت کی خوشحالی اور اس کی مدت اور ان کی وفات

تمام زمین حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عدل و انصاف سے بھر جائیگی منور و روشن ہو جائے گی ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہوگی۔ تمام لوگ عبادت و طاعت الٰہی میں سرگرمی سے مشغول ہوں گے۔ آپ کی خلافت کی میعاد سات یا آٹھ یا نو سال ہوگی۔ واضح رہے کہ سات سال عیسائیوں کے فتنے اور ملک کے انتظام میں۔ آٹھواں سال دجال کے ساتھ جنگ و جدال میں، اور نواں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں گذریگا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی —

بعد ازاں امام مہدی علیہ السلام کی وفات ہو جائے گی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازے کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آجائیں گے [1]

(رسالہ علامات قیامت مؤلفہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ)

[1] اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ شاہ صاحب موصوف نے یہ تمام سرگذشت گو حدیثوں کی روشنی ہی میں مرتب فرمائی ہے جیسا کہ احادیث کے مطالعہ سے واضح ہے مگر واقعات کی ترتیب اور بعض جگہ ان کی تعیین یہ دونوں باتیں خود حضرت موصوف ہی کی جانب سے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث و قرآن میں جو قصص و واقعات بیان کئے گئے ہیں خواہ وہ گذشتہ زمانے سے متعلق ہوں یا آئندہ سے ان کا اسلوب بیان تاریخی کتابوں کا سا نہیں بلکہ حسب مناسبت مقام ان کا ایک ایک ٹکڑا متفرق طور پر ذکر میں آگیا ہے پھر جب اُن سب ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے تو بعض مقامات پر کبھی اس کی کوئی درمیانی کڑی نہیں ملتی۔ کہیں ان کی ترتیب میں شک و شبہ رہ جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر بعض خام طبائع تو اصل واقعہ کے ثبوت ہی سے دست بردار ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ غور یہ کرنا چاہئے کہ جب قرآن و حدیث کا اسلوب بیان ہی وہ نہیں جو آج ہماری تصانیف کا ہے تو پھر حدیثوں میں اس کو تلاش ہی کیوں کیا جائے؟ نیز جب ان متفرق ٹکڑوں کی ترتیب صاحب شریعت نے خود بیان ہی نہیں فرمائی تو اس کو صاحب شریعت کے سر کیوں رکھدیا جائے لہٰذا اگر اپنی جانب سے کوئی ترتیب قائم کر لی گئی ہے تو اس پر جزم کیوں کیا جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ترتیب ہم نے اپنے ذہن سے قائم کی ہے حقیقت اس کے خلاف ہو۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جو قرآنی اور حدیثی قصص میں تشنہ نظر آتے ہیں اس لئے یہاں جو قدم اپنی رائے سے اٹھایا جائے اس کو کتاب و سنت کے سر رکھدینا ایک خطرناک اقدام ہے اور اس ابہام کی وجہ سے اصل واقعہ ہی کا انکار کر ڈالنا یا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ واقعات کی پوری تفصیل اور اس کے اجزا کی پوری پوری ترتیب بیان کرنی رسول کا وظیفہ نہیں یہ ایک مورخ کا وظیفہ ہے۔ رسول آئندہ واقعات کی صرف بقدر ضرورت اطلاع دیدیتا ہے پھر جب ان کے ظہور کا وقت آتا ہے تو وہ خود اپنی تفصیل کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور اس وقت یہ ایک کرشمہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے بڑے واقعات کے لئے جتنی اطلاع حدیثوں میں آچکی تھی وہ بہت کافی تھی اور قبل از وقت اس سے زیادہ تفصیلات دانوں کے لئے بالکل غیر ضروری بلکہ شاید اور زیادہ الجھاؤ کا موجب تھیں۔ علاوہ ازیں جس کو ازل سے ابد تک کا علم ہے وہ یہ خوب جانتا تھا کہ امت میں دین روایت اور اسانید کے ذریعہ پھیلے گا۔ اور اس تقدیر پر راویوں کے اختلافات سے روایتوں کا اختلاف بھی لازم ہوگا۔ پس اگر غیر ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا جاتا تو یقیناً ان میں بھی اختلاف پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اور ہو سکتا تھا کہ امت اس اجمالی خبر سے جتنا فائدہ اٹھا سکتی تھی تفصیلات بیان کرنے سے وہ بھی فوت ہو جاتا۔ لہٰذا امام مہدی کی حدیثوں کے سلسلہ میں نہ تو ہر گوشہ کی پوری تاریخ معلوم کرنے کی سعی کرنی صحیح ہے اور نہ صحت کے ساتھ منقول شدہ منتشر ٹکڑوں میں جزم کے ساتھ ترتیب دینی صحیح ہے اور نہ اس وجہ سے اصل پیشگوئی میں تردد پیدا کرنا علم کی بات ہے۔ یہاں جملہ پیشگوئیوں میں صحیح راہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ جتنی بات حدیثوں میں صحت کے ساتھ آچکی ہے اس کو اسی حد تک تسلیم کر لیا جائے اور زیادہ تفصیلات کے درپے نہ ہو جائے اور اگر مختلف حدیثوں میں کوئی ترتیب اپنے ذہن سے قائم کر لی گئی ہے تو اس کو حدیثی بیان کی حیثیت ہرگز نہ دی جائے۔

یہ بھی ظاہر رہے کہ اس سلسلہ کی حدیثیں مختلف اوقات میں مختلف صحابہؓ سے روایت ہوئی ہیں اور ہر مجلس میں آپ نے اس وقت کے مناسب اور حسب ضرورت تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی یقینی نہیں کہ ان تفصیلات کے بامدآت سننے والوں کو ان سب کا علم حاصل ہو، بہت ممکن ہے کہ جس صحابی نے امام مہدی کی پیشگوئی کا ایک حصہ ایک مجلس میں سنا ہو اس کو اس کے دوسرے حصے کے سننے کی نوبت ہی نہ آئی ہو جو دوسرے صحابی نے دوسری مجلس میں سُنا ہے اور اس لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ واقعہ کے الفاظ بیان کرنے میں ان تفصیلات کی کوئی رعایت نہ کرے جو دوسرے صحابی کے بیان میں موجود ہے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

یہاں جب آپ اس خاص تاریخ سے علیحدہ ہوکر نفس مسئلہ کی حیثیت سے احادیث پر نظر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک بڑی اہمیت کے ساتھ ہمیشہ ہوتا رہا ہے حتی کہ امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے امام مہدی کے عنوان سے ایک ایک باب ہی علیحدہ قائم کردیا ہے۔ ان کے علاوہ وہ ائمہ حدیث جنھوں نے امام مہدی کے متعلق حدیثیں اپنی اپنی مولفات میں ذکر کی ہیں ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں: امام احمد، البزار، ابن ابی شیبہ، الحاکم، الطبرانی، ابویعلی موصلی رحمہم اللہ تعالی وغیرہ۔ جن جن صحابہ کرامؓ سے اس باب میں روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: حضرت علی، ابن عباس، ابن عمر، طلحہ، عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، انس، ابوسعید، ام حبیبہ، ام سلمہ، ثوبان، قرۃ بن ایاس، علی الہلالی، عبداللہ ابن الحارث بن جزء رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

شارح عقیدہ سفارینی نے امام مہدی کی تشریف آوری کے متعلق معنوی تواتر کا دعوی کیا ہے اور اس کو اہل سنت والجماعت کے عقائد میں شمار کیا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ امام مہدی کے خروج کی روایتیں اتنی کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اس کو معنوی تواتر کی حد تک کہا جاسکتا ہے اور یہ بات علمائے اہل سنت کے درمیان اس درجہ مشہور ہے کہ اہل سنت کے عقائد میں ایک عقیدہ کی حیثیت سے شمار کی گئی ہے۔ ابونعیم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہم نے صحابہ وتابعین سے اس باب میں متعدد روایتیں بیان کی ہیں جن کے مجموعے سے امام مہدی کی آمد کا قطعی یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ لہذا امام مہدی کی تشریف آوری پر حسب بیان علماء اور حسب عقائد اہل سنت والجماعت یقین کرنا ضروری ہے"

(شرح عقیدہ السفارینی ص۷۹ و ۸۰)

اسی طرح حافظ سیوطی نے بھی یہاں تواتر معنوی کا دعوی کیا ہے۔ قاضی شوکانی نے اس سلسلہ کی جو حدیثیں جمع کی ہیں ان میں مرفوع حدیثوں کی تعداد پچاس اور آثار کی اٹھائیس تک پہنچتی ہے۔ شیخ علی متقی نے بھی منتخب کنز العمال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہاں بعد کی آنے والی امت کے سامنے چونکہ یہ ہر دو بیانات موجود ہوتے ہیں، اس لئے یہ فرض اس کا ہے کہ اگر وہ ان تفصیلات میں کوئی لفظی بے ارتباطی دیکھتی ہے تو اپنی جانب سے کوئی تطبیق کی راہ نکالے۔ اس لئے بسا اوقات ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ یہ توجیہات راویوں کے بیانات پر پوری پوری راست نہیں آتیں۔ اب راویوں کے الفاظ کی یہ کشاکش اور تاویلات کی ناسازگاری کا یہ رنگ دیکھ کر بعض دماغ اس طرف چلے جاتے ہیں کہ ان تمام دشواریوں کے تسلیم کرلینے کے بجائے اصل واقعہ کا ہی انکار کردینا آسان ہے۔ اگر کاش وہ اس پر بھی نظر کرلیتے کہ یہ تاویلات خود صاحب شریعت کی جانب سے نہیں بلکہ واقعہ کے خود راویوں کی جانب سے بھی نہیں ہیں صرف ان دماغوں کی کاوش ہے جن کے سامنے اصل واقعہ کے وہ سب متفرق ٹکڑے جمع ہوکر آگئے ہیں جن کو مختلف صحابہ نے مختلف زمانوں میں روایت کیا ہے اور اس لئے ہر ایک نے اپنے الفاظ میں دوسرے کی تعبیر کی کوئی رعایت نہیں کی اور نہ وہ کرسکتا تھا تو پھر نہ تو ان پر راویوں کے الفاظ کی اس بے ارتباطی کا کوئی اثر پڑتا اور نہ ایک ثابت شدہ واقعہ کا انکار صرف اتنی سی بات پر ان کو آسان نظر آتا۔

میں اس کا بہت سا مواد جمع کر دیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ منہاج السنہ میں اور حافظ ذہبی مختصر منہاج السنہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

الاحادیث التی تحتج بھا علی خروج المھدی صحاح رواھا احمد وابوداود والترمذی منھا حدیث ابن مسعود وام سلمۃ و ابی سعید وعلی (مختصر منہاج ص۵۳۴)	یعنی جن حدیثوں سے امام مہدی کے خروج پر استدلال کیا گیا ہے وہ صحیح ہیں۔ ان کو امام احمد امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت فرمایا ہے۔

یہ امر بھی واضح رہنا چاہئے کہ صحیح مسلم کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گے، حضرت عیسٰی علیہ السلام سے قبل پیدا ہوگا، دجال اسی کے عہد میں ظاہر ہوگا، مگر اس کا قتل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دست مبارک سے ہوگا حضرت عیسٰی علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لئے مصلے پر آچکا ہوگا حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھ کر وہ مصلے چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا مگر عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام ان سے فرمائیں گے چونکہ آپ مصلے پر جا چکے ہیں اس لئے اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت کی ایک بزرگی ہے لہٰذا یہ نماز تو آپ انہی کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

یہ تمام صفات ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جن میں محدثین کو کوئی کلام نہیں۔ اب گفتگو ہے تو صرف اتنی بات میں ہے کہ یہ خلیفہ کیا امام مہدی ہیں یا کوئی اور دوسرا خلیفہ۔ دوسرے نمبر کی حدیثوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہوں گے۔ ہمارے نزدیک صحیح مسلم کی حدیثوں میں جب اس خلیفہ کا تذکرہ آچکا ہے تو پھر دوسرے نمبر کی حدیثوں میں جب وہی تفصیلات اس کے نام کے ساتھ مذکور ہیں تو ان کو بھی صحیح مسلم ہی کی حدیثوں کے حکم میں سمجھنا چاہئے۔ اس لئے اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ امام مہدی کا ثبوت خود صحیح مسلم میں موجود ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ مثلاً جب صحیح مسلم میں موجود ہے کہ عیسٰی علیہ السلام جب اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا ایک امیر امامت کے لئے مصلے پر آچکا ہوگا تو اب جن حدیثوں میں اس خلیفہ کا نام امام مہدی بتایا گیا ہے، یقیناً وہ اسی مبہم خلیفہ کا بیان کہا جائے گا۔ یا مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو بے حساب مال تقسیم کریگا اب اگر دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مال کی یہ داد و دہش امام مہدی کے زمانے میں ہوگی تو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق امام مہدی کو قرار دینا بالکل بجا ہوگا۔ اسی طرح جنگ کے جو واقعات صحیح مسلم میں ابہام کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں اگر دوسری حدیثوں میں وہی واقعات امام مہدی کے زمانے میں ثابت ہوتے ہیں تو یہ کہنا بالکل قرین قیاس ہوگا کہ صحیح مسلم میں جنگ کے جو واقعات مذکور ہیں وہ امام مہدی ہی کے دور کے

واقعات ہیں غالباً ان ہی وجوہات کی بنا پر محدثین نے بعض مبہم حدیثوں کو امام مہدی ہی کے حق میں سمجھا ہے اور اسی باب میں ان کو ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ امام ابوداؤد نے بارہ خلفاء کی حدیث کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ بارہواں خلیفہ یہی امام مہدی ہیں۔

اب سب سے پہلے آپ ذیل کی حدیثیں پڑھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ امام مہدی کی آمد کی صحابہ و تابعین کے درمیان کس درجہ شہرت تھی اس کے بعد پھر مرفوع حدیثوں پر نظر ڈالئے تو بشرطِ اعتدال و انصاف آپ کو یقین ہو جائیگا کہ امام مہدی کی آمد کا مسئلہ بیشک ایک مسلّم عقیدہ رہا ہے البتہ بعض نے بیہودہ بے تکی باتیں اس میں اپنی جانب سے شامل کرلی ہیں تو ان کا نہ کوئی ثبوت نقل میں ملتا ہے نہ عقل ان کو باور کرسکتی ہے صرف ان کی تردید میں کسی ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کردینا یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔

(۱) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا قَامَ سُلَيْمَانُ فَاَظْهَرَ مَا اَظْهَرَ قُلْتُ لِاَبِيْ يَحْيٰى هٰذَا الْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يُذْكَرُ قَالَ لَا۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ الحاوی ص۲)

حکیم بن سعد کہتے ہیں کہ جب سلیمان خلیفہ بنے اور انھوں نے عمدہ عمدہ خدمات انجام دیں تو میں نے ابو یحییٰ سے کہا یہ مہدی یہی ہیں جن کی شہرت ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔

(۲) عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يُحَدِّثُ قَوْمًا فَقَالَ الْمَهْدِيُّوْنَ ثَلَاثَةٌ مَهْدِيُّ الْخَيْرِ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَمَهْدِيُّ الدَّمِ وَهُوَ الَّذِيْ تَسْكُنُ عَلَيْهِ الدِّمَاءُ وَمَهْدِيُّ الدِّيْنِ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ تُسْلِمُ اُمَّتُهٗ فِيْ زَمَانِهٖ۔ کذا فی الحاوی ص۲

ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا جو لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ مہدی تین ہوں گے۔ مہدی خیر یہ تو عمر بن عبد العزیز ہیں۔ مہدی دم یہ وہ شخص ہے جس کے زمانے میں خونریزی ختم ہو جائے گی۔ مہدی دین یہ عیسیٰ بن مریم ہیں، ان کے زمانے میں نصاریٰ کی امت اسلام قبول کرلیگی۔

وَفِيْهِ عَنْ كَعْبٍ قَالَ مَهْدِيُّ الْخَيْرِ يَخْرُجُ بَعْدَ السُّفْيَانِيِّ۔

کعب بیان کرتے ہیں کہ مہدی خیر کا ظہور سفیانی کے ظہور کے بعد ہوگا۔

(۳) عن ابن عمر اَنَّهٗ قَالَ لِابْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ كَمَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ۔ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَالِحًا قِيْلَ لَهُ الْمَهْدِيُّ۔

ابن عمرؓ نے ابن حنفیہ سے کہا المہدی کا لقب ایسا ہے جیسا کسی نیک آدمی کو رجل صالح کہدیں (اس لحاظ سے مہدی کا اطلاق متعدد اشخاص پر ہو سکتا ہے)۔

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يُبْعَثُ الْمَهْدِيُّ بَعْدَ اَيَاسٍ حَتّٰى يَقُوْلَ النَّاسُ لَا مَهْدِيَّ۔ كذا فی الحاوی ص۲

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جب لوگ مایوس ہو کر یہ کہیں گے کہ اب مہدی کہاں آئے گا؟

(۵) عَنْ كَعْبٍ قَالَ اِنِّيْ اَجِدُ الْمَهْدِيَّ مَكْتُوْبًا

کعب کہتے ہیں کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی

فِیْ اَسْفَارِ الْاَنْبِیَاءِ مَا فِیْ عَمَلِہٖ ظُلْمٌ وَّلَا عَیْبٌ۔ الحاوی ص۲

کتابوں میں مہدی کی یہ صفت دیکھی ہے کہ اس کے عمل میں نہ ظلم ہوگا نہ عیب۔

(۶) عن مطر اَنَّہٗ ذُکِرَ عِنْدَہٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ فَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ الْمَہْدِیَّ یَصْنَعُ شَیْئًا لَمْ یَصْنَعْہُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ قُلْنَا مَا ھُوَ؟ قَالَ یَاْتِیْہِ رَجُلٌ فَیَسْاَلُہٗ فَیَقُوْلُ: اُدْخُلْ بَیْتَ الْمَالِ فَخُذْ فَیَدْخُلُ وَیَخْرُجُ وَیَرَی النَّاسَ شِبَاعًا فَیَنْدَمُ فَیَرْجِعُ اِلَیْہِ فَیَقُوْلُ خُذْ مَا اَعْطَیْتَنِیْ فَیَاْبٰی وَیَقُوْلُ اِنَّا نُعْطِیْ وَلَا نَاْخُذُ۔

(الحاوی ص۲)

مطر کے سامنے عمر بن عبد العزیز کا ذکر آیا تو انھوں نے کہا ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مہدی اگر ایسے ایسے کام کریں گے جو عمر بن عبد العزیز سے نہیں ہوسکے ہم نے پوچھا وہ کیا؟ انھوں نے کہا کہ ان کے پاس ایک شخص آکر سوال کریگا وہ کہیں گے بیت المال میں جاؤ جتنا چاہے مال لے لے، وہ اندر جائے گا اور جب باہر آئے گا تو دیکھے گا کہ سب لوگ بیت سیر ہیں تو اس کو شرم آئیگی اور یہ لوٹ کر کہے گا کہ جو مال آپ نے دیا تھا وہ آپ لے لیجئے تو وہ فرمائیں گے ہم دینے کے لئے ہیں لینے کے لئے نہیں۔

(۷) عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ مَیْسَرَۃَ قَالَ قُلْتُ لِطَاؤُسٍ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ ھُوَ الْمَہْدِیُّ؟ قَالَ ھُوَ الْمَہْدِیُّ وَلَیْسَ بِہٖ اِنَّہٗ لَمْ یَسْتَکْمِلِ الْعَدْلَ کُلَّہٗ اَخْرَجَہٗ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ

(الحاوی ص۲)

ابراہیم بن میسرہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے پوچھا کیا عمر بن عبد العزیز وہی مہدی ہیں؟ انھوں نے کہا ایک مہدی وہ بھی ہیں لیکن وہ خاص مہدی نہیں ان کے دور کا سا کامل انصاف ان کے دور میں کہاں ہے؟

(۸) عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ یَزْعُمُوْنَ اَنِّیْ اَنَا الْمَہْدِیُّ وَاِنِّیْ اِلَی الْاَجَلِ اَدْنٰی مِنِّیْ اِلٰی مَا یَدَّعُوْنَ۔ اخرجہ المحاملی فی أمالیہ الحاوی ص۲

ابو جعفر فرماتے ہیں کہ لوگ میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ مہدی میں ہوں حالانکہ مجھے ان کے دعووں سے اپنا مرجانا نزدیک تر نظر آتا ہے۔

(۹) عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ زُفَرَ قَالَ قِیْلَ یَوْمًا عِنْدَ حُذَیْفَۃَ قَدْ خَرَجَ الْمَہْدِیُّ قَالَ لَقَدْ اَفْلَحْتُمْ اِنْ خَرَجَ وَاَصْحَابُ مُحَمَّدٍ بَیْنَکُمْ اِنَّہٗ لَا یَخْرُجُ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ غَائِبٌ اَحَبَّ اِلَی النَّاسِ مِنْہُ مِمَّا یَلْقَوْنَ مِنَ الشَّرِّ۔ اَخْرَجَہُ الدَّانِیْ فِیْ سُنَنِہٖ۔ الحاوی ص۲

سلمہ بن زفر بیان کرتے کہ ایک دن حذیفہ کے سامنے کسی نے کہا کہ مہدی ظاہر ہو چکے ہیں۔ انھوں نے فرمایا اگر ایسا ہو جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تمہارے درمیان موجود ہیں تو تم نے بڑی فلاح پائی۔ یاد رکھو کہ وہ اس وقت ظاہر ہوں گے جبکہ مصائب کی وجہ سے کوئی غائب شخص لوگوں کو ان سے پیارا معلوم نہ ہوگا (یعنی ان کا شدید انتظار ہوگا)۔

ان آثار کی روشنی میں لا مھدی الا عیسیٰ کی شرح بھی بخوبی ہو سکتی ہے بشرطیکہ ابن ماجہ کی اس حدیث کو کسی درجہ میں حسن تسلیم کر لیا جائے۔

رب العالمین کی یہ عجیب حکمت ہے کہ جب کسی اہم شخصیت کے متعلق کوئی پیشگوئی کی گئی ہے تو اس کی اس آزمائشی زمین پر ہمیشہ اس نام کے کاذب مدعی چاروں طرف سے پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں اور اس طرح ایک سیدھی بات آزمائشی منزل بن کر رہ گئی ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صریح سے صریح الفاظ میں پیشگوئی کی گئی جس میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا کوئی احتمال ہی نہیں ہو سکتا تھا اس کے باوجود نہ معلوم کتنے مدعی مسیحیت پیدا ہو گئے آخر یہ ایک سیدھی پیشگوئی ایک معمہ بن کر رہ گئی۔ اسی طرح جب حضرت امام مہدی کے حق میں پیشگوئی کی گئی تو گذشتہ زمانے میں یہاں بھی بہت سے اشخاص مہدیت کے مدعی پیدا ہو گئے چنانچہ محمد بن عبداللہ یہ النفس الزکیہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی طرح محمد بن مرزوت، عبیداللہ بن میمون قداح، محمد جونپوری وغیرہ نے اپنے اپنے زمانے میں مہدویت کا دعوٰی کیا۔ شیخ سید برزنجی لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں مقام ازمک میں بھی ایک شخص نے مہدیت کا دعوٰی کیا۔ سید موصوف نے ایک اور کردی شخص کے متعلق بھی لکھا ہے کہ عقر کے پہاڑوں میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعوٰی کیا۔ ان سب اشخاص کے واقعات تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور وہ تمام مصائب و آلام بھی مذکور ہیں جو ان بدبختوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑے گئے تھے۔

رافضی جماعت کا تو مستقل یہ ایک عقیدہ ہی ہے کہ محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہے ان کے خیالات کے مطابق وہ اپنے طفولیت کے زمانے ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو کر کسی مخفی غار میں پوشیدہ ہیں اور یہ جماعت آج تک انہی کے ظہور کی منتظر ہے اور مصیبتوں میں انہی کو پکارتی پھرتی ہے۔ ان مفترین کی تاریخ اور روافض کی اس وہم پرستی اور بے بنیاد عقیدہ کی وجہ سے بعض اہل علم کے ذہن اس طرف منتقل ہو گئے کہ اگر علمی لحاظ سے مہدی کے وجود ہی کا انکار کر دیا جائے تو اس تمام بحث و جدل سے امت مسلمہ کی جان چھوٹ جائے اور روز مرہ نئی نئی آزمائشوں کا اس کو مقابلہ نہ کرنا پڑے چنانچہ ابن خلدون مورخ نے اسی پر پورا زور صرف کیا ہے اور چونکہ تاریخی اور تحقیقی لحاظ سے علمی طبقہ میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے۔ اس لئے اس قسم کے مزاجوں کے لئے اس کا انکار کرنا اور تقویت کا باعث بن گیا پھر بعد میں اسی کے اعتماد پر اس مسئلہ کا انکار چلتا رہا ہے۔ محدثین علماء نے ہمیشہ اس انکار کو تسلیم نہیں کیا اور خود مورخ موصوف کے زمانے میں بھی اس پیشگوئی کے اثبات پر تالیفات کی گئیں جن میں سے اس وقت "ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون" کا نام ہمارے علم میں بھی ہے مگر یہ رسالہ ہم کو دستیاب نہیں ہو سکا۔ امام قرطبی، شیخ جلال الدین سیوطی، سید برزنجی، شیخ علی متقی، علامہ شوکانی، نواب صدیق حسن خاں شارح عقیدہ سفارینی کی تصنیفات ہماری نظر سے بھی گزری ہیں ان کے مؤلفات کے

علاوہ بھی اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے گئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی خاص ماحول کی وجہ سے وضعِ حدیث کے دواعی پیدا ہو گئے ہیں تو اس دور کی حدیثوں پر محدثین کی نظریں بھی ہمیشہ سخت ہو گئی ہیں اور اس لئے بعض صحیح حدیثیں بھی مشتبہ ہو گئیں جیسا کہ بنی امیہ کے دور میں فضائل اہل بیت کی بہت سی حدیثیں مشتبہ ہو گئی تھیں پھر جب محدثین نے ان کو چھانٹنا شروع کیا تو بعض متشدد نظروں میں اچھی خاصی حدیثیں بھی اس کے لپیٹ میں آگئیں۔ آخر جب اس فضاء سے ہٹ کر علماء نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی تو انھوں نے بہت سی ساقط شدہ حدیثوں میں کوئی سقم نہ پایا اور آخر ان کو قبول کیا۔ اسی طرح یہاں بھی چونکہ ایک فرقے نے محمد بن حسن عسکری کے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کر دیا تو پھر وہی وضعِ حدیث کے جذبات ابھرے اور جب علمائے غلط ذخیرہ کو ذرا تشدد کے ساتھ الگ کرنے کا ارادہ کیا تو لازمی طور پر یہاں بھی کچھ حدیثیں اس کی زد میں آگئیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس باب کی صریح حدیثوں میں کوئی حدیث بھی صحیحین کی نہ تھی، گو صحت کے لئے صحیحین کی حدیث ہونا کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں اس لئے محدثانہ ضابطہ کے مطابق نقد و تبصرہ کو یہاں کچھ نہ کچھ وسعت مل گئی۔ لیکن یہ بات کچھ اسی باب کی حدیثوں ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر کتاب پر شیخین کی کتابوں کے سوا جب صرف ضابطہ کی تنقید شروع کر دی جائے اور صرف راویوں پر جرح و تعدیل کو لیکر اس باب کے دیگر امور مہمہ کو نظر انداز کر ڈالا جائے تو پھر نقد کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ اس تشدد و افراط کا ثمرہ گو وقتی طور پر کچھ مفید ہو تو ہو لیکن دوسری طرف اس کا نقصان بھی ضرور ہوتا ہے اور وقتی فتنے ختم ہو جانے کے بعد آئندہ امت کی نظروں میں یہ اختلاف اچھی حدیثوں میں بھی شک و تردد کا موجب بن جاتا ہے۔ یہاں جب آپ خارجی عوارض اور ماحول کے خاص حالات سے علیحدہ ہو کر نفس مسئلہ کی حیثیت سے اس موضوع کی احادیث پر نظر فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لیکر محدثین کے دور تک ہمیشہ بڑی اہمیت کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔

محقق ابن خلدون کے کلام کو جہاں تک ہم نے سمجھا ہے اس کا خلاصہ تین باتیں معلوم ہوتی ہیں (۱) جرح و تعدیل میں جرح کو ترجیح ہے (۲) امام مہدی کی کوئی حدیث صحیحین میں موجود نہیں۔ (۳) اس باب کی جو صحیح حدیثیں ہیں ان میں امام مہدی کی تصریح نہیں۔

فن حدیث کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ تینوں باتیں کچھ وزن نہیں رکھتیں کیونکہ ہمیشہ اور ہر جرح کو ترجیح دینا یہ بالکل خلاف واقع ہے چنانچہ خود محقق موصوف کو جب اس کا تنبہ ہوا کہ اس قاعدے کے تحت تو صحیحین کی حدیثیں بھی مجروح ہوئی جاتی ہیں تو اس کا جواب انھوں نے صرف یہ دیدیا ہے کہ یہ حدیثیں چونکہ علماء کے درمیان مسلم ہو چکی ہیں اس لئے وہ مجروح نہیں کہی جا سکتیں مگر سوال تو

یہ ہے کہ جب قاعدہ یہ ٹھیرا تو پھر علماء کو وہ مسلّم ہی کیوں ہوئیں؟

رہا امام مہدی کی حدیثوں کا صحیحین میں مذکور نہ ہونا تو یہ اہل فن کے نزدیک کوئی جرح نہیں ہے خود ان ہی حضرات کا اقرار ہے کہ انھوں نے جتنی صحیح حدیثیں ہیں وہ سب کی سب اپنی کتابوں میں درج نہیں کیں اسی لئے بعد میں ہمیشہ محدثین نے مستدرکات لکھی ہیں۔ اب رہی تیسری بات تو یہ دعوی بھی تسلیم نہیں کہ صحیح حدیثوں میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں ہے۔ کیا وہ حدیثیں جن کو امام ترمذی و ابوداؤد وغیرہ جیسے محدثین نے صحیح و حسن کہا ہے صرف محقق موصوف کے بیان سے صحیح ہونے سے خارج ہو سکتی ہیں۔ دوم یہ کہ جن حدیثوں کو محقق موصوف نے بھی صحیح تسلیم کر لیا ہے اگر وہاں ایسے قوی قرائن موجود ہیں جن سے اس شخص کا امام مہدی ہونا تقریباً یقینی ہو جاتا ہے تو پھر امام مہدی کے لفظ کی تصریح ہی کیوں ضروری ہے۔ سوم یہاں اصل بحث مصداق میں ہے مہدی کے لفظ میں نہیں بس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک خلیفہ ہونا اور ایسی خاص صفات کا حامل ہونا جو بقول روایت عمر بن عبدالعزیز جیسے شخص میں بھی نہ تھیں ثابت ہے تو بس اہل سنت کا مقصد اتنی بات سے پورا ہو جاتا ہے کیونکہ مہدی تو صرف ایک لقب ہے علم اور نام نہیں اور یہ آپ ابھی معلوم کر چکے ہیں کہ مہدی کا لفظ بطور لقب دوسرے اشخاص پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اگرچہ سب میں کامل مہدی وہی ہیں جن کا ظہور آئندہ زمانے میں مقدر ہے یہ ایسا سمجھئے جیسا دجال کا لفظ حدیثوں میں ستر مدعیانِ نبوت کو دجال کہا گیا ہے مگر دجال اکبر وہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ہاں اس لقب کی زد اگر پڑتی ہے تو ان اصحاب پر پڑتی ہے جو مہدی کے ساتھ ساتھ کسی قرآن کے منتظر بیٹھے ہیں۔ محقق موصوف کی پوری بحث پڑھنے کے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ محقق موصوف کی اصل نظر اسی فتنہ کی طرف ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ حدیثوں سے کسی ایسے مہدی کا وجود ثابت نہ ہو جس پر ایمان و قرآن کا دارومدار ہو، اور جیسا کہ نقد و تبصرہ کے وقت ہر شخص اپنے طبعی اور علمی تاثرات سے بمشکل بری رہ سکتا ہے اسی طرح محقق موصوف بھی یہاں اس سے بچ نہیں سکے اور فن تاریخ کی سب سے کٹھن منزل یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث پر کلام کرتے ہوئے بڑے سے بڑے علماء کی توثیق نقل کرنے کے بعد بھی ان کا رجحان طبع انھیں علماء کی جانب رہا ہے جنھوں نے کوئی نہ کوئی جرح ان حدیثوں میں نکال کھڑی کی ہے اور صرف جرح کے مقدم ہونے کو ایک قاعدہ کلیہ بنا کر بس اسی سے کام لیا ہے۔ اگر محقق موصوف جرح کے اسباب و مراتب پر غور فرما لیتے تو شاید ہر مقام پر ان کا رجحان اس طرف نہ رہتا۔

اسم المهدى ونسبه وحليته الشريفه

(۱۵۶۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَاُمِّ سَلَمَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قُلْتُ وَاَخْرَجَهٗ اَبُوْدَاؤُدَ وَسَكَتَ عَنْهُ هُوَ وَالْمُنْذِرِيُّ وَابْنُ الْقَيِّمِ وَقَالَ الْحَاكِمُ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَزَائِدَةُ وَغَيْرُهُمْ مِّنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ وَطُرُقُ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ۔

(۱۵۶۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمًا لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَلِيَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۱۵۶۸) عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَنَظَرَ اِلٰى ابْنِهِ الْحَسَنِ فَقَالَ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْبِهُهٗ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهٗ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ فِيْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ لَا بَاْسَ بِهٖ فِيْ حَدِيْثِهٖ خَطَاٌ وَقَالَ الذَّهَبِيُّ صَدُوْقٌ لَهٗ اَوْهَامٌ وَاَمَّا اَبُوْ اِسْحٰقَ السَّبِيْعِيُّ فَرِوَايَتُهٗ عَنْ عَلِيٍّ مُنْقَطِعَةٌ۔

امام مہدی کا نام ونسب اوران کا حلیہ شریف

(۱۵۶۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کا اسوقت تک خاتمہ نہیں ہوگا جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب پر حاکم نہ ہو جو میرے ہم نام ہوگا (ترمذی شریف)

(۱۵۶۷) ابوہریرہؓ سے روایت ہے اگر دنیا کے خاتمہ میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اسی ایک دن کو اور دراز فرما دیگا یہانتک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا حاکم ہو کر رہے گا (ترمذی شریف)۔

(۱۵۶۸) حضرت علیؓ نے اپنے فرزند حضرت حسنؓ کی طرف دیکھکر فرمایا میرا یہ فرزند سید ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا ہے۔ اور اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا وہ عادات میں آپ کے مشابہ ہوگا لیکن صورت میں مشابہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد ان کے عدل وانصاف کا حال ذکر فرمایا۔ (ابوداؤد)

(۱۵۶۹) عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدَّھْرِ اِلَّا یَوْمٌ لَبَعَثَ اللّٰہُ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یَمْلَأُھَا قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا۔ رواہ ابوداود وَفِیْ اِسْنَادِہٖ فِطْرُ بْنُ خَلِیْفَۃَ الْکُوْفِیُّ وَثَّقَہٗ اَحْمَدُ وَیَحْیٰی بْنُ سَعِیْدِ نِ الْقَطَّانُ وَیَحْیٰی بْنُ مَعِیْنٍ وَالنَّسَائِیُّ وَالْعِجْلِیُّ وَابْنُ سَعْدٍ وَالسَّاجِیُّ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ صَالِحُ الْحَدِیْثِ وَ اَخْرَجَ لَہُ الْبُخَارِیُّ فَالْحَدِیْثُ قَوِیٌّ۔

(۱۵۷۰) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ اُمِّ سَلَمَۃَ فَتَذَاکَرْنَا الْمَھْدِیَّ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْمَھْدِیُّ مِنْ وُّلْدِ فَاطِمَۃَ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْہِ عَلِیُّ بْنُ النُّفَیْلِیِّ الْھِنْدِیُّ، قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ لَا بَأْسَ بِہٖ اَخْرَجَ لَہٗ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ کَذَا فِی الْاِذَاعَۃِ۔

(۱۵۷۱) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ وُلْدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَادَۃُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَنَا وَحَمْزَۃُ وَعَلِیٌّ وَجَعْفَرٌ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَ الْمَھْدِیُّ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَفِی الزَّوَائِدِ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ مَقَالٌ وَعَلِیُّ بْنُ زِیَادٍ لَمْ اَرَ مَنْ وَّثَّقَہٗ وَلَا مَنْ جَرَحَ وَبَاقِیْ رِجَالِ اِسْنَادِہٖ مُوَثَّقُوْنَ وَرَاجِعْ لَہُ الْاِذَاعَۃَ۔

(۱۵۷۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَھْدِیُّ

(۱۵۶۹) حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ہے "اگر قیامت میں صرف ایک ہی دن باقی رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے فرد ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو دنیا کو عدل و انصاف سے پھر اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ اس سے قبل ظلم سے بھر چکی ہوگی" (ابوداود)

(۱۵۷۰) سعید بن المسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس حاضر تھے۔ ہم نے امام مہدی کا تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ امام مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں ہوں گے۔ (ابن ماجہ)۔

(۱۵۷۱) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ یعنی میں، حمزہؓ، علیؓ، جعفرؓ، حسنؓ، حسینؓ اور مہدی رضی اللہ عنہم اجمعین (ابن ماجہ)۔

(۱۵۷۲) ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہدی میری اولاد میں سے ہوگا جس کی پیشانی کشادہ اور ناک بلند ہوگی اور جو دنیا کو عدل و انصاف سے پھر بھر دے گا۔

مِنِّي اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا وَيَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ. رواه ابوداود قال المنذری فی اسناده عمران القطان وهو ابو العوام عمران بن داور القطان البصری استشهد به البخاری ووثقه عفان بن مسلم واحسن عليه الثناء يحيى بن سعيد القطان۔

(۱۵۷۳) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ بَعْدِيْ بُعُوْثٌ كَثِيْرَةٌ فَكُوْنُوْا فِيْ بَعْثِ خُرَاسَانَ رواه ابن عدي وابن عساكر والسيوطي في الجامع الصغير۔

(۱۵۷۴) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُوْدٌ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتّٰى تُنْصَبَ بِاِيْلِيَاءَ رواه الترمذی۔

(۱۵۷۵) عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخْرُجُ مِنَ الْمَشْرِقِ رَايَاتٌ سُوْدٌ لِبَنِي الْعَبَّاسِ ثُمَّ يَمْكُثُوْنَ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ تَخْرُجُ رَايَاتٌ سُوْدٌ صِغَارٌ تُقَاتِلُ رَجُلًا مِنْ وُلْدِ اَبِيْ سُفْيَانَ وَاَصْحَابِهِ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يُؤَدُّوْنَ الطَّاعَةَ لِلْمَهْدِيِّ۔ کذا فی الحاوی ۶۹ وفيه عن محمد بن الحنفية قال تخرج رايات سود لبني العباس ثم تخرج من خراسان اخرى سود قلانسهم وثيابهم بيض على مقدمتهم رجل يقال له شعيب بن صالح من تميم يهزمون اصحاب السفياني ۶۵

جبکہ اس وقت وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی ان کی حکومت سات سال تک رہے گی۔ (ابوداؤد)۔

(۱۵۷۳) بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بہت سے لشکر ہوں گے تم اس لشکر میں شامل ہونا جو خراسان سے آئے گا (ابن عدی)۔

(۱۵۷۴) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خراسان کی طرف سے سیاہ سیاہ جھنڈے آئیں گے کوئی طاقت ان کو واپس نہیں کرسکے گی یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کردیئے جائیں گے (ترمذی شریف)۔

(۱۵۷۵) سعید بن المسیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق کی سمت ایک مرتبہ بنو العباس سیاہ جھنڈے لیکر نکلیں گے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا رہیں گے اس کے بعد پھر چھوٹے چھوٹے جھنڈے نمودار ہونگے جو ابوسفیان کی اولاد اور اس کے رفقاء کے ساتھ جنگ کریں گے اور مہدی کی تابعداری کریں گے۔

(۱۵۷۴) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ سیاہ جھنڈے وہ نہیں ہیں جو ایک مرتبہ ابومسلم خراسانی لیکر آیا تھا جس نے بنوامیہ کا ملک چھین لیا تھا بلکہ یہ دوسرے ہیں جو امام مہدی کے عہد میں ظاہر ہوں گے کذا فی الحاوی ۶۲ نعیم بن حماد حضرت حمزہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ یہ جھنڈے چھوٹے چھوٹے ہوں گے۔ حاوی ۶۵ و ۶۹

ظہور المہدی ومبایعتہ اہل مکۃ ایاہ بین الرکن والمقام

(١٥٧٦) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَۃٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ ھَارِبًا اِلٰی مَکَّۃَ فَیَاْتِیْہِ نَاسٌ مِّنْ اَھْلِ مَکَّۃَ فَیُخْرِجُوْنَہٗ وَھُوَ کَارِہٌ فَیُبَایِعُوْنَہٗ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ وَیُبْعَثُ اِلَیْہِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِھِمْ بِالْبَیْدَاءِ بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَاِذَا رَاَی النَّاسُ ذٰلِکَ اَتَاہُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَائِبُ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَہٗ ثُمَّ یَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اَخْوَالُہٗ کَلْبٌ فَیَبْعَثُ اِلَیْھِمْ بَعْثًا فَیَظْھَرُوْنَ عَلَیْھِمْ وَذٰلِکَ بَعْثُ کَلْبٍ وَالْخَیْبَۃُ لِمَنْ لَّمْ یَشْھَدْ غَنِیْمَۃَ کَلْبٍ فَیَقْسِمُ الْمَالَ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّۃِ نَبِیِّھِمْ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِہٖ فِی الْاَرْضِ فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یَتَوَفّٰی وَیُصَلِّیْ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ رواہ ابوداؤد والحدیث

امام مہدی کا ظہور اور حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اہلِ مکہ کی ان سے بیعت کرنا

(١٥٧٦) حضرت ام سلمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ ایک خلیفہ کے انتقال کے بعد کچھ اختلاف رونما ہوگا اس وقت ایک شخص مدینہ کا باشندہ بھاگ کر مکہ مکرمہ آئے گا، مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو مجبور کرکے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اس سے بیعت کرلیں گے پھر شام سے مقابلے کے لئے ایک لشکر بھیجا جائے گا مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائیگا جب لوگ ان کی یہ کرامت دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں بھی آکر ان سے بیعت کریں گی اس کے بعد پھر قریش میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کے ماموں قبیلۂ کلب کے ہوں گے وہ ظاہر ہوکر ان کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کو (امام مہدی کو) ان کے اوپر غالب فرمائے گا اور یہ بنو کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو اس قبیلہ کلب کی غنیمت میں شریک نہ ہو کامیابی کے بعد وہی شخص اس مال کو

(١٥٧٦) ابوداؤد نے اس روایت کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور امام ترمذی نے جب امام مہدی کی حدیثیں روایت کرنے والے صحابہ کے اسماء شمار کرائے ہیں تو انھوں نے بھی حضرت ام سلمہؓ کی اس روایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے نیز اس باب کی دوسری حدیثوں پر نظر کرکے یہ جزم حاصل ہوجاتا ہے کہ اس روایت میں اگرچہ اس شخص کا نام مذکور نہیں مگر یقیناً وہ امام مہدی ہی ہیں کیونکہ مجموعی لحاظ سے یہ وہی اوصاف ہیں جو امام مہدی میں ہوں گے اور اسی وجہ سے ابوداؤد نے اس حدیث کو امام مہدی کی حدیثوں کے باب میں درج فرمایا ہے۔ ابن خلدون بھی اس پر کوئی خاص جرح نہ کرسکا صرف یہ کہہ سکا کہ اس روایت میں امام مہدی کا نام مذکور نہیں۔

اخرجہ ابو داؤد فی باب المھدی واشار الیہ الترمذی بما فی الباب والحدیث سکت عنہ ابو داؤد ثم المنذری وابن القیم۔ وفی الاذاعۃ رجالہ رجال الصحیحین لا مطعن فیھم ولا مغمز۔ العون ص۱۶۲

(۱۵۷۷) عن ابی سعید قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاء یصیب ھذہ الامۃ حتی لا یجد الرجل ملجأ یلجأ الیہ من الظلم فیبعث اللہ رجلا من عترتی واھل بیتی فیملأ بہ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یرضی عنہ ساکن السماء وساکن الارض لا تدع السماء من قطرھا شیئا الا صبتہ مدرارا ولا تدع الارض من نباتھا شیئا الا اخرجتہ حتی یتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذالک سبع سنین او ثمان سنین او تسع سنین۔ (رواہ الحاکم فی مستدرکہ کما فی المشکوٰۃ)

(۱۵۷۸) عن عبد اللہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل فتیۃ من بنی ھاشم فلما راٰھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اغرورقت عیناہ وتغیر

تقسیم کرے گا اور سنت کے مطابق لوگوں سے عمل کرائے گا اور اس کے عہد میں تمام روئے زمین پر اسلام ہی اسلام پھیل جائیگا اور سات برس تک وہ زندہ رہے گا اس کے بعد اس کی وفات ہوجائیگی اور مسلمان اسکی نماز پڑھیں گے۔ (ابوداؤد)

(۱۵۷۷) ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی آزمائش کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پیش آنے والی ہے۔ ایک زمانے میں اتنا شدید ظلم ہوگا کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی اس وقت اللہ تعالیٰ میری اولاد میں ایک شخص کو پیدا فرمائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے پھر ویسا ہی بھر دے گا جیسا وہ پہلے ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ زمین اور آسمان کے باشندے سب اس سے راضی ہوں گے، آسمان اپنی تمام بارش موسلا دھار برسائے گا اور زمین اپنی سب پیداوار نکال کر رکھ دے گی یہاں تک کہ زندہ لوگوں کو تمنا ہوگی کہ ان سے پہلے جو لوگ تنگی و ظلم کی حالت میں گذر گئے ہیں کاش وہ بھی اس سماں کو دیکھتے اسی برکت کے حال پر وہ سات یا آٹھ یا نو سال تک زندہ رہے گا۔ (مستدرک)

(۱۵۷۸) عبد اللہ بیان فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آپ کے سامنے آئے جب آپ نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈب ڈبا گئیں اور آپ کا رنگ بدل گیا۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی کیا بات ہے ہم آپ کے چہرۂ مبارک پر وہ آثار غم دیکھتے ہیں جس سے ہمارا دل آزردہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا ہمارے گھرانوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بجائے آخرت عنایت فرمائی ہے، میرے بعد میرے اہل بیت کو بڑی آزمائشوں کا سابقہ پڑے گا ہر طرف سے بھگائے

لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھك شیئا نکرھہ فقال انا اھل البیت اختار الله لنا الآخرۃ علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاء وتشریدا وتطریدا حتی یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سألوا فلا یقبلونہ حتی یدفعوھا الی رجل من اھل بیتی فیملؤھا قسطا کما ملؤوھا جورا فمن ادرك ذالك منکم فلیاتھم ولو حبوا علی الثلج۔ (رواہ ابن ماجۃ) قال السندی الظاھر انہ اشارۃ الی المھدی الموعود ولذالك ذکر المصنف ھذا الحدیث فی ھذا الباب والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔ وفی الزوائد اسنادہ ضعیف لضعف یزید بن ابی زیاد الکوفی لکن لم ینفرد یزید بن ابی زیاد عن ابراھیم فقد رواہ الحاکم فی المستدرك من طریق عمرو بن قیس عن الحکم عن ابراھیم قلت ورواہ السیوطی فی الحاوی من روایۃ ابن ابی شیبۃ ونعیم بن حماد وابی نعیم وفی آخرہ فانہ المھدی۔

(۱۵۷۹) عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقتتل عند کنزکم ثلاثۃ کلھم ابن خلیفۃ ثم لا یصیر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتلہ قوم ثم ذکر شیئا لا احفظہ فقال اذا رأیتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ الله المھدی۔ (رواہ ابن ماجہ) قال السندی اخرجہ ابو الحسن بن سفیان فی مسندہ وابو نعیم فی کتاب المھدی

اور نکالے جائیں گے یہاں تک کہ ایک قوم مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے لئے ہوئے آئے گی میرے اہل بیت ان سے طالب خیر ہوں گے لیکن وہ ان کو نہیں دیں گے اس پر سخت جنگ ہوگی آخر وہ شکست کھائیں گے اور جو ان سے طلب کیا تھا پیش کریں گے مگر وہ اس کو قبول نہ کریں گے آخر کار وہ ان جھنڈوں کو ایک ایسے شخص کے حوالہ کریں گے جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے پھر اسی طرح بھر دیگا جیسا لوگوں نے اس سے قبل ظلم وتعدی سے بھر دیا ہوگا لہذا تم میں سے جس کو اس کا زمانہ ملے وہ ضرور اس کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو برف پر گھسٹ کر چلنا پڑے (ابن ماجہ)۔

(۱۵۷۹) ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بڑھاپے میں تین آدمی خلفاء کی اولاد میں سے قتل ہوں گے پھر ان کے خاندان میں کسی کو امارت نہیں ملے گی پھر مشرق کی طرف سے کالے جھنڈے نمایاں ہوں گے اور تم کو اس بری طرح سے قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح

مِنْ طَرِیْقِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سُوَیْدِ الشَّامِی فِی الزَّوَائِدِ هٰذَا اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَ رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِی الْمُسْتَدْرَکِ ۔

(۱۵۸۰) عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَیْتُمُ الرَّایَاتِ السُّوْدَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْهَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّ فِیْهَا خَلِیْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِیَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الدَّلَائِلِ وَسَنَدُهٗ صَحِیْحٌ کَذَا فِی الْاِذَاعَة ۶۵

(۱۵۸۱) عَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیَ الْمَهْدِیُّ اِنْ قَصُرَ فَسَبْعٌ وَاِلَّا فَتِسْعٌ تَنْعَمُ اُمَّتِیْ فِیْهِ نِعْمَةً لَمْ یَنْعَمُوْا مِثْلَهَا قَطُّ ۔ تُؤْتِی الْاَرْضُ اُکُلَهَا لَا تَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَیْئًا ۔ وَالْمَالُ یَوْمَئِذٍ کُدَاسٌ ۔ یَقُوْمُ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَهْدِیُّ اَعْطِنِیْ فَیَقُوْلُ خُذْ ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک واخرج حدیث ابی سعید من طرق متعددۃ وحکم علی بعضها بانه علی شرط الشیخین ورواہ ابن ماجه وفیه زید العمی ص۵۵۵ ج۲)۔

قتل عام نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے کچھ اور بیان فرمایا جو مجھ کو یاد نہیں ہے پھر فرمایا جب اس شخص کو تم دیکھو تو اس سے بیعت کر لینا اگرچہ برف کے اوپر گھسٹ کر چلنا پڑے کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا (ابن ماجہ)۔

(۱۵۸۰) ثوبانؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آرہے ہیں تو اُن میں شامل ہو جانا اگرچہ برف کے اوپر گھٹنوں کے بل چلنا ہی کیوں نہ پڑے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا (احمد و بیہقی)۔

(۱۵۸۱) ابو الصدیق ناجی بیان کرتے ہیں کہ ابو سعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں مہدی ہوگا جو کم سے کم سات سال ورنہ نو سال تک رہے گا۔ ان کے زمانے میں میری امت اتنی خوشحال ہوگی کہ اس سے قبل کبھی ایسی خوشحال نہ ہوئی ہوگی۔ زمین اپنی ہر قسم کی پیداوار ان کے لئے نکال کر رکھدے گی اور کچھ بچا کر نہ رکھے گی اور مال اس زمانے میں کھلیان میں اناج کے ڈھیر کی طرح پڑا ہوگا حتی کہ ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا اے مہدی! مجھے کچھ دیجئے۔ وہ فرمائیں گے (جتنا مرضی میں آئے) اٹھا لے۔ (مستدرک)

(۱۵۸۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَشِیْنَا اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ نَبِیِّنَا حَدَثٌ فَسَاَلْنَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ اُمَّتِی الْمَھْدِیَّ یَخْرُجُ یَعِیْشُ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ تِسْعًا زَیْدُنِ الشَّاکُّ، قَالَ قُلْنَا وَمَا ذَاکَ قَالَ سِنِیْنَ قَالَ فَیَجِیْئُ اِلَیْہِ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ یَا مَھْدِیُّ اَعْطِنِیْ اَعْطِنِیْ قَالَ فَیَحْثِیْ لَہٗ فِیْ ثَوْبِہٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ یَّحْمِلَہٗ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن وقد روی من غیر وجہ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو الصدیق الناجی اسمہ بکر بن عمرو ویقال بکر بن قیس۔ وفی اسنادہ زید العمی وروی البزار نحوہ ورجالہ الثقات کما فی الاذاعۃ۔ (ترمذی ص۴۶ ج۲)

(۱۵۸۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ اُمَّتِی الْمَھْدِیُّ۔ یَسْقِیْہِ اللّٰہُ الْغَیْثَ وَتُخْرِجُ الْاَرْضُ نَبَاتَھَا وَیُعْطِی الْمَالَ صِحَاحًا وَتَکْثُرُ الْمَاشِیَۃُ وَتَعْظُمُ الْاُمَّۃُ وَیَعِیْشُ سَبْعًا اَوْ ثَمَانِیًا یَعْنِیْ حِجَجًا۔ اخرجہ الحاکم فی المستدرک وفیہ سلیمان بن عبید ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولم یروان احد اتکلم فیہ۔ کذا فی الاذاعۃ۔

(۱۵۸۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُبَشِّرُکُمْ بِالْمَھْدِیِّ یُبْعَثُ عَلٰی اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ وَزَلَازِلَ فَیَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا وَّظُلْمًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَاءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ یَقْسِمُ الْمَالَ صِحَاحًا قِیْلَ

(۱۵۸۲) ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وقوع حوادث کے خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا میری امت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو تک حکومت کرے گا (زید راوی حدیث کو ٹھیک مدت میں شک ہے) ہم نے پوچھا کہ اس عدد سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا سال۔ ان کا زمانہ ایسی خیر و برکت کا ہوگا کہ ایک شخص ان سے آکر سوال کریگا اور کہے گا کہ اے مہدی! مجھ کو کچھ دیجئے مجھ کو کچھ دیجئے۔ یہ کہتے ہیں کہ امام مہدی ہاتھ بھر بھر کر اس کو اتنا مال دیدینگے جتنا اس سے اٹھ سکے گا۔ (ترمذی)

(۱۵۸۳) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک شخص مہدی ظاہر ہوگا جس کے دور میں اللہ تعالیٰ خوب بارش نازل فرمائیگا اور زمین کی پیداوار بھی خوب ہوگی اور مال حصہ رسد سب کو برابر تقسیم کریگا اور مویشیوں کی کثرت ہوجائیگی اور امت کو بہت عظمت حاصل ہوگی سات یا آٹھ سال تک اسی فراوانی سے رہے گا۔ راوی کہتا ہے کہ سات یا آٹھ سے آپ کی مراد سال تھے۔

(۱۵۸۴) ابوسعید خدریؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں تم کو مہدی کی بشارت دیتا ہوں جو ایسے زمانے میں ظاہر ہوں گے جبکہ لوگوں میں بڑا اختلاف ہوگا اور بڑے زلزلے

مَا صِحَاحًا؟ قَالَ بِالسَّوِيَّةِ بَيْنَ النَّاسِ وَيَمْلَأُ قُلُوبَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) غِنًى وَ يَسَعُهُمْ عَدْلُهُ، حَتّٰى يَأْمُرَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ مَنْ لَهُ فِيْ مَالٍ حَاجَةٌ فَمَا يَقُوْمُ مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ. فَيَكُوْنُ كَذَالِكَ سَبْعَ سِنِيْنَ. قال السیوطی فی الحاوی رواه احمد فی مسنده و ابویعلی بسند جید. وفی الاذاعة رجالهما ثقات۔

(۱۵۸۵) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ خَلِيْلِيْ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ فَيَضْرِبُهُمْ حَتّٰى يَرْجِعُوْا إِلَى الْحَقِّ قَالَ قُلْتُ وَكَمْ يَمْلِكُ قَالَ خَمْسًا وَاثْنَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَمَا خَمْسًا وَاثْنَيْنِ. قَالَ لَا أَدْرِيْ. اخرجه ابویعلی وفیه الرجا ابن الرجا. وثقه ابوزرعة. وضعفه ابن معین. وبقیة رجاله ثقات. قاله الشوکانی کذا فی الاذاعة۔

(۱۵۸۶) عَنْ يُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ هَاجَتْ رِيْحٌ حَمْرَاءُ بِالْكُوْفَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ هِجِّيْرَى إِلَّا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ جَاءَتِ السَّاعَةُ قَالَ فَقَعَدَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ

آئیں گے وہ آکر پھر زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جیسا کہ وہ اس کی آمد سے قبل ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ آسمان کے فرشتے اور زمین کے باشندے سب اس سے راضی ہوں گے اور مال تقسیم کریں گے صحاحاً سوال کیا گیا صحاح کے معنی کیا ہیں؟ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ انصاف کے ساتھ سب میں برابر (مال تقسیم کریں گے) اور امت محمدیہ کے دل غنا سے بھر دینگے اس کا انصاف بلا تخصیص سب میں عام ہوگا (اس کے زمانے میں فراغت کا یہ عالم ہوگا کہ) وہ ایک اعلان کرنے والے کو حکم دینگے وہ اعلان کرے گا، کسی کو مال کی ضرورت باقی ہے؟ تو صرف ایک شخص کھڑا ہوگا اسی حالت پر سات سال کا عرصہ گزرے گا۔ (احمد، ابویعلی)

(۱۵۸۵) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص ظاہر نہ ہو۔ وہ اہل دنیا کو زبردستی راہ حق پر قائم کرے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا اس کی حکومت کتنے دن قائم رہے گی انھوں نے فرمایا پانچ اور دو (یعنی سات) یہ کہتے ہیں میں نے پوچھا ۵ اور ۲ کیا؟ انھوں نے کہا یہ میں نہیں جانتا کہ مراد سات سال تھے یا مہینے۔ گزشتہ روایات سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ یہاں سال ہی مراد ہیں) (مسند ابویعلی)۔

(۱۵۸۶) یسیر بن جابر سے روایت ہے ایک بار کوفہ میں لال آندھی آئی ایک شخص آیا جس کا تکیہ کلام ہی تھا اے عبداللہ بن مسعودؓ قیامت آئی، یہ سن کر عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھ گئے اور پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے

حَتّٰی لَا یُقْسَمُ مِیْرَاثٌ وَلَا یُفْرَحُ بِغَنِیْمَۃٍ ثُمَّ قَالَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَنَحَّاھَا نَحْوَ الشَّامِ فَقَالَ
عَدُوٌّ یَجْمَعُوْنَ لِاَھْلِ الشَّامِ وَیَجْمَعُ لَھُمْ اَھْلُ الْاِسْلَامِ قُلْتُ الرُّوْمَ تَعْنِیْ قَالَ نَعَمْ
قَالَ وَیَکُوْنُ عِنْدَ ذَاکُمُ الْقِتَالُ رِدَّۃٌ شَدِیْدَۃٌ فَیَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَۃً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ
اِلَّا غَالِبَۃً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی یَحْجُزَ بَیْنَھُمُ اللَّیْلُ فَیَفِیْءُ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَ
تَفْنَی الشُّرْطَۃُ ثُمَّ یَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَۃً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَۃً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی
یَحْجُزَ بَیْنَھُمُ اللَّیْلُ فَیَفِیْءُ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَی الشُّرْطَۃُ ثُمَّ یَشْتَرِطُ
الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَۃً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ اِلَّا غَالِبَۃً فَیَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰی یُمْسُوْا فَیَفِیْءُ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ
کُلٌّ غَیْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَی الشُّرْطَۃُ فَاِذَا کَانَ الْیَوْمُ الرَّابِعُ نَھَدَ اِلَیْھِمْ بَقِیَّۃُ اَھْلِ الْاِسْلَامِ
فَیَجْعَلُ اللّٰہُ الدَّابِرَۃَ عَلَیْھِمْ فَیَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَۃً اِمَّا قَالَ لَا یُرٰی مِثْلُھَا وَاِمَّا قَالَ لَمْ یُرَ
مِثْلُھَا حَتّٰی اِنَّ الطَّائِرَ لَیَمُرُّ بِجَنْبَاتِھِمْ فَمَا یُخَلِّفُھُمْ حَتّٰی یَخِرَّ مَیْتًا فَیَتَعَادُّ بَنُو الْاَبِ
کَانُوْا مِائَۃً فَلَا یَجِدُوْنَہٗ بَقِیَ مِنْھُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَیِّ غَنِیْمَۃٍ یُفْرَحُ اَوْ اَیِّ مِیْرَاثٍ
یُقَاسَمُ فَبَیْنَا ھُمْ کَذٰلِکَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَاْسٍ ھُوَ اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَجَاءَھُمُ الصَّرِیْخُ اِنَّ

انھوں نے فرمایا کہ قیامت نہ قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ ترکہ نہ بٹے گا اور مالِ غنیمت سے کچھ خوشی نہ ہوگی (کیونکہ جب کوئی وارث ہی نہ رہے گا تو ترکہ کون بانٹے گا اور جب کوئی لڑائی سے زندہ نہ بچے گا تو مالِ غنیمت کی کیا خوشی ہوگی) پھر شام کے ملک کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا اور کہا (نصاریٰ) دشمن مسلمانوں سے جنگ کے لئے جمع ہوں گے اور مسلمان بھی ان سے لڑنے کے لئے جمع ہوں گے میں نے کہا دشمن سے آپ کی مراد نصاریٰ ہیں؟ انھوں نے فرمایا "ہاں" اور اس وقت لڑائی شروع ہوگی مسلمان ایک لشکر کو آگے بھیجیں گے جو مرنے کی شرط لگا کر آگے بڑھے گا یعنی اس قصد سے لڑے گا کہ یا مر جائیں گے یا فتح کر کے آئیں گے پھر دونوں لشکروں میں جنگ ہوگی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی اور دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی کسی کو غلبہ نہ ہوگا اور جو لشکر لڑائی کے لئے بڑھا تھا وہ بالکل فنا ہو جائے گا (یعنی سب مارا جائے گا) دوسرے دن پھر مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے جو مرنے کے لئے اور غالب ہونے کے لئے جائے گا اور لڑائی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ رات ہو جائے گی پھر دونوں طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہوگا جو لشکر آگے بڑھا تھا وہ فنا ہو جائے گا پھر تیسرے دن مسلمان ایک لشکر آگے بڑھائیں گے، مرنے یا غالب ہونے کی نیت سے اور شام تک لڑائی رہے گی پھر دونوں کی طرف کی فوجیں لوٹ جائیں گی اور کسی کو غلبہ نہ ہوگا اور وہ لشکر بھی فنا ہو جائے گا۔ جب چوتھا دن ہوگا جو جتنے مسلمان

الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِي ذَرَارِيِّهِمْ فَيَرْفُضُونَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَيُقْبِلُونَ فَيَبْعَثُونَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِيعَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُولِهِمْ هُمْ خَيْرُ فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ أَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ۔ (رواہ مسلم)

(۱۵۸۷) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِينَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مِنْ بَنِي إِسْحَاقَ فَإِذَا جَاءُوهَا نَزَلُوا فَلَمْ يُقَاتِلُوا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوا بِسَهْمٍ قَالُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ أَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ الرَّاوِي لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُولُونَ الثَّانِيَةَ لَا إِلٰهَ

باقی رہ جائیں گے وہ سب آگے بڑھیں گے، اُس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دے گا اور ایسی لڑائی ہوگی کہ ویسی کوئی نہ دیکھے گا یا ویسی لڑائی کسی نے نہ دیکھی ہوگی (راوی کو لفظ میں شک ہے) یہاں تک کہ پرندہ ان کے اوپر یا ان کی نعشوں سے پرواز کرے گا پر آگے نہیں بڑھے گا کہ وہ مردہ ہو کر گر جائیگا (یعنی اس کثرت کے ساتھ لاشیں ہی لاشیں ہو جائیں گی) اور جب ایک دادا کی اولاد کی مردم شماری کی جائیگی تو فیصدی ۹۹ آدمی مارے جا چکے ہوں گے اور صرف ایک بچا ہوگا ایسی حالت میں کون سے مالِ غنیمت سے خوشی ہوگی اور کونسا ترکہ تقسیم ہوگا۔ پھر مسلمان اسی حالت میں ہوں گے کہ ایک اور بڑی آفت کی خبر سنیں گے اور وہ یہ کہ شور مچے گا کہ ان کے بال بچوں میں دجال آگیا ہے، یہ سنتے ہی جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہوگا سب چھوڑ کر روانہ ہو جائیں گے اور دس سواروں کو لین ڈوری کے طور پر روانہ کریں گے (تاکہ دجال کی خبر کی تحقیق کر کے لائیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے اور ان کے باپوں کے نام جانتا ہوں اور ان کے گھوڑوں کے رنگ بھی جانتا ہوں وہ اس وقت تمام روئے زمین کے بہتر سوار ہوں گے یا بہتر سواروں میں سے ہوں گے (مسلم شریف)۔

(۱۵۸۷) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری جانب سمندر میں ہے؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سنا ہے۔ آپ نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ بنو اسحاق کے ستر ہزار مسلمان

(۱۵۸۷) دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کا ہے۔ یہاں نعرۂ تکبیر سے شہر کے فتح ہو جانے پر تعجب کرنے والے مسلمان ذرا غور و فکر کے ساتھ ایک بار اپنی گذشتہ تاریخ کا مطالعہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ اس قسم کے عجائبات سے معمور ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر اس قسم کی غیبی امدادیں ان کے ساتھ نہ ہوتیں تو اس زمانے میں جبکہ نہ دخانی جہاز تھے نہ فضائی طیارے اور نہ موٹر، پھر ربع مسکوں میں اسلام کو پھیلا دینا یہ کیسے ممکن تھا آج جبکہ

إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْآخَرُ ثُمَّ يَقُولُونَ الثَّالِثَةَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْهَا فَيَغْنَمُوْنَ فَبَيْنَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ إِذْ جَاءَهُمُ الصَّرِيْخُ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُوْنَ (رواه مسلم)

(۱۵۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْشُ الرُّوْمُ عَلٰى وَالٍ مِنْ عِتْرَتِي يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِي فَيَقْتَتِلُوْنَ بِمَكَانٍ يُقَالُ لَهُ الْعُمَاقُ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُقْتَلُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الثُّلُثُ أَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقْتَتِلُوْنَ الْيَوْمَ الْآخَرَ فَيُقْتَلُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ نَحْوُ ذٰلِكَ ثُمَّ يَقْتَتِلُوْنَ الثَّالِثَ فَيَكُرُّوْنَ أَهْلَ الرُّوْمِ فَلَا يَزَالُوْنَ حَتّٰى يَفْتَحُوْ ن

اس پر چڑھائی نہ کریں جب وہ اس شہر کے پاس جاکر اتریں گے تو نہ کسی ہتھیار سے لڑیں گے نہ کوئی تیر چلائیں گے بلکہ ایک نعرۂ تکبیر لگائیں گے جس کی برکت سے شہر کی ایک جانب گر پڑے گی تو ابن یزید جو اس حدیث کا ایک راوی ہے کہتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے مجھ سے بیان کرنے والے نے اُس جانب کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ وہ جانب سمندر کے رُخ والی ہوگی اس کے بعد پھر دوبارہ نعرۂ تکبیر لگائیں گے تو اس کی دوسری جانب بھی گر جائے گی، اس کے بعد جب تیسری بار نعرۂ تکبیر بلند کریں گے تو دروازہ کھل جائے گا اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور مالِ غنیمت حاصل کریں گے۔ اس درمیان میں کہ وہ مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ آواز آئیگی دیکھو وہ دجال نکل پڑا، یہ سنتے ہی وہ سب مال ومتاع چھوڑ کر لوٹ پڑیں گے۔ (مسلم)

(۱۵۸۸) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رومی میرے خاندان کے ایک ولی سے عہد شکنی کریں گے جس کا نام میرے ہی نام کی طرح ہوگا پھر وہ عماق نامی جگہ پر جنگ کریں گے اور مسلمانوں کا تہائی لشکر یا تقریباً اتنا ہی شہید کر دیا جائے گا۔ پھر دوسرے دن جنگ کریں گے اور اتنی ہی مقدار شہید کر دی جائے گی پھر تیسرے دن جنگ کریں گے اور مسلمان پلٹ کر رومیوں پر حملہ آور ہوں گے اور جنگ کا یہ سلسلہ قائم رہے گا حتی کہ وہ قسطنطنیہ فتح کر لیں گے پھر اس دوران میں کہ وہ ڈھالیں

مادی طاقتوں نے سیر وسیاحت کا مسئلہ بالکل آسان کر دیا ہے جس حصۂ زمین میں ہم پہنچتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہم سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ علاء بن حضرمی صحابی اور ابو مسلم خولانی کا معہ اپنی فوج کے سمندر کو خشکی کی طرح عبور کر جانا تاریخ کا واقعہ ہے، خالد بن ولید کے سامنے مقام حیرہ میں زہر کا پیالہ پیش ہونا اور ان کا بسم اللہ کہہ کر نوش کر لینا اور اس کا نقصان نہ کرنا بھی تاریخ کی ایک حقیقت ہے۔ سفینہ (آپ کے غلام کا نام ہے) کا روم میں ایک جگہ گم ہو جانا، اور ایک شیر کا گردن جھکا کر ان کو لشکر تک پہنچانا اور حضرت عمرؓ کا مدینہ میں منبر پر اپنے جنرل ساریہ کو آواز دینا اور مقام نہاوند میں ان کا سُن لینا۔ اور حضرت عمرؓ کے خط سے دریائے نیل کا جاری ہو جانا یہ تمام تاریخ کے مستند حقائق ہیں ان واقعات کے سوا جو بسلسلۂ سند ثابت ہیں ہندوستان کے بہت سے عجیب واقعات ایسے بھی ثابت ہیں جن میں سے کسی کسی کی شہادت تو انگریزوں کی زبان سے بھی ثابت ہے۔

الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ فِيْهَا بِالْأَتْرَاسِ إِذْ أَتَاهُمْ صَارِخٌ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ ذَرَارِيْكُمْ ۔ اخرجه الخطيب فى المتفق والمفترق كذا فى الاذاعة ملا

(۱۵۸۹) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ مَرْفُوْعًا قَالَ سَتَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الرُّوْمِ أَرْبَعُ هُدَنٍ يَوْمَ الرَّابِعَةِ عَلٰى يَدِ رَجُلٍ مِنْ اٰلِ هَارُوْنَ يَدُوْمُ سَبْعَ سِنِيْنَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ إِمَامُ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ قَالَ مِنْ وُلْدِيْ ابْنُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً كَأَنَّ وَجْهَهٗ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ فِيْ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ أَسْوَدُ عَلَيْهِ عَبَايَتَانِ قَطَوَانِيَّتَانِ كَأَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ يَمْلِكُ عَشْرَ سِنِيْنَ يَسْتَخْرِجُ الْكُنُوْزَ وَيَفْتَحُ مَدَائِنَ الشِّرْكِ (رواه الطبرانى كما فى الكنز ۳۵۰)

(۱۵۹۰) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَقَالَ اُعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ ۔ مَوْتِيْ ۔ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَأْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ۔ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ

پھر بھر کر مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے کہ ایک آواز لگانے والا یہ آواز لگائے گا کہ دجال تمہاری اولاد کے پیچھے لگ گیا ہے۔

(۱۵۸۹) ابو امامہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اور روم کے درمیان چار مرتبہ صلح ہوگی۔ چوتھی صلح ایسے شخص کے ہاتھ پر ہوگی جو آلِ ہارون سے ہوگا اور یہ صلح سات سال تک برابر قائم رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس وقت مسلمانوں کا امام کون شخص ہوگا آپ نے فرمایا وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا جس کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ اس کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکدار، اس کے دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا، اور دو قطوانی عبائیں پہنے ہوگا، بالکل ایسا معلوم ہوگا جیسا بنی اسرائیل کا شخص دس سال حکومت کرے گا، زمین سے خزانوں کو نکالیگا اور مشرکین کے شہروں کو فتح کرے گا۔ (طبرانی)

(۱۵۹۰) عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ باتیں گن رکھو سب سے پہلے میری وفات، پھر بیت المقدس کی فتح پھر تم میں عام موت ظاہر ہوگی جس طرح کہ بکریوں میں

(۱۵۹۰) اس حدیث میں قیامت سے قبل چھ علامات کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تعیین میں اگرچہ بہت کچھ اختلافات ہیں اور ان کے ابہام کی وجہ سے ہونے چاہئیں لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حدیث مذکور کے بعض الفاظ حضرت امام مہدی کے خروج کی علامات سے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اگر ان کو ادھر ہی اشارہ قرار دیدیا جائے تو ایک قوی احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے اس لئے اس حدیث کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بحث میں لکھدیا گیا ہے۔ یہ لحاظ کئے بغیر کہ محقق ابن خلدون اور ان کے

مِائَةَ دِينَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقَى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ إِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِي الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا ـ (رواہ البخاری)۔

(۱۵۹۱) عَنْ ذِي مِخْبَرٍ (ھو ابن اخی النجاشی خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا فَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ فَتُنْصَرُونَ وَتَغْنَمُونَ حَتَّى تَنْزِلُوا بِمَرْجٍ ذِي تُلُولٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيبَ فَيَقُولُ غَلَبَ الصَّلِيبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَدُقُّهُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَغْدِرُ الرُّومُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ (رواہ ابوداؤد)

وبائی مرض پھیل جائے (اور ان کی تباہی کا باعث بن جائے) پھر مال کی بہتات ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص کو سو سو دینار دیئے جائیں گے اور وہ خوش نہ ہوگا پھر فتنہ و فساد پھیل پڑے گا اور عرب کا کوئی گھر اس سے باقی نہ رہے گا پھر صلح کی زندگی ہوگی اور یہ تمہارے اور بنی الاصفر (رومی) کے درمیان قائم رہے گی پھر وہ تم سے عہد شکنی کریں گے اور اسی جھنڈوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کردیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہوگا۔

(۱۵۹۱) ذی مخبر رسول اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ تم روم سے صلح کرو گے پوری صلح اور دونوں مل کر اپنے دشمن سے جنگ کرو گے اور تم کو کامیابی ہوگی اور مال غنیمت ملے گا یہاں تک کہ جب ایک زمین پر آکر لشکر اترے گا جس میں ٹیلے ہوں گے اور سبزہ ہوگا تو ایک شخص نصرانیوں میں سے صلیب اونچی کرکے کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا، اس پر ایک مسلمان کو غصہ آجائے گا وہ اس صلیب کو لے کر توڑ ڈالے گا اور اس وقت نصاری غداری کریں گے اور جنگ عظیم کے لئے سب ایک محاذ پر جمع ہو جائیں گے۔ (ابوداؤد)

از نا ب اس کے معتقد ہیں یا نہیں۔

(تنبیہ) یہ بات قابل تنبیہ ہے کہ علماء کے نزدیک مفہوم عدد معتبر نہیں ہے اس لئے مجھ کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ قیامت سے قبل اس کے ظہور کی چھ علامات ہیں یا بیش وکم۔ یہ وقت اور علامات کی حیثیت شمار کرنے سے مختلف ہو سکتی ہیں ان کا کسی حیثیت سے چھ ہونا بھی ممکن ہے اور کسی لحاظ سے وہ کم اور زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے کہ وقتی لحاظ سے جن علامات کو آپ نے یہاں شمار کرایا ہے ان کا عدد کسی خصوصیت پر مشتمل ہو۔ یہ بات صرف یہاں نہیں بلکہ دیگر حدیثوں کے موضوع میں بھی اگر آپ کے پیش نظر رہے تو بہت سی مشکلات کے لئے موجب حل ہو سکتی ہے جیسا کہ فضل اعمال کی حدیثوں میں اختلاف ملتا ہے اور اس کو بہت پیچیدگیوں میں ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہ اختلاف بھی صرف وقتی اور شخصی اختلاف کے لحاظ سے پیدا ہو جانا بہت قرین قیاس ہے۔ مگر کیا کیا جائے منطقی عادات نے ہمارے ذہنی ساخت کو بدل دیا ہے۔ چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

(۱۵۹۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ (رواه الشيخان) وفي لفظ لمسلم فَأَمَّكُمْ وفي لفظة اخرى فاقكم منكم

(۱۵۹۲) ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے اندر عیسیٰ بن مریمؑ اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام وہ شخص ہوگا جو خود تم میں سے ہوگا۔ (بخاری ومسلم) مسلم کے ایک لفظ میں ہے کہ ایک شخص جو تم ہی میں سے ہوگا اور اس وقت کی نماز میں تمہارا امام وہی ہوگا۔

(۱۵۹۲) حدیث مذکور میں "وامامکم منکم" کی شرح بعض علماء نے یہ بیان کی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نازل ہونگے تو وہ شریعت محمدیہ ہی پر عمل فرمائیں گے اس لحاظ سے گویا وہ ہم ہی میں سے ہوں گے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہاں امام سے مراد امام مہدی ہیں اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے زمانے میں نازل ہوں گے جبکہ ہمارا امام خود ہم ہی میں کا ایک شخص ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں امامت سے مراد امامت کبریٰ یعنی امیر وخلیفہ ہے۔

اس مضمون کے ساتھ صحیح مسلم میں فیقول امیرھم تعال صل لنا کا دوسرا مضمون بھی آیا ہے یعنی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو نماز کا وقت ہوگا اور امام مصلیٰ پر جا چکا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ امام پیچھے ہٹنے کا ارادہ کرے گا اور عرض کرے گا آپ آگے تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی کو امامت کا حکم فرمائیں گے اور یہ نماز خود اسی کے پیچھے ادا فرمائیں گے یہاں امامت سے مراد امامت صغریٰ یعنی نماز کا امام مراد ہے۔

اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں مضمون بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح علیحدہ علیحدہ منقول ہوئے ہیں، ابوہریرۃؓ کی حدیث میں لفظ "وامامکم منکم" سے پہلا مضمون مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں مسلمانوں کا امیر ایک نیک شخص ہوگا جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں اس کی وضاحت آچکی ہے ملاحظہ فرمائیے ترجمان السنہ نمبر ۵۹۶ ج ۴ اس میں وامامکم منکم کی بجائے وامامکم "رجل صالح" صاف موجود ہے یعنی تمہارا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ اب بعد میں کسی راوی نے اس کو دوسری روایت پر حمل کرکے امام سے مراد امامت صغریٰ یعنی نماز کی امامت مراد سمجھ لی ہے اور اس لئے اس کو بلفظ امکم ادا کر دیا ہے اس کے بعد کسی نے اس کے ساتھ "منکم" کا لفظ اور اضافہ کر دیا ہے اور جب امکم کے ساتھ لفظ منکم کی مراد واضح نہ ہوسکی تو پھر اس کی تاویل شروع ہوگئی ہے ورنہ امامکم منکم کا اصل لفظ بالکل واضح ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی اجمال نہیں ہے۔ ابن ماجہ کی قوی حدیث نے اس کی پوری تشریح بھی کر دی ہے لہٰذا جب صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں یہ متعین ہوگیا کہ امام سے امیر وخلیفہ مراد ہے تو اب بحث طلب بات صرف یہ رہتی ہے کہ یہ امام اور رجل صالح کیا وہی امام مہدی ہی ہیں یا کوئی دوسرا شخص ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر دوسری روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس امام اور رجل صالح سے مراد ہی امام مہدی ہیں تو پھر امام مہدی کی آمد کا ثبوت خود صحیحین میں ماننا پڑے گا۔ اس کے بعد اب آپ وہ روایات ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ مذکور ہے کہ یہاں امام سے مراد امام مہدی ہی ہیں۔ یہ واضح رہنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانے میں کسی امام عادل کا موجود ہونا جب صحیحین سے ثابت ہے اور اس دعویٰ کے لئے کوئی ضعیف حدیث بھی موجود نہیں کہ وہ امام، امام مہدیؑ نہ ہوں گے بلکہ کوئی اور امام ہوگا تو اب اس امام کے امام مہدی ہونے کے انکار کیلئے کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ بالخصوص جبکہ دوسری روایات میں اس کے امام مہدی ہونے کی تصریح موجود ہے۔ اسی کے ساتھ جب صحیح مسلم کی حدیثوں میں اس امام کے صفات وہی ہیں جو حضرت امام مہدی کی صفات ہیں تو پھر ان حدیثوں کو بھی امام مہدی کی آمد کا ثبوت تسلیم کر لینا چاہئے۔ اس کے علاوہ حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جو اگرچہ بلحاظ اسناد ضعیف ہی ہیں لیکن صحیح وحسن حدیثوں کے ساتھ ملا کر وہ بھی امام مہدی کی آمد کی حجت کہا جا سکتا ہے۔

(۱۵۹۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ الْمَهْدِیُّ یَنْزِلُ عَلَیْہِ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَیُصَلِّیْ خَلْفَہٗ عِیْسٰی۔ اخرجہ نعیم بن حماد کذا فی الحاوی ۶۴

(۱۵۹۴) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ (الْخُدْرِیِّ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَّا الَّذِیْ یُصَلِّیْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ خَلْفَہٗ۔ اخرجہ ابو نعیم کذا فی الحاوی ۶۴

(۱۵۹۵) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ تُقَاتِلُ عَلَی الْحَقِّ حَتّٰی یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ بِبَیْتِ الْمَقْدِسِ یَنْزِلُ عَلَی الْمَهْدِیِّ فَیُقَالُ تَقَدَّمْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ فَصَلِّ بِنَا فَیَقُوْلُ هٰذِہِ الْاُمَّۃُ اُمَرَاءُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ اخرجہ ابو عمرو الدانی فی سننہ الحاوی ۶۴ ورواہ مسلم ایضا ولکن فیہ فینزل عیسی بن مریم فیقول امیرهم تعال صل لنا۔ کما فی ترجمان السنۃ ۳۵۵

(۱۵۹۶) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْتَفِتُ الْمَهْدِیُّ وَقَدْ نَزَلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ کَاَنَّمَا یَقْطُرُ مِنْ شَعْرِہِ الْمَاءُ فَیَقُوْلُ الْمَهْدِیُّ تَقَدَّمْ صَلِّ بِالنَّاسِ فَیَقُوْلُ عِیْسٰی اِنَّمَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ لَکَ فَیُصَلِّیْ خَلْفَ رَجُلٍ مِّنْ وُّلْدِیْ۔ اخرجہ ابو عمرو الدانی فی سننہ کذا فی الحاوی ۶۴

(۱۵۹۳) عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم امام مہدی کے بعد نازل ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے (ایک) نماز ادا فرمائیں گے۔

(۱۵۹۴) ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم اقتداء فرمائیں گے۔ (ابو نعیم)

(۱۵۹۵) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک طائفہ حق کیلئے ہمیشہ مقابلہ کرتا رہے گا یہاں تک کہ عیسیٰ بن مریم امام مہدی کی موجودگی میں بیت مقدس میں طلوع فجر کے وقت اتریں گے ان سے عرض کیا جائیگا یا نبی اللہ آگے تشریف لائیے اور ہم کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے یہ امت خود ایک دوسرے کیلئے امیر ہے اس لئے اسوقت کی نماز تو یہی پڑھائیں) یہ روایت صحیح مسلم میں بھی ہے مگر اس میں مہدیؑ کی بجائے امیرہم کا لفظ یعنی مسلمانوں کا امیر عرض کریگا کہ آپ ہم کو نماز پڑھا دیجئے اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہی جواب مذکور ہے۔

(۱۵۹۶) حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اتر چکے ہوں گے ان کو دیکھکر یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے اسوقت امام مہدی ان کی طرف مخاطب ہوکر عرض کریں گے تشریف لائیے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے وہ فرمائیں گے اس نماز کی اقامت تو آپ کیلئے ہو چکی ہے اور نماز تو آپ ہی پڑھائیں چنانچہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ نماز میری اولاد میں سے ایک شخص کے پیچھے ادا فرمائیں گے۔

(۱۵۹۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَمِیْرُھُمُ الْمَھْدِیُّ تَعَالَ صَلِّ بِنَا فَیَقُوْلُ وَاِنَّ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔ اخرجہ السیوطی فی الحاوی ص۶۴ عن ابی نعیم۔

(۱۵۹۸) عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ الْمَھْدِیُّ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَھُوَ الَّذِیْ یَؤُمُّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ کذا فی الحاوی ص۶۵

(۱۵۹۹) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَذَکَرَ الدَّجَّالَ۔ وَقَالَ فَتَنْفِی الْمَدِیْنَۃُ الْخَبَثَ مِنْھَا کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ وَیُدْعٰی ذٰلِکَ الْیَوْمُ یَوْمَ الْخَلَاصِ فَقَالَتْ اُمُّ شَرِیْکٍ فَاَیْنَ الْعَرَبُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَوْمَئِذٍ۔ قَالَ ھُمْ یَوْمَئِذٍ قَلِیْلٌ وَجُلُّھُمْ بَیْتُ الْمَقْدِسِ وَاِمَامُھُمُ الْمَھْدِیُّ رَجُلٌ صَالِحٌ فَبَیْنَمَا اِمَامُھُمْ قَدْ تَقَدَّمَ یُصَلِّیْ بِھِمُ الصُّبْحَ اِذْ نَزَلَ عَلَیْھِمْ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ الصُّبْحَ فَرَجَعَ ذٰلِکَ الْاِمَامُ یَنْکُصُ یَمْشِی الْقَھْقَرٰی لِیَتَقَدَّمَ عِیْسٰی فَیَضَعُ عِیْسٰی یَدَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ ثُمَّ یَقُوْلُ لَہٗ تَقَدَّمْ فَاِنَّھَا لَکَ اُقِیْمَتْ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ اِمَامُھُمْ۔

اخرجہ ابن ماجۃ والرویانی وابن خزیمۃ وابو عوانۃ والحاکم وابو نعیم واللفظ لہ کذا فی الحاوی ص۶۵

(۱۵۹۷) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور لوگوں کے امیر مہدی ..... فرمائیں گے کہ آیئے اور ہم کو نماز پڑھایئے وہ جواب دیں گے کہ تم ہی میں سے ایک دوسرے کا امیر ہے اور یہ اس امت کا اعزاز ہے۔

(۱۵۹۸) ابن سیرینؒ سے روایت ہے کہ مہدی ..... اسی امت سے ہوں گے اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی امامت انجام دیں گے۔

(۱۵۹۹) ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ گندگی کو اس طرح دور کردیگا جس طرح کہ بھٹی لوہے کی گندگی کو دور کردیتی ہے اور یہ دن یوم الخلاص (پاک اور ناپاک کی جدائی کا دن) کہلائیگا۔ ام شریک نے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت عرب کہاں ہوں گے آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت ان کی تعداد کم ہوگی اور ان میں بیشتر بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کے امام ایک مرد صالح مہدی ہوں گے۔ وہ ایک نیک انسان ہوں گے، وہ ایک دن صبح کی نماز کی امامت کے لئے آگے بڑھیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوجائیگا اور یہ امام (مہدی علیہ السلام) اُلٹے پاؤں لوٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام (امامت کیلئے) آگے بڑھیں پھر عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ ان کے شانوں کے درمیان رکھ دیں گے اور فرمائیں گے کہ آپ آگے بڑھئے اور یہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے اور ان کے امام (مہدی .....) نماز پڑھائیں گے۔

(۱۶۰۰) عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الْعِرَاقِ اَنْ لَا يُجْبٰى اِلَيْهِمْ قَفِيْزٌ وَّلَا دِرْهَمٌ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ ذَالِكَ فَقَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُوْنَ ذَالِكَ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الشَّامِ اَنْ لَا يُجْبٰى اِلَيْهِمْ دِيْنَارٌ وَّلَا مُدْيٌ اَيْ مُدٌّ قُلْنَا لَهٗ مِنْ اَيْنَ ذَالِكَ فَقَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّوْمِ ثُمَّ سَكَتَ هُنَيْهَةً ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَّلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا قِيْلَ لِاَبِيْ نَضْرَةَ وَاَبِي الْعَلَاءِ اَتَرَيَانِ اَنَّهٗ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ لَا۔ (رواہ مسلم)

(۱۶۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَّلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا۔ (رواہ مسلم)

(۱۶۰۰) ابونضرۃ ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا عنقریب ایسا ہوگا کہ اہلِ عراق کو نہ غلہ ملے گا نہ پیسہ۔ ہم نے دریافت کیا یہ مصیبت کس کی سبب سے آئے گی انھوں نے فرمایا عجم کے سبب سے، وہ نہ غلہ آنے دیں گے نہ پیسہ، پھر فرمایا عنقریب ایک وقت آئے گا کہ اہلِ شام کو نہ دینار ملے گا نہ کسی قسم کا ذرا سا غلہ ہم نے ان سے پوچھا یہ مصیبت کدھر سے آئے گی فرمایا روم کی جانب سے۔ یہ فرما کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے اس کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور شمار نہیں کرے گا۔ ابونضرۃ سے جو صحابی حدیث کا راوی ہے اور ابوالعلاء سے پوچھا گیا آپ کا کیا خیال ہے کیا اس خلیفہ کا مصداق عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، ان دونوں نے بالاتفاق جواب دیا نہیں۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال دونوں ہاتھ بھر بھر کر دے گا اور اس کو شمار نہیں کریگا۔ (مسلم شریف)

(۱۶۰۱) صحیح مسلم کی مذکورہ بالا ہر دو حدیثوں میں ایک خلیفہ کے دور میں مال کی خاص بہتات کا تذکرہ ہے اور ابونضرۃ کی حدیث میں اس خلیفہ کے مصداق کے متعلق بھی کچھ بحث ہے مگر ابونضرہ راوی حدیث اور ابوالعلاء کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا ضرب المثل عادل خلیفہ بھی نہیں بلکہ ان کے بعد کوئی اور خلیفہ ہے مگر جب امام ترمذی، امام احمد اور ابویعلی کی صحیح حدیثوں میں مال کی یہی بہتات تقریباً ایک ہی الفاظ کے ساتھ امام مہدی کے عہد میں ان کے نام کے ساتھ مذکور ہے تو پھر صحیح مسلم میں جس خلیفہ کا تذکرہ موجود ہے اس کا امام مہدی ہونا قطعی نہیں تو کیا ظنی بھی نہیں کہا جاسکتا۔

خروج السفیانی وھلاکہ مع جنودہ بالبیداء

(۱۶۰۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ یُقَالُ لَہُ السُّفْیَانِیُّ فِیْ عُمْقِ دِمَشْقَ وَعَامَّۃُ مَنْ یَّتْبَعُہُ مِنْ کَلْبٍ فَیَقْتُلُ حَتّٰی یَبْقُرَ بُطُوْنَ النِّسَاءِ وَیَقْتُلُ الصِّبْیَانَ فَتَجْمَعُ لَھُمْ قَیْسٌ فَیَقْتُلُھَا حَتّٰی لَا یَمْنَعُ ذَنْبَ تَلْعَۃٍ وَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فِی الْحَرَّۃِ فَیَبْلُغُ السُّفْیَانِیَّ فَیَبْعَثُ اِلَیْہِ جُنْدًا مِنْ جُنْدِہٖ فَیَھْزِمُھُمْ فَیَسِیْرُ اِلَیْہِ السُّفْیَانِیُّ بِمَنْ مَعَہٗ حَتّٰی اِذَا صَارَ بِبَیْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِھِمْ فَلَا یَنْجُوْ مِنْھُمْ اِلَّا الْمُخْبِرُ عَنْھُمْ۔ (رواہ الحاکم۔ کذا فی الحاوی ص۶۵ ج۲)

(۱۶۰۳) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَجَبُ اَنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ یَؤُمُّوْنَ الْبَیْتَ لِرَجُلٍ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَیْتِ حَتّٰی کَانُوْا بِالْبَیْدَاءِ خُسِفَ بِھِمْ فِیْھِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُوْرُ وَابْنُ السَّبِیْلِ یَھْلِکُوْنَ مَھْلَکًا وَاحِدًا وَیَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰی یَبْعَثُھُمُ اللّٰہُ عَلٰی نِیَّاتِھِمْ (رواہ مسلم)

سفیانی کا نکلنا اور مقام بیداء میں اپنی فوج کے ساتھ ہلاک ہونا

(۱۶۰۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دمشق کی بستی پر ایک سفیانی شخص ظاہر ہوگا جس کی عام طور پر اتباع کرنے والے قبیلۂ کلب کے لوگ ہوں گے وہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے گا اور بچوں کو قتل کریگا اس کے مقابلہ کیلئے قیس کے قبیلہ کے لوگ جمع ہوں گے پھر وہ ان کو قتل کریگا حتی کہ کسی ٹیلے کی گھاٹی ان کو بچا نہ سکے گی ادھر میرے اہل بیت میں سے سنگستان مدینہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا اس سفیانی کو اس کی خبر پہنچے گی تو وہ اپنے لشکر میں سے ایک دستہ ان کے مقابلہ کیلئے روانہ کرے گا وہ شخص ان کو شکست دے گا اس پر سفیانی اپنے ہمراہیوں کو لیکر خود ان کے مقابلہ کے لئے چلے گا یہاں تک کہ جب بیداء کے میدان میں پہنچے گا تو سب زمین میں دھنس جائیں گے اور ان میں سے کوئی شخص بھی نہ بچے گا مگر صرف ایک شخص جو ان لوگوں کی خبر اپنی جماعت کو جا کر دے گا۔ (حاکم)

(۱۶۰۳) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب کی بات ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیت اللہ شریف کی طرف ایسے قریشی شخص کے مقابلے کا قصد کرینگے جس نے بیت اللہ کی پناہ لے رکھی ہوگی اور میری امت ہی میں کے چند لوگ اس سے جنگ کا قصد کریں گے یہاں تک کہ جب بیداء میں پہنچیں گے تو سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے ان میں اپنی خوشی سے آنیوالے اور زبردستی سے آنیوالے اور مسافر سب ہی قسم کے لوگ ہوں گے یہ سب ایک ہی جگہ ہلاک ہو جائیں گے مگر محشر میں اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھیں گے (مسلم شریف)

(۱۶۰۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَیَخْرُجُ اِلَیْھِمْ جَیْشٌ مِّنَ الْمَدِیْنَۃِ مِنْ خِیَارِ اَھْلِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الَّذِیْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْھُمْ فَیَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰہِ لَا نُخَلِّیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا فَیُقَاتِلُوْنَھُمْ فَیَنْھَزِمُ ثُلُثٌ

(۱۶۰۴) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ کا لشکر اعماق میں یا دابق میں اترے گا (یہ دونوں مقام حلب کے قریب ملک شام میں ہیں) تو مدینہ سے ایک ایسا لشکر نکلے گا جو اس وقت تمام روئے زمین میں افضل ہوگا۔ جب دونوں لشکر صف آرا ہو جائیں گے تو نصاریٰ کہیں گے تم اُن مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ جنھوں نے ہمارے بال بچے گرفتار کرلئے ہیں اور غلام بنا لئے ہیں ہم ان سے لڑیں گے مسلمان کہیں گے نہیں خدا کی قسم ہم اپنے بھائیوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑینگے

(۱۶۰۴) سید برزنجیؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے ایک مفصل روایت نقل کی ہے جس سے اس باب کے واقعات کی ترتیب پر کافی روشنی پڑتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اسلام رومیوں کے ساتھ مل کر پہلے ایک بار رومیوں کے کسی دشمن سے جنگ کریں گے جس کے نتیجہ میں ان کی فتح ہوگی اور دشمن سے حاصل شدہ مال یہ دونوں باہم تقسیم کرلیں گے اس کے بعد پھر یہ دونوں مل کر فارس سے جنگ کریں گے اور پھر ان ہی کو فتح ہوگی۔ رومی مسلمانوں سے کہیں گے کہ جس طرح پہلی بار ہم نے مال غنیمت تقسیم کر کے تم کو دیدیا تھا اسی طرح اس بار تم بھی مال اور قیدی سب ہم کو برابر تقسیم کر کے ہم کو دیدو۔ اس پر اہلِ اسلام حاصل شدہ مال اور مشرک قیدیوں کی تو تقسیم کرلیں گے مگر جو مسلمان قیدی ان کے پاس ہوں گے وہ تقسیم نہ کریں گے، رومی کہیں گے کہ ہم سے جنگ کرنے اور ہمارے بچوں کو قید کرنے کے یہی مجرم ہیں اس لئے ان کو بھی ہمارے حوالہ کرو، مسلمان کہیں گے یہ نہیں ہوسکتا ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو ہرگز تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ رومی کہیں گے کہ یہ خلافِ معاہدہ بات ہے آخرکار رومی صاحب رومیہ کے پاس یہ شکایت لے کر جائیں گے وہ اسّی جھنڈے کا ایک بڑا لشکر سمندری راہ سے ان کے ہمراہ کردے گا جس کے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔ یہ لشکر شام کا تمام ملک فتح کرلے گا صرف دمشق اور معتق کا پہاڑ بچ رہے گا اور بیت المقدس کو برباد کر ڈالے گا۔ یہاں ایک سخت جنگ ہوگی مسلمانوں کے نیچے معتق پہاڑ کے اوپر ہوں گے اور مسلمان نہر ابطر پر صبح و شام ان سے نبرد آزما ہوں گے۔ جب شاہ قسطنطنیہ یہ نقشہ دیکھے گا تو وہ قنسرین کے پاس تین لاکھ فوج خشکی کی راہ سے روانہ کرے گا اور یمن کے ساتھ چالیس ہزار قبیلہ حمیر کے لوگ ان سے آملیں گے یہاں تک کہ بیت مقدس پہنچیں گے اور وہ بھی روم سے جنگ کریں گے آخر ان کو شکست دیں گے۔ ایک اور لشکر آزاد شدہ غلاموں کا بھی عرب کی مدد کے لئے آئیگا اور کہے گا کہ اے عرب تم تعصب کی بات چھوڑدو ورنہ کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا اور پھر ان کی مشرکین سے جنگ ہوگی مگر مسلمانوں کے کسی لشکر کو فتح نصیب نہ ہوگی ایک تہائی مسلمان شہید ہو جائیں گے اور ایک تہائی بھاگ نکلیں گے اور ایک تہائی باقی رہ جائیں گے ان میں سے پھر ایک تہائی مرتد ہو کر روم سے جا ملیں گے اور ایک تہائی عراق و یمن اور حجاز کی طرف بھاگ جائیں گے اور بقیہ ایک تہائی کہیں گے کہ واقعی اب عصبیت چھوڑ کر سب متفق ہو جاؤ اور سب مل کر دشمن سے جنگ کرو اور اب اس عزم کے ساتھ جنگ کریں گے کہ یا ہم فتح کرلیں گے ورنہ مرجائیں گے جب رومی لشکر مسلمانوں کی اس قلت کا احساس کرے گا تو ایک شخص صلیب لے کر کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ صلیب کا بول بالا ہوا اس پر ایک مسلمان جھنڈا لے کر نعرہ لگائے گا کہ اللہ کے انصار کا

لَا یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اَبَدًا وَیُقْتَلُ ثُلُثٌ هُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَیَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا یُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَیَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِیْنِیَّةَ فَبَیْنَمَا هُمْ یَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُیُوْفَهُمْ بِالزَّیْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِیْهِمُ الشَّیْطَانُ اَنَّ الْمَسِیْحَ قَدْ خَلَفَکُمْ فِیْ اَهْلِیْکُمْ فَیَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَیْنَمَا هُمْ یُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ

پھر لڑائی ہوگی تو مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کرے گا اور تہائی لشکر شہید ہو جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہیدوں میں افضل ہوگا اور تہائی لشکر فتحیاب ہوگا وہ عمر بھر کبھی کسی فتنے اور بلا میں نہ پڑیں گے پھر وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے جو اس وقت نصاریٰ کے قبضہ میں آگیا ہوگا (اب تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں ہے) وہ مالِ غنیمت کی تقسیم میں ابھی مشغول ہوں گے اور اپنی تلواریں کو زیتون کے درختوں میں لٹکا چکے ہوں گے اتنے میں شیطان آواز دے گا کہ دجال تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں نکل آیا ہے یہ خبر سنتے ہی مسلمان وہاں سے چل پڑیں گے حالانکہ یہ افواہ غلط ہوگی جب شام کے

غلبہ ہوا۔ رومیوں کے اس کلمہ پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آئیگا اور وہ مسلمانوں کی دو لاکھ فرشتوں کے ساتھ مدد فرمائے گا اور مسلمانوں کو کامیاب کردے گا اس کے بعد مسلمان رومیوں کے ملک میں داخل ہو جائیں گے اور وہاں کے لوگ ان سے امن طلب کرکے جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں گے پھر ادھر گردکے رومی یہ افواہ اڑائیں گے کہ دجال نکل آیا ہے مسلمان ادھر بھاگ پڑیں گے بعد میں ان کو معلوم ہوگا کہ یہ خبر غلط تھی ادھر باقی ماندہ مسلمانوں پر رومی ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو بیخ و بنیاد سے قتل کر ڈالیں گے یہانتک کہ روم میں عرب کے زن و مرد میں سے کوئی نہ بچے گا۔ مسلمان واپس ہوکر جب یہ ماجرا دیکھیں گے تو پھر ان سے جنگ کریں گے اور جس قلعہ پر گذریں گے تین دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب کردے گا یہاں تک کہ جب خلیج کے پاس پہنچیں گے تو نصاریٰ کہیں گے مسیح ہمارا مددگار ہے اور صلیب کی برکت خلیج سمندر سے بچاؤ کے لئے ہماری مدد ہے۔ جب صبح ہوگی تو کیا دیکھیں گے کہ خلیج خشک ہوگئی ہے اور سمندر ہٹ چکا ہے بس فوراً اس میں اپنے خیمے لگادیں گے ادھر مسلمان جمعہ کی شب میں کفر کے اس شہر کا محاصرہ کرلیں گے اور رات سے لیکر صبح تک حمد اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے رہیں گے نہ کوئی شخص سوئے گا اور نہ بیٹھے گا جب صبح ہوگی تو تمام مسلمان مل کر ایک بار اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں گے اسی وقت شہر کی ایک جانب گر پڑے گی اس پر حیران ہوکر روم کہیں گے کہ پہلے تو ہماری جنگ عرب سے تھی اب تو جنگ کرنی خود پروردگار عالم ہی سے جنگ معلوم ہوتی ہے دیکھو مسلمانوں کے لئے ہمارا شہر خود بخود گر کر برباد ہوگیا۔ اس کے بعد مالِ غنیمت کا سونا ڈھالوں میں بھر بھر کر تقسیم ہوگا اور عورتیں اس کثرت سے ہوں گی کہ ایک ایک شخص کے حصہ میں تین تین سو عورتیں آئیں گی اس کے بعد پھر دجال حقیقۃً نکل آئے گا اور قسطنطنیہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں فتح ہوگا جو زندہ و سلامت رہیں گے نہ بیمار پڑیں گے اور نہ کوئی مرض ان کو ستائے گا یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور ان کے ہمراہ یہ جماعت دجال کے لشکر والوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوگی۔ یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ امام سیوطی نے جامع کبیر میں ذکر فرمائی ہے۔

بعض حدیثوں میں امام مہدی کے متعلق "یصلحه الله فی لیلة" کا لفظ بھی ملتا ہے جو ضابطہ حدیث کے اعتبار سے خواہ صحت کے درجہ پر نہ کہا جائے مگر ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب امام مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر ان کا تعارف، عوام و خواص میں کیسے

يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلوٰةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَؤُمُّهُمْ فَإِذَا رَآهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيهِمْ دَمَهٗ فِي حَرْبَتِهٖ۔ (رواہ مسلم)

ملک میں پہنچیں گے اس وقت دجال نکلے گا اور جب مسلمان جنگ کے لئے مستعد ہوں گے اور صف آرائی کر رہے ہوں گے کہ نماز کا وقت آجائیگا اسی وقت عیسٰی علیہ السلام اتریں گے اور ان کی امامت کریں گے جب خدا کا دشمن دجال ان کو دیکھے گا تو مارے خوف کے اس طرح پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے اگر عیسٰی علیہ السلام اس کو یونہی چھوڑ دیں تو بھی وہ خود بخود گھل گھل کر ہلاک ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا قتل حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدر فرمایا ہے اس لئے وہ اس کو قتل فرمائیں گے اور اپنے نیزہ میں اس کے قتل کا خون دکھائیں گے (مسلم)

مخفی رہ سکتا ہے اس لئے مصائب و آلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا لیکن اس لفظ نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیت الٰہیہ کے ماتحت او جھل رکھی جائے گی یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظر عام پر آجائیں گی گویا یہ بھی ایک کرشمۂ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا تو قدرت الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کر دے گی جن کے بعد ان کا امام مہدی ہونا ایک نابینا پر بھی منکشف ہو جائیگا دیکھئے کہ دجال کا خروج احادیث صحیحہ سے کیسا ثابت ہے۔ لیکن یہ ثابت شدہ حقیقت اس کے خروج سے پہلے پہلے کتنی مخفی ہے اور جب کہ یہ داستان دور فتن کی ہے تو اب امام مہدی کے ظہور اور دجال کے وجود میں انکشاف کا مطالبہ کرنا یا اس بحث میں پڑنا یہ مستقل خود ایک فتنہ ہے۔

اس قسم کے عجائبات کی مثالیں شریعت میں بہت ملتی ہیں۔ یوم جمعہ میں ساعت محمودہ کا ہونا تو یقینی ہے مگر وہ بھی اختلافات کے جھرمٹ میں ایسی مبہم ہو کر رہ گئی ہے کہ اس کا متعین کرنا اہل علم کو بھی مشکل پڑ گیا ہے یہی حال شب قدر میں ہے اور اس سے زیادہ ابہام دور فتن کی احادیث میں نظر آتا ہے غالباً یہ بھی مشیت الٰہیہ کا ایک سر ہے کہ فتنہ اپنے وقت پر ظاہر ہو پھر اس کا متعین کرنا مشکل ہو جائے۔ دجال کی حدیثوں میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں دجالیت کا ثبوت واضح سے واضح صورت میں موجود ہوگا لیکن اس پر بھی ایک جماعت ہوگی جو اس کو خدا اور رسول ماننے پر مجبور ہوگی کیونکہ اس کے ہمراہ دجالیت کے ثبوت کے ساتھ ساتھ ایسے شبہات کی دنیا ہوگی جن کا ظہور اسی کے ساتھ مخصوص ہے گو شبہات کسی کے دعوے کے ثبوت کے لئے کتنے ہی ناکافی ہوں مگر اس وقت کے ایمانوں کو متزلزل کرنے کے لئے کافی سے زیادہ ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اس کے ظہور کے لئے قدرت الٰہیہ نے وہ زمانہ مقرر فرمایا ہے جبکہ ایمانوں کی قوت مسلوب ہو چکی ہوگی اور یہی راز ہے کہ اس کا ظہور خیر القرون میں نہ ہو سکا اور نہ اولیاء کرام کی کثرت کے ساتھ موجودگی میں ہو سکتا ہے ہاں مسلمانوں کے ایسے دور میں ہوگا جبکہ وہ بھیڑوں کی شکل میں مارے مارے پھرتے ہوں گے اور یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے جس گوشہ میں ایمان کے پختہ لوگ بستے ہیں وہاں دجالی اثرات کا ظہور بہت مضمحل نظر آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الدجال الاكبر

(۱۶۰۵) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔ (رواہ مسلم)

(۱۶۰۶) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ وَنَارُهٗ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ۔ (رواہ مسلم)

(۱۶۰۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهٖ نَبِيٌّ قَوْمَهٗ اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّهٗ يَجِيْءُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَاِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَ بِهٖ نُوْحٌ قَوْمَهٗ (متفق علیہ)

(۱۶۰۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِالدَّجَّالِ فَلْيَنْأَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَأْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسَبُ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَيَتَّبِعُهٗ مِمَّا يَبْعَثُ مَعَهٗ مِنَ الشُّبُهَاتِ۔ (رواہ ابوداؤد)

دجال اکبر

(۱۶۰۵) عمران بن حصینؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لیکر قیامت آنے تک دجال سے زیادہ بڑا اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔ (مسلم)

(۱۶۰۶) حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اس کے جسم پر بہت گھنے بال ہوں گے اور اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ بھی ہوگی لیکن جو اس کی جنت نظر آئیگی درا صل وہ دوزخ ہوگی اور جو دوزخ نظر آئے گی وہ اصل میں جنت ہوگی (لہذا جس کو وہ جنت بخشے گا وہ دوزخی ہوگا اور جس کو اپنی دوزخ میں ڈالے گا وہ جنتی ہوگا)۔ (مسلم شریف)۔

(۱۶۰۷) ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتلاوں جو حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر آج تک کسی نبی نے اپنی امت کو نہ بتائی ہو۔ دیکھو وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کے نام سے دو شعبدے بھی ہوں گے تو جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت دوزخ ہوگی۔ دیکھو دجال سے میں بھی تم کو اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔ (متفق علیہ)

(۱۶۰۸) عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہیئے کہ وہ اس سے دور ہی دور رہے بخدا ایک شخص کو اپنے دل میں یہ خیال ہوگا کہ وہ مومن آدمی ہے لیکن ان عجائبات کو دیکھ کر جو اس کے ساتھ ہوں گے وہ بھی اس کے پیچھے لگ جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۱۶۰۹) وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ أَنْ لَا تَعْقِلُوْا إِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ أَفْحَجُ جَعْدٌ أَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِئَةٍ وَلَا جَحْرَاءَ فَإِنْ أُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ (رواه ابوداود)

(۱۶۱۰) وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَ نُوْحٍ إِلَّا قَدْ أَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهُ لَنَا قَالَ لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ بَعْضُ مَنْ رَآنِي أَوْ سَمِعَ كَلَامِي قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ فَقَالَ مِثْلُهَا يَعْنِي الْيَوْمَ أَوْ خَيْرٌ (رواه الترمذی وابوداود)

(۱۶۱۱) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ فِيْمَا يُحَدِّثُنَا بِهِ أَنَّهُ قَالَ يَأْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ

(۱۶۰۹) عبادۃ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے دجال کے متعلق کچھ تفصیلات تم لوگوں سے بیان کیں لیکن مجھ کو خطرہ ہے کہ کہیں تم پورے طور پر اس کو نہ سمجھے ہو، دیکھو مسیح دجال کا قد ٹھنگنا ہوگا اس کے دونوں پیر ٹیڑھے، سر کے بال شدید خمیدہ، ایک چشم مگر ایک آنکھ بالکل چٹ صاف نہ اوپر کو ابھری ہوئی نہ اندر کو دھنسی ہوئی اگر اب بھی تم کو شبہ رہے تو یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا رب یقیناً کانا نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۶۱۰) ابوعبیدہ بن جراحؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو نبی آیا ہے اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا ہے اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں اس کے بعد آپ نے اس کی صورت وغیرہ بیان فرمائی اور کہا ممکن ہے جنھوں نے مجھ کو دیکھا ہے یا میرا کلام سنا ہو، اس میں کوئی ایسا نکل آئے جو اس کا زمانہ پاسکے انھوں نے پوچھا اس دن ہمارے دلوں کا حال کیسا ہوگا آپ نے فرمایا ایسا ہی جیسا آج ہے یا اور بھی بہتر۔

(۱۶۱۱) حضرت ابی سعید سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ایک طویل حدیث دجال کے بارہ میں بیان فرمائی تو جو باتیں آپ نے ہم سے اس کے متعلق بتائیں

(۱۶۱۰) پیشگوئی میں اقسام کا ابہام رہ جاتا ہے اور وہ تکوینی امر ہے۔ دیکھئے یہاں پر لعلہ سیدرکہ بعض من رآنی کے لفظ نے کتنا ابہام پیدا کردیا ہے۔ پھر او خیر میں۔ ابہام کہاں تک جا پہنچا ہے۔

(۱۶۱۱) حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مسئلہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے جو اصول حدیث میں مندرج ہے اس کی تفصیل کا یہاں موقعہ ہے نہ مناسب۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص عجب نہیں کہ خضر علیہ السلام ہوں واللہ تعالیٰ اعلم بہرحال حدثنا میں جمع کے صیغہ میں بہت سے امور کی طرف اشارات ممکن ہیں۔

نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ تَلِي الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَّهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَأَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِّنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ اَنْ يَّقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ (رواہ البخاری)

(۱۶۱۲) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْئُ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ تَرْجُفُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ رواہ البخاری وفی روایۃ عنہ لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال ولہا یومئذ سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان وفی روایۃ علی نقاب المدینۃ ملائکۃ وفی روایۃ المدینۃ یأتیہا الدجال فیجد الملائکۃ یحرسونہا فلا یقربہا کلہا فی البخاری۔

ان میں یہ بھی فرمایا تھا کہ دجّال آئے گا مگر مدینہ کے راستوں میں گھس آنا اس کے لئے حرام اور ناممکن ہوگا تو وہ مدینہ کے آس پاس کی بنجر زمین میں کسی جگہ آکر اترے گا تو ــــ اس کے مقابلہ کے لئے اُس دن ایک شخص نکلے گا جو تمام انسانوں میں سب سے بہتر (یا بہتر انسانوں میں سے) ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجّال ہے جس کی بات ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی تھی تو دجال کہے گا لوگو! بتاؤ اگر میں اس شخص کو قتل کردوں اور پھر اسے زندہ کردوں تب تو تم کو میرے معاملے میں کوئی شک شبہہ باقی نہ رہے گا۔ وہ کہیں گے کہ نہیں تو وہ ان کو قتل کردے گا پھر ان کو زندہ کردے گا تو وہ بزرگ کہیں گے خدا کی قسم اب تو مجھ کو تیرے بارہ میں اور بھی یقین اور بصیرت حاصل ہوگئی کہ آج سے زیادہ ایسی بصیرت پہلے نہ تھی تو دجال پھر ان کو قتل کرنا چاہے گا مگر اس کا قابو ان پر نہ چل سکے گا (بخاری)۔

(۱۶۱۲) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آئیگا یہاں تک کہ مدینہ کے ایک کنارے آکر اترے گا تو تین بار زلزلے آئیں گے اس وقت جتنے کافر اور جتنے منافق ہوں گے سب نکل نکل کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ (بخاری)۔

(ان کی ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ کے اندر مسیح دجال کا رعب بھی نہ آنے پائیگا۔ اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے بڑے بڑے راستوں پر بہت سے فرشتے ہوں گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ مدینہ کے پاس دجال آئے گا تو فرشتوں کو اس کی نگرانی کرتے پائیگا لہذا ان کے پاس بھی نہ پھٹک سکے گا۔)

(۱۶۱۳) عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُنَادِي الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ
قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ
وَلَا لِرَهْبَةٍ وَلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيْمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَاءَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِيْ
حَدِيْثًا وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِيْ أَنَّهٗ رَكِبَ فِيْ سَفِيْنَةٍ
بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ فَأَرْفَؤُوْا
إِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِيْ أَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ
دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ
قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوْا إِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهٗ إِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ
لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى دَخَلْنَا الدَّيْرَ

(۱۶۱۳) فاطمہ بنت قیسؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اعلان کرنے والے کو سنا
وہ اعلان کر رہا تھا چلو نماز ہونے والی ہے۔ میں نماز کے لئے نکلی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز
ادا کی، آپؐ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے چہرہ پر اس وقت مسکراہٹ تھی آپؐ نے فرمایا ہر شخص
اپنی اپنی جگہ بیٹھا رہے اس کے بعد آپؐ نے فرمایا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں جمع کیا ہے انھوں نے عرض کی
اللہ اور اس کے رسول ہی کو معلوم ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے تم کو نہ تو مال وغیرہ کی تقسیم کے لئے جمع
کیا ہے نہ کسی جہاد کی تیاری کے لئے۔ بس صرف اس بات کے لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے نصرانی تھا
وہ آیا ہے اور مسلمان ہو گیا ہے اور مجھ سے ایک قصہ بیان کرتا ہے جس سے تم کو میرے اس بیان کی تصدیق
ہو جائے گی جو میں نے کبھی دجال کے متعلق تمہارے سامنے ذکر کیا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ ایک بڑی کشتی پر
سوار ہوا جس پر سمندروں میں سفر کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ قبیلۂ لخم اور جذام کے تیس آدمی اور تھے۔
سمندر کا طوفان ایک ماہ تک ان کا تماشا بناتا رہا۔ آخر مغربی جانب ان کو ایک جزیرہ نظر پڑا جس کو
دیکھ کر وہ بہت مسرور ہوئے اور چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر اس جزیرہ پر اتر گئے سامنے سے ان کو جانور کی شکل
کی ایک چیز نظر پڑی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے کہ ان میں اس کے اعضائے مستورہ تک کچھ نظر
نہ آتے تھے۔ لوگوں نے اس سے کہا کمبخت تو کیا بلا ہے؟ وہ بولی میں دجال کی جاسوس ہوں چلو اس گرجے
میں چلو وہاں ایک شخص ہے جس کو تمہارا بڑا انتظار لگ رہا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے ایک آدمی کا

فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ مَا رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدُّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ عَلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ
رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي فَأَخْبِرُونِي
مَا أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا
الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ اعْمِدُوا إِلَى هَذَا فِي الدَّيْرِ فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ
سِرَاعًا فَقَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّهَا تُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ
قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيهَا مَاءٌ قُلْنَا هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ قَالَ إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ
أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ
قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ مِنْ مَائِهَا قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ
قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ
فَأَخْبَرْنَاهُ أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ قَالَ أَمَا إِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ لَهُمْ
أَنْ يُطِيعُوهُ وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي أَنَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ وَإِنِّي يُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي مِنَ الْخُرُوجِ
فَأَخْرُجُ فَأَسِيرُ فِي الْأَرْضِ فَلَا أَدَعُ قَرْيَةً إِلَّا هَبَطْتُهَا فِي أَرْبَعِينَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ

ذکر کیا تو اب ہم کو ڈر لگا کہ کہیں وہ کوئی جن نہ ہو۔ ہم لپک کر گرجے میں پہنچے تو ہم نے ایک بڑا قوی ہیکل شخص دیکھا کہ اس سے قبل ہم نے ویسا کوئی شخص نہیں دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن سے ملا کر اور اس کے پیر گھٹنوں سے لیکر ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے نہایت مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھے۔ ہم نے اس سے کہا تیرا ناس ہو تو کون ہے؟ وہ بولا تم کو تو میرا پتہ کچھ نہ کچھ لگ ہی گیا اب تم بتاؤ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم عرب کے باشندے ہیں۔ ہم ایک بڑی کشتی میں سفر کر رہے تھے۔ سمندر میں طوفان آیا اور ایک ماہ تک رہا۔ اس کے بعد ہم اس جزیرہ میں آئے تو یہاں ہمیں ایک جانور نظر پڑا جس کے تمام جسم پر بال ہی بال تھے اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس خبر رساں) ہوں چلو اس شخص کی طرف چلو جو اس گرجے میں ہے۔ اس لئے ہم جلدی جلدی تیرے پاس آگئے۔ اس نے کہا مجھے یہ بتاؤ بیسان (شام میں ایک بستی کا نام ہے) کی کھجوروں میں پھل آتا ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ اس نے کہا وہ وقت قریب ہے جب اس میں پھل نہ آئیں۔ پھر اس نے پوچھا اچھا "بحیرہ طبریہ" کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا بہت ہے۔ اس نے کہا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ اس میں پانی نہ رہے گا پھر اس نے پوچھا زغر (شام میں ایک بستی) کے چشمہ کے متعلق بتاؤ اس میں پانی ہے یا نہیں اور اس بستی والے اپنی کھیتوں کو اس کا پانی دیتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے کہا اس میں بھی بہت پانی ہے اور بستی والے اسی کے پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں پھر اس نے کہا اچھا "نبی الامیین" کا کچھ حال سناؤ

مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِي مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِي عَنْهَا وَإِنَّ عَلَى كُلِّ نَقْبٍ مَلَائِكَةً يَحْرُسُونَهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهِ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ هٰذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي مَدِينَةَ أَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ أَلَا إِنَّهُ فِي بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَشْرِقِ (رواه مسلم) وَرَوَاهُ أَبُودَاوُدَ مُخْتَصَرًا قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ عِنْدَ شَرْحِ حَدِيثِ جَابِرٍ مِنْ كِتَابِ الْاعْتِصَامِ وَقَدْ تَوَهَّمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ غَرِيبٌ فَرْدٌ لَيْسَ كَذَالِكَ فَقَدْ رَوَاهُ مَعَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَبُوهُرَيْرَةَ كَمَا عِنْدَ أَحْمَدَ وَأَبِي يَعْلٰى وَعَائِشَةُ كَمَا عِنْدَ أَحْمَدَ وَجَابِرٌ كَمَا عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ ص ٢٤٤/١٣ فَتْحُ الْبَارِي وَذَكَرَ أَنَّ الْبُخَارِيَّ إِنَّمَا لَمْ يُخَرِّجْهُ لِشِدَّةِ الْتِبَاسِ الْأَمْرِ فِي ذَالِكَ فِتْنَةٌ۔

ہم نے کہا وہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے ہیں اس نے پوچھا کیا عرب کے لوگوں نے ان کے ساتھ جنگ کی ہے۔ ہم نے کہا ہاں اس نے پوچھا اچھا پھر کیا نتیجہ رہا؟ ہم نے بتایا کہ وہ اپنے گرد و نواح پر تو غالب آچکے ہیں اور لوگ ان کی اطاعت قبول کرچکے ہیں۔ اس نے کہا سن لو ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ ان کی اطاعت کرلیں اور اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں، اور وہ وقت قریب ہے جبکہ مجھ کو یہاں سے باہر نکلنے کی اجازت مل جائیگی میں باہر نکل کر تمام زمین پر گھوم جاؤں گا اور چالیس دن کے اندر اندر کوئی بستی ایسی نہ رہ جائے گی جس میں میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ کے کہ ان دونوں مقامات میں میرا داخلہ ممنوع ہے جب میں ان دونوں میں سے کسی بستی میں داخل ہونے کا ارادہ کروں گا اس وقت ایک فرشتہ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے سامنے سے آکر مجھ کو داخل ہونے سے روک دیگا اور ان مقامات (مقدسہ) کے جتنے راستے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے کہ وہ ان کی حفاظت کررہے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لکڑی منبر پر مار کر فرمایا کہ وہ طیبہ یہی مدینہ ہے۔ یہ جملہ تین بار فرمایا۔ دیکھو کیا یہی بات میں نے تم سے بیان نہیں کی تھی۔ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے بیان فرمائی تھی۔ اس کے بعد فرمایا دیکھو وہ بحر شام یا بحر یمن (راوی کو شک ہے) بلکہ مشرق کی جانب ہے اور اسی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

امام قرطبی نے اپنی مشہور کتاب التذکرہ میں لکھا ہے کہ دجال کی بابت جن سوالات کے تفصیلی جوابات حدیث میں آچکے ہیں وہ یہ ہیں:- اس کی حقیقت، سبب خروج، محل خروج، وقت خروج، شکل و صورت، ساحرانہ کرشمے، اس کا دعویٰ اس کے قاتل اور وقت قتل کی تعیین، اور یہ بحث بھی کہ وہ ابن صیاد ہے یا کوئی اور، اس بحث سے اس مسئلہ کا فیصلہ بھی ہوجاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھا یا نہیں (دیکھو فتح الباری)۔

ابن صیاد واسمہ وحلیتہ وحلیۃ ابیہ وما فیہ من صفاتہ الغریبۃ

(۱۶۱۴) وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ أَبَوَا الدَّجَّالِ ثَلَاثِينَ عَامًا لَا يُولَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُولَدُ لَهُمَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضْرَسُ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ فَقَالَ أَبُوهُ طِوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَأَنَّ أَنْفَهُ مِنْقَارٌ وَأُمُّهُ امْرَأَةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيلَةُ الثَّدْيَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُودٍ فِي الْيَهُودِ بِالْمَدِينَةِ فَذَهَبْتُ أَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبَوَيْهِ فَإِذَا نَعْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلَاثِينَ عَامًا لَا يُولَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ أَعْوَرُ أَضْرَسُ وَأَقَلُّهُ

ابن صیاد کا نام اس کا اور اس کے باپ کا حلیہ اور اس کی عجیب و غریب صفات کا بیان

(۱۶۱۴) ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجّال کے باپ کے گھر تیس سال تک کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا پھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی ایک آنکھ خراب، ایک دانت باہر نکلا ہوا ہوگا وہ بالکل نکما ہوگا، سوتے میں اگرچہ اس کی آنکھیں بند ہوں گی مگر اس کا دل ہوشیار رہے گا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کا نقشہ بیان فرمایا کہ اس کا باپ لمبا، چھریرے جسم والا، چرنج کی طرح اس کی ناک ہوگی۔ اس کی ماں کے دونوں پستان بڑے بڑے لٹکے ہوئے۔ ابوبکرہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ میں یہود کے گھر اسی قسم کے ایک لڑکے کی پیدائش سنی تو میں اور زبیر بن عوام اس کے دیکھنے کے لئے گئے۔ جب اس کے ماں باپ کے پاس پہنچے دیکھا تو وہ ٹھیک اسی صورت کے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیان فرمائی تھی۔ ہم نے پوچھا تمہارے کوئی بچہ ہے؟ انھوں نے کہا تیس سال تک تو ہمارے کوئی بچہ نہیں تھا اس کے بعد اب ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کی ایک آنکھ خراب ہے اس کا ایک دانت باہر نکلا ہوا ہے وہ بالکل نکما ہے

(۱۶۱۴) جزری کہتے ہیں کہ روایت مذکورہ میں لفظ "اضرس" کاتب کی تصحیف ہے اصل میں "اضر شیٔ" ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت میں موجود ہے اس بنا پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ سرتاپا مضرت ہی مضرت اور نقصان ہی نقصان ہے۔ احقر کا خیال ہے کہ "ضرس" لغت میں اگرچہ ڈاڑھ کو کہتے ہیں مگر توسعًا اس سے کیلا یعنی کتا دے کا لمبا نوکیلا دانت مراد ہو سکتا ہے اور اضرس کا ترجمہ لمبے کیلے والا ہو سکتا ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں لفظ "طالع ناب" موجود ہے اس کا ترجمہ بھی یہی ہے کہ اس کا ایک کیلا باہر کی جانب نکلا ہوا ہوگا اس بنا پر تصحیف کہنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

ابن صیاد کی صفات میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ "تنام عینا‌ہ" ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دل کی بیداری محمود صفت

مَنْفَعَةٌ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِي قَطِيفَةٍ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي (رواه الترمذی)

(۱۶۱۵) عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَيَّادٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا أَغْضَبَهُ فَانْتَفَخَ حَتَّى مَلَأَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلَى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهُ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا أَرَدْتَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا۔ (رواہ مسلم)

اس کی آنکھیں سوتی ہیں مگر اس کا دل خبردار رہتا ہے ہم جوان کے گھر سے باہر نکلے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دھوپ میں اپنی چادر میں لپٹا ہوا کچھ گنگنا رہا ہے اس نے اپنا سر کھول کر کہا تم کیا باتیں کر رہے تھے؟ ہم نے کہا کیا تو نے ہماری باتیں سن لی ہیں وہ بولا ہاں میری آنکھیں ہی سوتی ہیں ورنہ میرا دل جاگتا رہتا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۱۶۱۵) نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ کی کسی گلی میں ابن عمرؓ کی ابن صیاد سے مڈھ بھیڑ ہو گئی تو انھوں نے اسے کوئی ایسی بات کہدی جس سے اسے غصہ آگیا تو وہ پھولنے لگا اور ایسا پھولا کہ ساری گلی اس سے بھر گئی اس کے بعد ابن عمرؓ اپنی ہمشیرہ حضرت سیدہ حفصہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو کہیں یہ قصہ پہلے ہی پہنچ چکا تھا انھوں نے فرمایا اے ابن عمرؓ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم نے اسے فضول چھیڑا تمہارا کیا مطلب تھا؟ کیا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ دجال جب نکلے گا تو کسی بات پر غضبناک ہونے کی وجہ ہی سے نکلے گا (مسلم)

بھی ہے اور مذموم بھی۔ جس کا علاقہ عالم ملکوت سے قائم ہوتا ہے وہ تو اس بیداری کی وجہ سے عالم علوی یعنی عالم ملکوت سے وابستہ رہتا ہے اور جس کا علاقہ شیاطین اور جنوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ عالم سفلی یعنی عالم شیاطین سے وابستہ رہتا ہے اور اس طرح مرکز ہدایت اور مرکز ضلالت دونوں کو اپنے اپنے عالموں سے مدد پہنچتی رہتی ہے، کُلًّا نُمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا۔

روایت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور اس کے ماں باپ کا نقشہ اور حلیہ بھی بیان فرما دیا تھا اور چونکہ وہ ابن صیاد اور اس کے ماں باپ میں بھی موجود تھا اس لئے ابن صیاد کا معاملہ شروع میں باعث تحیر بن گیا تھا کہ کہیں یہ وہی دجال تو نہیں کیونکہ جلد اول کی ختم نبوت کی بحث میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے دجال اکبر کے علاوہ تیس سے ستر دجالوں تک کی اور خبر دی ہے جو اسی امت میں پیدا ہوں گے اور دعوئے نبوت کریں گے بہرحال چونکہ اس بچہ میں دجال کا اور اس کے ماں باپ میں دجال کے ماں باپ کا اکثر نقشہ موجود تھا اس لئے اس کے دجال ہونے میں خائف قلوب کو تردد پیدا ہو جانا ایک بالکل فطری اور معقول بات تھی۔

(۱۶۱۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد میں بعض باتیں غیر معمولی بھی تھیں مثلاً پھول کر کپّہ ہونا تو ایک مجاز اور اردو کا محاورہ ہے مگر وہ حقیقۃً اس طرح پھول جاتا تھا کہ ساری گلی اس سے بھر جائے یہ جنات کے خواص میں سے ہے اس کے بعد ابن عمرؓ کی جو گفتگو حضرت حفصہؓ سے ہوئی اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر دجال یہی ابن صیاد ہے تو بھی اس کے خروج کا وقت یہ نہیں ہے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہی ابن صیاد کن کن حالات سے گذرے گا اور پھر اپنے وقت مقرر پر ان فتنہ سامانیوں کے ساتھ ظاہر ہوگا جو احادیث میں مذکور ہیں۔

(۱۶۱۶) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ وَاللّٰهِ مَا أَشُكُّ أَنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ

(رواه داود، والبیهقی فی کتاب البعث والنشور)

(۱۶۱۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدْ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ (رواه ابوداؤد)

(۱۶۱۸) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَيَّادٍ إِلَى مَكَّةَ فَقَالَ لِي مَا لَقِيتُ

(۱۶۱۶) نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ مجھ کو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسیح دجال وہ ابن صیاد ہی ہے۔ (ابوداؤد)

(۱۶۱۷) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ حرّہ ہوئی تھی اس دن کے بعد سے ہم کو ابن صیاد کا پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ چلا کہاں گیا؟ (ابوداؤد)

(۱۶۱۸) ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں میرا اور ابن صیاد کا ساتھ ہو گیا تو وہ

(۱۶۱۶) مذکورہ بالا حالات کی بنا پر ابن عمرؓ کا ایسا یقین کر لینا کچھ بعید نہیں ہے مگر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اتنی بات سے بقیہ تفصیلات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ابن صیاد کا دجال ہونا پھر اپنے وقت پر اس کا ظاہر ہونا بہت آسان ہے اور یہ مختلف نقول اور آئندہ بھی جو آپ کے سامنے پیش ہوں گی ان کا ابہام اس کے فتنہ در فتنہ ہونے کا سبب بن گئی ہیں۔

(۱۶۱۷) ابن صیاد کے حالات زندگی جتنے گوناگوں اختلافات اور ابہام میں پڑے ہوئے نظر آتے ہیں اتنے ہی اس کے حالات گم گشتگی بھی ہے حتیٰ کہ کوئی تو اس کا گم ہونا نقل کرتا ہے اور کوئی اس کی موت بھی بیان کرتا ہے بہر حال یہ تمام بیانات آپ کے بعد ہی کے ہیں۔ ان تمام اختلافات کو بھی آپ کے سر کیسے لگایا جا سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس کے بارہ میں ابتدائی تردد کے جو اسباب تھے اس کی حقیقت پہلے بیان ہو چکی ہے اس کے بعد پھر جو آخری بات ہے وہ آئندہ حدیث میں آ رہی ہے۔

(۱۶۱۸) ابن صیاد کے یہ عجیب حالات سب حدیثوں سے ثابت ہیں اور ان سب سے ابہام کے سوا کوئی صاف نتیجہ برآمد نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس نے خود جو بیان اپنی صفائی کے لئے پیش کیا تھا اس کو پھر خود ہی اپنی آخر گفتگو سے مبہم بنا دیا حتیٰ کہ ابو سعیدؓ کے دل میں اس کی طرف سے اس کی پہلی تقریر سے جو قدرے اطمینان پیدا ہو گیا تھا وہ پھر جاتا رہا پس جبکہ اس کی ذات اور اس کے اقوال ہی میں خود اس درجہ ابہام کے سامان موجود ہیں کہ اس کی موجودگی میں بھی اس کی طرف سے اطمینان حاصل ہونا مشکل مسئلہ بن رہا ہے تو بعد میں اگر روایات کے اختلافات سے اس ابہام کو کچھ اور مدد مل گئی ہو تو اندازہ فرمائیے کہ اب اس کا معاملہ کتنا پیچیدہ ہو جانا چاہئے۔ انسان کے سامنے جزم و یقین کی حالت میں بھی جب کوئی خوفناک منظر آ جاتا ہے تو اس کی فطرت غیر اختیاری طور پر ہراساں ہونے لگتی ہے۔

دیکھئے قیامت کا آنا جتنی یقینی بات ہے اتنی ہی یقینی یہ بات بھی ہے کہ قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں نہیں آئے گی لیکن اس کے باوجود جب دنیا کے معمول کے مطابق سورج کو گہن لگتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے قیامت کا نقشہ گھومنے لگتا تھا۔ اسی طرح جب آسمان پر سیاہ بادل منڈلاتے نظر آتے تو آپ کے سامنے قوموں کی ہلاکت کا سماں بندھ جاتا اور آپ پر کرب و بے چینی کا یہ عالم اس وقت تک برابر رہتا جب تک کہ بارش ہو کر بادل صاف نہ ہو جائے۔ پس خوف کے مقامات میں جو غیر اختیاری تردد لاحق ہونا انسانی فطرت ہے اس کو جزم و یقین کے خلاف سمجھنا خود بڑی نافہمی ہے۔ اسی طرح ابن صیاد کے حالات تھے۔ آپ

مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُوْنَ اَنِّي الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَا يُوْلَدُ لَهُ وَقَدْ وُلِدَ لِيْ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ هُوَ كَافِرٌ وَاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ وَلَا مَكَّةَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَا اُرِيْدُ مَكَّةَ ثُمَّ قَالَ لِيْ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَكَانَهٗ وَاَيْنَ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ فَلَبَسَنِيْ قَالَ قُلْتُ لَهٗ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ قَالَ وَقِيْلَ لَهٗ اَيَسُرُّكَ اَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ۔ (رواہ مسلم)

(۱۶۱۹) وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً مِنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهٗ طَالِعَةً نَابُهٗ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالَ فَوَجَدَهٗ

مجھ سے کہنے لگا لوگوں سے مجھ کو کتنی تکلیف پہنچ رہی ہے میرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ دجّال میں ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے نہیں سُنا کہ اس کے اولاد نہ ہوگی اور میرے تو اولاد ہے، کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا اور میں تو مسلمان ہوں، کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نہ مدینہ میں داخل ہوسکے گا نہ مکہ میں، اور دیکھو میں مدینے سے تو آہی رہا ہوں اور اب مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، یہ سب کچھ کہہ سن کر آخر میں کہنے لگا خدا کی قسم البتہ میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا؟ اور اب وہ کہاں ہے؟ اور میں اس کے ماں باپ کو بھی خوب پہچانتا ہوں۔ ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ دوغلی باتیں بنا کر اس نے مجھ کو شبہ میں ڈال دیا۔ میں نے اس سے کہا خدا تجھے ہلاک کرے۔ پھر کسی نے اس سے کہا کہ اگر وہ دجّال تو ہی ہو تو کیا یہ بات تجھے پسند ہوگی اس پر وہ بولا اگر مجھ کو دجّال بنا دیا جائے تو مجھے کچھ برا بھی نہیں معلوم ہوگا۔ (مسلم)۔

(۱۶۱۹) جابرؓ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی عورت کے لڑکا پیدا ہوا جس کی ایک آنکھ صاف تھی اور جس کا کیلہ باہر کو نکلا ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں یہ وہی دجّال نہ ہو پھر ایسا ہوا

پڑھ چکے ہیں کہ اس کے حالات دجّال اکبر سے کتنے ملتے جلتے تھے اس لئے اگر اس کے معاملہ میں آپ سے ابتداءً غیر اضطراری تردد کے جو الفاظ منقول ہیں ان کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ جو ابھی ہم نے تفصیل سے بیان کی ہے۔ یہاں جن کو ابھی تک یہ تمام حقائق بام کہانیاں معلوم ہوتی ہیں جن کو خسوف شمس جیسے معمولی تغیر سے قیامت اور بادلوں کی مدسے عذاب کا خطرہ بھی لاحق نہیں ہوسکتا وہ ان حقائق کا نام تاویلات ہی رکھیں گے۔ ان کو کیا اندازہ ہوسکتا ہے کہ دجالی فتنہ کتنا عظیم فتنہ ہوگا اور ابن صیاد کے عجیب وغریب حالات کتنے تردد اور کتنے غور وفکر کا سامان بن سکتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جب دل میں ایمان ہی کمزور ہو تو ہر موقعہ پر عقائد کا پلہ اسی جانب جھکنے لگتا ہے جو دین سے بعید تر ہوتی ہے۔ ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور۔

(۱۶۱۹) دجّال کا فتنہ چونکہ اپنی نوعیت میں سب سے بڑا فتنہ تھا اس لئے قدرتی لحاظ سے اس میں راویوں کے بیان ایک ابہام یہ اور پیدا ہوگیا ہے کہ وہ ابن صیاد تھا یا کوئی دوسرا شخص۔ اس کو براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَآذَنَتْهُ اُمُّهُ فَقَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اِئْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهُ اِنَّمَا صَاحِبُهُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاِنْ لَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اَنَّهُ هُوَ الدَّجَّالُ (رواہ فی شرح السنۃ)

کہ آپؐ نے اس کو ایک چادر میں لپٹا ہوا دیکھا کہ اس میں پڑا کچھ گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر) اس کو خبردار کر دیا کہ اے عبداللہ! دیکھو یہ ابوالقاسم آگئے ہیں بس وہ بھی چادر سے باہر نکل آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا ناس کرے اگر یہ اس کو اطلاع نہ دیتی تو یہ اپنا معاملہ خود ہی بیان کر دیتا۔ پھر راوی نے حضرت عمرؓ والی حدیث کا قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ وہی دجال ہے تو تم اس کے قاتل نہیں ہو، اس کو تو عیسیٰؑ بن مریمؑ قتل کریں گے اور اگر یہ وہ نہیں تو ایسے بچہ کا قتل کرنا خیر کی بات نہیں جو ہمارے عہد میں داخل ہو (یعنی ہماری ذمی رعایا ہے) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق یہ خطرہ لگا ہی رہا کہ کہیں وہ دجال اکبر نہ ہو۔

کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ احادیث سے بعض دوسرے مقامات میں بھی ہم کو اس کی نظیر ملتی ہے مثلاً شب قدر، ساعت محمودہ، صلوٰۃ وسطیٰ وغیرہ ان سب کے بارہ میں وثوق کے ساتھ تعیین کا کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان امور میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی ابہام موجود تھا بلکہ آپ نے تو ان کو بیان فرمایا تھا پھر کسی وجہ سے راویوں کے بیان میں اختلاف ہوا اور اس طرح آخر امت کیلئے اس معاملہ کو یہ ابہام بن گیا۔ اب جو جد و جہد کرنیوالے افراد تھے انھوں نے شب قدر، ساعت محمودہ اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تلاش میں اپنی مساعی تیز کر دیں اور جو جو بھی ان کا مصداق بن سکتا تھا کسی تحقیق اور تفصیل کے بغیر ان سب مبہم ساعات میں سعی و کوشش صرف کر ڈالی جو کسی ایک ساعت کے معین ہونے کی صورت میں کی جا سکتی تھی اور اس طرح یہ تکوینی ابہام ان کے حق میں ایک رحمت بن گیا۔ اسی طرح ابن صیاد کا معاملہ بھی روایات کے اختلافات کی وجہ سے گو مبہم رہا مگر یہ ابہام بھی سعید طبائع کیلئے رحمت بن گیا کیونکہ اس ابہام کا ثمرہ اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ وہ دجال اکبر تھا یا نہیں، اس سے زیادہ اس ابہام کا دیگر تفصیلات پر کوئی اثر نہیں کہ پس اگر ہم کو معین طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکا تو اس کا اقتضا یہی ہے کہ اب ہم کو اور زیادہ احتیاط لازم ہو گئی، دیکھئے اگر اس روایت کی بنا پر ابن صیاد ہی دجال اکبر ہو تو اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس کا اثر بقیہ تفصیلات پر اور کچھ نہیں ہے چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کی اجازت مانگی تو آپؐ نے صاف فرما دیا کہ دجال اکبر کے قاتل ازل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقرر ہو چکے ہیں اور جب یہ ہے تو نہ اللہ تعالیٰ کا علم بدل سکتا ہے اور نہ تم اس کو قتل کر سکتے ہو۔ لہٰذا اس ابہام کو لیکر بقیہ سارے معاملات کو مبہم بنا ڈالنا کج فہمی اور کجروی کے سوا کچھ نہیں۔ اس حدیث کے بقیہ مباحث کی تفصیل تقدیر کے باب میں گزر چکی ہے۔ آخر میں اتنا اور لکھ دینا کافی ہے کہ بہت سے امور مفزعہ کے پیش آنے پر آپ کے چہرے پر تردد اور خوف کا نمودار ہو جانا یہ کسی یقین کے مزاحم نہیں کہا جا سکتا، نہ ان کو کسی ترجیح کا باعث قرار دیا جا سکتا ہے (جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے)۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(۱۶۲۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَأْتِيَانِ النَّخْلَ الَّذِيْ فِيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ حَتّٰى اِذَا دَخَلَ النَّخْلَ طَفِقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَهٗ فِيْهَا رَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ اَيْ صَافِ وَهُوَ اسْمُهٗ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ وَقَالَ سَالِمٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَهٗ قَوْمَهٗ وَلٰكِنْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔ (روى البخارى هذا السياق فى باب كيف يعرض الاسلام على الصبى من كتاب الجهاد واخرج فى باب الملائكة)

(۱۶۲۰) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ابی بن کعب اس باغ کی طرف چلے جس میں ابن صیاد رہتا تھا جب آپ باغ کے اندر تشریف لائے تو آپ کھجور کے درختوں کی آڑ میں چھپ چھپ کر یہ تدبیر کر رہے تھے کہ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے آپ اس کی کوئی بات سن لیں۔ ادھر ابن صیاد اپنے بچھونے پر ایک چادر میں لپٹا ہوا اندر ہی اندر کچھ گنگنا رہا تھا اس کی ماں نے آپ کو دیکھ پایا کہ آپ درخت کے تنوں کی آڑ لے رہے ہیں تو فوراً اس نے کہا او صاف! (یہ اس کا نام تھا) ہوشیار۔ بس یہ سن کر ابن صیاد فوراً کھڑا ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کی ماں اس کو ہوشیار نہ کرتی تو یہ صاف بات کہہ گذرتا۔ سالم کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا اس کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں خطبہ دیا اور خدا کی شان کے مناسب حمد و ثنا کی، اس کے بعد دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس کے فتنے سے اسی طرح ڈراتا ہوں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا ہے اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اس سے اپنی قوم کو نہ ڈرایا ہو لیکن ایک بات میں تم کو ایسی صاف بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی وہ یہ کہ تم جان چکے ہو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر عیب سے بری ہے وہ کانا نہیں ہو سکتا۔ (بخاری شریف)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آپ کا وجود پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) جو عالم کیلئے رحمت ہی رحمت تھا، اس کے موجود ہوتے ہوئے قیامت کا قائم ہو جانا کیسے ممکن تھا وہ ’کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم‘ لہذا اگر کوئی شخص صرف ان احادیث کو اٹھا کر قیامت کا انکار کر ڈالے یا اس کے تنوع کے تردد میں پڑ جائے تو یہ اسی کی نافہمی اور قصور فہم کا سبب ہے اس کو حدیثوں کے سر رکھ دینا امور بدیہیہ سے ناواقفی ہے (اسی طرح احادیث فتن میں اس قسم کے ابہامات پیش آگئے ہیں کہ اپنی اپنی فہم کے مطابق علماء نے ان کی تعیین میں کسی قدر عجلت سے کام لیا ہے حالانکہ جب خود حدیث میں ان کے ظہور کا وقت متعین ہے اور نہ ان کی تعیین مذکور ہے تو پھر اپنی جانب سے اس کی تعیین میں عجلت بازی سے مرم (؟) سے کام لے کر اس کو حدیث کی طرف منسوب کر ڈالنا خلاف واقع ہے۔

(۱۶۲۱) عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ سِنِيْنَ سَنَةٌ تُمْسِكُ السَّمَاءُ فِيْهَا ثُلُثَ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِهَا وَالثَّانِيَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ ثُلُثَيْ قَطْرِهَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَيْ نَبَاتِهَا وَالثَّالِثَةُ تُمْسِكُ السَّمَاءُ قَطْرَهَا كُلَّهُ وَالْاَرْضُ نَبَاتَهَا كُلَّهُ فَلَا يَبْقٰى ذَاتُ ظِلْفٍ وَلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِنَ الْبَهَائِمِ اِلَّا هَلَكَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَتِهٖ اَنَّهٗ يَاْتِي الْاَعْرَابِيَّ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اِبِلَكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ الشَّيْطَانُ نَحْوَ اِبِلِهٖ كَاَحْسَنِ مَا يَكُوْنُ ضُرُوْعًا وَاَعْظَمِهٖ اَسْنِمَةً قَالَ وَيَاْتِي الرَّجُلَ قَدْ مَاتَ اَخُوْهُ وَمَاتَ اَبُوْهُ فَيَقُوْلُ اَرَاَيْتَ اِنْ اَحْيَيْتُ لَكَ اَبَاكَ وَاَخَاكَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ رَبُّكَ فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيُمَثِّلُ لَهُ

(۱۶۲۱) اسماء بنت یزید بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما تھے۔ آپ نے دجّال کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس کے ظہور سے پہلے تین قحط پڑیں گے۔ ایک سال آسمان کی ایک تہائی بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار بھی ایک تہائی کم ہو جائے گی۔ دوسرے سال آسمان کی دو حصے بارش رک جائے گی اور زمین کی پیداوار دو حصے کم ہو جائے گی اور تیسرے سال آسمان سے بارش بالکل نہ برسے گی اور زمین کی پیداوار بھی کچھ نہ ہوگی حتیٰ کہ جتنے حیوانات ہیں خواہ وہ کھُر والے ہوں یا ڈاڑھ سے کھانے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اس کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہوگا کہ وہ ایک گنوار آدمی کے پاس آکر کہے گا اگر میں تیرے اونٹ زندہ کر دوں تو کیا اس کے بعد بھی تجھ کو یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا ضرور، اس کے بعد شیطان اسی کے اونٹ کی سی شکل بن کر اس کے سامنے آئے گا جیسے اچھے تھن اور بڑے کوہان والے اونٹ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص کے پاس آئے گا جس کا باپ اور سگا بھائی گزر چکا ہوگا اور اس سے آکر کہے گا بتلا اگر میں تیرے باپ بھائی کو زندہ کر دوں تو کیا پھر بھی یہ یقین نہ آئے گا کہ میں تیرا رب ہوں؟ وہ کہے گا

(۱۶۲۱) حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ جب اس عظیم ترین فتنے کا ظہور قریب ہوگا تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے ظہور سے پہلے برکات (ارہاص) کا ظہور شروع ہو جاتا ہے اسی طرح اس فتنے سے پہلے برکات کا خاتمہ ہونا شروع ہو جائے گا۔ بارش، غلہ اور اسی کے ساتھ سب حیوانات ختم ہو جائیں گے۔ اس بے سرو سامانی میں وہ اس ساز و سامان کے ساتھ آئے گا کہ ایک برباد شدہ کسان کے حیوانات زندہ کر دے گا اور ایک شخص سے اس کے باپ اور بھائی کے دوبارہ زندہ کر دینے کا وعدہ کرے گا۔ اب سوچئے کہ ضعیف انسان کی بے علمی اور اسی کے ساتھ جب افلاس کی سختی بھی یکجا جمع ہو جائے تو اس کی آزمائش کا میدان کتنا سخت ہو جائے گا۔ مردہ کا زندہ کرنا ہی کچھ کم بات نہیں پھر ایک کسان کے لئے اس کے جانوروں سے بڑھ کر اس کی اولاد اور اس کے ماں باپ اس سے زیادہ پیاری چیزیں اور کیا ہو سکتی ہیں؟ کون ہے جو اس فتنہ کا مقابلہ کر سکتا؟ اگر کہیں حدیث نے اس کی اعجوبہ نمائیوں کا راز فاش نہ کر دیا ہوتا تو آج بھی بہت سے ضعیف الایمان تردد میں پڑ جاتے مگر جب یہ بات صاف ہو گئی کہ یہ سب کچھ شیطانی تصرفات اور شعبدے ہوں گے

الشَّيْطَانُ نَحْوَ أَبِيهِ وَنَحْوَ أَخِيهِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِي اهْتِمَامٍ وَغَمٍّ مِمَّا حَدَّثَهُمْ قَالَتْ فَأَخَذَ بِلُحْمَتَيِ الْبَابِ فَقَالَ مَهْيَمْ أَسْمَاءُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ خَلَعْتَ أَفْئِدَتَنَا بِذِكْرِ الدَّجَّالِ قَالَ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا حَيٌّ فَأَنَا حَجِيجُهُ وَإِلَّا فَإِنَّ رَبِّي خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ إِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِينَنَا فَمَا نَخْبِزُهُ حَتَّى نَجُوعَ فَكَيْفَ بِالْمُؤْمِنِينَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ أَهْلَ السَّمَاءِ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّقْدِيسِ (رواہ احمد وابوداؤد الطیالسی)

کیوں نہیں؟ بس اس کے بعد شیطان اس کے باپ بھائی کی صورت بن کر آجائے گا۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ بیان فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اس کے بعد لوٹ کر دیکھا تو لوگ آپؐ کے اس بیان کے بعد سے بڑے فکر و غم میں پڑے ہوئے تھے۔ اسماء کہتی ہیں کہ آپؐ نے دروازہ کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا اسماء کہو کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! دجال کا ذکر سن کر ہمارے دل تو سینے سے نکلے پڑتے ہیں اس پر آپؐ نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں ظاہر ہوا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ورنہ میرے بعد ہر مومن کا نگہبان میرا رب ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا حال جب آج یہ ہے کہ ہم آٹا گوندھنا چاہتے ہیں مگر غم کے مارے اس کو اچھی طرح گوندھ بھی نہیں سکتے چہ جائے کہ روٹی پکا سکیں بھوکے ہی رہتے ہیں تو بھلا اُس دن مومنوں کا حال کیا ہوگا جب یہ فتنہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ آپؐ نے فرمایا اس دن ان کو وہ غذا کافی ہوگی جو آسمان کے فرشتوں کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس۔ (احمد)

تو اب کوئی اشکال نہ رہا۔ ظاہر ہے کہ دجال جب خدائی کا مدعی ہو تو اس کو خدائی کا سامان بھی دکھانا ضروری ہے اس لئے اس کے ساتھ جنت دوزخ کا ہونا بھی ضروری ہے اور مردہ کو زندہ کرنے کا دعویٰ بھی ضروری ہے مگر حدیث کہتی ہے کہ یہ سب کچھ بازیگر کے تماشے سے زیادہ نہ ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لا کر اس کو قتل کردیں گے تو اس کی خدائی کا یہ سارا ڈھونگ ایک بندہ کے ہاتھوں کھل ہی جائے گا۔

شیاطین اور ان کے تصرفات کی تفصیلات ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گزریں گی۔ مگر اتنی بات اجمالاً یہاں بھی سن لیجئے کہ امور خیر کی تائید فرشتے اور شر کی شیاطین کرتے رہتے ہیں پھر جو طاقت جتنی بڑی مرکزی ہوتی ہے اسی قدر اس اعانت میں بھی قوت اور ضعف کا فرق ہو جاتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی تائید میں سارا عالم ملکوت نظر آتا ہے اس کے بالمقابل دجال کی تائید میں سارا عالم شیاطین ہی ہونا چاہئے۔ جن کی نظر صرف ایک عالم مادی اور اس عالم کے بھی ایک مختصر اور محدود گوشہ میں محصور ہو کر رہ جائے۔ ان بیچاروں کے لئے ان حقائق کا سمجھنا بھی مشکل ہے!

(۱۶۲۲) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ أَحَدٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَإِنَّهُ قَالَ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهْرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ (متفق علیہ)

(۱۶۲۳) وَعَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقِيَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ يَعْنِي ابْنَ صَيَّادٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ مَاذَا تَرَى قَالَ أَرَى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ

(۱۶۲۲) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ دجّال کے متعلق جتنے سوالات میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں اتنے کسی اور شخص نے نہیں کئے، آپؐ نے فرمایا کہ دجّال بھلا تم کو کیا نقصان پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کی لوگ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی (یعنی قحط میں رزق کا پورا سامان ہوگا) آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ حقیر اور ذلیل تر ہے کہ اس کو یہ سازو سامان ملے (جو ہوگا اس کی حقیقت سب شعبدہ بازی اور نظر بندی سے زیادہ نہ ہوگی جیسے ساحرینِ فرعون کی رسیوں کی۔)۔

(۱۶۲۳) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ و عمرؓ کا اور ابن صیاد کا مدینہ کے کسی راستے میں کہیں آمنا سامنا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ میں یقینی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس پر وہ بدبخت بولا: اچھا کیا آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا یہ جملہ سن کر آپؐ نے فرمایا میں تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر اور سب رسولوں پر ایمان لا چکا۔ (اس کے بعد آپؐ نے اس سے پوچھا بھلا تجھے نظر کیا آتا ہے؟ وہ بولا مجھ کو پانی پر عرش (ایک تخت) نظر آتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ تو عرش ابلیس ہے جو تجھ کو سمندر پر نظر آتا ہے۔ اچھا تجھ کو اور کیا

(۱۶۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سب سے پہلے اس سے اپنی رسالت کے متعلق سوال کیا کہ مقبول یا مردود ہونے کا سب سے پہلا معیار یہی ہے مگر اس نے شروع ہی سے نامعقول بات شروع کی اور اپنے متعلق آپؐ سے یہی سوال کیا اس پر آپ کا جواب کتنا بلیغ تھا کہ آپ نے کسی بے اصل بات کو قابل تردید بھی نہیں سمجھا کیونکہ تردید بھی اسی بات کی کی جاتی ہے جس کا کوئی امکان بھی ہو لہذا آپؐ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان کا اظہار کر کے اس کو صحیح جواب بھی دیدیا اور خاص اس کے سوال کے جواب سے اعراض بھی کر لیا۔ اس کے بعد جب آپؐ نے مزید تحقیق فرمائی تو اس نے ایک عرش دیکھنا بتایا۔ آپ نے وضاحت فرما دی کہ وہ تو عرش شیطان ہے اس نے بھی اپنے اعوان و انصار کے لئے ایک عرش بچھا رکھا ہے

قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقَیْنِ وَکَاذِبًا اَوْکَاذِبَیْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُبِّسَ عَلَیْہِ فَدَعُوْہُ (رواہ مسلم)

(۱۶۲۴) وَعَنْہُ اَنَّ ابْنَ صَیَّادٍ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَۃِ الْجَنَّۃِ فَقَالَ دَرْمَکَۃٌ بَیْضَاءُ مِسْکٌ خَالِصٌ (رواہ مسلم)

(۱۶۲۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِیْتُہٗ وَقَدْ نَفَرَتْ عَیْنُہٗ فَقُلْتُ مَتٰی فَعَلَتْ عَیْنُکَ مَا اَرٰی قَالَ لَا اَدْرِیْ قُلْتُ لَا تَدْرِیْ وَھِیَ فِیْ رَاْسِکَ قَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ خَلَقَھَا فِیْ عَصَاکَ قَالَ فَنَخَرَ کَاَشَدِّ نَخِیْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ (رواہ مسلم)

(۱۶۲۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَۃِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یَنْطِفُ اَوْ یُھَرَاقُ رَاْسُہٗ مَاءً قُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا

نظر آتا ہے؟ وہ بولا میرے پاس دو سچے ایک جھوٹا، یا دو جھوٹے تو ایک سچا شخص نظر آتا ہے آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو اس کو خود ہی اپنی حقیقت کا پتہ نہیں (مسلم)۔

(۱۶۲۴) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جنت کی مٹی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ میدہ کی طرح سفید اور مشک خالص کی طرح خوشبودار ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۶۲۵) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن صیاد کو جب میں نے دیکھا تھا تو اس وقت اس کی آنکھ خراب ہو چکی تھی، میں نے پوچھا تیری یہ آنکھ کب خراب ہوئی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ میں نے کہا اچھا وہ تیرے سر میں ہے اور پھر بھی تجھ کو معلوم نہیں، اس نے کہا اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو تیری لکڑی میں اسے پیدا فرما دے۔ یہ کہہ کر اس نے ایک ایسی زور کی آواز نکالی جیسے گدھے کی زور کی چیخ ہوتی ہے۔

(۱۶۲۶) ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں سو رہا تھا اور خواب میں طواف کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص ہیں گندم گوں رنگ سیدھے سیدھے بال یوں معلوم ہوتا ہے

اس کے بعد جب آپؐ نے اس کے پاس خبریں لانے والے کے متعلق سوال کیا تو بات بالکل صاف ہو گئی کیونکہ نبی کو خبر دینے والے میں کاذب ہونے کا احتمال ہی نہیں ہوتا وہ صادق ہی صادق ہوتا ہے جس کو دو سچے اور ایک جھوٹی یا اس کے برعکس خبریں معلوم ہوں تو یہ اس کے کاہن ہونے کی دلیل ہے اس لئے اس کے بعد آپ نے اس سے اور کوئی سوال نہیں کیا اور بات صاف ہو گئی۔ اس حدیث میں ایک قابل غور بات یہ بھی نکلتی ہے کہ ابن صیاد میں دجالیت کی علامات میں تدریج بھی ہے جیسا کہ وقد نفرت عینہ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے اسی پر دوسری علامات کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۱۶۲۶) دوسری حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ عروۃ بن مسعودؓ کے بہت مشابہ ہیں اس حدیث کی تشبیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان ہر دو افراد سے مراد خاص خاص اشخاص ہیں نہ قوم انگریز یا وہ شخص مراد نہیں جو عیسیٰ ابن مریم کی صفات یا ہیئت کا حامل نہ ہو جیسا کہ یہاں بعض مدعین کا دعوٰی ہے۔

ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ جَسِيْمٌ اَحْمَرُ جَعْدُ الرَّأْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ كَاَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا اِبْنُ قَطَنٍ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ۔ (رواہ البخاری)

(۱۶۲۷) عَنْ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ لِيْ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ فَبَكَيْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا حَيٌّ كَفَيْتُكُمُوْهُ وَاِنْ يَّخْرُجِ الدَّجَّالُ بَعْدِيْ فَاِنَّ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بِاَعْوَرَ اِنَّهٗ يَخْرُجُ فِيْ يَهُوْدِيَّةِ اَصْفَهَانَ حَتّٰى يَاْتِيَ الْمَدِيْنَةَ فَيَنْزِلُ نَاحِيَتَهَا وَلَهَا يَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِّنْهَا مَلَكَانِ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ شِرَارُ اَهْلِهَا حَتّٰى يَاْتِيَ الشَّامَ مَدِيْنَةً بِفِلَسْطِيْنَ بِبَابِ لُدٍّ وَقَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ مَرَّةً حَتّٰى يَاْتِيَ فِلَسْطِيْنَ بِبَابِ لُدٍّ فَيَنْزِلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اِمَامًا عَدْلًا وَّحَكَمًا مُّقْسِطًا۔ (مسند احمد)

کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں، لوگوں نے بتایا کہ یہ ہیں حضرت عیسٰی بن مریم (علیہ السلام) پھر جو میری توجہ ذرا دوسری طرف گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا لمبا چوڑا آدمی سرخ رنگ سخت گھونگروالے بال، آنکھ سے کانا ایک آنکھ ایسی تھی جیسا ابھرا ہوا انگور لوگوں نے بتایا یہ ہے دجال اکبر اور سب سے زیادہ مشابہ شخص دیکھنا چاہو تو بس خزاعۃ قبیلہ کا یہ عبدالعزی بن قطن ہے وہ ٹھیک اسی صورت کا تھا۔

(۱۶۲۷) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے دیکھا تو میں رو رہی تھی، آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دجال کا ذکر اس طرح فرمایا کہ اس غم میں مجھ کو بیساختہ رونا آگیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ نکلا اور میں اس وقت موجود ہوا تو تمہاری طرف سے میں اس سے نمٹ لونگا اور اگر وہ میرے بعد نکلا تو پھر یہ بات یاد رکھنا کہ تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے (اور وہ کانا ہوگا) جب وہ نکلے گا تو اس کے ساتھی اصفہان کے یہود ہوں گے، یہاں تک کہ جب مدینہ آئے گا تو یہاں ایک طرف آکر اترے گا اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازہ پر دو دو فرشتے نگراں ہوں گے جو اس کو اندر آنے سے مانع ہوں گے مدینہ میں جو بد اعمال لوگ آباد ہیں وہ نکل کر خود اس کے پاس چلے جائیں گے اس کے بعد وہ فلسطین میں باب لد پر آئے گا عیسٰی علیہ السلام نزول فرما چکے ہوں گے اور یہاں وہ اس کو قتل کریں گے۔ پھر عیسٰی علیہ السلام چالیس سال تک ایک منصف امام کی حیثیت سے زمین پر زندہ رہیں گے۔ (مسند احمد)

(۱۶۲۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَیَمْکُثُ فِی النَّاسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً۔ (اخرجه الطبرانی وبزهد احمد عنه مثله وزاد لو یقول للبطحاء سیلی عسلا لسالت (مرقات الصعود ص ۱۹۵)

(۱۶۲۹) عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَیْفَةَ اَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ اِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ اِذَا خَرَجَ مَاءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ اَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَی النَّاسُ اَنَّهٗ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ اَدْرَکَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرٰی اَنَّهَا نَارٌ

(۱۶۲۸) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور لوگوں میں چالیس سال تک رہیں گے (طبرانی)

(۱۶۲۹) ربعی بن حراشؒ سے روایت ہے کہ عقبہ بن عمروؓ نے حذیفہؓ سے کہا کہ آپ نے دجال کے متعلق جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ ہم کو بھی سنا دیجئے۔ انہوں نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ دجال جب ظاہر ہوگا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ دونوں ہوں گے مگر لوگوں کو جو آگ نظر آئے گی وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جھلسا دینے والی آگ ہوگی لہذا تم میں

(۱۶۲۹) دجال کا فتنہ جتنا عظیم الشان ہے قدرت کی طرف سے اس کی شناسائی کے نشان اتنے ہی زیادہ ہیں الفاظ مسلم پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجئے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ عالم تقدیر بینا کو نابینا بنا سکتا ہے جب اپنے قلب کی آنکھیں خود نابینا ہوں تو ک ف ر کے الفاظ کیا نظر آئیں۔ لفظ بین عینیہ تقدیری کتابت کے لئے شاید کچھ مخصوص ہے اسی لئے یہی عمر وغیرہ کے لئے محل کتابت ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی ازلی سعادت اسی مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کو شاید اسی لئے نظر آگئی ہو۔ پہلے یہ سب تفصیلات گذر چکی ہیں، عرف عام میں ہائے کہہ کر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارنا شاید اسی لئے رواج پاگیا ہوگا۔ صحیح مسلم کی یہ صحیح حدیث ہمارے اس بیان کے لئے شاہد ہے مگر یاد رہے کہ اس میں گو پڑھے لکھے ہونے کی شرط نہیں مگر مومن ہونے کی قید موجود ہے عجب نہیں کہ یہی مومن کے ایمان کے تحفظ اور کافر کی محرومی کا سبب ہو اور یہی ایک اور عظیم فتنہ کا باعث بن جائے۔ یہ جملہ امور اگرچہ احادیث میں گو صراحۃً مذکور نہ ہوں مگر اس کی طرف صراحۃً اشارہ کے قریب ہے۔ انہی سطور میں دجال کی حقیقت کے ساتھ ابن صیاد کی احادیث کے ذکر نہ کرنے کی طرف حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا لطیف بیان گذر چکا ہے اگر آپ فتن کی حقیقت سمجھتے ہیں اور ان کی احادیث کی طرف نظر رکھتے ہیں تو ایک ثابت شدہ حقیقت کے انکار سے دوسری ایک حقیقت کے انکار کی راہ نہ لیں گے یعنی فتنہ دجال کے خروج کے جتنے اسباب صراحت کے ساتھ ذکر میں آچکے ہیں وہ ایک ابن صیاد کی حقیقت کے مبہم رہنے کی وجہ سے مفت میں اُن کا انکار نہ فرمائیں گے۔ اگر احادیث میں کہیں ابن صیاد کے دجال ہونے میں آپ کو شبہ گزرتا ہے تو آپ کی نظروں میں نفس دجال کی غیر مشتبہ حقیقت کو مشتبہ نہ ہو جانا چاہیے۔ اس جگہ

فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ۔ (رواہ البخاری ۲۹) وَزَادَ مُسْلِمٌ وَإِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيظَةٌ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ أَوْ غَيْرُ كَاتِبٍ وَفِي رِوَايَةٍ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك. ف. ر. وَفِي رِوَايَةٍ الْكَافُ وَالْفَاءُ وَالرَّاءُ

جس کو بھی یہ زمانہ ملے اس کو چاہیے کہ جو آگ معلوم ہو رہی ہو اُسی میں داخل ہو جائے کیونکہ درحقیقت وہ آبِ خنک ہوگا۔ یہاں مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ دجال کی ایک آنکھ میں موٹا سا ناخونہ ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر کے حروف علیحدہ علیحدہ لکھے ہوئے ہوں گے جس کو ہر مومن پڑھ لے گا چاہے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ک۔ ف۔ ر۔ اور ایک روایت میں۔ کاف۔ الف۔ را۔ ہوگا

کم از کم ایک منصف کے لئے حقیقت یہ ہے کہ دجال اگر قوم کا لقب ہو تو ابن صیاد کے متعلق حدیثیں اس کی تردید کے لئے کافی ہیں کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ ابن صیاد کسی قوم کا لقب تھا اور نہ اس کے وجودِ شخصی کے دیکھ لینے کے بعد اور اس کے والدین کے نام و نسب کی تحقیق کے بعد اس کی گنجائش نکل سکتی ہے پھر ابن صیاد کو دجال کہنے سے احادیثِ صحیحہ کے انکار کے سوا اور فائدہ کیا جبکہ احادیثِ صحیحہ میں یہ بیان موجود ہے کہ اس کا قاتل عمرؓ جیسا شخص بھی نہیں ہو سکتا بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مقرر ہیں اور وہ بھی اس ثبوت کے لئے آپنے نیزہ پر اس کا خون دکھا دکھا کر یہ یقین دلائیں گے کہ میں جو عالمِ تقدیر میں اس کا قاتل مقرر ہو چکا ہوں وہ کوئی معنوی قتل نہیں ہے جو صرف کتابوں کے لکھ دینے سے پورا ہو جاتا بلکہ ایک حسی قتل ہے۔

دجالی فتنہ

یہ واضح رہنا چاہئے کہ وہ "دجالی فتنہ" جس کا حدیثوں میں تذکرہ آتا ہے اور جس سے تحفظ کا علاج سورۂ کہف کی تلاوت کرنا قرار دیا گیا ہے وہ اسی کے دور میں ظہور پذیر ہوگا۔ جبکہ ایک طرف وہ خدائی کا دعویٰ اور اس سے پہلے رسالت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے ساتھ ایسے خارقِ عادات افعال بھی دکھلائے گا جو بظاہر اس کے دعوے کے مؤید نظر آئیں گے اور اس وجہ سے بہت سے لوگوں کے ایمان متزلزل ہو جائیں گے ہمارے زمانے میں مادی ترقیات خواہ کتنی بھی ہو جائیں وہ سب مادی قوانین کے تحت ہیں ان کو دجالی فتنہ سمجھنا بالکل بے محل بلکہ خلاف واقع بات ہے' اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ زمانے میں جو جدید ایجادات سامنے آرہی ہیں وہ عجیب سے عجیب تر ہیں لیکن موجودہ دنیا کی ترقی یافتہ قومیں سب ہی اس میں شریک ہیں اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے مسابقت میں خوب سرگرم ہیں اور ابھی یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس میدان کا ہیرو کون ہے اس لئے بھی ان میں سے کسی کو دجالی فتنہ قرار دینا قبل از وقت ہے بلکہ ان کو اس کے مقدمات میں شمار کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس کا مقدمہ دینی جہل، ضعفِ ایمانی اور طغیانی طاقتوں کا ہمہ گیر اقتدار ہے۔

حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ دجال خود یہودی النسل ہوگا اور اس کے تمام متبعین بھی سب یہودی ہوں گے اور من حیث القوم وہی اس پر ایمان لائیں گے اس لئے دجالی فتنہ کا مرکز درحقیقت یہود ہیں اور اس لئے ہمارے زمانے میں یہودی مملکت کا قیام اور ان کی متفرق طاقتوں کا ایک مرکز پر جمع ہونا اور اسی جگہ جمع ہونا جہاں عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور مقدر ہے اگر اس کو دجالی فتنہ کا مقدمہ کہا جائے تو بجا ہوگا اب رہے نصاریٰ تو وہ ابھی تک عیسائیت کے کم از کم دعویدار ضرور ہے، اور گو حیوانیت کے آخر نقطہ پر پہنچ چکے ہیں مگر ان کا زبانی دعویٰ اب بھی صلیب پرستی ہی کا ہے۔ ادھر روس گو مدعی الوہیت تو نہیں لیکن اس سے بڑھ کر خدائے برحق کا علی الاعلان منکر بھی کوئی نہیں۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے بعد عیسائی تو ان پر ایمان لے آئیں گے جیسا کہ وان من اھل الکتاب (سورۂ نساء) کی تفسیر میں آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہودی ایک ایک کر کے قتل ہو جائے گا حتی کہ اگر وہ کسی درخت کی آڑ میں چھپ کر پناہ لینا چاہے گا تو وہ درخت بول اٹھے گا: "دیکھو میرے پیچھے یہ یہودی ہے اس کو بھی قتل کرو۔" اس سوانح حیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنہ کا

تمام تر تعلق یہود کے ساتھ ہوگا۔ ہمارے زمانے کی مادی ترقیات کے ساتھ اس کا تعلق کچھ نہیں ہے اور نہ ان اقوام میں سے خاص طور پر کسی ایک قوم کے ساتھ ہے جن کے ذریعہ یہ ترقیات سامنے آرہی ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر سورۂ کہف کے اور اس فتنہ سے تحفظ کے درمیان ربط کیا ہے کہ اسی کی تلاوت کو اس سے تحفظ کا سبب قرار دیا گیا ہے تو اولاً اصولاً یہ سمجھ لیجئے کہ خوارق جس طرح خود سببیت اور مسببیت کے علاقہ سے باہر نظر آتے ہیں اسی طرح جو افعال ان کے مقابل ہیں وہ بھی سببیت کے علاقہ سے بالاتر ہوتے ہیں مثلاً "نظر کا لگنا" سب جانتے ہیں کہ یہ صحیح حقیقت ہے اور گو علما نے اس کی معقولیت کا باب بھی لکھے ہیں مگر بظاہر اس کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا اسی لئے بہت سے اشخاص تو اب تک اس کے قائل ہی نہیں اور اس کو صرف ایک وہم پرستی اور تخیل سمجھتے ہیں لیکن اس کے دفعیہ کے لئے جو صورتیں مجرب ہیں وہ بھی اکثر اسی طرح غیر قیاسی ہیں۔ اسی طرح سمی جانوروں کے کاٹے کے جو منتر اور افسوں ہیں وہ اکثر یا تو بے معنی ہیں اور جن کے معنی کچھ مفہوم ہیں بھی ان میں سمیت دفع کرنے کا کوئی سبب ظاہر نہیں ہوتا۔ حدیثوں میں بہت سی سورتوں کے خواص مذکور ہیں مثلاً سورۂ فاتحہ کہ وہ بہت سے نا علاج امراض کے لئے شفا ہے اب یہاں ہر جگہ اس مرض اور اس سورت کے مضامین میں مناسبت پیدا کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملانا بیکار کی سعی ہے۔ پھر اس قسم کی ذہنی مناسبات انسانی دماغ ہر جگہ نکال سکتا ہے اس لئے ہمارے نزدیک اس کاوش میں پڑنا مفت کی دردسری ہے۔ لیکن باایں ہمہ اگر سورۂ کہف اور دجالی فتنہ کے درمیان کوئی تناسب معلوم کرنا ہی ناگزیر ہو تو پھر بالکل صاف اور سیدھی بات یہ ہے کہ اصحاب کہف بھی کفر و ارتداد کے ایک زبردست فتنہ میں مبتلا ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ان کے دل مضبوط رکھے اور اسلام پر ان کو ثابت قدم رکھا جیسا کہ اس سورت کے شروع ہی میں ارشاد ہے: وربطنا علیٰ قلوبھم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السمٰوات والارض لن ندعو من دونہ الٰھا لقد قلنا اذا شططاً۔

پس جس طرح صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ محفوظ رہے تھے اسی طرح جب دجال کا سب سے زبردست ارتدادِ کفر کا فتنہ نمودار ہوگا تو اس وقت بھی صرف امدادِ الٰہی ہی سے لوگوں کے ایمان مضبوط رہیں گے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ اس سورۃ کا نزول کفار کی فرمائش پر ہوا تھا، اس لئے یہ قصے ان کے جواب میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اور اس مناسبت کا یعنی فتنۂ دجال اور سورۂ کہف سے اس سے تحفظ کا کہیں ذکر نہیں آتا صرف ایک قیاس آرائی اور قافیہ بندی ہی کہا جا سکتا ہے اور جس کو حدیث قرآن سے کوئی مناسبت نہ ہو وہ ان بے تکی باتوں میں پڑ سکتا ہے۔ دجال سے قبل یہی

چند نشانیاں نہیں بلکہ بہت سی علامات مذکور ہیں جن کے اور دجال کے درمیان جوڑ لگانا ایک بڑی دردسری ہے یہاں قرآن کریم نے اپنی صفات میں سے جہاں اپنا "قیم" ہونا ذکر فرمایا ہے اور عیسائیت کی تردید فرمائی ہے وہ قرآن کے عام مضامین میں سے ایک اہم مضمون ہے جو متعدد اسالیب سے متعدد سُوَر میں مذکور ہے لیکن ان سُوَر کی تلاوت کو کہیں یاد نہیں آتا کہ دجالی فتنے کے تحفظ کے لئے شمار کیا گیا ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہو نہ ہو اس سورۂ خاصہ میں کوئی سبب دوسرا ہو گا۔ ابھی آپ سن چکے ہیں کہ اس سورت کے اول میں چند اشخاص کے تحفظِ ایمان کی ایسی عجیب صورت مذکور ہے جس کو قرآن نے اپنے الفاظ میں یوں ادا فرمایا ہے: وتحسبہم ایقاظا وھم رقود۔

گو کہ یہ واقعہ قدرتِ الٰہیہ کے سامنے کچھ تعجب خیز نہ ہو لیکن ایک ضعیف البنیان انسان کیلئے ایک ایسا واقعہ ہے کہ اگر وہ اس کی نظروں میں تعجب خیز نظر آئے تو کچھ تعجب نہیں۔ اس واقعہ کو ذکر فرما کر قرآن کریم نے جو نتیجہ خود اخذ کیا ہے وہ اثباتِ قیامت ہے چنانچہ اس قصے کو پورا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا، وکذٰلک اعثرنا علیھم لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا، اور دجال کی طرف کہیں اشارہ تک بھی نہیں آتا۔ ہاں حدیث میں بیشک اس سورت کے اوائل کے ساتھ اس کے اواخر کا تذکرہ ملتا ہے۔ اب اگر اوائل میں کھینچا تانی کر کے عیسائیت کو دجال کا فتنہ قرار دے ڈالا جائے تو پھر اس کے اواخر کے متعلق کیا کہا جائے گا جن میں عیسائیت کی تردید پر کوئی زور نہیں دیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجالی فتنے سے اور عیسائیت کی تردید سے یہاں کوئی تعلق نہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس فتنے میں روس عیسائیوں سے دو قدم آگے نظر آتا ہے تو پھر یہ بے جوڑ بات کہنے کی ضرورت کیا اور عیسائیوں کے تقدم کو اس کی انتہائی شناعت کے باوجود دجالی فتنہ قرار دے ڈالنے سے غرض کیا۔ اصل یہ ہے کہ بہت سی قومیں جب دجال کا ظہور نہ پا سکیں تو انھوں نے دجال کی احادیث کی پیش گوئیاں پورا کرنے کے لئے خواہ مخواہ کی یہ زحمت اٹھائی۔ یہ زحمت اُس زحمت سے کم نہیں جنھوں نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول اپنے زمانے میں نہ دیکھ کر خود عیسیٰ ابن مریم بننے کی سعیِ ناتمام کی، اگرچہ اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین شہر اور نام اور کام اور محلِ دفن وغیرہ کا اختلاف ہی کیوں نہ ہو مگر اس پر بھی آخر کار انھوں نے ایک عیسیٰ ابن مریم تجویز ہی کر لیا اور لاکھوں انسانوں نے ان کی اس بدیہی غلطی میں تقلید ہی کر ڈالی۔ اسی طرح یہاں عیسائیوں کا جرم تو مسلم ہے مگر انہی کو دجالی فتنہ قرار دے ڈالنا پھر سورۂ کہف کی تلاوت کو اس سے تحفظ کا سبب سمجھ لینا یہ علمی غلطی ہے جس کا نہ احادیث سے کوئی پتہ لگتا ہے اور نہ تاریخ کو

کوئی ثبوت۔ ہاں اگر صرف قیاس آرائی کافی ہو تو بات دوسری ہے، ورنہ عیسائیوں کو تو اُن پر ایمان لانا ہے۔ ہاں یہودیوں کو ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جانا ہے اور اس طرح ان دونوں قوموں کا حشر آنکھوں کو نظر آتا ہے۔ پھر دجالی فتنے کو ان پر منطبق کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔ کچھ گنجائش ہے اور دجالی فتنے کو کسی فریق پر منطبق کرنا ہی ہے تو یہود کے حق میں اس کا کوئی امکان پیدا ہو سکتا ہے اور بس۔

والحمد للہ اولاً و آخراً

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ الذین فی اولہم نبیہم وآخرہم الامام المہدی علیہ السلام (واما الدجال الاکبر فہو من الیہود لیس منا ولسنا منہ لعنہ اللہ لعناً کبیراً)

چہارشنبہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۶۵ء

المدینۃ المنورہ

تمت

(ناز آفسیٹ ورکس دہلی)

الرسول الاعظم وشق صدره صلى الله عليه وسلم في الطفولة

۱۹۳۰۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاہُ جِبْرِیْلُ وَھُوَ یَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَہٗ فَصَرَعَہٗ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِہٖ فَاسْتَخْرَجَ مِنْہُ عَلَقَۃً فَقَالَ ھٰذَا حَظُّ الشَّیْطَانِ مِنْکَ ثُمَّ غَسَلَہٗ فِیْ طَسْتٍ مِنْ ذَھَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَاَمَہٗ وَاَعَادَہٗ فِیْ مَکَانِہٖ وَجَاءَ الْغِلْمَانُ یَسْعَوْنَ اِلٰی اُمِّہٖ یَعْنِیْ ظِئْرَہٗ فَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْہُ وَھُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ اَنَسٌ فَکُنْتُ اَرٰی اَثَرَ الْمِخْیَطِ فِیْ صَدْرِہٖ (رواہ مسلم)

بچپن میں آنحضرت صلعم کے سینۂ مبارک کا شق ہونا

۱۹۳۰۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے، اس حال میں کہ آپ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انھوں نے آپؐ کو پکڑا، اور آپ کو لٹادیا، پھر آپؐ کے قلب مبارک کو چیرا، اور اس سے ایک بستہ خون نکالا، اور کہا کہ یہ حصہ آپ میں شیطان کا تھا، پھر اس کو سونے کے ایک طشت میں رکھ کر آب زم زم سے دھویا، پھر اس کو سی دیا اور اُسے اپنی جگہ پر رکھ دیا، لڑکے دوڑتے ہوئے آپؐ کی رضاعی ماں کے پاس پہونچے یعنی جو آپ کو دودھ پلاتی تھیں اور ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو قتل کرڈالے گئے، لوگ آپؐ کو دیکھنے کے لئے آئے، اور اس وقت آپ کا رنگ فق تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں سلائی کے نشان آپؐ کے سینۂ مبارک میں دیکھا کرتا تھا۔ (مسلم شریف)

۱۹۳۰۔ یہ بات تو مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش عام انسانوں ہی کی طرح ماں باپ سے ہوئی، اور یہ مسلم ہے کہ انسانی سلسلہ کے جو عادات وخواہشات اور داعیات ہوتے ہیں وہ ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتے رہتے ہیں پھر قدرت کا یہ دستور ہے کہ جو طریقۂ کار اور اس کے اثرات اس نے طے کردیئے ہیں، وہ عموماً کم وبیش طبعی طور پر سب میں پائے جاتے ہیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ چیزیں ایسی ضرور ہونگی، جو انسانی رشتہ سے آپؐ میں منتقل ہو کر آئی ہونگی۔ بچپن میں شق صدر کے ذریعہ رب العزت نے اسی طرح کے جذبات وداعیات کو جو عموماً انسانوں میں ہوتے ہیں، نکال دینا چاہا، اور سینہ انور کو دھل دُھلا کر نکھار دینا، تاکہ آپ سراپا انوار وبرکات ہوں۔

سقوط النبی صلی اللہ علیہ وسلم مغشیًا فی عہد الطفل بالتعری

۱۶۳۱ - حدثنا عمرو بن دینار قال سمعت جابر بن عبد اللہ یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینقل معھم الحجارۃ للکعبۃ وعلیہ ازارہ فقال لہ العباس عمہ یا ابن اخی لو حللت ازارک فجعلتہ علی منکبیک دون الحجارۃ قال فحلہ فجعلہ منکبیہ فسقط مغشیًا علیہ فما رُئی بعد ذلک عریانًا - (رواہ البخاری فی باب کراھیۃ التعری وفی باب بنیان الکعبہ)

الرسول الاعظم وابتلاع الارض فضلاتہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۳۲ - عن عائشۃ رض قالت قلت یا رسول اللہ انی اراک تدخل الخلاء ثم یجئ الذی بعدک فلا یری لما یخرج منک اثرًا فقال یا عائشۃ اما علمت ان اللہ امر الارض ان تبتلع ما خرج من الانبیاء - (رواہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ)

بچپن میں عُریانی کی وجہ سے آپ کا بیہوش ہوجانا

۱۶۳۱ - عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رض کو بیان کرتے ہوئے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعمیر کعبہ کے لئے اور لوگوں کے ساتھ پتھر اٹھا رہے تھے، اور آپ نے اپنا تہبند باندھ رکھا تھا، آپ سے آپ کے چچا حضرت عباس رض نے کہا اے عزیز بھتیجے! اگر تم اپنا تہبند کھول کر اپنے کندھوں پر پتھر کے نیچے رکھ لیتے، تو سہولت رہتی، چنانچہ آپ نے تہبند کھول کر اپنے کندھوں پر ڈال لیا، لیکن اسی وقت بیہوش ہو کر گر پڑے، پھر اس کے بعد کبھی آپ کو ننگا نہ دیکھا گیا۔ (بخاری)

زمین کا فضلۂ نبوی کو نگل جانا

۱۶۳۲ - حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بیت الخلا میں جاتے ہیں، پھر آپ کے بعد جو شخص جاتا ہے وہ آپ کے فضلہ کا کوئی نشان نہیں پاتا ہے، آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تو نہیں جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کرام سے جو فضلہ نکلے اسے وہ نگل جائے۔ (خصائص کبریٰ)

۱۶۳۱ - بچپن کی سادگی اور بھولا پن کا طبعی تقاضا تھا کہ چچا کا حکم فوراً بجا لاتے، تاکہ انسانی طبیعت کا مظاہرہ ہو جائے، مگر دستِ قدرت آگے چل چونکہ آپ کو نبوت کی دولت سے نوازنا چاہتی تھی، اس لئے اتنے بھی برداشت نہیں کیا گیا، کہ عام بچوں کی طرح آپ ننگے پھریں، چنانچہ فوراً بے ہوشی طاری کردی گئی، اور گویا اس نے متنبہ کیا، کہ تمہاری شان یہ نہیں ہونی چاہئے، گویا اللہ تعالیٰ بچپن سے آپ کی تربیت فرما رہا تھا۔ ۱۲

الرَّسُوْلُ الاعظم وَرُؤيتُه مِن وراء ظهره

۱۶۳۳۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ۔ (رواہ البخاری)

الرَّسُوْلُ الاعظم فتح اسماع الصحابة في منازلهم

۱۶۳۴۔ عَنْ عبدِ الرحمٰنِ بنِ مُعَاذٍ التَّيْمِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت کی جانب سے دیکھنا

۱۶۳۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جماعت کھڑی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی اپنی صفوں کو سیدھی کرلو اور مل مل کر کھڑے ہو، اس لئے کہ میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا تمام خیموں میں سنا جانا

۱۶۳۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میدان منیٰ میں

۱۶۳۳۔ سامنے سے تو ہر آنکھ والا انسان دیکھتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں اور بہت ساری خصوصیات تھیں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ آگے کی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتے تھے، آگ میں جلانے کی تاثیر ہے، مگر یہی آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بجائے جلانے کے باعث راحت بن گئی، پھر اس میں کیا حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوت بینائی آپ کی پشت کی طرف بھی رکھ دی ہو، خرق عادات کے طور پر جہاں اور باتیں حاصل تھیں، یہ چیز بھی آپ کو حاصل تھی۔

صاف باطن جو لوگ ہوتے ہیں، ان کے متعلق آپ نے بھی سنا ہوگا کہ ذرا گردن جھکائی اور دور دراز کی بات بتادی کہ یہ ہو رہا ہے، اور نبی بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف باطنی کس درجہ کی تھی دنیا پر ظاہر ہے، لہٰذا پشت کی طرف کے احوال کا آپ پر منکشف ہونا کوئی تعجب خیز نہیں۔

۱۶۳۴۔ آواز پہونچنے کا بڑی حد تک دار و مدار ظاہری اسباب میں دور و نزدیک، ہوا کی موافقت و مخالفت، اور خود آواز کی پستی و بلندی پر ہے، باقی انبیاء کرام اور رسل عظام کی جہاں اور خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کی آواز میں سب سے زیادہ تاثیر اور قوت ہوتی ہے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پھیلاؤ بھی ممتاز ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضہ کا انداز بیان بتا رہا ہے کہ یہ بات خرق عادت کے طور پر تھی جو جہاں تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ اس طرح سن رہا تھا گویا یہیں کھڑے آپ خطبہ دے رہے ہیں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

فَفُتِحَتْ أَسْمَاعُنَا وَفِي لَفْظٍ نَفَحَ اللّٰهُ أَسْمَاعَنَا حَتّٰى أَنْ كُنَّا لَنَسْمَعُ مَا يَقُولُ وَنَحْنُ فِي مَنَازِلِنَا۔

(رواه ابن سعد كما في الخصائص)

الرَّسُوْلُ الْأَعْظَمُ وَسَلَامُ الْجَبَلِ وَالشَّجَرِ عَلَيْهِ صلى الله عليه وسلم

۱۶۳۵۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔ رواه الترمذی ص۲۰۳ ج۲

الرَّسُوْلُ الْأَعْظَمُ وَسَلَامُ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ بِعْثَتِهِ صلى الله عليه وسلم

۱۶۳۶۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ۔ (رواه مسلم)

ہمیں خطبہ دیا۔ اس کے سننے کے لئے ہمارے کان کھول دیے گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کانوں کو اس کے سننے کے لئے اس طرح کھولدیا کہ اپنی اپنی منزلوں میں تھے اور وہیں سن رہے تھے۔ (خصائص)

پہاڑ اور درخت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا

۱۶۳۵۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، چنانچہ ہم جب کبھی مکہ کے اطراف میں نکلے تو جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے پڑتا، وہ یقیناً آپ کو سلام کرتا اور کہتا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (گویا یہ آواز پتھر اور درخت سے آپ کے لئے آتی تھی) (ترمذی)

بعثت سے پہلے پتھر کا آنحضرت کو سلام کرنا

۱۶۳۶۔ حضرت جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ بیشک اب بھی میں اس کو پہچانتا ہوں۔

(مسلم شریف)

(بقیہ صفحہ) تاریخ بتاتی ہے کہ امت کے ممتاز افراد بھی کبھی کبھی اس نعمت سے نوازے گئے ہیں، اب نئی ایجادات نے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے اور کسی کے لئے اچنبھے کی بات نہیں۔ گو دونوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے کہ ایک آلات و مشین کی محتاج ہے اور دوسری آواز کسی آلہ کی قطعاً محتاج نہیں اور ظاہری آلات کو وہاں کوئی دخل ہے۔

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَقِصَّةُ اِسْرَاءِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۳۷۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ اُسْرِيَ بِهٖ بَيْنَمَا اَنَا فِي الْحَطِيْمِ وَرُبَّمَا قَالَ فِي الْحِجْرِ مُضْطَجِعًا اِذْ اَتَانِيْ اٰتٍ فَشَقَّ مَابَيْنَ هٰذِهٖ اِلٰى هٰذِهٖ يَعْنِيْ مِنْ ثُغْرَةِ نَحْرِهٖ اِلٰى شِعْرَتِهٖ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوٍّ اِيْمَانًا فَغَسَلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ ثُمَّ اُعِيْدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَحِكْمَةً ثُمَّ اُتِيْتُ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْيَضَ يُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ يَضَعُ خَطْوَهٗ عِنْدَ اَقْصٰى طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرَئِيْلُ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَآءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا فِيْهَا اٰدَمُ قَالَ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَآءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ

آپ کے واقعۂ معراج کی تفصیل

۱۶۳۷۔ حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کرام سے اس رات کا واقعہ جس رات آپ کو معراج ہوئی اس طرح بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور لبسا اوقات آپ نے حجر کا نام لیا کہ دفعۃً ایک آنے والا میرے پاس آیا، اور اس نے یہاں سے یہاں تک میرا پیٹ چاک کیا، یعنی سینہ سے لے کر ناف تک، اور میرا دل نکالا، پھر ایک طشت لایا گیا، جو ایمان وحکمت سے بھرا ہوا تھا، اس فرشتہ نے میرا دل دھویا، پھر اسے دوبارہ بھر دیا گیا، اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ ماءِ زمزم سے دھو کر ایمان وحکمت سے بھرا گیا، پھر ایک چوپایہ لایا گیا، جو خچر سے چھوٹا اور گدھا سے بڑا سفید رنگ کا تھا جس کو "براق" کہا جاتا ہے۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی، یعنی بہت تیز رفتار تھا، اس جانور پر مجھے سوار کیا گیا۔ میرے ساتھ حضرت جبرئیلؑ چلے، یہاں تک کہ اس دنیا کے آسمان تک پہنچے، تو انھوں نے دروازہ کھلوایا، ان سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے، جبرئیلؑ نے کہا میں ہوں، کہا گیا تمہارے ساتھ کون ہے، انھوں نے کہا محمدؐ ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ ان کو معراج ہوئی ہے کہا ہاں! اس پر آپ کو خوش آمدید کہا گیا، اور کہا کہ کیا ہی بہتر آپ کی تشریف آوری ہے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا جب میں دروازہ سے اندر گیا تو دفعۃً وہاں آدم علیہ السلام نظر آئے۔ حضرت

هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يَحْيٰى وَعِيْسٰى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هٰذَا يَحْيٰى وَهٰذَا عِيْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ اِذَا يُوْسُفُ قَالَ هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِدْرِيْسُ فَقَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرَئِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ

جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے پدر بزرگوار آدم علیہ السلام ہیں انھیں سلام کیجئے، چنانچہ میں نے سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا صالح فرزند اور نیک نبی خوش آمدید، مبارک ہو، پھر مجھکو لے کر جبرئیلؑ اوپر چڑھے اور دوسرے آسمان پر آئے، انھوں نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا میں جبرئیلؑ، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا، کیا ان کو معراج ہوئی ہے انھوں نے کہا، ہاں، اس کے بعد فرشتوں نے خوش آمدید کہا اور تشریف آوری پر مبارکباد پیش کی، پھر دروازہ کھول دیا، چنانچہ جب میں اندر داخل ہوا تو دفعۃً دیکھا کہ حضرت یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام تشریف فرما ہیں، یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا یہ یحییٰ علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، آپ ان دونوں کو سلام کیجئے، میں نے ان کو سلام کیا، دونوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد انھوں نے میرا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: مرحبا مرحبا آیئے برادر صالح، آیئے نبی صالح، پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لے کر تیسرے آسمان کی طرف بڑھے۔ دروازہ کھلوایا، وہاں بھی پوچھا گیا آپ کون ہیں؟ کہا گیا جبرئیلؑ، سوال ہوا، آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا ان کو معراج ہوئی؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا جی ہاں! مرحبا مرحبا کی صدا آئی، اور خوش آمدید کہا گیا، اور دروازہ کھول دیا۔ آگے بڑھا تو دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما ہیں، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں، ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا پھر انھوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح کے الفاظ سے خوش آمدید کہا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر چوتھے آسمان کے پاس پہونچے پوچھا گیا، کون ہیں، حضرت جبرئیلؑ نے کہا میں جبرئیل ہوں، کہا گیا

قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا هَارُوْنُ قَالَ هٰذَا هَارُوْنُ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ثُمَّ صَعِدَ
بِيْ حَتّٰى اَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ
قِيْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا مُوْسٰى
قَالَ هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ
الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ اَبْكِيْ لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ ثُمَّ صَعِدَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ
فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ
بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِيْئُ جَاءَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ اَبُوْكَ
فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

کہ آپ کے ساتھ کون بزرگ ہیں۔ انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پوچھا گیا، کیا ان کو معراج ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں! مرحبا مرحبا اور خوش آمدید کے الفاظ کے ساتھ استقبال ہوا۔ اور دروازہ کھول دیا، میں اندر بڑھا تو حضرت ادریس علیہ السلام کو موجود پایا، انھوں نے بتایا کہ یہ حضرت ادریسؑ ہیں ان کو سلام کیجئے حضرت جبرئیلؑ کے اس تعارف کے بعد میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا، پھر حضرت ادریسؑ نے مرحبا مرحبا اخ صالح نبی صالح کہہ کر استقبال فرمایا پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لے کر آگے بڑھے، پانچویں آسمان پر پہنچے وہاں سوال ہوا کون؟ کہا، جبرئیلؑ ہوں، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے جواب دیا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا ان کو معراج ہوئی ہے، انھوں نے کہا جی ہاں، انھوں نے کہا خوش آمدید، بہت خوب تشریف آوری ہوئی، یہ کہہ کر دروازہ کھولا، میں اندر پہنچا تو حضرت ہارون نظر آئے۔ جبرئیلؑ نے بتایا۔ یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا، پھر انھوں نے مبارک بادپیش کی۔ پھر یہاں سے مجھے لے کر حضرت جبرئیل چھٹے آسمان پر پہونچے، دروازہ کھولنے کی درخواست کی، پوچھا گیا آپ کون ہیں؟، انھوں نے کہا جبرئیلؑ امین، سوال ہوا آپ کے ساتھ کون ہیں، انھوں نے جواب دیا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، پوچھا کیا ان کو معراج کی دولت نصیب ہوئی ہے، انھوں نے کہا جی ہاں مرحبا اور خوش آمدید کہا اور دروازہ کھول دیا، میں اندر داخل ہوا تو دیکھا حضرت موسٰی علیہ السلام تشریف فرما ہیں، حضرت جبریلؑ نے بتایا یہ حضرت موسٰیؑ ہیں۔ سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا انھوں نے بھی مجھے مبارک باد پیش کی۔ میں جب آگے بڑھا تو حضرت موسٰی علیہ السلام رونے لگے، پوچھا گیا

ثُمَّ رُفِعْتُ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى فَإِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيلَةِ قَالَ هَذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ قُلْتُ مَا هَذَانِ يَا جِبْرِيلُ قَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ إِلَيَّ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ وَإِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ هِيَ الْفِطْرَةُ أَنْتَ عَلَيْهَا وَأُمَّتُكَ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوٰةُ خَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوسَى فَقَالَ بِمَا أُمِرْتَ قُلْتُ أُمِرْتُ بِخَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ خَمْسِينَ صَلَوٰةً كُلَّ يَوْمٍ وَإِنِّي وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ التَّخْفِيفَ لِأُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّي عَشْرًا فَرَجَعْتُ

کیوں رو رہے ہیں، آپ نے فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں، ان کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ پھر حضرت جبرئیلؑ مجھے لیکر اوپر چڑھے اور ساتویں آسمان پر پہونچے اور دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا آپ کون؟ انھوں نے کہا جبرئیلؑ امین پوچھا آپ کے ساتھ کون؟ انھوں نے جواب میں کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا اُن کو معراج ہوئی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں! مرحبا، خوش آمدید جب میں آگے بڑھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ انھوں نے بتایا یہ حضرت ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، انھوں نے جواب دیا، انھوں نے کہا مرحبا اے ابن صالح خوش آمدید اے نبی صالح، پھر میری طرف سدرۃ المنتہیٰ لایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر، حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، وہاں مجھے چار نہریں نظر آئیں، دو اندر کی جانب، اور دو باہر کی جانب، میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ دونوں نہریں کیسی ہیں، انھوں نے کہا کہ جو نہریں اندر جاری ہیں، یہ جنت کی نہریں ہیں، اور جو باہر کی جانب ہیں، یہ نیل و فرات ہیں پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا اسکے بعد میرے پاس تین برتن لائے گئے، ایک میں شراب تھی، دوسرے میں دودھ، اور تیسرے میں شہد، میں نے دودھ والا برتن اٹھا لیا، جبرئیلؑ نے کہا کہ یہی فطرت ہے، اور آپ اسی پر ہونگے اور آپ کی امت بھی، پھر مجھ پر ہر دن پچاس نماز فرض کی گئیں، لوٹتے ہوئے، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا حکم کیا گیا، میں نے بتایا کہ ہر دن پچاس وقتوں کی نماز کا حکم ملا ہے، انھوں نے فرمایا کہ آپؐ کی امت ہر دن پچاس نماز ادا کرنے میں قادر نہ ہوسکیگی، خدا کی قسم آپ سے پہلے میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ زور آزمائی کر چکا ہوں، آپؐ اپنے رب کے پاس واپس ہوں اور تخفیف کی درخواست کریں، میں پلٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں معاف کر دیں۔

فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّیْ عَشْرًا فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مِثْلَهٗ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلٰی مُوْسٰی فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسَ صَلَوٰتٍ کُلَّ یَوْمٍ وَاِنِّیْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَکَ وَعَالَجْتُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَۃِ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْهُ التَّخْفِیْفَ لِاُمَّتِکَ قَالَ سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ وَلٰکِنِّیْ اَرْضٰی وَاُسَلِّمُ قَالَ فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ ۔ (متفق علیہ)

الرسول الاعظم وشانہ عند نزول الوحی

۱۶۳۸ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ لَمْ یَسْتَطِعْ

میں جب اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، تو انھوں نے پھر ویسی ہی بات کی، چنانچہ میں پھر واپس ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کردیں، مگر جب پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے پھر پہلے جیسی بات فرمائی، اب میں پھر پلٹ کر گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس دفعہ بھی دس نمازیں معاف کردیں، لوٹ کر جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انھوں نے پھر وہی بات کہی، چنانچہ پھر میں واپس گیا، اور اللہ تعالیٰ نے دس اور کم کیں، اور اب ہر دن میں صرف دس وقتوں کی نماز کا حکم دیا گیا، لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، اب کی مرتبہ پھر انھوں نے وہی بات دہرائی، چنانچہ پھر واپس گیا چنانچہ پانچ نمازوں کا روزانہ حکم دیا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی امت کو اس پانچ وقت کے نباہنے کی بھی استطاعت نہ ہوگی، چنانچہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کرچکا ہوں اور بنی اسرائیل کے معاملہ میں کافی محنت اٹھا چکا ہوں لہٰذا پھر آپ اپنے رب کے پاس واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بار بار اپنے رب سے درخواست کی، اب مزید جاتے ہوئے شرم آتی ہے، لہٰذا میں اب اس پر راضی ہوں اور خوش ہوں، اس کے بعد فرمایا کہ جب میں آگے بڑھا، تو ایک آواز دینے والے نے آواز دی، کہ میں اپنا فریضہ نافذ کرچکا اور اپنے بندوں سے تخفیف کرچکا۔

نزولِ وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

۱۶۳۸ - حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی۔ تو ہم میں سے

أَحَدٌ مِنَّا يَرْفَعُ طَرْفَهُ إِلَيْهِ حَتَّى يَنْقَضِيَ الْوَحْيُ. (اخرجه مسلم)

اَلْمُصَارَعَةُ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ

۱۶۳۹ عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ وَكَانَ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُنَيْمَةٍ لِأَبِي طَالِبٍ نَرْعَاهَا فِي أَوَّلِ مَا رَأَى، إِذْ قَالَ لِي ذَاتَ يَوْمٍ هَلْ لَكَ أَنْ تُصَارِعَنِي قُلْتُ لَهُ أَنْتَ قَالَ أَنَا فَقُلْتُ عَلَى مَاذَا قَالَ عَلَى شَاةٍ مِنَ الْغَنَمِ فَصَارَعْتُهُ فَصَرَعَنِي فَأَخَذَ مِنِّي شَاةً ثُمَّ قَالَ لِي هَلْ لَكَ فِي الثَّانِيَةِ قُلْتُ نَعَمْ فَصَارَعْتُهُ فَصَرَعَنِي فَأَخَذَ مِنِّي شَاةً فَجَعَلْتُ أَلْتَفِتُ هَلْ يَرَانِي إِنْسَانٌ فَقَالَ مَا لَكَ قُلْتُ لَا يَرَانِي بَعْضُ الرُّعَاةِ فَيَجْتَرِءُوْنَ عَلَيَّ وَأَنَا مِنْ أَشَدِّهِمْ قَالَ هَلْ لَكَ فِي الصِّرَاعِ الثَّالِثَةِ وَلَكَ شَاةٌ

کسی کو قدرت نہیں ہوتی تھی کہ وہ آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھے، جب تک کہ وحی کا نزول ختم نہ ہو جاتا تھا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رُکانہ نامی پہلوان کا کشتی میں ہار جانا

۱۶۳۹۔ رکانہ سے روایت ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ مضبوط تھے کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی چند بکریاں چرا رہے تھے۔ یہ بات شروع کی ہے، آپ نے ایک دن مجھ سے فرمایا کیا تم مجھ سے کشتی لڑتے ہو میں نے کہا آپ سے آپ نے فرمایا۔ ہاں مجھ ہی سے، میں نے کہا کس شرط پر، آپ نے فرمایا، ایک بکری پر چنانچہ میں نے آپ سے کشتی لڑی۔ لیکن آپ نے مجھے پچھاڑ دیا، اور مجھ سے ایک بکری لے لی آپ نے فرمایا کیا پھر دوبارہ کشتی لڑو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں لڑونگا، میں نے دوبارہ کشتی لڑی مگر اس دفعہ بھی آپ نے مجھے پچھاڑ دیا، اور مجھ سے ایک بکری لے لی۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی آدمی مجھے دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ہے، جو دیکھ رہے ہو، میں نے کہا کہ دیکھ رہا ہوں کہ کہیں کسی چرواہے نے مجھے پچھڑتے ہوئے تو نہیں دیکھ لیا کہ کبھی اس کو میرے مقابلہ کی جرأت ہو جائے، حالانکہ میں ان میں تمام سے زیادہ قوی مشہور ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تم تیسری مرتبہ لڑو گے اور تمہارے لئے ایک بکری ہے۔ میں نے کہا جی ہاں لڑونگا۔ پھر کشتی ہوئی۔ پھر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک بکری لے لی، اب

۱۶۳۹۔ رکانہ عرب کا مانا ہوا پہلوان تھا۔ بار بار کے تجربہ سے اس کو اپنے فن پر ناز تھا اور بجا ناز تھا، قاعدہ ہے کہ جو جس فن میں یکتا مان لیا جاتا ہے۔ اس میں ناز پیدا ہو ہی جاتا ہے اس لئے رکانہ اپنی شکست پر حیرت زدہ تھا، ایسا جیسے یہ خواب کی بات ہو۔ تین دفعہ کشتی ہوتی ہے اور ہر دفعہ وہ ہار جاتا ہے۔ اب اس کے دل میں یہ بات پیوست ہو جاتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ جیت جسمانی طاقت کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے کیونکہ جسمانی طاقت تو مجھ میں زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبوت کی جو یہی شہرت ہوتی ہے۔ اس کا دل حق کے آگے جھک جاتا ہے، اور اس وقت وہ اعتراف کرتا ہے کہ یقین مجھے اپنی کشتی ہی کے

قُلْتُ نَعَمْ نَصَارَعْتُهُ فَصَرَعَنِي وَاَخَذَ مِنِّي شَاةً فَقَعَدْتُ كَئِيبًا حَزِينًا فَقَالَ مَالَكَ قُلْتُ اِنِّي اَرْجِعُ اِلَى عَبْدِ يَزِيْدَ وَقَدْ اَعْطَيْتُ ثَلَاثًا مِنْ غَنَمِهِ وَالثَّانِيَةُ اِنِّي كُنْتُ اَظُنُّ اِنِّي اَشَدُّ قُرَيْشٍ فَقَالَ نَقُلْ لَكَ فِي الرَّابِعَةِ فَقُلْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ اَمَّا قَوْلُكَ فِي الْغَنَمِ فَاِنِّي اَرُدُّهَا عَلَيْكَ فَرَدَّهَا عَلَيَّ فَلَمْ يَلْبَثْ اَنْ ظَهَرَ اَمْرُهُ فَاَتَيْتُهُ فَاَسْلَمْتُ فَكَانَ مِمَّا هَدَانِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنِّي عَلِمْتُ اَنَّهُ لَمْ يَصْرَعْنِي يَوْمَئِذٍ بِقُوَّتِهِ وَلَمْ يَصْرَعْنِي يَوْمَئِذٍ اِلَّا بِقُوَّةِ غَيْرِهِ

اَلرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ دَعَا عَلٰى يَدِ حَفْصَةَ ثُمَّ شَفَاهَا بِدُعَائِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۴۰۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَفَعَ اِلَى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

میں اداس و رنجیدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا، میں نے کہا عبد یزید یعنی اپنے باپ کے پاس اس حال میں تو لوٹوں گا کہ میں اپنی تین بکریاں کھو چکا ہوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام قریش میں سب سے زیادہ مضبوط شمار ہوتا تھا، (مگر وہ بات آج جاتی رہی) آپ نے فرمایا اچھا چوتھی مرتبہ کشتی کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ تین دفعہ ہارنے کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا کہ بہر حال تیری گفتگو بکریوں کے سلسلہ میں تو میں وہ تمہیں واپس کر دونگا چنانچہ آپ نے واپس کر دی۔

اس واقعہ کو ابھی کچھ زیادہ دن نہیں گذرے تھے کہ آپ کی نبوت کی بات مشہور ہوئی چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور دولت ایمان سے سرفراز ہوا، جس چیز سے مجھے ہدایت ہوئی وہ یہی تھی، مجھے یقین ہو گیا تھا کہ انھوں نے اپنی قوت سے اس دن مجھے زیر نہیں کیا تھا، بلکہ کسی اور کی طاقت سے مجھے پچھاڑا تھا۔ (بیہقی وغیرہ)

حضرت حفصہؓ کے ہاتھوں کا ٹیڑھا ہونا اور پھر آپکی دعا سے شفا پانا

۱۶۴۰۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے حوالہ کیا اور ان سے فرمایا کہ تم اس کی حفاظت کرو، حضرت حفصہؓ اس سے غافل

دن ہو چکا تھا، کہ کوئی غیبی طاقت ہے۔ جو اس کی مدد کر رہی ہے۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فراخ حوصلگی سے بکریوں کا واپس کر دینا۔ بتاتا ہے کہ آپ کا مقصد ہار جیت سے بکریاں حاصل کرنا نہ تھا، اور نہ اپنی طاقت کا مظاہرہ تھا، بلکہ ایک ماہر فن پر ظاہر کرنا تھا کہ ایک غیبی طاقت ہے جو مجھے ہر جگہ کامراں بناتی ہے، اور قدرت کے آگے کسی کی نہیں چلتی۔

رَجُلاً وَقَالَ لَهَا اِحْتَفِظِي بِهٖ فَغَفَلَتْ حِفْصَةُ وَمَضَى الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حِفْصَةُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ قَالَتْ غَفَلْتُ عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكِ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُكِ يَا حِفْصَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْتَ قَبْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ ضَعِي يَدَكِ فَاِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَيُّمَا اِنْسَانٍ مِنْ اُمَّتِي دَعَوْتُ عَلَيْهِ اَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ مَغْفِرَةً ۔

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وعقوبة عدوٍّ صلى اللّٰه عليه وسلم

۱۶۴۱۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ كَانَ فُلَانٌ يَجْلِسُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَلَجَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ كَذٰلِكَ فَلَمْ يَزَلْ يَخْتَلِجُ حَتّٰى مَاتَ ۔ (رواہ الحاکم فی صحیحہ)

ہوگئیں اور وہ نکل بھاگا، جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے پوچھا اے حفصہؓ! وہ شخص کہاں گیا؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں اس سے ذرا غافل ہوئی اور وہ نکل بھاگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اللہ تعالیٰ ترا ہاتھ قطع کرے، انھوں نے کہا کہ اسی وقت وہ ہاتھ لیسے (ٹیڑھے) ہوگئے، اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب آئے تو فرمایا اے حفصہؓ! تیرا کیا حال ہے، حضرت حفصہؓ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ ابھی پہلے آپ نے ایسا ایسا فرمایا تھا، آپ نے فرمایا تو اپنا ہاتھ نیچے ڈال دے میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اپنی امت میں سے جس کے لئے میری زبان سے بددعا نکل جائے اس کو تو اس کے لئے باعث مغفرت بنادے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استہزا کا انجام

۱۶۴۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فلاں شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو وہ بطور استہزا اپنا منہ بگاڑا کرتا تھا آپ نے فرمایا تو ایسا ہی ہو جا، چنانچہ وہ ایسا ہی منہ بناتا رہا، حتی کہ وہ مرگیا۔ (حاکم)

الرسول الاعظم وطيب عرقه صلى الله عليه وسلم

۱۶۴۲ - عن انس قال دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عندنا فعرق وجاءت امي بقارورة فجعلت تسلت العرق فاستيقظ النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ام سليم ما هذا الذي تصنعين قالت هذا عرق نجعله لطيبنا وهو اطيب الطيب (رواه مسلم وفي رواية قالت يا رسول الله نرجوا بركته لصبياننا قال اصبت (روى البخاري نحوه)

الرسول الاعظم اخبار الراهب عن النبوة وعلامتها قبل بعثته صلى الله عليه وسلم

۱۶۴۳ - عن ابي موسى الاشعري قال خرج ابو طالب الى الشام وخرج معه النبي صلى الله عليه وسلم في اشياخ من قريش فلما اشرفوا على الراهب هبطوا فحلوا رحالهم فخرج اليهم

آنحضرت صلعم کے پسینہ کی خوشبو

۱۶۴۲ - حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لائے۔ دوپہر میں یہیں آپ نے قیلولہ فرمایا، آپ کو پسینہ آیا تو میری ماں ایک شیشی لے آئیں، اور آپ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر شیشی میں ڈالنے لگی، اتنے میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے، اور پوچھا اے ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو، انہوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے، اسے ہم اپنی عطروں میں ملا لیتے ہیں جس کی وجہ سے تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبو ہو جاتا ہے (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا یا رسول اللہ ہمیں امید ہے کہ اسکی برکت ہمارے بچوں کو بھی حاصل ہوگی آپ نے فرمایا تم نے درست کہا۔

بحیرا راہب کی پیش گوئی اور تفصیلی قصہ

۱۶۴۳ - حضرت ابوموسیٰ الاشعری کا بیان ہے کہ ابو طالب شام کے لئے نکلے، اس سفر میں ان کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے، اور قریش کے دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی، جب یہ سب کے سب

۱۶۴۲ - مختلف احادیث میں متعدد راویوں سے یہ بات نقل کی گئی ہے، صحابہ کرام کا اس پر اتفاق سا ہے کہ آنحضرت صلعم کا پسینہ معطر ہوا کرتا تھا، انبیاء کرام کو رب العزت نے جن خصوصیات سے نوازا ہے، ان کا تقاضا بھی ہے کہ آپ ہر اعتبار سے ممتاز ہوں۔

۱۶۴۳ - اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ اہل کتاب کے متدین علماء نے آپ کی نبوت پر اس وقت شہادت دی جبکہ ابھی آپ کو نبوت نہ ملی

الرَّاهِبِ دَعَاهُمْ وَكَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّوْنَ بِهٖ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ قَالَ فَهُمْ يَحُلُّوْنَ
رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ فَقَالَ
لَهٗ أَشْيَاخٌ مِّنْ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ إِنَّكُمْ حِيْنَ أَشْرَفْتُمْ مِّنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ
شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَّلَا يَسْجُدُوْنَ إِلَّا لِنَبِيٍّ وَّإِنِّيْ أَعْرِفُهٗ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ
أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوْفِ كَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا أَتَاهُمْ
بِهٖ وَكَانَ هُوَ فِيْ رِعْيَةِ الْإِبِلِ فَقَالَ أَرْسِلُوْا إِلَيْهِ فَأَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهٗ فَلَمَّا دَنَا
مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوْهُ إِلٰى فَيْءِ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْءُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ

راہب کے پاس پہنچے، یہاں قیام کیا اور اپنے اپنے کجاوے کھول دیئے، اس مرتبہ راہب ان کے پاس آنے لگا حالانکہ اس سے پہلے راہب جب کبھی ان کے پاس سے گزرتا تھا، کبھی ان کے پاس نہیں آتا تھا، اور نہ کوئی توجہ دیتا تھا، راوی کا بیان ہے کہ ابھی قافلہ والے اپنے کجاوے کھول ہی رہے تھے، کہ راہب ان کے پاس آگیا اور کچھ ٹٹولنے لگا، چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا، اور کہنے لگا یہ نوجوان جہان والوں کا سردار ہے، یہ رب العالمین کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، قریش کے شیوخ نے اس راہب سے پوچھا، تم کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا جس وقت تم لوگ اس گھاٹی کے قریب آئے، اس وقت کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا باقی نہ رہا، جو سر کے بل نہ گر گیا ہو، اور یہ اشیاء سوائے نبی کے کسی کو سجدہ نہیں کرتی ہیں، اور میں خود بھی نبوت کی مہر سے ان کو پہنچانتا ہوں، جو آپ کے مونڈھے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح ہے، یہ کہہ کر وہ واپس لوٹا، اور ان تمام لوگوں کے لئے کھانا بنوایا۔ جس وقت وہ ان کے پاس کھانا لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرا رہے تھے، اس نے کہا ان کو بلانے کو بھیجو، آپ تشریف لائے اس طرح کہ بادل آپ کے اوپر سایہ فگن تھا، جب آپ قوم کے بالکل قریب آگئے، تو آپ نے ان کو دیکھا کہ وہ سب سبقت کر کے درخت کے سایہ میں پہنچ چکے تھے، جب آپ آکر بیٹھے تو

اور نہ اس کا دور دور تک لوگوں کو کوئی وہم ہے، اور یہی نہیں کہ راہب بے دلیل بات کہہ رہا ہو، بلکہ وہ ثبوت پیش کرتا ہے کہ ایک نبی کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں، وہ سب پائی جا رہی ہیں، لوگ مشاہدہ کر رہے ہیں، پھر مہر نبوت جو سب سے بڑا ثبوت ہے، اس کو وہ پیش کر رہا ہے، اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہیں، قدرتی طور پر نبی کے احترام میں قبل از عطا نبوت شجر و حجر سجدے کر رہے ہیں، درخت اپنا سایہ خصوصی طور پر ان پر ڈالتا ہے، اور اس طرح کہ قریش بچشم خود معائنہ کر رہے ہیں کہ درخت کا سایہ آپ کے آتے ہی ادھر سے ادھر ہو جاتا ہے، بادل آپ کے سر پر سایہ فگن ہے کہ دھوپ کی تمازت آپ کو تکلیف نہ پہونچائے۔
راہب اہل روم کی عداوت بیان کر کے شیوخ قریش سے التجا کرتا ہے کہ ان کو روم نہ لیجائیں، اور راستے میں قوم کے چند افراد

أُنْظُرُوا إِلَى فَيْءِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ عَلَيْهِمْ يُنَاشِدُهُمْ أَنْ لَا يَذْهَبُوا بِهِ إِلَى الرُّومِ فَإِنَّ الرُّومَ إِنْ رَأَوْهُ عَرَفُوهُ بِالصِّفَةِ فَيَقْتُلُونَهُ فَالْتَفَتَ فَإِذَا بِسَبْعَةٍ قَدْ أَقْبَلُوا مِنَ الرُّومِ فَاسْتَقْبَلَهُمْ الرَّاهِبُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكُمْ قَالُوا جِئْنَا إِنَّ هَذَا النَّبِيَّ خَارِجٌ فِي هَذَا الشَّهْرِ فَلَمْ يَبْقَ طَرِيقٌ إِلَّا بُعِثَ إِلَيْهِ بِأُنَاسٍ وَإِنَّا قَدْ أُخْبِرْنَا خَبَرَهُ بُعِثْنَا إِلَى طَرِيقِكَ هَذِهِ فَقَالَ أَفَرَأَيْتُمْ أَمْرًا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَقْضِيَهُ هَلْ يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ رَدَّهُ قَالُوا لَا قَالَ فَبَايَعُوهُ وَأَقَامُوا مَعَهُ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ قَالُوا أَبُو طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتَّى رَدَّهُ أَبُو طَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُو بَكْرٍ بِلَالًا وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ۔ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ۔

درخت کا سایہ آپؐ کی طرف جھکا، اس راہب نے کہا درخت کے سایہ کو دیکھو کہ وہ اس (نوجوان) پر جھک پڑا ہے، ابھی وہ راہب کھڑا ان سے کہہ ہی رہا تھا کہ ان کو روم آپ لوگ نہ لے جائیں، اس لئے کہ اہلِ روم اگر ان کو دیکھ لیں گے اور ان کو ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے تو پھر دشمنی میں قتل کر ڈالیں گے اتنے میں اس نے پلٹ کر دیکھا، تو کیا دیکھتا ہے کہ دفعتاً سات آدمی روم سے آرہے ہیں، راہب نے ان کا استقبال کیا، اور پوچھا کہ آپ لوگ کیوں آئے؟ انھوں نے کہا اس لئے کہ وہ نبی اس مہینہ میں نکلنے والا ہے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا گیا ہے جس پر کچھ لوگ نہ بھیجے گئے ہوں، ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ نبی آپ کے اس راستہ پر ہے، راہب نے کہا، تم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے جس امر کا ارادہ فرمالیا ہے کہ وہ اسے پورا کریگا پھر کیا کسی کو قدرت ہے کہ وہ اسے رد کردے، انھوں نے اس سے بیعت کرلی۔ اور کچھ دنوں اس کے ساتھ قیام کیا، راہب نے کہا کہ اے اہلِ عرب! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم بتاؤ کہ اس کا ولی تم میں سے کون ہے؟ ابوطالب نے کہا، میں اس کا ولی ہوں، وہ راہب برابر قسم دیتا رہا۔ چنانچہ ابوطالبؓ نے آپ کو مکہ واپس کردیا۔ واپسی کے وقت راہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زادِ راہ کے لئے چپاتیاں اور زیتون کا تیل پیش کیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کے ساتھ حضرت بلالؓ کو کردیا۔

تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں اور ان کی زبان پر بھی یہی کلمات ہیں کہ "وہ نبی اپنے وطن سے اس مہینہ میں نکلنے والا ہے اور ہم نے تمام راستوں پر آدمی دوڑا دیئے ہیں اور ہمیں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ وہ نبی آپ کے اسی راستے پر ہے۔

دنیاداروں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے، باقی اس حدیث کے سلسلہ میں دو بڑے اعتراضات، توان کا مفصل اور تشفی بخش جواب مولانا بدر عالم صاحب رح کے قلم سے تیسری جلد صـ ۱۸۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں انھوں نے اسے نقل کیا ہے۔

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاِخْبَارُ هِرَقْلَ بِمَبْعَثِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۴۴- وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبَ اِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارٰى الشَّامِ يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهٖ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَأَلُوْهُ اِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَانُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ هُوَ اَمْ لَا فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهٗ مُخْتَتِنٌ وَسَاَلَهٗ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مَلِكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَهٗ بِرُوْمِيَةَ وَكَانَ نَظِيْرَهٗ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ اِلٰى حِمْصَ فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتّٰى اَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهٖ يُوَافِقُ رَاْيَ هِرَقْلَ عَلٰى خُرُوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ نَبِيٌّ فَاَذِنَ

علم نجوم کے ذریعہ ہرقل اور شاہ غسّان کے فرستادہ کا یقین کہ آپ سچے نبی ہیں

۱۶۴۴- ابن الناطور ایلیا کا حاکم تھا، اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا مذہبی سردار تھا، بیان کیا جاتا ہے، کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا، تو وہ ایک صبح بہت پریشان خاطر نظر آرہا تھا اس کے بعض خواص نے عرض کی کہ ہم آپ کو بدلا ہوا پا رہے ہیں۔ ابن الناطور کا بیان ہے کہ ہرقل کاہن تھا اور علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا، اس نے ان لوگوں کے پوچھنے پر بتایا، کہ رات جس وقت میں ستاروں کو غور سے دیکھ رہا تھا، تو اس سے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ پیدا ہوچکا ہے (پھر پوچھا) اس قوم میں کون ختنہ کرتا ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہود کے سوا اور کوئی ختنہ نہیں کرتا، لہٰذا ان کی وجہ سے آپ فکر مند نہ ہوں، اور اپنی حکومت کے تمام شہروں کو لکھ دیں کہ ان میں جو بھی یہود ہیں ان سب کو وہ قتل کر ڈالیں، وہ ابھی یہی بات چیت کر رہے تھے کہ ہرقل کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس کو شاہ غسّان نے بھیجا تھا، اور وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دے رہا تھا ہرقل جب اس سے حالات پوچھ چکا، تو اپنے لوگوں سے اس نے کہا، تم جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں یا نہیں؟ (حسب الحکم) ان لوگوں نے تحقیق کی، اور بتایا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں، پھر ہرقل نے عرب کے متعلق دریافت کیا، تو

هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ الرُّوْمِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ ثُمَّ اَمَرَ بِاَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّوْمِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَاَنْ يَثْبُتَ مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوْا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوْا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ اِلَى الْاَبْوَابِ فَوَجَدُوْهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَاٰى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ وَاَيِسَ مِنَ الْاِيْمَانِ قَالَ رُدُّوْهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ اِنِّيْ قُلْتُ مَقَالَتِيْ اٰنِفًا اَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَقَدْ رَاَيْتُ فَسَجَدُوْا لَهُ وَرَضُوْا عَنْهُ وَكَانَ ذٰلِكَ اٰخِرَ شَانِ هِرَقْلَ (بخاری شریف)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَنُصْرَتُهُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ

۱۶۴۵ - عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ

انھوں نے بتایا کہ وہ سب ختنہ کیا کرتے ہیں، یہ سن کر ہرقل نے کہا کہ اس امت کا یہی بادشاہ ہے، جو پیدا ہو چکا ہے، پھر اس نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو لکھا، اور وہ بھی اس علم میں اسی کے پایہ کا تھا۔ اور خود ہرقل حمص چلا گیا۔ وہ ابھی حمص سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ اس کو اپنے اس دوست کا خط ملا جس میں اس نے ہرقل کی رائے سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کے باب میں موافقت کی تھی اور اس کی بھی کہ آپ واقعی نبی ہیں اسکے بعد ہرقل نے روم کے سرداروں کو جو حمص کے اندر اس کے لشکر میں تھے۔ طلب کیا، پھر اس نے حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دیئے جائیں، چنانچہ وہ بند کر دیئے گئے۔ اسکے بعد ہرقل سامنے آیا اور اس نے کہا کہ اے باشندگانِ روم کیا تمہارے لئے رُشد و فلاح میں کوئی حصہ ہے، اور کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری حکومت برقرار رہے، اگر یہ ہے تو تم سب اس (پیدا ہونے والے) نبی کے ہاتھ پر بیعت کر لو، یہ سنتے ہی وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگ پڑے، لیکن انھوں نے ان کو بند پایا۔ ہرقل نے جب انکی یہ نفرت دیکھی اور انکے ایمان سے مایوس ہو گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان سب کو میرے پاس واپس لاؤ، چنانچہ وہ لائے گئے، ہرقل نے ان سے کہا کہ ابھی میں نے جو بات کی اس سے میرا منشا یہ تھا کہ میں امتحان کروں کہ تم اپنے دین پر کتنے مضبوط ہو چنانچہ میں نے تم میں یہ بات دیکھی، یہ سن کر سبھوں نے ہرقل کو سجدہ کیا اور سب اس سے خوش ہو گئے پھر ہرقل آخیر تک اسی حال پر قایم رہا۔

ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُعب طاری ہونا

۱۶۴۵ - حضرت جابرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے پانچ باتیں خصوصیت

۱۶۴۵ - رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات ان ہی پانچ چیزوں میں منحصر نہیں، بلکہ بہت سی دوسری خصوصیات ہیں، جس کے لئے حافظ سیوطیؒ کی الخصائص الکبریٰ دیکھی جاسکتی ہے ان پانچ کا تذکرہ انکے نمایاں کرنیکے لئے ہے۔

فَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِيْ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ وَأُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً (رواه الخمسة الا ابا داؤد)

شہادۃ زید بن خارجۃ بعد موتہ ان محمدًا رسول اللہ وخاتم الانبیاء

۱۶۴۷ - عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ خَارِجَةَ مِنْ سَرَاةِ الْأَنْصَارِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَمْشِيْ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذْ خَرَّ فَتُوُفِّيَ فَأُعْلِمَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ فَأَتَوْهُ فَاحْتَمَلُوْهُ إِلٰى بَيْتِهٖ وَسَجَّوْهُ كِسَاءً وَبُرْدَيْنِ وَفِي الْبَيْتِ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ وَرِجَالٌ مِنْ رِجَالِهِمْ

ے ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں (۱) میری مدد ایک ماہ کی مسافت سے دشمن پر رعب ڈال کر کی گئی (۲) میرے لئے تمام زمین نماز کی جگہ اور پاک بنائی گئی، لہٰذا میری امت میں جس کسی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آجائے، اسے نماز پڑھ لینی چاہئے (۳) میرے لئے مال غنیمت جائز قرار دیا گیا، جو میرے سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا (۴) مجھے شفاعت کبریٰ کا حق بخشا گیا (۵) مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کے لئے ہوتے تھے اور میں قیامت تک کے لئے تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا۔

بعد وفات زید بن خارجہ کی گواہی کہ آنحضرت صلعم سچے اور آخری نبیؐ ہیں

۱۶۴۷ - نعمان بن بشیرؓ راوی ہیں ان کا بیان ہے کہ زید بن خارجہ جو انصار کے سرداروں میں تھے، ایک دن وہ مدینہ منورہ کے راستوں میں سے کسی راستہ سے ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں گذر رہے تھے، کہ دفعۃً وہ گر گئے اور وہیں ان کی موت واقع ہو گئی، انصار کو اس حادثہ کی خبر دی گئی، وہ سب آئے اور ان کو اٹھا کر ان کے گھر لے گئے، اور ایک کمبل اور دو چادروں میں ان کو ڈھانک دیا گھر میں انصار کی کچھ عورتیں اور کچھ مرد ان پر رونے لگے۔

سروسامان، لاؤلشکر، اور بے انتہا تعداد سے مرعوب ہونا، تو انسان کا طبعی تقاضا ہے، لیکن جب بے سروسامانی بھی ظاہر ہو تعداد بھی برائے نام ہو، دولت و ثروت کا دور دور تک نام نشان تک نہ ہو، اور ہتھیار سے مسلح بھی نہ ہوں اور پھر بھی دوسری قوم لرزہ براندام ہو جائے تو یہ بڑی ہی خصوصی اہمیت ہے، مسافت کی تخصیص سے اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہرہ عام طور پر انسانی آبادی میں اتنی ہی مسافت میں ہوا تھا۔ پہلی امتوں کے لئے گرجا و کلیسہ کی تخصیص تھی، یہ آزادی حاصل نہ تھی کہ جہاں وقت ہوا ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور فرائض ادا کر لئے، مگر الحمد للہ اس امت کو یہ آزادی حاصل ہے کہ جہاں وقت ہو جائے یہ نماز ادا کر لے۔

۱۶۴۷ - مردہ کا گویا ہونا خوارق عادات میں سے ہے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں، جب گوہ بول سکتی ہے، کنکری سے آواز آسکتی ہے، تو مردہ کے بولنے میں کون ایسی بات ہے۔ جو سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، مگر یہاں بتایا گیا ہے کہ آواز تو مردہ کی زبان سے آرہی تھی۔ مگر بولنے والا

فَمَكَثَ فِي حَالِهِ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذْ سَمِعُوا صَوْتَ قَائِلٍ يَقُولُ أَنْصِتُوا أَنْصِتُوا فَنَظَرُوا فَإِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ فَحَسَرُوا عَنْ وَجْهِهِ وَصَدْرِهِ فَإِذَا الْقَائِلُ يَقُولُ عَلٰى لِسَانِهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ صَدَقَ صَدَقَ ۔

الرَّسُولُ الْأَعْظَمُ وَشَهَادَةُ الضَّبِّ بِرِسَالَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۴۸ ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ لَا آمَنْتُ بِكَ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنَا يَا ضَبُّ فَقَالَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيعًا لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ رَبِّ الْعٰلَمِينَ قَالَ مَنْ

یہ گریہ وزاری جاری ہی تھا کہ عشا و مغرب کا درمیانی وقت آگیا، کہ دفعتًہ ان سبھوں نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے، چپ رہو، چپ رہو، وہ دیکھنے لگے کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے، معلوم ہوا کہ انہی کپڑوں کے نیچے سے آرہی ہے، جو مردے پر پڑے ہوئے ہیں، لوگوں نے میت کا چہرہ اور سینہ کھولا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غیبی شخص ان کی زبان سے یہ کہہ رہا ہے، کہ محمد رسول اللہ جو نبی اور امی ہیں، خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا، یہ پہلی کتاب تورات و انجیل میں موجود ہے کہ اس نے سچ کہا، سچ کہا۔

گوہ کی شہادت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں

۱۶۴۸ ۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک لمبی حدیث میں یہ بیان ہے کہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دیہاتی کو اسلام کی دعوت دی) اس نے کہا، میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاسکتا ہوں جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لے آئے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے گوہ! بتا میں کون ہوں؟ گوہ نے فصیح عربی میں جواب دیا، جسے تمام لوگوں نے بخوبی سمجھا اس نے کہا اے رب العالمین کے رسولؐ! میں حاضر ہوں، اور آپ کا فرمانبردار ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ بتا تو کس کی پوجا

کوئی فرشتہ تھا، اور منشا یہ ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں یہ عقیدہ پیوست ہو جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری سچے نبی ہیں، اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا دروازہ آپ کے بعد قطعًا بند کر دیا گیا ہے، اب یہی شریعت محمدی قیامت تک چلے گی، اور اسی کی پیروی میں نجات ہے۔

آپ کے بعد جتنے لوگوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا وہ جھوٹے اور دجال ہیں، اور ان کے ماننے والے کافر و مرتد ہیں، ان کے شر سے بچنا، ہر مسلمان کا فرض ہے۔

تعبد فقال الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ وفی البحر سبیلہ وفی الجنۃ رحمتہ وفی النار عذابہ قال فمن انا قال انت رسول رب العالمین وخاتم النبیین ہ الحدیث - اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وابن عدی والحاکم فی المعجزات والبیہقی وابو نعیم وابن عساکر ولیس فی اسنادہ من ینظر فی حالہ سوی محمد بن علی بن الولید البصری السلمی شیخ الطبرانی وابن عدی وقال السیوطی فی الخصائص قلت لحدیث عمر طریق آخر لیس فیہ محمد بن علی بن الولید اخرجہ ابو نعیم وروی عن عائشۃ وابی ہریرۃ وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثلہ کمافی الخصائص ج ۲ ص ۶۵ -

الرسول الاعظم وشہادۃ النخلۃ انہ رسول اللہ .

۱۶۴۹ - عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بما اعرف انک نبی قال ان دعوت ہذا العذق من ہذہ النخلۃ یشہد انی رسول اللہ فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل ینزل من النخلۃ حتی سقط الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ارجع فعاد فاسلم الاعرابی (رواہ الترمذی وصححہ)

کرتی ہے، اس نے کہا اس ذات کی، جس کا عرش آسمان پر ہے اور جس کی حکومت زمین پر، اور جس نے سمندر میں راستہ بنایا، اور جنت میں جس کی رحمت کار فرما ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ میں کون ہوں، اس نے جواب دیا، دنیا جہاں کے پروردگار کے بھیجے ہوئے سچے اور آخری نبی ہیں، طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط اور معجم صغیر میں، اور ابن عدی اور حاکم نے اسکو معجزات میں نقل کیا ہے

کھجور کے خوشہ کی گواہی کہ آپ سچے نبی ہیں

۱۶۴۹ - حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کس بات سے میں یہ جانوں گا کہ آپ نبی ہیں - آپ نے فرمایا کہ اگر میں کھجور کے خوشہ کو بلاؤں تو وہ اس بات کی گواہی دیگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، چنانچہ آپ نے اسے آواز دی پس وہ کھجور کے درخت سے نیچے آنے لگا، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر گرا، پھر آپ نے فرمایا واپس جاؤ، وہ واپس ہوگیا، یہ دیکھ کر دیہاتی مسلمان ہوگیا۔ (ترمذی)

۱۶۴۹ - ایک گنوار دیہاتی کے لئے سب سے زیادہ اسی طرح کی چیزوں میں صداقت کی کشش ہوتی ہے، اور وہ اسی کو کسی کا کمال تصور کرتا ہے چنانچہ اس کی فرمائش کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ دکھایا، کہ ایک خوشہ کھجور کے درخت سے اتر کر آیا، اور پھر واپس ہوگیا چنانچہ اس سادہ دل انسان نے فوراً اسلام کی دولت قبول کی اور جنتی بن گیا - م م

الرسول الاعظم والمطر بوسیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۵۰ ـ عن انسٍ ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقوا۔ (رواہ البخاری)

الرسول الاعظم والیقین فی عمر باخذہ ید

۱۶۵۱ ـ عن عبد اللّٰہ بن ھشام قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو اٰخذ بید عمر بن الخطاب فقال لہ عمر یا رسول اللّٰہ لانت یا رسول اللّٰہ احب الی من کل شیءٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کی برکت سے بارش

۱۶۵۰ ـ حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ جب قحط پڑتا اور لوگ خشک سالی میں مبتلا ہوتے، تو حضرت عمر بن الخطاب رضی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے، اور کہتے، اے اللہ! پہلے ہم اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور تو ہمیں بارش کی نعمت سے سیراب کرتا تھا، اب ہم اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کر رہے ہیں تو ہمیں بارش سے سیراب کر دے، چنانچہ بارش ہو جاتی تھی، اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم سے آنِ واحد میں حضرت عمر رض میں یقین

۱۶۵۱ ـ حضرت عبد اللہ بن ہشام رض کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر رض کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے، حضرت عمر رض نے آپ سے عرض کی، یا رسول اللہ! بلاشبہ مجھے اپنی جان کے سوا آپ تمام

۱۶۵۰ ـ اس حدیث میں صراحت ہے کہ جب کبھی بارش نہیں ہوتی تھی اور لوگ پانی کی کمی کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بناتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے رحمتِ باراں کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ آپ کی برکت سے بارش ہو جاتی تھی۔ اور اس طرح مخلوق خدا امساک باراں کی مصیبت سے نجات پاتی تھی۔

شرح مواہب لدنیہ میں ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ قحط پڑا۔ تو لوگ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں آئے اور پریشانی پیش کی، انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارک کی چھت اس قدر کھول دی جائے کہ آسمان اس سے نظر آنے لگے، لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ بھی ایک طرح کا آپ کی ذات سے توسل کا طریقہ تھا، چنانچہ بارش ہوئی اور اتنی ہوئی کہ ہر جگہ سبزہ زار اُگ آئے، اور اس طرح خدا کی مخلوق نے اطمینان کا سانس لیا۔

۱۶۵۱ ـ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک طبعی دوسری عقلی، ماں باپ، بیٹا بیٹی اور بیوی کی محبت طبعی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، محبت عقلی ہے۔ اور کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ عقل طبیعت پر غالب آ جائے۔ چنانچہ عہد صحابہ سے لے کر اب تک عام مسلمانوں میں یہی دیکھا گیا ہے کہ محبت رسول کے آگے ماں باپ اور اولاد کی طبعی محبت کو وہ خاطر میں

اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ فَقَالَ عُمَرُ فَاِنَّکَ الْاٰنَ وَاللّٰہِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ الْاٰنَ یَا عُمَرُ (رواہ البخاری فی الایمان والنذور)

الرسول الاعظم ومسجدہ آخر المساجد

۱۶۵۲۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔ (رواہ مسلم والنسائی ولفظہ خاتم الانبیاء وخاتم المساجد)

چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ بن جاؤں، تم مومن نہیں ہو (آپ کے اس جملہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے دل کی کیفیت بدل گئی، چنانچہ انھوں نے کہا کہ بخدا اب آپ یقیناً اپنی جان سے بھی مجھے زیادہ عزیز ہیں، آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اب اے عمرؓ تم سچے مومن ہو۔ اس حدیث کو بخاری نے کتاب الایمان والنذور میں نقل کیا ہے۔

مسجدِ نبوی کا مساجد انبیاء میں آخری ہونا

۱۶۵۲۔ عبداللہ بن ابراہیم بن قارظؓ کہتے ہیں، کہ اس کی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء کرام کے آخیر میں ہوں، اور میری مسجد بھی تمام مساجد انبیاء کے بعد ہے اور آخری ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی، مگر اس میں "آخر الانبیاء" کی جگہ "خاتم الانبیاء" اور "آخر المساجد" کی جگہ "خاتم المساجد" کا لفظ آیا ہے

نہیں لائے۔ حضرت عمرؓ صحابۂ کبار اور خلفائے راشدین میں ہیں، اس وقت ان کے دل میں جو کیفیت تھی بے کم و کاست انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھول کر رکھدی، آپ نے یہ سن کر یا جملہ کچھ اس انداز میں فرمایا کہ وہ بجلی کی سی تیزی سے حضرت عمرؓ کے رگ و ریشہ میں پیوست ہوگیا۔ در نگاہ نبوی نے سکنڈوں میں ان کی کائنات دل میں انقلاب بپا کردیا، اور انھوں نے دفعۃً اپنے دل کی کیفیت بالکل بدلی ہوئی پائی، اور برملا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ! اب آپ کی ذات مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس طرح کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اور یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تصرف بھی ایک معجزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محبت عقلی کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے: لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ (مجادلہ ع ۳)

۱۶۵۲۔ منشاء نبوی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں ہے، نبوت کا دروازہ آپکے بعد بند ہوچکا۔ اور مسجدیں جو کسی نبی کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے۔ اب نہ کوئی نبی آئیگا اور نہ اسکی طرف منسوب ہوکر کوئی مسجد تعمیر ہوگی، چنانچہ دوسری حدیث میں صراحت ہے "مسجدی خاتم مساجد الانبیاء" یعنی میری مسجد انبیاء کی مسجدوں میں آخری مسجد ہے۔

الرسول الاعظم ومخافة عدوه بعظمته صلى الله عليه وسلم

۱۶۵۳ - عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ، فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهُ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهُ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهِ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ. متفق عليه. وفي رواية ابي بكر الاسمعيلي في صحيحه فقال من يمنعك مني قال الله فسقط السيف من يده فاخذ رسول

ہیبتِ نبویؐ سے دشمن کے ہاتھ سے تلوار کا گرنا

۱۶۵۳ - حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف ایک غزوہ میں نکلے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے وہ بھی آپ کے ساتھ ہی واپس ہوگئے، اور دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہونچے، جہاں بہت سی خاردار جھاڑیاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نزول اجلال فرمایا، اور درختوں کے سایہ کی طلب میں ادھر ادھر منتشر ہوگئے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک درخت کے نیچے فروکش ہوگئے اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکا دی، اور ہم لوگ بے خبر سو گئے، کہ دفعۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو آواز دی، دیکھا ایک دیہاتی آپ کے پاس موجود ہے، آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر میری تلوار کھینچ لی، اور میں سویا ہوا تھا، کہ اچانک میری آنکھ کھلی، دیکھا اس کے ہاتھ میں کھینچی ہوئی تلوار موجود تھی، اس نے مجھ سے کہا بتاؤ مجھ سے تم کو کون بچائیگا، میں نے کہا اللہ، تین دفعہ فرمایا، اور آپ نے اس کو کوئی سزا نہیں دی بلکہ بیٹھ گئے، (متفق علیہ) ابوبکر اسمٰعیلی نے اس کو اپنی صحیح میں اس طرح بیان کیا ہے کہ اس گنوار دیہاتی نے جب کہا تم کو مجھ سے کون بچائے گا آپ نے فرمایا اللہ، یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھا لیا اور آپ نے فرمایا اب کہو تم کو مجھ سے کون بچائیگا اسے کہا تلوار لینے والوں میں بہتر

۱۶۵۳ - اس گنوار دیہاتی حملہ آور کا نام غورث بن الحارث بتایا گیا ہے، اور قسطلانی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اس وقت تو مسلمان نہ ہوا، مگر اپنی قوم میں پہونچ کر مسلمان ہوگیا، اور اس کی وجہ سے اس کی قوم کے دوسرے بہت سے لوگ بھی مسلمان ہوئے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ فقال من یمنعک منی فقال کن خیر آخذٍ فقال تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ قال لا ولکنی اعاھدک علی ان لا اقاتلک ولا اکون مع قوم یقاتلونک فخلی سبیلہ فاتی اصحابہ فقال جئتکم من عند خیر الناس (ھکذا فی کتاب الحمیدی وفی الریاض مشکوٰۃ)

الرسول الاعظم وموت الرجل لمخالفۃ امرہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۵۴- عن ثوبان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال فی مسیر انا مدلجون اللیلۃ فلا یرحلن معنا مضعف ولا مصعب فارتحل رجل علی ناقۃ لہ صعبۃ فسقط فاندقت عنقہ فمات فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدفن ثم امر بلالا فنادی ان الجنۃ لا تحل لعاص۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک فی کتاب قسمۃ الفئی ولم یتعقبہ الذہبی)

آپ ہی بن جائیں، آپ نے فرمایا تو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا نہیں، لیکن میں آپؐ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب آپ سے جنگ نہیں کرونگا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے جنگ کریں گے۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور اس نے ان سے کہا کہ میں لوگوں میں جو بہترین شخص ہیں ان کے پاس سے آیا ہوں۔ (کتاب الحمیدی وغیرہ)

ہدایتِ نبوی کی خلاف ورزی کا نتیجہ

۱۶۵۴- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک سفر میں فرمایا کہ ہم لوگ آج رات میں اندھیرے ہی میں چل پڑیں گے، لہٰذا ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہ کرے جس کی اونٹنی کمزور یا سخت مزاج ہو۔ لیکن ایک شخص اپنی سخت مزاج اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑا، چنانچہ وہ اس سے گرا، اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، اور وہ مر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کو دفن کر دیا جائے پھر حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ پکار کر یہ کہدیں کہ جنت نافرمان کے لئے نہیں ہے۔ (مستدرک)

ایک طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ پر یقین واعتماد ملاحظہ فرمائیں، اور دوسری طرف یہ غور کریں کہ قدرت پاکر بھی آپ نے دشمن سے کس طرح درگذر فرمایا، اور جانی دشمن کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ بے شک آپ نے تبلیغ حق فرمایا کہ یہ آپ کا فریضہ تھا، مگر کیا کہیں سے کسی جبر و اکراہ کی بو محسوس ہوتی ہے؟ اسکے باوجود دشمنان اسلام کا یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا کسی قدر مخالف

الرسول الاعظم واخباره بمقصد العباس وعلي قبل دخولهما

۱۶۵۵ - عن اسامة قال كنت جالسا اذ جاء علي والعباس يستأذنان فقالا لاسامة استأذن لنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله علي والعباس يستأذنان فقال اتدري ما جاء بهما قلت لا قال لكني ادري ائذن لهما فدخلا فقالا يا رسول الله جئناك نسئلك اي اهلك احب اليك قال فاطمة بنت محمد قالا ما جئناك نسئلك عن اهلك قال احب الي من قد انعم الله عليه وانعمت عليه اسامة بن زيد قالا ثم من قال علي بن ابي طالب

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے مقصد کی اطلاع انکی آمد سے پہلے

۱۶۵۵ - حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، کہ اچانک حضرت علیؓ اور عباسؓ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور شرف ملاقات کی اجازت طلب کی، اور دونوں بزرگوار نے حضرت اسامہؓ سے کہا، کہ تم ہمارے لئے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت حاصل کر لو۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے درخواست کی یا رسول اللہ! حضرت علیؓ اور عباسؓ آئے ہوئے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں، اچھا انہیں اجازت دیدو، چنانچہ دونوں آگئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ سے معلوم کریں، کہ اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے۔ فرمایا اپنی لختِ جگر فاطمہؓ سے، انھوں نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے، اور ان گھر والوں کے بارے میں ہمارا سوال نہیں ہے، آپ نے فرمایا تو پھر اسامہ رضی بن زید سے، جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور پھر میں نے (یعنی اللہ تعالے نے اسلام کی توفیق دی، اور میں نے آزاد کیا) انھوں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا کہ علیؓ بن ابی طالب۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی بولے یا رسول اللہ

۱۶۵۵ - اس حدیث میں صراحتاً مذکور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا "الکنی ادری" لیکن میں ان کے آنے کا مقصد جانتا ہوں، چنانچہ پہلے سوال کا آپؐ نے جواب اس انداز میں دیا، کہ یہ جو سوال دل میں لے کر آئے ہیں نہ پوچھیں اور اسی سے سمجھ جائیں کہ آپ کو ان دونوں میں زیادہ عزیز کون ہیں، لیکن چونکہ یہ دونوں بزرگوار طے کر کے آئے تھے، اس لئے خاموش کیسے رہتے، آپؐ کی زبان حق ترجمان سے کہلوانا چاہتے تھے، اسلئے

فَقَالَ الْعَبَّاسُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ جَعَلْتَ عَمَّكَ اٰخِرَهُمْ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ

(رواہ الترمذی)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاِعْتِرَافُ الْیَهُوْدِ بِرِسَالَتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۵۶ - عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ یَهُوْدِیٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰی هٰذَا النَّبِیِّ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِیٌّ اِنَّهٗ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهٗ اَرْبَعُ اَعْیُنٍ فَاَتَیَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِیْءٍ اِلٰی ذِیْ سُلْطَانٍ لِیَقْتُلَهٗ وَلَا تَسْحَرُوْا

آپ نے اپنے چچا کو ان سب کے اخیر میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا علی رض نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے،

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا،،

جواب سننے کے بعد یہود کا اعتراف کہ آنحضرت صلعم سچے نبی ہیں

۱۶۵۶ - حضرت صفوان بن عسال راوی ہیں، کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ تم ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو، اس نے اپنے ساتھی سے کہا "نبی" نہ کہو، اگر وہ اس لفظ کو سن لیگا تو اس کی چار آنکھیں ہوجائینگی یعنی بہت خوش ہوگا، پھر وہ دونوں خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، اور آیات بینات کے متعلق آپ سے سوال کیا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اس جان کو قتل نہ کرو جس کو اللہ تعالےٰ نے محترم بنایا ہے، مگر حق کے سلسلہ میں۔ اور کسی بے قصور کو صاحب اقتدار کے پاس نہ لیجاؤ کہ وہ اسے قتل کرڈالے، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ۔

دوبارہ پوچھا اور اس کے بعد پھر پوچھا۔ جب آپ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ حضرت علی رض سے زیادہ محبت ہے۔ اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی۔ اس جواب کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس رض کی تشفی ہوگئی۔ یہ بھی آپ کا ایک طرح کا معجزہ ہی تھا۔ کہ کہنے سے پہلے آپ کو معلوم ہوگیا، کہ یہ دونوں کیوں آئے ہیں، اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں اس حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ اسلام میں محبت کا مدار ایمان اور ایثار و قربانی پر ہے رشتہ سے زیادہ عظمت دین کو حاصل ہے اور دراصل وہی سرمایۂ افتخار بھی ہے۔

وَلَا تَاكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَوَلَّوا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودُ لَا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا اَنْ تَتَّبِعَانِي قَالَا اِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّهُ اَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَاِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاكَ اَنْ يَقْتُلَنَا الْيَهُودُ

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی)

الرَّسُولُ الْاَعْظَمُ وَعِصْمَتُهُ فِي اَبَانِ شَبَابِهِ

۱۶۵۷۔ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا هَمَمْتُ بِقَبِيحٍ مِمَّا كَانَ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَهُمُّونَ بِهِ اِلَّا مَرَّتَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ كِلْتَاهُمَا يَعْصِمُنِي اللّٰهُ مِنْهُمَا قُلْتُ لِفَتًى كَانَ مَعِي مِنْ قُرَيْشٍ بِاَعْلٰى مَكَّةَ فِي اَغْنَامٍ لَهَا تَرْعٰى اَبْصِرْ لِي غَنَمِي حَتّٰى اَسْمُرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ بِمَكَّةَ كَمَا يَسْمُرُ الْفِتْيَانُ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَرَجْتُ فَجِئْتُ اَدْنٰى دَارٍ مِنْ دُوْرِ مَكَّةَ سَمِعْتُ غِنَاءً وَصَوْتَ دُفُوفٍ وَزَمِيرٍ

کسی پارسا عورت کو تہمت نہ لگاؤ۔ اور جہاد سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اے یہود تمہارے لئے ایک خاص حکم یہ ہے کہ شنبہ کے دن زیادتی نہ کرو، راوی نے کہا کہ پھر ان دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ نبی ہیں، آپ نے فرمایا پھر کیا بات مانع ہے کہ تم میری پیروی کرو، انھوں نے (جھوٹ) کہا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعاء کی تھی کہ ہمیشہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو، اور ہمیں خطرہ ہے کہ اگر ہم نے آپ کا اتباع کیا تو یہود ہمیں قتل کر ڈالیں گے اس حدیث کو احمد، ترمذی ابوداؤد، اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

عہد شباب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منجانب اللہ لغویات سے حفاظت

۱۶۵۷۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان ناشائستہ حرکتوں کا میرے دل میں دو مرتبہ کے سوا کبھی خطرہ نہیں گزرا جن کا جاہلیت کے لوگ عام طور پر ارتکاب کرتے تھے، لیکن دونوں مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لغویات سے محفوظ رکھا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے اپنے قریشی نوجوان ساتھی سے کہا، جو کہ مکہ مکرمہ کی بالائی حصہ میں بکریاں چرا رہا تھا، کہ تم ذرا میری بکریوں کی بھی دیکھ بھال رکھنا تاکہ میں آج کی رات مکہ مکرمہ جاکر قصہ گوئی کی مجلس میں شرکت کر لوں

فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالُوْا فُلَانٌ تَزَوَّجَ فُلَانَةً لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَهَوْتُ بِذَالِكَ الْغِنَاءِ وَبِذَالِكَ الصَّوْتِ حَتّٰى غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ فَمَا اَیْقَظَنِیْ اِلَّا مَسُّ الشَّمْسِ فَرَجَعْتُ اِلٰی صَاحِبِیْ فَقَالَ لِیْ مَا فَعَلْتَ فَاَخْبَرْتُهٗ ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ لَیْلَةً اُخْرٰی مِثْلَ ذَالِكَ فَفَعَلَ فَخَرَجْتُ فَسَمِعْتُ مِثْلَ ذَالِكَ فَقِیْلَ لِیْ مِثْلَ مَا قِیْلَ لِیْ فَلَهَوْتُ بِمَا سَمِعْتُ حَتّٰی غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ فَمَا اَیْقَظَنِیْ اِلَّا مَسُّ الشَّمْسِ فَرَجَعْتُ اِلٰی صَاحِبِیْ فَقَالَ لِیْ مَا فَعَلْتَ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ شَیْئًا فَوَاللّٰهِ مَا هَمَمْتُ بَعْدَهَا بِسُوْءٍ مِمَّا یَعْمَلُ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ حَتّٰی اَکْرَمَنِیَ اللّٰهُ بِنُبُوَّتِهٖ

رواہ ابن راہویہ فی مسندہ و ابن اسحاق و البزار و البیہقی و ابونعیم و ابن عساکر قال ابن حجر اسنادہ حسن متصل و رجالہ ثقات ۔ کذا فی الخصائص ۔

الرسول الاعظم و اثر کلماتہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۵۸ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِاَسِیْرٍ فَلَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَذَهَبَ فَجَاءَ

جیسا عموماً نوجوان کیا کرتے ہیں، اس نے کہا اچھی بات ہے میں نگرانی رکھونگا۔ چنانچہ جب میں چلا اور مکہ کی آبادی کے قریب ایک گھر کے پاس پہونچا، تو میں نے گانے بجانے اور باجہ کی آواز سنی، میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے، لوگوں نے بتایا کہ فلاں قریشی کی فلاں عورت سے شادی ہوئی ہے، میں اس گانے بجانے کے قصہ میں ایسا پڑا، کہ قصہ گوئی کی محفل کا خیال جاتا رہا، اور ایسی نیند آئی کہ جب تک آفتاب نکل کر تیز نہ ہوگیا میری آنکھ نہ کھلی، میں واپس اپنے ساتھی کے پاس پہنچا، اس نے دریافت کیا کہ بتاؤ کیا کیا، میں نے پورا ماجرا کہہ سنایا۔ پھر ایک دوسری رات میں نے اپنے ساتھی سے ایسا ہی کہا، وہ مان گیا لیکن جب میں نکلا، تو پھر میں نے آج بھی ایسی ہی آواز راستہ میں سنی جیسی پہلی مرتبہ سنی تھی، پوچھنے پر وہی تفصیل بتائی گئی، چنانچہ میں اسی میں الجھ کر رہ گیا اور پھر نیند کا ایسا زور ہوا کہ سوگیا اور دھوپ کی تپش نے مجھے بیدار کیا، میں لوٹ کر ساتھی کے پاس آیا تو اس نے پوچھا کہ بتاؤ تم نے کیا کیا، میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ خدا کی قسم اسکے بعد پھر کبھی میں نے اس طرح کی حرکت کا ارادہ نہیں کیا جس کے جاہلیت والے عادی اور شائق تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ (خصائص کبریٰ)

آپؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کا اثر

۱۶۵۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم ایک قیدی لیکر گھر میں داخل

۱۶۵۸۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات بہرحال اثر رکھتے ہیں۔ ادھر کلمات نکلے، اادھر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما فعل الاسیر قالت لھوت عنہ مع النسوۃ فخرج فقال مالک قطع اللہ یدک او یدیک فخرج فاذن بہ الناس فطلبوہ فجیٔ بہ قالت فدخل علی وانا اقلب یدی فقال اجننت قلت دعوت علی وانا اقلب یدی انظر ایھما تقطعان فحمد اللہ واثنی علیہ ثم رفع یدیہ مدا وقال اللھم انی بشر اغضب کما یغضب البشر فایما مومن او مومنۃ دعوت علیہ فاجعلہ لہ زکوۃ وطھورا۔ (رواہ احمد)

الرسول الاعظم وتاثیر کلامہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۵۹۔ عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ان رجلا اکل عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشمالہ فقال کل بیمینک قال لا استطیع قال لا استطعت ما منعہ

ہوتے، میں عورتوں سے بات چیت میں اس قیدی سے غافل ہو گئی، اور وہ نکل بھاگا دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے پوچھا کہ قیدی نے کیا کیا، انھوں نے کہا میں عورتوں سے بات چیت میں اس سے غافل ہو گئی تھی، وہ موقع پا کر چل دیا، آپ نے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا اللہ ترا ہاتھ کاٹے، یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو صورت حال بتائی، انھوں نے تلاش شروع کردی، اور اس کو پکڑ لائے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا یہ کیا پاگل جیسی حرکت کر رہی ہو، میں نے عرض کی کہ جب سے آپ کی زبان مبارک سے کاٹنے کے الفاظ نکلے ہیں، میں ایسی ہی الٹ پلٹ کر رہی ہوں میں دیکھتی ہوں کہ ان میں سے کون کاٹا جاتا ہے، اس کے بعد آپ نے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر پھیلا دیئے اور دعا کی، اے اللہ میں بشر ہوں، اور آدمیوں کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے، لہٰذا جس مسلمان مرد و عورت پر مجھ سے کلمات بد دعا نکلے ہوں، تو اس کو ان کے لئے پاکی اور صفائی کا ذریعہ بنا دے۔ (احمد)

آنحضرت صلعم کی دعا سے ہاتھ کا شل ہو جانا

۱۶۵۹۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اثر ہوا۔ قربان جائیے آپ کی شفقت و محبت ا... پر، آپ کو جونہی احساس ہوا، تمام کے

اِلاَّ الْکِبْرُ فَمَا رَفَعَهَا اِلٰی فِیْهِ۔ (رواہ مسلم) (ریاض الصالحین)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَتَاثِیْرُ ضَرْبِهٖ فِیْ صَدْرِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ

۱۶۶۰۔ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ یُصَلِّیْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً اَنْکَرْتُهَا عَلَیْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰی قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَیْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِیْعًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً اَنْکَرْتُهَا عَلَیْهِ وَدَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ سِوٰی قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَاَمَرَهُمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَا فَحَسَّنَ شَاْنَهُمَا فَسُقِطَ فِیْ نَفْسِیْ مِنَ التَّکْذِیْبِ وَلَا اِذْ کُنْتُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

اپنے بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے جواب دیا، مجھے اس کی قدرت نہیں ہے، آپ نے فرمایا تو قدرت نہ رکھے، حالانکہ اسکو سوائے تکبر کے اور کسی چیز نے دائیں ہاتھ سے کھانے سے نہیں روکا تھا۔ پھر وہ اس کو اپنے منہ تک کبھی نہ اٹھا سکا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی ضرب کا اثر

۱۶۶۰۔ حضرت ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا، اس نے ایسی قرأت کی جو میرے لئے بالکل اجنبی تھی۔ پھر دوسرا آیا، اور اس نے اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں قرأت شروع کی، ہم لوگ جب نماز ادا کر چکے، تو سب مل کر خدمت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس نے ایسی قرآت کی ہے جو میرے لئے بالکل اجنبی تھی، دوسرا شخص آیا اور وہ اپنے ساتھی سے بالکل مختلف طرز میں پڑھنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو حکم دیا۔ چنانچہ ان دونوں نے سنایا۔ سن کر آپ نے دونوں کی قرآت کی تحسین فرمائی، یہ سن کر میرے دل میں آپ کی تکذیب پیدا ہوئی اور اس طرح کہ جاہلیت میں بھی یہ کیفیت نہ تھی۔ مگر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میری اس کیفیت کو محسوس فرمایا جس نے مجھ کو

حق میں دعا فرمائی کہ اگر کبھی غصہ میں کوئی جملہ ایسا زبان پر آجائے، جو امت کے کسی فرد کے لئے مضر ہو سکتا ہو، تو اسے اسکے لئے موجب صفائی و پاکی بنادے۔

لوگوں کو اس سے یہ سبق بھی لینا چاہئے کہ حتی الوسع زبان پر بددعا کے کلمات نہ لائے جائیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرُدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ إِقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (رواہ مسلم)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاِسْلَامُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

۱۶۶۱- عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ إِلَى أَبِيْهِ وَأُمِّهِ قَالَ

ڈھانپ لیا تھا، تو آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں میں پسینہ پسینہ ہوگیا، اور خوف کی یہ حالت ہوگئی، گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، پھر مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا اے ابی! میرے پاس پہلے ہی وحی آئی تھی کہ میں قرآن ایک ڈھنگ سے پڑھوں، لیکن میں نے بار بار درخواست کی کہ میری امت کے لئے آسانی فرمادے، تیسری دفعہ مجھے جواب ملا کہ تم اسے سات طرح سے پڑھو، اور تم کو اپنی ہر درخواست کے بدلے میں ایک دعا کا حق ہے جس کی آپ مانگ کر سکتے ہیں، پس میں نے دو بار دعا کی اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما دیجئے، اے اللہ میری امت کو بخش دیجئے اور تیسری دعا اس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کے ساتھ آئیگی، یہانتک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عبد اللہ بن سلام کے سوالات کے جوابات اور ان کا مشرف باسلام ہونا

۱۶۶۱ - حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سلام نے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر سنی، اس وقت وہ ایک کھیت میں پھل توڑ رہے تھے۔ پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جن کو نبی کے

۱۶۶۱ - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل علم حق کے دلوں میں کچھ ہیچ نہیں ہوتا۔ وہ فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں اور یہ پہچاننے میں انھیں ذرا بھی تاخیر نہیں ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں، ساتھ ہی یہود قوم کی

أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرَئِيلُ آنِفًا، أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوهُ قَالَ هٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ (رواہ البخاری)

سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائیے قیامت کی علامات میں سب سے پہلی علامت کیا ہے جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا اور بچہ اپنے باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ابھی حضرت جبرئیلؑ نے ان کے متعلق خبر دی ہے، قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق مغرب کی طرف لیجا کر جمع کردیگی اور پہلا کھانا جسے جنتی کھائینگے بس وہ مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا، اب رہی تیسری بات تو جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کی منی غالب ہوتی ہے تو بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں، یا رسول اللہ! یہود ایک بہتان طراز قوم ہے، اس لئے اگر ان کو میرے اسلام کا حال اس سے پہلے معلوم ہوگیا، کہ آپ ان سے میرے متعلق دریافت کرلیں، تو پھر وہ ضرور مجھ پر بہتان باندھیں گے، (اس لئے آپ پہلے ان سے میرا حال معلوم کرلیں پھر ان کو اس کی خبر دیں) چنانچہ جب یہود آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے ان سے دریافت کیا، تم میں عبداللہ کون شخص ہے؟ انھوں نے کہا وہ ہم میں سے ایک بہترین شخص ہیں اور بہترین شخص کے لڑکے ہیں، اور ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے لڑکے ہیں، آپ نے فرمایا تم بتاؤ کہ اگر عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرلیں (تو کیا سمجھو گے) انھوں نے کہا اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے، اسکے بعد عبداللہ نکلے اور پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ سنکر یہود کہنے لگے ہم میں سے بدترین شخص ہے اور بدترین شخص کا لڑکا ہے اور وہ عیب لگانے لگے، عبداللہ بن سلامؓ نے کہا یہی بات تھی یا رسول اللہ جس سے میں ڈر رہا تھا (بخاری)

فطرت آشکارا ہوتی ہے کہ من حیث قوم ان کے اعمال و اخلاق کس قدر پست ہوتے ہیں، اور آن کی آن میں کیسے پلٹ جاتے ہیں۔

الرسول الاعظم والقاء النعاس على الصحابة عند غسله صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۶۲۔ عن عائشة رض لما ارادوا غسل النبي صلى الله عليه وسلم قالوا والله ما ندري أنجرد رسول الله صلى الله عليه وسلم من ثيابه كما نجرد موتانا ام نغسله وعليه ثيابه فلما اختلفوا القى الله عليهم النوم حتى ما منهم رجل الا وذقنه فى صدره ثم كلمهم مكلم من ناحية البيت لا يدرون من هو ان اغسلوا النبي صلى الله عليه وسلم وعليه ثيابه"

الرسول الاعظم وريح المسك فى يد الماس بعد وفاته صلى الله عليه وسلم

۱۶۶۳۔ عن ام سلمة قالت وضعت يدى على صدر رسول الله صلى الله عليه

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت صحابۂ کرام پر نیند طاری ہونا اور ایک غیبی آواز کا سننا

۱۶۶۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا، وہ کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کپڑے اتار ڈالیں جس طرح ہم اپنے دوسرے مُردوں کے ساتھ کرتے ہیں، یا ہم کپڑے کے ساتھ ہی آپ کو غسل دیدیں، جب اس مسئلہ میں ان کے اندر اختلاف ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی حتیٰ کہ ان میں کوئی ایسا باقی نہ رہا جس کو نیند نہ آئی ہو اور اس کی ٹھوڑی اس کے سینہ پر نہ جھک گئی ہو، پھر گھر ایک کونے سے ایک کہنے والے نے کہا جسکے متعلق لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ کون تھا کہ آنحضرت صلعم کو تم کپڑوں سمیت غسل دو۔

وفات نبی کے وقت جسم مبارک پر ہاتھ رکھنے سے اس میں مشک کی پائیدار خوشبو

۱۶۶۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک

۱۶۶۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن رات پیش آنے والی باتیں ایک ایک کرکے بتائی تھیں۔ عام دستور یہی تھا کہ مردہ کے کپڑے اتار کر پردہ والے حصہ کو ڈھک کر غسل دیا کرتے تھے۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جن کو حیات ابدی حاصل تھی، وفات کے بعد آپ کو کس طرح غسل دیا جائے صحابہ کرام کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی۔ ایک طرف ادب و احترام، دوسری طرف آپ کا خصوصی مرتبہ اور تبلیغی امتیازی شان، اجتہاد میں ہر ایک اپنی سمجھ پر عمل کا مکلف ہے۔ اس لئے باہم صحابہ کا اختلاف ناگزیر تھا، مگر قدرت نہیں چاہتی تھی کہ یہاں کوئی اختلافی شکل باقی رکھی جائے، چنانچہ ہاتف غیبی کے ذریعے فیصلہ کردیا گیا۔

۱۶۶۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختلف طور پر نوازا تھا۔ آپ کے پسینہ کے متعلق مختلف

وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ فَمَرَّ بِيْ جُمَعٌ آكُلُ وَاَتَوَضَّأُ مَا يَذْهَبُ رِيْحُ الْمِسْكِ مِنْ يَدِيْ" اخرجه البیہقی کذا فی

الرسول الاعظم وتعزية الملائكة على اهل بيته صلى الله عليه وسلم

۱۶۶۴ ۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَسْمَعُوْنَ الْحِسَّ وَلَا يَرَوْنَ الشَّخْصَ فَقَالَتِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اِنَّ فِي اللّٰهِ عَزَاءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَاِيَّاهُ فَارْجُوْا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

پر رکھا جس دن آپ نے وفات پائی، اس کے بعد مجھ پر کئی جمعے گذر چکے، کھاتی بھی ہوں اور وضو بھی کرتی ہوں، مگر میرے ہاتھ سے مشک کی خوشبو نہیں جاتی۔ (بیہقی)

اہلِ بیت رسول کی تعزیت فرشتوں کی طرف سے

۱۶۶۴ ۔ حضرت جابر رض بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی، تو فرشتوں نے بھی آپ کے گھر والوں کی تعزیت کی۔ وہ آواز سنتے تھے اور کسی شخص کو دیکھتے نہ تھے، وہ آواز یہ تھی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ الخ"۔ اے رسول خدا کے اہل بیت تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، ہر مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی ذات باعث صبر ہے اور ہر نکل جانے والی چیز کا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانشین ہے، پس اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی سے امید رکھو، محروم وہ ہے، جو ثواب سے محروم کیا گیا (تم کو صبر کا ثواب مل کر رہے گا تم محروموں میں نہیں) والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خصائص کبری

روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں کہ مشک سے زیادہ خوشبو ہوتی تھی، اور صحابہ عطر میں ملا کر خوشبو میں تیزی پیدا فرماتے تھے۔ سوچیے کہ پسینہ میں یہ خوشبو کیوں تھی، آخر جسم مبارک کا ہی تو اثر تھا۔

وفات کے بعد اس دنیا سے جو معمولی رشتہ تھا وہ بھی منقطع ہو گیا لہذا نورانیت پورے طور پر ابھر آئی خوشبو اضعافاً مضاعفا ہو گئی، اور ہونی ہی چاہئے

۱۶۶۴ ۔ عام انسانوں کی تعزیت آدمی کرتے ہیں۔ یہ ایک فطری جذبہ ہے۔ مگر انبیاء کرام کا گھرانہ ایسا ہوتا ہے کہ فرشتوں کو اس سے کسی نہ کسی درجہ میں لگاؤ ہوتا ہے۔ نزول وحی کے موقع سے فرشتے آتے رہتے ہیں جس نبی سے فرشتوں کو لگاؤ ہو گا یقیناً اس کے گھر والوں سے بھی کچھ نہ کچھ تعلق خاطر ہو گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یقیناً ایک حادثہ عظمیٰ تھا جس سے سبھی متاثر ہوئے لیکن آپ کے اہل بیت کا زیادہ غمگین ہونا فطری تھا اور واقعہ تعزیت کے مستحق تھے بھی، اس لئے فرشتوں نے صبر کی تلقین کی مگر اس طرح یہ تعزیت ہوئی کہ وہ مجسم ہو کر سامنے نہیں آئے

الرسول الاعظم وعدم بلاء جسدہ بعد الوفات

۱۶۶۵۔ عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرِمْتَ یَقُوْلُوْنَ بَلِیْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (رواہ ابو داؤد والنسائی)

الرسول الاعظم واخبارہ ان یکن فی امتی احد محدثا فانہ عمرؓ

۱۶۶۶۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ

جسم اطہر صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد وفات کوئی تغیر نہ ہونا

۱۶۶۵۔ اوس بن اوسؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افضل ایام میں جمعہ کا دن ہے۔ کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اور اسی دن ان کی وفات ہوئی، اور اسی دن صور پھونکا جائیگا۔ اور اسی دن سارے لوگ بے ہوش ہونگے، لہذا اس دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو، اسلئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ آپ کا جسم مبارک تو مٹی میں مل چکا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو حرام کردیا ہے وہ ان پر کوئی اثر نہیں کرتی ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت عمر بن الخطابؓ کے حق میں محدثیت کی بشارت

۱۶۶۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں

۱۶۶۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام روح جسم، ملکات فاضلہ اور خواہشات ہر اعتبار سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں، اسی لئے آپ پڑھتے ہیں کہ ان کی نیند کی کیفیت عام انسانوں سے الگ ہوتی تھی۔ ان کا پسینہ عام انسانوں سے الگ ہوتا تھا اور ان کا ادراک عام انسانوں سے الگ تھا اس لئے اگر ان کے اجسام بعد وفات صحیح وسالم رہتے ہیں اور زمین اس میں تصرف نہیں کرتی، تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام، شہداء اسلام، اور بعض اولیاء کے اجسام بھی جوں کے توں محفوظ ہوتے ہیں، اس مسئلہ کی تفصیل جلد ۳ ص ۹۳ میں ملاحظہ فرمائیے

۱۶۶۶۔ بعض طرق میں محدثون کی جگہ ملہمون" اور بعض میں "الملہم بالصواب" کا لفظ آیا ہے۔ ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ يَكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ اَحَدٌ فَاِنَّهُ عُمَرُ. وَفِيْ رِوَايَةٍ لَقَدْ كَانَ فِيْمَا قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنُوْا اَنْبِيَاءَ فَاِنْ يَكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ (متفق علیہ)

الرسول الاعظم فظهور البركة فی الطعام بدعائه صلی الله علیه وسلم

۱۶۶۷- عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِيْدٌ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَهُمْ شِبَاعٌ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَلَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَنُطْعِمَهَا النَّاسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلْ يَجِيْءُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا فِيْ رَحْلِهِ وَفِيْ لَفْظٍ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ طَعَامٍ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالْمُدِّ وَالصَّاعِ وَاَكْثَرَ وَاَقَلَّ فَكَانَ جَمِيْعُ مَا فِي الْجَيْشِ بِضْعًا وَعِشْرِيْنَ

میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں، اور ایک روایت یہ ہے کہ البتہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے مگر ان سے غیبی باتیں کی جاتی تھیں، اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں، اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے،

دعائے نبوی کا اثر کھانے میں

۱۶۶۷- حضرت عمر بن خطابؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک تھے، کہ ہمیں سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے درخواست کی یا رسول اللہ! دشمن ہمارے سامنے موجود ہیں اور وہ آسودہ ہیں، اور ہمارا یہ حال ہے کہ بھوک سے بیتاب ہیں۔ چنانچہ انصار نے کہا، کیا ہم ایسا نہ کریں کہ ہم اپنی اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں اور لوگوں کو کھلا دیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایسا نہ کرو، بلکہ ہر شخص کے کجاوہ میں جو کچھ ہو لے آئے یا یہ فرمایا کہ جو کچھ کھانے کا سامان بچا ہو، اس کو لے آئے، ادھر آپ نے حکم دینے کے بعد چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا، پس لوگ کھانا بچا کھچا لانے لگے کوئی ایک مد لایا اور کوئی ایک صاع، اور کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "محدث" کیسا ہوتا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ فرشتے ان کی زبان سے بولتے ہیں، اس کا ماحصل یہ بیان کیا گیا کہ یہ وہ شخص ہے جس کا خیال اکثر درست ہوتا ہے، یعنی فرشتوں کی جانب سے اس کے دل میں کوئی بات اس طرح ڈال دی جائے کہ گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے کہ یہی ٹھیک ہے بعض محدث کا مفہوم یہ بتلاتے ہیں کہ اس کی زبان سے صدق وصواب بلا قصد نکلے، بہرحال وہ نبی تو نہیں ہوتا ہے، مگر اس کی زبان سے عموماً درست باتیں ہی نکلتی ہیں، اس طرح جیسے معلوم ہوتا ہو کہ اس کو الہام ہو رہا ہے۔

صاعاً فجلس النبي صلى الله عليه وسلم الى جنبه ودعا بالبركة ثم دعا الناس فقال بسم الله خذوا ولا تنتهبوا فجعل الرجل ياخذ في جرابه وفي غرارته واخذوا في اوعيتهم حتى ان الرجل ليربط كم قميصه فيملأه ففرغوا والطعام كما هو ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم اشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله لا ياتي بهما عبد محق الا وقاه الله حر النار۔ اخرجہ ابن راهويه والعدني وابو يعلى والحاكم وغيرهم۔

۱۶۶۸ - عن ابي هريرة قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في مسير قال فنفدت ازواد القوم حتى هم بنحر بعض حمائلهم قال فقال عمر يا رسول الله لو جمعت ما بقي من ازواد القوم فدعوت الله عليه قال ففعل قال فجاء ذو البر ببره وذو التمر بتمره قال وقال مجاهد وذو النواة بنواه قلت وما كانوا يصنعون بالنوى قال كانوا يمصونه ويشربون عليه الماء

پس تمام لشکر سے جو سامان آیا، وہ کل کچھ اوپر بیس صاع ہو گئے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کھانے کے پہلو میں بیٹھ گئے، اور برکت کی دعا فرمائی، پھر لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ اللہ کے نام کے ساتھ سب اپنی اپنی ضرورت کے مطابق لیتے جاؤ، اور لوٹ نہ مچاؤ، پھر تو لوگ اپنے توشہ دانوں، بوریوں، اور برتنوں میں بھرنے لگے، یہانتک کہ بعضوں نے اپنی قمیص کی آستینوں کا منہ باندھ لیا، اور اس کو بھر لیا، اس طرح تمام فوج نے فراغت حاصل کر لی، اور کھانا جوں کا توں تھا، پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور بلا شبہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں، جو بندہ بھی ان دو چیز کی گواہی سچے دل سے دیگا، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے بچالیگا اسے حاکم وغیرہ نے روایت کیا۔

۱۶۶۸ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ لوگوں کا نادراہ ختم ہو گیا۔ انھوں نے کہا کہ حال یہ ہو گیا تھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی سواری کی اونٹنیاں ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا، راوی نے کہا کہ یہ دیکھ کر حضرت عمر رض نے عرض کی یا رسول اللہؐ! کاش ایسا ہوتا، کہ آپ لوگوں کے ما بقیہ زادِ راہ کو جمع کر کے اس پر دعا فرما دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ جس کے پاس گیہوں تھا۔ وہ گیہوں لے آیا جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجور لے آیا مجاہد کہتے ہیں کہ حتی کہ جس کے پاس کھجور کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں لے آیا۔ میں نے کہا کہ وہ گٹھلیاں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وہ ان کو اس لئے رکھتے تھے کہ ان کو چوس لیتے تھے اور اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ

۱۶۶۸ - یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔ اور برکت کے اس طرح کے واقعات حدیث میں متعدد مذکور ہیں۔

قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ مسلم)

الرسول الاعظم وایمان ام ابی ھریرۃ بدعائہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۶۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَدْعُوْ أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّهْدِيَ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ أُمَّ أَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ إِلَى الْبَابِ فَإِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ أُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا

جب سب چیزیں جمع ہو چکیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دعائے برکت فرمائی پھر اتنی برکت ہوئی کہ بقول راوی لوگوں نے اپنے اپنے ناشتہ دان بھر لئے، اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، کوئی ان دو کلمات کے اقرار کے ساتھ جب اللہ سے ملے گا اس طرح کہ اس کو اس میں کوئی تردد وشک باقی نہ رہا ہو، تو بلاشبہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم)

ابوہریرہؓ کی والدہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اسلام قبول کرنا

۱۶۶۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو برابر اسلام کی دعوت دیتا رہا، اور وہ نفرت کا اظہار کرتی رہیں، ایک دن میں نے انکو اسلام کی طرف بلایا تو انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں سنائیں، جو مجھے بہت ناگوار گزریں، میں روتا ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ وہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ آپ نے فوراً فرمایا اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش خوش نکلا، جب میں دروازے کے پاس آیا تو دیکھا دروازہ بند ہے، میری ماں نے میرے پاؤں کی آہٹ سن لی، اندر سے انھوں نے کہا ابوہریرہ: ہیں ذرا ٹھہرنا۔ اور میں پانی کے گرنے کی آواز سن رہا تھا انھوں نے غسل کیا، پھر اپنی قمیص پہنی اور جلدی میں اپنی اوڑھنی سر پر ڈالنی رہ گئی، اور اسی حال میں آکر انھوں نے

فَفُتِحَتِ الْبَابُ ثُمَّ قَالَتْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا (رواہ مسلم)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَنَظَرُ عَلِيٍّ عَلٰى مَنْكِبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَنَاظِرَ الْعَجِيْبَةَ

۱۶۷۰ - عَنْ عَلِيٍّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ اِجْلِسْ وَصَعِدَ عَلٰى مَنْكِبِيْ فَذَهَبْتُ لِاَنْهَضَ بِهٖ فَرَاٰى مِنِّيْ ضُعْفًا فَنَزَلَ وَجَلَسَ لِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِيْ اِصْعَدْ عَلٰى مَنْكِبِيْ فَصَعِدْتُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ قَالَ فَنَهَضَ بِيْ فَاِنَّهٗ يُخَيَّلُ اِلَيَّ اَنِّيْ لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ اُفُقَ السَّمَاءِ حَتّٰى صَعِدْتُ عَلَى الْبَيْتِ وَعَلَيْهِ تِمْثَالُ صُفْرٍ اَوْ نُحَاسٍ اُنَاوِلُهٗ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ حَتّٰى اِسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ قَالَ لِيْ

دروازہ کھولا، پھر بولیں اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس طرح پلٹا کہ خوشی سے آنسو نکل رہے تھے، آپؐ نے اللہ کی حمد کی اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے۔

حضرت علیؓ کا شانۂ نبویؐ سے عجیب منظر دیکھنا

۱۶۷۰ - حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ساتھ چلے، (بیت اللہ کے اندر جاکر) آپؐ نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ، اور آپؐ میرے شانوں پر چڑھ گئے، میں آپ کو لے کر اٹھنے لگا، تو آپؐ نے مجھے کمزور محسوس کیا، لہٰذا اتر گئے، اور خود بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے فرمایا میرے مونڈھوں پر چڑھ جا، میں آپ کے مونڈھوں پر چڑھ گیا حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپ مجھ کو لیکر اٹھے، اسوقت میں ایسا محسوس کرنے لگا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو پالوں، یہاں تک کہ میں بیت اللہ پر چڑھ گیا اور اس پر پیتل اور تانبے کی مورتیاں بنی رکھی تھیں، میں ان کو اپنے دائیں، بائیں، سامنے اور پیچھے سے اٹھانے لگا تا آنکہ میں نے سب اٹھالئے، رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو پھینک دے (چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا) و

۱۶۷۰ - رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خلاصۂ کائنات کہی جاتی ہے، اور یقیناً آپ افضل الرسل اور خاتم النبیین تھے، اس لئے اگر حضرت علیؓ نے آپؐ کے شانوں پر چڑھ کر یہ محسوس کیا کہ وہ آسمان کے کناروں کو پا سکتے ہیں، تو اس میں حیرت کی کونسی بات ہے، آخر حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ (علیہما السلام) جس پتھر پر چڑھ کر خانۂ کعبہ کی بنیاد رکھ رہے تھے، وہ بھی جتنی ضرورت ہوتی، خود بخود اونچا ہوجاتا تھا، لیکن حضرت علیؓ تو حضرت انسان تھے اور تمام مخلوقات اور تمام انسانوں سے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْذِفْ بِہٖ فَانْکَبَّہٗ کَمَا یَنْکَسِرُ الْقَوَارِیْرُ ثُمَّ نَزَلْتُ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتّٰی تَوَارَیْنَا بِالْبُیُوْتِ خَشْیَۃَ اَنْ یَلْقَانَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ۔ (رواہ احمد)

شَهَادَةُ شَجَرِ السَّلَمَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) رَسُوْلُ اللّٰہِ

۱۶۷۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَقْبَلَ اَعْرَابِیٌّ فَلَمَّا اَتٰی قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ وَمَنْ یَّشْہَدُ عَلٰی مَا تَقُوْلُ قَالَ ہٰذِہِ السَّلَمَۃُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَہُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِیْ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰی قَامَتْ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاسْتَشْہَدَہَا ثَلٰثًا فَشَہِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّہٗ کَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ

شیشہ کی طرح گر کر چور چور ہو گئے پھر میں اترا اور میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ ساتھ جلدی جلدی چلے، اور گھروں کی دیواروں میں چھپتے چھپاتے واپس آگئے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ہمیں دیکھ لے۔

درخت کیکر کی گواہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں

۱۶۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ سامنے سے ایک دیہقانی آتا نظر آیا، جب وہ مجلس نبوی میں پہنچا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، تو اس بات کی گواہی دیگا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس نے کہا کہ اور کون ہے جو اس کی گواہی دے جس کو آپ فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہ کیکر کا درخت، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا، وہ وادی کے کنارے کھڑا تھا، زمین پھاڑتا ہوا وہ چلا، اور آپکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ نے اس سے

افضل کے شانۂ مقدس پر چڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ کو جو منظر بتوں سے صفائی کے موقع پر نظر آیا، وہ نظر آنا ہی چاہئے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبۂ توحید دیکھئے کہ خود اپنے شانۂ مبارک پر آدمی کو چڑھا کر اس کی صفائی فرما رہے تھے اور اس میں قطعاً عار محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

۱۶۷۲۔ بے علم لوگوں میں اسی طرح کی باتوں سے یقین پیدا ہوتا ہے، اس نے اپنی آنکھوں سے جب دیکھا کہ بظاہر ایک بے جان کیکر کا درخت ایک شخص کی اس طرح اطاعت کرتا ہے، اور اس کی صداقت پر شہادت پیش کرتا ہے، تو اس خون و گوشت اور ہڈی سے بنے ہوئے انسان کو شرم محسوس ہوئی کہ یہ اسکے بعد بھی کفر و شرک میں ملوث ہے چنانچہ اس نے اسلام قبول کر کے انسانیت کی

الی منبتہا۔ (رواہ الدارمی)

الرسول الاعظم وسجود البهائم له صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۷۳۔ عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یا رسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجھا ولو امرھا ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لہا ان تفعلہ (رواہ احمد و روی الترمذی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکنت امر رجلا الخ عن ابی ھریرہ)

تین بار گواہی طلب کی، اس نے تینوں دفعہ گواہی دی کہ بات ویسی ہے جیسا آپ نے فرمایا، پھر وہ جہاں کھڑا تھا چلا گیا (دارمی)

بہائم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا

۱۶۷۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سرور کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے، ایک اونٹ آیا، اور اس نے آپ کو سجدہ کیا، صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں بس ہم تو بدرجۂ اولیٰ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا اپنے پروردگار کی پرستش کرو، اور اپنے بھائی کی عزت کرو، اگر میں کسی انسان کو اس کی اجازت دیتا کہ وہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں، اگر اس کا شوہر یہ حکم دے کہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی جگہ اور سیاہ کو زرد کی جگہ رکھ دے، تو اس کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا کرنے کو آمادہ ہو جائے۔

لاج مکھ لی۔

خدا کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں، اب تو آپ دیکھتے ہیں کہ لوہے کے پرزے انسان کی طرح بات کرتے ہیں، اور انسانوں کی گفتگو محفوظ کر لیتے ہیں پھر اس کے آنے اور گفتگو کرنے میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔

۱۶۷۳۔ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ انسان کا مرتبہ جانور اور درخت سے بہت اونچا ہے اس کی یہ شان نہیں ہونی چاہئے کہ جانور اور درخت کی پیروی کرے۔ غیر مکلف کی پیروی مکلف کے لئے کسی حال میں درست نہیں ہے۔

باقی جانور اور درخت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یہ آپ کا ان کی طرف سے احترام تھا، انسان کا اظہار احترام یہ ہے کہ وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہو۔

الرسول الاعظم و تصدیقه بتكلم البهائم بقدرة الله تعالىٰ

۱۶۷۴۔ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً اِذْ اَعْيِيَ فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا بِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّي اُؤْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمٍ لَهٗ اِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِنْهَا فَاَخَذَهَا فَاَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ اُؤْمِنُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ۔ (متفق علیہ)

بیل اور بھیڑیے کا عبرت آموز کلام کرنا

۱۶۷۴۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ راوی ہیں کہ ایک شخص ایک بیل ہانکے جا رہا تھا، کہ اچانک وہ تھک گیا اور اس پر سوار ہوگیا (اس بیل کو قدرت نے گویائی عطا فرمائی) وہ بول پڑا، کہ ہم اس کام کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں، ہماری تخلیق زمین کے جوتنے کے لئے ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرنے لگا! رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی۔ حالانکہ اُس وقت دونوں موجود نہیں تھے۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ دفعتہً بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کر دیا، اس کے مالک نے بھیڑیے کا پیچھا کیا اور اس بکری کو چھڑا لیا، بھیڑیا بولا کہ اس دن کون چھڑانے آئیگا جس دن درندوں ہی کا راج ہوگا اور میرے سوا کوئی اسکا دوسرا چرواہا نہ ہوگا، یہ سن کر لوگوں نے کہا، سبحان اللہ! بھیڑیا اور باتیں کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پر یقین رکھتا ہوں (کہ ایسا ہوا ہوگا) اور ابوبکرؓ و عمرؓ بھی، حالانکہ وہ دونوں وہاں نہیں تھے۔ (مسلم و بخاری)

۱۶۷۴۔ بیل اور بھیڑیا کا اپنی زبان میں کلام کرنا تو مشہور بات ہے، جانور بولتے ہیں، اور مشاہدہ ہے کہ جانور ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی ہیں، حیرت جو کچھ ہے وہ انسانوں کی زبان میں بولنے پر ہے۔ مگر یہ بھی کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خود بھی تصدیق فرمائی، اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف سے بھی تصدیق کی گو وہ موجود نہ تھے، مگر آپ کو ان دونوں کے ایمان و ایقان پر اعتماد تھا۔ قیامت جسقدر قریب آتی جائیگی عالم غیب سے پردہ اٹھتا جائیگا، اور خلافِ عادت باتیں بکثرت ظاہر ہوتی چلی جائینگی۔ چنانچہ بہت ساری ایسی باتوں کی تصدیق ہو رہی ہے ــــ وہ زمانہ جلد ہی آنے والا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کا بھی لوگ خود مشاہدہ کرینگے، اور جانوروں کی بولیاں چیستان ہی نہیں رہیں گی۔

الرسول الاعظم بشارته للامة ان العدو لا يستبيح بيضتهم

۱۶۷۵۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّي قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ (رواہ مسلم)

امت کو بشارت کہ عام قحط اور دشمن اُن کا استیصال نہ کرسکیں گے

۱۶۷۵۔ حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے روئے زمین کو سکیڑ دیا، بس میں نے اس کے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا، اور یقیناً میری امت کا ملک اس حصہ تک پہنچکر رہے گا، جو حصۂ زمین میرے لئے سکیڑ دیا گیا تھا، اور مجھے دو خزانے بھی دیئے گئے، ایک سرخ اور ایک سفید، اور میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے درخواست کی کہ وہ اس کو عام قحط میں مبتلا کرکے ہلاک نہ کرے، اور یہ کہ ان پر ایسے دشمن کو تسلط کا موقع نہ دے، جو ان کے انڈے بچے سب کو بیخ و بن سے تباہ کر ڈالے، میرے رب نے فرمایا اے محمدؐ! جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو پھر وہ رد نہیں ہوتا ہے، اور میں بلا شبہ تجھ کو تیری امت کے باب میں یہ اطمینان دلاتا ہوں کہ میں نہ تو ان کو عام قحط میں مبتلا کرکے ہلاک کرونگا اور نہ ان کے کسی ایسے دشمن کو ان پر تسلط دوں گا، جو ان کے انڈے بچے کو تباہ کر ڈالے، اگرچہ تمام روئے زمین کے دشمن اکٹھے ہو جائیں، تا آنکہ خود ان کے بعض بعض کو ہلاک اور قید نہ کرنے لگیں۔

۱۶۷۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لاڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ساری زمین سکیڑ دی اور سامنے کر دیا، تاکہ آپ اجمالی طور پر سب کو ایک نظر دیکھ لیں، اور اس دیکھنے کے بعد آپ نے پیش گوئی فرمائی کہ میری امت ان حصوں تک پہنچ کر رہے گی، پوری دنیا ایک مختصر سے نقشہ میں آجاتی ہے اور آپ بیٹھ کر اپنی جگہ دیکھ لیتے ہیں، کہ فلاں ملک یہاں ہے اور فلاں یہاں، تمام ممالک کے سمت بھی معلوم ہو جاتے ہیں، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری دنیا کے ممالک کی آپ نے سیر کر لی۔ اور تمام جزئیات سے واقف ہو گئے

الرسول الاعظم واخباره ان فلانا فی النار

۱۶۷۶۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ كَرْكَرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا۔ (رواہ البخاری)

۱۶۷۷۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ يَدَّعِي الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَكَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَاَثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ

ظاہر اعمال کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئی کہ فلاں جہنمی ہے

۱۶۷۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامان کی نگرانی میں ایک شخص مقرر تھا جس کا نام کرکرہ تھا اور لوگ اس کو اسی نام سے پکارتے تھے، وہ مر گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخ کی آگ میں ہے، چنانچہ لوگوں کو حیرت ہوئی اور وہ تلاش کرنے لگے کہ کیا بات ہے، انھوں نے ایک عبا اس کے پاس پائی، جس کو اس نے مالِ غنیمت سے چرا لیا تھا۔ (بخاری)

ایک جانباز کے دوزخی ہونے کی پیش گوئی

۱۶۷۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا فرمایا کہ یہ دوزخیوں میں ہے، لیکن جب جنگ شروع ہوئی، تو اس شخص نے بڑی بڑی جوانمردی سے جنگ کی، اس طرح کہ زخم سے اس کا بدن چور چور ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے

۱۶۷۷۔ عام لوگ ظاہر کے دیکھنے کے عادی ہیں اور اسی پہ حکم لگاتے ہیں اور سچ پوچھئے تو عوام ظاہر بیں کا منصب بھی یہی ہے، مگر اللہ تعالےٰ نے جن برگزیدہ حضرات کو علم نبوت سے نوازا ہے، اور جن کے پاس وحی آتی رہتی ہے۔ ان کی نگاہ میں بڑی وسعت اور دوربینی عطا کی گئی ہے، اور یقیناً ان کا منصب بھی عام مسلمانوں سے بہت اونچا ہوتا ہے، یہ حضرات انسان اور خدا کے درمیان کی ایک مضبوط کڑی ہوتے ہیں، اس لئے ان کا ان باتوں کو قبل از وقت دیکھ لینا جن کو عام نگاہیں

الَّذِی تَحَدَّثْتَ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَکَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِیْنَ یَرْتَابُ فَبَیْنَاهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ اِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ اَلَمَ الْجِرَاحِ فَاَهْوٰی بِیَدِهٖ اِلٰی کِنَانَتِهٖ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهٖ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ (رواہ البخاری ۹۷۷)

۱۶۷۸۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِّنْ صَحَابَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِیْدٌ حَتّٰی مَرُّوْا عَلٰی رَجُلٍ فَقَالُوْا

ایک صحابی آئے، اور کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ فرماتے تھے کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے، اس نے جنگ میں بڑی بہادری اور جانفشانی سے جنگ کی ہے۔ اس طرح کہ زخموں سے اس کا جسم بھر گیا ہے، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو کہ وہ دوزخی ہے، آپ کے اس جملے سے بعض شبہ میں پڑ گئے (کہ یہ کیا فرما رہے ہیں) ابھی لوگ اسی حیص بیص میں تھے کہ اس مجاہد نے زخم کی تکلیف اس طرح محسوس کی کہ اس نے اپنا ہاتھ تیردان کی طرف بڑھایا، اور اس سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے سینہ کے پار کر لیا (یعنی خودکشی کر لی) یہ دیکھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کی بات سچ کر دی، فلاں نے خودکشی کر لی، اور خود تیر لگا لیا، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال کھڑے ہو اور اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور بلا شک اللہ تعالیٰ اس دین کی بدکار آدمی سے بھی تائید کرا لیتا ہے۔ (بخاری)

ایک مجاہد کے دوزخی ہونے کی اطلاع

۱۶۷۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا،

نہیں دیکھ سکتی ہیں، قطعاً حیرت انگیز نہیں۔

دوسرا اصول یہ بھی مسلم ہے کہ انما الاعمال بالنیات" انسانوں کے عمل کا فیصلہ ان کی نیتوں کے پیش نظر ہوتا ہے، رب العلمین ظاہر اجسام کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ انسانوں کے دلوں کو دیکھتا ہے، اس لئے ظاہری عمل خواہ کتنا ہی شاندار ہو۔ اگر نیت میں نیکی نہیں ہو تو بیکار ہے۔ اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اعتبار خاتمہ کا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اور پھر اس کے مطابق جو کچھ پیش آیا، یہ عقل کے مطابق ہے۔

رہی دینی خدمت تو یہ رب العالمین بلاشبہ کبھی کبھی فاجر بندے سے بھی لے لیتا ہے۔

فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم)

۱۶۷۵ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَهْدَى رَجُلٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ

آپ نے کہا کہ جس دن خیبر کی جنگ تھی، آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک ٹولی آئی اور کہنے لگی کہ فلاں شہید ہوگیا، یہاں تک کہ وہ ایک شخص کے پاس سے گذرے، تو دیکھ کر کہا کہ فلاں بھی شہید ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں، میں نے تو اس کو دوزخ کی آگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے، اس چادر کی وجہ سے یا عبا کی وجہ سے جس کو اس نے مال غنیمت سے چرا لیا تھا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا، اے ابن الخطاب! جاؤ اور لوگوں میں اعلان کردو کہ جنت میں صرف مومن داخل ہونگے: تین مرتبہ یہ اعلان کرو، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نکل کر گیا اور میں نے پکار کر کہہ دیا کہ سن لو کہ جنت میں مؤمن کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا، یہ تین مرتبہ میں نے کہا۔

ایک مسلمان کے دوزخی ہونے کی خبر

۱۶۷۵ - حضرت ابوہریرۃؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ ایک غلام پیش کیا جس کو "مدعم" کے نام سے پکارا جاتا تھا، وہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری سے ایک کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک اسکے ایک تیز تیر آکر لگا جس سے وہ مرگیا، یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ جنت اس کو مبارک ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، بے شک وہ اونی چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت سے لی تھی، اور وہ اسکے حصہ میں نہیں آئی تھی، اس پر آگ بھڑک رہی ہے لوگوں نے

۱۶۷۵ - یہ غلام ہدیہ میں آیا تھا۔ رفاعہ بن زید نے یہ پیشکش کی تھی، ابھی چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ یہ غزوہ سامنے آگیا

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ (متفق عليه)

۱۶۸۰ - عَنْ يَزِيدَ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّ صَاحِبَكُمْ قَدْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ - (رواہ مالک وابوداؤد والنسائی)

الرسول الاعظم واخباره الصحابة انهم يبتلون

۱۶۸۱ - عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْصُوا لِي كَمْ يَلْفِظُ الْإِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ

جب آپ کی یہ بات سنی، ایک شخص ایک یا دو تسمہ لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کا ایک تسمہ ہے یا آگ کے دو تسمے ہیں۔

ایک صحابی کے متعلق پیش گوئی اور اس کی صداقت

۱۶۸۰ - یزید بن خالدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام میں سے خیبر کے دن ایک شخص کی وفات ہوگئی، لوگوں نے اس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو (خود آپؐ نے شرکت نہیں کی، اس سے) لوگوں کے چہرے بدل گئے، پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے اس ساتھی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو ہم نے یہود کے منکوں میں ایک منکا پایا جو دو درہم کا بھی نہ تھا۔

صحابۂ کرام کو مصائب کی قبل از وقت اطلاع دینا

۱۶۸۱ - حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپؐ نے فرمایا مجھے گن کر کے بتاؤ کہ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے کتنے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ کو ہمارے بارے میں خطرہ ہے، اور ہم اس وقت چھ سو سے سات سو تک ہیں آپؐ نے فرمایا،

اور اسی میں یہ شہید ہوگیا، گویا اس نے فیض صحبت کا موقع ابھی نہیں پایا تھا۔

۱۶۸۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات زبانیں یا کسی اندیشہ کا اظہار کریں: ردہ پیش : آئے کیسے ممکن ہے کہ سیکڑوں

إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ قَالَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِيْنَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا۔ (رواہ مسلم والبخاری)

الرَّسُوْلُ الْأَعْظَمُ وَإِخْبَارُهُ مَصَارِعَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ

۱۶۸۲۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا إِقْبَالُ أَبِي سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَأَخَضْنَاهَا وَلَوْ أَمَرْتَنَا أَنْ نَضْرِبَ أَكْبَادَهَا إِلَى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتَّى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ

بیشک تم نہیں جانتے ہو، ہوسکتا ہے کہ تم آزمائش میں ڈالے جاؤ، حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں، کہ ایسا ہی ہوا ہم لوگ آزمائش میں ڈالے گئے، یہانتک کہ ہم میں کے کچھ لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

غزوۂ بدر کے مشرک مقتولین کی نام بنام نشان دہی

۱۶۸۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت ابوسفیان کے لشکر کشی کی خبر ملی، آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا، حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپؐ حکم دینگے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں، تو یقیناً ہم اسے سمندر میں ڈال دینگے اور اگر آپ ہمیں حکم فرمائیں گے کہ ہم اپنے گھوڑوں کو برک الغماد تک لیجائیں، تو ہم ایسا ہی کرینگے، راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے چلنے کو کہا، پس وہ سب چل پڑے، تاآنکہ وہ سب مقام بدر پر آکر اترے یہاں پہونچنے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ رکھ رکھ کر بتایا کہ یہ فلاں کے قتل ہوکر گرنے کی جگہ ہے اور یہاں فلاں قتل ہوکر گریگا۔ راوی کا بیان ہے کہ ان میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہیں ہٹا جو آپ نے

واقعات وحقائق ہیں کہ آپؐ نے جو فرمایا اور جیسا فرمایا وہی سامنے آیا، اور ایک نبی کی یہی شان ہوتی ہے، اور آپ تو افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔

باقی خوف وہراس اور جان کا جب خطرہ درپیش ہو، یا اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ کا ظن غالب ہو، اس وقت عبادات کے چھپ کر انجام دینے کی اجازت کوئی حیرت انگیز بات نہیں، اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس میں ہر پہلو کی رعایت ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بزدلی کا قائل ہے، دوراندیشی اور عاقبت اندیشی بوقت ضرورت کوئی ناگوار چیز نہیں۔

اَحَدِهِمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَقَتْلُ رَجُلٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لِقَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَحِمَہُ اللّٰہُ

۱۶۸۳۔ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيَّاتِكَ فَحَدَا بِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ السَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ فَقَالَ الْقَوْمُ حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ

ہاتھ رکھ کر بتائی تھی، ٹھیک اسی جگہ پر ہر ایک مقتول پایا گیا۔ (مسلم)

آپؐ کا ایک صحابی کے متعلق "رحمہ اللہ" کہنا اور انکا شہید ہو جانا

۱۶۸۳۔ حضرت سلمہؓ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر کے لئے نکلے، ان میں سے ایک شخص نے کہا اے عامر! تم اپنے کچھ اشعار ہم لوگوں کو سناؤ، وہ گا گا کر سنانے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جو حدی پڑھ کر اونٹوں کو تیز تیز ہنکا رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا عامر ہیں، آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیوں نہیں ہمیں تھوڑی دیر اور ان سے لطف اندوز ہونے دیتے۔ اسی رات کی صبح میں ان کو اپنی ہی تلوار اچٹ کر لگی اور وہ شہید ہو گئے۔ لوگ کہنے لگے، ان کا عمل حبط ہو گیا، کہ انھوں نے خودکشی کر لی میں جب واپس ہوا، تو وہ لوگ یہی بات کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال حبط ہو گئے، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، لوگوں کا خیال ہے کہ عامرؓ کی ساری نیکیاں اکارت گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس نے کہا، غلط کہا، بے شک ان کو دوہرا اجر ملے گا۔

۱۶۸۳۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تجربہ سے یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی صحابی کے متعلق "رحمہ اللہ" فرماتے تھے، تو اللہ تعالیٰ انھیں دولت شہادت سے نوازتا تھا۔ چنانچہ حضرت عامرؓ کے بارے جب آپؐ نے اس جملہ کا استعمال کیا، تو وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی اس نعمت سے سرفراز کئے جائیں گے اس لئے انھوں نے ضروری سمجھا کہ جس قدر بھی ان سے مستفید ہوا جا سکتا ہے ہو لینا چاہئے، اور یہی وجہ ہوئی کہ صحابہ نے آپ سے درخواست کی کہ ان سے لطف اندوز ہوتے

اِنَّهٗ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَاَیُّ قَتْلٍ یَزِیْدُهٗ عَلَیْهِ (رواہ البخاری)

الرسول الاعظم ودعائہ لامتہ فی بکورھا

۱۶۸۴ - عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِهَا قَالَ وَکَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِیَّةً اَوْ جَیْشًا بَعَثَهُمْ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ قَالَ وَکَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا فَکَانَ یَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ فِیْ اَوَّلِ النَّهَارِ فَاَثْرٰی وَکَثُرَ مَالُهٗ

رواہ ابن ماجہ

الرسول الاعظم ودعائہ لام قیس لطول عمرھا

۱۶۸۵ - عَنْ اُمِّ قَیْسٍ تُوُفِّیَ ابْنِیْ فَجَزِعْتُ عَلَیْهِ فَقُلْتُ لِلَّذِیْ یَغْسِلُهٗ لَا تَغْسِلْ ابْنِیْ

وہ سچے مجاہد تھے، اس کے قتل سے بڑھ کر کون قتل ہو سکتا ہے۔

صبح سویرے کے لئے آنحضرت کی دعائے برکت اور اسکا اثر

۱۶۸۴ صخر الغامدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! سویرا میں میری امت کے لئے برکت عطا فرمادے چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرماتے، تو صبح سویرے روانہ کرتے، کہتے ہیں کہ حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنا تجارتی مال ہمیشہ صبح سویرے بھیجا کرتے تھے، اس کی برکت سے وہ خوش حال اور سرمایہ دار ہو گئے۔ (ابن ماجہ)

ایک صحابیہؓ کے لئے درازیٔ عمر کی دعا اور اسکا اثر

۱۶۸۵ حضرت ام قیسؓ کا بیان ہے کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا، اس حادثہ سے میں بہت گھبرائی

کاش کچھ اور موقع مل جاتا۔

صحابہ کرام کو ایسی موت بہت عزیز تھی اور ہر مسلمان کو ہونی چاہیئے۔ اس لئے جب خود ان کی تلوار ان کے گھٹنے میں لگی، اور اسی زخم کے صدمے سے وہ شہید ہو گئے تو ان کو یہ دھیان ہوا، کہ کہیں یہ بھی خودکشی کے مرادف نہ قرار دیدی جائے، اور اسی وجہ سے کچھ صحابی عمل کے اکارت کی باتیں کرنے لگے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ الفاظ سنے تو آپنے انکی تردید ضروری سمجھی، تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے اور ایک صحابی کے متعلق یہ سوءِ ظن باقی نہ رہے۔

بِالْمَاءِ الْبَارِدِ فَتَقْتُلُهُ فَانْطَلَقَ عُكَّاشَةُ بْنُ مُحْصِنٍ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهَا فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا قَالَتْ طَالَ عُمْرُهَا فَلَا نَعْلَمُ امْرَأَةً عُمِّرَتْ۔

(رواہ النسائی فی باب غسل المیت بالحمیم ج۱ ص۲۰۱)

الرَّسُولُ الْأَعْظَمُ وَبَرَكَةُ دُعَائِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۸۶ - عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ أَنَّهُ أَسْلَمَ وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ ابْنَتِي وَهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شِبْهُهُ وَقَالَ رَافِعٌ ابْنَتِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْعُدْ نَاحِيَةً وَقَالَ لَهَا اقْعُدِي نَاحِيَةً وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قَالَ ادْعُوَاهَا فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أُمِّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ اهْدِهَا فَمَالَتْ إِلَى أَبِيهَا فَأَخَذَهَا۔ (رواہ ابوداود فی کتاب الطلاق ج۱ ص۳۰۵)

(اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ہوش و حواس جاتا رہا) چنانچہ میں غسل دینے سے کہنے لگی کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو کہ وہ اس سے مر جائیگا، حضرت عکاشہ بن محصن رضؓ نے جاکر یہ خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دی، کہ اس کا یہ حال ہے، آپ سن کر مسکرائے، پھر فرمایا جس نے ایسا کہا اس کی عمر دراز ہو، لوگوں کا بیان ہے ہمارے علم میں اتنی عمر کسی اور عورت کو نہیں ملی۔ (نسائی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے ہدایت کی برکت

۱۶۸۶ - عبد الحمید بن جعفر راوی ہیں کہ رافع بن سنان نے بتایا کہ وہ مسلمان ہو گئے اور ان کی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا، وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری بچی ہے (مجھے ملنی چاہیئے) اور وہ بچی دودھ چھوڑ چکی تھی، اور حضرت رافع رضؓ نے کہا میری بچی ہے، اون سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک کنارے میں تم بیٹھ جاؤ۔ اور ان کی بیوی سے کہا کہ دوسرے کنارے پر تو بیٹھ جا اور بچی کو دونوں کے درمیان میں آپ نے بیٹھا دیا۔ پھر فرمایا اس بچی کو بلاؤ، پہلے بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! تو اس بچی کو ہدایت دے چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے باپ کی طرف آئی اور اس نے اسے اٹھالیا۔ (ابوداؤد)

الرسول العظیم وعصمته من تمثل الشیطان فی صورته صلی اللہ علیہ وسلم

۱۶۸۷ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْیَتِیْ وَمَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ وَمَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ - (رواه البخاری فی کتاب العلم)

الرسول الاعظم واذانہ من روضتہ فی لیالی الحرة

۱۶۸۸ - عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ لَیَالِیَ الْحَرَّةِ وَمَا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرِیْ وَمَا یَاْتِیْ وَقْتُ صَلٰوةٍ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ (رواہ ابونعیم کذا فی الخصائص)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں شیطان کا متمثل نہ ہوسکنا

۱۶۸۷ - حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام کے ساتھ نام رکھو، لیکن میری کنیت نہ رکھو، اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آتا ہے اور جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ (بخاری)

واقعۂ حرہ میں روضۂ نبوی سے اذان کی آواز سننا

۱۶۸۸ - حضرت سعید بن المسیبؒ کا بیان ہے کہ واقعہ حرہ کی راتوں میں میں نے دیکھا اور اس دن میرے سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد اقدس میں کوئی اور نہ تھا، کہ جب جب نماز کا وقت آتا

۱۶۸۷ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شیطانی تصرف سے محفوظ کر رکھا تھا، چنانچہ آپ کی شکل مبارک خواب کے اندر شیطان اختیار کرنے پر قادر نہیں ہے۔ اس سے یہ طاقت سلب کرلی گئی ہے، اور چاہیئے بھی یہی کہ جو ہادی ہو اس کی صورت شیطان کسی حال میں اختیار نہ کرسکے۔ اور جب خواب میں قادر نہیں ہے تو حالتِ بیداری میں تو بدرجۂ اولیٰ قدرت نہیں ہوسکتی۔

خواب میں خیالی زیارت کا امکان بھی ہے۔ اس کی نفی نہیں کی گئی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے ج ۳ ص ۲۷۹ - ترجمان السنہ)

۱۶۸۸ - حرہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اس کی پیش گوئی حدیث میں مذکور تھی، چنانچہ واقعہ بھی یزید کے زمانہ میں پیش آیا۔ اور مدینہ منورہ میں سخت خونریزی ہوئی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا، ہزاروں جانیں برباد ہوئیں، ان حالات میں مسجد نبوی میں

الرسول الاعظم وجوابہ عن اسئلۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم

۱۶۸۹ - اَخْبَرَنِي اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى لَهُمْ صَلٰوةَ الظُّهْرِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ قَبْلَهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَنِيْ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْنِيْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْاَلُوْنَنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَاَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَاءَ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ بَرَكَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر سے میں آذان کی آواز سنتا تھا۔ (خصائص)

صحابۂ کرام کے مختلف سوالات کا جواب مرحمت فرمانا

۱۶۸۹ - انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے، لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو چکے تو منبر پر کھڑے ہوئے، اور قیامت کا ذکر چھیڑا، اور اسی ضمن میں بیان فرمایا کہ قیامت سے پہلے بڑے بڑے واقعات رونما ہونگے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے، وہ مجھ سے دریافت کرے، خدا کی قسم تم جو بھی مجھ سے سوال کروگے میں تم کو اس کا جواب دونگا، مگر اس وقت تک جب تک میں اس جگہ موجود ہوں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو بہت روئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ جملہ فرما رہے تھے، تم پوچھو، آخر عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے پوچھا فرمائیے، یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے۔ آپنے

کس کو تنے کی ہمت تھی، جان کے لالے پڑ رہے تھے، اس وقت اذان بھی جبکہ قتل عام کا بازار گرم ہو۔

سعید بن المسیب ان حالات میں بھی مسجد نبوی سے جدا نہیں ہوئے۔ ان کے کان میں پنجوقتہ اذان کی آواز ٹھیک وقت پر روضۂ اطہر صلے اللہ علیہ وسلم سے آتی تھی، اور اسی آواز پر آپ نماز ادا کرتے تھے۔

بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا
الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
عُتْبَةَ قَالَ قَالَتْ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ مَا سَمِعْتُ بِابْنٍ
قَطُّ اَعَقَّ مِنْكَ اَاَمِنْتَ اَنْ تَكُوْنَ اُمُّكَ قَدْ قَارَفَتْ بَعْضَ مَا تُقَارِفُ نِسَاءُ اَهْلِ
الْجَاهِلِيَّةِ فَتَفْضَحَهَا عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ وَاللّٰهِ لَوْ اَلْحَقَنِيْ
بِعَبْدٍ اَسْوَدَ لَلَحِقْتُهٗ (رواہ مسلم فی باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم والبخاری فی کتاب الاعتصام)

الاسئلة المختلفة من اليهود واجوبتها من النبي الكريم صلى الله عليه وسلم

١٦٩٠ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَضَرَتْ عِصَابَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ يَوْمًا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جواب میں فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے، جب اس کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے تم
مجھ سے پوچھو۔ تو حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہم راضی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا پروردگار
ہے اسلام ہمارا دین ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رسول ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
خاموش ہو گئے جب کہ آپ نے حضرت عمرؓ کے یہ کلمات سنے پھر رسول خدا صلعم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ
میں محمد کی جان ہے، ابھی مجھ پر جنت و دوزخ دونوں اس دیوار کی طرف پیش کئے گئے میں نے آج بھلائی اور برائی کا جو منظر
دیکھا ہے ایسا کبھی نہیں دیکھا، ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے مجھ سے بتایا، انھوں نے کہا کہ
عبد اللہ بن حذافہ کی والدہ نے عبد اللہ بن حذافہ سے کہا تجھ جیسی نافرمان اولاد میں نے کبھی نہیں دیکھی تیرے پاس اس کی کیا
ضمانت تھی کہ تیری ماں نے زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح نازیبا حرکت نہ کی ہوگی، اگر ایسا ہوتا تو تم اس کو تمام لوگوں کے
سامنے رسوا کئے ہوتے عبد اللہ بن حذافہ نے کہا خدا کی قسم اگر آپ مجھ کو کسی حبشی غلام کی اولاد قرار دیتے، تو بلاشبہ
میں اپنے کو اسی کے ساتھ منسوب کرتا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہود کے سوالات اور آپ کا جواب دینا

١٦٩٠ - حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک دن

١٦٩٠ - اس حدیث میں ان سوالات کے جواب ہیں۔ جو یہود کی طرف سے کئے گئے ہیں جوابات میں کوئی گنجلک نہیں ہے کوئی
رو رعایت ہے۔ بے کم و کاست جو کچھ صحیح جواب ہے، آپ نے بیان فرما دیا ہے۔ اور ان یہود نے سب کی خود تصدیق کی ہے کہ آنحضرت صلی

فقالوا یا رسول اللہ حدثنا عن خلال نسئلک عنہا لا یعلمہا الا نبی فقال سلونی عما شئتم ولکن اجعلوا لی ذمۃ اللہ وما اخذ یعقوب علی بنیہ ان انا حدثتکم بشئ تعرفونہ صدقا لتتابعونی علی الاسلام قالوا لک ذلک قال فسلونی عما شئتم قالوا اخبرنا عن اربع خلال اخبرنا عن الطعام الذی حرم اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ واخبرنا عن ماء الرجل کیف یکون الذکر منہ حتی یکون ذکرا وکیف یکون انثی حتی یکون انثی واخبرنا کیف ھذا النبی الامی فی التوراۃ ومن ولیہ من الملائکۃ قال فعلیکم عہد اللہ ومیثاقہ لئن انا حدثتکم لتتابعونی فاعطوہ ما شاء من عہد ومیثاق قال انشدکم باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی ھل تعلمون ان اسرائیل مرض مرضا شدیدا طال سقمہ فیہ فنذر للہ نذرا لئن شفاہ اللہ من سقمہ لیحرمن احب الشراب واحب الطعام الیہ وکان احب الشراب الیہ البان الابل واحب الطعام الیہ لحوم الابل قالوا اللہم نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم اشہد علیہم فقال فانشدکم باللہ الذی لا الہ الا ھو الذی انزل التوراۃ

یہود کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں، ان کو آپ ہم سے بیان فرما دیجئے، کیونکہ ان باتوں کا جواب صرف نبی ہی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جن چیزوں کے متعلق چاہو، مجھ سے سوال کرو۔ لیکن تم اس کا عہد کرو کہ اگر میں تم کو ایسا جواب دیدوں جس کی صداقت تم کو بھی تسلیم ہو، تو تم اسلام قبول کر لوگے، اور اس بات کا بھی عہد کرو جس کا عہد یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد سے لیا تھا یعنی یہ کہ تم خدا کی عبادت میں کسی کو ساجھی نہ گردانوگے۔ ان لوگوں نے کہا اس کا آپ سے عہد ہے۔ اب آپ نے فرمایا جو چاہو پوچھو انھوں نے کہا چار باتوں کا جواب دیجئے پہلی یہ کہ وہ کھانا کیا تھا جس کو توریت کے نزول سے پہلے اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟ دوسرے یہ بتایئے کہ مرد کی منی سے جب لڑکا بنتا ہے تو کیسے بنتا ہے، اور لڑکی بنتی ہے تو کیسے بنتی ہے؟ تیسرے یہ بیان فرمایئے کہ توریت میں اس نبی کی علامت کیا بیان کی گئی ہے؟ چوتھے یہ کہ فرشتوں میں سے کونسا فرشتہ آپ کا ولی بنا تھا؟ آپ نے فرمایا تم اپنے اوپر خدا کا یہ عہد لازم کر لو کہ اگر میں نے ان کا جواب دے دیا تو تم لوگ اسلام کے باب میں میری پیروی کروگے، اس پر انھوں نے وعدے کئے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو اس خدائے پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی تھی، کیا تم جانتے ہو کہ اسرائیل جب سخت بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا، تو انھوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انکو شفا دی تو وہ اپنے اوپر کھانے پینے کی اس چیز کو حرام کر لینگے جو سب سے زیادہ پسندیدہ ہوگی، پینے کی

علیہ وسلم نے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے ہیں، وہ بالکل درست اور صحیح ہیں۔ بات جہاں اگر یہود کے خلاف ہوتی ہے

عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ وَاَنَّ مَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ فَاَيُّهُمَا عَلَا كَانَ
الْوَلَدُ وَالشَّبَهُ لَهٗ بِاِذْنِ اللّٰهِ قَالُوْا اللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ قَالَ اَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ
الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰی مُوْسٰی هَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ هٰذَا النَّبِیَّ تَنَامُ عَيْنَاهُ
وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالُوْا اللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ قَالُوْا اَنْتَ الْاٰنَ حَدِّثْنَا مَنْ وَلِيُّكَ مِنَ
الْمَلَائِكَةِ نَعِنْدَهَا نُجَامِعُكَ اَوْ نُفَارِقُكَ قَالَ وَلِيِّیْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا
قَطُّ اِلَّا وَهُوَ وَلِيُّهٗ قَالُوْا فَعِنْدَهَا نُفَارِقُكَ وَلَوْ كَانَ غَيْرُهٗ لَاتَّبَعْنَاكَ وَصَدَّقْنَاكَ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُصَدِّقُوْا
بِهٖ قَالُوْا اِنَّهٗ عَدُوُّنَا مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی
قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اِلٰی قَوْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ٥ (رواه ابوداود الطیالسی)

چیزوں میں ان کو سب سے زیادہ پسند اونٹ کا دودھ تھا، اور کھانے میں اونٹ کا گوشت (بعد صحت انھوں
نے ایسا ہی کیا) یہ جواب سن کر یہود نے کہا اے اللہ بیشک یہی بات ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ، پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے
موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ مرد کی منی گاڑھی سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی زرد
پتلی ان میں جو غالب ہوتی ہے، بچہ اللہ کے حکم سے اسی کے مشابہ ہوتا ہے، یہ سن کر یہود بول اٹھے، اے
اللہ بات بے شک یہی ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ، آپ نے فرمایا
میں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جسکے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، اور جس نے تورات اتاری، کیا تم نہیں جانتے ہو کہ
اس نبی کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل بیدار رہتا ہے انھوں نے کہا بے شک یہی بات ہے آپ نے فرمایا اے اللہ
تو گواہ رہ، ان یہود نے کہا اب آپ یہ بیان فرمائیں کہ فرشتوں میں سے کون فرشتہ آپ کا رفیق کار ہے؟ اسکے
بعد یا تو ہم آپ کے ساتھ ہو جائیں گے یا آپ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ یہ ہمارا آخری سوال ہے۔ آپنے فرمایا
میرے ولی اور رفیق کار جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جب کبھی کسی نبی کو بھیجا یہی اس کے ولی اور رفیق
ہوئے، یہود نے کہا بس اسی بات پر ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں، اگر ان کے سوا کوئی اور فرشتہ آپ کا رفیق
ہوتا، تو بلاشبہ ہم آپ کی پیروی کر لیتے، اور آپ کی تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا ان کی تصدیق کرنے سے تم کو کیا چیز
روکتی ہے۔ انھوں نے کہا فرشتوں میں یہ ہمارے دشمن ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی "قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ
فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ" تک (ابوداؤد طیالسی)

وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے، انھوں نے یہاں پہنچ کر اپنی دشمنی کا اظہار کیا، کہ وہ ہمارے دشمن ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس حق بات کے سلسلے میں یہود سے کوئی ایسی بات پسند نہیں فرمائی جس سے وہ محسوس کریں کہ حق گوئی اور حق پر جمے رہنے میں بھی
رعایت کی گئی۔ خدا کے دوست و دشمن میں میل ملاپ کی کوئی بات تک زبان پر لانا گوارا نہ ہوئی۔

الرسول الاعظم واسئلة اليهود وجوابها

۱۶۹۱ - عن ابن مسعود قال بينما انا امشى مع النبى صلى الله عليه وسلم فى بعض حرث او خرب المدينة وهو يتوكأ على عسيب معه فمررنا على نفر من اليهود فقال بعضهم لبعض سلوه عن الروح فقال بعضهم لا تسألوه ان يجيئ فيه بشيئ تكرهونه فقال بعضهم ولنسألنه فقام اليه رجل منهم فقال يا ابا القاسم ما الروح فسكت النبى صلى الله عليه وسلم فعلمت انه يوحى اليه فقال يسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربى وما اوتوا من العلم الا قليلا (بخارى)

الرسول الاعظم جوابه لقريش ما سئل عنه

۱۶۹۲ - عن ابن عباس قال بعثت قريش النضر بن الحارث وعقبة بن ابى معيط

یہود کا روح کے متعلق سوال اور اسکا جواب

۱۶۹۱ - حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے بعض کھیت یا ویرانے میں چل رہا تھا، اور آپ اس وقت ایک شاخ پر سہارا دیکر کھڑے ہوئے تھے اتنے میں ہم یہود کے ایک گروہ کے پاس سے گزرے، ان میں سے بعض نے اپنے بعض سے کہا کہ آپؐ سے روح کے متعلق سوال کرو، بعض نے کہا مت پوچھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ایسی بات پیدا ہو جائے جس کو تم ناگوار سمجھو، بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، اور اس نے کہا اے ابوالقاسم! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روح کیا ہے؟ یہ سن کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ مجھے معلوم ہو گیا اب آپؐ پر وحی نازل ہوگی، پھر انکے جواب میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، یسئلونک عن الروح یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ کہدیجئے کہ روح اللہ تعالے کا ایک حکم ہے اور جو کچھ انکو علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری)

علمائے یہود سے معلوم کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ کا سوال کرنا اور جواب پانا

۱۶۹۲ - حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ بیان کرتے ہیں، کہ قریش نے نضر بن الحارث اور عقبہ بن ابو معیط کو

۱۶۹۲ - قریش کے سنجیدہ افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم کرنے کے لئے باضابطہ علماء یہود کے

إلى أحبار يهود بالمدينة فقالوا لهما اسألوهم عن محمد (صلى الله عليه وسلم) وصفوا لهم صفته وأخبروهم بقوله فإنهم أهل الكتاب الأول وعندهم علم ما ليس عندنا من علم الأنبياء فخرجا حتى قدما المدينة فسألوا أحبار يهود عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ووصفوا لهم أمره وبعض قوله وقالا إنكم أهل التوراة وقد جئناكم لتخبرونا عن صاحبنا هذا قال فقالت لهما أحبار يهود سلوه عن ثلاث فأمركم بهن فإن أخبركم بهن فهو نبي مرسل وإن لم يفعل فالرجل متقول فروا فيه رأيكم سلوه عن فتية ذهبوا في الدهر الأول ما كان من أمرهم فإنه قد كان لهم حديث عجيب وسلوه عن رجل طواف بلغ مشارق الأرض ومغاربها ما كان نبأه وسلوه عن الروح ما هو فإن أخبركم بذلك فإنه نبي فاتبعوه وإن هو لم يفعل فهو رجل متقول فاصنعوا في أمره ما بدا لكم فأقبل النضر وعقبة حتى قدما مكة

مدینہ منورہ یہودی علماء کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان علماء سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں پوچھو، اور ان سے ان کا حال بتاؤ، اور ان کو یہ بھی بتاؤ کہ وہ ہم کو قرآن سناتے ہیں، اس لئے وہ لوگ پہلی کتابوں کے جاننے والے ہیں اور ان کو انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو علم حاصل ہے وہ ہمیں حاصل نہیں، چنانچہ وہ دونوں چل کر مدینہ منورہ آئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں علماء یہود سے پوچھا، ان علماء یہود سے انھوں نے آپؐ کے حالات بھی بتائے اور آپؐ کے بعض اقوال بھی نقل کئے، انھوں نے علماء یہود سے کہا کہ آپ حضرات تورات کے عالم ہیں، ہم اسی واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ ہم سے ہمارے اس ہموطن کے متعلق بیان کریں۔ علماء یہود نے ان سے کہا کہ تم جاکر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے) تین باتیں پوچھو، اگر وہ یہ باتیں بتادیں، تو بے شک وہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں، اور اگر نہ بتائیں تو سمجھنا کوئی افترا پرداز آدمی ہے، پھر جو سلوک تم مناسب سمجھنا کرنا (۱) ان جوانوں کے بارے میں پوچھنا جو پہلے زمانہ میں اپنے شہر سے باہر چلے گئے تھے، کہ ان کا معاملہ کیا ہے؟ کیونکہ ان کا قصہ عجیب قصہ ہے (۲) اور پھر تم اس آدمی کے متعلق سوال کرنا جس نے زمین کے مشرق و مغرب حصہ کی سیاحت کی تھی، کہ ان کا واقعہ کیا ہے۔ (۳) تیسرا سوال روح کے متعلق کرنا کہ وہ کیا ہے، اگر وہ ان چیزوں کے متعلق بتادیں تو بلاشبہ وہ نبی ہیں، ان کی پیروی کرنا اور اگر وہ یہ نہ بتاسکیں تو سمجھ لینا کہ وہ ایک بات بنانے والے آدمی ہیں، پھر ان کے ساتھ جو سلوک چاہنا کرنا نضر

پاس اپنے نمائندے بھیجے کہ وہ جاکر ان سے نبوت کی علامت پر گفتگو کریں، جن سے خود اپنی تشفی ہوسکے اور کوئی ذہنی خلفشار باقی نہ رہنے پائے، چنانچہ وہ آکر اپنے بیان میں کہتے ہیں کہ ہم فیصلہ کن باتیں لیکر آئے ہیں، اور پھر وہ خدمت نبوی میں ان سوالات کو لیکر

عَلٰی قُرَیْشٍ فَقَالُوْا یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ قَدْ جِئْنَاکُمْ بِفَصْلِ مَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَدْ اَمَرَنَا اَحْبَارُ یَھُوْدَ اَنْ نَسْأَلَہٗ عَنْ اُمُوْرٍ فَاَخْبَرُوْھُمْ بِھَا فَجَاءُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنَا فَسَأَلُوْہُ عَمَّا اَمَرُوْھُمْ بِہٖ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخْبِرُکُمْ وَجَاءَ جِبْرَئِیْلُ مِنَ اللّٰہِ بِسُوْرَۃِ الْکَھْفِ فِیْھَا خَبَرُ مَا سَأَلُوْہُ عَنْہُ مِنْ اَمْرِ الْفِتْیَۃِ وَالرَّجُلِ الطَّوَّافِ وَقَوْلِ اللّٰہِ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الخ۔ ذکرہ محمد بن اسحٰق کمافی الجواب الصحیح

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاللَّحْمُ الْمَسْمُوْمُ

۱۶۹۳۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ یَھُوْدِیَّۃً مِنْ اَھْلِ خَیْبَرَ سَمَّتْ شَاۃً مَصْلِیَّۃً ثُمَّ اَھْدَتْھَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَکَلَ مِنْھَا وَاَکَلَ رَھْطٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ مَعَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَکُمْ

اور عقبہ علماء یہود کی یہ باتیں سن کر مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور یہاں پہونچ کر کہا، اے قریش! ہم تمہارے پاس ایک فیصلہ کن بات لیکر واپس ہوئے ہیں، جو تمہارے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ہے، علماء یہود نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے چند باتیں پوچھیں، پھر انھوں نے اس کی تفصیل بیان کی، چنانچہ وہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا محمد! ہمیں آپ ان باتوں کے متعلق بتائیں، پھر انھوں نے آنحضرت سے وہ سوالات کئے جن کا علماء یہود نے ان کو حکم دیا تھا، ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کا جواب دے رہا ہوں، اور اتنے میں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی طرف سے سورۂ کہف لیکر نازل ہوئے جس میں ان نوجوانوں کا اور اس سیاح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ آیت بھی نازل ہوئی "یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الخ" (الجواب الصحیح)

بکری کے زہر آلود گوشت کی اطلاع کہ اسمیں زہر ملایا گیا ہی

۱۶۹۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل خیبر میں سے ایک یہودی عورت نے بکری کا گوشت زہر ڈال کر پکایا، اور پھر اس کا ایک دست بطور ہدیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، آنحضرتؐ

حاضر ہوتے ہیں۔ اور سوال کرتے ہیں، جواب میں وحی کا نزول ہوتا ہے اور آپ ان کے سامنے جوابات بیان کرتے ہیں اور وہ اس سے مطمئن ہو کر واپس چلے جاتے ہیں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی سرعت اشاعت میں ان چیزوں کو بڑا دخل ہے، سنجیدہ طبقہ جن میں ضد نہیں تھی، ان کے دلوں میں یہ بات پہلے جاگزین ہو چکی تھی کہ یہ سچے نبی ہیں، کیونکہ وہ ہر پہلو سے جانچ چکے تھے دیکھ چکے تھے اور اطمینان حاصل کر چکے تھے۔

۱۶۹۳۔ اللہ تعالیٰ جسکو رسالت و نبوت کی دولت سے نوازتے ہیں، اس کی قدر و منزلت انسان تا شئے کے علاوہ ساری مخلوق اپنا فرض سمجھتی ہے اس لئے یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ گوشت کے ٹکڑے نے خبر دی، کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے، تاکہ خدا کے برگزیدہ رسول اس کے مہلک اثرات سے اپنے کو محفوظ رکھ سکیں،

وَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ هٰذِهٖ فِيْ يَدِيْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُعَاقِبْهَا وَتُوُفِّيَ اَصْحَابُهُ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِيْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةِ حَجَمَهٗ اَبُوْ هِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلًى لِبَنِيْ بَيَاضَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ (رواہ ابوداؤد والدارمی)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاِخْبَارُهٗ اَنَّ هٰذَا اللَّحْمَ مِنْ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا

۱۶۹۴ - عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِيْ

اُسے آپ نے اور آپ کے ساتھ آپ کے بعض صحابہؓ نے کھانا شروع کیا، مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہی فرمایا، تم لوگ کھانے سے اپنے ہاتھ روک لو (چنانچہ انھوں نے ہاتھ روک لیا) آپ نے اس یہودی عورت کو بلا بھیجا (وہ آئی تو) آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا کس نے آپؐ کو بتایا، آپؐ نے فرمایا گوشت کے اسی ٹکڑے نے جو میرے ہاتھ میں ہے، اس یہودیہ نے کہا جی ہاں! میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر آپ نبی ہونگے تو آپ کو یہ نقصان نہیں پہنچائیگا، اور اگر نبی نہ ہونگے، تو ہم آپ سے اطمینان کا سانس لیں گے، آپ نے یہ سن کر اس کو معاف کر دیا، اور اس کو کوئی سزا نہیں دی، اور آپ کے جن صحابہ کرام نے وہ زہر آلود گوشت کھا لیا تھا، ان کا انتقال ہو گیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس زہر آلود گوشت کی وجہ سے اپنے شانوں کے درمیان پچھنا لگوایا کرتے تھے، پچھنا لگانے والا ابوہند تھا، جو سینگ اور نشتر سے پچھنا لگایا کرتا تھا اور یہ انصار قبیلہ بنو بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ (ابوداؤد و دارمی)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتانا کہ یہ گوشت اس بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے

۱۶۹۴ - عاصم بن کلیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے اور وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک جنازہ کے سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے، میں نے رسول خدا

باقی جس چیز میں اللہ تعالی نے جو اثر رکھا ہے، وہ اثر بہرحال اپنا کام کرتا ہے، چنانچہ جس مقدار میں زہر نے جسموں میں اثر کیا، اپنا عمل دکھایا حتی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اس کا اثر ظاہر ہو کر رہا۔

۱۶۹۴ - تلخ و شیریں اور نمکین و پھیکا کا احساس ہر باذوق بلکہ بے ذوق انسان بھی کر لیتا ہے، انبیاء و رسل کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اسی طرح حلال و حرام کی تمیز بھی زبان پر رکھتے ہی کر لیتے ہیں، کہ یہ کھانا حرام ہے یا حلال، جائز ہے یا ناجائز، ان کا ذوق اس سلسلہ میں

الحافر يقول اوسع من قبل رجليه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعي امرأته فاجاب ونحن معه فجئ بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا فنظرنا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة في فيه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة تقول يا رسول الله انى ارسلت الى النقيع وهو موضع يباع فيه الغنم ليشترى لي شاة فلم توجد فارسلت الى جارلي قد اشترى شاة ان يرسل بها الى بثمنها فلم يوجد فارسلت الى امرأته فارسلت الى بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اطعمي هذا الطعام الاسرى (رواه ابوداود)

الرسول الاعظم واخباره باسلام عدي بن حاتم

۱۶۹۵ - عن عدي بن حاتم قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو جالس في المسجد فقال

کو اس حال میں دیکھا کہ آپ قبر کے پاس تھے اور قبر کھودنے والے کو تاکید فرما رہے تھے کہ اس کے پاؤں کی طرف سے ذرا کشادہ کرنا، اور سرہانے کی طرف سے بھی کشادہ کرنا، جب آپ دفن کے بعد واپس ہوئے تو سامنے سے اس مرنیوالے کی بیوی کی طرف سے ایک بلانے والا آیا، آپ نے اسکا بلاوا قبول فرما لیا اور اس کے ساتھ روانہ ہو گئے، چنانچہ ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ ہو لئے۔ آپ کی خدمت میں کھانا لایا گیا پہلے آپ نے شروع کیا، پھر قوم نے اور سبھوں نے کھایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایک لقمہ منہ میں لے کر چبا رہے ہیں، پھر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو اسکے مالک کی اجازت کے بغیر پکڑ لی گئی ہے۔ مرنیوالے کی بیوی نے کہلا بھیجا یا رسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میں نے بازار نقیع میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں ایک آدمی بھیجا کہ وہ جاکر میرے لئے ایک بکری خرید لائے، اس کو بکری نہیں ملی، پھر میں نے اسے اپنے ایک پڑوسی کے پاس بھیجا جس نے ایک بکری خرید رکھی تھی کہ قیمت لیکر وہ بکری مجھے بھیج دے، وہ بھی نہ ملا، پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا چنانچہ اس کی بیوی نے وہ بکری میرے پاس بھیجدی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلادو (ابوداؤد)

عدی بن حاتم کے اسلام کی پیش گوئی

۱۶۹۵ - عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت

عمدہ ہوتا ہے، کی نا[illegible] بن حالت تو یا اتق سے خود کہتا ہے کہ ہماری نوعیت یہ ہے۔
امت میں بھی بعض افراد ایسے ہوتے ہیں کہ کھانے کو گو وہ ناجائز کھانا ہو کہیں کھا لیتے ہیں۔ مگر ان کو وہ ہضم نہیں ہوتا۔ قے کے ذریعہ وہ باہر نکل آتا ہے۔ اور کبھی ناجائز کھانے سے اندر سے طبیعت خود بخود ابا کرتی ہے۔ باقی رحمۃ [illegible] للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان جو زبان رسالت کا فریضہ بھی انجام دیتی رہی۔ [illegible]س کو حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا احساس نہ ہوتا، تو پھر کسکو ہوتا۔

الْقَوْمُ هٰذَا عَدِيٌّ وَكُنْتُ جِئْتُ بِغَيْرِ اَمَانٍ وَلَا كِتَابٍ فَلَمَّا دُفِعْتُ اِلَيْهِ اَخَذَ بِيَدِيْ وَقَدْ كَانَ بَلَغَنِيْ اَنَّهُ كَانَ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهُ فِيْ يَدِيْ قَالَ فَقَامَ لِيْ قَالَ فَلَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ مَعَهَا صَبِيٌّ فَقَالَا اِنَّ لَنَا اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهُمَا حَتّٰى قَضٰى حَاجَتَهُمَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ حَتّٰى اَتٰى دَارَهٗ فَاَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عَدِيُّ مَا يُفِرُّكَ مِنَ الْاِسْلَامِ اَنْ تَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ اِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ قُلْتُ لَا ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا تَفِرُّ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَهَلْ تَعْلَمُ شَيْئًا اَكْبَرَ مِنَ اللّٰهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى ضُلَّالٌ قُلْتُ فَاِنِّيْ حَنِيْفٌ مُّسْلِمٌ قَالَ فَرَاَيْتُ وَجْهَهٗ يَنْبَسِطُ فَرَحًا ثُمَّ اَمَرَ بِيْ فَاُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَعَلْتُ اٰتِيْهِ طَرَفَيِ النَّهَارِ۔

(رواه الترمذی)

مسجد میں تشریف رکھتے تھے لوگوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا، یہ عدی بن حاتم ہے، میں آپ کی خدمت میں اچانک آیا تھا نہ میرے پاس امان نامہ تھا اور نہ کوئی تحریر تھی، جب میں آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، مجھے پہلے خبر مل چکی تھی کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیگا، انھوں نے کہا چنانچہ آپ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے، انھوں نے کہا اتنے میں ایک عورت بچہ لئے ہوئے آئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھے آپ سے ایک ضرورت ہے، آپ یہ سنتے ہی اس کے ساتھ ہو لئے یہاں تک کہ ان کی ضرورت پوری کی اور پھر آکر میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا، اور اسی طرح مجھے اپنے گھر میں لائے۔ لونڈی نے فوراً ایک گدا بچھا دیا، آپ اس پر بیٹھ گئے اور میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، اور اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے عدی! کونسی چیز ہے جو تم کو اسلام سے روکتی ہے اور اس بات سے کہ تم کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ میں نے کہا نہیں، پھر ایک گھنٹہ مجھ سے بات کرتے رہے، پھر فرمایا کیا تم اس سے بھاگتے ہو کہ تم اللہ اکبر کہو، کیا تمہارے علم میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا یہود پر اللہ کا غضب ہے اور نصاریٰ پرلے درجے کے گمراہ ہیں، میں نے عرض کی میں تو دین حنیف کا مطیع بنتا ہوں، عدی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرۂ انور خوشی سے کھل پڑا ہے، پھر میرے باب میں حکم فرمایا اور میں ایک انصاری کے یہاں مہمان بنا دیا گیا، بس میں صبح و شام خدمتِ اقدس میں حاضری دینے لگا۔ (ترمذی)

الرسول الاعظم و اخباره عن قتل امية

۱۶۹۶ - عن سعد بن معاذ انه قال كان صديقا لامية بن خلف وكان امية اذا مر بالمدينة نزل على سعد وكان سعد اذا مر بمكة نزل على امية فلما قدم رسول الله صلى الله ...... عليه وسلم المدينة انطلق سعد معتمرا فنزل على امية بمكة فقال لامية انظر لي ساعة خلوة لعلي ان اطوف بالبيت فخرج به قريبا من نصف النهار فلقيهما ابو جهل فقال يا ابا صفوان من هذا معك فقال هذا سعد فقال له ابو جهل الا اراك تطوف بمكة امنا وقد اويتم الصباة وزعمتم انكم تنصرونهم وتعينونهم اما والله لولا انك مع ابي صفوان ما رجعت الى اهلك سالما فقال له سعد ورفع صوته عليه اما والله لئن منعتني هذا لامنعنك ما هو اشد عليك منه طريقك على اهل المدينة فقال له امية لا ترفع صوتك يا سعد على

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اُمیہ کا بدر میں قتل کیا جانا

۱۶۹۶ - سعد بن معاذ کا بیان ہے کہ وہ امیہ بن خلف کے دوست تھے، چنانچہ جب امیہ بن خلف مدینہ منورہ سے گذرتا تھا تو وہ حضرت سعدؓ کے پاس قیام کرتا، اور سعدؓ جب مکہ جاتے تو امیہ کے پاس ٹھہرتے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو سعدؓ عمرہ کے لئے مکہ آئے، چنانچہ آپ نے امیہ کے پاس قیام کیا، امیہ سے آپ نے کہا تم دیکھنا کہ ایک گھنٹہ فراغت کا مجھے مل جائے کہ میں بیت اللہ کا طواف کر لوں، چنانچہ دوپہر کے وقت امیہ حضرت سعدؓ کو لیکر طواف کے لئے چلے، راستہ میں ابو جہل کی ان دونوں سے ملاقات ہوگئی، اس نے پوچھا، ابو صفیان! (امیہ کی کنیت ہے) یہ تمہارے ساتھ کون ہیں! امیہ نے جواب دیا یہ حضرت سعدؓ ہیں، ابو جہل نے حضرت سعدؓ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ طواف کر رہے ہو حالانکہ تم نے ان بتوں سے رشتہ توڑنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے اور تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد بھی کروگے اور ان کو قوت بھی پہنچاؤ گے، خدا کی قسم اگر تم اسوقت صفوان کے ساتھ نہ ہوتے، تو پھر صحیح سالم (زندہ) گھر نہیں لوٹ سکتے تھے، یہ سن کر حضرت سعدؓ نے ابو جہل کو جواب دیا اور ان کی آواز تیز تھی، سنو خدا کی قسم اگر تم مجھے اس طواف سے روکو گے تو میں تم کو ایسی بات سے روک دونگا، جو تم پر اس سے بھی زیادہ شاق گذریگی یعنی اہلِ مدینہ کی طرف سے تیرا تجارتی راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ نے کہا اے سعد! تم ان سے تیز ہو کر نہ بولو یہ ابو الحکم (کنیت ابو جہل) وادی کے سردار ہیں، اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا اے امیہ! تم رہنے دو، خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ

إِنِّي الْحَكَمِ سَيِّدِ أَهْلِ الْوَادِي فَقَالَ سَعْدٌ دَعْنَا عَنْكَ يَا أُمَيَّةُ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُمْ قَاتِلُوكَ قَالَ بِمَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي فَقَالَ أُمَيَّةُ وَاللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْ مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ اِسْتَنْفَرَ أَبُو جَهْلٍ النَّاسَ قَالَ أَدْرِكُوا عِيرَكُمْ فَكَرِهَ أُمَيَّةُ أَنْ يَخْرُجَ فَأَتَاهُ أَبُو جَهْلٍ فَقَالَ يَا أَبَا صَفْوَانَ إِنَّكَ مَتَى يَرَاكَ النَّاسُ قَدْ تَخَلَّفْتَ وَأَنْتَ سَيِّدُ أَهْلِ الْوَادِي تَخَلَّفُوا مَعَكَ فَلَمْ يَزَلْ بِهِ أَبُو جَهْلٍ حَتَّى قَالَ أَمَّا إِذَا غَلَبْتَنِي فَوَاللّٰهِ لَأَشْتَرِيَنَّ أَجْوَدَ بَعِيرٍ بِمَكَّةَ ثُمَّ قَالَ أُمَيَّةُ يَا أُمَّ صَفْوَانَ جَهِّزِينِي فَقَالَتْ لَهُ يَا أَبَا صَفْوَانَ وَقَدْ نَسِيتَ مَا قَالَ لَكَ أَخُوكَ الْيَثْرِبِيُّ قَالَ لَا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ مَعَهُمْ إِلَّا قَرِيبًا فَلَمَّا خَرَجَ أُمَيَّةُ أَخَذَ لَا يَنْزِلُ مَنْزِلًا إِلَّا عَقَلَ بَعِيرَهُ فَلَمْ يَزَلْ بِذٰلِكَ حَتَّى قَتَلَهُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ۔

(رواه البخاری فی باب من يقتل ببدر)

الرسول الاعظم واخباره أن داؤد عليه السلام يقرأ الزبور قبل تسجد دابته

۱۶۹۷ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفِّفَ عَنْ دَاوُدَ الْقُرْآنُ وَكَانَ يَأْمُرُ

علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ تم کو قتل کر ڈالیں گے، امیہ نے پوچھا، مکہ میں؟ سعدؓ نے کہا یہ میں نہیں جانتا کہ کہاں۔ امیہ نے کہا خدا کی قسم میں مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا، چنانچہ جب کچھ دنوں بعد غزوۂ بدر پیش آیا، تو ابوجہل نے لوگوں کو جمع کیا، اور ان سے کہا لوگو! تم اپنے تجارتی قافلہ کی خبر لو وہ روک لیا گیا ہے، اس موقع سے امیہ نکلنا پسند نہیں کرتے تھے، ابوجہل کو جب اسکا احساس ہوا، تو وہ خود اسکے پاس آکر کہنے لگا، اے ابوصفوان! جب لوگ دیکھیں گے کہ تم ہی پیچھے رہ گئے ہو، حالانکہ تم وادی کے سردار ہو تو وہ لوگ بھی پیچھے رہ جائینگے، ابوجہل اسکو برابر یہ سمجھاتا رہا، یہاں تک اس نے کہا کہ جب تم مجھے نہیں چھوڑتے، تو میں خدا کی قسم مکہ میں جو سب سے عمدہ اونٹ ہے اس کو خریدتا ہوں، اسکے بعد اپنی بیوی ام صفوان سے امیہ نے کہا سامان سفر تیار کرو، اسکی بیوی نے ابوصفوان کو یاد دلایا کہ تم کیا وہ بات بھول گئے جو تمہارے یثربی دوست نے کہی تھی، ابوصفوان نے کہا بھولا نہیں ہوں، مگر صرف دو چار دن ان کے ساتھ ہو نگا چنانچہ جب امیہ نکلا، تو اس نے اس کا پورا اہتمام کیا کہ جس منزل پر قیام کرتا تھا، اپنا اونٹ اپنے پاس ہی باندھتا تھا (تاکہ موقع پر بھاگ سکے) وہ برابر ایسا ہی کرتا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدر میں ہلاک کر دیا۔ (بخاری)

حضرت داؤد کے متعلق یہ خبر دینا کہ آپ آناً فاناً میں زبور ختم کر لیتے تھے

۱۶۹۷ - حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام

بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ وَلَا يَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ (رواه البخاری)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاِخْبَارُهُ ذَهَابُ الْحَجَرِ بِثِيَابِ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ

۱۶۹۸۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰی كَانَ رَجُلًا حَیِیًّا سِتِّیْرًا لَا یُرٰی مِنْ جِلْدِهٖ شَیْءٌ اِسْتِحْیَاءً مِنْهُ فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ فَقَالُوْا مَا یَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَیْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَاِمَّا اُدْرَةٌ وَاِمَّا اٰفَةٌ وَاِنَّ اللّٰهَ اَرَادَ اَنْ یُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا بِمُوْسٰی فَخَلَا یَوْمًا وَحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِیَابَهٗ عَلَی الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰی ثِیَابِهٖ لِیَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰی عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ ثَوْبِیْ حَجَرُ ثَوْبِیْ حَجَرُ حَتّٰی اِنْتَهٰی اِلٰی مَلَاءٍ مِنْ

پر زبور پڑھنا بہت ہلکا کر دیا گیا تھا آپ اپنی سواری پر زین کسنے کا حکم فرماتے اور ادھر زبور پڑھنا شروع کرتے اور ابھی سواری پر زین کسا بھی نہیں جاتا کہ آپ زبور پڑھ چکے تھے، اور حضرت داؤد صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

حضرت موسٰی علیہ السّلام کے پتھر پر عصا مارنے کا تذکرہ

۱۶۹۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسٰی علیہ السلام بہت شرمیلے اور پردہ والے شخص تھے حیا کا اثر یہ تھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کھلا ہوا دیکھا نہیں جا سکتا تھا، بنی اسرائیل میں سے جس کو ایذا پہونچانی تھی اس نے آپ کو ایذا پہونچائی، اور وہ کہنے لگے کہ آپ اتنا پردہ اسلئے کرتے ہیں کہ ہو نہ ہو آپ کے جسم میں کوئی نہ کوئی عیب ہے، یا برص ہو، یا ورم خصیہ، یا اسی طرح کی کوئی اور بیماری۔ اللہ تعالےٰ نے یہ چاہا کہ آپ کو ان عیوب سے بری کرے، جو وہ لگاتے تھے، چنانچہ ایک دن آپ نے تنہائی میں اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے، پھر غسل کرنے لگے جب غسل سے فارغ ہوئے، کپڑے کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس کو لے کر پہنیں، لیکن وہ پتھر کپڑے لیکر بھاگا، حضرت موسٰی علیہ السلام نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پتھر سے کپڑے کا مطالبہ کیا، اور فرمانے لگے پتھر میرے کپڑے لاؤ، پتھر میرے کپڑے دو، اس کا پیچھا کرتے ہوئے

۱۶۹۷۔ قدرت کے یہاں یہ بھی ایک خاص بات ہے کہ جب کوئی کسی عمل صالح پر مداومت کرتا ہے تو وہ اسے اسکے لئے بہت سہل کر دیتی ہے، اور اس میں ایسی برکت بخشی ہے کہ وہ آن کی آن میں ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے واقعات تاریخ میں موجود ہیں، اور جن لوگوں کو نیک کام کرنے کا تجربہ ہے،... بھی جانتے ہیں کہ عمل صالح کے خوگر سے یہ کام منٹوں میں ہو جاتے ہیں۔

۱۶۹۸۔ اللہ تعالیٰ ... سے باالخصوص انبیاء کرام کے لئے، پتھر میں شعور کا پیدا ہو جانا، کوئی مستبعد چیز نہیں ہے، اور جب ایک

بَنِي إِسْرَائِيلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُولُونَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا ۔ (رواہ البخاری)

الرسول الاعظم ﷺ وذکر اختتان ابراھیم علیہ السلام

۱۶۹۹- عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ أَنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُمِرَ أَنْ يَخْتَتِنَ وَهُوَ حِينَئِذٍ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً فَعَجَّلَ وَاخْتَتَنَ بِالْقَدُومِ فَاشْتَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ فَدَعَا رَبَّهُ فَأَوْحَى إِلَيْهِ أَنَّكَ عَجِلْتَ قَبْلَ أَنْ نَأْمُرَكَ بِآلَتِهِ قَالَ يَا رَبِّ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَخِّرَ أَمْرَكَ ۔ (در منثور ج۱ ص۱۱۱)

بنی اسرائیل کے ایک مجمع کے پاس پہنچ گئے، انھوں نے آپ کو ننگا دیکھا اور ان تمام عیوب سے پاک جو بنی اسرائیل (برص وغیرہ کا) لگاتے تھے، یہاں آکر پتھر رک گیا، آپ نے اپنے کپڑے لئے اور پہنے اور پھر اپنی لاٹھی سے پتھر کو مارنے لگے، خدا کی قسم آپ کے ڈنڈے برسانے کی وجہ سے پتھر پر تین یا چار یا پانچ نشان پڑ گئے، اسی کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا الخ

(بخاری شریف)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کا ذکر فرمانا

۱۶۹۹- حضرت علی بن رباح رض کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر جب اسی سال کی ہوئی تو آپ کو ختنہ کا حکم کیا گیا، حکم ملتے ہی آپ نے جلدی کی، اور بسولہ لیکر اپنا ختنہ کر لیا. اس میں سخت تکلیف ہوئی، تو آپ نے پروردگار سے دعا کی، وحی آئی، تم نے جلدی کی، آلہ کا ابھی میں نے حکم نہیں دیا تھا، انھوں نے کہا الٰہ العٰلمین! میں نے تاخیر پسند نہیں کی. (در منثور)

بہتر باشعور انسان کا سا طریقہ اختیار کرے تو اس کی تنبیہ بھی اسی طرح ہونی چاہئے. باقی مار سے نشانات کا پڑنا، کوئی حیرت انگیز بات سرے سے نہیں ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے، کہ جو واقعہ خرق عادت کے طور پر واقع ہو، اسے دن رات کے واقعات پر قیاس کرنا، اور اس نقطہ نظر سے دیکھنا سرے سے غلط ہے، اگر زمین کا کر حرکت کر سکتا ہے تو پتھر کی حرکت پر تعجب کیوں کیجئے؟

قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کلمات ابراھیم الثلاث التی قال

۱۷۰۰۔ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کلمات ابراھیم الثلاث التی قال ما منھا کلمۃ الا ماحل بھا عن دین اللہ۔ (رواہ ابن ابی حاتم)

الرسول الاعظم واخبارہ نفخ الوزغ فی النار التی القی فیھا ابراھیم علیہ السلام

۱۷۰۱۔ عن نافع ان امرأۃ دخلت علی عائشۃ فاذا رمح منصوب فقالت ما ھذا الرمح فقالت نقتل بہ الاوزاغ ثم حدثت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابراھیم لما القی فی النار جعلت الدواب کلھا تطفئ عنہ النار الا الوزغ فانہ جعل ینفخھا علیہ (رواہ احمد من وجہ آخر ایضا قال ابن کثیر تفرد بہ احمد من ھذین الوجھین وقد رواہ ابن ماجہ ایضا واخرجہ احمد باسنادہ ایضا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان تین باتوں کا ذکر فرمانا جن کی تعبیر کذب سے کی تھی

۱۷۰۰۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین باتوں کے متعلق فرمایا کہ ان میں سے کوئی بات ایسی نہ تھی جس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی تائید نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم)

آتش نمرود میں چھپکلی کے پھونک مارنے کا ذکر فرمانا

۱۷۰۱۔ حضرت نافع رض بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے دیکھا کہ ایک نیزہ رکھا ہوا ہے، اس نے پوچھا یہ کیسا نیزہ ہے، انھوں نے فرمایا کہ اس سے ہم چھپکلیاں مارتے ہیں، پھر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے تھے، تو تمام جانور آگ بجھانے کی فکر میں تھے، سوائے چھپکلی کے، کہ یہ اسے ہوا دیتی تھی یعنی پھونک مارتی تھی۔ (احمد)

۱۷۰۰۔ کذب اصطلاح میں "جھوٹ" کے معنی میں اس طرح ہمارے یہاں مشہور ہوگیا ہے، کہ سننے کے ساتھ فوراً ذہن اسی طرف جاتا ہے، حالانکہ کتاب و سنت میں کذب کا لفظ "خطا" "غلطی" اور "خلاف واقعہ" معنوں میں بکثرت مستعمل ہے، پھر اسے بھی سامنے رکھئے کہ انبیاء کرام کی شان بہت اونچی ہوتی ہے، اور بلند فطرت ہوتے ہیں، مخاطبوں کو چونکہ مراد کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی، اس لئے اسے کذب سے تعبیر کیا، حالانکہ وہ درحقیقت صدق تھا اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان تینوں باتوں کے متعلق وضاحت فرمادی کی کہ ہر طرح وہ صحیح تھیں، تفصیل کے لئے دیکھو ترجمان السنۃ صفحہ ۲۴۱ اور صفحہ ۳۹۸

۱۷۰۱۔ طبیعت کی سلامتی و خباثت حیوانات اور انسان کے فطری خواص سے ہیں، کوئی ضروری نہیں ہے کہ سدا کام سوچ سمجھ کر ہی کیا جائے فطرت سے آدمی اور بعض جانور مجبور ہوتے ہیں، بچھو کا ڈسنا، زہریلے جانور کا کاٹنا، اسی طرح چھپکلی کا پھونک مارنا، یہ سب فطری خواص ہیں،

الرَّسُولُ الاعظم و اخبارہ ان المسیلمۃ و العنسی و المختار کذابون دجالون

۱۷۰۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابًا دَجَّالًا مِنْھُمْ اَلْمُسَیْلَمَۃُ وَالْعَنَسِیُّ وَالْمُخْتَارُ (ابو یعلی فتح الباری)

الرَّسُولُ الاعظم و اخبارہ ان سیکون فی امتی کذابون ثلٰثون

۱۷۰۳- عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (رواہ مسلم)

الرَّسُولُ الاعظم و ما اخبر من احوال الفتن

۱۷۰۴- عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَقُوْمُ اِلٰی قِیَامِ

مسیلمہ، عنسی اور مختار کے مدعیانِ نبی ہونے کی پیش گوئی

۱۷۰۲- حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت نہیں آسکتی ہے جب تک تیس جھوٹے دجال نہ پیدا ہو چکیں گے جن میں مسیلمہ، عنسی اور مختار بھی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس جھوٹے مدعیانِ نبوت کے متعلق پیشگوئی

۱۷۰۳- حضرت ثوبانؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں تیس بہت جھوٹے ہونگے یہ سب اپنے متعلق خیال کرینگے کہ وہ نبی ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت تک کے بڑے بڑے واقعات کا بیان فرمانا

۱۷۰۴- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ میں ہمارے درمیان خطبہ دینے

یہاں بھی اس نے آگ میں چھلانگ ماری۔ تو کچھ سوچ سمجھ کر نہیں، بلکہ اس کی فطرت نے اسے مجبور کیا۔ اور اس کو اسی میں مزہ آیا۔

۱۷۰۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری پیش گوئیوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی، اور مسیلمہ، اسود عنسی اور مختار نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا اور اس طرح اپنے آپ کو مستحق جہنم بنایا۔

۱۷۰۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صراحت کے باوجود کچھ لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اور اس طرح آپ کے قول کی تصدیق ہو کر رہی۔ اس میں قطعاً شبہ نہیں ہے کہ نبوت کا دروازہ آپ کے بعد ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے کسی طرح کا کوئی نبی آپ کے بعد ہرگز نہیں ہو سکتا۔

السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ، وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ۔ (متفق علیہ)

۱۷۰۵۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ اَصْحَابِيْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَعَهٗ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَاِسْمِ قَبِيْلَتِهٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

اَلْمُنَافِقُوْنَ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۷۰۶۔ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ اَرَاَيْتُمْ صَنِيْعَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ صَنَعْتُمْ فِيْ اَمْرِ عَلِيٍّ

کھڑے ہوئے۔ اور قیامت تک جو چیز ہونے والی تھی۔ ان میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا، سب کو بیان کر دیا جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا۔ اور جس نے بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اور اس کو میرے تمام ساتھی جانتے ہیں اور یقیناً ایسا ہوتا رہتا ہے، کہ میں کوئی بات بھول جاتا ہوں، لیکن جب وہ کبھی سامنے آتی ہے، تو وہ بات اس طرح یاد آجاتی ہے، جیسا کہ ایک دیکھا ہوا شخص جب غائب ہو جاتا ہے اور پھر جب کبھی وہ سامنے آتا ہے تو دیکھنے والا اسے پہچان لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

روساء فتن کے ناموں کی نشان دہی

۱۷۰۵۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میرے رفقاء واقعی فراموش کر گئے، یا وہ تجاہل عارفانہ کرتے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے خاتمہ تک کے ان تمام قائدین فتنہ کا نام اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام ہمیں بتا دیا ہے جنکی جماعت تین سو تک یا اس سے اوپر تک ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقین

۱۷۰۶۔ حضرت قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار رض سے کہا کہ فرمائیے آپکی یہ روش جو آپ نے حضرت علی رض کے معاملہ میں

۱۷۰۴۔ وحی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بات معلوم ہوئی تھی، اور آپ اس عجب کبھی موقع ملتا امت کے سامنے رکھدیے، اسی طرح کا واقعہ یہ تھا، آپ کو بتا دیا گیا ہوگا کہ قیامت تک یہ اہم واقعات رونما ہونے والے ہیں کسی وقت میں یہ مضمون آگیا اور آپ نے اسکو ظاہر فرما دیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی بات چھوڑی ہی نہیں، اور ایک ایک جزئی بات بیان فرما دی، یہ ایک محاورہ ہے کہ جب تفصیل سے کوئی کسی بات کو بیان کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ ساری باتیں بیان کر دی گئیں، کوئی بات رہ نہ گئی۔

اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں آپ نے اہم چیزوں کی نشان دہی فرما دی تھی، تاکہ امت متنبہ ہو جائے۔

۱۷۰۵۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت تک جو بڑے بڑے فتنے ہونے والے تھے، اور ان کے جو قائدین تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پر روشنی ڈالدی، یہ منشا نہیں ہے کہ کوئی بات رہ نہ گئی۔ ورنہ یہ تو ہے کہ عہد نبوی سے لیکر قیامت تک کل کچھ اوپر تین سو ہی فتنے، یا نہیں جنکی

أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلٰكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهِمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ (رواہ مسلم)

۱۷۰۷۔ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ آخِذًا بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُودُ بِهِ وَعَمَّارٌ يَسُوقُ النَّاقَةَ أَوْ أَنَا أَسُوقُهُ وَعَمَّارٌ يَقُودُهُ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْعَقَبَةِ فَإِذَا أَنَا بِاثْنَيْ عَشَرَ رَاكِبًا قَدِ اعْتَرَضُوهُ فِيهَا قَالَ فَأَنْبَهْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ فَصَرَخَ بِهِمْ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَرَفْتُمُ الْقَوْمَ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَانُوا مُتَلَثِّمِينَ وَلٰكِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الرِّكَابَ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْمُنَافِقُونَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ

اختیار کی ہے، یہ آپ کی ذاتی رائے ہے جو آپ کی سمجھ میں آئی ہے، یا آپکے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی عہد تھا، انھوں نے جواب میں کہا، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات ہم سے ایسی نہیں کہی جو آپ نے عام مسلمانوں سے نہ فرمائی ہو، لیکن حضرت حذیفہ رضہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں بارہ منافق ہونگے، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہ ہونگے جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے۔ ان کی پشت پر پھوڑا نکلے گا اور وہی ان کے لئے کافی ہو جائیگا، اور چار کے متعلق یاد نہیں رہا کہ شعبہ (راوی) نے انکے متعلق کیا بیان کیا۔

بارہ نقاب پوش منافقین کی نشاندہی

۱۷۰۷۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلعم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کھینچ رہا تھا، اور حضرت عمار پیچھے سے ہنکا رہے تھے، یا میں پیچھے سے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار آگے سے کھینچ رہے تھے، جب ہم عقبہ میں پہونچے تو دفعتاً بارہ سوار ملے، جو سامنے سے آ رہے تھے، میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد سے مطلع کیا، تو آپ نے ان کو زور سے آواز دی،

جو اروں ہیکوں نہیں توشاید ہر جگہ ہوتے۔

ہاں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ اس سے ثابت کرنا یہ زبردستی والی بات ہوگی، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی جو باتیں معلوم ہوتی تھیں، آپ ان میں وہ ساری باتیں جنکو مناسب سمجھتے، امت کے سامنے بیان فرما دیتے تھے اگر مزید تفصیل دیکھنی ہو تو ترجمان السنۃ جلد دوم ص۲۴۵ ملاحظہ فرمائیں۔

مَا اَرَادُوْا؟ قُلْنَا لَا، قَالَ اَرَادُوْا اَنْ يُزَاحِمُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَقَبَةِ فَيُلْقُوْهُ مِنْهَا، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَبْعَثُ اِلٰى عَشَائِرِهِمْ حَتّٰى يَبْعَثَ اِلَيْكَ كُلُّ قَوْمٍ بِرَأْسِ صَاحِبِهِمْ؟ قَالَ لَا اَكْرَهُ اَنْ يَتَحَدَّثَ الْعَرَبُ بَيْنَهَا اَنَّ مُحَمَّدًا قَاتَلَ بِقَوْمٍ حَتّٰى اِذَا اَظْهَرَهُ اللّٰهُ بِهِمْ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ يَقْتُلُهُمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ ارْمِهِمْ بِالدُّبَيْلَةِ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الدُّبَيْلَةُ؟ قَالَ شِهَابٌ مِنْ نَارٍ يُوْضَعُ عَلٰى نِيَاطِ قَلْبِ اَحَدِهِمْ فَيَهْلِكُ (رواہ البیہقی فی کتاب دلائل النبوۃ و اخرجہ ابن کثیر فی تفسیر سورۃ البراءۃ)

۱۷۰۸ ۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (قَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) اِلَّا ثَلَاثَةٌ وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ تُخْبِرُوْنَنَا لَا نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَبْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ (رواہ البخاری فی التفسیر)

وہ سب آواز سنتے ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے، رسول اللہ نے ہم سے فرمایا کہ تم نے ان سب کو پہچانا، ہم نے جواب دیا نہیں یا رسول اللہ، وہ سب تو منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھے، البتہ ہم نے ان کے اونٹوں کو پہچان لیا ہے، آپ نے فرمایا یہ سب منافقین تھے، جو ہمیشہ تا قیامت منافقین ہی رہیں گے، تم جانتے ہو ان کا ارادہ کیا تھا، ہم نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا وہ اللہ کے رسولؐ کی اس گھاٹی میں مزاحمت کر کے اس کو کھائی میں گرا دینا چاہتے تھے، ہم نے کہا یا رسول اللہ! ایسا کیوں نہ ہو کہ ہم ان کے قبیلہ کو اس کی اطلاع کر دیں، تاکہ وہ ان کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں بھیجدیں، آپ نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا۔ مجھے یہ ناگوار ہے کہ اہل عرب آپس میں یہ کہنا شروع کر دیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک قوم سے جنگ کی، لیکن جب اللہ تعالےٰ نے اسے کامیابی عطا کر دی اور انکو غالب کر دیا تو ان کو قتل کرنے لگے، پھر آپ نے بددعا فرمائی، اے اللہ! انکو دبیلہ میں مبتلا کر دے، ہم نے پوچھا یا رسول اللہ دبیلہ کیا ہے؟ فرمایا وہ زہریلا پھوڑا ہے، جو آگ کی طرح دل کو جلا ڈالتا ہے بس وہ اس سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (دلائل النبوۃ)

اپنے عہد کے منافقین کا تذکرہ

۱۷۰۸ ۔ حضرت زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے انھوں نے فرمایا کہ آیت قَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ کے مصداق میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہ رہا، اور منافقین میں بھی بجز چار کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ اس پر ایک دیہاتی نے کہا آپ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام ہیں، آپ ہمیں ایسی بات بتلاتے ہیں، جو ہم نہیں جانتے، ان لوگوں کا کیا حال ہے، جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں، اور ہمارے قیمتی مال چراتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ بدکار لوگ ہیں، ہاں ان منافقوں میں سے بجز چار کے اب کوئی نہیں رہا، ایک بہت بوڑھا ہے اتنا کہ اگر ٹھنڈا پانی پئے تو اسے اسکا بھی احساس نہ ہو۔ (بخاری)

۱۷۰۹- عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قدم من سفر فلما کان قرب المدینة هاجت ریح شدیدة تکاد ان تدفن الراکب فزعم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بعثت هذه الریح لموت منافق فلما قدم المدینة فاذا منافق عظیم من المنافقین قدمات۔ (رواہ مسلم)

الرسول الاعظم والاخبار عن قصة ثلثة رجال من بنی اسرائیل

۱۷۱۰- عن ابی هریرة انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان ثلاثة من بنی اسرائیل ابرص واقرع واعمی فاراد الله ان یبتلیهم فبعث الیهم ملکا فاتی الابرص فقال ای شیء احب الیک قال لون حسن وجلد حسن ویذهب عنی الذی قد قذرنی الناس، قال فمسحه فذهب عنه قذره واعطی لونا حسنا وجلدا حسنا قال فای المال احب الیک قال الابل او البقر شک اسحق الا ان الابرص والاقرع قال احدهما الابل وقال الآخر البقر، قال فاعطی ناقة

ایک منافق کی موت کی خبر

۱۷۰۹- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوے سے واپس ہو رہے تھے اور مدینہ کے قریب پہنچ چکے تھے کہ اس قدر تیز ہوا چلی کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوار کو مٹی میں دفن کر دیگی، راوی کا خیال ہے کہ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے، چنانچہ جب آپ مدینہ تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں میں سے ایک بڑے منافق کی موت واقع ہوئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی اسرائیل کے تین شخصوں کا تذکرہ فرمانا

۱۷۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص والا، ایک گنجا، اور ایک اندھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنی چاہی چنانچہ ان کی طرف ایک فرشتہ کو بھیجا، وہ پہلے ابرص کے پاس آیا۔ اور پوچھا، تم کو کیا چیز سب سے زیادہ پسند ہے، اس نے کہا اچھا رنگ اور عمدہ کھال، اور جس بدنمائی کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں وہ مجھ سے دور ہو جائے فرشتہ نے اسکے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کی ساری بدنمائی جاتی رہی، اور اسے خوبصورت رنگ اور حسین کھال عطا کر دی گئی، فرشتہ نے پوچھا کونسا مال تم کو زیادہ محبوب ہے، اس نے اونٹ یا گائے بتائی، اسحاق راوی کو اس میں شک ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا نام لیا، مگر اتنی بات یقینی ہے کہ برص والے اور گنجا میں

عُشَرَاءَ فَقَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرٌ
حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَالَ وَأُعْطِيَ
شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ
لَكَ فِيهَا قَالَ فَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي
فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ
الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا
وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ
رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ
أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي
فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا

سے ایک نے اونٹ کا نام لیا، اور دوسرے نے گائے کا، چنانچہ اس کو ایک گابھن اونٹنی دیدی گئی جو بچہ دینے والی
ہی تھی، اس کے بعد فرشتہ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت دے، پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس
سے پوچھا تم بتاؤ تمہاری بہترین تمنا کیا ہے، اس نے کہا خوبصورت بال، اور مجھ سے یہ گندہ بیماری دفع ہو جائے جسکی
وجہ سے لوگ مجھ سے بھاگتے ہیں، فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا، اور اسکا سارا گنجاپن جاتا رہا۔ اور اس کو خوشنما
بال عطا کر دیا گیا، فرشتے نے کہا مال کونسا پسند ہے، اس نے کہا گائے، چنانچہ اس کو حاملہ گائے دیدی گئی
اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس میں تجھ کو برکت دے، پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس پہونچا، اور اس سے پوچھا
بتاؤ، تم کو کیا چیز زیادہ پیاری ہے، اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں واپس دے دے، اور میں لوگوں
کو دیکھنے لگوں، فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا، اللہ نے اس کی برکت سے اس کی آنکھیں لوٹا دی، فرشتہ نے
کہا مال کونسا پسند ہے، اس نے بکری بتائی، اس کو ایک بچہ دینے والی تیار بکری دیدی گئی کچھ ہی دنوں کے
بعد ان تینوں کے جانوروں نے بچے دیے، اور حال یہ ہوا کہ ایک کو وادی بھر اونٹ ہو گئے، اور دوسرے کو
وادی بھر گائے ہو گئی اور تیسرے کو وادی بھر بکریاں، پھر وہ فرشتہ اس کے بعد برص والے کے پاس گیا
اور بالکل پہلی سی صورت اور ہیئت میں اور اس نے کہا، میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر میں میرے سارے
اسباب و ذرائع ختم ہو چکے ہیں، اب منزل مقصود تک پہونچنے کا ذریعہ سوائے اللہ کے کوئی نہ رہا، اور بظاہر اسباب
میں آپ کے پاس آیا ہوں، اور اس ذات کے واسطے سے آپ سے ایک اونٹ کی درخواست ہے کہ جس نے
آپ کو خوبصورت رنگ عمدہ کھال اور دولت عطا کی، تا کہ میں اس کے ذریعہ اپنا سفر طے کر لوں، اس نے کہا

فَاَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ اِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ فَاَتَى الْاَقْرَعَ فِيْ صُوْرَتِهٖ فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ اِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ اِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَاَتَى الْاَعْمٰى فِيْ صُوْرَتِهٖ وَهَيْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَابْنُ سَبِيْلٍ اِنْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِيْ سَفَرِيْ فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ اَسْئَلُكَ بِالَّذِيْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً اَتَبَلَّغُ بِهَا فِيْ سَفَرِيْ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ بَصَرِيْ فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهٗ لِلّٰهِ فَقَالَ اَمْسِكْ مَالَكَ فَاِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ ۔ (متفق علیہ)

الرَّسُوْلُ الْاَعْظَمُ وَاَخْبَارُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۷۱۱ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میرے ذمہ بہت سارے حقوق ہیں، اس نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا بھی ہوں، کیا آپ کو برص نہ تھا، کہ لوگ آپ سے نفرت کرتے تھے اور کیا آپ محتاج نہیں تھے اللہ نے آپ کو مال و دولت عطا کی، اس نے کہا یہ مال تو خاندانی ہے، نسلاً بعد نسل چلا آرہا ہے، اس فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی بنا دے جیسا پہلے تھا، پھر وہ گنجے کے پاس پہنچا اور اپنی پہلی ہی صورت میں، اور اس سے بھی وہی سب کچھ کہا جو اس سے پہلے والے سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا، اس نے اس سے بھی یہی کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو تم کو اللہ تعالیٰ پہلے جیسا کر دے، پھر وہ نابینا کے پاس پہنچا اور اپنی پہلی ہی شکل و صورت میں، اور کہا کہ میں ایک غریب اور مسافر آدمی ہوں، راستہ میں میرا سارا سامان ختم ہو گیا ہے اب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی صورت نہیں کہ میں منزل تک پہنچوں، اور پھر تم سے اس ذات کے واسطے ایک بکری کی التجا کرتا ہوں جس نے تم کو بینائی عطا کی تاکہ میں اپنا سفر پورا کر سکوں، اس نے کہا میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے بینائی عطا فرمائی، تو ان میں سے جتنی چاہے لے لے، اور جتنی چاہے چھوڑ دے آج بخدا مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی جتنی بکری بھی تو خدا کے لئے لے لیگا۔ اس نے کہا اپنا مال اپنے پاس رکھ تم لوگوں کی آزمائش تھی بخھ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا، اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض۔

اہل شیاطین اور نبوت شیاطین کی پیش گوئی

۱۷۱۱۔ سعید بن ہند حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۷۱۱۔ نمائش کے طور پر جانور رکھنا کہ بوقت ضرورت وہ کسی کے کام نہ آئے، اس کو شیاطین کی سواری سے آپ نے تعبیر فرمایا، اور ذکر

تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِنَجِيبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ لَا أُرَاهَا إِلَّا هَذِهِ الْأَقْفَاصَ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ - (رواه ابو داؤد)

الرَّسُولُ الْأَعْظَمُ وَرَفْعُ الْحِجَابَاتِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ عِنْدَ سُؤَالِ قُرَيْشٍ

١٧١٢ - عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَسَأَلَتْنِي عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ أُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كَرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ فَجَلَّى اللّٰهُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِّي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ -

---

فرمایا کہ بعض اونٹ شیاطین کے لئے ہونگے اور کچھ مکانات شیاطین کے ہونگے۔ شیاطین کے اونٹ تو میں نے دیکھے ہیں کہ تم میں سے ایک اپنے ساتھ عمدہ اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے جس کو اس نے خوب فربہ بنا رکھا ہے، اور وہ ان میں سے کسی پر سوار نہیں ہوتا ہے، اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے جس کی سواری ہلاک ہو چکی ہوتی ہے لیکن وہ اس کو سوار نہیں کرتا ہے، باقی رہے شیاطین کے مکانات، تو میں نے اسے نہیں دیکھا، سعید کہتے تھے میرا خیال یہ ہے وہ یہ پنجرے سے کجاوہ ہونگے جن کو لوگ ریشم ڈال کر ڈھکتے ہیں۔ (ابوداؤد)

قریش کے سوال پر بیت المقدس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آجانا

۱۷۱۲ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ مجھے جب قریش نے جھٹلایا تو اس وقت میں حجر میں تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کے متعلق ایسے ایسے سوالات کئے جو محفوظ نہ تھے، اس وقت مجھے ایسی پریشانی ہوئی جیسی کبھی نہ ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری آنکھوں کے سامنے کر دیا، اور میں دیکھ دیکھ کر ان کو تمام سوالات کا جواب دینے لگا۔ اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے بیت المقدس کو میرے سامنے اس طرح اٹھا کر رکھ دیا کہ میں اسکو اچھی طرح دیکھ رہا تھا اور جو کچھ وہ سوال کرتے تھے میں اسکو جواب دیتا تھا

کجاوہ ہوں کو جو ریشم سے مزین کیا جائے انکو آپ نے شیاطین کے گھر کا نام دیا، اب یہ چیزیں عام طور پر پائی جانے لگی ہیں۔

۱۷۱۳ - سرسری طور پر انسان اگر کسی عمارت یا شہر کو دیکھتا ہے تو اس کی تفصیل کبھی ذہن میں محفوظ کرنے کی سعی نہیں کرتا، لیکن جب قریش نے ان چند در چند سوالات کئے تو اب ان کی تشفی ضروری تھی، اور اس موقع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی فطری تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمۃ للعالمین کی اس پریشانی پر رحم کھایا اور بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا گیا اور اس طرح کہ آپ نے ایک ایک جز دیکھ کر جواب دینا شروع کیا

۱۷۱۳ - اَخبَرنِی سَعِیدُ بنُ جُبَیرٍ قَالَ قُلتُ لِابنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوفًا البِکَالِیَّ یَزعَمُ اَنَّ مُوسٰی لَیسَ بِمُوسٰی بَنِی اِسرَائِیلَ اِنَّمَا هُوَ مُوسٰی اٰخَرُ فَقَالَ کَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَیُّ بنُ کَعبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوسَی النَّبِیُّ علیہ السلام خَطِیبًا فِی بَنِی اِسرَائِیلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَیهِ اِذ لَم یَرُدَّ العِلمَ اِلَیهِ فَاَوحَی اللّٰهُ اِلَیهِ اَنَّ عَبدًا مِن عِبَادِی بِمَجمَعِ البَحرَینِ هُوَ اَعلَمُ مِنکَ قَالَ یَا رَبِّ وَکَیفَ بِهِ فَقِیلَ لَهُ احمِل حُوتًا فِی مِکتَلٍ فَاِذَا فَقَدتَّهُ فَهُوَ ثَمَّ فَانطَلَقَ وَانطَلَقَ بِفَتَاهُ یُوشَعَ بنِ نُونٍ وَحَمَلَا حُوتًا فِی مِکتَلٍ حَتّٰی کَانَا عِندَ الصَّخرَةِ وَضَعَا رُءُوسَهُمَا وَنَامَا فَانسَلَّ الحُوتُ مِنَ المِکتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِیلَهُ فِی البَحرِ سَرَبًا وَکَانَ لِمُوسٰی وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانطَلَقَا بَقِیَّةَ لَیلَتِهِمَا

۱۷۱۳ - سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ نوف بکالی تو یہ کہتے ہیں کہ جن موسٰی کی سرگزشت خضر علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم میں مذکور ہے وہ بنی اسرائیل والے موسٰے علیہ السلام نہیں تھے بلکہ کوئی دوسرے موسٰی ان کے ہمنام شخص تھے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا نوف خدا کے دشمن نے غلط کہا۔ ہم سے ابی بن کعبؓ نے خود بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسٰی علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے ہوئے وعظ فرما رہے تھے، تو ان سے سوال ہوا فرمائیے انسانوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ حضرت موسٰے علیہ السلام نے فرمایا سب سے بڑا عالم میں۔ اس پر اللہ تعالٰے کی طرف سے ان پر عتاب ہوا کہ انھوں نے اس بات کا علم خدا تعالیٰ کے حوالے کیوں نہ کیا اس لئے ان کے پاس اللہ تعالٰے کی طرف سے وحی آئی (اے موسٰےؑ) مجمع بحرین میں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ موسٰے علیہ السلام نے عرض کی پرور دگار پھر اس سے ملاقات کیسے اور کہاں ہو؟ ارشاد ہوا تو یوں کرو کہ ایک زنبیل میں مچھلی اپنے ہمراہ لے لو اور جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں وہ ملے گا، موسٰی علیہ السلام اور ان کے ہمراہ ان کے رفیق یوشع بن نون روانہ ہو گئے اور (حسب ہدایت) اپنے ہمراہ زنبیل میں ایک مچھلی بھی لے لی چلتے چلتے جب ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے تو اپنا سر رکھ کر وہاں دونوں سو گئے، ادھر مچھلی زنبیل سے نکل گئی اور اس طرح سمندر میں داخل ہوئی کہ اس کے داخل ہونے کی جگہ پر سرنگ کی شکل بن گئی اس پر موسٰے علیہ السلام اور ان کے رفیق کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ آگے چل پڑے اور جب بقیہ ایک دن رات کی مسافت طے کر چکے اور صبح ہوئی

۱۷۱۳ - حضرت موسٰی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی سرگذشت کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کا تفصیلی تذکرہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام سرگزشت کی بنیاد حضرت موسٰے علیہ السلام کے دہن مبارک سے نکلا ہوا ایک ذرا سا کلمہ تھا جس کو اگر مخلوق کے دائرہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو سرتا سر صدق تھا

وَيَوْمِهِمَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِىْ اُمِرَ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ اِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ اَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَسَلَّمَ مُوْسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَاَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ اَنَا مُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا

تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رفیق سے کہا لاؤ بھئی ذرا ہمارا ناشتہ تو نکالو آج کے سفر میں تو ہم کو کچھ تکان ہوگیا اس سے قبل موسیٰ علیہ السلام کو سفر میں تکان محسوس نہیں ہوا تھا اور آج بھی تکان اس وقت محسوس ہوا جب کہ وہ اس جگہ سے آگے نکل چکے تھے جس کا ان کو پتہ دیا گیا تھا ان کے رفیقِ سفر نے عرض کی جی ہاں جہاں ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا مچھلی تو اس جگہ گم ہوگئی تھی مگر مجھ کو آپ سے اس کا ذکر کرنا یاد نہیں رہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی جگہ کی تو ہم کو تلاش تھی آخر پھر اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی راستے پر واپس ہوئے جب اس پتھر کے پاس پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے جو چادر اوڑھے بیٹھا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔ اس پر خضر علیہ السلام نے کہا اس ملک میں سلام کہنے والا کہاں۔ انھوں نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انھوں نے کہا کیا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے ہیں؛ انھوں نے فرمایا جی ہاں میں وہی موسیٰ ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کیا میں آپ کے ہمراہ رہ سکتا ہوں تاکہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ مجھ کو بھی تعلیم فرمائیں

آتا ہے یعنی سائل بنی اسرائیل ہیں اور مخاطب نبی وقت موسیٰ علیہ السلام ہیں ادھر محاورات میں صیغۂ تفضیل کا مطلب کثرت اور زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا اب اس میں کیا شبہ تھا کہ نبی وقت پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی ان سے بڑھ کر علم میں اور کون شخص ہو سکتا تھا لیکن جب یہی معاملہ رسول اور خالق کے درمیان آیا تو اس صدق در صدق میں بھی خامی کا ایک پہلو نکل آیا اور وہ یہ کہ صیغۂ تفضیل عرفِ عام میں خواہ کسی معنی میں مستعمل ہو لیکن بلحاظ لغت اس میں اتنی وسعت ہے کہ اتنی وسعت اور اطلاق کا لفظ استعمال کرنا ایک نبی کی شان کے مناسب نہ تھا اس لئے جب سوال یہ ہے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو نبی کی شان کے مطابق جواب یہ ہونا چاہئے کہ اس عموم و اطلاق کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے چونکہ جواب میں ذراسی خامی رہ گئی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے "انا اعلم" (میں سب سے بڑا عالم ہوں) کا لفظ نکل گیا اس لئے فوراً گرفت ہوگئی اور ارشاد ہوا کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اس پر جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کا پتہ دریافت کیا تو ان کے علمی نقصان کا ظہور تو یہیں سے شروع ہوگیا اور اس پہلے قدم پر ہی علم کا اتنا قصور واضح ہوا کہ جب ایسے بڑے علم والے شخص کے مقام کا بھی تم کو علم نہیں تو سوچو تمہارے علم کا مقام کیا ہے؟ پھر جب پتہ بتایا گیا ہو تو وہ بھی ایک ابہام کے ساتھ یعنی یہ کہ جہاں مچھلی گم ہو جائے اب کہاں؟ یہ معلوم نہیں۔ پھر جب سفر شروع ہوتا ہے تو موقعہ کی تلاش ہے، مگر جب موقع سامنے آجاتا ہے تو وہیں ... ذہول ہوتا ہے اور سفر کا قدم آگے بڑھ جاتا

عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوسٰى إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا

انھوں نے کہا آپ ہرگز صبر کے ساتھ اس کو حاصل نہیں کر سکتے، اے موسیٰؑ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں سے جو علم مجھ کو عطا فرمایا ہے وہ آپ نہیں جانتے اور جو علم آپ کو بخشا ہے وہ میں نہیں جانتا، انھوں نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو صابر دیکھینگے اور کسی معاملہ میں آپ کے خلاف نہیں کرونگا۔ اس کے بعد وہ دونوں سمندر کے کنارہ کنارہ روانہ ہوگئے کشتی ان کے پاس نہ تھی کہ دریا عبور کر سکتے۔ اتنا ادھر سے ایک کشتی گزری تو انھوں نے اس کے ملاح سے گفتگو کی کہ ان کو بھی سوار کر لے اتفاق سے کسی نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور کسی اجرت کے بغیر ان کو کشتی میں بٹھا لیا اتنے میں ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور اگر کشتی کے کنارہ بیٹھ گئی اور سمندر میں ایک دو چونچیں ماریں۔ اس پر خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰؑ میرا اور تمہارا علم مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم سے اتنی نسبت بھی نہیں رکھتا جتنی کہ اس چڑیا کی چونچ کے پانی کی اس سمندر کے

ہے۔ آخر پھر واپس ہونا پڑتا ہے۔ آخر جب خود کشش ربانی ہی کھینچ کر ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے تو معاہدہ کے وقت جو پہلی بات وہ سنتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو علم مجھ کو ہے وہ تم کو نہیں اور جو تم کو ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ علمی دنیا میں ہم دونوں ناقص و ناقص ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علمی قصور کی منزل ختم ہوئی تو اب خضر علیہ السلام کے علمی وفور کی منزل شروع ہوئی اور اُس کا آغاز بھی ایک پرندہ کی آمد سے اس طرح ہوا کہ اے موسیٰ ہمارا اور تمہارا دونوں کا علم مل کر بھی کچھ نہیں ہے۔ آخر بڑے عہد و پیمان کے بعد سفر شروع ہوا اور قدم قدم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاعلمی اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کی برتری کا ظہور ہوتا چلا گیا۔ آخر جب واقعات سفر اور ان کے حکم سب بیان میں آگئے تو کچھ اور عجائبات قدرت کے سننے کی تمنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں رہ گئی اور آپ نے بڑی حسرت کے انداز میں فرمایا کاش کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا اور صبر سے کام لیتے۔

اس ایک واقعہ ہی سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کا معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کتنا نازک ہوتا ہے۔ یہاں صغائر و کبائر در کنار ہیں یا حسنات میں کسی باریکی کی فرو گزاشت بھی کافی ہے۔ ابھی آپ پڑھ چکے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ وسلامہ کو جب ختنے کا حکم ہوا اور امتثال امر کی عجلت میں انھوں نے فوراً کدال لے کر ختنہ کر ڈالی تو کیا اس سے بڑھ کر بھی وفاداری اور اطاعت شعاری کا مظاہرہ کچھ ہو سکتا تھا۔ مگر جب انھوں نے اپنی تکلیف کا اظہار فرمایا تو جواب یہ ملا کہ ختنہ کس طرح کرنی چاہیے یہ ہم سے پوچھا کیوں نہیں گویا اب اگر تکلیف ہوئی تو یہ تمہارا قصور ہے۔ سبحان اللہ! جو لوگ گرفت کی اس شدت کو نہیں جانتے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ "رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ" پر گرفت کا راز بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ادھر ہمارے متکلمین ہیں کہ وہ صرف تعبیرات کی شدت سے انبیاء علیہم السلام کی علی الاطلاق عصمت

العُصفُورُ فِي البَحرِ فَعَمَدَ الخَضِرُ اِلٰى لَوحٍ مِنْ اَلوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهٗ فَقَالَ مُوسٰی
قَومٌ حَمَلُونَا بِغَيرِ نَولٍ عَمَدتَ اِلٰى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقتَهَا لِتُغرِقَ اَهلَهَا قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَستَطِيعَ مَعِيَ صَبرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذنِي بِمَا نَسِيتُ فَكَانَتِ الاُولٰى
مِن مُوسٰى نِسيَانًا فَانطَلَقَا فَاِذَا غُلَامٌ يَلعَبُ مَعَ الغِلمَانِ فَاَخَذَ الخَضِرُ بِرَاْسِهٖ مِن
اَعلَاهُ فَاقتَلَعَ رَاْسَهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ مُوسٰى اَقَتَلتَ نَفسًا زَكِيَّةً بِغَيرِ نَفسٍ قَالَ اَلَمْ
اَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَستَطِيعَ مَعِيَ صَبرًا قَالَ ابنُ عُيَينَةَ وَهٰذَا اَوكَدُ فَانطَلَقَا حَتّٰى

ساتھ ہے، اس کے بعد حضرت خضر اٹھے اور کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ پھینکا موسٰی علیہ السلام فوراً بولے یہ وہ شریف لوگ تھے جنھوں نے اجرت لئے بغیر ہم کو کشتی میں بٹھا لیا تھا، آپ نے یہ کیا کیا کہ لگے تو ان ہی کی کشتی کو توڑ ڈالا تاکہ سارے کشتی والوں کو ڈبو دیں، انھوں نے کہا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ موسٰی علیہ السلام نے فرمایا میں بھول گیا۔ اور آپ بھولی بات پر مجھ سے گرفت نہ فرمائیں۔ یہ پہلی بے صبری موسٰی علیہ السلام سے ازراہ نسیان سرزد ہوئی، آگے چلے تو ایک بچہ جو بچوں میں کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑ کر گردن سے اکھاڑ ڈالا۔ موسٰی علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ نے یہ کیا کیا ایک معصوم بچہ کو بے گناہ مار ڈالا خضر علیہ السلام نے کہا میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہدیا تھا آپ صبر کے ساتھ میرے ہمراہ نہیں رہ سکتے۔ ابن عیینہ راوی حدیث کہتے ہیں یہاں لفظ "لَكَ" (آپ سے) زیادہ تاکید کے لئے اضافہ فرمایا۔ آگے چلے تو ایک بستی سے گزرے اور ان

میں اختلاف کر رہے ہیں۔ اگر ان لغزشوں پر پھر اس کے نتائج پر غور سے نظر ڈالی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ لغزشیں حکم و اسرار کا ایک بحر بیکراں تھیں حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش سب سے پہلے ہے مگر عالم کی آبادی کا سارا راز اسی ایک لغزش میں پنہاں تھا۔ پھر حضرت موسٰی علیہ السلام کے دہن مبارک سے لغزش کا یہ کلمہ ضرور نکلا اور ان کو اس طویل سفر کی مشقت بھی جھیلنی پڑی مگر اس سفر میں کتنے اسرار حکمت کے دریا بہ نکلے اس کا اندازہ کچھ اسی سے فرما لیجئے کہ اس پورے سفر کو قرآن کریم نے کس تفصیل سے بیان کیا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کیا مزے لے لے کر اس کو سنا آخر جب یہ طویل سفر ختم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب پاک میں بھی اس کی حسرت رہ گئی کاش کہ یہ سفر کچھ اور دراز ہو جاتا تو عجائبات قدرت کچھ اور بھی کھلتے۔

اس سرگزشت میں نہ معلوم کتنے درس عبرت ہونگے۔ ہم اپنے قصور علم اور وقت کی فرصت کے لحاظ سے چند اہم اسباق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ واقعات کی سطح اور اندرونی حکم ربانی کے درمیان مناسبتوں کا ادراک انسانی عقول کے احاطہ سے باہر ہے اور اسی لئے ان حکمتوں کے ادراک کے درپے ہوئے بغیر صبر کے ساتھ واقعات کا مطالعہ کرنا چاہئے مگر یہی صبر عقول انسانیہ کے لئے بڑی امتحان گاہ ہے اسی کی طرف قرآن کریم کی اس آیۃ میں اشارہ فرمایا گیا ہے "عَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيئًا وَّهُوَ خَيرٌ لَّكُمْ۔ اور یہ کہ خضر علیہ السلام کو جب واقعات و حکم کے اس غیر مدرک بالعقول ربط کا علم بخشا گیا تھا تو اسی کے ساتھ ان کو وہ قوت بھی عنایت فرمادی گئی تھی جس کی وجہ سے ایک گرنے والی دیوار صرف ان کے ایک اشارہ سے سیدھی ہو گئی بلکہ اتنی مستحکم ہو گئی تھی کہ جب تک اس کے نیچے دفینہ کا مالک جوان نہ ہو لے وہ دیوار نہ گر سکے اور یہ کہ جب تک مصالح ربانیہ کا کسی کو قطعی علم حاصل

إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے میہمانی کی درخواست کی۔ انھوں نے مہمان بنانے سے انکار کردیا۔ وہاں ایک دیوار تھی جو بالکل ٹوٹنے والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ایک اشارے سے اس کو سیدھا کردیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت ان سے لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اچھا بس اسکے بعد اب ہماری آپ کی جُدائی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ

ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ خود قطعی طور پر ان کا مامور بھی نہ ہو اس وقت تک شریعت میں وہ افعال جرم اور معصیت ہی کی فہرست میں شمار ہونگے اور یہ کہ تکوینی امور کا راستہ تشریعی احکام سے الگ ہے اور ان کی تنفیذ کے لئے بھی تشریعی احکام کی طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے کچھ بندے مقرر ہیں مگر وہ اتنے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی ان کا علم ضروری نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ ایسے افراد کو قدرت اس لئے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رکھتی ہے کہ ان کے اس قسم کے افعال شریعت کی زد میں آکر اختلال نظم کا باعث نہ بنیں اور یہ کہ علم تشریعی کا درجہ علم تکوینی سے بلند ہے اور یہ کہ افضل کو اگر اس قسم کے جزئیات کا علم نہ ہو تو اس سے اس کے فضل و کمال میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور یہ کہ جن کو ان علوم کا حامل نہیں بنایا گیا ان کے لئے ان علوم کے حاملین کی نہ تلاش چاہیئے اور نہ ان کی رفاقت اپنے لئے موجبِ کمال۔ اور اگر کہیں حسب الاتفاق ملاقات ہوجائے تو ان پر زبان طعن کھولنا بھی غلط ہے۔

اس روایت کے چند الفاظ کتاب التفسیر میں بھی دیکھ لئے جائیں۔

فاتخذ سبیلہ فی البحر سربا وامسک اللہ عن الحوت جریۃ الماء فصار علیہ مثل الطاق۔	(دریا میں سرنگ پیدا ہونے کی صورت یہ ہوئی) کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے داخل ہونے کی جگہ سے پانی کا سیلان روک دیا تو وہاں ایک طاق کی سی شکل پیدا ہوگئی۔
خذ نونا میتا حتی ینفخ فیہ الروح۔	اے موسیٰ ایک مردہ مچھلی ساتھ لے لو یہاں تک کہ اس میں روح پڑجائے
قال اما یکفیک ان التوراۃ بیدیک وان الوحی یاتیک یا موسیٰ ان لی علما لا ینبغی لک ان تعلمہ وان لک علما لا ینبغی لی ان اعلمہ۔	(خضر علیہ السلام نے کہا) اے موسیٰ کیا تم کو یہ تورات کافی نہیں۔ جو تمہارے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اور کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ وحی الٰہی تم پر آتی ہے۔ اے موسیٰ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم بخشا ہے جو آپ کے لئے مناسب نہیں اور آپ کو وہ علم دیا ہے جو میرے لئے مناسب نہیں
وفی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیاۃ لا یصیب من مائہا شیئ الا حیی واصاب الحوت من ماء تلک العین قال فتحرک وانسل من المکتل فدخل البحر۔	درخت کی جڑ میں ایک چشمہ تھا جس کو آب حیات کہتے ہیں۔ اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہوجاتی تھی۔ وہ پانی کسی طرح اس مچھلی پر بھی پڑ گیا تو وہ زندہ ہوگئی تھی۔

يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا۔ (رواہ البخاری)

۱۷۱۴۔ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلُ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمٰعِيلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لِتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلٰى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيمُ وَبِابْنِهَا إِسْمٰعِيلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهُمَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفّٰى إِبْرَاهِيمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا فِي هٰذَا الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيهِ أَنِيسٌ وَلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيمُ حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حَتّٰى بَلَغَ يَشْكُرُونَ وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمٰعِيلَ تَأْكُلُ التَّمْرَ مِنَ الْجِرَابِ وَتَشْرَبُ

موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ہماری تمنا تھی کاش کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا اور صبر کر لیتے تاکہ ان کے کچھ واقعات ہم کو اور معلوم ہو جاتے۔ بخاری۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا تذکرہ

۱۷۱۴۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی فرماتے تھے کہ پہلی چیز جو عورتوں نے بنائی وہ منطق کا لباس ہے، اور اس کی موجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں، انھوں نے یہ لباس اس لئے بنایا تھا تاکہ یہ ان کے نشانِ قدم کو مٹا ڈالے اور حضرت سارہؓ کو نشان نہ ملے، پھر حضرت ابراہیمؑ ان کو اور ان کے لڑکے اسمٰعیل علیہ السلام کو جو ابھی دودھ پی رہے تھے لائے اور بیت اللہ کے پاس ایک درخت کے نیچے زمزم کے نزدیک مسجد کے بالائی حصہ میں چھوڑ دیا، اس وقت مکہ میں نہ کوئی آدمی تھا اور نہ کہیں پانی کا نام ونشان، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس ایک مشک پانی اور ایک تھیلا کھجور رکھ دیا، اور پھر رخ پھیر کر روانہ ہو گئے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ماں یہ کہتے ہوئے ان کے پیچھے لگ گئیں کہ اے ابراہیمؑ آپ کہاں جا رہے ہیں اور ہمیں اس وادی میں چھوڑ رہے ہیں جہاں نہ کوئی غمگسار ہے اور نہ کوئی چیز، وہ بار بار کہہ رہی تھیں مگر وہ ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے، انھوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں انھوں نے کہا تو پھر وہ ہمیں برباد نہ ہونے دیگا۔ اور یہ کہہ کر وہ بچہ کی طرف

واقعہ مذکورہ کے بعض مجمل الفاظ کی شرح اس تشریح کی روشنی میں سمجھ لینی چاہئے۔

مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ حَتّٰى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوّٰى وَقَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرٰى أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِذٰلِكَ سَعَى النَّاسُ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ فَسَمِعَتْ أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتّٰى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پلٹ گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے۔ جب وہ گھاٹی سے اتنی دور نکل آئے، جہاں سے وہ سب ان کو نہ دیکھ سکیں، تو قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد لاکر تیرے محترم گھر کے پاس ایسی وادی میں آباد کر دی ہے، جہاں کھیتی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یشکرون تک کلمات آپ نے فرمائے، ادھر ام اسمٰعیل تھیلے سے کھجور، اور مشکیزہ سے پانی پیتی رہیں تا آنکہ پانی ختم ہو گیا اور خود وہ اور ان کا بچہ پیاس سے بے چین ہوا، وہ دیکھ رہی تھیں کہ بچہ شدت پیاس سے لوٹ پوٹ کر رہا ہے۔ چنانچہ اس حالت بے تابی میں وہ بچے کے پاس سے چل پڑیں، ان سے بچہ کا حال نہ دیکھا گیا۔ انھوں نے سب سے قریب زمین کے پہاڑوں میں سے صفا کی پہاڑی دیکھی، وہ اس پر چڑھ کر وادی میں دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی نظر تو نہیں آتا۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا، آخر صفا کی پہاڑی سے اتریں اور جب وادی میں پہونچیں، تو اپنا دامن اٹھا کر ایک پریشان حال انسان کی طرح دوڑ پڑیں، یہاں تک کہ وادی سے آگے بڑھ گئیں اور مروہ کی پہاڑ پر آئیں، اور اس پر کھڑے ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ کوئی آدم نظر آتا ہے یا نہیں، اسی طرح سات مرتبہ چکر لگایا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی کی یاد میں لوگ صفا و مروہ کی سعی کرتے ہیں۔ اخیر میں جب وہ مروہ پر چڑھیں تو انھوں نے ایک آواز سنی، انھوں نے اپنے جی سے کہا، کہ تو خاموش رہ پھر کان لگایا تو پھر آواز آئی۔ انھوں نے کہا کہ تم نے اپنی آواز تو سنادی، اب اگر تیرے پاس میرے لئے کوئی مدد ہو تو وہ بھی کرو، چنانچہ دفعتاً انکو زمزم کے پاس ایک فرشتہ نظر آیا، اس نے اپنی ایڑ زمین پر لگائی یا اپنا بازو لگایا، یہاں تک کہ پانی ابل آیا،

يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمٰعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ اَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاۤءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِيْنًا
قَالَ فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافِي الضَّيْعَةَ فَاِنَّ هٰهُنَا بَيْتَ اللّٰهِ
يَبْنِيْ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَهْلَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِنَ الْاَرْضِ
كَالرَّابِيَةِ تَاْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَاْخُذُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ
مِنْ جُرْهُمَا اَوْ اَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ
فَرَاَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوْا اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلَى الْمَاۤءِ لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ
وَمَا فِيْهِ مَاۤءٌ فَاَرْسَلُوْا جَرِيًّا اَوْ جَرِيَّيْنِ فَاِذَا هُمْ بِالْمَاۤءِ فَرَجَعُوْا فَاَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَاۤءِ فَاَقْبَلُوْا
قَالَ وَاُمُّ اِسْمٰعِيْلَ عِنْدَ الْمَاۤءِ فَقَالُوْا اَتَاْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ قَالَتْ نَعَمْ وَلٰكِنْ
لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاۤءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَلْفٰى

وہ اس کو چاروں کناروں سے گھیرنے لگیں اور پانی چلو میں لے کر مشکیزہ بھرنے لگیں، مگر پانی اس کے بعد
بھی ابل ہی رہا تھا، عبداللہ بن عباس رض کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت
اسمٰعیل علیہ السّلام کی مادر مہربان پر رحم فرمائیں، اگر وہ زمزم کو اسی حال پر چھوڑ دیتیں یا فرمایا کہ چلو سے لے کر
مشکیزہ میں نہ ڈالتیں، تو زمزم بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ فرمایا کہ انھوں نے خود پانی پیا اور بچہ کو دودھ پلایا۔ فرشتہ
نے ان سے کہا کہ ہلاکت کا خطرہ محسوس نہ کرو، یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، یہ بچہ اور اسکے والد محترم اس کو
بنائیں گے، اور اللہ تعالےٰ یہاں والوں کو برباد نہ ہونے دیگا، اور بیت اللہ عام زمین سے اونچا ایک
ٹیلہ کی صورت میں تھا، جب سیلاب آتا، اس کے دائیں بائیں سے گذر جاتا، چنانچہ وہ اسی حال پر رہا
یہاں تک کہ جرہم کا ایک قبیلہ یا قافلہ یہاں سے گذرا۔ جو کدا کے راستہ سے آرہا تھا۔ وہ مکہ کے
نشیبی علاقہ میں فروکش ہوا، انھوں نے پرندوں کو منڈلاتے ہوئے دیکھا، یہ دیکھ کر انھوں نے کہا معلوم
ہوتا ہے کہ یہ پرندے پانی پر منڈلا رہے ہیں، کہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے، ہم اس وادی سے گذر چکے ہیں،
یہاں پانی نہ تھا، انھوں نے اپنے ایک یا دو تیز و چست آدمیوں کو بھیجا، دفعتہً انھوں نے پانی دیکھا پلٹ کر
انھوں نے پانی کی خبر دی، چنانچہ وہ سب ادھر چل پڑے، وہاں پہونچے تو دیکھا پانی کے پاس حضرت
اسمٰعیل کی ماں بیٹھی ہوئی ہیں، انھوں نے ان سے کہا کہ کیا ہمیں اس کی اجازت ہے کہ ہم
یہیں آپ کے پاس قیام پذیر ہو جائیں۔ انھوں نے کہا اجازت ہے لیکن اس پانی میں آپ لوگوں کا کوئی حق نہ ہوگا، انھوں نے
کہا بہتر، حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ ام اسمٰعیل تنہا تھیں چاہتی تھیں کہ کچھ لوگ ہوں، چنانچہ وہ بسے
اور اپنے لوگوں کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بھی بلا لیا۔ اور وہ بھی آگئے جب انکے یہاں کئی گھر آباد ہوگئے اور ادھر حضرت اسمٰعیل جو بچے تھے

ذٰلِكَ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ فَنَزَلُوْا وَاَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِهَا اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَاَنْفَسَهُمْ وَاَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا اَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَاَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمٰعِيْلَ فَجَاءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ اِسْمٰعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهٗ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمٰعِيْلَ فَسَاَلَ امْرَاَتَهٗ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِيْ لَنَا ثُمَّ سَاَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِيْ ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ اِلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَاءَ زَوْجُكِ اِقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِيْ لَهٗ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهٖ فَلَمَّا جَاءَ اِسْمٰعِيْلُ كَاَنَّهٗ اٰنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِّنْ اَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَاَلَنَا عَنْكَ فَاَخْبَرْتُهٗ وَسَاَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّا فِيْ جَهْدٍ وَشِدَّةٍ قَالَ اَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ اَبِيْ وَقَدْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُفَارِقَكِ اِلْحَقِيْ بِاَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ اُخْرٰى فَلَبِثَ

جوان ہوگئے اور ان سے عربی سیکھ لی اور وہ سب انکو بھلے بھی معلوم ہونے چنانچہ جب یہ پورے جوان ہوگئے قبیلہ جرہم کے لوگوں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے ان کی شادی کر دی، کچھ دنوں بعد حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ وفات پاگئیں حضرت اسمعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے کہ جن کو چھوڑ کر گئے۔ ان کا حال معلوم کریں، حضرت اسمٰعیلؑ کو موجود نہیں پایا ان کی بیوی سے انکے متعلق دریافت کیا، کہ کہاں گئے، اس نے کہا ہمارے لئے رزق کی تلاش میں گئے ہیں پھر انھوں نے پوچھا زندگی کیسی گزرتی ہے اور کیا حال ہے؟ اس نے کہا ہم بُرے حال میں ہیں، تنگی میں ہیں، تکلیف میں ہیں، اس نے ان سے معاش کی شکایت کی، آپ نے اس سے فرمایا جب ترا شوہر آئے، تو میرا سلام پہنچانا، اور کہنا کہ وہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل ڈالیں حضرت اسمٰعیلؑ واپس آئے تو گویا انھوں نے اُنس محسوس کیا، اور پوچھا کیا تمہارے یہاں کوئی آیا تھا، اس نے کہا ہاں ایک شیخ تشریف لائے تھے ان کی یہ یہ ہیئت تھی، انھوں نے آپ کے بارے پوچھا میں نے انھیں بتایا، پھر گزر بسر کے متعلق سوال کیا، تو میں نے کہا کہ مشقت اور تکلیف میں ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ وہ کچھ کہہ بھی گئے، اس نے کہا ہاں فرما گئے کہ میں آپ کو ان کا سلام پہنچا دوں اور آپ سے فرما گئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دیں، آپ نے فرمایا وہ میرے پدر بزرگوار تھے اور وہ حکم فرما گئے کہ میں تم سے جدائی اختیار کرلوں، تو اپنے گھر والوں میں چلی جا، چنانچہ اس کو طلاق دے دی۔ اسی خاندان کی دوسری عورت سے شادی کرلی پھر عرصہ تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آنا نہ ہوا، پھر بعد میں آئے حضرت اسمٰعیلؑ کو نہیں پایا۔ آپ کی بیوی کے پاس گئے، اور آپ کے متعلق دریافت کیا کہ کہاں ہیں، اس نے کہا تلاشِ معاش میں گئے ہیں، انھوں

عَنْهُمْ إِبْرَاهِيمُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلٰى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمٰعِيلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِسْمٰعِيلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيبًا مِنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا

نے پوچھا تم لوگ کس طرح رہتے سہتے ہو، اور گذر بسر کا کیا حال ہے، اس نے کہا ہم بعافیت ہیں اور کشادہ حال ہیں، اس نے خدا کا بڑا شکر ادا کیا، انھوں نے پوچھا تمہارا کھانا کیا ہے، اس نے بتایا گوشت، پوچھا پینا کیا ہے اس نے کہا پانی، انھوں نے دعا کی اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس زمانہ میں ان کے یہاں غلہ کا رواج نہ تھا، اگر وہ ہوتا تو اس کے لئے بھی دعا فرما دیتے، اور اسی دعا کی برکت ہے کہ صرف گوشت پانی کی غذا مکہ کے سوا اور کہیں موافق نہیں آتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چلتے ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اہلیہ سے فرمایا کہ جب ترے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا، اور کہنا کہ دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیں جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام باہر سے واپس آئے انھوں نے اپنے گھر میں پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا، اس نے کہا ہاں ایک شیخ تشریف لائے تھے جن کی ہیئت بہت عمدہ تھی اور ان کی تعریف کی، انھوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا، میں نے ان کو بتایا کہ آپ کہاں گئے پھر انھوں نے ہمارے گزر بسر کے متعلق سوال کیا، میں نے بتایا کہ بخیر و خوبی سب کچھ چل رہا ہے آپ نے پوچھا کچھ فرما بھی گئے اس نے کہا ہاں وہ آپ کو سلام کہہ گئے اور حکم دے گئے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھیں، آپ نے فرمایا وہ میرے والد محترم تھے، اور تو چوکھٹ ہے، مجھے حکم دے گئے کہ میں تم کو باقی رکھوں، پھر حضرت ابراہیم بہت دنوں جب تک اللہ نے چاہا نہ آئے۔ اس کے بعد تشریف لائے، اس وقت حضرت اسمٰعیلؑ اپنے لئے

كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمٰعِيلُ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ كَمَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِينُنِي قَالَ وَأُعِينُكَ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هٰهُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذٰلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمٰعِيلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيمُ يَبْنِي حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمٰعِيلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتّٰى يَدُورَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُولَانِ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (رواہ البخاری)

ایک درخت کے نیچے تیر بنا رہے تھے، جو زمزم کے قریب تھا، جونہی آپ نے دیکھا فوراً لپک کر کھڑے ہو گئے اور دونوں نے باہم اس تعلق و محبت کا اظہار کیا جو بیٹے باپ کیا کرتے ہیں، پھر انھوں نے فرمایا اے اسمٰعیلؑ! اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے، آپ نے کہا آپ کر گزریئے جیسا آپ کو آپ کے رب نے فرمایا ہے، انھوں نے فرمایا تم میری اعانت کرو گے، آپ نے عرض کیا میں ضرور آپ کی اعانت کرونگا انھوں نے فرمایا کہ رب العالمین نے مجھے حکم کیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور اس ابھرے ہوئے ٹیلہ کی طرف اشارہ فرمایا، اس کے بعد دونوں باپ بیٹے نے بیت اللہ کی بنیاد اٹھائی، حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لگاتے جاتے تھے جب دیوار بلند ہو گئی، تو اس مخصوص پتھر کو لائے اور اس کو رکھ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوئے اور بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں فرما رہے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (بخاری شریف)

المهنّد علی المفنّد

یعنی

عقائدِ علماءِ اہلِ سنّت دیوبند رحمہم اللہ

تالیف

فخر المحدثین حضرۃ مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس اللہ سرہ العزیز

المتوفی ۱۳۴۶ھ

باضافہ

عقائدِ اہل السنّۃ والجماعۃ

از

حضرۃ مولانا مفتی سید عبد الشکور ترمذی مدظلہم

مع

تصدیقاتِ قدیمہ وجدیدہ

ادارۂ اسلامیات ○ ۱۹۰- انار کلی لاہور

ارشاداتِ حکیم الامتؒ

مسمّیٰ بہ

اصلاح المسلمین

قرآن و سُنّت کی روشنی میں زندگی کے
تمام شعبوں سے متعلق جامع ہدایات

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تألیف: جناب پروفیسر مسعود حسن علوی مرحوم

ترتیب و تدوین

جناب الحاج محمد کلیم صاحب

جناب علی حماد رضا صاحب

زیرِ نگرانی

عارف باللہ حضرت اقدس
ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب
قدس سرہٗ

ناشر: ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

مسائلِ امامت

(مکمل و مدلل)

امام اور امامت نماز سے متعلقہ مسائل و احکام کا جامع ذخیرہ
حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق و تائید کے ساتھ

مؤلف

مولانا قاری محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

ناشر

ادارہ اسلامیات

انارکلی ۰ لاہور-۲

فضائلِ اعمالِ صالحہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پاک کی روشنی میں
نیکی کے وہ کام جو کرنے میں بہت آسان اور اجر وثواب میں بہت زیادہ ہیں

○

تصنیف: حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی ۶۴۶ھ
ترجمہ: مولانا محمد خالد صاحب مہاجر مدنی
نظر ثانی: حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی مدظلہم

○

ادارہ اسلامیات
۱۹۰۔ انارکلی ○ لاہور

طرابلس کے نامور محقق عالم علامہ حسین آفندی کی جدید علم کلام پر
مشہور تصنیف "الرسالۃ الحمیدیہ" کا اردو ترجمہ

سائنس اور اسلام

مترجم: مولانا سید محمد اسحاق علی صاحب مدرس جامع العلوم کانپور
زیر نگرانی: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مع رسالہ **سائنس اور اسلام**

از حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند

ادارہ اسلامیات لاہور